ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف: مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولینا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی ۳۸۰ ۔ اردو بازار لاہور ۲

باسمہٖ سبحانہٗ

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی لاہور



[illegible]

۱۹ ۶ ۷۶

دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب

ہو مبارک صاحبِ عز و شرف یہ فضلِ رب

مثنوی کے شارح و فاضل مترجم مرحبا

مولوی سجاد بحرِ علم صدر رشکِ عرب

۱۳ ھ ۹۶

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی

۱۹ ۶ ۷۶

مُقدّمہ

عرضِ حال

آج جبکہ میں دفترِ پنجم کا یہ پیش لفظ لکھ رہا ہوں، بفضلہ تعالیٰ دفترِ چہارم کی کتابت وطباعت کے جملہ مراحل سے فارغ ہو چکا ہوں اور وہ دفتری کے یہاں جلد بندی میں ہے، انشاء اللہ ہفتہ عشرے میں بازار میں آجائے گا۔ نیز دفترِ پنجم کی کتابت بفضلہ تعالیٰ مکمل ہو چکی ہے اور وہ بھی عنقریب طباعت کے لئے پریس کے سپرد کر دیا جائے گا، دفترِ سوم مارچ ؁۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔ انشاء اللہ مارچ ؁۸۸ء تک دفترِ پنجم بھی بازار میں آجائے گا اور اس طرح میں ایک سال کی مدت میں دفترِ چہارم و پنجم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کر لوں گا۔ دفترِ پنجم کے مسودے سے فارغ ہو کر میں نے دفترِ ششم پر کام شروع کر دیا تھا اور اس کی رحمتِ بے پایاں کے سہارے میں اس کا بھی تقریباً نصف حصہ لکھ چکا ہوں اور انشاء اللہ ؁۸۸ء کے اواخر میں وہ بھی شائقین کی خدمت میں پیش کر سکوں گا

دفترِ پنجم سے متعلق بعض مباحث

نفس: اس کی چار قسمیں ہیں۔ نفسِ[1] امّارہ، نفسِ[2] لوّامہ، نفسِ[3] مطمئنہ، نفسِ[4] ملہمہ —— نفسِ امّارہ وہ ہے جو شہوتوں اور لذّتوں کا طالب ہو۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ میں اسی کا بیان ہے۔

نفسِ لوّامہ وہ ہے جس میں کسی قدر صفائی پیدا ہو چکی ہو اور شہوتوں اور لذّتوں سے پرہیز کرنے لگے اور اگر

کبھی کسی لذّت و شہوت میں مبتلا ہو جائے تو پچھتائے۔ لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ میں اِس کا ذکر ہے۔

نفسِ مُطمئنہ وہ ہے جو کسی حالت میں بھی لذّت و شہوت میں مبتلا نہ ہو اور شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہو چکا ہو۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً میں یہی نفس مُراد ہے۔

نفسِ مُلہِمہ وہ ہے جو صفائی کے اعلیٰ مراتب حاصل کر چکا ہو اور انسانوں کو اُمورِ خیر کی جانب توجہ دلائے۔ ہر شخص میں اِن قسموں میں سے کسی ایک قسم کا نفس ہوتا ہے۔

انسان کی تین طاقتیں: قدرت نے انسان میں تین طاقتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ مَلکی[1]، سَبُعی[2]، بہیمی[3]۔

مَلکی طاقت۔ خداوندی اطاعت اور اعمالِ خیر کی متقاضی ہے۔ یہ طاقت رُوح کے ساتھ خاص ہے۔

سَبُعی طاقت۔ انسان کے غصّہ و غضب کا سبب ہے اور مخالف چیز کا دفعیہ کرتی ہے۔

بہیمی طاقت۔ انسان میں شہوت اور ہوس کا سبب ہے اور یہ طاقت مرغوب اور مناسب چیز کے حصول کے درپے رہتی ہے۔ یہ دونوں طاقتیں جسمِ انسانی کے ساتھ خاص ہیں۔

وقوفِ قلبی: نقشبندی سلوک میں ایک ریاضت کا نام ہے۔ اِس کی صورت یہ ہے کہ سالک قلب کی طرف توجہ کر کے بیٹھے اور قلب کی نگرانی کرے۔ قلب پر ماسوی اللہ، کسی خطرے اور خیال کو وارد نہ ہونے دے۔ یہ ریاضت انتہائی مشکل ہے۔ بہت سی ریاضت کے بعد سالک اِس پر قابو پاتا ہے۔

کرامت کی قسمیں: بزرگوں سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں اُن کی دو[2] قسمیں ہیں۔ کرامتِ حِسّی، کرامتِ معنوی۔

حِسّی کرامت۔ یہ ہے کہ کسی حِسّی اور ظاہری امر میں بزرگ سے کوئی بات دستور کے خلاف ظاہر ہو، مثلاً بزرگ کو کسی کے دل کی بات کا معلوم ہو جانا۔ آنے والی بات کا معلوم ہو جانا، توجہ ڈال کر بیتاب بنا دینا، پانی کی سطح پر چلنا۔ اِن کرامات سے عوام زیادہ متاثر

ہوتے ہیں لیکن یہ کرامتیں حیضُ الاولیاء کہلاتی ہیں اور یہ ہمیشہ قائم نہیں رہتی ہیں

معنوی کرامت۔ دین پر استقامت، بُری عادتوں سے پاکی، خیر کی طرف سبقت، فرائض و واجبات کی بروقت ادائیگی یہ معنوی کرامتیں ہیں اور اصل فضیلت یہی ہیں۔ یہی اہلُ اللہ اور فرشتوں کی صفات ہیں۔

فیضِ اقدس، فیضِ مُقدس : حضرت حق تعالےٰ کی جانب سے مخلوق کو جو فیض پہنچتا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں۔

فیضِ اقدس۔ وہ فیض ہے جو حق تعالےٰ کی جانب سے اعیانِ ثابتہ کو پہنچتا ہے، یہ فیض تعدد اور کثرت سے پاک ہے۔

فیضِ مقدس۔ وہ فیض ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کو روح کی قابلیت اور استعداد کے مطابق پہنچتا ہے اس میں تنوع اور تکثر ہے۔ اِن دونوں کی مثال اِس طرح سمجھ لی جائے کہ سورج کا نور مختلف رنگ کے آئینوں پر پڑتا ہے اور پھر اُن آئینوں کے ذریعہ مختلف قسم کا نور انسانوں پر پڑے، سورج کا جو نور آئینوں پر پڑا وہ فیضِ اقدس کی مثال ہے اور جو آئینوں کے ذریعہ انسانوں پر پڑا وہ فیضِ مقدس کی مثال ہے۔

معیّتِ حق : مولانا بحرالعلوم رح نے فرمایا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی معیت دو طرح کی ہے۔

معیّتِ عامہ۔ حق تعالےٰ کی یہ معیت تمام مخلوق کے ساتھ ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ " وہ خدا تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو"۔ اِس معیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق محض وجودِ باری تعالےٰ کی شئون ہیں اور یہ موجودات حق تعالےٰ کے وجود کے ذریعہ موجود ہیں۔

معیّتِ خاصہ۔ یہ معیت صالحین اور عارفین کو حاصل ہوتی ہے اور یہ معیت ایسی ہے جیسے محبوب کی معیت محب کے ساتھ ہوتی ہے اور حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ " انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے اُس کو محبت ہو" میں اِسی کی طرف اشارہ ہے۔

علمِ باری تعالےٰ : مولانا بحر العلومؒ نے فرمایا ہے۔ حضرتِ حق تعالےٰ کے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم تو وہ ہے جو کائنات کے وجود سے قبل حضرتِ حق تعالےٰ کو حاصل ہے۔ یہ علم جزا اور سزا کا مدار نہیں ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جو موجودات کے وجود کے بعد اُن سے متعلق ہوتا ہے۔ یہ جزا اور سزا کا مدار ہے۔ اِس علم کے اعتبار سے نیک لوگ جزا کے اور بُرے لوگ سزا کے مستحق قرار دیئے جاتے ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا "خدا وہ ہے جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے۔" انسانی موت و حیات کی پیدائش اُس کی آزمائش کیلئے ہے اب جیسے اُس کے افعال ہوں گے اُن سے جو علمِ خداوندی متعلق ہوگا وہ جزا اور سزا کا مدار ہوگا۔

مُعجزہ رَدُّالشّمس : روایت ہے کہ آنحضورؐ کا سرِ مبارک حضرت علی رضؓ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علی رضؓ نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی اور سورج غروب ہونے لگا۔ وحی کے ختم ہو جانے کے بعد حضرت علی رضؓ نے آنحضورؐ سے صورتِ حال عرض کی تو آنحضورؐ نے دعا فرمائی کہ "اے خدا اگر علی رضؓ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھا تو سورج کو واپس لوٹا دے" اِس پر سورج واپس لوٹ آیا اور پہاڑ اور زمین پر دھوپ چمکنے لگی۔ اِس حدیث کو محدثین نے سند کی کمزوری اور عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔

عشرۂ مبشّرہ : وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے اُن کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دیدی تھی یہ ہیں۔

ابُوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ ابوعُبیدہؓ۔ سعدؓ بن ابی وقاص۔ سعیدؓ بن زید رضی اللہ عنہم

اِن کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ بھی ہیں جن کو اُن کی زندگی میں جنت کی بشارت ملی ہے لیکن عشرۂ مبشرہ یہی دس کہلاتے ہیں۔

حدیثِ لَوْلَاکَ : حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا

کہ آپ کے لئے فرمایا گیا ہے۔ یَا مُحَمَّدُ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ النَّار۔ ''اے محمدؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا''۔ ایک دوسری روایت میں ہے لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا ''اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا''۔ اِن روایتوں کا مضمون اگرچہ صحیح ہے لیکن مُلّا علی قاریؒ نے اِن کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

عبّاسِ دبس : یہ ایک بھکاری تھا جو بھیک مانگنے کے ستر طریقے جانتا تھا۔ فرضی طور پر ایسے دردناک انداز سے روتا تھا کہ لوگوں کو رُلا دیتا تھا، پھر بھیک مانگتا تھا تو جھولی بھر لیتا تھا اِسی عباس کو بعض اہلِ لغت نے عبّاس دوس لکھا ہے اور بتایا ہے کہ چونکہ یہ دوس قبیلہ کا تھا اِس لئے اُس کو عبّاسِ دوس کہا جاتا ہے۔

اَصحابِ فیل : اَبرھۃُ الاَشرم یمن کے علاقے کا ایک عیسائی گورنر تھا۔ خانہ کعبہ ڈھانے کے لئے اُس نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکّہ معظّمہ پر چڑھائی کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ قدرت نے اس پر پرندوں کے ایک جُھنڈ کو مسلّط کر دیا۔ اِن پرندوں کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو اُن پرندوں نے ہاتھیوں کے لشکر پر برسا دیں اور پورا لشکر تباہ ہو گیا۔ سورۃ ''اَلْفِیْل'' میں اُس کا ذکر کیا گیا ہے۔

قومِ لوطؑ : اِس قوم میں لڑکوں سے بدفعلی کی عادت تھی اِسی لئے اِس بدفعلی کرنے والے کو لوطی کہا جاتا ہے۔ حضرت لوطؑ کی فہمائش پر جب یہ نہ مانے تو اُن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور اُن پر پتھر برسے جس سے وہ سب تباہ ہو گئے۔

اہلِ انطاکیہ : حضرت مسیحؑ نے اپنے دو حواری انطاکیہ کے باشندوں کے پاس بھیجے یہ لوگ بُت پرست تھے۔ اِن دونوں حواریوں نے بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو دعوت دی تو حبیب نجار اُن کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں حواری بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو اُبھارتے ہیں تو اُس نے اِن دونوں کو قید کر دیا۔ حضرت مسیحؑ کو جب اُن کی حالت کا علم ہوا تو اُنھوں نے اپنے بڑے حواری شمعون کو روانہ کیا۔ شمعون نے مختلف تدبیروں سے بادشاہ کا تقرب حاصل کیا اور اُس کو آمادہ کیا کہ وہ دربار میں اِس

مسئلہ پر گفتگو کرائے۔ چنانچہ دربار میں اُن حواریوں اور انطاکیہ والوں کی گفت گو شروع ہوئی۔ جیب نجار کو جب پتہ چلا تو وہ دوڑ کر آئے اور اپنے ہم وطنوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ اِن بزرگوں کے ہاتھ پر ایمان لاؤ۔ اس پر مجمع بھڑک اٹھا اور اُس نے حبیب نجار کو قتل کر دیا۔ سورۂ یٰسین میں اِس واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

اصحابِ سبت: یہود کو حکم دیا گیا کہ شنبہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کیا کریں۔ اِس حکم میں اُن کی آزمائش شروع ہوئی اور شنبہ کے روز دریا میں مچھلیاں زیادہ نظر آنے لگیں تو اُن میں لالچ پیدا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی شروع کر دی تب اُن پر مسخ کا عذاب نازل ہوا اور اُن کو بندر بنا دیا گیا۔ سورۂ اَلْاَعْرَاف میں اِس کا ذکر ہے۔

عُمر بن عبد العزیزؒ: سلاھ میں اموی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ۹۹ھ میں آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اِس قدر نیک اور دیندار، پابندِ شرع تھے کہ اُن کو علماء نے خلفاءِ راشدین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ سفیان ثوریؒ، خلفاءِ راشدین کی تعداد پانچ مانتے ہیں۔ آغازِ خلافت سے پہلے اُن کی ذاتی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی۔ لیکن خلافت کے دَور میں آپ نے اُس کو بہت کم کر دیا تھا اور انتقال کے وقت کل آمدنی چار سو دینار رہ گئی تھی۔ مرض الموت کی حالت میں کسی شخص نے آپ کو میلی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تو آپ کے گھر والوں سے کہا کہ آپ کو نئی قمیص پہنا دیں۔ جواب ملا کہ آپ کے پاس صرف یہی ایک قمیص ہے جو پہنے ہوئے ہیں۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ آپ چراغ جلائے ہوئے بیت المال کا حساب کتاب کر رہے تھے اِسی اثناء میں آپ کا غلام آیا اور کچھ گھریلو باتیں کرنے لگا۔ آپ نے فوراً بیت المال کا چراغ بجھا دیا اور یہ گوارہ نہ کیا کہ بیت المال کا چراغ ذاتی معاملہ میں کام آئے۔ سلاھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

حجاج بن یوسف: یہ ثقفی خاندان کا تھا۔ اور عبد الملک بن مروان کی جانب سے عراق کا گورنر تھا اُس نے ۷۳ھ میں حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ حاکمِ مکہ پر چڑھائی کی تھی اور مکہ پر منجنیقوں سے اِس قدر پتھر برسائے تھے کہ خانہ کعبہ کی دیواروں کو بھی

نقصان پہنچا تھا اُس نے سینکڑوں صحابہ کو قتل کرایا ہے۔ تابعین اور تبع تابعین جو اُس کے ہاتھوں قتل ہوئے اُن کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ اِسی لئے اُس کو اُمتِ محمدیہؐ کا سب سے بڑا ظالم قرار دیا جاتا ہے اور ظلم و ستم میں ضرب المثل بن گیا ہے۔

ابو ہریرہؓ : آنحضورؐ کے مخصوص صحابی ہیں۔ یہ اُن کی کنیت ہے۔ نام غیر مشہور ہے جس میں کافی اختلاف ہے۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر آکر مسلمان ہوئے اور پھر شب و روز آنحضرتؐ کی صحبت میں رہے۔ صُفّہ میں مقیم ہو گئے تھے اور قُوتِ لَایَمُوت پر اکتفا کرتے تھے اور آنحضورؐ کے افعال و اقوال کو یاد کرنا اپنا مقصد بنا لیا تھا اِسی لئے صحابہ میں سب سے زیادہ روایتیں اِنہی سے منقول ہیں۔

محمد خوارزم شاہ : جلال الدین کے لقب سے مشہور ہے۔ خُراسان سے عراق تک اُس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ یہ مولانا رومؒ کے والد خواجہ بہاؤ الدینؒ کا ماموں تھا اُس نے چنگیز خانی فتنے کا مقابلہ کیا۔ ابتدائی جنگ میں اُس نے ایک ہزار تاتاری سپاہیوں کو تہِ تیغ کر ڈالا۔ تاتاری فوج شکست کھا گئی پھر چنگیز خاں نے تیس ہزار فوج اُس کے مقابلہ کے لئے بھیجی اُس کو بھی اُس نے شکست دی، تب چنگیز خاں خود ایک بھاری فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ اُس وقت اُس کی فوج کا ایک بڑا حصہ ہرات کی مہم پر تھا مجبوراً اُس کو غزنین کی طرف پسپا ہونا پڑا وہاں سے وہ ہندوستان آنا چاہتا تھا کہ ۶۱۸ھ میں دریائے سندھ کے کنارے پر پھر تاتاری فوج سے مقابلہ کرنا پڑا اور اِس قدر بہادری اور بے جگری سے اُس سے لڑا کہ تاریخ میں اُس کی مثال نہیں ہے۔ اِس جنگ میں اُسکے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور اُس نے تنہائی محسوس کی تو ہندوستان پہنچنے کے ارادے سے اُس نے اپنا گھوڑا دریائے سندھ میں ڈال دیا اور اِس قدر صفائی سے اُس کو پار کیا کہ چنگیز خاں انگشت بدنداں ہو گیا اور اُس کی بہادری کے اعتراف میں کہا کہ "ہمچو اُو جوانمرد در دنیا پیدا نشد و نخواہد شد۔" اُس جیسا بہادر دنیا میں نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا۔ ہندوستان پہنچ کر اُس نے پھر اپنی حالت کو سنبھالا اور آذر بائیجان کی طرف چلا گیا وہاں رات کو سوتے ہوئے کسی مُغل کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔

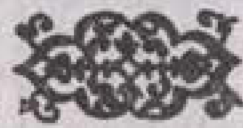
رُوح: روح کی حقیقت شریعت نے واضح نہیں کی ہے اور اسکی صحیح حقیقت کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔ پھر بھی جمہور علماء نے اسکی جو حقیقت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک نورانی لطیف جسم ہے جو انسان کے جسم میں اسی طرح جاری اور ساری ہے جیسا کہ پانی گلاب میں اور تیل تلوں میں اور آگ کوئلہ میں۔ جب تک وہ لطیف جسم انسان کے جسم میں ساری اور جاری ہے انسان کا جسم زندہ ہے اور جس وقت یہ لطیف جسم اُس کثیف جسم سے جُدا ہو جاتا ہے تو یہ کثیف جسم مُردہ ہو جاتا ہے۔ روح کی شکل بالکل وہی ہے جو اُس جسم کثیف کی شکل ہے جس طرح اُس کثیف جسم کے آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں ہیں اسی طرح رُوح کے بھی یہ اعضاء ہیں۔ اصل انسان روح ہے اور یہ کثیف جسم اُس کیلئے بمنزلہ لباس کے ہے جسمانی ہاتھ روح کے ہاتھ کے لئے بمنزلہ آستین کے ہے اور کثیف جسم کی ٹانگیں، روح کی ٹانگوں کے لئے بمنزلہ پاجامہ کے ہیں اور چہرہ اُس کے چہرے کے لئے بمنزلہ نقاب کے ہے۔

اِستدراج: سنت اللہ اور عام طریقہ کے خلاف کسی واقعہ کا ظاہر ہونا مثلاً ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا۔ یہ نبی سے بھی صادر ہوتا ہے اور ولی سے بھی اور کافر سے بھی۔ اِس طرح کا واقعہ اگر نبی سے صادر ہو تو اُس کو معجزہ کہا جاتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کا جسمانی طریقہ پر آسمانوں کی سیر کرنا، وغیرہ اور اگر ولی سے صادر ہو تو اُس کو کرامت کہا جاتا ہے اور اگر کسی کافر سے ایسی چیز کا صدور ہو تو اُس کو استدراج کہتے ہیں۔

نحسِ اکبر و سعدِ اکبر: نحسِ اکبر زحل ستارے کو اور سعدِ اکبر مشتری ستارے کو کہا جاتا ہے منجمین کے خیال میں یہ دونوں ستارے نحوست اور سعادت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور زمین کی خیر و شر میں اُن کے اثرات سب سے زیادہ پڑتے ہیں۔ مولانا رومؒ اپنے کلام میں ستاروں کے مؤثر ہونے کا ذکر کرتے ہیں لیکن اسلامی عقیدے کے اعتبار سے اِن ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں ہے۔ ہر چیز میں حقیقتاً خدا ہی مؤثر ہے۔

سجاد حسین۔ دہلی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ — م — ۳ جنوری ۱۹۷۸ء



فہرستِ مضامینِ دفترِ پنجم مثنویِ معنوی

ختم شد

مدح[1] تعریف است و تخریقِ حجاب — فارغ است از مدح و تعریف آفتاب

تعریف کرنا، پہچنوانا اور (جہالت کے) پردے کو چاک کرنا ہے — سورج، تعریف اور پہچنوانے سے بے نیاز ہے

مادحِ خورشید مدّاحِ خود است — کہ دو چشمم روشن و نامُرمد است

سورج کی تعریف کرنیوالا، اپنی تعریف کرنیوالا ہے — کہ میری دونوں آنکھیں روشن اور تندرست ہیں

ذمِّ خورشیدِ جہاں ذمِّ خود است — کہ دو چشمم کور و تاریک و بد است

دنیا کے سورج کی مذمت کرنا، اپنی مذمت ہے — کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور بے نور اور بری ہیں

تو ببخشا بر کسے کاندر جہاں — شد حسودِ آفتابِ کامراں

آپ اُس کو معاف کر دیجئے جو دنیا میں — کامیاب سورج کا حاسد ہے

تاندش پوشید ہیچ از دیدہا — وز طراوت دادنِ پوسیدہا

اُس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے؟ — اور بوسیدہ چیزوں کے تازگی بخشنے کو

یا[2] ز نورِ بیحدش تانند کاست — یا بدفعِ جاہِ او تانند خاست

یا اُس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں — یا اُس کے رتبہ کو ہٹانے کے لئے وہ کھڑے ہو سکتے ہیں

ہر کسے کو حاسدِ گیہاں بود — آں حسد خود مرگِ جاویداں بود

جو شخص عالم کا حاسد ہو — وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے

قدرِ تو بگذشت از درکِ عقول — عقل اندر شرحِ تو شد بوالفضول

آپ کا مرتبہ عقلوں کے ادراک سے بالا ہے — آپ کی شرح کرنے میں عقل، بکواسی ہے

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں — عاجزانہ جنبشے باید دراں

اگرچہ عقل بیان سے عاجز ہے — اُس میں عاجزانہ ہی، حرکت کرنی چاہیے

اِنَّ شَیْئًا کُلُّهٗ لَا یُدْرَك — اِعْلَمُوْا اَنْ کُلُّهٗ لَا یُتْرَك

وہ چیز جو پوری حاصل نہیں کی جا سکتی — جان لو، وہ سب نہیں چھوڑی جاتی

گرچہ[3] نتواں خورد طوفانِ سحاب — کے تواں کردن بترکِ خوردِ آب

اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا — (لیکن)، پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟

آبِ دریا را اگر نتواں کشید — ہم بقدرِ تشنگی باید چشید

دریا کا (پورا) پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا — پیاس کی بقدر ہی چکھ لینا چاہیے

---

[1] مدح۔ جس طرح سورج مدح اور تعریف سے بے نیاز ہے اسی طرح حسام الدین ہیں۔ مرمد۔ دکھتی ہوئی آنکھ۔ ذم۔ اگر کوئی شخص سورج کو تاریک کہے تو لوگ خود اُس کو اندھا کہیں گے۔۔۔ تو ببخشا۔ یعنی اے حسام الدینؒ آپ اُس کو معاف کریں جو آپ پر حسد کرتا ہے اس لئے کہ اُس کے حسد سے آپ کا نقصان نہیں ہے خود اُس کا نقصان ہے آپ آفتاب اور آپ کے فیوض آفتاب کے فیوض کی طرح ہیں اگر کوئی چاہے کہ آفتاب کو اور اُس کی فیض رسانی کو لوگوں کی آنکھوں سے چھپا دے تو وہ خود حماقت میں مبتلا ہے۔ وز طراوت۔ سورج کی شعاعیں پھلوں کو تازگی عطا کرتی ہیں۔

[2] یا۔ سورج کے حاسد نہ اُس کا نور گھٹا سکتے ہیں نہ اُس کا رتبہ کم کر سکتے ہیں۔ گیہاں۔ جہان، یعنی حسام الدینؒ جو کہ عالمِ اکبر ہیں۔ قدر۔ آپ کا رتبہ عام عقول سے بالاتر ہے اب جو بھی اس کی تعریف کی جائے کم ہے۔ گرچہ۔ حسام الدین کی پوری تعریف اگرچہ ناممکن ہے، لیکن پھر بھی عاجزانہ اس کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اُس کو پورے طور پر ترک نہ کرنا چاہیے کچھ نہ کچھ اُس میں سے حاصل کر لینا چاہیے

[3] گرچہ۔ انسان بارش کا تمام پانی نہیں پی سکتا لیکن تھوڑا سا تو ضرور پی لیتا ہے۔ آبِ دریا۔ سارا دریا نہیں پیا جا سکتا تو بقدرِ امکان سیرابی حاصل کر لی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہ[1] حسام الدین کہ نورِ انجم ست

شاہ حسام الدین، جو ستاروں کا نور ہیں

طالبِ آغازِ سفرِ پنجم است

پانچویں کتاب کے شروع کرنیکے، طالب ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدین اد

اے سستی ضیاء الحق حسام الدین!

اوستادانِ صفا را اوستاد

(آپ)، اہلِ باطن کے اُستادوں کے اُستاد ہیں

گر نبودے خلق محجوب و کثیف

اگر مخلوق محجوب اور کثیف نہ ہوتی

ور نبودے حلقہا تنگ و ضعیف

اگر گلے تنگ اور کمزور نہ ہوتے

در مدیحت دادِ معنیٰ دادمے

تو میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر دیتا

غیر ایں[2] منطق لبے نکشادمے

اس گفتگو کے علاوہ لب کشائی نہ کرتا

لیک لقمہ بازِ آں صعوہ نیست

لیکن باز کا لقمہ ممولے کی ملکیت نہیں ہے

چارہ اکنوں آب[3] و روغن کردنیست

اب تدبیر، پانی اور تیل کرنا ہے

مدحِ تو حیف است با زندانیاں

قیدیوں سے تیری تعریف کرنا ظلم ہے

گویم اندر مجمعِ روحانیاں

روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا

شرحِ تو غبن است با اہلِ جہاں

دنیاداروں سے آپکی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے

ہمچو رازِ عشق دارم در نہاں

عشق کے راز کی طرح دل میں رکھتا ہوں

[1] شہ۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کا مطالبہ ہے کہ مثنوی کا پانچواں دفتر شروع کیا جائے۔ سِفر۔ کتاب یعنی مثنوی کا دفتر۔ گر نبودے۔ یہ شرط ہے دوسرا شعر جزا ہے۔ محجوب۔ یعنی عوام میں تمہاری تعریف سننے کی اہلیت نہیں ہے ورنہ میں تمہاری بہت تعریف کرتا اور انکے علاوہ کوئی بات کہتا۔

[2] ایں منطق۔ یعنی حسام الدین کی تعریف۔ لیک عوام کے سامنے حسام الدین رح کی تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ باز کی خوراک ممولے کو کھلائی جائے۔

[3] آب و روغن۔ اگر واؤ عطف نہ ہو تو معنی یہ ہیں کہ پانی کو تیل کہنا پڑ رہا ہے یعنی عوام کے سامنے غیر حقیقی تعریف کرنی پڑ رہی ہے اگر ہو آب و روغن ہے تو اب معنی یہ ہونگے کہ تعریف میں تکلف کرنا پڑ رہا ہے۔ زندانیاں۔ یعنی دنیا کے قیدی۔ غبن۔ ٹوٹا۔ عشق۔ عشق مخفی رکھا جاتا ہے۔

رازِ را گر می نیاری در میاں
اگر تو راز کو درمیان میں نہیں لاسکتا ہے

درکِہا را تازہ کُن از قشرِ آں
اُس کے چھلکے سے یادوں کو تازہ کرلے

نُطقِہا نسبت بتو قشرست لیک
آپکے اعتبار سے (ہماری) باتیں اگرچہ چھلکا ہیں لیکن

پیشِ دیگر فہمہا مغزست نیک
دوسروں کی سمجھ کے لئے اچھا گودا ہے

آسماں نسبت بعرش آمد فرو
آسمان، عرش کے اعتبار سے نیچا ہے

ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود
ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے

من بگویم وصفِ تو تا رہ برند
میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہنمائی حاصل کریں

پیش ازاں کز فوتِ آں حسرت خورند
اُس سے پہلے کہ وہ اُس کے فوت ہونے سے حسرت کریں

نورِ حقّی و بحق جذّابِ جاں
آپ اللہ کا نور ہیں اور جان کو خدا کی طرف کھینچنے والے ہیں

خلق در ظلماتِ وہم اند و گماں
لوگ وہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں

شرطِ² تعظیم است تا آں نورِ خوش
تعظیم شرط ہے، تاکہ وہ عمدہ نور

گردد ایں بیدیدگاں را سُرمہ کش
ان اندھوں کے لئے سُرمہ لگانے والا بنے

نور یابد مُستعدِ تیز کوش
سخت کوشش کرنے والا، مستعد نور حاصل کرتا ہے

گو نباشد عاشقِ ظلمت چو مُوش
جو چوہے کی طرح اندھیرے کا عاشق نہ ہو

نور میکش اے حریفِ تیز کوش
اے سخت کوشش کرنے والے دوست! نور حاصل کرلے

گر نۂ چوں مُوش در ظلمت مکوش
اگر تو چوہے کی طرح نہیں ہے اندھیرے کی کوشش نہ کر

سُست چشمانے کہ شب جولاں کُنند
کمزور آنکھوں والے جو رات کو گھومتے ہیں

کے طوافِ مشعلِ ایماں کُنند
وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟

نکتہائے³ مُشکل باریک شُد
مُشکل باریک نکتے بن گئے

بندِ طبعے کوز دیں تاریک شُد
طبیعت کا بند، کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے

تا بر آید ہُنر را تار و پُود
جب تک کہ وہ ہُنر کا تانا بانا نہ سنوار لے

چشم در خورشید نتواند کشُود
سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا

ہمچو نخلے بر نیارد شاخہا
وہ کھجور کے درخت کی طرح شاخیں نہیں نکال سکتا

کردہ مُوشانہ زمیں سُوراخہا
جس نے چوہے کی طرح زمین کو سوراخ سوراخ کر رکھا ہے

یعنی کے ہُنر سے آراستہ نہ ہونگے وہ شیخ حسام الدینؒ کی تعریف نہ سمجھیں گے۔ ہمچو۔ جو لوگ چوہے کی طرح زمین دوز سوراخوں میں رہنے کے عادی ہیں وہ کھجور کی طرح بار آور نہ ہوں گے۔

¹ راز۔ یعنی حسام الدینؒ کی پوری تعریف عوام کے سامنے ناممکن ہے تب بھی اس کا کچھ حصہ بیان کردینا چاہیے۔ نطقہا۔ اگرچہ حسام الدینؒ کی تعریف اُن کی تعریف کا مغز نہیں ہے بلکہ چھلکا ہے لیکن عوام کے لئے اُس میں بھی فوائد ہیں۔ آسمان۔ بلندی اور پستی فائدہ اور نقصان سب اضافی باتیں ہیں ایک چیز ایک کے لئے مفید دوسرے کیلئے غیر مفید ہے آپ کی تعریف عوام کے لئے مفید ہے اگرچہ وہ حقیقی نہیں ہے۔ من بگویم میں آپ کی تعریف اسلئے کر رہا ہوں تاکہ وہ حقیقی تعریف تک رہنمائی حاصل کریں۔ نورِ حقی۔ تیری ذات کے ذریعہ مخلوق وہم وگمان سے گذر کر مرتبہ یقین حاصل کرسکتی ہے۔

² شرط۔ مرید اُس وقت فیض حاصل کرسکتا ہے جبکہ اُس کے دل میں شیخ کی عظمت ہو۔ نور یابد۔ فیض حاصل کرنے کے لئے استعداد اور کوشش ضروری ہے۔ گر نۂ۔ چوہا اندھیرے کو پسند کرتا ہے سُست چشمانے۔ چمگادڑ کبھی روشنی کا طواف نہیں کرتے ہیں۔

³ نکتہائے۔ جن کے دلوں میں دین کی جانب سے تاریکی ہے اُن کے لئے علمی موشگافیاں حقیقت تک پہنچنے سے مانع بنگئی ہیں۔ تا برآید۔ یہ لوگ جب تک حقیقت

تفسیر[1] فخذ اربعة من الطیر فصرهن الیک (الآیة)

پس "پکڑلے چار پرندے پھر اُن کو اپنی طرف ہلا" کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصف ست ایں بشر را دل فشار
یہ چار وصف انسان کے دل کو نچوڑنے والے ہیں

چار میخِ عقل گشتہ ایں چہار
یہ چاروں، عقل کی چار میخ ہیں

تو خلیلِ وقتی اے خورشیدِ ہُش
اے ہوش کے سورج! تو خلیلِ دوراں ہے

ایں چہار اطیارِ رہزن را بکش
اِن چار ڈاکو پرندوں کو مار ڈال

زانکہ ہر مرغے ازینہا زاغ وش
اِس لئے کہ اُن میں سے ہر زاغ صفت پرندہ

ہست عقلِ عاقلاں را دیدہ کش
عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکال لینے والا ہے

چار وصفِ تن چو مرغانِ خلیل
جسم کے چار اوصاف حضرت خلیلؑ کے پرندوں کی طرح ہیں

بسملِ ایشاں دہد جاں را سبیل
اِن کا قربان کرنا جان کو راستہ عطا کرتا ہے

اے[2] خلیل اندر خلاصِ نیک و بد
اے خلیل! اچھے اور بُرے کو نجات دلانے کیلئے

سر بُبر شاں تا رہد پاہا زِ سد
اُن کا سر قلم کردے تاکہ پاؤں بندش سے بچ جائیں

کُل توئی و جملہ گاں اجزائے تو
تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزاء ہیں

بر کشا کہ ہست پاشاں پائے تو
کھول دے کہ اِن کا پاؤں تیرا پاؤں ہے

از تو عالم روح زارے میشود
آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنتی ہے

پُشتِ صد لشکر سوارے میشود
ایک سوار سو لشکروں کی مدد بن جاتا ہے

زانکہ[3] ایں تن شد مقامِ چار خُو
کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے

نامِ شاں شد چار مرغِ فتنہ جُو
اُن کا نام فتنہ کے جویاں چار پرندے پڑگیا ہے

خلق را گر زندگی خواہی ابد
اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں

سر بُبر ایں چار مرغِ شوم و بد
اِن بدبخت اور بد، چار پرندوں کا سر قلم کر دیجئے

باز شاں زندہ کُن از نوعِ دگر
پھر اُن کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجئے

کہ نباشد بعد ازاں زیشاں ضرر
کیونکہ اس کے بعد اُن سے نقصان نہ پہنچے گا

چار مرغِ معنویِ راہزن
باطنی چار ڈاکو پرندوں نے

کردہ اند اندر دلِ خلقاں وطن
لوگوں کے دل کے اندر وطن بنا لیا ہے

ایک سوار کی ہمت اور بہادری بہت سے لشکروں کی پناہ ہوتی ہے ـــــ [3] زانکہ۔ انسان کے جسم میں یہ چار خصلتیں ہیں جنکو چار پرندوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خلق۔ اِن خصائل کے ازالے سے ابدی زندگی نصیب ہوگی۔ باز شاں۔ اِن چاروں خصلتوں کو اس طرح قابو میں رکھو کہ اُنکی مضرت سے بچ سکو۔

[1] تفسیر۔ حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا گیا کہ اگر تجھے ہماری صفت زندہ کرنے اور مارنے میں شک ہے تو چار پرندوں کو ذبح کر ڈال۔ یہ چار پرند بطخ، مور، کوا، مرغ تھے مولانا نے فرمایا ہے کہ ان چار پرندوں سے انسان کی چار بُری صفات مُراد ہیں جو انسان کے لئے حقیقت بینی سے مانع ہیں انسان ان صفات کو ازالہ کردے تو حقیقت بین بنجاتا ہے بطخ سے مراد حرص مور سے مراد حُبِ جاہ، کوّے سے مراد تمنّا اور مُرغ سے مُراد شہرت ہے۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا۔ تو خلیل۔ اگر انسان ابراہیم خلیل اللہؑ کی طرح حقیقت بین بننا چاہتا ہے تو اُس کو اپنی ان چار صفتوں کو مٹا دینا چاہیئے زانکہ۔ یہ چاروں صفتیں کوّے کی خاصیت رکھتی ہیں کوّا اب سے پہلے مُردے کی آنکھ نکالتا ہے یہ بھی انسان کو اندھا کردیتی ہیں۔ بسمل۔ جو شخص ان چاروں صفتوں کو مٹا دیگا اُسکی جان حقیقت تک راہ پا جائے گی۔

[2] اے خلیل یعنی اے حُسام الدینؒ لوگوں میں سے صفاتِ ذمیمہ کو دور کر دیجئے تاکہ اُنکو سلوک میں سیر حاصل ہوجائے۔ کُل توئی۔ مرید شیخ کے اجزاء کی طرح ہوتے ہیں۔ از تو۔ تیرے وجود سے یہ عالَم عالمِ اَرواح بنا ہوا ہے۔ پُشت

چوں امیرِ جملۂ دلہا شوی
جب آپ تمام دلوں کے حاکم بن جائیں گے
اندریں دوراں خلیفہ حق توئی
(پھر) اس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں

سر بُرِ ایں چار مرغِ زندہ را
ان چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجئے
سرمدی کُن خلقِ ناپائندہ را
فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجئے

بط و طاؤس ست زاغ ست و خروس
بطخ اور مور ہے، کوا ہے اور مرغا ہے
ایں مثالِ چار مرغ اندر نفوس
نفسوں میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں

بط حرص است و خروس آں شہوت ست
حرص بطخ ہے اور شہوت مرغا ہے
جاہ چوں طاؤس و زاغ آں منیت ست
رتبہ مور کی طرح ہے، آرزو نفس کا کوا ہے

منیتش آنکہ بود امید ساز
اس کی آرزو یہ امید بندھاتی ہے
طامع تابید یا عمرِ دراز
ہمیشگی کا لالچی یا دراز عمر (کا لالچی)

بطِ حرص آمد کہ نولش در زمیں
حرص بطخ ہے کہ اس کی چونچ زمین میں ہے
در تر و در خشک میجوید دفیں
تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

یک زماں نبود معطل آں گلو
اس کا حلق تھوڑی دیر کیلئے بھی معطل نہیں ہوتا
نشنود از حکم جز امرِ کلوا
وہ "کھاؤ" کے سوا کوئی حکم نہیں سنتی ہے

ہمچو یغماچی کہ خانہ میکند
اس لٹیرے کی طرح جو گھر کو کھودتا ہے
زود زود انبانِ خود پُر میکند
جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے

اندر انباں می فشارد نیک و بد
اچھا، برا تھیلے میں ٹھونستا ہے
دانہائے دُرّ و حبّاتِ نخود
موتی کے دانے اور چنے کے دانے

تا مبادا یاغیٔ آید دگر
ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آجائے
میفشارد در جوال او خشک و تر
وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے

وقت تنگ و فرصت اندک او مخوف
وقت تنگ ہے، فرصت تھوڑی ہے، وہ ڈرا ہوا ہے
در بغل زد ہر چہ زود تر بیوقوف
بے تامل جو کچھ ہے اسے بغیر سمجھے بوجھے بغل میں دبا لیا

اعتمادش نیست بر سلطانِ خویش
اس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے
کہ مبادا یاغیٔ آید بہ پیش
(اس بارے میں)، ایسا نہ ہو کہ کوئی لٹیرا آجائے

لیک مومن ز اعتمادِ آں حیات
لیکن مومن اس (اُخروی) زندگی کے بھروسہ پر
میکند غارت بمہل و باانات
لوٹتا ہے، تامل اور توقف سے

ل۱ چوں۔ جب آپ دلوں پر حکومت کرنے لگیں گے تو خلافتِ الٰہی کے مستحق ہونگے۔ سر ببر۔ ان رذائل کے ازالہ سے حیاتِ سرمدی حاصل ہو جائیگی۔ بط۔ ان چار پرندوں جیسی انسان میں چار خصلتیں ہیں۔

ل۲ بط۔ بطخ سے مراد انسانی حرص ہے اور مرغے سے مراد انسانی شہوت ہے مور سے مراد انسان کی جاہ طلبی ہے اور کوّے سے مراد انسان کی تمنا ہے۔ منیتش۔ ایک آرزومند کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اس کو دنیوی زندگی ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جائے یا کم از کم عمر دراز ہو جائے۔ بط۔ انسان کی حرص بطخ کی طرح ہے جو ہر جگہ اپنی چونچ خوراک کی جستجو میں گاڑتی پھرتی ہے۔ کلوا۔ اللہ کے احکام میں سے اس نے صرف "تم کھاؤ" کا حکم سنا ہے۔ یغماچی۔ لٹیرا جلد جلد ہر چیز کو تھیلے میں بھرتا ہے

ل۳ تا مبادا۔ اس کی جلد بازی اس لئے ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا لٹیرا آکر شریک نہ بن جائے۔ اعتمادش۔ اس کو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ لیک مومن۔ مرد مومن چونکہ اخروی زندگی کا بھی عقیدہ رکھتا ہے اس لئے اُسمیں یہ جلد بازی نہیں ہوتی۔

ایمن^1^ است از فوت و از باغی کہ او — می شناسد قہرِ شہ را بر عدو

وہ محرومی اور بیڑے سے مطمئن ہے کیونکہ وہ — دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے

وایمن ست از خواجہ تاشانِ دگر — کہ نیایندش مزاحم صرفہ بر

اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے — کہ اس سے مزاحمت کرنیوالے فائدہ مند نہونگے

عدلِ شہ را دید در ضبطِ حَشَم — کہ نیارد کرد کس بر کس ستم

خادموں کے معاملہ میں اس نے بادشاہ کے انصاف — کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے

لاجرم نشتابد و ساکن بود — از فواتِ حظِّ خود ایمن بود

لامحالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے — اپنے حصہ کے فوت ہونے سے مطمئن ہوتا ہے

پس تأنّی^2^ دارد و صبر و شکیب — چشم سیر و مؤثر ست و پاک جیب

پس وہ آہستہ روی اور صبر شکیب اختیار کرتا ہے — سیر چشم ہے دوسروں کو ترجیح دینے والا ہے پاک دامن ہے

کیں تأنّی پرتوِ رحمان بود — واں شتاب از ہزہ شیطان بود

کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے — اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے

زانکہ شیطانش بترساند ز فقر — بارگیرِ صبر را بکشد بعقر

کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے — صبر کا بوجھ اٹھانیوالے کا پاؤں کاٹ ڈالتا ہے

از نبی بشنو کہ شیطان در وعید — میکند تہدیدت از فقرِ شدید

قرآن سے سن کہ شیطان دھمکانے میں — تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے

تا خوری^3^ زشت و بری زشت از شتاب — نے مروت نے تأنّی نے ثواب

تاکہ تو جلدی میں برا کھائے، برا کمائے — نہ انسانیت، نہ آہستہ روی نہ ثواب

لاجرم کافر خورد در ہفت بطن — دین و دل باریک و لاغر زفت بطن

لامحالہ کافر سات پیٹ کا کھاتا ہے — دین اور دل کمزور اور لاغر ہے، پیٹ بھاری ہے

در سببِ ورودِ ایں حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ

اَلْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ

کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

کافراں مہمانِ پیغمبر شدند — وقتِ شام ایشاں بہ مسجد آمدند

کافر، پیغمبرؐ کے مہمان ہوئے — شام کے وقت وہ مسجدِ (نبوی) میں آگئے

---

^1^ ایمن۔ اس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اس کا خدا اس کے دشمن پر غالب ہے۔ خواجہ۔ اس کو دوسرے مومنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ عدلِ شہ۔ وہ خدائی انصاف پر یقین رکھتا ہے۔ لاجرم۔ مومن ان عقائد کی وجہ سے مطمئن رہتا ہے کہ اس کا مقدر کوئی نہیں چھین سکتا۔

^2^ تأنّی۔ بردباری۔ مؤثر۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینے والا۔ کیں۔ حدیث شریف ہے اَلتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطٰنِ۔ حلم اور بردباری اللہ کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے۔ بارگیر۔ بوجھ اٹھانے والا۔ عقر۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دینا۔ فقر۔ قرآن پاک میں ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے۔

^3^ تا خوری۔ شیطان فقر سے اس لئے ڈراتا ہے کہ انسان کھانے کمانے میں حرام سے پرہیز نہ کرے۔ کافر میں نہ مروت ہوتی ہے نہ بردباری اور نہ وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ہفت بطن۔ سات انتڑیاں۔ کافراں۔ اس قصہ سے کافروں کی بسیار خوری کو سمجھاتا ہے۔

کامدیم اے شاہِ ما اینجا قُنُق (۱) — اے تو مہماں دارِ سُکّانِ اُفُق

کہ اے شاہ! ہم اِس جگہ مہمان بنکر آئے ہیں — اے وہ کہ آپ جہان کے رہنے والوں کے مہمان ہیں

بینوائیم و رسیدہ ما ز دُور — ہیں بیفشاں بر سرِ ما فضل و نُور

ہم بے سروسامان ہیں اور دور سے آئے ہیں — ہاں ہمارے سَروں پر مہربانی اور نور چھڑک دیجئے

رُو بیاراں کرد آں سُلطانِ راد — دستگیرِ جُملہ شاہان و عباد

اُس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رُخ کیا — جو تمام بادشاہوں، اور غلاموں کا دستگیر ہے

گفت اے یارانِ من قسمت کُنید — کہ شما پُر از من و خوئے مَنید

فرمایا، اے میرے دوستو! تقسیم کرلو — کیونکہ تم میری (محبت) اور عادت سے بھرے ہوئے ہو

پُر بُود اجسامِ ہر لشکر ز شاہ — زاں زنندے تیغ بر اعدائے جاہ

ہر لشکر کے جسم بادشاہ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں — اسی لئے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلاتے ہیں

تو بخشمِ (۲) شہ زنی آں تیغ را — ورنہ بر اخواں چہ خشم آید تُرا

تو بادشاہ کے غصہ کی وجہ سے تلوار چلاتا ہے — ورنہ بھائیوں پر تجھے کیا غصہ آئے؟

بر برادر بے گناہے میزنی — عکسِ خشمِ شاہ گُرزِ دہ منی

بلاقصور بھائی پر تو مارتا ہے — بادشاہ کے غصہ کے زیرِ اثر دس سیر کا گُرز

شہ یکے جانست لشکر پُر ازو — روح چوں آبست وایں اجسام جُو

بادشاہ ایک جان ہے لشکر اس سے بھرا ہوا ہے — روح پانی کی طرح ہے اور یہ جسم نہر (کی طرح) ہیں

آبِ رُوحِ شاہ گر شیریں بُود — جملہ جُوہا پُر ز آبِ خوش شود

اگر بادشاہ کی رُوح کا پانی میٹھا ہوتا ہے — ساری نہریں میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں

کہ رعیت دینِ شہ دارند و بس — ایں چنیں فرمود سُلطانِ عبس (۳)

کیونکہ رعایا فقط بادشاہ کا دین رکھتی ہے — (سورۂ) عبس کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے

ہر یکے یارے یکے مہماں گزید — در میاں بُد یک شکم زفت و عنید

ہر دوست نے ایک مہمان منتخب کرلیا — اُن میں ایک پیٹو اور سرکش تھا

جسم ضخمے داشت کس اُو را نبرد — ماند در مسجد چو اندر جام دُرد

بھاری جسم رکھتا تھا اُس کو کوئی نہ لے گیا — وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں تلچھٹ

مُصطفےٰ بُردش چو واماند از ہمہ — ہفت بُز بُد شیر دہ اندر رمہ

جب وہ سب سے رہ گیا، مصطفےٰ ﷺ اسکو لے گئے — گلے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں

---

۱ قُنُق۔ مہمان۔ آفاق۔ اطرافِ عالم۔ یاراں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ آنحضور ﷺ۔ عِباد۔ عبد کی جمع ہے بندہ۔ قسمت۔ یعنی مہمانوں کو آپس میں بانٹ لو۔ پُر بُود۔ شاہ کی سیرت لشکریوں پر اثرانداز ہوتی ہے۔

۲ بخشم۔ دشمنوں پر بادشاہ کو غصہ ہوتا ہے اسی بنیاد پر لشکری تلوار چلاتے ہیں۔ شہ۔ بادشاہ لشکر کے لئے بمنزلہ رُوح کے ہے۔ آب۔ اگر بادشاہ خوب سیرت ہے تو لشکر بھی خوب سیرت ہوتا ہے۔

۳ سلطانِ عبس۔ سورۂ عبس آنحضور ﷺ پر نازل ہوئی ہے آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔ درمیاں۔ اُن مہمانوں میں ایک بہت پیٹو تھا۔ جسمِ ضخمے۔ چونکہ وہ بہت موٹا تھا اُس کو کوئی اپنے گھر نہ لے گیا۔ بُز۔ یعنی آنحضور ﷺ کے گلے میں سات بکریاں دودھ دینے والی تھیں۔

کہ مقیمِ خانہ بُودندے بُزاں[1]
جو بکریاں گھر پر رُکی ہوئی تھیں

بہرِ دوشیدن برائے وقتِ خواں
دسترخوان کے وقت دُہنے کے لیے

نانِ آش و شیرِ آں ہر ہفت بُز
روٹی اور سالن اور ان ساتوں بکریوں کا دودھ

خورد آں بُو قحط عوج ابنِ غُز
وہ قحط زدہ، عوج، غُز کا بیٹا کھا گیا

جملہ اہلِ بیت خشم آلو شُدند
تمام گھر والے غصہ میں بھر گئے

کہ ہمہ در شیرِ بُز طامع بُدند
کہ سب بکریوں کے دودھ کے اُمیدوار تھے

معدہ طبلے خوار[2] ہمچو طبل کرد
پیٹو نے معدہ ڈھول کی طرح کر لیا

قسمِ ہژدہ آدمی تنہا بخورد
اٹھارہ آدمیوں کا حصہ تنہا کھا گیا

وقتِ خفتن رفت و در حجرہ نشست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا

پس کنیزک از غضب در را ببست
لونڈی نے غصے سے دروازہ بند کر دیا

از بروں زنجیرِ در را در فگند
باہر سے دروازے کی زنجیر لگا دی

کہ ازو بُد خشمگین و دردمند
کیونکہ وہ اُس سے غصہ میں اور رنجیدہ تھی

گبر را از نیم شب تا صبح دم
کافر کو آدھی رات سے صبح تک

بس تقاضا آمد و دردِ شکم
بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا

از فراشِ خویش سوئے در شتافت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا

دست بر در چوں نہاد اُو بستہ یافت
جب دروازہ پر ہاتھ رکھا اُس کو بند پایا

در کشادن[3] حیلہ کرد آں حیلہ ساز
اُس مکار نے دروازہ کھولنے کی تدبیر کی

نوع نوع و خود نشد آں بند باز
طرح طرح لیکن، وہ دروازہ نہ کھلا

شد تقاضا بر تقاضا خانہ تنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گھر تنگ ہو گیا

ماند اُو حیران و بیدرمان و دنگ
وہ حیران اور پریشان اور لاچار ہو گیا

حیلہ کرد و بخواب اندر خزید
اُس نے تدبیر کی اور نیند میں مبتلا ہو گیا

خویشتن در خواب در ویرانہ دید
اُس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں دیکھا

زانکہ ویرانہ بُد اندر خاطرش
کیونکہ اُس کے باطن میں ویرانہ تھا

شد بخواب اندر ہمانجا منظرش
خواب میں بھی اُس کی اُسی جگہ نظر پڑی

خویش در ویرانہ خالی چو دید
جب اُس نے اپنے آپ کو خالی ویرانہ میں دیکھا

اُو چناں محتاج اندر دم برید
اُس ایسے ضرورتمند نے فوراً ہگ دیا

[1] کہ مقیم - یہ دودھ والی بکریاں جنگل نہ جاتی تھیں تاکہ کھانے کے وقت اُن کا دودھ دوہ لیا جائے۔ قحط - قحط میں مبتلا انسان بسیار خور ہو جاتا ہے۔ غُز - ترکوں میں سے ایک قوم تھی جو ڈاکو تھی عوج کے باپ کا نام عنق تھا مولانا نے اُس کی بری عادتوں کی وجہ سے اُس کو غُز کا بیٹا کہا ہے۔ خشم آلو - خشم آلودہ۔ طامع - اُمیدوار۔

[2] طبلے خوار - بسیار خور۔ ہژدہ - اٹھارہ۔ بست - چونکہ لونڈی کو اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ در فگند یعنی زنجیر کو کنڈے میں ڈال دیا۔ تقاضا یعنی اُس کو بدہضمی کی وجہ سے تضاءِ حاجت کا تقاضا ہوا اور پیٹ میں درد ہوا۔

[3] در کشادن - اُس نے دروازہ کھولنے کی بہت تدبیریں کیں لیکن دروازہ نہ کھلا۔ حیلہ کرد - اُس نے قضاءِ حاجت کو دبانے کی یہ تدبیر کی کہ سو گیا۔ بر برید - اُس نے پاخانہ پھر دیا۔

گشت بیدار و بدید آں جامہ خواب
بیدار ہوا اور اُس نے سونے کا بستر دیکھا
پر حدث[1] دیوانہ شد از اضطراب
نجاست سے بھرا ہوا پریشانی سے دیوانہ ہو گیا

ز اندرون[2] او بر آمد صد خروش
اُس کے دل سے سینکڑوں آہیں نکلیں
زیں چنیں رسوائی بے خاک پوش
مٹی میں نہ چھپنے والی ایسی رسوائی سے

گفت خوابم بدتر از بیداریم
بولا میرا سونا میری بیداری سے بدتر ہے
کارِ نیکم بدتر از بدکاریم
میری نیکی میری بدکاری سے بھی بُری ہے

بانگ[3] می زد واثبورا واثبور
ہائے ہلاکت، ہائے ہلاکت کا شور کرتا تھا
آنچناں کہ کافراں وزِ نشور
جس طرح کافر حشر کے دن (کریں گے)

منتظر کہ کے شود ایں شب بسر
اِس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہو گی
تا بر آید از گشادن بانگِ در
تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے

تا گریزد او چو تیرے از کماں
تاکہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے
تا نہ بیند ہیچکس او را چناں
تاکہ اُس کو کوئی اِس حالت میں نہ دیکھے

قصہ بسیار است کوتہ میکنم
قصہ بہت ہے، میں مختصر کرتا ہوں
باز شد آں در رہید از درد و غم
دروازہ کھلا اُس کو درد و غم سے نجات ملی

در حجرہ گشادن مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمان خود و خود

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لئے حجرے کا دروازہ کھولنا اور اپنے آپ کو

را پنہاں کردن تا او خیالِ در کشا بندہ را نہ بیند و خجل

چھپا لینا تاکہ وہ دروازہ کھولنے والے کی پرچھائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ

نشود و گستاخ بیروں رود

ہو اور بے دھڑک باہر چلا جائے

مصطفے[4] صبح آمد و در را گشاد
صبح کو مصطفے آئے اور دروازہ کھولا
صبح آں گمراہ را او راہ داد
صبح کو اُس گمراہ کو انہوں نے راستہ دیدیا

در گشاد و گشت پنہاں مصطفے
دروازہ کھولا اور مصطفے چھپ گئے
تا نگردد شرمسار آں مبتلا
تاکہ وہ مصیبت کا مارا شرمندہ نہ ہو

تا بروں آید رود گستاخ او
تاکہ وہ باہر آجائے اور بے دھڑک چلا جائے
تا نہ بیند در گشا را پشت و رو
تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کو نہ دیکھے

---

[1] پر حدث۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا

[2] زاندرون۔ اُس کے دل میں اُس ناز یبا حرکت سے بہت سی پریشانیاں پیدا ہو گئیں۔ گفت۔ جاگنے میں زیادہ کھایا سوتے میں بستر پر پاخانہ پھر دیا۔

[3] بانگ۔ کفار حشر کے دن ہائے واویلا واثبورا ہائے تباہی ہائے ہلاکت کہیں گے نشور۔ حشر۔ بسر۔ یعنی رات کب ختم ہو گی۔ چناں۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا۔

[4] مصطفے۔ آنحضورؐ کو مہمان کی یہ حرکت کسی طرح معلوم ہو گئی تھی۔ دروازہ اِس لئے نہ کھولا کہ اُس کو خوب شرمندگی ہو جو اُس کے ایمان لانے کا سبب بن جائے۔ تا نگردد۔ آنحضورؐ دروازہ کھول کر خود چھپ گئے تاکہ اُس کو مزید شرمندگی نہ ہو۔

یا نہاں شد در پسِ دیوار یا — از قریش پوشید دامانِ خدا
یا تو دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا — اُن کو اس سے خدا کے دامن نے چھپایا

صبغۃ اللہ گاہ پوشیدہ کند — پردۂ بیچوں براں ناظر تند
اللہ (تعالٰی) کا رنگ کبھی چھپا تا ہے — بے کیفیت کا پردہ، دیکھنے والے پر پڑجاتا ہے

تا نہ بیند خصم را پہلوئے خویش — قدرتِ یزداں ازیں بیش ست بیش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے — اللہ (تعالٰی) کی قدرت بیش از بیش ہے

مصطفٰے می دید احوالِ شبش — لیک مانع بود فرمانِ ربش
مصطفٰے اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے — لیکن اُن کیلئے اللہ (تعالٰی) کا حکم مانع تھا

تا کہ پیش از خیطؔ بکشاید رہے — تا نیفتد زاں فضیحت در چہے
تاکہ (صبح کے) دھاگے سے پہلے وہ راستہ کھولدیں — تاکہ وہ اس رُسوائی سے کنوئیں میں نہ گرے

لیک حکمت بود و امرِ آسماں — تا بہ بیند خویشتن را او چناں
لیکن مصلحت تھی اور آسمان کا حکم — کہ وہ اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھ لے

بس عداوتہا کہ آں یاری بود — بس خرابیہا کہ معماری بود
بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کہ وہ دوستی ہوتی ہیں — بہت سی بربادیاں ہوتی ہیں کہ وہ آبادی ہوتی ہیں

چونکہ کافر باب را بکشادہ دید — نرم نرمک از کمیں بیروں دوید
جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا — گھات سے آہستہ آہستہ باہر بھاگ گیا

جامہ خوابِ پُر حدث یک فضولؔ — قاصدا آورد در پیشِ رسولؐ
سَنے ہوئے کپڑے کو ایک سادہ لوح — جان بوجھ کر آنحضورؐ کے سامنے لے آیا

کہ چنیںؔ کرد ست مہمانت ببیں — خندہ زد رحمۃٌ للعالمیں
کہ دیکھئے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے — جہانوں کی رحمت مسکرا دیئے

کہ بیار آں مطہرہ اینجا بہ پیش — تا بشویم جملہ را با دستِ خویش
کہ وہ لوٹا سامنے لے آ — تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دوں

ہر کسے می جست کز بہرِ خدا — جانِ ما و جسمِ ما قرباں ترا
ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لئے — ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان ہو

ما بشوئیم ایں حدث را تو بہل — کارِ دستست ایں نمط نہ کارِ دل
اِس گندگی کو ہم دھو دیںگے آپ رہنے دیں — یہ ہاتھ کا کام ہے، نہ کہ دل کا

ےؔ یا نہاں۔ حضورؐ یا خود چھپے تھے یا خدا نے آپ کو اُس کی نگاہوں سے چھپا دیا تھا۔ صبغۃ اللہ۔ اللہ تعالٰی کبھی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ انسان اپنے پہلو کے دشمن کو نہیں دیکھ سکتا۔ مصطفٰے۔ آنحضورؐ کو اُس کے احوال کا علم ہو گیا تھا لیکن خدائی حکم تھا کہ رات کو دروازہ نہ کھولیں۔

ےؔ خیط۔ دھاگا یعنی صبح صادق۔ لیک۔ شب میں دروازہ نہ کھولنا بظاہر اُس کے ساتھ دشمنی تھی لیکن اُس میں ہی اُس کی بھلائی مُضمر تھی۔ چونکہ۔ جب اُس کافر نے صبح کو دروازہ کھلا دیکھا چپکے سے نکل بھاگا۔ فضول۔ اُن صاحب کے لئے مناسب تھا کہ وہ اُس پاخانہ کو خود دھو دیتے۔

ےؔ کہ چنیں۔ اُن صاحب نے آنحضورؐ کو بستر دکھا کر کہا۔ مطہرہ۔ لوٹا۔ ہر کسے۔ ہر صحابی نے کوشش کی کہ پاخانہ خود دھو دے۔ نہ کار دل۔ آنحضورؐ صحابہ کے لئے دل و جگر تھے۔

اے لعمرک[1] مر ترا حق عمر خواند
اے تیری جان کی قسم (والے) تجھے اللہ نے عمر کہا

پس خلیفہ کرد و بر کرسی نشاند
پھر قائم مقام بنایا اور کرسی پر بٹھایا

ما برای خدمتِ تو میزییم
ہم آپ کی خدمت کے لئے زندہ ہیں

چون تو خدمت می کنی پس ما کئیم
جب آپ خدمت کریں تو پھر ہم کیا ہیں؟

گفت آن دانم ولیک این ساعتیست
فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے

کہ دریں شستن[2] بخویشم حکمتیست
کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے

منتظر بودند کیں قولِ نبیست
وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبی کا فرمان ہے

تا پدید آید کہ این اسرار چیست
یہانتک کہ معلوم ہو کہ یہ کیا راز ہے؟

او بجد می شست آن احداث را
وہ اُن نجاستوں کو کوشش سے دھوتے تھے

خاص زامرِ حق نہ تقلید و ریا
خاص اللہ (تعالے) کے حکم سے نہ کہ تقلید اور ریا سے

کہ دلش میگفت کیں را تو بشو
اُن کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کو آپ خود دھوئیں

کاندر اینجا ہست حکمت تو بتو
کہ اس جگہ اس میں تہ بہ تہ حکمتیں ہیں

سبب رجوع کردنِ آن مہمان بخانۂ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم دران ساعت کہ نہالینِ ملوثِ او را بدستِ مبارکِ خود می شست و خجل شدنِ او و جامہ چاک کردن و نوحہ کردنِ او بر خود و بر حالِ خود و مسلمان شدن

اُس مہمان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اُس وقت واپس آنے کا سبب جس وقت کہ وہ سنے ہوئے نہالچوں کو اپنے دستِ مبارک سے دھو رہے تھے اور اُس کا اپنے اوپر اور اپنی حالت پر شرمندہ ہونا اور کپڑے پھاڑنا اور رونا اور مسلمان ہو جانا

کافرک[3] را ہیکلی بُد یادگار
اُس حقیر کافر کے پاس ایک یادگار مورتی تھی

یاوہ دید آنرا و گشت او بیقرار
اُس نے اسکو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا

گفت آن حجرہ کہ شب جا داشتم
کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا

ہیکل آنجا بے خبر بگذاشتم
لاعلمی میں مورتی اُس جگہ چھوڑ آیا ہوں

گرچہ شرمیں بود شرمش حرص برد
اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن، لالچ نے اسکی شرمندگی ختم کر دی

حرص اژدرہاست نے چیزیست خرد
حرص اژدہا ہے، چھوٹی چیز نہیں ہے

[1] اے۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ۔ تیری عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے ہیں۔ خدا نے آنحضورؐ کی عمر کی قسم کھائی اور قسم ذات و صفاتِ خداوندی کی کھائی جاتی ہے تو گویا آنحضورؐ کی عمر کو اپنی صفت قرار دیا ہے۔ ما ہماری زندگی کا مقصد آپ کی خدمت ہے۔ اگر ہم خدمت نہ کریں تو زندگی بیکار ہے۔

[2] کہ دریں۔ آنحضورؐ نے فرمایا ان سب باتوں کا مجھے یقین ہے لیکن پاخانہ خود ہی اپنے ہاتھوں سے دھوؤنگا اسی میں حکمت پوشیدہ ہے ایں اسرار یعنی خود دھونے کی حکمت کو دیکھ سکیں۔ او بجد۔ آنحضورؐ اپنے ہاتھوں نجاست کو خدائی حکم سے دھو رہے تھے ایسی کسی ریا اور تقلید کو دخل نہ تھا۔ ملوث۔ سنا ہوا۔

[3] کافرک۔ وہ مہمان اپنی مورتی بھول کر جا چکا تھا اگرچہ۔ اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن مورتی کی حرص نے اس کو دوبارہ لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

از پے[1] ہیکل شتاب اندر دوید
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا

در وثاق مصطفےٰ آں را بدید
مصطفیٰؐ کے حجرے میں اُس کو دیکھا

کاں یدُاللہ آں حدث را ہم بخود
کہ وہ اللہ کے ہاتھ اُس نجاست کو خود

خوش ہمی شوید کہ دورش چشمِ بد
بہت اچھی طرح دھو رہے ہیں، خدا اُنکو نظرِ بد سے بچائے

ہیکلش از یاد رفت و شد پدید
مورتی اُس کے حافظے سے نکل گئی اور پیدا ہو گیا

اندر و شورے گریباں را درید
اُسکے اندر ایک شور تھا جس نے اُسکے گریبان کو پھاڑ ڈالا

میزد اُو دو دست را بر رُو و سر
وہ دونوں ہاتھ منہ اور سر پر مارتا تھا

کلّہ را میکوفت بر دیوار و در
سر کو در و دیوار سے ٹکراتا تھا

آنچناں کہ خوں ز بینی و سرش
اس طرح کہ اُس کی ناک اور سر سے خون

شد رواں و رحم کرد آں مہترش
بہہ پڑا اور اُن بزرگوار نے اُس پر رحم کیا

نعرہ[2] ہا زد خلق جمع آمد برو
اُس نے نعرے مارے لوگ اُسکے پاس جمع ہوگئے

گبر گویاں ایُّھا النّاس احذرو
کافر کہتا تھا اے لوگو! ڈرو

میزد اُو بر سر کہ اے بے عقل سر
وہ سر پیٹتا تھا کہ اے بے عقل سر!

میزد اُو بر سینہ کاے بے نور بر
وہ سینہ کوٹتا تھا کہ اے بے نور جسم!

سجدہ میکرد اُو کہ اے کُلِّ زمیں
وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجموعے!

شرمسار است از تو ایں جزوِ مہیں
یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے

تو کہ کُلّی خاضعِ امرِ وئی
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اُسکے حکم پر جھکے ہوئے ہیں

من کہ جزوم ظالم و لدّ و غوی
میں جو کہ جزو ہوں ظالم اور سرکش اور گمراہ ہوں

تو کہ کُلّی خوار و لرزانی زحق
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اللہ تعالےٰ سے خوار اور اللہ سے لرزاں ہیں

من کہ جزوم در خلاف و در سبق
میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور سرکشی میں ہوں

ہر[3] زماں میکرد رُو بر آسماں
ہر آن آسمان کی طرف منہ کرتا

کہ ندارم رُوی ایں قبلہ جہاں
کہ اس قبلۂ عالم کے سامنے میرا منہ نہیں ہے

چوں ز حد بیروں بلرزید و طپید
جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور تڑپا

مصطفےٰ اُش در کنارِ خود کشید
مصطفےٰؐ نے اُس کو اپنی بغل میں لے لیا

ساکنش کرد و بسے بنواختش
اُس کو سکون دلایا اور اُسکو بہت نوازا

دیدہ اُش بکشاد و داد اشناختش
اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُنھوں نے اُسکو پہچان عطا کی

[1] از پے۔ وہ مورتی کیلئے واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ آنحضورؐ اپنے دستِ مبارک سے اُسکی نجاست دھو رہے ہیں۔ ید اللہ۔ بیعتِ رضوان کے سلسلہ میں قرآن میں فرمایا گیا ہے یدُ اللہِ فوقَ اَیدِیھِم خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ تو گویا اللہ تعالےٰ نے آنحضورؐ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ ہیکلش۔ وہ آنحضورؐ کے ان کریمانہ اخلاق کو دیکھکر اسقدر متاثر ہوا کہ مورتی کو بھول گیا اور دیوانہ وار اپنا سر دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ خون بہا تو آنحضورؐ کو اُس پر ترس آنے لگا۔

[2] نعرہا۔ وہ نعرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ آنحضورؐ کی مخالفت سے ڈرو۔ بے عقل سر۔ سر بے عقل۔ بے نور بر۔ بر بے نور کُلِ زمیں۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی اسمان اور عالم کا مجموعہ۔ مہین۔ ذلیل۔ تو کہ کلی۔ اُس کافر نے کہا کہ آنحضورؐ جو مجموعۂ عالم ہیں وہ خدائی حکم کے تابع ہیں اور میں جزو ہو کر ظالم اور سرکش بنا ہوا ہوں۔

[3] ہر زماں۔ وہ کافر ہر لحہ آسمان کی طرف منہ کرکے کہتا تھا کہ میرا منہ اس قابل نہیں کہ آنحضورؐ کے روبرو ہوں۔ چوں۔ آنحضورؐ نے اُسکی بیقراری کو دیکھ کر اُسکو سینے سے لگایا۔ ساکنش۔ آنحضورؐ نے اُس کو اطمینان دلایا اور اُس کو نورِ ایمان عطا فرما دیا۔

تا نگرید ابر کے خندد چمن — **تا نگرید طفل کے جوشد لبن**

جب تک ابر نہیں روتا ہے چمن کب مسکراتا ہے؟ — جب تک بچہ روتا نہیں ہے دودھ کب جوش مارتا ہے؟

طفلِ یک روزہ ہمی داند طریق — **کہ بگریم تا رسد دایہ شفیق**

ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے — کہ میں رو پڑوں، تاکہ مہربان دایہ آجائے

تو نمی دانی کہ دایہ دایگاں — **کم دہد بے گریہ شیر او رائیگاں**

تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ — خواہ مخواہ بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے

گفت ولیبکوا کثیرا گوش دار — **تا بریزد شیرِ فضلِ کردگار**

اور چاہیئے وہ بہت روئیں، کے قول کو یاد رکھ — تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت دودھ بہائے

گریۂ ابر است و سوزِ آفتاب — **اُستنِ دنیا ہمیں دو رشتہ تاب**

ابر کا رونا ہے اور سورج کی جلن — دنیا کے ستون یہی دو رشتے چمکانے والے ہیں

گر نبودے سوزِ مہر و اشکِ ابر — **کے شدے اجسام ما زفت و سطبر**

اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے — ہمارے جسم موٹے اور بھاری کب ہوتے

کے بُدے معمور ایں ہر چار فصل — **گر نبودے ایں تف و ایں گریہ اصل**

یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟ — اگر یہ جلن اور رونا بنیاد نہ بنتا

سوزِ مہر و گریۂ ابرِ جہاں — **چوں ہمی دارد جہاں را خوش دہاں**

دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا سوز — جبکہ دنیا کو خوش عیش بناتا ہے

آفتابِ عقل را در سوز دار — **چشم را چوں ابر اشک افروز دار**

عقل کے سورج کو سوزش میں رکھ — آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانے والی رکھ

چشمِ گریاں بایدت چوں طفلِ خرد — **کم خور آں نان را کہ نانِ آبِ تو برد**

تجھے چھوٹے بچے کی طرح رونے والی آنکھیں درکار ہیں — وہ روٹی نہ کھا جو تیری عزت کو برباد کردے

تن چو با برگ است روز و شب ازاں — **شاخِ جاں در برگ ریز است و خزاں**

جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ — جان کی شاخ پت جھڑ اور خزاں میں ہے

برگِ تن بے برگیٔ جانست زود — **ایں ببایدکاستن آں را فزود**

جسم کی سبزی، جان کا پت جھڑ ہے، جلد — اِس کو گھٹانا، اُس کو بڑھانا چاہیئے

اَقرضُوا اللہ قرض دہ زیں برگِ تن — **تا بروید در عوض در دل چمن**

اللہ (تعالیٰ) کو قرض دو اس جسم کی توانائی میں سے قرض دے — تاکہ بدلے میں دل میں چمن اُگے

---

۱ تا نگرید: مقصد یہ ہے کہ آہ و زاری سے ہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طفل: بچہ بھی جانتا ہے کہ جب تک نہ روؤں گا دایہ دودھ نہ دیگی۔ تو نمی دانی: لیکن عاقل بالغ انسان یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ رحمتِ خداوندی بغیر آہ و زاری کے متوجہ نہیں ہوتی ہے۔ گفت: قرآن میں ہے۔ فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا "تھوڑا ہنسو زیادہ روؤ"۔ گریہ: ابر کے رونے اور سورج کی سوزش ہی سے دنیا کی تر و تازگی ہے۔

۲ گر نبودے: اگر عالم میں سورج کی گرمی اور ابر کا پانی نہ ہو تو اجسام میں نشو و نما نہ ہو۔ چار فصل: سال کی چاروں فصلوں کا مدار سورج کی گرمی اور ابر کی بارش پر ہے۔ آفتاب: انسان کو بھی اپنے کمال کے لئے عقل میں سوزش اور آنکھ میں آنسو درکار ہیں۔ تن: جسم کی بہار روح کی خزاں ہے۔

۳ برگِ تن: جسم کی شادابی روح کی پژمردگی ہے جسم کو گھٹانا اور روح کو بڑھانا چاہیئے۔ اقرضوا: قرآن پاک میں ہے واقرضوا اللہ قرضا حسنا "اور اللہ کو قرض حسنہ دو" مولانا نے قرض کے معنی اللہ کے راستہ میں بدن کو گھٹانے کے لئے ہیں۔

قرض[۱] دہ کم کن ازیں لقمۂ تنت
قرض دے اپنے جسم کے لقمے کو کم کر

تا نماید وجہ لاعین رات
تاکہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ منہ دکھائے

تن ز سرگین خویش چوں خالی کند
جب تو جسم کو اپنے پاخانے سے خالی کریگا

پر ز مشک و درِ اجلالی کند
اجلال تجھے موتی اور مشک سے بھرے گا

زیں پلیدی بر ہد و پاکی برد
اس ناپاکی سے نجات پاجائیگا اور پاکی حاصل کریگا

از یطہرکم تنِ او بر خورد
وہ تمہیں پاک کرتا ہے سے اسکا جسم پھل کھائیگا

دیو میترساندت کیں ہین و ہیں
شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ ائیں ہائیں

زیں پشیماں گردی و گردی حزیں
اس سے تو شرمندہ ہوگا اور غمگین بنے گا

گر گدازی زیں ہوسہا تو بدن
اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھلائے گا

پس پشیمان و غمیں خواہی شدن
تو شرمندہ اور غمگین ہوگا

ایں[۲] بخور گرم ست و داروی مزاج
یہ کھالے۔ گرم ہے اور مزاج کی دوا ہے

واں بیاشام از پئے نفع و علاج
اور نفع و علاج کے لئے وہ پی لے

ہم بدیں نیت کہ ایں تن مرکبست
نیز اس نیت سے کہ یہ جسم سواری ہے

آنچہ خو کردست آنش اصوبست
جس کی اسکو عادت ہے وہ اس کیلئے بہتر ہے

ہیں مگرداں خو کہ پیش آید خلل
خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہوگا

در دماغ و دل بزاید صد علل
دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہونگی

ایں چنیں تہدیدہا آں دیو دوں
اس طرح کی دھمکیاں وہ کمینہ شیطان

آرد و بر خلق خواند صد فسوں
دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں منتر پڑھتا ہے

خویش جالینوس سازد در دوا
اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے

تا فریبد نفسِ بیمارِ ترا
تاکہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے

کیں[۳] ترا سودست از درد و غمی
کہ یہ درد اور غم تیرے لئے مفید ہے

گفت آدم را ہمی در گندمی
گیہوں کے بارے میں آدم سے یہی کہا

پیش آرد ہی ہے و ہیہات را
ائے ہائے اور افسوس کو پیش کرتا ہے

در لویشہ پیچد او لبہات را
تیرے ہونٹوں کو ڈوری سے باندھ دیتا ہے

[۱] قرض دہ۔ جسمانی خوراک کو کم کر پھر جنت کی سیر حاصل ہوگی۔ تن۔ جسم جب جسمانی فضلوں سے خالی ہوگا تو اسرار و انوار سے پُر ہوجائیگا۔ زیں پلیدی۔ جسمانی ناپاکی دور ہوگی تو پاکیزگی حاصل ہوگی۔ یطہرکم۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا بیشک خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدی زائل ہوجائے اور وہ تمہیں بالکل پاک کردے۔ دیو۔ جسمانی تذئین ترک کرنے سے شیطان ڈراتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔

[۲] ایں بخور۔ شیطان مختلف چیزوں کے فوائد سمجھا کر ان کے کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ ہم۔ شیطان کہتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے اس کو کمزور نہ کرنا چاہیے۔ ہیں۔ جس چیز کی عادت ہو وہ نہ چھوڑ ورنہ بیماریاں اُٹھ کھڑی ہونگی۔ خویش۔ شیطان اپنے آپ کو حکیم جالینوس بنا کر مختلف مشورے دیتا ہے۔

[۳] کیں۔ شیطان کہتا ہے کہ اگر فلاں چیز کھائے گا تو درد و غم سے نجات ہوجائیگی۔ حضرت آدمؑ سے شیطان نے اسی طرح کی باتیں کی

تھیں۔ لویشہ۔ وہ رسی جو نعل بندی کے وقت گھوڑے کے اوپر کے ہونٹ میں باندھ دیجاتی ہے تاکہ وہ مجبور ہوجائے۔

همچو لبهاے فرس در وقتِ نعل — تا[1] نماید سنگِ کمتر را چو لعل
جیسا کہ نعل (بندی) کے وقت گھوڑے کے ہونٹ — تاکہ کمتر پتھر کو لعل (بنا کر) دکھا دے

گوشهایت گیرد چوں گوشِ اسپ — میکشاند سوی حرص و سوی کسب
تیرے کان پکڑتا ہے اور گھوڑے کے کان کی طرح — حرص اور کمائی کی جانب کھینچتا ہے

بر زند بر پات نعلے ز اشتباه — کہ بمانی تو ز دردِ آں ز راه
تیرے پاؤں میں شبہ کا نال جڑ دیتا ہے — کہ تو اُس کی تکلیف سے راستے سے رُک جاتا ہے

نعلِ اُو هست آں تردد در دو کار — ایں کنم یا آں کنم هیں هوشدار
اُس کا نعل دو کاموں میں تردد ہے — یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہ

آں بکن کہ هست مختارِ نبی — آں مکن کہ کرد مجنون و صبی
وہ کر جو نبی کا پسندیدہ ہے — وہ نہ کر جو پاگل اور بچہ نے کیا

حُفّتِ الجنة بچه محفوف گشت — بالمکاره کہ ازو افزود گشت
"جنت کو ڈھانپ دیا گیا ہے" کس چیز سے ڈھانپا گیا ہے؟ — ناپسندیدہ چیزوں سے جن کو اُس نے بڑھا رکھا ہے

صد[2] فسوں دارد ز حیلت وز دها — کاں کند در سله گر هست اژدها
مکر اور حیلے کے سینکڑوں منتر رکھتا ہے — کہ ٹوکری میں ڈال دیتا ہے خواہ اژدہا ہو

گر بود آبِ رواں بر بندد ش — ور بود حبرِ زماں بر خندد ش
اگر بہتا پانی ہو اُس کو روک دیتا ہے — اگر عالم زمانہ ہو اُس کا مذاق اُڑاتا ہے

گر بود کوهے چو کَه بر بایدش — دست بُردِ خویشتن بنمایدش
اگر پہاڑ ہو اُس کو تنکے کی طرح اُڑا دیتا ہو — اپنے غلبہ کی اُس پر نمائش کرتا ہے

عقل[3] را با عقلِ یارے یار کن — امرهم شوریٰ بخواں و کار کن
عقل کو کسی دوست کی عقل کا دوست بنا — "اُن کا معاملہ باہمی مشورہ ہے" کو پڑھ اور کام کر

نواختن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مهمان را و
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس عرب مہمان کو نوازنا اور اُس کو اضطراب اور

تسکین دادن اُو را از اضطراب و گریه و نوحه کہ بر خود میکرد
رونے اور نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شرمندگی اور ندامت اور

از خجالت و ندامت و آتشِ نومیدی
ناامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کر رہا تھا

---

[1] تانماید۔ شیطان کی یہ تمام باتیں اس لئے ہیں کہ وہ حقیر چیز کو بڑھا بنا کر دکھادے۔ گوشہایت۔ شیطان انسان کے کان پکڑ کر حرص اور بُری کمائی کی جانب لے جاتا ہے۔ برزند۔ شیطان شبہات اور وساوس کے ذریعہ صحیح راستے سے روک دیتا ہے۔ نعل۔ وہ شیطان جو نعل بندی کرتا ہے وہ تردد میں مُبتلا کر دیتا ہے۔ آں بکن۔ جب تردد ہو تو وہ کام کر جو نبی نے کیا ہے طفلانہ اور مجنونانہ کام نہ کر۔ حُفّت۔ حدیث شریف ہے حُفّتِ الجنّۃ بالمکارہ جنت دل کی ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دی گئی ہے

[2] صد فسوں۔ شیطان کو ایسے منتر آتے ہیں کہ اژدہے کو بھی ٹوکری میں بند کر لیتا ہے۔ گر بود۔ شیطان اپنے منتر کے ذریعہ چلتا دریا روک دیتا ہے اور بڑے بڑے عالموں کا مذاق اُڑا دیتا ہے پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اور اپنی چالاکی کی نمائش کرتا ہے۔

[3] عقل۔ شیطان سے بچنے کیلئے اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کر دے اور اس سے مشورہ کرے۔ نواختن۔ وہ مہمان عرب جس نے بستر خراب کر دیا تھا اس کی گریہ وزاری پر آنحضورؐ نے اس کو بہت نوازا۔

این سخن پایاں ندارد آں عرب
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ عرب

ماند از الطافِ آں شہ در عجب
اُس شاہ کی مہربانیوں سے تعجب میں رہ گیا

خواست[1] دیوانہ شدن عقلش رمید
اُس نے دیوانہ بننا چاہا اس کی عقل بھاگ گئی

دستِ عقلِ مصطفیٰؐ بازش کشید
حضرت مصطفیٰؐ کی عقل کے ہاتھ نے اُس کو پھر کھینچا

گفت ایں سو آ بیامد آں چناں
فرمایا اِدھر آ، وہ اِس طرح آیا

کہ کسے برخیزد از خوابِ گراں
کہ جیسے کوئی بھاری نیند سے اُٹھے

گفتش ایں سودا مکن ہیں با خود آ
اُس سے فرمایا یہ دیوانگی نہ کر خبردار ہوش میں آجا

کہ ازیں سو ہست با تو کارہا
کیونکہ اِس طرف تجھ سے بہت کام ہیں

آب بر روزد در آمد در سخن
اُس کے منہ پر پانی چھڑکا، وہ بولا

کاے شہیدِ حق شہادت عرضہ کن
کہ اے اللہ (تعالیٰ) کے گواہ (کلمۂ) شہادت پیش کیجئے

تا گواہی بدہم و بیروں شوم
تاکہ میں کلمہ شہادت پڑھ لوں اور باہر نکل جاؤں

سیرم از ہستی دراں ہاموں شوم
میں ہستی سے سیر ہو گیا ہوں اُس جنگل میں چلا جاؤں

ما دریں[2] دہلیزِ قاضیِ قضا
ہم قضا کے قاضی کی چوکھٹ پر

بہرِ دعویِ الستیم و بلیٰ
الست اور بلیٰ کے دعوے کی وجہ سے ہیں

کہ بلیٰ گفتیم واں را ز امتحاں
کہ ہم نے بلیٰ کہا ہے اور اُسکی آزمائش کیلئے

فعل و قولِ ما شہود ست و بیاں
ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان ہیں

از چہ در دہلیزِ قاضی تن زدیم
ہم قاضی کی چوکھٹ پر خاموش کیوں ہوں؟

نے کہ ما بہرِ گواہی آمدیم
کیا ہم گواہی کے لئے نہیں آئے ہیں

چند[3] در دہلیزِ قاضی اے گواہ
اے گواہ! قاضی کی چوکھٹ پر کب تک

حبس باشی دہ شہادت از پگاہ
قید رہے گا، صبح سے گواہی دے دے

زاں بخواندندت بدینجا تا کہ تو
اُنھوں نے تجھے یہاں اِس لئے بلایا ہے کہ تو

آں گواہی بدہی و ناری عتو
وہ گواہی دیدے اور سرکشی نہ کرے

از لجاجِ خویشتن بنشستہ
تو اپنے جھگڑالوپن سے بیٹھا ہوا ہے

اندریں تنگی لب و کف بستہ
اِس تنگی میں تو نے ہونٹ اور ہاتھ باندھ لئے ہیں

تا نہ بدہی آں گواہی اے شہید
اے گواہ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا

تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید
تو اُس چوکھٹ سے کب چھوٹے گا؟

[1] خواست۔ وہ دیوانہ ہوجانے کے قریب تھا آنحضورؐ نے اُس کی عقل کو سنبھالا۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے اُس سے فرمایا دیوانگی ختم کردے کیونکہ قدرت کو تجھ سے بہت کام لینا ہے۔ آب بر رو۔ آنحضورؐ نے اُس کے منہ پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھے شہادت کا کلمہ پڑھا دیجئے تاکہ گواہی۔ حقیقی معنی میں کلمۂ شہادت پڑھ لینے پر انسان دنیا سے نجات پاکر آخرت کا آدمی بن جاتا ہے۔ ہاموں۔ جنگل۔

[2] ما دریں۔ ازل میں خدا نے دریافت کیا تھا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں؟ تو ہم نے جواب دیا کہ "ہاں" اب ہم دنیا میں اِس جواب کے ثبوت کے لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ قول و فعل دو گواہوں کے ذریعہ اپنے "ہاں" کے دعوے کو ثابت کریں۔ کہ بلیٰ۔ ازل میں ہم نے بلیٰ کہا ہے ہمارا قول و فعل اِس پر گواہ۔

[3] چند۔ گواہوں کو قاضی کی عدالت میں خاموش نہ رہنا چاہئے۔ زاں۔ دنیا کی زندگی قول اور فعل گواہی کے لئے ہے۔ از لجاج۔ اگر گواہ عدالت میں پہنچ کر خاموشی اختیار کرے تو یہ اُس کا جھگڑالوپن ہے ..... تا نہ بدہی۔ جب تک گواہی نہ دے گا قاضی کی عدالت میں مقید رہے گا۔

یک زماں کاریست بگذار و بتاز — کارِ کوتہ را مکُن برخود دراز
تھوڑی دیر کا کام ہے، کر دے اور بھاگ جا — مختصر کام کو اپنے لئے لمبا نہ کر

خواہ در صد سال خواہی یکزماں — ایں امانت را گذار و وارہاں
خواہ سو سال میں اور خواہ تھوڑی دیر میں — یہ امانت ادا کر دے اور چھوٹ جا

بیان آنکہ نماز و روزہ و حج و ہمہ چیزہای بیرونی گواہیہاست برنورِ اندرونی

اِس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ظاہری تمام چیزیں باطنی نور کی گواہ ہیں

ایں نماز و روزہ و حج و جہاد — ہم گواہی دادنست از اعتقاد
یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد — بھی عقیدہ پر گواہی دینا ہے

ایں زکوٰۃ و ہدیہ و ترکِ حسد — ہم گواہی دادنست از سِرِّ خود
یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور حسد نہ کرنا — بھی، اپنے باطن پر گواہی دینا ہے

خوان و مہمانی پئے اظہار راست — کاے مہاں با شما ہستیم راست
دسترخوان اور مہمانی اسکے اظہار کیلئے ہے — کہ اے بزرگو! ہم تمہارے مخلص ہیں

ہدیہ ہا و ارمغان و پیشکش — شد گواہِ آنکہ ہستم با تو خوش
ہدیئے اور تحفہ اور نذرانہ — اِس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے خوش ہیں

ہر کسے کوشد بمالے یا فسوں — چیست؟ دارم گوہرے در اندروں
جو شخص مال (دینے) یا دعا کی کوشش کرتا ہے — کیا ہے؟ میں باطن میں جوہر رکھتا ہوں

گوہرے دارم ز تقوےٰ یا سخا — ایں زکوٰۃ و روزہ بر ہر دو گوا
میں جوہر رکھتا ہوں تقوے کا یا سخاوت کا — یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں

روزہ گوید کرد تقویٰ از حلال — با حرامش داں کہ نبود اتصال
روزہ کہتا ہے کہ اس نے حلال سے پرہیز کیا — سمجھ لے کہ حرام سے اس کا اتصال نہ ہوگا

واں زکوٰتش گفت کو از مالِ خویش — مید ہد پس چوں بدزد د ز اہلِ کیش
اس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے — دیتا ہے پس تو دینداروں کا کیسے چرائے گا؟

گر بطراری کند پس دو گواہ — جرح شد در محکمہ عدلِ الٰہ
اگر دو کوئی گواہ، زبان درازی کرے گا تو دونوں گواہ — خدا کے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے

---

۱ یکزماں۔ گواہی دینا تھوڑی دیر کا کام ہے۔ اِس معاملہ کو دراز کرنا بے کار ہے۔ ایں نماز۔ ارکانِ اسلام پر عمل اعتقاد پر عملی گواہی ہے۔ سِرِّ خود۔ یعنی اعتقاد۔ خوان۔ اگر میزبان مہمان کی خاطر تواضع کرتا ہے تو یہ اِس بات کی گواہی ہے کہ وہ مہمان سے خوش ہے۔

۲ ہدیہ ا۔ کسی کو تحفہ دینا یہ بھی اِس کی گواہی ہے کہ تو اُس سے خوش ہے۔ ہر کسے۔ اگر کوئی شخص مال صَرف کرتا ہے یا دعا دیتا ہے تو یہ اِس بات پر گواہ ہے کہ اس شخص میں تقوے کا جوہر موجود ہے یا وہ سخی ہے۔

۳ روزہ۔ روزہ اِس بات کا گواہ ہے کہ اُس نے خدا کے حکم کے مطابق حلال کھانے کو بھی ترک کر دیا ہے تو بیہودہ حرام کب کھا سکتا ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ اِس بات کی گواہ ہے کہ جب وہ اپنا مال صرف کر رہا ہے تو کسی دیندار کا مال کیسے چُرا سکتا ہے.....

..... گر بطراری۔ اگر زکوٰۃ اور روزے میں ریا وغیرہ کا دخل کریگا تو یہ دونوں گواہ اللہ کے دربار میں عدالت سے گر کر مجروح ہو جائیں گے۔

ہست صیادؔ ار کند دانہ نثار — نے ز رحم و جود بل بہرِ شکار
شکاری ہے، اگر دانہ بکھیرتا ہے — رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے

ہست گربہ روزہ دار اندر صیام — خفتہ کردہ خویش بہرِ صید خام
بلی روزہ دار ہے، روزوں میں — ناتجربہ کار شکار کیلئے اپنے آپ کو سُلائے ہوئے ہے

کردہ بدظن زیں کژی صد قوم را — کردہ بدنام اہلِ جود و صوم را
اس کجی سے اس نے سینکڑوں قوموں کو بدظن کر دیا — اُس نے سخیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا

فضلِ حق با ایں کہ او کژ می تند — عاقبت زیں جملہ پاکش می کند
باوجودیکہ وہ کجی کر رہا ہے اللہ کا کرم — انجام کار اُن سب سے اُس کو پاک کر دیتا ہے

سبقؔ بردہ رحمتش واں غدر را — دادہ نورے کہ نباشد بدر را
اُس کی رحمت سبقت لے گئی اور اُس غدار کو — وہ نور عطا کیا جو چودھویں کے چاند میں نہیں ہوتا ہے

کوششِ اشتہ حق زیں اختلاط — غسل دادہ رحمت او را زیں خباط
اس خلط ملط سے اللہ (تعالیٰ) نے اسکی کوشش کو — رحمت نے اُس کو اس خبطی پن سے غسل دیدیا

تا کہ غفاریِ اُو ظاہر شود — سیئاتِ جملہ را غافر شود
تاکہ اُس کی غفاری ظاہر ہو جائے — تمام گناہوں کو بخشنے والی بن جائے

پاک کردن آب ہمہ پلیدی ہا را و باز پاک کردن خدائے تعالیٰ آب را از پلیدی لاجرم حق تعالیٰ قدوس آمد

پانی کا تمام ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اللہ تعالیٰ کا پانی کو ناپاکی سے پاک کرنا لامحالہ اللہ تعالیٰ بہت پاک ثابت ہوا

آب بہرِ ایں ببارید از سماکؔ — تا پلیداں را کند از خبث پاک
پانی ابر سے اس لئے برسایا — تاکہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کر دے

آب چوں بیکار گردد شد نجس — تا چناں شد کآب را رد کرد حس
پانی جب بیکار ہو گیا ناپاک ہو گیا — ایسا ہو گیا کہ پانی کو حس نے رد کر دیا

حق بردش باز در بحرِ صواب — تا بشستش از کرم آں آب آب
اللہ تعالیٰ اُس کو دوبارہ درستگی کے سمندر میں لے گیا — یہاں تک کہ اُس کے کرم نے پانی کو پانی سے دھو دیا

لہ صیاد۔ شکاری پرندوں کو دانہ ڈالتا ہے لیکن یہ سخاوت نہیں ہے۔ گربہ۔ بلی بھی روزہ دار معلوم ہوتی ہے لیکن اُس نے یہ صورت محض شکار کو پھانسنے کے لئے بنا رکھی ہے۔ کردہ بدظنی۔ ریاکاری کے ساتھ روزہ رکھنے والا اور مال خرچ کرنے والا روزہ دار اور سخی کا بدنام کنندہ ہے۔ فضلِ حق عبادت شروع میں ریا پھر عادت بنتی ہے اُس کے بعد اللہ تعالیٰ اُس کو عبادت بنا دیتا ہے۔

ٹہ سبق بردہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سابق ہے اسلئے اللہ تعالیٰ ریاکار غدار کو بھی انجام میں نور بخش دیتا ہے۔ کوشش۔ اللہ تعالیٰ اُس عبادت کو جس میں ریا ہوتا ہے پاک صاف کرتا ہے تاکہ اُس کی غفاری کا مظاہرہ ہو سکے۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعہ نجس کو پاک کر دیتا ہے پھر اُس ناپاک پانی کو از سرِ نو برسا کر پاک کر دیتا ہے تاکہ اُس کی صفتِ قدوسیت ظاہر ہو سکے

ٹہ سماک۔ ابر یا آسمان۔ خبث۔ نجاست۔ آب جب پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو انسان اُس کو استعمال نہیں کرتا ہے حضرت حق تعالیٰ اُس کو پھر واپس بلا لیتا ہے اور اُس کو پاک صاف کر کے پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے۔

سالِ[1] دیگر آمد اُو دامن کشاں — ہی کجا بودی؟ بدریای خوشاں
وہ دوسرے سال نازو انداز سے آیا — (کہیں) ہیں؟ تو کہاں تھا؟ اچھوں کے دریا میں

من نجس زیں جا شدم پاک آمدم — بستدم خلعت سُوئ خاک آمدم
میں اس جگہ سے ناپاک گیا، پاک آیا ہوں — میں نے شاہی لباس حاصل کیا، زمین کی جانب آ گیا ہوں

ہیں بیائید اے پلیداں سُوی من — کہ گرفت از خوی یزداں خوی من
خبردار! اے ناپاکو! میرے پاس آؤ — کیونکہ میری عادت نے اللہ تعالیٰ کی عادت حاصل کر لی ہے

در پذیرم جملہ زشتیت را — چوں ملک پاکی دہم عفریت را
میں تیری جملہ برائیوں کو قبول کر لیتا ہوں — میں سھوت کو فرشتہ کی سی پاکی عطا کر دیتا ہوں

چوں[2] شوم آلودہ باز آنجا روم — سُوئے اصلِ اصلِ پاکیہا روم
جب گندہ ہو جاتا ہوں پھر اُس جگہ چلا جاتا ہوں — اصل پاکیوں کی اصل کی طرف چلا جاتا ہوں

دَلقِ چرکیں بر کنم آنجا ز سر — خلعتِ پاکم دہد بارِ دگر
وہاں میلی گدڑی سر سے اُتار دیتا ہوں — وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عنایت کر دیتا ہے

کارِ اُو ایں ست و کارِ من ہمیں — عالم آرا ایست ربّ العالمیں
اُس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے — جہانوں کا پالنے والا، عالم کو سنوارنے والا ہے

گر نبودے ایں پلیدیہائے ما — کے بُدے ایں بارنامہ آب را
اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں — پانی کا یہ کارنامہ کب ہوتا؟

کیسہائے زر بدزدید از کسے — میرود ہر سُو کہ ہیں کو مُفلسے
کسی سے سونے کی تھیلیاں چُرائے ہوئے — ہر جانب بہتا ہے کہ ہاں مفلس کہاں ہے؟

تا[3] بریزد بر گیاہِ رُستہ — تا بشوید رُوی ہر نا شُستہ
تاکہ اُگی ہوئی گھاس پر بہا دے — تاکہ ہر نہ دُھلے ہوئے کا منہ دھو دے

تا بگرد بر سر اُو حمّال وار — کشتیِ بے دست و پا را در بحار
تاکہ بوجھ اٹھانے والے کی طرح سر پر لے — سمندروں میں بے دست و پا کشتی کو

صد ہزاراں دارو اندر وے نہاں — زانکہ دارُو زو بروید در جہاں
اُس میں لاکھوں دوائیں پوشیدہ ہیں — کیونکہ دوا دنیا میں اُسی سے اُگتی ہے

جانِ ہر دردے دلِ ہر دانۂ — میرود در جُو چو دارُو خانۂ
وہ (پانی)، ہر درد کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے — وہ اس نہر میں چلا جاتا ہے جو دواخانہ کی طرح ہے

---

[1] سالِ دیگر۔ برسات کے موسم میں پھر وہ پانی پاک صاف ہو کر برس پڑتا ہے۔ جبی اس پانی سے کوئی دریافت کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں جنتیوں کے دریا میں تھا۔ من نجس۔ میں اس دنیا میں ناپاک ہو گیا تھا اسلئے چلا گیا تھا اللہ تعالے نے مجھے پھر پاکی کی خلعت عطا فرما دی میں دوبارہ دنیا میں آ گیا ہوں۔ ہیں۔ وہ پانی کہتا ہے کہ اے ناپاکو میری جانب آ جاؤ میں تمہیں پاک کر دوں گا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی صفت قدوسیت حاصل کر لی ہے۔ در پذیرم۔ میں سب برائیوں کو دھو دیتا ہوں اگر انسان شیطان بھی ہے تو اس کو فرشتہ کی طرح پاک صاف بنا دیتا ہوں۔

[2] چوں شوم۔ جب ناپاک ہو جاؤں گا پھر اُس دربار میں پہنچ جاؤں گا اور از سرِ نو پاکی حاصل کروں گا۔ کار اُو۔ اللہ تعالےٰ کا کام پاک کرنا ہے اور میرا کام دوسروں کو پاک کر کے آلودہ ہو جانا ہے۔ گر نبودے۔ اگر دنیا میں ناپاکی نہ ہوتی تو پانی کی صفت ظاہر نہ ہوتی کیسہائے۔ پانی ہر ضرورت مند کو سیراب کرتا ہے

[3] تا بریزد۔ پانی گھاسوں کو سیراب کرتا ہے ہر ناپاک کو پاک بناتا ہے دریا میں اپنے سر پر کشتی کو لئے پھرتا ہے۔ صد ہزاراں۔ جڑی بوٹیوں میں شفا کی خاصیت پانی سے پیدا ہوتی ہے۔ جان۔ پانی

زو۱؎ یتیمانِ زمیں را پرورش — تشنگانِ خشک را از وے روِش
زمین کے یتیموں کی اُس سے پرورش ہے — خشک پیاسوں کی اُس سے رفتار ہے

استعانت خواستن آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن
پانی کا گدلا ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور

و قبول کردن حق تعالیٰ دُعائے آب را
اللہ تعالیٰ کا پانی کی دعا کو قبول کرنا

چوں نماند مایہ اَش تیرہ شوَد — ہمچو ما اندر زمیں خیرہ شوَد
جب اُس کا سرمایہ نہیں رہتا وہ مکدر ہو جاتا ہے — ہماری طرح زمین میں حیران ہو جاتا ہے

نالہ از باطن برآرد کاے خدا — آنچہ دادی دادم و ماندم گدا
اندر سے فریاد کرتا ہے کہ اے خدا! — جو کچھ تو نے دیا تھا میں نے دیدیا اور میں فقیر ہو گیا

ریختم سرمایہ بر پاک و پلید — اے شہِ سرمایہ دِہ ھَل مِن مَّزِید
میں نے سرمایہ پاک اور ناپاک پر بہا دیا — اے سرمایہ عطا کرنے والے شاہ! اور زیادہ عطا کر

ابر۲؎ را گوید ببر جائے خوشش — ہم تو خورشیدا بہ بالا بر کشش
ابر کو حکم فرماتا ہے کہ اُس کو اچھی جگہ لے جا — سورج تو بھی آ، اُس کو اوپر کھینچ لے

راہہائے مختلف میراندش — تا رساند سوئے بحرِ بیحدش
وہ اُسکو مختلف راستوں پر چلاتا ہے — یہاں تک کہ اُس کو لا محدود دریا تک پہنچا دیتا ہے

خود۳؎ غرض زیں آب جانِ اولیاست — کو غسولِ تیرگی ہائے شماست
اس پانی سے مقصود اولیاء کی جان ہے — کیونکہ وہ تمہاری تاریکیوں کو دھونے والی ہے

چوں شود تیرہ ز غسلِ اہلِ فرش — باز گردد سوئے پاکی بخشِ عرش
جب وہ زمین والوں کو دھونے سے میلی ہو جاتی ہے — عرش کو پاکی بخشنے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے

باز آرد زاں طرف دامن کشاں — از طہاراتِ محیطِ اُو دُر فشاں
اس جانب سے پھر لاتی ہے دامن پھیلائے ہوئے — وہ موتی برسانے والی محیط کی پاکیزگیوں کو

وز تیمم وارہاند جملہ را — وز تحری طالبانِ قبلہ را
سب کو تیمم سے نجات دلاتی ہے — اور قبلہ کے طلبگاروں کو اٹکل کرنے سے

ز اختلاطِ خلق یابد اعتلال — آں سفر جوید کہ اَرِحنا یا بلال
لوگوں میں گھلنے ملنے سے وہ بیماری محسوس کرتی ہے — وہ سفر تلاش کرتی ہے جیسا کہ اے بلال ہمیں آرام پہنچا

۱؎ زو۔ زمین کے بے سہارا اُس سے سہارا پکڑتے ہیں اور خشک اُس سے تری حاصل کرتے ہیں۔ استعانت پانی نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مکدر ہو جانے کے بعد وہ پھر صاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دُعا قبول فرمائی۔ خیرہ۔ حیران۔ نالہ۔ پانی فریاد کرتا ہے کہ جو پاکی تو نے مجھے عنایت کی تھی وہ میں نے دوسروں کو دیدی۔ ھَل مِن مَّزِید۔ کیا کچھ اور ہے!

۲؎ ابر۔ اس فریاد پر اللہ تعالیٰ ابر کو حکم دیتا ہے کہ اس پانی کو تو دوسری جگہ لے جا اور سورج کو حکم دیتا ہے کہ تو پانی کو اوپر کھینچ لے چنانچہ سورج اپنی گرمی سے اسکو بھاپ بنا کر اوپر کھینچ لیتا ہے۔

۳؎ خود غرض۔ اس پانی کے احوال کے ذریعہ سے مقصد اولیاء کرام کے حالات کو سمجھانا تھا اولیاء بھی تمہاری نجاستوں کو پاک کرتے ہیں۔ چوں۔ جب عوام کے اختلاط سے انہیں کدورت پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا "اُس اللہ کی طرف رجوع کرو" پر عمل کرتے ہیں۔ باز آرد۔ جب یہ تبتل اختیار کرتا ہے تو پھر اُن میں منجانب اللہ تطہیر کی طاقت آجاتی ہے۔ وز تیمم۔ اب وہ مریدوں کو طہارت کا مادہ عطا کرتا ہے اور یقین کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اعتلال۔ بیمار ہونا۔

اے بلالِ خوش نوائے خوش صہیل | میذنہ بر رو بزن طبلِ رحیل[1]

اے خوش نوا، خوش آواز بلال! | میذنہ پر جا، کوچ کا نقارہ بجا دے

جاں سفر رفت و بدن اندر قیام | وقتِ رجعت زیں سبب گوید سلام

جان سفر میں چلی گئی اور بدن قیام میں ہے | واپسی کے وقت اسی لئے سلام کرتی ہے

ایں مثل چوں واسطہ ست اندر کلام | واسطہ شرط ست بہرِ فہمِ عام

یہ مثال گفتگو میں واسطہ کی طرح ہے | عوام کے سمجھنے کے لئے واسطہ ضروری ہے

اندر آتش کے رود بے واسطہ | جز سمندر کو رہید از رابطہ

بغیر واسطہ کے آگ میں کب جاتا ہے؟ | سوائے سمندر (کیڑے) کے جو واسطہ سے آزاد ہو گیا ہے؟

واسطہ حمام[2] باید مر ترا | تا ز آتش خوش کنی تو طبع را

تیرے لئے حمام کا واسطہ چاہیئے | تاکہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کرے

چوں نتانی شد در آتش چوں خلیل | گشت حمامت رسول آبت دلیل

جبکہ تو خلیل (اللہ) کی طرح آگ میں نہیں جا سکتا ہے | رسول تیرا حمام (اور) پانی تیرا رہنما بنا

سیری از حق ست لیک اہلِ طبع | کے رسد بے واسطہ ناں در شبع

پیٹ بھرنا اللہ کی جانب سے ہے لیکن طبیعت والا | پیٹ بھرنے کو روٹی کے واسطہ کے بغیر کب پہنچتا ہے؟

لطف از حق ست لیکن اہلِ تن | در نیابد لطفِ بے پردہ چمن

لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم والا | چمن کے پردے کے بغیر لطف حاصل نہیں کرتا ہے

چوں[3] نماند واسطہ تن بے حجیب | ہمچو موسیٰ نورِ مہ تابد ز جیب

جب واسطہ نہیں رہتا، جسم بغیر پردے کے | حضرت موسیٰ کی طرح چاند کا نور گریبان میں سے

گواہی دادن فعل و قولِ بیرونی بر ضمیر و نورِ اندرونی

بیرونی قول و فعل کا دل اور اندرونی نور پر گواہی دینا

ایں ہنرہا آب را ہم شاہد ست | کاندرونش پُر ز نورِ ایزد ست

یہ ہنر، پانی کے بھی گواہ ہیں | کہ اس کا باطن خدائی نور سے پُر ہے

فعل و قول آمد گواہانِ ضمیر | زیں دو بر باطن تو استدلال گیر

فعل اور قول دل کے گواہ ہیں | ان دونوں سے تو باطن پر دلیل حاصل کیجئے

لے طبلِ رحیل۔ سفر کا نقارہ یعنی رجوع الی اللہ کا اعلان۔ جاں سفر۔ نماز کی حالت میں روح قرب الٰہی کا سفر اختیار کر لیتی ہے اور جسم رکوع و سجود ادا کرتا ہے نماز کے ختم پر جو سلام ہے وہ گویا روح واپس آ کر سلام کرتی ہے۔ ایں مثل۔ رجوع الی اللہ کے سلسلہ میں آنحضورؐ کی یہ مثال مطلب سمجھانے کے لئے ایک واسطہ اور ذریعہ ہے۔ عوام بغیر مثال اور واسطے کے مقصد تک نہیں پہنچتے ہیں۔ اندر آتش۔ سمندر کیڑا بغیر کسی واسطے کے آگ سے مستفید ہوتا ہے دوسرے کسی واسطے کے ذریعہ آگ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

ے حمام۔ حمام آگ سے گرم کیا جاتا ہے عوام اس کے واسطے سے آگ کی گرمی سے مستفید ہوتے ہیں۔ چوں نتانی۔ حضرت ابراہیمؑ کو واسطہ کی ضرورت نہ تھی عوام کے لئے رسول بمنزلہ حمام اور ان کی شریعت بمنزلہ پانی کے ہے ——— سیری۔ پیٹ کا بھرنا منجانب اللہ ہے لیکن اس کے لئے روٹی واسطہ ہے لطف اللہ کی جانب سے ہے چمن اس کا واسطہ ہے۔

سے چوں نماند۔ جب سائط ختم ہو جاتے ہیں تو پھر براہ راست استفادہ ہونے لگتا ہے۔ ایں ہنر۔ یعنی پانی کا دوسری چیزوں کو پاک کرنا اور پھر خود پاک ہو جانا۔ فعل و قول۔ انسان کے افعال اور اقوال سے اس کے باطن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

چوں[1] ندارد دیر سیرت در دروں — بنگر اندر بولِ رنجور از بروں

جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے — تو بیمار کے پیشاب پر باہر سے غور کرلے

فعل و قول آں بولِ رنجوراں بُود — کہ طبیبِ جسم را برہاں بُود

بیماروں کا قول و فعل وہ پیشاب ہے — جو جسمانی طبیب کے لئے دلیل ہے

واں طبیبِ رُوح در جانش رَوَد — وز رہِ جاں اندر ایمانش رَوَد

روحانی طبیب اُس کی روح میں گھستا ہے — اور روح کے راستے سے اسکے ایمان میں چلا جاتا ہے

حاجتش نبوَد بقول و فعلِ خوب — اُحذَرُوھُم ھُم جَواسِیسُ القُلُوب

اُس کو اچھے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے — اُن سے ڈرو، وہ دلوں کے جاسوس ہیں

ایں[2] گواہِ فعل و قول از وے بجوی — کو بدریا نیست واصل ہمچو جُوی

یہ فعل و قول کی گواہی اس میں تلاش کر — جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے

قول و فعلِ اُو گواہِ اُو بُوَد — کو بدریا متّصل چوں جُو بُود

اُس کا قول و فعل اُس کا گواہ ہوتا ہے — جو نہر کی طرح دریا سے ملا ہوا ہوتا ہے

بنگر اندر فعلِ اُو و قولِ اُو — تا چہ دارد در ضمیر آں راز جُو

اُس کے فعل اور اُس کے قول کو دیکھ — کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے؟

نورش اندر مرتبت چندست و چیست — بہرِ صید اُو دانہ پاشد یا نخیست

اُس کے مرتبہ میں نُور کتنا اور کیسا ہے — وہ شکار کے لئے دانہ ڈال رہا ہے یا سخی ہے

گر[3] بُوَد صیّاد از وے دُور شو — واں فسون و فعل و قولش کم شنو

اگر وہ شکاری ہے اُس سے دُور ہوجا — اُس کا منتر اور فعل و قول نہ سُن

ور بُوَد صدّیق دست از وے مدار — تا رساند مر تُرا سوئے بحار

اگر وہ صدیق ہے تو اُس سے دستبردار نہ ہو — تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

دربیانِ آنکہ آں نورِ خدا خود را از اندرونِ سِرِّ عارف ظاہر

اس کا بیان کہ وہ خدائی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے

کند بر خلقاں، بے فعلِ عارف و بے قولِ عارف، افزوں باشد

فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے وہ اُس نور سے

ازاں کہ بفعل و قولِ اُو ظاہر گردد چنانکہ چوں آفتاب بلند

بڑھا ہوا ہے جو اُس کے فعل اور قول سے ظاہر ہو جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو

---

[1] چوں ندارد۔ طبیب مریض کے اندر کی حالت نہیں دیکھ سکتا تو وہ قارورہ کے ذریعہ حالت معلوم کرتا ہے۔ واں طبیب۔ شیخ جو روحانی طبیب ہے وہ مرید کے باطن کی سیر کرلیتا ہے لہٰذا اُس کو مرید کے قول و فعل سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے شیوخ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

[2] ایں گواہ۔ عوام کو شیخ کے انتخاب میں شیخ کے قول و فعل سے اس کے باطن پر استدلال کرنا چاہیے اور پتہ لگانا چاہیئے کہ اُس کا اتصال بحرِ حقیقت سے ہے یا نہیں۔ تا چہ دارد۔ اُس کا قول و فعل اُس کے ضمیر کو بتائے گا۔ بہرِ صید۔ یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ اُس کا ظاہر محض لوگوں کو پھنسانے کے لئے ہے یا اُس میں کوئی.... حقیقت پوشیدہ ہے

[3] گر بُوَد۔ اگر وہ محض بناوٹی شیخ ہے تو اُس کے قول و فعل کی طرف دھیان نہ کر۔ ور بُوَد۔ اور اگر وہ شیخ صادق ہے تو اُس سے وابستہ ہوجا تاکہ وہ حقیقت کے سمندروں تک پہنچا دے۔ دربیان۔ اگر شیخ میں خدائی نور ہوتا ہے تو وہ لامحالہ ظاہر ہوکر رہتا ہے اور اُس کے اظہار کیلئے شیخ کے کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں ہے۔

شوَد بانگِ خروس و اعلامِ مؤذن و علاماتِ دیگر حاجت نماید

اسکو مرغے کی اذان اور مؤذن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

لیکؔ نورِ سالکے کز حد گذشت ۔ نورِ اُو پُر شد بیابانہا و دشت

لیکن سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے ۔ اُس کے نور سے جنگل اور بیابان پُر ہو جاتے ہیں

شاہدش فارغ آمد از شہود ۔ وز تکلّفہای و جانبازی جُود

اسکی گواہی گواہوں سے بے نیاز ہے ۔ اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے

نورِ آں گوہر چو بیروں تافتہ ست ۔ زیں تسلسلہا فراغت یافتہ است

جبکہ اُس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے ۔ اُس کو ان مکاریوں سے نجات مل گئی ہو

پسؔ مجو از وے گواہِ فعل و گفت ۔ کہ ازو ہر دو جہاں چوں گُل شگفت

تو اُس سے فعل و قول کا گواہ نہ چاہ ۔ کیونکہ دونوں جہاں اُسکی وجہ سے پھول کی طرح کھلے ہیں

ایں گواہی چیست؟ اظہارِ نہاں ۔ خواہ قول و خواہ فعل و غیرِ آں

یہ گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہو ۔ خواہ وہ گواہی، قول ہو اور خواہ فعل اور اُسکے علاوہ ہو

کہ عرض اظہارِ سرِّ جوہر است ۔ وصف باقی و ایں عرض بر معبر است

کیونکہ جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے ۔ صفت باقی ہے اور یہ عرض گذرگاہ پر ہے

ایں نشانِ زر نماند بر محک ۔ زر بماند نیک نام و بے زشک

کسوٹی پر سونے کا یہ نشان باقی نہیں رہتا ۔ سونا نیک نام اور بے شک باقی رہتا ہے

ایںؔ صلوٰۃ و ایں جہاد و ایں صیام ۔ ہم نماند جاں بماند نیک نام

یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے ۔ بھی نہ رہیں گے جان نیک نام رہیگی

جاں چنیں افعال و اقوالے نمود ۔ بر محکِ امر جوہر را بسُود

جان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کیے ۔ جوہر کو امر کی کسوٹی پر گھسا

کاعتقادم راست است اینک گواہ ۔ لیک ہست اندر گواہاں اشتباہ

کہ میرا عقیدہ درست ہے، یہ گواہ ہے ۔ لیکن گواہوں میں شبہ ہوتا ہے

تزکیہ باید گواہاں را بداں ۔ تزکیہ اش اخلاص و موقوفی بداں

سمجھ لے، گواہوں میں عدالت ہونی چاہیے ۔ اُس کی عدالت اخلاص اور تیرا اس پر مطلع ہونا ہے

حفظِ لفظ اندر گواہِ قولی ست ۔ حفظِ عہد اندر گواہِ فعلی ست

قولی گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے ۔ فعلی گواہ میں عہد کی حفاظت ہے

۱ لیک۔ عارف باللہ میں وہ نور ہوتا ہے کہ اس سے عالم پُر ہو جاتا ہے۔ شاہدش۔ اس کے لیے گواہوں کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے... نورِ آں۔ اس کے جوہر کا نور ایسا روشن ہوتا ہے کہ اس کے اظہار کے لیے کسی تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے

۲ پس مجو۔ ایسے شیخ کی صداقت پر اس کے قول و فعل سے گواہی چاہنا مناسب نہیں ہے۔ کہ عرض۔ عرض فنا ہو جاتا ہے جوہر باقی رہتا ہے قول و فعل عرض ہے اور نورِ باطن جوہر ہے۔ جو جوہرت یعنی فانی ہے۔ وصف یعنی نورِ باطن۔ ایں نشان۔ سونے کو پہچاننے کے لیے کسوٹی پر کسا جاتا ہے وہ کس فنا ہو جاتا ہے اور سونا باقی رہتا ہے۔

۳ ایں صلوٰۃ۔ عبادات کے ذریعہ روح کو نیکنامی حاصل ہوتی ہے یہ عبادات فانی ہیں نیکنامی باقی رہتی ہے۔ جاں۔ روح اپنی نیکنامی کیلیے خدائی حکم کے مطابق افعال و اقوال ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ میرا اعتقاد درست ہے اور یہ افعال و اقوال اسکے گواہ ہیں لیکن ہر گواہ قابلِ قبول نہیں ہوتا بلکہ عادل گواہ قابلِ اعتبار ہوتا ہے ایسے گواہ کا تزکیہ یعنی اسکی عدالت ثابت کرنا ضروری ہو افعال و اقوال کا تزکیہ یہ ہو کہ انہیں اخلاص ہو یا دکھاوا نہ ہو حفظِ لفظ۔ تیرا ایمان جو

گواہ قولی ہے انہیں اسکی ضرورت ہو کہ تیری زبان سے کوئی غیر مناسب لفظ نہ نکلے فعلی گواہ میں اسکی ضرورت ہو کہ تو اپنے افعال میں عہد الست کی برابر نگہداشت رکھے۔

گر گواہِ قول کژ گوید رد است
اگر قولی گواہ ٹیڑھی بات کہے تو رَد ہے
در گواہِ فعل کژ پوید بد است
اگر فعلی گواہ ٹیڑھا چلے تو بَد ہے

قول و فعلِ بے تناقض بایدت
بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لئے ضروری ہے
تا قبول اندر زماں پیش آیدت
تاکہ زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے

سعیکم شتّیٰ تناقض اندرید
تمہاری کوششیں مختلف ہیں تم تناقض میں ہو
روز مبید و زید و شب بر مبدرید
دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑتے ہو

پس گواہی با تناقض کہ شنود
تو تناقض کے ساتھ گواہی کون سنتا ہے؟
یا مگر حلمے کند از لطفِ خود
ہاں اگر اپنی مہربانی سے فیصلہ کرے

فعل و قول اظہارِ سِرّ ست و ضمیر
فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے
ہر دو پیدا میکند سِرِّ ستیر
دونوں چھپے ہوئے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں

چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول
جب تیرے گواہ کی حالت ثابت ہو گئی وہ مقبول ہو گیا
ورنہ محبوس ست اندر مول مول
ورنہ وہ ٹھہراؤ ٹھہرا رہ میں پھنسا ہوا ہے

تا تو بستیزی ستیزد اے حروں
اے سرکش جب تک تو جھگڑا کریگا وہ جھگڑے گا
فانتظر ہم انہم منتظرون
پس تو اُن کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

عرضہ کردن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت را بر مہمانِ خویش [۳]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کلمۂ شہادت پیش کرنا

ایں سخن پایاں ندارد مصطفےٰ
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، مصطفےٰ نے
عرضہ کرد ایمان و پذرفت آں فتےٰ
ایمان پیش کر دیا اور اس نوجوان نے قبول کر لیا

آں شہادت را کہ فرخ بودہ ست
وہ (کلمۂ) شہادت جو بابرکت ہے
بندہائے بستہ را بکشودہ ست
جس نے بندھی ہوئی بندشوں کو کھولا ہے

گشت مومن گفت او را مصطفےٰ
وہ مومن بن گیا، اس کو مصطفےٰ نے فرمایا
کامشباں ہم باش تو مہمانِ ما
تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ

گفت واللہ تا ابد ضیفِ توام
اس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کیلئے آپ کا مہمان ہوں
ہر کجا باشم بہر جا کہ روم
جہاں کہیں بھی رہوں، جہاں بھی جاؤں

۱ گر گواہ قول۔ قولی گواہ ہے اگر کوئی لفظ غلط بھی گا تو گواہ مردود ہو جائیگا فعلی گواہ میں اگر کوئی عمل عہد الست کے خلاف ہوگا تو وہ مردود ہو جائیگا۔ قول و فعل۔ ہر دونوں گواہوں میں موافقت ضروری ہے ورنہ مردود ہو جائیں گے۔ سعیکم شتّیٰ۔ تمہاری کوششیں مختلف ہیں قرآن پاک میں ہے: ان سعیکم لشتّیٰ۔ روز۔ دن میں کچھ رات میں کچھ اور کرتے ہیں۔ یا مگر۔ یہ گواہی مردود ہے۔ ہاں خدا اپنے فضل سے قبول کر سکتا ہے۔

۲ فعل و قول۔ انسان کا قول و فعل اس کے دل میں چھپی ہوئی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ چوں۔ اگر گواہوں کی نیکی ثابت ہو جاتی ہے تو گواہی مقبول ہو جاتی ہے ورنہ گواہ خود پھنس جاتا ہے۔ مول مول۔ یعنی اس کو حکم ہو گا کہ ٹھہرا رہ۔ فانتظرہم۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کو حکم ہے فاعرض عنہم وانتظر انہم منتظرون۔ اے نبی آپ ان سے رو گردانی کریجئے اور انتظار کیجئے وہ بھی انتظار میں ہیں۔

۳ عرضہ کردن پیش کرنا۔ شہادت۔ کلمۂ شہادت فرخ۔ مبارک گشت۔ وہ کافر مہمان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ امشباں۔ آج کی رات۔ گفت۔ اس نے کہا اب تو میں جہاں کہیں بھی رہوں آپ کے دسترخوان کا خوشہ چین ہوں۔

زندہ کردہ[1] مُعتَق و دربانِ تو
آپ کا زندہ کیا ہوا اور آزاد کیا ہوا اور دربان ہو
این جہان و آں جہان خوانِ تو
اس جہان میں اور اس جہان میں آپکے دستر خوان پر ہوں

ہر کہ بگزیند جز این بگزیدہ خواں
جو اس منتخب دستر خوان کے علاوہ منتخب کریگا
عاقبت دَرَّد گلویش استخواں
انجام کار ہڈی اس کا گلا پھاڑ دے گی

ہر کہ سوئے غیرِ خوانِ تو رَوَد
جو آپ کے دستر خوان کے غیر کے پاس جائے گا
دیو با او داں کہ ہم کاسہ بُوَد
سمجھ لیجئے، شیطان اس کا ہم پیالہ ہوگا

ہر کہ از ہمسائگیِ تو رَوَد
جو آپ کے پڑوس سے جائے
دیو بے شکے کہ ہمسایہ اش بُوَد
بیشک شیطان اس کا پڑوسی ہوگا

ور رَوَد بے تو سفر او دور دست
اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے
دیو بد ہمراہ و ہم سفرہ وے است
شیطان اس کا ہمراہی اور شریک دستر خوان ہے

ور نشیند بے تو بر اسپِ شریف
اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھوڑے پر بیٹھے
حاسدِ ما ہست دیو او را ردیف
وہ ہمارا حاسد ہے، شیطان اس کے پیچھے سوار ہو

ور بچہ گیرد از و شہنازِ او[2]
اگر اس کی ناز نین (بیوی) اس سے بچہ جنے
دیو در نسلش بُوَد انبازِ او
شیطان اس کی نسل میں اس کا شریک ہوگا

در نبی شارِکہم گفتست حق
اللہ (تعالٰی) نے قرآن میں ان کا شریک ہوجا فرمایا
ہم در اموال و در اولاد از سبق
مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے

گفت پیغمبر ز غیب این را جلی
پیغمبر نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا
در مقاماتِ نوادر با علی رض
نادر مقامات میں حضرت علی رض سے

یا رسول اللہ[3] رسالت را تمام
اے اللہ کے رسول پوری رسالت کو
تو نمودی ہمچو شمسِ بے غمام
آپ نے دکھا دیا بغیر ابر کے سورج کی طرح

این کہ تو کردی دو صد مادر نکرد
جو کچھ آپ نے کیا دو سو ماؤں نے نہ کیا
عیسیٰ و افسونش با عاذر نکرد
حضرت عیسیٰ اور انکی دعا نے عاذر کیساتھ نہ کیا

از تو جانم از اجل نک جان برد
اب میری جان آپ کی وجہ سے موت سے جان بچا گئی
عاذر ار شد زندہ آندم باز مرد
عاذر اگر اس وقت زندہ ہوا پھر مر گیا

گشت مہمانِ رسول آن شب عرب
عرب اس رات رسول کا مہمان ہو گیا
شیر یک بز نیمہ خورد و بست لب
ایک بکری کا آدھا دودھ پیا اور ہونٹ بند کرلئے

[1] زندہ کردہ۔ آپ نے مجھے حیات ابدی عنایت کی ہے۔ مُعتَق۔ غلامی سے آزاد شدہ۔ آں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ ہر کہ۔ جو آپ کے دستر خوان سے بھاگے گا وہ ہلاک ہوگا اور شیطان اس کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ بنیگا۔ ہمسائگی۔ جو آپ کا پڑوس چھوڑے گا شیطان اس کا پڑوسی بنے گا۔ سُفرہ۔ دستر خوان۔

[2] ور بچہ۔ اگر اس کی بیوی کے بچہ پیدا ہوگا اس پر شیطانی اثر ہوگا۔ شہناز۔ شاہ ناز یعنی بیوی۔ انباز۔ شریک۔ در نبی۔ قرآن پاک میں شیطان کو خطاب کیا گیا ہے وَشَارِکْہُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور تو ان کا مالوں اور اولاد میں شریک بن جا۔

[3] یا رسول اللہ۔ اس کو مسلم مہمان نے کہا۔ غمام۔ ابر۔ دو صد مادر۔ ماں کی محبت مشہور ہے۔ عاذر۔ وہ شخص تھا جس کو حضرت عیسیٰ نے مرنے کے چالیس سال بعد زندہ کر دیا تھا لیکن پھر وہ طبعی موت مر گیا تو انکی حیات عارضی تھی آپ نے مجھے ابدی زندگی عطا کر دی ہے۔ گشت۔ وہی بیاباں خور اب مسلمان ہونے کے بعد ایک بکری کے آدھے دودھ سے سیر ہو گیا۔

کرد الحاحش[1] بخور شیر و رقاق — گفت گشتم سیر واللہ بے نفاق

آنحضورؐ نے اُس سے اصرار کیا کہ دودھ اور روٹی کھائے — اُس نے کہا میرا پیٹ بھر گیا خدا کی قسم ایمانداری سے

این تکلف نیست نے ناموس و فن — سیر تر گشتم ازاں کہ دوش من

یہ تکلف نہیں ہے، نہ شرم اور مکر — میں اُس سے زیادہ پیٹ بھرا ہوں جتنا کل (تھا)

در عجب ماندند جملہ اہلِ بیت — پُر شد ایں قندیل از یک قطرہ زیت

سب گھر والے تعجب میں پڑ گئے — کہ یہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے بھر گیا

آنچہ قوتِ مرغِ بابیلے بُوَد — سیریِ معدہ چنیں پیلے بُوَد

جو ابابیل پرند کی خوراک ہو — ایسے ہاتھی کا اُس سے پیٹ بھر جائے

فجفجے افتاد اندر مرد و زن — قدرِ پشہ می خورد آں پیلتن

مرد و زن میں کھُس پھُس ہونے لگی — یہ ہاتھی جیسے جسم والا مچھر کی بقدر کھاتا ہے

حرص و وہمِ کافری سر زیر شد — اژدہا از قوتِ مورے سیر شد

کفر کی حرص اور وہم اوندھا ہو گیا — اژدھا چیونٹی کی خوراک سے سیر ہو گیا

آں گدا چشمی[2] و کفر از وے برفت — قوتِ ایمانیش لمتر کرد و زفت

وہ بھکاری پن اور کفر اُس سے رخصت ہوا — اُس کو ایمان کی عمدہ غذا نے موٹا تازہ کر دیا

آنکہ از جوع البقر او می طپید — ہمچو مریم میوۂ جنت بدید

وہ شخص جو جوع البقر سے تڑپتا تھا — اُس نے حضرت مریم کی طرح جنت کے پھل دیکھ لئے

میوۂ جنت سوئے چشمش شتافت — معدہ چوں دوزخش آرام یافت

جنت کے پھل اُس کی آنکھوں کی جانب دوڑ آئے — اُس کے دوزخ جیسے معدہ نے آرام پا لیا

ذاتِ ایمان نعمت و لوتے ست ہول — اے قناعت کردہ[3] از ایماں بقول

ایمان کی حقیقت نعمت اور عظیم لذیذ غذا ہے — اے وہ کہ جس نے ایمان کے بارے میں قول پر اکتفا کر لیا

در بیان آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسمِ اولیاء

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا ہے

میشود تا او ہم یار می شود روح را — کہ اسلم شیطانی علیٰ یدی

ہے یہاں تک کہ وہ بھی روح کا دوست بن جاتا ہے — کیونکہ (آنحضورؐ نے فرمایا ہے) میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا

گرچہ آں مطعوم جان ست و نظر — جسم را ہم زاں نصیب ست اے پسر

اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے — اے بیٹا! اس میں جسم کا بھی حصہ ہے

---

[1] کرد - آنحضورؐ نے مزید کھانے پر اصرار کیا۔ الحاح۔ اصرار۔ رقاق چپاتی روٹی۔ دوش۔ شب گزشتہ۔ پر شد۔ یعنی آج یہ تھوڑی غذا سے سیر ہو گیا۔ آنچہ۔ ہاتھی کا پیٹ ابابیل کی خوراک سے بھر گیا۔ پیلتن۔ ہاتھی جیسے جسم والا۔ حرص کفر کی حالت کی حرص جاتی رہی۔

[2] گدا چشمی۔ لالچ۔ حرص۔ زفت۔ اب چونکہ وہ مومن ہو گیا ایمانی غذا نے اور موٹا تازہ کر دیا۔ جوع البقر۔ بیماری ہے جس میں کبھی پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ مریم۔ حضرت مریم حاملہ ہونے کی صورت میں جنتی پھل کھاتی ہیں اور دنیاوی غذا سے بے نیاز رہیں۔ ذات ایمان۔ ایمان کی حقیقت عجب نعمت اور غذا ہے۔ اگر وہ کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر جسمانی غذا کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی ہے

[3] اے قناعت کردہ۔ جو لوگ صرف زبانی مومن ہیں وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ تو ریان نور ایمان روح کی غذا ہے جب روح اور جسم کا اتحاد ہو جاتا ہے تو وہ نور جسم کی غذا بھی بن جاتا ہے۔ اسلم۔ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ نفس امارہ میرا تابع ہو گیا ہے۔ مولانا نے یہاں شیطان سے مراد جسم انسانی لیا ہے یعنی وہ بھی روح کا ساتھی بن گیا ہے۔ گرچہ آں یعنی نورِ ایمانی۔

گر نگشتے دیو جسم آں را اکول[۱]
اگر شیطان کا جسم اس کا کھانے والا نہ بنتا

اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول
(تو) رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے

دیو زاں لوتے کہ مُردہ حَی شود
شیطان اس غذا کہ جس سے مُردہ زندہ ہوتا ہے

تا نیاشامد مسلماں کے شود
جب تک نہ پی لیتا، مسلمان کب ہوتا

دیو بر دنیاست عاشق کور و کر
شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے

عشق را عشقِ دگر بُرّد کمر
عشق کی کمر دوسرا عشق (ہی) توڑتا ہے

از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد
یقین کے دفینہ میں سے جب وہ شراب چکھتا ہے

اندک اندک عشق رخت آنجا کشد
آہستہ آہستہ عشق اس جگہ پڑاؤ ڈالتا ہے

یَا حَرِیْصَ الْبَطْنِ عَرِّجْ ھٰکَذَا[۲]
اے پیٹ کے لالچی! اس طرح مائل ہو

اِنَّمَا الْمِنْھَاجُ تَبْدِیْلُ الْغِذَا
غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے

یَا مَرِیْضَ الْقَلْبِ عَرِّجْ لِلْعِلَاجِ
اے دل کے مریض! علاج کی طرف مائل ہو

جُمْلَۃُ التَّدْبِیْرِ تَبْدِیْلُ الْمِزَاجِ
مکمل تدبیر مزاج کا بدلنا ہے

اَیُّھَا الْمَحْبُوْسُ فِیْ رَھْنِ الطَّعَامِ
اے کھانے کی رہن کے قیدی

سَوْفَ تَنْجُوْ اِنْ تَحَمَّلْتَ الْعِظَامَ
عنقریب تو نجات پا جائیگا، اگر تو نے بڑے (مصائب) برداشت کر لیے

اِنَّ فِی الْجُوْعِ طَعَامًا وَّافِرًا
بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے

اِفْتَقِدْہُ وَارْتَجِ یَا نَافِرًا
اس کو تلاش کرے اور امید رکھ اے بھاگنے والے

اِغْتَذِ بِالنُّوْرِ کُنْ مِثْلَ الْبَصَرِ
نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا

وَافِقِ الْاَمْلَاکَ یَا خَیْرَ الْبَشَرِ
اے انسانوں میں سے بہتر! فرشتوں کی موافقت کر

چوں مَلَک تسبیحِ حق را کُن غذا[۳]
فرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنا لے

تا رہی ہمچوں ملائک از اذا
تاکہ تو فرشتوں کی طرح بے نجات پا جائے

جبرئیل ار سوئے جیفہ کم تند
اگر جبرئیل مردار کا رخ نہیں کرتے ہیں

او بقوت کے ز کرگس کم زند
وہ قوت میں گدھ سے کم پرواز کب کرتے ہیں؟

پیل اگرچہ در زمیں آہستہ است
ہاتھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے

او ز پشہ باز گو چوں رستہ است
بتا وہ مچھر سے کب بچا ہے!

ہے ان کی پرواز مردار خور گدھ سے بہت زیادہ ہے۔ پیل۔ ہاتھی کا جسم بھاری بھر کم ہے لیکن مچھر اس کو ہلاک کر سکتا ہے تو جسم کی طاقت پر مدار نہیں ہے۔

[۱] گر نگشتے۔ اگر جسم روح کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ نہ بنتا تو حضورؐ "شیطان مسلمان ہوگیا" نہ فرماتے۔ دیو شیطان اگر نور سے غذا حاصل نہ کرتا تو وہ مسلمان کب بن سکتا تھا۔ دیو۔ جسم انسانی دنیا کا عاشق ہے جب تک آخرت کا عشق نہ پیدا ہوگا اس عشق کی کمر نہ ٹوٹے گی۔ از نہانخانہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے یقین کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے تو عشق نمودار ہو جاتا ہے۔ یا حریص۔ غذا کی تبدیلی سے مزاج بدلتا ہے اور اس سے مرض زائل ہو جاتا ہے، انسان کو غذاءِ جسمانی چھوڑ کر غذاءِ روحانی کا عادی بننا چاہیے۔

[۲] یا مریض۔ مزاج کے تغیر سے ہی امراض پیدا ہوتے ہیں جب مزاج کی تبدیل کر کے اس کو اصل حالت میں لے آیا جائے تو مرض زائل ہو جاتا ہے۔ عظام۔ صبر کے مصائب برداشت کرنے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ اِنَّ فِی الْجُوْعِ۔ شعر:
اندرون از طعام خالی دار
تا در آں نورِ معرفت بینی
وافق۔ ملائکہ کی غذا نور ہے۔

[۳] چوں ملک۔ فرشتوں کو تسبیح کے ذریعہ غذا اور نور حاصل ہوتی ہے۔ جبرئیلؑ۔ جبرئیلؑ کی طاقت نورانی

خبذا[۱] خوانے نہادہ در جہاں — لیک از چشمِ خسیساں بس نہاں

دنیا میں عمدہ خوان رکھا ہوا ہے — لیکن کمینوں کی نگاہ سے بہت چھپا ہوا ہے

اِنکار کردنِ اہلِ تن غذائے رُوح را و لرزیدنِ ایشان بر غذائے خسیسِ جسمانی

تن پروروں کا روحانی غذا سے انکار کرنا اور اُن کا جسمانی تھوڑی غذا سے لرزنا

گر جہاں باغے پُر از نعمت شود — قسمِ موش و مار ہم خاکے بُوَد

اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے — چوہے اور سانپ کا حصہ پھر بھی مٹی ہے

قسمِ شاں خاکست گر دے گر بہار — میر کونی خاک چوں نوشی چو مار

اُن کا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار ہو — تو جہان کا سردار ہے سانپ کی طرح مٹی کیوں کھاتا ہے

در میانِ چوب گوید کرمِ چوب — مر کرا باشد چنیں حلوائے خوب

لکڑی کا کیڑا لکڑی میں کہتا ہے — ایسا عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے!

در میانِ[۲] خاک گوید کرمِ خورد — ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد

چھوٹا سا کیڑا مٹی میں کہتا ہے — دنیا میں ایسا حلوہ کسی نے نہیں کھایا

کرمِ سرگیں درمیانِ آں حدث — در جہاں نُقلے نداند جز خبث

گوبر کا کیڑا اس نجاست میں — دنیا میں سوائے نجاست کے کوئی خوراک نہیں جانتا

جز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ — شد نجاست مر ورا چشم و چراغ

کوا نجاست کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے — نجاست ہی اس کا چشم و چراغ ہے

مناجات

دعا

اے[۳] خدائے بے نظیر ایثار کن — گوش را چوں حلقہ دادی زیں سخن

اے بے نظیر خدا! عنایت کر دے — جبکہ تو نے اس کام کا کان میں حلقہ پہنا دیا ہے

گوشِ ما گیر و بداں مجلس کشاں — کز رحیقت میخورند ایں سرخوشاں

ہمارا کان پکڑ اور اس مجلس میں کھینچ — کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں

چوں بما بوئے رسانیدی ازیں — سر مبند آں مشک را اے ربِّ دیں

جبکہ تو نے ہم تک اس کی خوشبو پہنچا دی ہے — اے دین کے رب! اس مشک کو بند کر

۱ خبذا۔ نورانی خوان دُنیا میں موجود ہے لیکن وہ کمینوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے وہ صرف ظاہری غذا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انکار کردن۔ دنیادار غذاءِ روح کے منکر ہیں۔ اور جسم کی جسمانی غذا کی طرف مائل ہیں۔۔۔ گر جہاں۔ اگر پورا عالم باغ بن جائے تب بھی چوہے اور سانپ کی غذا مٹی ہوتی ہے یہی حال ان دنیاداروں کا ہے۔ در میان۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی ہی کو بہترین حلوا سمجھتا ہے۔

۲ درمیان۔ زمین کا کیڑا زمین ہی کو اپنا حلوا سمجھتا ہے۔ کرمِ سرگیں۔ گوبر کے کیڑے کو گوبر ہی بہتر غذا معلوم ہوتی ہے۔ کلاغ۔ کوا نجاست ہی کو بہترین غذا سمجھتا ہے۔ مناجات۔ دعا۔

۳ اے خدا۔ جب تو نے ہمیں توفیق عطا فرمائی ہے کہ ہم اسرار و حکم سن رہے ہیں تو پھر ہمیں اہلِ حال کی مجلس میں پہنچا دے۔ زیں سخن یعنی اسرار و حکم۔ رحیق۔ شراب۔ سرخوشاں۔ مستاں۔ چوں۔ جب تو نے ہمیں اہلِ دل کی باتیں سنا دی ہیں تو ان کرم سے مخفی نہ رکھ۔

از تو نوشند از ذکور و از اناث ۔۔۔ بے دریغی در عطا یا مُستغاث

مذکر اور مؤنث تجھ ہی سے پی رہے ہیں ۔۔۔ اے فریاد رس! تو عطیات میں بے روک ٹوک ہے

اے دُعا نا گفتہ از تو مستجاب ۔۔۔ دادہ دل را ہر دمی صد فتح باب

اے وہ کہ نہ مانگی ہوئی دعا بھی تیری جانب سے قبول ہو ۔۔۔ تو نے ہر لمحہ دل کو سینکڑوں دروازوں کی کشادگیاں عطا کی ہیں

چند حرفے نقش کردی از رقوم ۔۔۔ سنگہا از عشقِ اُو شُد ہمچو موم

تو نے حروف میں سے چند حرف تحریر کیے ۔۔۔ اسکے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہوگئے

نونِ ابرو صادِ چشم و جیمِ گوش ۔۔۔ بر نوشتی فتنۂ صد عقل و ہوش

اَبرو کا نون، آنکھ کا صاد، کان کا جیم ۔۔۔ تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کیلئے فتنہ ہیں

زاں حروفت شُد خرد باریک ریس ۔۔۔ نسخ میکن اے ادیبِ خوش نویس

تیرے اُن حروف سے عقل دقیق النظر ہو گئی ۔۔۔ اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ

در خورِ ہر فکر بستہ بر عدم ۔۔۔ دمبدم نقشِ خیالِ خوش رقم

عدم پر ہر فکر کے مناسب قائم کر دیا ہے ۔۔۔ ہر لمحہ، حسین خیالی نقش

حرفہائے طرفہ بر لوحِ خیال ۔۔۔ بر نوشتہ چشم و ابرو خط و خال

خیال کی تختی پر عجیب حروف ۔۔۔ آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھ دیئے ہیں

بر عدم باشم نہ بر موجود مست ۔۔۔ زانکہ معشوقِ عدم وافی ترست

میں عدم کا عاشق ہوں نہ کہ موجود کا ۔۔۔ کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے

عقل را خط خوانِ آں اشکال کرد ۔۔۔ تا دہد تدبیرہا را زاں نورد

عقل کو اُن شکلوں کا پڑھنے والا بنا دیا ۔۔۔ تاکہ اُن کے بارے میں تدبیروں کو لپیٹ دے

تشبیہ عقل بجبرئیلؑ و نظرِ او در غیب مانندِ نظرِ جبرئیلؑ در لوحِ محفوظ

عقل کی (حضرت) جبرئیلؑ سے مشابہت اور اس کی نظر کا غیب پر (حضرت) جبرئیلؑ کی طرح رہنا

چوں ملک از لوحِ محفوظ آں خرد ۔۔۔ ہر صباحے درس ہر روزہ برد

عقل، فرشتہ کی طرح لوحِ محفوظ سے ۔۔۔ ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے

بر عدم تحریرہا بیں با بیاں ۔۔۔ واں سوادش حیرتِ سودائیاں

عدم میں وہ تحریریں دیکھ باوجود بیان کے ۔۔۔ اُن کی سیاہی دیوانوں کے لئے باعثِ حیرت ہے

ہر کسے شد بر خیالے ریش گاؤ ۔۔۔ گشتہ در سودائے گنجے گنج گاؤ

ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے ۔۔۔ خزانے کے خیال میں گنج گاؤ بنا ہوا ہے

---

۱ از تو۔ تیری عطا عام ہے تو میں بھی محروم نہ کر اے خدا۔ تیری وہ ذات ہے کہ تو نہ مانگی ہوئی دعائیں بھی قبول فرما لیتا ہے اور دل کو سینکڑوں اسرار سے مانوس کر دیتا ہے۔ چند حرفے۔ معشوقوں کے اعضاء چند حرفوں کے مشابہ ہیں نون ابرو کے اور صاد آنکھ کے، حلقہ کے اور جیم کان کے یہ حضرتِ حق کی کاریگری ہے کہ چند حرف اُس نے تحریر فرما دیئے جن کی تاثیر سے سنگدل عاشقوں کے دل موم ہو گئے ہیں۔ زاں۔ ان حروف کے ذریعہ عقل مصنوع سے صانع پر استدلال کرنے کے قابل ہو گئی۔ ریس۔ دقیق نگر۔

۲ در خور۔ انسان جس طرح حسی حروف سے مقاصد اور مطالب اخذ کرتا ہے اسی طرح خیالی حروف بھی ہیں جن سے انسان مطالب اخذ کرتا ہے اس کے لوحِ خیال پر چشم و ابرو کے نقش قائم ہیں۔ بر عدم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ صورتِ خیالی سے عاشق کا اتحادِ تام ہوتا ہے اور وہ ناقابلِ فنا ہے اس لئے میں صورتِ حسی پر صورتِ خیالی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اشکال۔ یعنی خیالی صورتیں۔

۳ تشبیہ۔ جس طرح حضرت جبرئیلؑ لوحِ محفوظ سے پڑھتے ہیں اسی طرح عقل بھی غیب سے پڑھتی ہے اور روزانہ کا درس حاصل کرتی ہے۔ تحریرہا۔ پردہ

از خیالے[1] گشتہ شخصے پُر شکوہ — روئے آوردہ بمعدنہائے کوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پُر شکوہ ہے — پہاڑ کی کانوں کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے

وز خیالے آں دگر با جہدِ مُر — رُو نہادہ سُوئے دریا بہرِ دُر
دوسرا ایک خیال کی وجہ سے تلخ کوشش کیساتھ — موتیوں کے لئے دریا کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے

واں دگر بہرِ ترہب در کنشت — واں یکے اندر حریصی سُوئے کِشت
دوسرا رہبانیت کے لئے گرجا گھر میں ہے — دوسرا حرص میں کھیتی (باڑی) کی جانب ہے

از خیال آں رہزنِ رستہ شدہ — وز خیال ایں مرہمِ خستہ شدہ
وہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکو بنا ہوا ہے — اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بنا ہوا ہے

در پری خوانی یکے دل کردہ گم — بر نجوم آں دیگرے بنہادہ سم
ایک نے حاضرات میں دل کو گم کر دیا ہے — دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے

آں یکے در کشتی از بہرِ رباح[2] — آں یکے با فسق و دیگر با صلاح
ایک نفع کے لئے کشتی میں ہے — ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں

ایں رَوشہا مختلف بیند بروں — زاں خیالاتِ ملوّن ز اندروں
باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں — اندر کے رنگا رنگ خیالات کی وجہ سے

ایں دراں حیراں شدہ کاں بر چہ ست — ہر چشندہ آں دگر را نافی ست
یہ اس میں حیران ہے کہ یہ خیالات کس بنا پر ہیں — ہر چکھنے والا دوسرے کا منکر ہے

آں خیالات ار نیند نامو تلف — چوں ز بیروں شد روشہا مختلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں — تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں

قبلۂ جاں را چو پنہاں کردہ اند — ہر کسے رُو جانبے آوردہ اند
چونکہ انھوں نے جان کے قبلہ کو چھپا دیا ہے — ہر شخص ایک جانب کو منہ کئے ہوئے ہے

تمثیل[3] روشہائے مختلف و ہمہائے گوناگوں باختلاف

مختلف روشوں اور مختلف قسم کے وہموں کی اندھیرے میں نماز کے وقت

تحرّی متحریاں در وقتِ نماز قبلہ را بوقتِ تاریکی و

قبلہ کی اٹکل کرنے والوں کی اٹکل کے اختلاف سے اور غوطہ زنوں کی سمندر

تحرّی غوّاصاں در قعرِ بحر

کی تہ میں اٹکل سے مثال

---

[1] از خیالے۔ مختلف خیالات کی بنا پر جو کوششیں ہیں ان کا ذکر ہے۔ وز خیالے۔ کوئی شخص موتی کی صورت خیالیہ کی بنا پر دریا سے اس کا جویاں ہے۔ ترہب۔ رہبانیت اختیار کرنا یعنی دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے گرجا گھر میں بیٹھ جانا۔ کنشت۔ یعنی نصاریٰ کا عبادت خانہ۔ رستہ۔ بازار۔ پری خوانی ایسے عمل کرنا جس سے بھوت اور پریاں حاضر ہو جاتی ہیں اس کو حاضرات کہا جاتا ہے۔

[2] رباح۔ نفع۔ نقرس۔ جنگیں۔ حیراں۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے خیالات پر تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ آں۔ چونکہ ہر انسان کا خیال جداگانہ ہے اس لئے ہر شخص کا عمل بھی مختلف ہے۔ تا کہ مختلف مختلف۔ قبلۂ جاں۔ انسانوں نے عقل سے صحیح کام نہیں لیا اس لئے مقصود حقیقی مخفی ہو گیا اور ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق قبلہ کا ایک رُخ تجویز کر کے اس کی طرف منہ کر لیا ہے۔

[3] تمثیل۔ حقیقی مقصود مخفی ہو جانے کی صورت میں لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ کی حقیقی سمت معلوم نہ ہونے کی صورت میں ہر شخص ایک ایک جانب کو نماز پڑھتا ہے یا مختلف غوطہ خور موتی کے لئے مختلف سمتوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔

ہمچو قومے کہ تحرّی میکنند
جس طرح لوگ اٹکل کرتے ہیں
بر خیالِ قبلہ ہر سُو می تنند
قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رُخ کرتے ہیں

[1] چونکہ کعبہ رُو نماید صبح گاہ
جب صبح کو قبلہ رُونما ہوتا ہے
کشف گردد کہ گُم کردہ ست راہ
واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے

یا چو غواصاں بزیرِ قعرِ آب
یا جس طرح غوطہ زن پانی کی گہرائی کے نیچے
ہر کسے چیزے ہمی گیرد شتاب
ہر شخص جلدی سے ایک چیز پکڑ لیتا ہے

بر اُمیدِ گوہر و دُرِّ ثمیں
جوہر اور قیمتی موتی کی اُمید پر
توبرہ پُر میکنند از آن و ایں
اُس اور اِس سے تھیلی بھر لیتے ہیں

چوں برآیند از تگِ دریا ژرف
جب گہرے دریا کی تہ سے باہر آتے ہیں
کشف گردد صاحبِ دُرِّ شگرف
عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے

واں دگر کہ بُرد مروارید خُرد
اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے
واں دگر کہ سنگریزہ و شبہ بُرد
اور وہ جس نے پتھری اور پوتھ حاصل کیا ہے

[2] ھٰکَذَا نَبْلُوْھُمْ بِالسَّاھِرَة
اسی طرح ہم ان کو میدان میں آزمائیں گے
فِتْنَةً ذَاتَ افْتِضَاحٍ قَاھِرَة
آزمائش میں جو زبردست رسوائی والی ہوگی

ہمچنیں ہر قوم چوں پروانگاں
اسی طرح ہر قوم پروانوں کی طرح
گرد شمعے پر زناں اندر جہاں
دنیا میں ایک شمع کے چاروں طرف پرواز کر رہی ہے

خویشتن بر آتشے بر میزنند
اپنے آپ کو ایک آگ پر پھینک رہی ہے
گردِ شمعِ خود طوافے می کنند
اپنی شمع کے گرد طواف کر رہی ہے

بر اُمیدِ آتشِ موسیٰؑ بخت
نصیب کے موسیٰؑ کی آگ کی اُمید پر
کز لہیبش سبز تر گردد درخت
جس کی لپٹ سے درخت زیادہ سرسبز ہو جاتا ہے

فضلِ آں آتش شنیدہ ہر رَمہ [3]
ہر جماعت نے اس آگ کی فضیلت سن لی ہے
ہر شرر را آں گماں بُردہ ہمہ
سب نے اِس چنگاری کو وہ سمجھا ہے

چوں برآید صبحدم نورِ خلود
جب صبح کو ہمیشگی کا نور طلوع کرے گا
وانماید ہر یکے چہ شمع بود
ہر شخص دیکھ لے گا کہ کیا شمع تھی

ہر کرا پر سوخت زاں شمعِ ظفر
جن کے اُس کامیابی کی شمع سے پر جلے ہیں
بدہدش آں شمعِ خوش ہفتاد پر
اُس کو وہ شمع ستر اچھے پر دیدے گی

[1] چونکہ۔ جب صبح کو قبلہ رُونما ہوتا ہے تو ہر شخص کو غلطی کا احساس ہوتا ہے اسی طرح لوحِ محفوظ کا مکتوب جب واضح ہوگا تو غلط اندیشوں کو غلطی کا احساس ہوگا۔ دُرِّ ثمین۔ قیمتی موتی۔ توبرہ۔ تھیلا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ عجیب۔

[2] ساہرہ۔ رُوئے زمین، میدان۔ افتضاح۔ رسوا ہو جانا۔ شمعے۔ یعنی مقصود۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کو خدا کی تجلی ایک درخت پر آگ کی صورت میں نظر آئی تھی۔ لہیب۔ لپٹ۔

[3] رمہ۔ جماعت۔ آں یعنی نورِ موسوی۔ نورِ خلود۔ ابدی نور۔ شمعِ ظفر یعنی عشقِ خداوندی۔

جوقِ پروانہ دو دیدہ دوختہ — مانَد زیرِ شمعِ بد پر سوختہ

دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے پروانوں کی جماعت — بُری شمع کے نیچے پَر جلی ہوئی رہ جائے گی

می طپد اندر پشیمانی و سوز — میکند آہ از ہوائے چشم دوز

وہ سوزش اور شرمندگی میں تڑپے گی — آنکھیں سی دینے والی خواہشِ نفسانی سے آہ کرے گی

شمع اُو گوید کہ چوں من سوختم — کے ترا برہانم از سوز و ستم

اُس کو شمع کہے گی جبکہ میں جل گئی — میں تجھے سوزش اور ستم سے کیسے رہائی دوں!

شمع اُو گریاں کہ من سر سوختہ — چوں کُنم من غیر را افروختہ

اُس کی شمع روئے گی کہ میں سر جلی — دوسرے کو کیا روشن کروں ؟

در تفسیرِ آیت یَا حَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادُ

"بندوں پر حسرت ہے" آیت کی تفسیر

اُو ہمی گوید کہ از اَشکالِ تو — غرّہ گشتم دیر دیدم حالِ تو

وہ کہے گا کہ تیری صورت سے — میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں دیکھی

شمع مُردہ بادہ رفتہ، دلربا — غوطہ خورد از ننگِ کژبینیِ ما

شمع مر کر چلی گئی، دل رُبا نے — غوطہ مار لیا، ہماری کج بینی کی ذلت سے

ظَلَّتِ الْاَرْبَاحُ خُسْرًا مُغْرَمَا — نَشْتَکِی شَکْوٰی اِلَی اللہِ الْعَمٰی

نافع مُرتَد والا نقصان بن گئے — اندھے پن کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے

حَبَّذَا اَرْوَاحِ اِخْوَانِ ثِقَاتْ — مُسْلِمَاتٌ مُؤْمِنَاتٌ قَانِتَاتْ

ثقہ بھائیوں کی روحیں قابلِ مبارکباد ہیں — مسلمان ہیں، مومن ہیں، سجدہ کرنے والی ہیں

ہر کسے روئے بسوئے بُردہ اند — واں عزیزاں رُو ببے سُو کردہ اند

ہر شخص نے ایک جانب رُخ کیا ہے — وہ باعزت ہیں جنہوں نے بے رُخ کی جانب رُخ کیا ہے

ہر کبوتر می پَرد در مذہبے — ویں کبوتر جانبِ بے جانبے

ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے — یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے

ہر عقابے می پَرد از جا بجا — ویں عقاباں راست بیجائی سَرا

ہر باز ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے — اِن بازوں کی سرائے لامکانی ہے

مانہ مرغانِ ہوائے خانگی — دانۂ ما دانۂ بے دانگی

ہم نہ ہوائی پرند ہیں، نہ پالتو — ہمارا دانہ، بے دانگی کا دانہ ہے

---

۱ جوقِ۔ جو لوگ عقلِ سلیم سے کام نہیں لیں گے اور شیطان کے فریب خوردہ ہونگے وہ گم گشتہ راہ ہونگے۔ میکند۔ جو آنکھیں بند کر کے شہوات میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ آہیں بھریں گے۔ شمع اُو گوید۔ یعنی باطل معبود اُن سے برأت کرینگے۔

۲ چوں کُنم۔ باطل معبود خود عذاب میں ہونگے وہ دوسروں کو کیا بچا سکیں گے۔ آگ، باطل پرست۔ شمع۔ یعنی باطل معبود منہ چھپائیں گے۔ ظلّت۔ متوقع نفع ٹوٹا ثابت ہوگا اور یہ لوگ اپنے اندھے پن کا شکوہ کرینگے۔

۳ حبّذا۔ مومنین کی روحیں مسلمات ہوں گی۔ واں عزیزاں جو لوگ حق پرست ہیں اور انہوں نے اپنا رُخ ذاتِ منزّہ کی طرف کیا ہے وہ باعزت ہونگے۔ ویں کبوتر۔ یہ وہ روحیں ہیں جو مومنات ہیں۔ بے جانبے۔ یعنی ذاتِ حق جو جہت سے منزہ ہے۔ ہر عقابے۔ ہر انسان کا ایک جانب کو رُخ ہے لیکن اخوانِ صفا کا مکان لامکان ہے۔ مانہ۔ وہ یہ کہتے ہیں۔

زاں[1] فراخ آمد چنیں روزیِ ما ‌ ‌ ‌ ‌ کہ دریدن شُد قبادوزیِ ما
اسی لئے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ہمارا پھاڑنا قبا کو سینا ہے

دربیان آنکہ فرجی راچرا فرجی نام نہادند اوّل
اِس کا بیان کہ شروع میں فرجی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفیٔ بدرید جُبّہ در حرج ‌ ‌ ‌ ‌ پیشش آمد بعد بدریدن فرج
ایک صوفی نے تنگی میں جبّہ پھاڑ ڈالا ‌ ‌ ‌ ‌ پھاڑنے کے بعد اُس کو فراخی میسر آگئی

کردہ نام آں دریدہ فرجی[2] ‌ ‌ ‌ ‌ ایں لقب شد فاش زاں مردِ نجی
اُس نے اُس پھٹے ہوئے (جبّہ) کا نام کشادگی والا رکھدیا ‌ ‌ ‌ ‌ اُس برگزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہوگیا

ایں لقب شد فاش و صافش شیخ بُرد ‌ ‌ ‌ ‌ ماند اندر طبعِ خلقاں حرفِ دُرد
یہ لقب مشہور ہوگیا اور اُس کی حقیقت شیخ لے گیا ‌ ‌ ‌ ‌ لوگوں کی طبیعت میں حرف تلچھٹ باقی رہ گئی

ہمچنیں ہر نام صافی داشتہ است ‌ ‌ ‌ ‌ اسم را چوں دُردی بگذاشتہ است
اسی طرح ہر وہ نام جو صفائی رکھتا تھا ‌ ‌ ‌ ‌ اُس نے نام کو تلچھٹ کی طرح چھوڑا

ہر کہ گلخوار[3] است دُردی را گرفت ‌ ‌ ‌ ‌ رفت صوفی سُوئے صافی ناشگفت
جو مٹی کھانے والا ہے اُس نے تلچھٹ لی ہو ‌ ‌ ‌ ‌ صوفی صاف کی جانب تعجب کے بغیر چلا گیا

گفت لابد دُرد را صافی بُوَد ‌ ‌ ‌ ‌ زیں دلالت دل بصفوت میرود
صوفی نے کہا، تلچھٹ کے لئے صفائی لازمی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اِس رہنمائی سے دل صفائی کی جانب جاتا ہے

دُردِ عُسر افتاد و صافش یُسرِ او ‌ ‌ ‌ ‌ صاف چوں خرما و دُردی بُسرِ او
تنگی تلچھٹ ہے اُس کا صاف اُس کی کشادگی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ صاف خرما کی طرح ہے اور تلچھٹ اُس کا کچا ہے

عُسر با یُسر است ہیں آیس مباش ‌ ‌ ‌ ‌ راہ داری زیں ممات اندر معاش
تنگی کشادگی کے ساتھ ہے خبردار! مایوس نہ ہو ‌ ‌ ‌ ‌ اِس موت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے

صاف خواہی جُبّہ بشگاف اے پسر ‌ ‌ ‌ ‌ تا ازاں صفوت برآری زود سر
اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے جُبّہ کو پھاڑ دے ‌ ‌ ‌ ‌ تاکہ اُس میں سے جلد صفائی ظاہر ہوجائے

---

[1] زاں۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر کھودنے سے ایندھن فراواں ہوجاتا ہے اور قبا چاک کردینے سے روزی فراواں ہوجاتی ہے اُس کے استر ابرے وغیرہ کو فروخت کرکے گذارا کیا جاسکتا ہے، یعنی اسبابِ ظاہری کو ختم کردینے سے اللہ پر توکل ہوجاتا ہے۔ وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسبُہٗ۔ دربیان۔ جُبّہ کو شروع میں فرجی اسلئے کہا گیا کہ ایک فقیر نے اپنا جبّہ پھاڑ کر فروخت کردیا اور اُس سے اُس کو فراخدستی حاصل ہوگئی یعنی اُس نے وجودِ ظاہری کو فنا کیا تو اُس کو جاودانی بقا حاصل ہوگئی اس لئے اُس نے پھٹے ہوئے جبّہ کا نام فرجی یعنی کشادگی والا رکھ دیا۔ حرج۔ تنگی۔ فرج کشادگی

[2] فرجی۔ یعنی اُس جبّہ کا نام کشادگی والا پڑ گیا کیونکہ اُس کے پھٹنے سے اُس فقیر کو کشادگی حاصل ہوئی تھی۔ فاش۔ مشہور۔ دُرد تلچھٹ۔ ہمچنیں۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ابتداءً کوئی نام کسی حقیقت کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے، لیکن پھر اُس نام میں سے حقیقت گم ہوجاتی ہے اور صرف لفظ رہ جاتے ہیں۔

[3] گلخوار۔ یعنی دنیا پرستوں نے مجاز کو اختیار کرلیا اور حقیقت تک نہ پہنچے، حقیقت پرست صوفی حقیقت تک پہنچ گیا۔ گفت۔ مجاز پرست سمجھتا ہے کہ مجاز میں حقیقت پنہاں ہے۔ صفوت۔ نیز، صاف۔ عُسر۔ مجاز کی مثال تنگی اور کچی کھجور کی سی ہے اور حقیقت کی مثال یُسر اور پکی کھجور کی ہے۔ ہر عسر تنگی کے بعد یُسر اور سہولت میسر آتی ہے۔ راہ۔ فنا کے بعد ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ صاف۔ اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو ظاہر پرستی اور تن پروری چھوڑ دے بہت جلد حقیقت تک پہنچ جائے گا۔

ہست[1] صوفی آنکہ شد صفوت طلب — نہ لباسِ صوف و خیاطی و دب

صوفی وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو — نہ کہ اون کا لباس اور سینا اور نقش

صوفیی گشتہ بہ پیشِ ایں لئام — الخیاطۃ واللواطۃ والسلام

اِن کمینوں کے لئے صوفی ہونا بن گیا ہے — سینا اور اِغلام، والسلام

بر خیالِ آں صفا و نامِ نیک — رنگ پوشیدن نکو باشد ولیک

صفا کے خیال اور بھلے نام کی وجہ سے — رنگین پہننا اچھا ہوگا لیکن

بر خیالش گر روی تا اصلِ او — ہمچناں کہ گر بہ سوئے ناں بو

اگر اُس کے خیال سے تو حقیقت کی طرف جائے — جس طرح کہ کوئی خوشبو کے ذریعہ روٹی کی جانب

بو[2] قلاووز ست اے جویائے عشق — نے ز بو یعقوب شد بینائے عشق

اے عشق کے تلاش کرنے والے! بو رہنما ہے — کیا بُو کی وجہ سے (حضرت) یعقوبؑ عشق کے بینا نہیں بنے؟

دور باشِ غیرتت آمد خیال — گرد بر گردِ سراپردہ جلال

(فاسد) خیال تیرے لئے دو شاخہ نیزہ ہے — جلال کے پردے کے اردگرد ہے

بستہ ہر جوینده را کہ راه نیست — ہر خیالش پیش می آید کہ بیست

جس نے ہر تلاش کرنے والے کو باندھ دیا ہے کہ راستہ نہیں ہے — ہر خیال اُس کے سامنے آجاتا ہے کہ ٹھہر جا

جز مگر آں تیز گوش و تیز ہوش — کش بود از جیشِ نصرتہاش جوش

سوائے اُس تیز کان والے اور تیز ہوش والے کے — جس کو مددوں کے لشکر سے جوش حاصل ہے

بجہد[3] از تخییلہا بے شہ شود — تیر شہ بنماید و بیروں رود

وہ تخیلات سے نکل جاتا ہے بغیرت کے بنجاتا ہے — شاہی تیر دکھاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

ہر کہ را در دست تیرِ شہ بود — راه یابد تا بمنزل می رود

جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیر ہو — راستہ پالیتا ہے منزل تک چلا جاتا ہے

فی المناجات

دُعا

اے قدیم رازدانِ ذو المنن — در رہِ تو عاجزیم و ممتحن

اے احسانوں والے، راز کو جاننے والے قدیم! — تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور مشقت میں ہیں

ایں دلِ سرگشتہ را تدبیر بخش — ویں کمانہائے دوتو را تیر بخش

اِس حیران دل کو تدبیر عنایت کردے — اِن خمیدہ کمانوں کو تیر عنایت کردے

---

[1] ہست۔ تصوف محض کمبل پوشی اور پیوند در پیوند گدڑی اور اس کو منقش کرنے کا نام نہیں ہے۔ لئام کمینے لواطت۔ اغلام۔ ہر خیال نیکی تک پہنچنے کے لئے نیکوں کا لباس اختیار کرنا مفید ہے لیکن محض لباس اختیار کرلینا اور بدوں کے سے کام کرنا بُرا ہے۔ ہمچناں۔ نشانات سے منزلِ مقصود تک پہنچنا چاہیے، محض نشان حاصل کرنا کافی نہیں ہے۔

[2] بو۔ کسی چیز کی خوشبو سے اُس چیز تک پہنچا جاسکتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے عشق کے بینا بنے اور ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ دور باش۔ وہ دو شاخہ نیزہ جو چوبدار بادشاہوں کے آگے لیکر لوگوں کو ہٹاتا ہوا چلتا ہے یعنی مجاز میں پھنسنا اور مجاز کا خیال خدا کی غیرت کا دور باش ہے جو انسان کو اُس کے دربار سے ہٹا دیتا ہے۔ بستہ۔ یہ خیال حقیقت تک نہیں پہنچنے دیتا ہے۔ جز۔ توفیق خداوندی جن کا ساتھ دیتی ہے وہ مجاز سے حقیقت تک پہنچتے ہیں۔

[3] بجہد۔ توفیق جن کا ساتھ دیتی ہے وہ ان خیالات سے شاہی تیر کی علامت دکھا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تیر شہ۔ شاہی تیر پر علامت ہوتی تھی جس کو دکھا کر کارکن ہر جگہ جاسکتا تھا۔ ذوالمنن۔ احسانوں والا، اللہ تعالیٰ۔ ممتحن۔ مصیبت زدہ۔ تیر یعنی شاہی تیر۔

جرعہ بر ریختی زاں خفیہ جام
تو نے اس پوشیدہ جام سے گھونٹ گرا دیا ہے
بر زمینِ خاکِ مِنْ کَاسِ الکِرَام
خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے

جُست بر زلف و رُخ از جرعہ نشاں
گھونٹ کا نشان زلف اور رُخ پر تلاش کیا؟
خاک را شاہاں ہمی لیسند ازاں
اسی وجہ سے شاہ خاک کو چاٹتے ہیں

جرعہ حسن ست کاین خاکِ کش
حُسن کا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھلی ہے
کہ بصد دل روز و شب می بوسیش
کہ تو دل و جان سے دن رات اس کو چومتا ہے

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
مٹی میں ملا ہوا گھونٹ جبکہ مجنون بنا دیتا ہے
مر ترا تا صافِ اُو خود چوں کند
تو تجھے اُس کا صاف کیا بنا دے گا؟

ہر کسے پیشِ کلوخے جامہ چاک
ہر شخص ایک مٹی کے ڈھیلے کے سامنے کپڑے پھاڑے ہوئے ہے
کاں کلوخ از حُسن آمد جرعہ ناک
کیونکہ وہ ڈھیلا حُسن سے گھونٹ حاصل کئے ہوئے ہے

جرعہ بر ماہ و خورشید و حمل
ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج حمل پر
جرعہ بر عرش و کرسی و زحل
ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زحل پر

جرعہ گوئیش اے عجب یا کیمیا
تعجب ہے تو اس کو گھونٹ کہے یا کیمیا
کہ ز آسیبش فنا گردد بقا
کہ اُس کے اثر سے فنا، بقا بن جاتی ہے

جد طلب آسیبِ اُو اے ذوفنوں
اے ہنر مند! اُس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے
لَا یَمَسُّ ذَاکَ اِلَّا الطَّاہِرُوْن
اُس کو نہیں چھو سکتے ہیں مگر پاک لوگ

جرعہ بر لعل و بر زر و دُرر
ایک گھونٹ ہے لعل اور سونے اور موتیوں پر
جرعہ بر خمر و بر نُقل و ثمر
ایک گھونٹ ہے شراب اور چبینے اور پھلوں پر

جرعہ بر رُوئے خوبانِ لطاف
ایک گھونٹ ہے نازک اندام حسینوں کے رُخ پر
تا چگونہ باشد آں رَواقِ صاف
تو اُس چھنے ہوئے اور صاف کا کیا حال ہوگا؟

چوں ہمی مالی زباں را اندریں
جبکہ تو اُس پر زبان کو ملتا ہے
چوں شوی چوں بینی آنرا بے زطیں
تو تیرا کیا حال ہوگا جبکہ اُس کو بغیر مٹی کے دیکھے گا

چونکہ وقتِ مرگ آں جرعہ صفا
چونکہ موت کے وقت وہ مُصفّیٰ گھونٹ
زیں کلوخِ تن بمردن شد جدا
جسم کے اِس ڈھیلے سے، مرنے پر جُدا ہو گیا

آنچہ ماند میکنی زودش دفیں
جو رہ گیا اُس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا ہے
کیں چنیں زشتے و دو چوں بد قریں
کہ یہ ایسا بد نما، اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا!

۱؎ جرعہ - وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ عربی۔ کریموں کے پیالے سے زمین کو بھی حصّہ ملتا ہے۔ عجبت مظاہر قدرت میں حُسنِ ازلی کی تجلی نمودار ہو گئی ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کے شیدائی ہیں۔ گش - خوش، مظاہر پرستی اُس کے حُسنِ ازلی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ خاک آمیز وہ تجلی جو مادیات میں ظہور پذیر ہے جب اُس نے دیوانہ بنا رکھا ہے تو جو تجلی اُس سے منزہ ہے، اُس کا کیا حال ہوگا۔

۲؎ ہر کسے - جس قدر مظاہر ہیں وہ تجلی حقیقی سے سیراب ہیں خواہ وہ چاند اور سورج ہو یا عرش و کرسی وہ گھونٹ جو حقیقی تجلی سے حاصل ہوتا ہے اُس سے فانی بھی بقا حاصل کر لیتا ہے۔ جد - اِس گھونٹ کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے مجاہدوں کی ضرورت ہے تاکہ باطنی طہارت حاصل ہو سکے۔ ...... جرعہ - دنیا کی ہر مرغوب چیز نے اِسی حُسنِ ازلی سے گھونٹ حاصل کر لیا ہے حسین معشوق اسی کے جرعہ نوش ہیں۔

۳؎ چوں - جبکہ اِس تلچھٹ جرعہ کو دیکھ کر تیرا یہ حال ہوا ہے اگر صاف جرعہ کو دیکھے گا تو کیا حال ہوگا۔ چونکہ حسین معشوق سے موت کے وقت وہ جرعہ واپس لے لیا جاتا ہے تو تو اُس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا ہے، اور بہت جلد مٹی کو دفن کر دیتا ہے اور اُس سے اپنی رفاقت پر تعجب کرتا ہے۔

جاںؒ چو بے ایں جیفہ بنماید جمال — کے توانم گفت لطفِ آں وصال

جان، جب اس مُردار کے بغیر حُسن دکھائیگی — اُس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں

مہ چو بے ایں ابر بنماید ضیا — شرح نتواں کرد زاں کار و کیا

چاند جب اِس ابر کے بغیر روشنی دکھائے گا — اِس معاملہ اور پاکیزگی کی شرح نہیں کی جا سکتی

حَبَّذا آں مطبخِ پُر نوش و قند — کیں سلاطیں کاسہ لیسانِ وے اند

سبحان اللہ، وہ کیسا شہد و شکر سے پُر مطبخ ہے — کہ یہ شہنشاہ اُس کا پیالہ چاٹنے والے ہیں

حَبَّذا آں خرمنِ صحرائے دیں — کہ بُوَد ہر خرمن آں را خوشہ چیں

وہ دین کے صحراء کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے — کہ ہر خرمن اُس کا خوشہ چیں ہوتا ہے

حَبَّذا دریائے عمرِ بے غمے — کہ بُوَد زو ہفت دریا شبنمے

بے غم عُمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں — کہ اُس کے مقابل ساتوں دریا شبنم ہیں

جرعہ چوں ریخت ساقیِ الست — بر سرِ ایں شورہ خاکِ زیردست

الست کے ساقی نے جب ایک گھونٹ بہایا — اِس نچلی بنجر زمین پر

جوشؔ کرد آں خاک و ما زاں جوششیم — جرعۂ دیگر کہ بس بے کوششیم

اُس خاک نے جوش مارا اور ہم اُسی جوش میں ہیں — (اے خدا) دوسرا گھونٹ کہ ہم بے طاقت ہیں

گر روا بُد نالہ کردم از عدم — ور نبُود ایں گفتنی نک تن زدم

اگر جائز ہو تو معدوم (گھونٹ) کا نالہ کروں — اور اگر یہ اَن کہنی ہے تو میں چُپ ہوا

ایںؔ بیانِ بطِّ حرصِ منثنی ست — از خلیلؑ آموز کاں بط کشتنی ست

یہ حرص کی اوندھی بط کا بیان ہے — خلیل (اللہ) سے سیکھ لے یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے

ہَست در بط غیر ایں بس خیر و شر — ترسم از فوتِ سخنہائے دگر

بط میں اس کے علاوہ اور بہت سے خیر و شر ہیں — میں دوسری باتوں کے چھوٹ جانے کے خوف سے ڈرتا ہوں

صفتِ طاؤس و طبعِ اُو و سببِ کشتنِ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اُو را

مور کی صفت اور اُس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اُس کو مار ڈالنے کا سبب

آمدیم اکنوں بطاؤسِ دو رنگ — کو کند جلوہ برائے نام و ننگ

اب ہم دوغلے مور کے ذکر پر آ گئے — کہ وہ فخر و مباہات کے ذریعہ نمائش کر رہا ہے

لہ جاں۔ صاف تجلی سے وصل کی لذت کا بیان ناممکن ہے۔ قمر۔ دیدارِ حق کا لطف اور شرح ناقابلِ بیان ہے۔ حبذا۔ خابانِ حقیقی اُس کے دربار سے جو لذتیں حاصل کرتے ہیں وہ عجیب و غریب ایسے کہ دو جہاں جس خرمن کے خوشہ چیں ہیں وہ خرمن قابلِ ستائش کیا ہے۔ حبذا دریا۔ معنوی لذائذ کا دریا اس قدر وسیع ہے کہ ساتوں سمندر اُس کے سامنے شبنم کا قطرہ ہیں۔ زیردست۔ عاجز۔

لہ جوش کرد۔ عالمِ قدرت والے جرعہ سے ہم جوش میں ہیں ہم عاجزوں کو دوسرا جرعہ بھی عطا کر دے۔ گر روا۔ اگر دوسرے گھونٹ کے لیے ہماری فریاد جائز ہو تو ہم فریاد کریں ورنہ خاموشی اختیار کریں۔

لہ ایں۔ صوفیا کی اصطلاح میں بط سے مراد انسان کی صفت حرص ہے مولانا اس کا بیان کر رہے تھے درمیان میں دوسری باتیں آگئیں اب اُس کا بیان ختم کر کے دوسری مذموم صفات کا بیان شروع کرتے ہیں۔ طاؤس۔ صوفیا کی اصطلاح میں مور سے مراد حُبِّ جاہ ہے۔ دو رنگ۔ حُبِّ جاہ میں انسان نفاق سے کام لیتا ہے۔

همتِ[۱] اُو صیدِ خلق از خیر و شر
اُس کا ارادہ اچھے بُرے طریقوں پر مخلوق کا شکار کرنا ہو
و ز نتیجہ و فائدہ آں بے خبر
اور وہ نتیجہ اور فائدے سے بے خبر ہے

بیخبر چوں دام میگیرد شکار
ایسا ہی لاعلم ہے جس طرح جال شکار پھانستا ہے؟
دام را چہ علم از مقصودِ کار؟
جال کو کام کے مقصد کا کیا علم؟

دام را چہ ضر و چہ نفع از گرفت
گرفتار کرنے میں جال کا کیا نفع و نقصان؟
زیں گرفتِ بیہدہ اش دارم شگفت
اُس کی اِس بیہودہ گرفت سے مجھے تعجب ہے

اے برادر دوستاں افراشتی
اے بھائی! تو نے دوستوں کو بلند کیا
با دو صد دلداری و بگذاشتی
سینکڑوں دلداریوں سے اور چھوڑ دیا

کارت ایں بودہ ست از وقتِ وِلاد
پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے
صید مردم کردن از دام و داد
جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا

زاں[۲] شکار و انبہیِ باد و بود
اُس شکار اور تگ و دو کی کثرت سے
دست در کُن ہیچ یابی تار و پود
(جال میں)، ہاتھ ڈال کچھ تانا بانا تیرے ہاتھ نہ آئیگا

بیشتر رفت ست و بیگاہ است روز
دن بیشتر چلا گیا اور نا وقت ہو گیا
تو بجد در صیدِ خلقانے ہنوز
تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے

آں یکے می گیر و ایں می ہل ز دام
اُن ایک کو پکڑ اور اِس کو جال میں سے چھوڑ دے
ویں دگر را صید می کن چوں لئام
کمینوں کی طرح دوسرے کا شکار کر

باز ایں را می ہل و می جُو دگر
پھر اُس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر
اینت لعبِ کودکانِ بے خبر
عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے

شب[۳] شود در دامِ تو یک صید نے
رات ہو جائیگی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں ہے
دام بر تو جُز صداع و قید نے
تیرے لئے جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں ہے

پس تو خود را صید میکردی بدام
تو نے جال سے خود اپنا شکار کر لیا
کہ شدی محبوس و محرومی ز کام
کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا

در زمانہ صاحبِ دامے بُود؟
کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہوگا
ہمچو ما احمق کہ صیدِ خود کند
ہم جیسا احمق! کہ خود اپنا شکار کرلے؟

چوں شکارِ خوک آمد صیدِ عام
عوام کو پھانسنا سؤر کے شکار کی طرح ہے
رنج بیحد لقمہ خوردن زو حرام
مشقت بیحد، اور اُس میں سے لقمہ کھانا حرام ہے

۱؎ ہمت او۔ حُبِ جاہ میں انسان لوگوں کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لئے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ بیخبر۔ یہ عادت اسی طرح لوگوں کو پھنساتا ہے جس طرح انجام سے بے خبر جال پھنساتا ہے۔ اے برادر۔ حُبِ جاہ میں مبتلا کی دوستی ناپائیدار ہوتی ہے وہ حصولِ مقصد کیلئے دوست بناتا ہے اور اپنا فائدہ پورا کرکے دوستوں کو فراموش کر دیتا ہے۔

۲؎ زاں۔ حُبِ جاہ میں مبتلا کو سوچنا چاہیے کہ ان حرکات سے اُس کو کیا حاصل ہوا۔ بیشتر۔ یہ شخص انہیں لغو باتوں میں عمر کو برباد کرتا ہے۔ آں یکے۔ کبھی کسی کو پھنساتا ہے پھر اُس کو چھوڑتا ہے، دوسروں کو پھنساتا ہے اسی کی یہی طفلانہ حرکات جاری رہتی ہیں

۳؎ شب شود۔ روزِ عمر ختم ہو جاتا ہے کہ شب کو موت آجاتی ہے وہ دوسروں کا شکار کرتا ہے لیکن خود محرومی کا شکار بن جاتا ہے۔ در زمانہ۔ وہ شکاری بڑا احمق ہے جو شکار کی بجائے خود شکار بن جائے۔ چوں۔ عوام کو پھانسنا سؤر کا شکار کرنا ہے کہ بڑی مصیبت سے جال میں پھنستا ہے اور اُس کا کھانا حرام ہو۔

آنکہ ارزد صید را عشق ست و بس ۔ لیک اُو کے گنجد اندر دامِ کس

جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ صرف عشق ہے ۔ لیکن وہ کب کسی کے جال میں پھنستا ہے؟

تو مگر آئی و صیدِ اُو شوی ۔ دام بگذاری بدامِ اُو روی

ہاں تو آ اور اُس کا شکار بن جا ۔ اپنا جال چھوڑ اُس کے جال میں گرفتار ہو جا

عشق میگوید بگوشم پست پست ۔ صید بودن خوشتر از صیادیست

میرے کان میں عشق آہستہ آہستہ کہتا ہے ۔ شکاری بننے سے، شکار بن جانا بہتر ہے

گول میکن خویش را و غرّہ شو ۔ آفتابی را رہا کُن ذرّہ شو

اپنے آپ کو بیوقوف بنالے اور فریفتہ ہو جا ۔ سورج بننے کو چھوڑ ۔ ذرہ بن جا

بر درم ساکن شو و بیخانہ باش ۔ دعویِ شمعی مکُن پروانہ باش

میرے دروازے پر پڑ جا ۔ اور بے گھر بن جا ۔ شمع بننے کا دعویٰ نہ کر، پروانہ بن جا

تا بہ بینی چاشنیِ زندگی ۔ سلطنت بینی نہاں در بندگی

تاکہ تو زندگی کا لطف دیکھے ۔ بادشاہی کو غلامی میں چھپا ہوا دیکھے

نعل بینی باژگونہ در جہاں ۔ تختہ بند انرا لقب گشتہ شہاں

دنیا میں اُلٹی نعل بندی دیکھے ۔ پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہو گیا ہے

بس طناب اندر گلو و تاج دار ۔ بر وے انبوہے کہ اینک تاجدار

گلے میں سُولی کا پھندا اور تاج ہے ۔ اُس پر مجمع ہے کہ یہ بادشاہ ہے

ہمچو گورِ کافراں پُر حُلّل ۔ و اندروں قہرِ خدائے عزّ و جل

جس طرح کافروں کی قبر کہ باہر قیمتی کپڑے ہیں ۔ اور اندر خدائے عزّ و جل کا قہر ہے

چوں قبور آں را مجصّص کردہ اند ۔ پردۂ پندار پیش آوردہ اند

قبروں کی طرح اس پر بھی چونا کر دیا ہے ۔ گھمنڈ کا پردہ سامنے لٹکا دیا ہے

طبعِ مسکینت مجصّص از ہنر ۔ ہمچو نخلِ موم بے برگ و ثمر

تیری بیچاری طبیعت ہُنر سے آراستہ ۔ موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

دربیان آنکہ لطفِ حق را ہمہ کس دانند و قہر را نیز ہمہ کس دانند و ہمہ از قہرِ حق گریزانند و بلطفِ اُو آویزانند اما

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کو سب جانتے ہیں اور قہر کو بھی سب جانتے ہیں اور سب اُس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اُس کی مہر سے وابستہ ہیں

لہ آنکہ ۔ اگر شکار کھیلنا ہو تو عشق کا شکار کر لیکن یہ وہ شکار ہے جو ہر کس و ناکس کے جال میں نہیں پھنستا ہے۔ تو عشق کا شکار جب کر سکو گے کہ تم خود اُس کا شکار بن جاؤ گے۔ عشق: عشق کی صدا یہ ہے کہ شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے۔ گول ۔ عشق کے معاملے میں اپنے آپ کو بے عقل بنا لو اور سورج بننے کی بجائے ذرہ بن جاؤ۔ بردرم ۔ یہ عشق کا مقولہ ہے ۔ خانماں برباد بن کر میرے در پر آپڑ شمع ہونے کے دعوے کو چھوڑ کر پروانہ بن جا۔

لہ تا بہ بینی ۔ جب یہ کیفیت ہو جائیگی تو حقیقی لذت حاصل ہوگی اور پھر انسان غلامی میں [illegible] شاہی کرے گا۔ (شعر)

بس حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم ۔ شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہ اند

نعل بینی ۔ یعنی دنیا کے سب الٹے ہیں جو دنیا کے قیدی ہیں لوگ انکو شاہ کہتے ہیں اور جو لوگ شاہ ہیں انکو فقیر اور گدا کہتے ہیں۔ تاج دار سولی دینے کے وقت سر اور آنکھوں پر ایک ٹوپی اُڑھا دی جاتی ہے۔ تاجدار ۔ بادشاہ ۔ حلل ۔ حُلّہ کی جمع ہے ۔ لباس کا جوڑا۔

سلہ مجصّص ۔ چونے اور [illegible] سے لپا ہوا ۔ نخلِ موم ۔ کھجور کا مومی درخت ۔ دربیان ۔ حضرت حق تعالیٰ کے مہر و قہر کو ہر شخص جانتا ہے اور ہر شخص مہر کا طالب اور قہر سے گریزاں ہے لیکن اللہ نے اپنے مہر کو قہر سے اور قہر کو مہر سے ڈھانپ دیا ہے تاکہ انسانوں کی آزمائش کرے۔

حق تعالیٰ قہر ہا را در لطف پنہاں کردہ و لطفہا را در قہر

لیکن اللہ تعالے نے قہر کو مہر میں پوشیدہ کر دیا ہے اور مہر کو قہر میں

پنہاں کردہ نعل باژگونہ و تلبیس و مکر اللہ بود تا اہلِ تمیز

پوشیدہ کر دیا ہے اُلٹی چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤ تھا تاکہ اہلِ تمیز

وَیَنظُرُ بِنُورِ اللہ از بے تمیزاں و حالے بیناں و ظاہر بیناں

اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور حال کو دیکھنے والوں اور ظاہر بینوں

جدا شوند کہ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً

سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے

گفت درویشے بدرویشے کہ تو
ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ تو نے

چوں بدیدی حضرتِ حق را بگو
حضرت حق کو کیسا دیکھا ہے، بتا

گفت بیچوں دیدم اما بہرِ قال[1]
اس نے کہا میں نے بے مثال دیکھا لیکن کہنے کیلئے

باز گویم مختصر آں را مثال
اس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں

دیدمش سوئے چپ او آذرے[2]
میں نے اس کی بائیں جانب آگ دیکھی

سوئے دستِ راست جوئے کوثرے
(اور) دائیں جانب حوض کوثر دیکھی

سوئے چپش بس جہاں سوز آتشے
اس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے

سوئے دستِ راستش جوئے خوشے
اس کے دائیں ہاتھ کی جانب عمدہ نہر ہے

سوئے آں آتش گروہے بردہ دست
ایک گروہ نے اس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا ہے

بہرِ آں کوثر گروہے شاد و مست
ایک گروہ اس نہر کے لئے شاد اور مست ہے

لیک نعلِ باژگونہ بود سخت
لیکن اُلٹی چال سخت ہوتی ہے

پیش پائے ہر شقی و نیک بخت
شقی اور نیک بخت کے لئے

ہر کہ در آتش ہمی رفت و شرر
جو آگ اور چنگاریوں میں گیا

از میانِ آب بر میکرد سر
اس نے پانی میں سے سر ابھارا

ہر کہ سوئے آب میرفت از میاں
جو آگ کی طرف گیا

او در آتش یافت میشد در زماں
وہ فورًا آگ میں پایا گیا

ہر کہ سوئے راست شد و آبِ زلال[3]
جو داھنی جانب اور نیر پانی کی طرف گیا

سر ز آتش بر زد از سوئے شمال
اس نے بائیں جانب آگ میں سے سر ابھارا

---

[1] بہرِ قال۔ یعنی ذاتِ حق کی چگونگی ناقابلِ بیان ہے لیکن سمجھانے کے لئے کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

[2] آذرے۔ لذائذِ نفسانی آخرت میں بصورتِ مار و کژدم نمایاں ہوں گے اور مجاہدات و عبادات کی مشقتیں بصورتِ حور و غلمان آخرت میں نمودار ہوں گی یہ اللہ تعالے نے آزمائش کے لئے ایک تدبیر فرمائی ہے انسان اگر دنیا میں نفسانی لذائذ میں لگے گا جو بظاہر حوضِ کوثر ہیں تو وہ آگ کو حاصل کرتا ہے اور اگر عبادت کی مشقتوں میں لگے گا جو بظاہر آگ ہیں وہ حوضِ کوثر حاصل کریگا۔

[3] زلال۔ نیر پانی۔

واں کہ شد سوئے شمالِ آتشیں
جو آگ والی بائیں جانب گیا
سر بروں میکرد از سوئے یمیں[1]
وہ دائیں جانب سے سر ابھارتا ہے

کم کسے بر سرِ ایں مضمر زدے
اس پوشیدہ راز سے بہت کم لوگ واقف ہوئے
لاجرم کم کس دراں آذر شدے
لامحالہ بہت تھوڑے لوگ اس آگ میں گئے

جز کسے کز بر سرش اقبال ریخت
سوائے اس شخص کے جس کے سر پر اقبالمندی نازل ہوگئی
کو رہا کرد آب و در آتش گریخت
کہ اس نے پانی کو چھوڑ دیا اور آگ میں گھس گیا

کردہ ذوقِ نقد را معبودِ خلق
لوگوں نے نقد فائدے کو معبود بنا لیا ہے
لاجرم زیں لعب مغبوں بود خلق
لامحالہ اس کھیل سے لوگ ٹوٹے میں ہیں

جوق جوق و صف صف از حرص و شتاب
گروہ در گروہ اور صف در صف حرص اور عجلت کی وجہ سے
محترز ز آتش گریزاں سوئے آب
آگ سے بچنے والے ہیں پانی کی طرف دوڑنے والے ہیں

لاجرم ز آتش بر آوردند سر
لامحالہ انھوں نے آگ میں سے سر ابھارا
اعتبار الاعتبار اے بے خبر
اے بے خبر! عبرت حاصل کر، عبرت

بانگ میزد آتش اے گیجانِ گول
آگ پکارتی ہے اے بے وقوف احمقو!
من نیم آتش منم چشمہ قبول
میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشمہ ہوں

چشم بندی[2] کردہ اند اے بے نظر
اے اندھے! انھوں نے نظر بندی کر دی ہے
درمن آ و ہیچ مندیش از شرر
مجھ میں آجا اور چنگاریوں کی فکر نہ کر

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست
اے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہے
جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست
سوائے نمرود کے دھوکے اور جادو کے کچھ نہیں ہے

چوں خلیلِ حق اگر فرزانہ
اگر تو اللہ کے خلیل کی طرح عقلمند ہے
آتش آبِ تست و تو پروانہ
آگ تیرا پانی ہے اور تو پروانہ ہے

جانِ پروانہ ہمی دارد ندے
پروانہ کی جان پکارتی ہے
کاے دریغا صد ہزارم پر بُدے
کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے

تا ہمی سوزید ز آتش بے اماں
تاکہ وہ بے اماں آگ سے جل جائے
کوری چشم و دلِ نامحرماں
نامحرموں کی آنکھ اور دل کے اندھے پن کے

بر من آرد رحم جاہل از خری
نادان گدھے پن سے مجھ پر رحم کھاتا ہے
من برو رحم آرم از دانشوری
میں عقلمندی کی وجہ سے اس پر ترس کھاتا ہوں

---

[1] یمین۔ داہنا۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ ذوقِ نقد یعنی دنیاوی لذتوں کا ذوق۔ مغبون۔ ٹوٹے میں مبتلا۔

[2] چشم بندی۔ نظر بندی۔ آتشِ نمرود۔ نمرود کی آگ حضرت خلیل اللہ کے لئے بظاہر آگ اور حقیقتاً گلزار تھی۔ ندے۔ آواز۔ خری۔ گدھا پن۔

خاصہ ایں آتش کہ جانِ آبہاست — کارِ پروانہ[1] بعکسِ کارِ ماست

خصوصاً وہ آگ جو پانی کی جان ہے — پروانہ کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہے

اُو بہ بیند نور و در نارے رَوَد — دل بہ بیند نار و در نورے شوَد

وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے — دل آگ دیکھتا ہے اور نور میں پہنچ جاتا ہے

اینچنیں لعب آمد از ربِّ جلیل — تا بہ بینی کیست از آلِ خلیل

ربِّ جلیل کی جانب سے یہی کھیل ہے — تاکہ تو دیکھ لے کہ خلیل کی اولاد میں سے کون ہے

آتشے را شکلِ آبی دادہ اند — واندر آتش چشمۂ بکشادہ اند

آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے — اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ساحرے صحنِ برنجی را بہ فن — می کند کرمش میانِ انجمن

جادوگر جادوں کے طباق کو فن کے ذریعہ — انجمن میں اُس کو کیڑے بنا دیتا ہے

خانہ را اُو پُر ز کژدُمہا نمود — از دمِ سحر و خود آں کژدم نبود

گھر کو بچھوؤں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے — جادو کے اثر سے، حالانکہ وہ بچھو نہیں ہیں

چونکہ جادو می نماید صد چنیں — چوں بود دستانِ جادو آفریں

جبکہ جادو اس جیسی سینکڑوں باتیں دکھا دیتا ہے — تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہوگی؟

لاجرم از سحرِ یزداں قرن قرن — اندر افتادند چوں زن زیرِ پہن[2]

لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ — عورتوں کی طرح نیچے چت گرے ہیں

لاجرم از سحرِ یزداں مرد و زن — رفتہ اندر چاہِ جاہِ بے رسن

لامحالہ خدا کے جادو سے مرد و زن — پہنچ گئے ہیں جاہ کے بے رسی کے کنوئیں میں

ساحراں شاں بندہ بودند و غلام — اندر افتادند چوں صعوہ بدام

جادوگر اُن کے بندے اور غلام تھے — مولے کی طرح جال میں پھنس گئے

ہیں بخواں قرآں ببیں سحرِ حلال — سرنگونی مکرہائے[3] کالجبال

آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ — (اور) پہاڑوں جیسے مکروں کے اوندھا ہونے کو

من نیم فرعون کآیم سوئے نیل — سوئے آتش میروم ہمچوں خلیلؑ

میں فرعون نہیں ہوں کہ نیل (دریا) کی جانب آؤں — میں خلیلؑ (اللہ) کی طرح آگ کی طرف جاتا ہوں

نیست آتش ہست آں مائے معیں — واں دگر از مکر آبِ آتشیں

آگ نہیں ہے، وہ بہتا پانی ہے — اور دوسرا مکر کی وجہ سے آتشیں پانی ہے

[1] کارِ پروانہ۔ پروانہ نار کو نور سمجھ کر اس میں گرتا ہے مومن نار کو نار سمجھ کر اس میں داخل ہوتا ہے اور نور حاصل کر لیتا ہے۔ ساحر۔ کسی چیز کا حقیقت کے خلاف نظر آنا مستبعد نہیں ہے جادوگر جادوں کو کیڑوں کی شکل میں دکھا دیتا ہے۔ صحن۔ طباق۔ جادو آفریں۔ اللہ تعالےٰ۔ قرن۔ گروہ۔

[2] پہن۔ چت۔ چاہِ جاہ۔ یعنی جاہ پسندی کا کنواں بے رسن۔ یعنی گہرا کنواں۔ ساحراں شاں۔ ان گروہوں کے جادوگر بھی جادو آفریں کے جادو میں مولے کی طرح پھنس کر رہ گئے۔

[3] مکرہائے۔ قرآن پاک میں ہے وَاِنْ کَانَ مَکْرُھُمْ لِتَزُوْلَ مِنْہُ الْجِبَالُ یعنی خدا نے اُنکے مکر کو برباد کر دیا اگرچہ اُن کا مکر ایسا تھا کہ اُس سے پہاڑ ہل جائیں۔ من نیم۔ یہ فقیر کا مقولہ ہے یا مولانا کا۔ فرعون۔ فرعون نیل کو خشکی سمجھ کر پانی میں ڈوبا حضرت خلیل اللہ آگ کو آگ سمجھ کر گلزار میں پہنچے۔

پس نکو گفت آں رسولِ خوش جواز — ذرۂ عقلت بہ از صوم و نماز

اُس خوش رفتار رسولؐ نے خوب کہا ہے — تیرے لئے عقل کا ایک ذرہ روزے (اور) نماز سے بہتر ہے

زانکہ عقلت جوہرست ایں دو عرض — ایں دو در تکمیلِ آں شد مفترض

کیونکہ تیری عقل جوہر ہے یہ دونوں عرض ہیں — یہ دونوں اُس کی تکمیل کے لئے فرض کئے گئے ہیں

تا جلا باشد مر آں آئینہ را — کہ صفا آید ز طاعت سینہ را

تاکہ اُس آئینہ پر جلا ہو جائے — کیونکہ عبادت سے سینہ میں صفائی آتی ہے

لیک گر آئینہ از بُن فاسدست — صیقل آں را دیر باز آرد بدست

لیکن اگر آئینہ اصل سے خراب ہے — اُس پر صیقل دیر سے پڑتی ہے

وآں گزیں آئینہ کو اکیس است — اندکے صیقل گری اُو را بس ست

وہ آئینہ جو زیادہ ذہین ہے — اُس کے لئے تھوڑی صیقل گری کافی ہے

تفاوتِ عقول در اصلِ فطرت برخلاف معتزلہ کہ می گویند در اصل عقولِ جزوی برابر اند ایں افزونی و تفاوت از تعلیم ست و ریاضت و تجربہ

عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزلہ کے برخلاف کہ وہ کہتے ہیں کہ دراصل شخصی عقلیں برابر ہیں اُن میں بڑھوتری اور فرق تعلیم اور ریاضت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

ایں تفاوت عقلہا را نیک داں — در مراتب از زمیں تا آسماں

عقلوں کے اُس فرق کو خوب سمجھ لے — مرتبوں میں زمین سے آسمان تک

ہست عقلے ہمچو قرصِ آفتاب — ہست عقلے کمتر از زہرہ و شہاب

ایک عقل سورج کی ٹکیہ کی طرح ہے — ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے ستارے سے کم ہے

ہست عقلے چوں چراغِ سرخوشے — ہست عقلے چوں ستارہ آتشے

ایک عقل مست چراغ کی طرح ہے — ایک عقل آگ کے شعلہ کی طرح ہے

زانکہ ابر از پیشِ اُو چوں واجہد — نورِ یزداں بیں خردہا بر دہد

کیونکہ جب ابر اُس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے — وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کرتی ہے

عقلہای خلق عکسِ عقلِ اُو — عقلِ اُو مُشک ست و عقلِ خلق بو

مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل کا عکس ہیں — اُس کی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل اُس کی خوشبو ہے

۵۱ پس۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ جواز۔ رفتار۔ زانکہ۔ عبادات عقلِ شرعی کی تکمیل کے لئے فرض ہوئی ہیں۔ کہ صفا۔ شرعی اعمال سے عقل دل میں ہے۔

۵۲ واگزیں۔ مولانا، مرشد کے لئے فرماتے ہیں کہ ایسے مریدوں کو چُن لے جن کے دل تھوڑی سی صیقل سے چمک اٹھیں۔ ایں تفاوت۔ عقلوں میں فطری تفاوت ہے اور اُن کے مختلف مراتب ہیں۔

۵۳ قرص۔ ایک عقل کا نور سورج جیسا ہے اور دوسری عقل کا نور زہرہ وغیرہ ستاروں سے بھی کم ہے۔ زانکہ۔ عقل کل یعنی ولی اللہ کی عقل کے سامنے سے جب ماسوی اللہ کا ابر ہٹ جاتا ہے تو وہ دوسری عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کر دیتی ہے۔ عقلہائے۔ مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل سے فیضیاب ہیں۔

عقلِ کُلّ[۱] و نفسِ کُل مردِ خداست
مردِ خدا، عقلِ کُل اور نفسِ کُل ہے

عرش و کُرسی رامداں کز وے جداست
یہ نہ سمجھ کہ عرش اور کُرسی اُس سے جُدا ہے

مظہرِ حق ست ذاتِ پاکِ اُو
اُس کی پاک ذات خدا کا مظہر ہے

زُو بجو حق را واز دیگر مجُو
اُس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے سے نہ چاہ

عقلِ جُزوی عقل رابدنام کرد
جزوی عقل نے عقل کو بدنام کر دیا ہے

کامِ دنیا مرد رابے کام کرد
دنیاوی مقصد نے انسان کو ناکام کر دیا ہے

آں زصیدی حُسنِ صیّادے بدید
اُس نے شکار بن سے شکاری کا حُسن سیکھا

ویں زصیّادی غمِ صیدی کشید
اِس نے شکاری بن سے شکار بن جانیکا غم حاصل کیا

آں زخدمت نازِ مخدومی بیافت
اُس نے خدمت کے ذریعہ مخدوم ہونیکا ناز حاصل کر لیا

ویں زمخدومی زراہِ عز بتافت
اِس نے مخدوم بنکر عزت کے راستہ سے مُنہ موڑ لیا

آں زفرعونی اسیرِ آب شُد
وہ فرعونیت کی وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا

وزاسیری سبط از ارباب شُد
اور سبطی قیدی ہونے کی وجہ سے آقاؤں میں ہو گیا

لعبِ[۲] معکوس ست وفرزین بند سخت
اُلٹا کھیل اور سخت فرزین بند (چال) ہے

حیلہ کم کن کارِ اقبال ست و بخت
تدبیر نہ کر اقبال اور نصیب کا معاملہ ہے

برخیال وحیلہ کم تن تار را
خیال اور مکر کی بنا پر تانا نہ تن

کہ غنی رہ کم دہد مکّار را
(اللہ) بے نیاز مکّار کو راستہ نہیں دیتا ہے

مکر[۳] کُن دَر راہ نیکو خدمتے
اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کر

تانبوّت یابی اندر اُمّتے
تاکہ تو اُمّت میں (رہ کر) نبوّت (کا رتبہ) پائے

مکر کُن تاوارہی از مکرِ خود
تدبیر کر تاکہ تو اپنے مکر سے نجات پالے

مکر کُن تافرد گردی از حسد
تدبیر کر تاکہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے

مکر کُن تا کمترین بندہ شوی
تدبیر کر تاکہ تو ناچیز بندہ بنے

در کمی اُفتی خداوندہ شوی
کمی اختیار کرے گا، آقا بن جائے گا

رُوبہی و خدمت اے گرگِ کہن
اے پُرانے بھیڑیئے! مکّاری اور خدمت

ہیچ بر قصدِ خداوندی مکُن
آقائی کے خیال سے کبھی نہ کر

انسان کو اپنی تدابیر ترک کرنے کی تدبیر کرنی چاہیے اور اپنے آپ کو اوصافِ ذمیمہ سے پاک کرنا چاہیے۔ کمترین بندہ بننے کی تدبیر کرے گا تو آقائی میسّر آئیگی۔ رُوبہی۔ چالاکی اور خدمت مخدوم بننے کی نیت سے نہ کی جائے۔

[۱] عقلِ کُل۔ عقلِ کُل حقیقتِ مَلَکی روحی ہے جس کا مظہر انسان ہے۔ زو بجو۔ انسانِ کامل جو مظہرِ عقلِ کل و نفسِ کل ہے اُس سے حق کی جستجو کر۔ عقلِ جزوی۔ عام انسان کی عقل بھی اگرچہ عقلِ کل سے مستفاد ہے لیکن دنیوی مشاغل نے اُس کو بے مقصد بنا دیا ہے۔ آں یعنی عقلِ کامل نے اپنے آپ کو عشقِ حق کے جال کا شکار بنا کر صیّاد کا حُسن سیکھ لیا یعنی وہ اَخلاقِ خداوندی سے متصف ہو گئی اور عقلِ ناقص نے دوسرں کو جال میں پھانسنا چاہا خود جال میں پھنس گئی۔ آں عقلِ کامل خادم بنکر مخدوم بنی عقلِ ناقص نے مخدوم بننا چاہا تو عزت کے راستہ سے بھٹک گئی۔ زفرعونی۔ فرعون نے مخدومیت پسندی کی تو دریا میں غرق ہو گیا سبطی خادم اور قیدی بنا تو آقاؤں میں شمار ہوا۔

[۲] لعبِ معکوس یعنی خادمیت سے مخدومیت حاصل ہونا انسانی تدبیر سے ممکن نہیں ہے بلکہ فضلِ خداوندی پر موقوف ہے انسانی مکّاری اور تدبیر فضلِ خداوندی کے منافی ہے۔

[۳] مکر کن۔ انسان خدمتگذاری کی تدبیر اختیار کرے تو انبیاءؑ کے اخلاق سے متصف ہو جائیگا اور اُمّتی ہوتے ہوئے اُس میں انبیاء کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ مکر کن۔

لیک چوں پروانہ در آتش بتاز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا

کیسۂ زر بر مدوز و پاک باز
سونے کی تھیلی نہ سی اور پاک بن جا

زور را بگذار و زاری را بگیر[1]
زور کو چھوڑ، زاری اختیار کر

رحم سوئے زاری آید اے فقیر
اے فقیر! رحم (خداوندی) عاجزی کی جانب آتا ہے

گر گنی زاری بیابی رحمِ اُو
اگر تو عاجزی کرے گا اس کا رحم حاصل کریگا

رحمِ اُو در زاریِ خود باز جُو
اس کا رحم اپنی عاجزی میں تلاش کر

زاریِ مُضطر کہ تشنہ معنوی ست
مجبور پیاسے کی عاجزی حقیقی ہے

زاریِ سَرد و دروغ آں غوی ست
جھوٹی، ٹھنڈی عاجزی، گمراہ کی ہے

گریۂ[2] اخوانِ یوسف حیلت ست
یوسف ؑ کے بھائیوں کی عاجزی مکاری ہے

کاندروں شاں پُر ز رشک و علت ست
اُن کا باطن رشک و بیماری سے پُر ہے

حکایت آں اعرابی کہ سگِ اُو از گرسنگی می مرد و انبانِ
اُس بدو کا قصہ جس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور اُس کا تھیلا روٹیوں

اُو پُر نان بود و بر سگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگریست
سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر نوحہ کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور روتا

و طپانچہ بر سَر و رُو میزد و دریغش می آمد کہ لقمۂ نان از انبان
تھا اور سر اور منہ پر طمانچے مارتا تھا اور اسکو اس میں تامّل تھا کہ روٹی کا ٹکڑا

بسگ دِہد و سُوال کردنِ شخص ازو و جواب شنیدن ازو
تھیلے میں سے کتے کو دے اور ایک شخص کا اُس سے سوال کرنا اور اُس سے جواب سُننا

آں سگے می مُرد و گریاں آں عرب
کتا مر رہا تھا اور وہ عرب روتا تھا

اشک می بارید و میگفت اے کرب[3]
آنسو بہاتا تھا اور کہتا تھا، ہائے مصیبت

ہیں چہ سازم مر مرا تدبیر چیست
ہائیں کیا کروں میرے لئے کیا چارہ ہے؟

زیں سپس من چوں تو انم بے تو زیست
اس کے بعد میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہوں گا؟

سائلے بگذشت و گفت ایں گریہ چیست
ایک سائل گذرا اور بولا یہ کیسا رونا ہے؟

نوحہ و زاریِ تو از بہرِ کیست
تیرا رونا اور گڑگڑانا کس چیز کے لئے ہے

گفت در مِلکم سگے بد نیک خُو
اُس نے کہا میری ملکیت میں ایک اچھی عادت کا کتا تھا

نک ہمی میرد میانِ راہ اُو
وہ ابھی سڑک پر مر رہا ہے

---

[1] زور۔ اپنی تدابیر سے زور آزمائی نہ کر عاجزی اختیار کر اللہ تعالےٰ عاجزوں پر رحم فرماتا ہے۔ زاری حقیقی عاجزی ہو بناوٹی عاجزی سے مقصد پورا نہ ہوگا۔

[2] گریہ۔ برادرانِ یوسف ؑ بھی مصنوعی رونا روئے تھے ایسی گریہ و زاری بیکار ہے حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ اُس بدو کی طرح رونا بیکار ہے۔

[3] کرب۔ مصائب بے تو۔ یعنی کتے سے کہتا تھا گفت۔ بدو نے رونے کی وجہ بتائی۔

روز صیادم بُد و شب پاسباں[۱]
وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا

شیرِ نر بود او نہ سگ اے پہلواں
اے نوجوان! وہ کُتا نہ تھا نر شیر تھا

تیز چشم و دُزد ران و صید گیر
تیز نگاہ والا، چور کو بھگانے والا، شکار کو پکڑنے والا تھا

می دویدے در پئے صید اُو چو تیر
وہ شکار کے پیچھے تیر کی طرح دوڑتا تھا

صید میکردے و پاسم داشتے
وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا

دُزد را نزدیکِ من نگذاشتے
چور کو میرے پاس نہ آنے دیتا تھا

قانع و آزاد تُند و خصم راں
صابر اور آزاد، تیز مزاج اور دشمن کو بھگانے والا تھا

نیک خو و با وفا و مہرباں
نیک طبیعت اور باوفا اور مہربان تھا

گفت رنجش چیست زخمے خوردہ است
اس نے کہا اس کو کیا مرض ہوا ہے زخم لگا ہے؟

گفت جوع الکلب زارش کردہ است
اس نے کہا جوع الکلب نے اسکو بدحال کر دیا ہے

گفت[۲] صبرے کن بریں رنج و حرض
اس نے کہا اس رنج اور غم پر صبر کر

صابراں را فضلِ حق بخشد عوض
اللہ کی مہربانی صبر کرنے والوں کو عوض عطا کرتی ہے

بعد ازاں گفتش کہ اے سالارِ حر
اس کے بعد اس نے کہا اے آزاد سردار!

چیست اندر پشت ایں انبانِ پُر
کمر پر یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے؟

گفت نان و زاد و لوتِ دوشِ من
اس نے کہا کل کی روٹی اور توشہ اور عمدہ کھانا ہے

می کشم از بہر قوتِ ایں بدن
اس جسم کی خوراک کے لئے اٹھائے ہوئے ہوں

گفت چوں ندہی بداں سگ نان و زاد
اس نے کہا اس کتے کو روٹی اور توشہ کیوں نہیں دیتا؟

گفت تا ایں حد ندارم مہر و داد
بولا اس حد تک مجھ میں محبت اور بخشش نہیں ہے

دست[۳] ناید بے درم در راہ ناں
راستہ میں روٹی بغیر پیسہ کے نہیں ملتی ہے

لیک ہست آبِ دو دیدہ رائیگاں
لیکن دونوں آنکھوں کے آنسو مفت کے ہیں

گفت خاکت بر سر اے پُر باد مشک
اسنے کہا اے ہوا سے بھری ہوئی مشک! تیرے سر پر خاک

کہ لبِ ناں پیشِ تو بہتر ز اشک
کہ روٹی کا ٹکڑا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے

اشک خون است و بغم آبے شدہ
آنسو خون ہے، جو غم سے پانی بن گیا ہے

می نیرزد خوں بخاک اے بیہدہ
اے بیہودہ! خون، خاک کی قیمت کا نہیں ہو

کُلِ خود را خوار کرد اُو چوں بلیس
اس نے اپنے آپ کو شیطان کی طرح ذلیل کر دیا

پارۂ ایں کل نباشد جز خسیس
اس کل کا جزو ذلیل کے علاوہ کیا ہوگا؟

---

[۱] روز۔ یعنی دن میں میرے لئے شکار کر کے لاتا تھا اور رات کو میری حفاظت کرتا تھا۔ پاس۔ حفاظت۔ قانع۔ یعنی تھوڑی خوراک پر گذارا کر لیتا تھا۔ جوع الکلب۔ کتے کی بھوک۔

[۲] گفت۔ اس شخص نے بدو سے کہا کہ کتے کے مرنے پر صبر کر اللہ صابروں کا اچھا بدلہ دیتا ہے۔ حر۔ آزاد۔ انبان۔ تھیلا۔ لوت۔ عمدہ غذا۔

[۳] دست ناید۔ یعنی روٹی قیمت سے ملتی ہے آنسو مفت کے ہیں ان کو کتے کے لئے خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اشک۔ یعنی خون آنسو بن جاتا ہے۔ بخاک۔ یعنی روٹی جو زمین کی پیداوار سے ہی ہے۔ کل خود۔ اس بدو نے اپنے کو ذلیل کیا لہٰذا اس کے آنسو بھی اسی جیسے ذلیل ہیں

من غلامِ آنکہ نفروشد وجود — جز بداں سلطانِ با افضال جُود

میں اُس کا غلام ہوں جو وجود کو نہ فروخت کرے — (کسی کو) مہربانیوں اور سخاوت کے شاہ کے سوا

چوں بگرید آسماں گریاں شود — چوں بنالد چرخ یارب خواں شود

جب وہ رو پڑے تو آسمان رونے لگے — جب وہ فریاد کرے تو آسمان فریادی بن جائے

من غلامِ آں مسِ ہمت پرست — کہ بغیرِ کیمیا نارد شکست

میں اُس صاحبِ ہمت تانبے کا غلام ہوں — جو علاوہ کیمیا کے (اکسیر کے سامنے) عاجزی نہ دکھائے

دستِ اشکستہ بر آور در دعا — سوئے اشکستہ پرد فضلِ خدا

دعا میں عاجز ہاتھ اٹھا — اللہ (تعالیٰ) کا فضل عاجزی کی جانب اُڑ کر آتا ہے

گر رہائی بایدت زیں چاہِ تنگ[2] — اے برادر رو بر آذر بے درنگ

اگر تجھے اس تنگ کنویں سے رہائی درکار ہے — اے بھائی! بلا تاخیر آگ پر چل پڑ

مکرِ حق را بیں و مکرِ خود بہل — اے ز مکرش مکرِ مکاراں خجل

اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر پر نظر رکھ اپنی تدبیر چھوڑ دے — اس کی تدبیر سے مکاروں کا مکر شرمندہ ہے

چونکہ مکرت شد فنائے مکرِ رب — بر کشائی یک کمینے بو العجب

جبکہ تیری تدبیر اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر میں فنا ہو گئی — تو ایک عجیب گھات (کی راہ) کشادہ کرے گا

کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا — تا ابد اندر عروج و ارتقا

کہ اُس گھات کا ادنیٰ (درجہ) بقا ہوتا ہے — ہمیشہ عروج اور ترقی میں

از برائے ایں کمیں سعئے بکن — تا بری بوئے ز علمِ من لدن

اِس گھات کے لئے کوشش کر — تاکہ تجھے علمِ لدنی کی خوشبو حاصل ہو جائے

گر تو[3] احوالِ عروجِ خویش را — نیک دانی نیک باشد مر ترا

اگر تو اپنے عروج کے احوال کو — اچھی طرح سمجھ لے تو تیرے لئے اچھا ہوگا

در بیانِ آنکہ ہیچ چشمِ بد آدمی را چناں مہلک نیست کہ چشمِ پسندِ خویشتن مگر کہ چشمِ او مبدل شدہ باشد بنورِ حق کہ

اس کا بیان کہ آدمی کے لئے کوئی نظرِ بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ خود پسندی کی نظر ہاں اگر اُس کی آنکھ اللہ کے نور سے تبدیل ہو گئی ہو، کیونکہ (فرمایا گیا ہے)

بی یسمع و بی یبصر واز خویشتن او بیخویش شدہ باشد

وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ اور وہ خود سے بیخود ہو گیا ہو۔

---

[1] آنکہ یعنی مرشدِ کامل ..... حق غلام۔ میں اُس مرشدِ کامل کا غلام ہوں جو لیا باہمت کیمیا پرست ہے کہ وہ عاجزی کیمیا (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ) کے سامنے ہی کرتا ہے۔ دستِ اشکستہ۔ عجز و شکستگی کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو فضلِ خدا دوڑ کر آتا ہے۔

[2] گر رہائی۔ سابق مضمون کی طرف رجوع فرما کر کہتے ہیں کہ مجاہدات کی آتش کی طرف چل پڑ تب دنیا سے نجات ملے گی۔ خجل۔ شرمندہ چونکہ جب انسان اپنی تدبیر کو خدا کی تدبیر میں فنا کر دیتا ہے تو عجیب راہیں کھل جاتی ہیں۔ کہ کمینہ۔ اُن راہوں کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کو ابدی عروج اور بقا حاصل ہو جاتا ہے اور اُس عروج کے بعد اُس کو علمِ لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔

[3] گر تو۔ انسان جب اُس مقام کو خوب سمجھ لیتا ہے تو اسکے حصول کیلئے پوری کوشش کرتا ہے اور مغرور نہیں بنتا ہے۔ در بیان۔ انسان کی خود بینی انسان کیلئے سب سے زیادہ مہلک ہے ہاں اگر وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گیا ہے تو پھر اُس کی خود بینی اپنی خود بینی نہیں رہتی ہے۔

پر طاؤس مبین و پائے بیں
اپنے طاؤسی پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ

تا کہ سوء العین نگشاید کمیں
تاکہ نظرِ بد گھات نہ کھولے

کہ بلغزد کوہ از چشمِ بداں
کیونکہ بد نظروں سے پہاڑ ہل جاتا ہے

یزلقونک از نبی بر خواں عیاں
وہ تجھے پھسلا دینگے، قرآن میں صاف پڑھ لے

احمدؐ چوں کوہ لغزید از نظر
پہاڑ جیسے احمدؐ نظر سے پھسل گئے

در میانِ راہ بے گل بے مطر
ایسے راستہ میں جو بغیر کیچڑ اور بارش کے تھا

در عجب در ماند کایں لغزش ز چیست
وہ تعجب میں رہ گئے کہ یہ پھسلن کس چیز سے تھی

من نہ پندارم کہ ایں حالت تہیست
میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسی خاص حالت خالی ہو

تا بیامد آیت و آگاہ کرد
یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کر دیا

کاں ز چشمِ بد رسیدت و ز نبرد
کہ وہ نظر بد اور خصومت سے ہوئی

گر بدے غیرِ تو در دم لا شدے
اگر تیرے سوا کوئی ہوتا فوراً ہلاک ہو جاتا

صیدِ چشم و سخرۂ افنا شدے
نظر کا شکار اور فنا کے تابع ہو جاتا

معنیِ چشمِ بد آخر بازداں
بالآخر نظرِ بد کے معنی سمجھ لے

ان یکاد از چشمِ بد نیکو بخواں
نظر بد کے سلسلہ میں ان یکاد پڑھ لے

لیک آمد عصمتے دامن کشاں
لیکن دامن کھینچتی ہوئی حفاظت آپہنچی

ویں کہ لغزیدی بد از بہرِ نشاں
یہ جو آپ پھسلے، پہچان کے لئے تھا

عبرتے گیر اندراں کہ کُن نگاہ
عبرت حاصل کرلے اس پہاڑ کو دیکھ

برگ خود عرضہ مکن اے کم زکاہ
اے تنکے سے کم! اپنی شان نہ دکھا

تفسیر آیت وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ

اور قریب ہیں کافر کہ تمہیں اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ انہوں نے ذکر سنا اور

وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ

کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے وہ مگر جہانوں کا ذکر" آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دراں وادی کساں
اے اللہ کے رسولؐ! اس وادی میں ایسے لوگ ہیں

میزنند از چشمِ بد بر کرگساں
جو گدھوں پر نظرِ بد لگا دیتے ہیں

از نظر شاں کلہ شیر عریں
اُن کی نظر سے جھاڑی کے شیر کی کھوپڑی

واشگافد تا کند آں شیر انیں
پھٹ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ شیر روتا ہے

---

۱ پر طاؤس۔ انسان کو اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہیے ورنہ اس کی نیکیوں کو نظر بد لگ جائے گی۔ کہ بلغزد۔ نظر بد کی بہت بری کا اور بڑی تاثیر ہے۔ یزلقونک قرآن پاک میں ہے۔ وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم اور قریب ہے کہ وہ تمہیں اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ بے گل۔ نہ راستہ میں کیچڑ تھی نہ بارش۔ در عجب۔ اس حالت میں پھسلنے سے آنحضورؐ کو تعجب ہوا۔

۲ تا بیامد۔ آنحضورؐ کو پھسلنے کی وجہ وحی خداوندی سے معلوم ہوئی۔ گر بدے۔ آنحضورؐ سے کہا گیا کہ یہ نظر بد اس قدر سخت تھی کہ تم صرف پھسلے اگر کوئی اور ہوتا تو ہلاک ہی ہو جاتا۔ معنی چشم بد۔ اس آیت کو پڑھ کر نظر بد کی حقیقت سمجھ لو۔ آنحضورؐ چونکہ معصوم تھے لہٰذا ان پر اس کا اثر محض نیکی تاثیر دکھانے کیلئے ہوا تھا۔

۳ عبرتے۔ آنحضورؐ کے اس واقعہ سے عبرت حاصل کر جبکہ آنحضورؐ جیسے کوہ پر اس کا یہ اثر ہوا تو اپنی گھاس جیسی حیثیت پر اس کی تاثیر کو سمجھ لو۔ یا رسول۔ صحابہؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ اس وادی کے لوگ بلند پرواز گدھ کو بھی اپنی بد نظر سے متاثر کر دیتے ہیں۔ از نظر۔ ان کی نگاہوں میں یہ اثر ہے کہ شیر کی کھوپڑی شق ہو جاتی ہے

بر شتر چشم افگند ہمچوں حمام
اونٹ پر موت جیسی نظر ڈالتا ہے

وانگہاں بفرستد اندر پے غلام
اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے

کہ بروا ز پیہ ایں اشتر بخر
(کہتا ہے) کہ جا اس اونٹ کی چربی خرید لا

بیند اشتر را سقط اور راہ در
وہ راستہ میں اونٹ کو مردہ دیکھتا ہے

سر بریدہ از مرض آں اشترے
مرض کی وجہ سے اس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہو

کو بتگ با اسپ میکردے مرے
جو دوڑ میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا

کز حسد وز چشم بد بے ہیچ شک
بے شبہ حسد اور نظر بد سے

سیر و گردش را بگرداند فلک
آسمان رفتار اور گردش کو الٹا کر دیتا ہے

آب پنہان ست و دولاب آشکار
پانی پوشیدہ ہے اور رہٹ ظاہر ہے

لیک در گردش بود آب اصلِ کار
لیکن گردش میں پانی کام کی جڑ ہے

چشمِ نیکو شد دوائے چشمِ بد
نظر بد کی دوا اچھی نظر ہے

چشمِ بد را لا کند زیرِ لکد
جو نظر بد کو پاؤں کے نیچے معدوم کر دیتی ہو

سبق رحمت راست وایں از رحمت است
رحمت کو سبقت حاصل ہو اور یہ (خدا کی) رحمت سے

چشمِ بد محصولِ قہر و لعنت است
نظر بد، قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے

رحمتش بر نقمتش غالب شود
اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب آجاتی ہو

چیرہ زاں شد ہر نبی بر خصم خود
اسی لئے ہر نبی اپنے مخالف پر غالب ہو گیا

کو نتیجہ رحمت ست و ضد او
کیونکہ وہ رحمت کا نتیجہ ہے اور اُس کی ضد

از نتیجہ قہر بود آں زشت رو
بدصورت قہر کا نتیجہ ہے

حرصِ بط یکتاست ویں پنجاہ تاست
بطخ کی حرص اکہری اور یہ پچاس گُنا ہے

حرصِ شہوت مار و منصب اژدہاست
شہوت کی حرص سانپ ہے اور جاہ کی حرص اژدہا ہے

حرصِ بط از شہوتِ حلق ست و فرج
بطخ کی حرص حلق اور شرمگاہ کی شہوت کی وجہ سے ہے

در ریاست بیست چنداں است درج
حُبِ جاہ میں اس کا بیس گنا داخل ہے

از الوہیت زند در جاہ لاف
خدائی کی وجہ سے مرتبہ کی ڈینگیں مارتا ہے

طامعِ شرکت کجا باشد معاف
شرک کا لالچی کہاں معاف ہوتا ہے؟

زلتِ آدم ز اشکم بود و باہ
حضرت آدمؑ کی لغزش پیٹ اور باہ کی وجہ سے تھی

وآنِ ابلیس از تکبر بود و جاہ
اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی

ل بر شتر۔ اگر کسی اونٹ کا گوشت اُن کو پسند آجاتا ہے تو اُس پر اپنی نگاہ ڈال کر فوراً غلام کو اُس کا گوشت خریدنے کے لئے روانہ کر دیتے ہیں۔ کز حسد۔ حسد اور نظر بد کے اثر سے آسمان کی گردش اُلٹی ہو جاتی ہے۔ آب پنہان۔ چشم بد کی تاثیر اگرچہ بظاہر چشم بد سے متعلق ہے لیکن اصلی سبب تقدیر الٰہی ہے جو مخفی ہے جس طرح دولاب بظاہر متحرک نظر آتا ہے لیکن حرکت کا اصل سبب پانی ہے۔

۲ چشم نیکو۔ چشم بد کی اُس تاثیر کو عارف کی نظر فنا کر دیتی ہے۔ سبق رحمت۔ نظر بد کی تاثیر قہر الٰہی ہے اور نیک نظر کی تاثیر رحمت الٰہی ہے اور رحمت قہر پر غالب ہے۔

۳ کو نتیجہ۔ نبی رحمت ہے اور کافر قہر کا مظہر ہے۔ حرص بط۔ حُبِ جاہ کی بیماری شہوت بطن سے بہت بڑھی ہوئی ہے کیونکہ از الوہیت۔ حُبِ جاہ میں الوہیت میں شرکت کا دعویٰ ہے اور شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ زلت۔ حضرت آدمؑ کی لغزش شہوت بطن و باہ کی وجہ سے تھی شیطان کی معصیت حُبِ جاہ کی وجہ سے تھی۔

لاجرم[1] او زود استغفار کرد / وآں لعیں از توبہ استکبار کرد
لامحالہ انھوں نے جلد توبہ کرلی / اور اس ملعون نے توبہ سے تکبر کیا

حرصِ حلق و فرج ہم خود بد رگیست / لیک منصب نیست آں اشکستگی ست
حلق اور شرمگاہ کی حرص بھی بدذاتی ہے / لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تواضع ہے

بیخ و شاخِ ایں ریاست را اگر / باز گویم دفترے باید دگر
جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر / میں بیان کروں (تو) ایک دوسرا دفتر چاہیے

اسپ سرکش را عرب شیطانش خواند / نے ستورے را کہ در مرعیٰ بماند
عرب نے سرکش گھوڑے کو شیطان کہا ہے / نہ کہ اس گھوڑے کو جو چراگاہ میں رہا

شیطنت[2] گردن کشی بد در لغت / مستحقِ لعنت آمد ایں صفت
شیطنت لغت میں سرکشی ہے / یہ صفت لعنت کی مستحق ہے

صد خورندہ گنجد اندر گردِ خواں / دو ریاست جو نگنجد در جہاں
ایک خوان کے گرد سو کھانے والے سما جاتے ہیں / دو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں سماتے ہیں

آں نخواہد کیں بود بر پشتِ خاک / تا ملک بکشد پدر را ز اشتراک
وہ نہیں چاہتا کہ یہ روئے زمین پر رہے / شرکت (کے ڈر) سے بادشاہ باپ کو قتل کرتا ہو

آں شنیدستی[3] کہ الملک عقیم / قطعِ خویشی کرد ملکت جو ز بیم
تو نے یہ سنا ہے کہ سلطنت بانجھ ہے / سلطنت کے طلبگار نے خوف سے اپنائیت کو ختم کر دیا ہو

کہ عقیم است و ورا فرزند نیست / ہمچو آتش با کسش پیوند نیست
کیونکہ وہ بانجھ ہے اور اسکے اولاد نہیں ہے / آگ کی طرح اس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے

ہر چہ یابد او بسوزد بر درد / چوں نیابد ہیچ خود را میخورد
وہ جس کو پاتی ہے جلا دیتی ہے پھاڑ دیتی ہے / جب کسی کو نہیں پاتی ہے خود کو کھا لیتی ہے

ہیچ شو وارہ تو از دندانِ او / رحم کم جو از دلِ سندانِ او
ناچیز بن جا اس کے دانتوں سے نجات پا جا / اس کے اہرن (جیسے) دل سے رحم نہ تلاش کر

چونکہ گشتی ہیچ از سنداں مترس / ہر صباح از فقرِ مطلق گیر درس
جب تو ناچیز بن گیا اہرن سے نہ ڈر / ہر صبح کو فقرِ مطلق سے سبق حاصل کر

---

[1] لاجرم۔ حضرت آدمؑ کی غلطی کا اثر زائل ہو گیا۔ شیطان معصیت میں مبتلا رہا۔ حرص حلق۔ کھانے اور شرمگاہ کی شہوت میں عموماً انکساری سے کام لینا پڑتا ہے۔ بیخ۔ حبِ جاہ کی مذمت کے لئے دفتر درکار ہے۔ اسپ سرکش۔ سرکش گھوڑے میں تکبر اور بلندی جاہ ہے اس کو شیطان کہا جاتا ہے گدھے میں عجز میں شہوت بطن ہے اس کو شیطان نہیں کہا جاتا۔

[2] شیطنت۔ لغت میں شیطنت سرکشی اور تکبر کو کہا جاتا ہے اسی لئے یہ صفت لعنت کی مستحق ہے۔ صد۔ کھانے والے ایک دسترخوان پر دس جمع ہو جاتے ہیں لیکن دو بادشاہ دنیا میں بھی جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ آں نخواہد ہر بادشاہ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ تنہا ساری دنیا پر سلطنت کرے۔

[3] آں شنیدستی۔ بادشاہت کو بانجھ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ شرکت کے ڈر سے سب رشتے کاٹ دیتا ہے۔ ہمچو آتش..... بادشاہوں کے تکبر اور حب جاہ کی مثال آگ کی سی ہے ہر چہ۔ آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے اور کچھ نہ ملے تو خود اپنے آپ کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔ ہیچ۔ اپنے آپ کو ہیچ بنا کر حب جاہ کے مرض سے نجات حاصل کر لو۔ چونکہ گشتی۔ سخت چیز کو اہرن سے کوٹا جاتا ہے نرم چیز محفوظ رہتی ہے۔

هست الوہیت ردائے ذوالجلال — ہر کہ در پوشد بر او گردد وبال

الوہیت اللہ (تعالیٰ) کی چادر ہے — جو اوڑھتا ہے وہ اس کے لئے وبال بن جاتی ہے

تاج از آنِ اوست وآنِ ما کمر — وائے او کز حدِ خود دارد گذر

تاج اس کی ملکیت ہے اور ہماری ملکیت پیٹی ہو — اس کے لئے تباہی ہے جو اپنی حد سے بڑھے

فتنۂ تست ایں پرِ طاؤسیت — کاشتراکت باید و قدوسیت

تیرا یہ طاؤسی پر تیرے لئے فتنہ ہے — کیونکہ تجھے شرکت اور قدوسیت درکار ہے

قصۂ آں حکیمے کہ طاؤس را دید کہ پرِ زیبائے خود را بر می کند بمنقار و می انداخت و تنِ خود را کل و زشت میکرد از تعجب طاؤس را پرسید کہ دریغت نمی آید گفت می آید اما پیشِ ما جان از پر عزیز تراست وایں پر عدوِ جانِ من ست ازیں جہت بر می کنم

اس دانا کا قصہ جس نے مور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پروں کو نوچ رہا ہے اکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنجا اور بدنما بنا رہا ہے اس نے تعجب سے مور سے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے، اس نے کہا ہو رہا ہے لیکن مجھے جان پروں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پر میری جان کے دشمن ہیں اس وجہ سے میں اکھاڑ رہا ہوں

پرِ خود می کند طاؤسے بدشت — یک حکیمے رفتہ بود آنجا بگشت

ایک مور جنگل میں اپنے پر اکھاڑ رہا تھا — ٹہلتا ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا

گفت طاؤسا چنیں پر می کنی — بیدریغ از بیخ چوں بر میکنی

اس نے کہا او مور! ایسے بڑھیا پر — تو بلا تامل، جڑ سے کیوں اکھاڑ رہا ہے؟

خود دلت چوں میدہد تا ایں حلل — بر کنی و اندازیش اندر وحل

خود تیرا دل کیسے (اجازت) دیتا ہے، کہ یہ لباس — تو اکھاڑتا ہے اور اس کو کیچڑ میں پھینکتا ہے

ہر پرت را از عزیزی و پسند — حافظاں در طیِ مصحف می نہند

گرانقدری اور پسند کی وجہ سے تیرے ہر پر کو — حفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں

بہرِ تحریکِ ہوائے سودمند — از پرِ تو بادبیزن می کنند

مفید ہوا کو چلانے کے لئے — تیرے پروں کا پنکھا بناتے ہیں

[1] ہست کبریائی ردا الوہیت اللہ تعالیٰ کی چادر ہے جو اس کو اوڑھے گا اس کے لئے وہ وبال بنے گی۔ تاج۔ تاج خدا کی ملکیت ہے ہمارے لئے خدمتگزاری کی پیٹی ہے۔ فتنہ۔ کبر و غرور جو پر طاؤس ہے یہ خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔

[2] کل۔ گنجا۔ دریغ۔ افسوس۔ دشت۔ جنگل۔ گشت۔ سیر و سیاحت۔ بیش قیمت۔ حلل۔ لباس کا جوڑا۔ وحل۔ کیچڑ۔

[3] ہر پرت۔ اس نے مور سے کہا تیرے پر تو ایسے پیارے ہیں کہ ہر شخص ان کو قرآن میں رکھتا ہے۔ بہر تحریک۔ ہوا جھلنے کے لئے تیرے پروں سے پنکھے بنائے جاتے ہیں۔

اینچه[1] ناشکری و چه بیباکی ست
یہ کیا ناشکری اور لاپروائی ہے

تو نمی دانی کہ نقاشش کیست
تو نہیں جانتا کہ اس کا نقاش کون ہے؟

یا همی دانی و نازے میکنی
یا تو جانتا ہے اور ناز دکھا رہا ہے

قاصداً قطعِ طرازی میکنی
جان بوجھ کر نقش و نگار کو قطع کر رہا ہے

اے بسا نازا کہ گردد آں گناہ
بہت سے ناز ہیں جو گناہ بن جاتے ہیں

افگندم بندہ را از چشمِ شاہ
غلام کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں

ناز کردن[2] خوشتر آید از شکر
ناز کرنا قند سے زیادہ بھلا لگتا ہے

لیک کم خایش کہ دارد صد خطر
لیکن اس کو نہ چبا کیونکہ سینکڑوں خطرے رکھتا ہے

ایمن آباد ست آں راہِ نیاز
عاجزی کا راستہ، اطمینان کی جگہ ہے

ترکِ نازش گیر و با آں رہ بساز
ناز کرنا چھوڑ دے اور اس راہ سے مانوس ہو جا

اے بسا نازآوری زد پر و بال
بہت سی نازآوروں نے پر و بال نکالے

آخر الامر آں براں کس شد وبال
بالآخر وہ اس شخص پر وبال بنیں

خوبیِ ناز ار دمے بفرازدت
ناز کی خوبی، اگر فوراً تجھے اونچا کر دیتی ہے

بیم و ترسِ مضمرش بگدازدت
اس کا چھپا ہوا خوف اور ڈر تجھے پگھلاتا ہے

ویں نیاز ارچہ کہ لاغر میکند
یہ نیاز اگرچہ تجھے دبلا کرتا ہے

صدر را چوں بدرِ انور میکند
سینہ کو روشن چاند کی طرح بنا دیتا ہے

چوں ز مردہ زندہ بیروں میکشد
چونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) مردے سے زندہ پیدا کرتا ہے

ہر کہ مردہ گشت او دارد رشد
جو مردہ بن گیا وہ ہدایت یافتہ ہے

چوں[3] ز زندہ مردہ بیروں میکند
جبکہ وہ زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے

نفسِ زندہ سوئے مرگے می تند
زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

مردہ شو تا مخرجِ الحیّ الصمدؐ
مردہ بن جا تاکہ اللہ زندہ کو پیدا کرنے والا بے نیاز

زندہ زیں مردہ بیروں آورد
زندہ کو، اس مردے سے پیدا کر دے

دے شوی بینی تو اخراجِ بہار
تو خزاں بن جا، تو بہار کا پیدا کرنا دیکھے گا

لیل گردی بینی ایلاجِ نہار
رات بن جا، تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا

وہ تجھے حیاتِ ابدی عنایت کر دے گا۔ دے شوی۔ تو اپنے اوپر خزاں طاری کرے گا تو بہار کا لطف دیکھے گا، رات بنے گا تو دن کا پیدا ہونا دیکھے گا۔

[1] اینچہ۔ مور سے کہا تیرا پر اکھاڑنا تیری بے باکی ہے تجھے معلوم نہیں کہ تیرے پروں پر نقاشی کس ذات نے کی ہے۔ یا ہمی دانی۔ اگر تو جانتا ہے کہ قدرت نے یہ نقاشی کی ہے تو پھر جان بوجھ کر ایسی کاریگری کو برباد کر رہا ہے اور ناز و انداز دکھا رہا ہے۔ اے بسا۔ اس طرح کا ناز بربادی کا سبب ہوتا ہے اور یہ ناز بے جا غلام کو شاہ کی نظروں سے گرا دیتا ہے۔

[2] ناز کردن۔ انسان کو ناز کرنا پسند آتا ہے لیکن اس میں خطرات بہت ہیں بے خطر راستہ نیازمندی کا ہے لہٰذا انسان کو یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اے بسا۔ ناز و انداز جب بڑھتا ہے تو وبال بن جاتا ہے۔ خوبی۔ ناز و انداز کی خوبی اگر کچھ بڑھاتی ہے تو اس میں چھپا ہوا خوف انسان کو پگھلاتا ہے۔ ویں نیاز۔ نیازمندی اگرچہ لاغر کرتی ہے لیکن قلب کو روشن چاند بنا دیتی ہے۔ چوں۔ حضرت حق کی صفت ہے کہ وہ مردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو جو مردہ بنے گا اس کو وہ زندگی عطا کر دے گا۔

[3] چوں ز زندہ۔ چونکہ وہ زندہ سے مردہ بھی پیدا کرتا ہے لہٰذا اگر تو نفس کو نہ مارے گا تو وہ مردہ ہو جائیگا۔ مردہ شو۔ تو فانی بن جا پھر

[۱] بَر مَکَن آں پَر کہ نہ پذیرد رَفو
پروں کو نہ اکھاڑ کیونکہ ان پر رفو نہ ہو سکیگا
رُوئے مَخراش از عزا اے خوبرو
اے حسین! ماتم میں چہرے کو نہ چھیل

آنچناں رُوئے کہ چوں شمسِ ضحیٰ ست
وہ چہرہ جو چاشت کے سورج کی طرح ہے
آنچناں رُخ را خراشیدن خطا ست
ایسے چہرے کو چھیلنا غلطی ہے

زخمِ ناخن بر چُناں رُخ کافری ست
ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کافری ہے
کہ رُخِ مہ در فراقِ اُو گریست
جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رو رہا ہے

یا نمی بینی تو روئے خویش را
یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہے
ترک کُن خوئے لجاج اندیش را
جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

دربیان آنکہ صفا و سادگیِ نفسِ مُطمئنّہ از فکرتہا مشوّش

اس کا بیان کہ افکار سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پریشان ہو جاتی ہے

میشود چنانچہ بر رُوئے آئینہ چیزے نویسی اگرچہ پاک کُنی
جیساکہ تو آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگرچہ تو دھو ڈالے، داغ اور

داغے و نقصانے بماند
نقصان باقی رہ جاتا ہے

[۲] رُوئے نفسِ مطمئنّہ دَر جسد
جسم میں نفسِ مطمئنہ کا چہرہ
زخمِ ناخنہائے فکرت می کشد
فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے

فکرتِ بَد ناخنِ پُر زہر داں
بُرے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ
میخراشد در تعمق رُوئے جاں
غور کرنے کی (صورت) میں وہ جان کا چہرہ چھیل کر دیتا ہے

[۳] تاکشاید عقدۂ اشکال را
جب تک کہ وہ کسی اِشکال کی گرہ کھولتا ہے
دَر حدث کردہ ست زرّیں بال را
اُس نے سُنہرے بالوں کو ناپاک کر دیا ہے

عُقدہ را بکشادہ گیر اے منتہی
اے انتہا کو پہنچنے والے! فرض کرلے گرہ کھل گئی
عُقدۂ سخت ست بر کیسہ تہی
(یہ تیری) خالی تھیلی پر سخت گرہ ہے

[۴] در کشادِ عُقدہا گشتی تو پیر
تو گرہوں کو کھولنے (میں) بوڑھا ہو گیا
عُقدۂ چندے دگر بکشادہ گیر
فرض کرلے تو نے اور چند گرہیں کھول لیں

عُقدہ کاں بر سوئے ماست سخت
وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے، سخت ہے
کہ ندانی کہ خسی یا نیک بخت
کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدبخت ہے یا نیک بخت

---

[۱] بر مکن۔ بظاہر یہ حکیم کا مقولہ ہے جو اُس نے طاؤس سے کہا۔ عزا۔ ماتم۔ آنچناں۔ حسین چہرے کو بگاڑنا بہت بڑی غلطی ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ دربیان۔ افکار کی وجہ سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی میں خلل پڑتا ہے جیسا کہ آئینہ پر اگر کچھ لکھو پھر خواہ اسکو صاف بھی کر دو لیکن اسپر نشان باقی رہ جاتا ہے۔

[۲] روئے نفس۔ نفسِ مطمئنہ کا چہرہ فکروں کے ناخن سے زخمی ہو جاتا ہے خصوصاً بُرے افکار تو زہریلے ناخن ہیں جو روح تک کے چہرے کو بدنما بنا دیتے ہیں۔ تاکشاید۔ جب انسان افکار کی کسی گرہ کو کھولتا ہے تو روح کے زرّیں پر ناپاک ہو جاتے ہیں جس سے اُس کی پرواز میں کمی آجاتی ہے۔ عُقدہ۔ ان دنیاوی افکار کی عقدہ کشائی ایسی ہے جیسے کسی خالی تھیلی کے منہ کی سخت گرہ کو کوئی شخص کھولے جو لاحاصل ہو۔

[۳] در کشاد۔ چند گرہوں کے کھولنے میں تو بوڑھا ہو گیا فرض کرلے کہ چند گرہیں تو نے اور کھول لیں لیکن حاصل کیا ہوا۔ عقدہ کاں۔ تیرے شقی یا سعید ہونے کی گرہ جو تیرے گلے میں لگی ہوئی ہے اگر تو اسکو کھول لے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

گر بدانی کہ شقیی یا سعید — آں بود بہتر ز فکرِ ہر عنید

اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بدبخت — ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے

حلِ[1] ایں اشکال کن گر آدمی — خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی

اگر تو آدمی ہے اس اشکال کو حل کرے — اگر تجھ میں دم ہے تو اس دم کو خرچ کر

حدِ اعیان و عرض دانستہ گیر — حدِ خود را داں کہ نبود زیں گزیر

فرض کرے اعیان اور عرض کی تعریف معلوم ہوگئی — اپنی حقیقت جان لے کہ اسکے سوا چارہ نہیں ہے

چوں بدانی حدِ خود زیں حد گریز — تا بہ بیحد در رسی اے خاک بیز

جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگئی اس تعریف سے گریز کر — اے خاک چھاننے والے! تاکہ تو اس ذات تک پہنچ جائے جسکی حقیقت

عمر[2] در محمول و در موضوع رفت — بے بصیرت عمر در مسموع رفت

محمول اور موضوع (کی تعریف) میں عمر گذر گئی — سنی سنائی باتوں میں بلا بصیرت کے عمر ختم ہوگئی

ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر — باطل آمد در نتیجہ خود نگر

جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو — باطل ہے، تو خود نتیجہ پر غور کرے

جز[3] بمصنوعے ندیدی صانعی — بر قیاسِ اقترانی قانعی

تو نے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا — تو اقترانی قیاس پر صابر ہوگیا

می فزاید[4] در وسائط فلسفی — از دلائل باز بر عکسش صفی

فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے — دلائل سے، پھر برگزیدہ شخص اسکے برعکس ہے

ایں گریزد از دلیل و از حجیب — از پئے مدلول سر بردہ بجیب

یہ دلیل اور پردے سے گریز کرتا ہے — مدلول کے لئے، گریبان میں منہ ڈالے ہوئے

گر دخاں[5] او را دلیلِ آتش است — بے دخاں ما را در آں آتش خوش است

اگر اس کے لئے دھواں آگ کی دلیل ہے — اس معاملہ میں بغیر دھویں کے ہمارے لئے آگ بھلی ہے

خاصہ ایں آتش کہ از قرب و ولا — از دخاں نزدیک تر آمد بما

خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دوستی کی وجہ سے — ہم سے دھویں سے زیادہ قریب آگئی ہے

پس سیہ کاری بود رفتن ز خواں — بہرِ تخییلات جاں سوئے دخاں

دسترخوان سے چل دینا، بدکاری ہے — دھویں کی جانب، جان کے خیالات کی خاطر

ہے ہٹ کر دلائل سے اس ذات تک پہنچنا سیاہ کاری اور غلطی ہے۔

---

[1] حل۔ اگر تو آدمی ہے تو اس اشکال کو حل کر۔ حدِ اعیان۔ فلاسفہ عرض اور جوہر کی تعریف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور خود اپنی حقیقت و ماہیت سے بے خبر رہتے ہیں۔ چوں بدانی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپ کو جان لیا اس نے خدا کو جان لیا۔ نفس کی حقیقت کا علم خدا کی معرفت تک پہنچاتا ہے

[2] عمر۔ علماء کی عمر موضوع و محمول کی تعریفوں میں گذر جاتی ہے اور کوئی فائدہ ہاتھ نہیں آتا۔ ہر دلیلے جس دلیل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو وہ بیکار ہے تو اپنے انجام پر غور کرے۔ جز۔ تو نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض مخلوق کے ذریعہ خالق کو سمجھا ہے۔ قیاس اقترانی۔ مثلاً عالم مصنوع ہے اور ہر مصنوع کا کوئی صانع ہے۔

[4] می فزاید۔ فلسفی غیبی امور کو سمجھنے کے لئے وسائل میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور برگزیدہ شخص اس کے برعکس مشاہدہ کرتا ہے وہ دلائل سے ہٹ کر مراقبہ میں مشاہدہ کرتا ہے۔

[5] گر دخاں۔ فلسفی اثر سے مؤثر کو سمجھتا ہے یعنی دھویں کے ذریعہ آگ تک پہنچتا ہے خاصہ۔ عارفوں کیلئے قرب اور عشق کی آگ دھویں کی نزدیک تر ہے۔ پس مشاہدہ

دربیانِ قولِ الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لَارُھبَانِیَۃَ فِی الْاِسْلَامِ

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کے بیان میں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

برمکن پَر را و دل برکَن ازو ۔۔۔ زانکہ شرطِ ایں جہاد آمد عدو

پروں کو نہ اکھاڑ، ان سے دل ہٹالے ۔۔۔ کیونکہ اس جہاد کے لئے دشمن ضروری ہے

چوں عدو نبوَد جہاد آمد محال ۔۔۔ شہوت ار نبوَد نباشد امتثال

جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے ۔۔۔ اگر شہوت نہ ہو، تو حکم ماننا نہ ہوا

صبر نبوَد چوں نباشد مَیلِ تو ۔۔۔ خصم چوں نبوَد چہ حاجت خَیلِ تو

جب تیرا میلان نہیں ہے تو صبر نہ ہو گا ۔۔۔ جب دشمن ہی نہیں ہے تیرے لشکر کی کیا ضرورت ہے؟

ہیں مکُن خود را خصی رُہبان مشو ۔۔۔ زانکہ عفت ہست شہوت را گرو

خبردار! اپنے آپ کو خصّی نہ کر، راہب نہ بن ۔۔۔ کیونکہ عفت شہوت سے وابستہ ہے

بے ہوا نہی از ہوا ممکن نبود ۔۔۔ غازیی بر مُردگاں نتواں نمود

بغیر نفسانی خواہش کے اس سے روکنا ممکن نہیں ہے ۔۔۔ اپنا مجاہد ہونا مُردوں پر نہیں دکھایا جاسکتا

اَنْفِقُوْا گفتست پس کسبے بکُن ۔۔۔ زانکہ نبوَد خرج بے دخلِ کہن

"خرچ کرو" فرمایا ہے تو تو کمائی کر ۔۔۔ کیونکہ پہلی آمدنی کے بغیر خرچ نہیں ہو سکتا ہے

گرچہ آورد اَنْفِقُوْا را مطلق او ۔۔۔ تو بخواں کہ اِکْسِبُوْا ثُمَّ اَنْفِقُوْا

اگرچہ اُسؐ نے صرف "خرچ کرو" فرمایا ہے ۔۔۔ تو پڑھ کماؤ پھر خرچ کرو

ہمچناں چوں شاہ فرمود اِصْبِرُوْا ۔۔۔ رغبتے باید کزاں تابی تو رُو

اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ "تم صبر کرو" ۔۔۔ تو رغبت درکار ہے، تاکہ تو اس سے منہ موڑے

پس کُلُوْا از بہرِ دامِ شہوتست ۔۔۔ بعد ازاں لَاتُسْرِفُوْا آں عفت ست

تو "تم کھاؤ" شہوت کے جال کے لئے ہے ۔۔۔ اس کے بعد "تم فضول خرچی نہ کرو" پاکدامنی کیلئے ہے

چونکہ محمولٌ بہٖ نبوَد لدیہ ۔۔۔ نیست ممکن بود محمولٌ علیہ

جبکہ خبر نہیں ہے، اس کے پاس ۔۔۔ مبتداء کا ہونا ناممکن ہے

چونکہ رنجِ صبر نبوَد مر ترا ۔۔۔ شرط نبوَد پس فرو ناید جزا

جبکہ تجھے صبر کی تکلیف حاصل نہیں ہے ۔۔۔ تو شرط نہ پائی گئی، لہٰذا جزاء موجود نہ ہوگی

۵۔ ہمچناں۔ اسیطرح صبر کرو، کے حکم کی تعمیل جب ہی ہو کہ رغبت موجود ہو۔ کُلُوْا۔ تم کھاؤ وہ حکم شہوت کا جال ہے اور لَاتُسْرِفُوْا فضول خرچی نہ کرو عفت ہے، اب اگر کُلُوْا ممکن نہ ہو تو لَاتُسْرِفُوْا کے کوئی معنی نہیں ہیں چونکہ جب خبر کا وجود ہی نہ ہو تو مبتداء کا اس سے اتصال اور تعلق ناممکن ہو۔ رنج۔ صبر کرنے میں اگر کوئی کلفت ہی نہیں ہو تو اجر کا (؟)

۱۔ دربیانِ معصیت کے اسباب اور قدرت کے ہوتے ہوئے اس سے بچنا کمال ہے نہ کہ معصیت کی طاقت کو ختم کرکے معصیت سے بچنا اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا اسلام میں رہبانیت نہیں ہے، راہب معصیت کے اسباب اور اس کی قدرت کو فنا کر ڈالتے تھے۔ برمکن پر کو نصیحت ہے کہ پر نہ اکھاڑ یعنی شہوت اور حبِ جاہ کے اسباب اور ذرائع کو ختم نہ کر کیونکہ یہ دشمن ہیں اور دشمن کے نہ ہوتے ہوئے جہاد کی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ شہوت۔ اگر انسان میں شہوت کا مادّہ ہی نہیں ہے تو زنا نہ کرنے کے حکم کی فرمانبرداری کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

۲۔ صبر نبود۔ اگر انسان میں کسی چیز کی جانب میلان نہیں ہے تو اس سے صبر کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں دشمن نہ ہو تو لشکر کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مشو۔ راہب اپنے خصیے نکلوا دیتے تھے تاکہ زنا نہ کر سکیں۔ غازیی۔ مُردوں کے ساتھ جہاد کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ اَنْفِقُوْا۔ خرچ کرو اس حکم کی تعمیل جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ انسان کمائے۔ گرچہ۔ اگرچہ قرآن میں صرف "خرچ کرو" آیا ہے لیکن اس کا مطلب یہی ہے کہ کماؤ اور خرچ کرو

[1] حبذا آں شرط و شادا آں جزا — آں جزائے دلنواز جانفزا

وہ شرط اور جزا کیا ہی خوب ہے — وہ دل نواز، جانفزا جزا

دربیان آنکہ ثواب عمل عاشق از حق ہم حقیقت وے بس جل جلالہٗ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عاشق کے عمل کا ثواب صرف اللہ جل جلالہٗ ہے

عاشقاں را شادمانی و غم اوست — دست مزد و اجرتِ خدمت ہم اوست

عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے — مزدوری اور خدمت کی اُجرت وہی ہے

غیرِ معشوق ار تماشائی بود — عشق نبود ہرزہ سودائی بود

وہ اگر معشوق کے غیر کا تماشائی ہے — عشق نہیں ہے وہ بیہودہ اور دیوانہ ہے

[2] عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہو گیا — جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے سب جل گیا

تیغِ لا در قتلِ غیرِ حق براند — در نگر زاں پس کہ بعدِ لا چہ ماند

اس نے "لا" کی تلوار اللہ کے سوا پر چلا دی — غور کر لے "لا" کے بعد کیا رہ گیا!

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشقِ شرکت سوز زفت

"الا اللہ" رہ گیا باقی سب فنا ہو گیا — اے عشق شرکت کو جلانے والے زبردست! تو خوش رہ

خود ہم او بود اولین و آخریں — شرک جز از دیدۂ احول مبیں

صرف وہی اولین اور آخرین ہو گا — تو بھینگی آنکھ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ

[3] اے عجب حسنے بود جز عکسِ آں — نیست تن را جنبشے از غیرِ جاں

تعجب ہے، کوئی حسن اسکے عکس کے سوا ہو — جان کے غیر سے، جسم میں حرکت نہیں ہوتی ہو

آں تنے را کہ بود در جاں خلل — خوش نباشد گر بگیری در عسل

جس جسم کی رُوح میں نقصان ہو — وہ اچھا نہ ہو گا، خواہ تو اس کو شہد میں ڈالدے

ایں کسے داند کہ روزے زندہ بود — از کفِ ایں جانِ جاں جامے ربود

یہ وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو کسی دن زندہ ہوا ہو — اس جانِ جاناں کے ہاتھ سے اُسنے جام حاصل کیا ہو

وانکہ چشمِ او ندیدست آں رخاں — پیشِ او جانست ایں تفِ دخاں

جس کی آنکھ نے وہ رخسار نہیں دیکھے — اُسکے نزدیک یہ دھوئیں کی سوزش جان ہے

[1] جبذا۔ صبر کی تکلیف ہو تو اس کا بدلہ بھی ہو گا تو دونوں قابلِ مبارکباد ہیں۔ دربیان۔ چونکہ پہلے مضمون میں جزا کا بیان تھا اب بتاتے ہیں کہ خدا کے عاشق کا بدلہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ عاشق کے عمل کا بدلہ ذاتِ خداوندی ہے۔ عاشقاں۔ عاشقوں کا رنج اور خوشی مزدوری اور اس کی اجرت صرف ذاتِ خدا ہے۔ غیر معشوق۔ اگر وہ معشوق کی ذات کے علاوہ کسی چیز کا طالب ہے تو پھر اس کا عشق، عشق نہیں ہے بلکہ وہ دیوانہ ہے۔

[2] عشق۔ جب عشقِ الٰہی نمودار ہوتا ہے تو ماسوی اللہ اس کی آگ سے جل جاتا ہے۔ تیغ لا۔ کلمہ میں لا الٰہ کہنے کے معنی یہی ہیں کہ اس نے غیر کی نفی کر دی ہے۔ الا اللہ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس کے لئے سب کچھ صرف ذاتِ خداوندی ہے، عشق غیر کو بالکل جلا ڈالتا ہے۔ خود۔ بھینگی آنکھ ایک دکھاتی ہے بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

[3] اے عجب۔ جہاں کہیں بھی حسن کی جھلک ہے وہ اسی خدا کا پرتو ہے، جسم میں روح کی وجہ سے حرکت ہوتی ہے۔ آں تنے۔ جو فطرتاً بد ہیں اُن کی اصلاح ناممکن ہے۔ ایں کسے۔ ہر چیز کے حسن کو عکسِ خداوندی وہی سمجھے گا جس کی روحِ انسانی زندہ ہو گی۔ فائدہ۔ جو روحِ انسانی سے ناواقف ہو گا وہ روحِ حیوانی کو ہی سب کچھ سمجھے گا۔

چوں ندیدِ اُو عمر عبد العزیزؒ — پیشِ اُو عادل بود حجاج نیز
جس نے (حضرت) عمر ابن عبد العزیزؒ کو نہ دیکھا ہو — اُس کے نزدیک حجاج ابن یوسف بھی عادل ہوگا

چوں ندید اُو مارِ موسیٰؑ را ثبات — در حبال السحر پندارد حیات
جب اس نے (حضرت) موسیٰؑ کے سانپ کا ٹھکانا نہیں دیکھا — وہ جادو کی رسیوں میں زندگی سمجھے گا

مرغ[۲] کو نا خوردہ است آبِ زلال — اندر آبِ شور دارد پرو بال
جس پرندے نے نیر پانی نہ پیا ہو — وہ کھاری پانی میں اپنے بال و پر (تر) رکھتا ہو

جُز بضد ضد را ہمی نتواں شناخت — چوں نہ بیند زخم نشاسد نواخت
ضد کو ضد کے سوا کسی ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جا سکتا — جب ظلم کو نہیں دیکھا ہو نوازش کو نہیں پہچان سکتا

لاجرم دنیا مقدم آمدہ است — تا بدانی قدرِ اقلیمِ اَلَست
لامحالہ دنیا پہلے آئی ہے — تاکہ تو اَلَست کے جہان کی قدر جان لے

چوں از اینجا وارہی آنجا روی — در شکر خانہ ابد شاکر شوی
جب تو اس جگہ سے نجات پا جائیگا وہاں چلا جائیگا — تو ہمیشگی کے شکر خانہ میں شکر گزار ہوگا

گوئی آنجا خاک را می بیختم — زیں جہانِ پاک می بگریختم
تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی — میں اس پاک عالم سے بھاگتا تھا

گشتہ بودم قانع از گنجے بمار — شادماں بودم ز گلزارے بخار
میں نے خزانہ کے بدلے سانپ پر بس کی — میں چمن کی بجائے کانٹوں پر خوش تھا

اے[۳] دریغا پیش ازیں بودے اجل — تا غذایم کم بُدے اندر وَحَل
ہائے افسوس! اس سے پہلے موت آجاتی — تاکہ میری خوراک کیچڑ کی نہ ہوتی

دربیانِ حدیث مَامَاتَ مَنْ یَمُوْتُ اِلَّا وَتَمَنّٰی اَنْ یَّمُوْتَ قَبْلَ

(اس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمنا کرے گا کہ وہ پہلے

مَامَاتَ اِنْ کَانَ بَرًّا لِیَکُوْنَ اِلٰی وُصُوْلِ الْبِرِّ اَعْجَلَ وَاِنْ کَانَ

مرجاتا اگر وہ نیک ہے تو اس لئے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر بد ہے

فَاجِرًا لِیَقِلَّ فُجُوْرُہٗ

تو اس لئے کہ اس کی بدکاری کم ہوتی

زیں بفرمودست آں آگہ رسولؐ — کہ ہر آنکہ مُرد و کرد از تن نزل
اسی لئے باخبر رسولؐ نے فرمایا ہے — کہ جو شخص مرا اور جسم سے جدا ہوا

---

[۱] عمر۔ ابن عبد العزیزؒ اموی خلیفہ تھے۔ جن کا خلفاءِ راشدین میں شمار ہے، یعنی روحِ انسانی۔ حجاج۔ ابن یوسف ثقفی عبد الملک ابن مروان عراق کا گورنر تھا جس کا ظلم و ستم مشہور ہے جس نے بہتّر ہزار بے قصور انسانوں کو قتل کرایا۔ یعنی روحِ حیوانی۔ چوں۔ اگر کسی نے اصل کو نہ دیکھا ہوگا تو وہ نقل سے دھوکا کھا جائے گا۔

[۲] مرغ۔ جو شخص حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ مجاز کو حقیقت سمجھ لیتا ہے جو مشہور مقولہ ہے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ "لاجرم۔ دنیا کو بھگت کر آخرت کی قدر معلوم ہوگی۔ اقلیمِ الست۔ عالمِ آخرت۔ چوں۔ انسان جب دنیا کی زندگی ختم کرکے عالمِ آخرت میں پہنچے گا تو بہت شکر گزار ہوگا۔ گوئی۔ پھر کہے گا کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں خاک اور ریتی تھی دنیا خارستان تھا اور آخرت گلستان ہے۔

[۳] اے دریغا۔ دنیا میں جس قدر وقت گزرا اس پر افسوس کرے گا۔ دربیان۔ مرنے کے بعد ہر نیک و بد جلد مرجانے کی خواہش کا اظہار کرے گا اگر نیک ہوگا تو کہیگا کاش میں جلد اس بھلائی تک پہنچ جاتا اگر بد ہے تو کہیگا کاش

نبوَد اورا حسرتِ نقلان و موت — لیک باشد حسرتِ تقصیر و فوت

اُس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہوگا — لیکن کوتاہی اور فوت ہونے کی حسرت ہوگی

[1]ہر کہ میرد خود تمنا باشدش — کہ بُدے زیں پیش نقلِ مقصدش

جو شخص مرتا ہے خود اُس کو تمنا ہوتی ہے — کہ اُس کا مقصود کی طرف منتقل ہونا اس سے پہلے ہوتا

گر بُدے بد تا بدی کمتر بُدے — ور تقی تا خانہ زُو تر آمدے

اگر وہ بد تھا تو اس لئے کہ بدی کم ہوتی — اور متقی تھا تو گھر جلدی آجاتا

گوید آں بد بیخبر می بودہ ام — دمبدم من پردہ می افزودہ ام

وہ بد کہے گا، میں بے خبر تھا — میں نے ہر وقت حجاب بڑھایا

گر ازیں زُوتر مرا معبر بُدے — ایں حجاب و پردہ ام کمتر بُدے

اگر اس سے پہلے ہی میرے لئے راستہ ہوتا — میرا یہ حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا

[2]از حریصی کم دراں روئے قنوع — وز تکبر کم دراں چہرہ خشوع

حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زخمی بنا — اور تکبر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی نہ کر

ہمچنیں از بخل کم در روئے جود — وز بلیسی چہرۂ خوبِ سجود

اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زخمی کر — اور شیطنت سے سجدہ کے حسین چہرے کو

بر مکن آں پرِ خلد آرائے را — بر مکن آں پرِ رہ پیمائے را

جنت کو آراستہ کرنے والے پر نہ اکھاڑ — راستہ طے کرنے والے پر نہ اکھاڑ

[3]چوں شنید ایں پند روئے بنگریست — بعد ازاں در نوحہ آمد می گریست

جب اُس نے یہ نصیحت سنی اور (ناصح کا) چہرہ دیکھا — اُسکے بعد نوحہ شروع کر دیا، رو پڑا

نوحہ و گریہ دراز و دردمند — ہر کہ آنجا بود در گریہ اش فگند

نوحہ اور گریہ دراز اور دردمند تھا — وہاں جو بھی تھا اُس کو رُلا دیا

وآنکہ می پرسید پر کندن چیست — بیجوابے شد پشیماں می گریست

اور جس نے پوچھا تھا کہ پر کیوں نوچتا ہے؟ — بغیر جواب (ملے) شرمندہ ہو گیا، رونے لگا

کز فضولی من چرا پرسیدمش — او ز غم پُر بود شورانیدمش

کہ بیہودہ پن سے میں نے اُس سے کیوں پوچھا! — وہ غم سے بھرا ہوا تھا میں نے اُسکو جوش دلا دیا

می چکید از چشمِ تر بر خاک آب — اندراں ہر قطرہ مُدرج صد جواب

تر آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپک رہے تھے — ہر قطرے میں سینکڑوں جواب درج تھے

---

[1] ہر کہ - موت کے بعد ہر مُردے کی خواہش ہوگی کہ کاش وہ پہلے مرجاتا اگر نیک ہے تو اس لئے یہ خواہش ہوگی کہ اب سے پہلے ہی جنت میں پہنچ جاتا اگر بد ہے تو اس لئے کہ یہ سوچے گا اگر جلد مرجاتا تو بُرائیاں کم کرتا۔ دمبدم۔ بُرا انسان کہے گا کہ میں جس قدر زندہ رہا اسی قدر گمراہی کے پردے زیادہ بڑھتے گئے۔ گر۔ اگر اس سے پہلے مرجاتا تو یہ پردے کم ہوتے۔

[2] از حریصی۔ یہ بھی حکیم کا مقولہ ہے جو اس نے پر نوچنے پر مور سے کہا۔ قنوع۔ قناعت۔ خشوع۔ عاجزی۔ دراں۔ دریدن یعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ ہمچنیں۔ مور کی تمثیل کے سلسلہ میں لانا نے انسانی اُن صفات کو ذکر کیا ہے جو قدرت نے اُس میں ودیعت رکھی ہیں اور انسان اپنی بداعمالی سے اُن کو برباد کرتا ہے۔ خلد آرای۔ جنت کو آراستہ کرنیوالا۔

[3] شنید۔ اُس مور نے سنا۔ روئے۔ یعنی ناصح کا چہرہ۔ نوحہ۔ اس کے رونے نے دوسروں کو رُلا دیا۔ وآنکہ۔ وہ ناصح حکیم بھی رو پڑا۔ کز فضولی۔ اس سوال پر کہ پر کیوں اکھاڑتا ہے وہ سوال کرنیوالا شرمندہ ہو گیا۔ ہر قطرہ۔ آنسو کے ہر قطرے میں اس سوال کا جواب تھا۔ مدرج۔ داخل۔

می چکید از چشمِ اُو گریہ بخاک
اُس کی آنکھ سے مٹی پر آنسو ٹپک رہے تھے

خاک گِل می شد ز اشکِ سہمناک
خوفناک آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی

گریۂ[1] با صدق بر جانہا زند
سچائی کے ساتھ رونا روحوں کو متاثر کرتا ہے

تا کہ چرخ و عرش را گریاں کند
حتیٰ کہ آسمان اور عرش کو رُلا دیتا ہے

گریۂ بے صدق بے سوزش بود
بناوٹی رونا بغیر سوزش کا ہوتا ہے

دیو دوں بر گریہ اش خنداں شود
کمینہ شیطان اُس کے رونے پر ہنستا ہے

گریۂ بے صدق باشد بیفروغ
بناوٹی رونا بے فروغ ہوتا ہے

آں ندارد چرب مانندِ دوغ
اُس میں چھاچھ کی طرح چکنائی نہیں ہوتی ہے

عقل و دلہا بے گمانے عرشیند
عقل اور دل بلاشبہ عرشی ہیں

در حجاب از نورِ عرشی میزیند
در پردہ عرشی نور کے ذریعہ جیتے ہیں

در بیان آنکہ عقل و روح در آب و گِل جسد محبوس اند ہمچوں ہاروت و ماروت در چاہِ بابل

اس کا بیان کہ عقل اور روح جسم کی مٹی، پانی میں، اس طرح قیدی ہیں جس طرح کہ ہاروت اور ماروت بابل کے کنوئیں میں

ہمچو[2] ہاروت و چو ماروت آں دو پاک
وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح

بستہ اند ایں جا بچاہِ سہمناک
اس جگہ خوفناک کنوئیں میں بند ہیں

عالمِ سِفلی و شہوانی درند
وہ عالمِ سفلی اور شہوانی میں ہیں

اندریں چہ گشتہ انداز جرم بند
جُرم کی وجہ سے اس کنوئیں میں بند ہو گئے ہیں

سِحر و ضدِ سحر را بے اختیار
جادو اور اس کا توڑ بغیر اختیار کے

زیں دو آموزند نیکان و شرار
نیک اور بد ان دونوں سے سیکھتے ہیں

لیک اوّل پند بدہندش کہ ہیں
لیکن وہ شروع میں نصیحت کر دیتے ہیں کہ خبردار!

سحر را از ما میاموز و مچیں
جادو ہم سے نہ سیکھو، نہ حاصل کر

ما بیاموزیم[3] ایں سحر اے فلاں
اے فلاں! ہم یہ جادو سکھاتے ہیں

از برائے اِبتلا و اِمتحاں
ابتلاء اور آزمائش کے لئے

کامتحاں را شرط باشد اختیار
آزمائش کے لئے اختیار شرط ہے

اختیارے نبودت بے اقتدار
بغیر قدرت کے تیرے لئے اختیار نہ ہوگا

میلہا ہمچوں سگانِ خفتہ اند
خواہشات، سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں

اندر ایشاں خیر و شر بنہفتہ اند
انکے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں

---

[1] گریہ - مولانا فرماتے ہیں جو سچائی کا رونا ہے اُس کی تاثیر محض دنیا تک نہیں بلکہ عرش تک پہنچتی ہے۔ گریۂ بے صدق - بناوٹی رونے پر شیطان مذاق اُڑاتا ہے۔ حدیث ہے اَلْقَلْبُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ "دل خدا کا عرش ہے" تو چونکہ سچے رونے سے عرش متاثر ہوتا ہے لہٰذا عقل و دل جو عرشی ہیں وہ بھی متاثر ہوتے ہیں۔

[2] ہمچو - جس طرح ہاروت و ماروت کا تعلق عالم بالا سے تھا لیکن چاہِ بابل میں قیدی ہیں اسی طرح عقل اور روح بھی عالم بالا کی چیز ہوتے ہوئے انسانی بدن کے کنوئیں میں قیدی ہیں، عالم سفلی۔ ان دونوں نے چونکہ عالم سفلی اور شہوانی سے تعلق پیدا کیا لہٰذا جسم کے کنوئیں میں بند کر دیئے گئے ہیں۔ سحر و ضد سحر۔ اب نیک لوگ ان سے اچھی تعلیمات حاصل کرتے ہیں اور برے لوگ بُری تعلیمات حاصل کرتے ہیں۔ بے اختیار یعنی شوق سے مجبور ہو کر۔

[3] ما بیاموزیم۔ عقل و روح سمجھاتی ہے کہ ہمارے سحر سکھانے میں ایک امتحان اور آزمائش ہے کہ سیکھنے والا اسکو غلط استعمال کرتا ہے یا صحیح۔ امتحان۔ اس جادو کا سیکھنا نہ سیکھنا سیکھنے والا کا اختیاری فعل ہے اس لئے اسکو دونوں باتوں پر قدرت ہے۔ میلہا۔ انسان کے اندر کی خواہشیں

۱ چونکہ قدرت نیست خفتند ایں رَدہ — ہمچو ہیزم پارہا و تن زدہ

چونکہ (تجھ میں) قدرت نہیں ہے یہ گروہ سویا ہوا ہے — لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چپ ہے

تا کہ مُردارے دَر آید در میاں — نفخِ صورِ حرص کوبد بر سگاں

یہاں تک کہ کوئی مُردار بیچ میں آجاتا ہے — حرص کے صور کی آواز کتوں کو جھنجھوڑ دیتی ہے

چوں دراں کوچہ خرے مُردار شد — صد سگِ خفتہ بداں بیدار شد

جب اُس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے — اس سے سینکڑوں سوئے ہوئے کتے جاگ جاتے ہیں

حرصہائے رفتہ اندر کتمِ غیب — تاختن آورد سر برزد زجیب

غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں — حملہ آور ہو گئیں، گریبان سے سر نکالا

۲ مو بموئے ہر سگے دنداں شدہ — وز برائے حیلہ دُم جنباں شدہ

ہر کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن گیا — اور تدبیر کے لئے دُم ہلانے لگا

نیم زیرش حیلہ و بالا غضب — چوں ضعیف آتش کہ اُو یابد حطب

اس کا آدھا نچلا حصہ حیلہ اور اوپر کا غصہ ہے — جس طرح کمزور آگ جو ایندھن پالے

شعلہ شعلہ میرسد از لامکاں — میرود دُود و لہب تا آسماں

لامکان سے شعلے ہی شعلے آجاتے ہیں — دھواں اور لپٹ آسمان تک جاتی ہے

صد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند — چوں شکارے نیست شاں بنہفتہ اند

ایسے سینکڑوں کتے اس جسم میں سوئے ہوئے ہیں — چونکہ کوئی شکار نہیں ہے وہ چھپے ہوئے ہیں

یا چو بازاں دیدہ دوختہ — در حجاب از عشقِ صیدے سوختہ

یا آنکھیں سلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں — شکار کے عشق میں در پردہ جلے ہوئے ہیں

تا کُلہ برداری و بیند شکار — آنگہاں سازد طوافِ کوہسار

یہاں تک کہ تو ٹوپیا ہٹا دے اور وہ شکار دیکھ لے — اس وقت پہاڑ کے چکر کاٹتا ہے

۳ شہوتِ رنجور ساکن می بُوَد — خاطرِ اُو سُوئے صحت میرود

بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہو — اس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

چوں بہ بیند نان و سیب و خربزہ — در مصاف آید مزہ و خوفِ بزہ

جب وہ روٹی اور سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے — مزا اور بد پرہیزی کا خوف جنگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں

چوں بہ بیند۔ جب مریض مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو خواہش بیدار ہو جاتی ہے اور اب وہ کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے کھانے کو جی چاہتا ہے پھر ڈرتا ہے کہ اگر کھاؤں گا تو بد پرہیزی ہوگی۔

۱ چونکہ۔ انسان کا یہ سمجھنا کہ اس میں برائی کی طاقت نہیں ہے بہت بڑی غلطی ہے چونکہ برائی کا موقع حاصل نہیں اس لئے وہ قوت سوئی ہوئی ہے جب موقع ہوگا وہ فوراً بیدار ہو جائیگی۔ چوں دراں۔ انسانی خواہشوں کا حال سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہے اُن کے سامنے جب کوئی مُردار آجاتا ہے پھر اُن کا حال کیو

۲ مو بموی۔ اب کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن جاتا ہے اور وہ حیلہ اور غصے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چوں ضعیف۔ آگ کو اگر ایندھن نہ ملے تو کس قدر پُرسکون ہوتی ہے اور ایندھن ملتے ہی کس قدر شعلہ زن بن جاتی ہے۔ صد چنیں۔ انسان کے اندر بُری صفتیں ان کتوں کی طرح سوئی ہوئی ہیں جب موقع ملتا ہے تو وہ پھر اپنی تیزی دکھاتی ہیں۔ یا چو۔ ان بُری صفتوں کی مثال کتوں سے دے لو یا اُس باز سے جس کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں لیکن شکار کے عشق میں وہ دل سوختہ ہے۔ تا کلہ۔ شکار کے وقت باز کے سر پر سے ٹوپی ہٹادی جاتی ہے تو پھر وہ شکار کو دیکھ کر پہاڑوں کا چکر کاٹتا ہے۔

۳ شہوتِ رنجور۔ بیماری کے دوران مختلف غذاؤں کی شہوت و رغبت سکون پذیر ہوتی ہے لیکن جب وہ مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو وہ شہوت بیدار ہو جاتی ہے۔

گر بُوَد صبار دیدن سُود اُوست — آں تہیج طبع سُستش را نکوست

اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اُس کے لئے مفید ہے — وہ برانگیختگی اُس کی سُست طبیعت کے لئے بہتر ہے

ور نباشد صبر پس نادیدہ بہ — تیر دور اولٰے ز مردِ بے زرہ

اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے — بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے

باز گرد و کُن حکایت را تمام — تا چہ گفت اندر جوابش والسلام

واپس ہو اور حکایت کو پورا کر دے — کہ اُس (مور) نے اُسکے جواب میں کیا کہا، والسلام

بشنو اکنوں تو ز طاؤس آں جواب — تا بدانی ہر نکوئی را خطاب

اب تو مور سے وہ جواب سُن — تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادنِ طاؤس آں حکیم سائل را

مور کا اُس سوال کرنے والے، دانا کو جواب دینا

چوں ز گریہ فارغ آمد گفت رَو — کہ تو رنگ و بُوئے را ہستی گرو

جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہو گیا اُسنے کہا — کہ تو رنگ و بُو کا غلام ہے

آں نمی بینی کہ ہر سُو صد بلا — سُوئے من آید پئے ایں بالہا

کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جانب سے سینکڑوں بلائیں — اِن پَروں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں

اے بسا صیادِ بے رحمت مُدام — بہرِ ایں پرہا نہد ہر سو دام

ہمیشہ بہت سے ناترس شکاری — اِن پَروں کے لئے میری ہر جانب جال پھیلاتے

چند تیر انداز بہرِ بالہا — تیر سُوئے من کشد اندر ہوا

بہت سے تیرانداز پَروں کے لئے — ہوا میں میری جانب تیر چلاتے ہیں

چوں ندارم زور و ضبطِ خویشتن — زیں قضا و زیں بلا و زیں فِتَن

جبکہ میں طاقت اور اپنا بچاؤ نہیں رکھتا ہوں — اِس قضا اور اِس بلا اور اِن فتنوں سے

آں بہ آید کہ شوم زشت و کریہ — تا بوم ایمن دریں کہسار و تیہ

یہ مناسب ہے کہ میں بھدا اور ناپسند بن جاؤں — تاکہ میں اِس پہاڑ اور جنگل میں محفوظ ہو جاؤں

برکنم پرہائے خود را یک بیک — تا نیندازد بدامم ہر کلگ

میں ایک ایک کرکے اپنے پر نوچتا ہوں — تاکہ کوئی منحوس مجھے جال میں نہ پھانسے

نزدِ من جاں بہتر از بال و پر است — جاں بماند باقی و تن اَبتر است

میرے نزدیک جان، بال اور پر سے بہتر ہے — جان باقی رہے گی اور جسم ناقص ہے

۱؎ گر بود۔ اب اگر اس میں صبر کا مادّہ ہے تو ان نقش و نگاروں کا دیکھنا اُس کے لئے مفید ہے تاکہ اُس کی خواہشیں بیدار ہو جائیں اور اگر وہ صابر نہیں ہے تو اُس کے لئے مناسب ہے کہ وہ ان نقش و نگاروں کو ہی نہ دیکھ پائے۔

۲؎ بشنو۔ اب ناصح حکیم کو مور نے جو جواب دیا وہ سنو اُس نے کہا اے ناصح تو محض رنگ و روپ کا عاشق ہے یہ نہیں دیکھتا کہ یہ پر میرے لئے کس قدر مصائب کا سبب ہیں۔ اے بسا شکاری میرا شکار محض ان پروں کی خاطر کرتے ہیں کوئی جال سے پکڑتا ہے کوئی مجھے تیر سے مارتا ہے۔

۳؎ چوں۔ جبکہ مجھ میں ان مصائب کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں بدصورت بن جاؤں۔ کُہسار۔ پہاڑ۔ تیہ۔ جنگل۔ کلگ۔ منحوس۔ نزدِ من۔ پروں کے بچانے سے جان کا بچانا بہتر ہے۔ ابتر۔ ناقص۔

ایں سلاحِ عُجبِ من شُد اے فتیٰ[۱] ⁂ عُجب آرد مُعجباں را صد بلا

اے نوجوان! یہ میری خود پسندی کا ہتھیار ہے ⁂ خود پسندی خود پسندوں کو سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے

دَربیانِ آنکہ ہُنرہا و زیرکیہا و مالِ دنیا ہمچو پرِ طاؤس عدوِّ جان اند

اس کا بیان کہ دنیا کا ہنر اور ذہانتیں اور مال مور کے پروں کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت خام را ⁂ کز پئے دانہ نہ بیند دام را

ہنر، ناقص کے لئے ہلاکت ہے ⁂ کیونکہ وہ دانہ کی وجہ سے جال کو نہ دیکھے گا

اختیار[۲] آں را نکو باشد کہ اُو ⁂ مالکِ خود باشد اندر اِتقّوا

اختیار، اُس کے لئے بھلا ہوتا ہے جو ⁂ تم تقویٰ اختیار کرنے کے معاملہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے

چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہار ⁂ دور کُن آلت بیفگن از اختیار

جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو، خبردار! ⁂ آلہ کو پھینک دے، اختیار کو چھوڑ دے

جلوہ گاہ و اختیارم ایں پرست ⁂ بر کَنم پر را کہ در قصدِ سرست

میری خود نمائی اور اختیار یہ پر ہیں ⁂ میں پر اکھیڑ رہا ہوں کیونکہ وہ سر کے درپے ہیں

نیست انگارد پرِ خود را صبور ⁂ تا پرش در نفگند در شر و شور

صابر اپنے (بال و) پر کو نیست سمجھتا ہے ⁂ حتیٰ کہ اُس کے پر شور و شر میں مبتلا نہیں کرتے ہیں

پس زیانش نیست پر گو بر مکن ⁂ گر رسد تیرے بہ پیش آرد مجن

تو اُس کو کوئی نقصان نہیں ہے کہہ دو وہ پر نہ نوچے ⁂ اگر کوئی تیر آئے گا، وہ ڈھال سامنے کر دیگا

لیک[۳] بر من پرِ زیبا دشمنے ست ⁂ چونکہ از جلوہ گری صبریم نیست

لیکن میرے لئے حسین پر دشمن ہیں ⁂ چونکہ خود نمائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے

گر بُدے صبر و حفاظم راہبر ⁂ بر فزودے ز اختیارم کرّ و فر

اگر صبر اور حفاظت میرے رہبر ہوتے ⁂ تو اختیار سے میری کرّ و فر بڑھا دیتے

ہمچو طفلم یا چو مست اندر فتن ⁂ نیست لائق تیغ اندر دستِ من

میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا مست کی طرح ہوں ⁂ میرے ہاتھ میں تلوار (ہونا) مناسب نہیں ہے

گر مرا عقلے بُدے مُنزجر ⁂ تیغ اندر دستِ من بودے ظفر

اگر میرے پاس رُک جانے والی عقل ہوتی ⁂ تو میرے ہاتھ میں تلوار، کامیابی ہوتی

عقل باید نور دہ چوں آفتاب ⁂ تا زند تیغے کہ نبود جز صواب

عقل، سورج کی طرح نور عطا کرنے والی چاہیئے ⁂ تاکہ ایسی تلوار چلائے جو ٹھیک ہی ہو

---

[۱] اتیٰ۔ میرے یہ پر میرے غرور و تکبر کا باعث ہیں اور تکبر سینکڑوں بلاؤں کا سبب بنتا ہے۔ دربیان جس طرح مور کے پر اُس کے مصائب کا سبب ہیں اسی طرح دنیا کے ہنر اور دنیا کی عقل بھی انسان کے لئے وبال جان ہے۔

[۲] اختیار۔ گناہ کے کر سکنے اور نہ کر سکنے کا اختیار اُس شخص کے لئے مناسب ہے جس میں تقویٰ ہو اور اگر تقویٰ نہیں ہے تو پھر اُس کے لئے اختیار باقی رکھنا مناسب نہیں ہے۔ آلت۔ یعنی وہ اسباب و ذرائع جن سے بُرائی پر قدرت حاصل ہو سکے۔ جلوہ گاہ۔ مور نے کہا کہ میرے تکبر و غرور کے اسباب میرے پر ہیں لہٰذا میں انکو ہی ختم کئے دیتا ہوں چونکہ یہ ہلاکت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ صبور۔ جو صابر اور متقی ہو وہ ان اسباب کو کالعدم سمجھ سکتا ہے۔ پس۔ صابر اپنے [illegible] کی ڈھال سے اپنا [illegible] کا۔

[۳] [illegible] لیکن میں چونکہ ناچنے [illegible] سے صابر نہیں ہوں لہٰذا میرے پر میرے دشمن ہیں۔ گر بُدے۔ اگر انسان صابر ہو تو بُرائی پر قدرت ہوتے ہوئے بُرائی نہ کرنا بہت افضل ہے۔ ہمچو۔ میری مثال بچہ کی سی ہے جس کے ہاتھ میں تلوار رہنا مناسب نہیں ہے وہ اُسکو غلط استعمال کریگا۔ عقل باید۔ تلوار عقلمند کے ہاتھ میں رہنی چاہیئے تاکہ وہ تلوار کا

چوںؑ ندارم عقل تابان و صلاح
جبکہ میرے پاس روشن عقل اور نیکی نہیں ہے
پس چرا در چاہ نندازم سلاح
تو میں ہتھیار کنوئیں میں کیوں نہ پھینک دوں؟

در چہ اندازم کنوں تیغ و مجن
اب میں تلوار اور ڈھال کنوئیں میں ڈال رہا ہوں
کایں سلاحِ خصمِ من خواہد شدن
کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار بن جائینگے

چوں ندارم زور و یاری و سند
جبکہ میں زور اور مدد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں
تیغ اُو بستاند و برمن زند
وہ (دشمن) تلوار چھین لے گا اور مجھ پر چلادے گا

رُغمِ ایں نفسِ وقیحہ خوی را
اِس بدخصلت نفس کی ذلت کے لئے
کو نپوشد رُو خراشم رُوی را
جو منہ نہیں چھپاتا ہے میں اپنا منہ نوچ رہا ہوں

تا شود کم ایں جمال و ایں کمال
تاکہ یہ حُسن اور یہ کمال کم ہو جائے
چوں نماند زو کم افتم در وبال
جب وہ نہ رہیگا تو میں اس کی وجہ سے بال میں نہ پھنسونگا

چوں بدیں نیت خراشم بزہ نیست
جبکہ میں اس نیت سے نوچ رہا ہوں کوئی گناہ نہیں ہے
کہ بزخم ایں روی را پوشیدنیست
کیونکہ نوچنے سے اس چہرے کی پردہ پوشی ہے

گرؑ دلم خوی ستیری داشتے
اگر میرا دل پردہ پوشی کی عادت رکھتا
روی خوبم جز صفا نفراشتے
تو میرا حسین چہرہ صفائی کو ہی ظاہر کرتا

چوں ندیدم زور و فرہنگ و صلاح
جبکہ میں نے (اپنے اندر) زور اور سمجھ اور نیکی نہ دیکھی
خصم دیدم زود بشکستم سلاح
میں نے دشمن کو دیکھا فوراً ہی اپنے ہتھیار توڑ ڈالے

تا نگردد تیغِ من او را کمال
تاکہ میری تلوار اس کا کمال نہ بنے
تا نہ گردد خنجرم برمن وبال
تاکہ میرا خنجر مجھ پر وبال نہ بنے

میگریزم تا رگم جنباں بود
جبتک میری نبض حرکت کرتی رہیگی میں بھاگتا رہونگا
کے فرار از خویشتن آساں بود
لیکن اپنے آپ سے بھاگنا کب آسان ہے؟

آنکہؑ از غیرے بود او را فرار
جس شخص کو غیر سے بھاگنا ہو
چوں ازو ببرید گیرد او قرار
وہ جب اس سے جدا ہو گیا تو اسکو سکون ہو گیا

منکہ خصمم ہم منم اندر گریز
میں کہ اپنا دشمن خود ہوں، بھاگنے میں
تا ابد کارِ من آمد خیز خیز
ہمیشہ کے لئے میرا کام ہو گا اٹھ اٹھ

نے بہندست ایمن و نے در ختن
اسکو نہ ہندوستان میں امن ہے اور نہ ختن میں
آنکہ خصمِ اوست سایہ خویشتن
جس کا دشمن خود اس کا سایہ ہو

۱؎ چوں۔ جبکہ مجھ میں عقل نہیں ہے تو مجھے اپنا ہتھیار یعنی پر کنوئیں میں پھینک دینے چاہئیں۔ چوں ندارم۔ اگر انسان میں تلوار سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے تو دشمن اسکی تلوار چھین کر اس کا خاتمہ کر دے گا۔ رغم۔ میں اپنے نفس کو ذلیل کرنے کیلئے اپنے پر اکھاڑ رہا ہوں۔ تا شود۔ تاکہ حسن و جمال اور کمال کے اسباب ہی باقی نہ رہیں۔ چوں۔ جبکہ پر اکھاڑنے میں میری یہ مصلحت ہے تو پر نوچنا گناہ نہیں ہے۔

۲؎ گر دلم۔ اگر مجھ میں پردہ پوشی کی طاقت ہوتی تو میں پر نہ اکھاڑتا۔ چوں ندیدم۔ جب مجھ میں گناہ کے اسباب اختیار کر کے گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں ہے تو ان اسباب ہی کو ختم کر رہا ہوں۔ تا نگردد۔ جب مجھ میں طاقت نہیں ہے تو یہ ہتھیار میرے خلاف استعمال ہو جائیگا۔ میگریزم۔ اب جبکہ اپنا دشمن میں خود ہوں تو جب تک بھی جان میں جان ہے میں بھاگتا رہوں گا لیکن اپنے آپ سے گریز بہت مشکل ہے۔

۳؎ آنکہ۔ دوسرے سے بھاگنے میں قرار ممکن ہے جب وہ دور ہو جائے تو ٹھہر سکتا ہے بیٹھ سکتا ہے۔ لیکن چونکہ میں خود اپنا دشمن ہوں تو میرا کام ہر وقت دشمن سے بھاگتے رہنا ہے۔ نے بہند۔ نہ میرے لئے ہندوستان میں قرار ممکن ہے نہ ختن میں کیونکہ میرا دشمن سایہ کی طرح میرے ساتھ ہے۔

درصفتِ[1] آں بیخوداں کہ از شرِ خود و ہنرِ خود ایمن شدہ اند

اُن بیخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالٰے

کہ فانی اند در بقائے حق سُبحانہٗ ہمچوں ستارگاں کہ فانی

کی بقا میں فانی ہو گئے جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی

اندبروز در نورِ آفتاب و فانی را خوفِ آفت و خطر نباشد

میں فانی ہیں اور فانی کے لئے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا ہے

چوں فناش از فقر پیرایہ شود — اُو محمدؐ وار بے سایہ شود
جبکہ اُس کی فنا، فقر سے آراستہ ہو جائے — وہ محمدؐ کی طرح بغیر سایہ کا ہو جاتا ہے

فقرِ فخری[2] را فنا پیرایہ شُد — چوں زبانہ شمع اُو بے سایہ شُد
فقر میرا فخر ہے، کے لئے فنا زینت بنی — شمع کے شعلے کی طرح وہ بے سایہ ہو گیا

شمع چوں گردد زبانہ پا و سر — سایہ را نبود بگردِ اُو گذر
شمع جبکہ سر سے پاؤں تک شعلہ بن گئی — اُس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہو گا

موم از خویش و ز سایہ در گریخت — در شعاع از بہرِ اُو کہ شمع ریخت
موم ہستی اور سایہ سے بھاگ گیا — شعاعوں میں اُس کیلئے جس نے شمع بنائی تھی

گفت[3] از بہرِ فنایت ریختم — گفت من ہم در فنا بگریختم
اُس نے کہا میں نے تجھے فنا کیلئے بنایا ہے — اُس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا

ایں شعاعِ باقی آمد مفترض — نے شعاعِ شمعِ فانیِ عَرَض
یہ باقی (باللہ) شعاع واقعی ہے — نہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شعاع

شمع چوں در نار شد کلّی فنا — نے اثر بینی ز شمع و نے ضیا
شمع جب آگ میں بالکل فنا ہو گئی — تو نہ شمع کا نشان دیکھے گا نہ روشنی

ہست اندر دفعِ ظلمت آشکار — آتشِ صُورت بموے پائدار
تاریکی کو رفع کرنے میں واضح ہے — کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے

برخلافِ مومِ شمعِ جسم کاں — تا شود کم گردد افزوں نورِ جاں
جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ وہ — جس قدر گھٹے گا، جان کا نور بڑھے گا

ایں شعاعِ باقی و آں فانیست — شمعِ جاں را شعلۂ ربانیست
یہ شعاع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے — جان کی شمع کا شعلہ خدائی ہے

---

[1] درصفت۔ وہ بیخود اپنے ہنر اور شر سے مطمئن ہیں جنھوں نے اپنا وجود، وجودِ حق میں اِس طرح فنا کر دیا ہے جس طرح ستارے دن کے وقت سورج کے نور میں فنا ہو جاتے ہیں۔ چوں فنا۔ جب فنا فی الحق حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اِسی طرح بے سایہ ہو جاتا ہے جس طرح آنحضورؐ تھے۔

[2] فقر فخری۔ چونکہ آنحضورؐ اپنی صفات، صفاتِ حق میں فنا کر چکے تھے لہٰذا اپنی صفات کے اعتبار سے آنحضورؐ کو فقر حاصل تھا جو حضورؐ کے لئے باعثِ فخر تھا تو پھر آنحضورؐ کی شمعِ وجود، شعلہ شمع کی طرح بے سایہ تھی۔ شمع۔ جب شمع مجسّم شعلہ بن جائے تو اُس کا سایہ نہیں رہتا ہے۔ موم۔ شمع کا موم اور سایہ اُس ذات کی شعاعوں میں گم ہو گیا جس نے شمع بنائی تھی۔

[3] گفت۔ شمع ساز نے شمع سے کہا کہ میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا تھا اُس نے کہا کہ اسی لئے میں فنا ہو گئی ہوں۔ ایں شعاع۔ یہ خدائی شعاع حقیقی شعاع ہے عارضی اور فانی شعاع حقیقی نہیں ہے۔ شمع چوں۔ شمع جب اپنے آپ کو آگ میں فنا کر دیتی ہے تو اُس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا یہی حال فانی فی اللہ کا ہے۔ ہست۔ نورِ جان اور نورِ شمع میں یہ فرق ہے، شمع کا نور شمع کے وجود سے وابستہ ہے

ایں زبانۂ آتشے چوں نور بُود — سایۂ فانی شدن زو دُور بُود

کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے — فانی ہونے کا سایہ اس سے دُور ہے

اَبر را سایہ بیفتد بر زمیں — ماہ را سایہ نباشد ہمنشیں

زمین پر ابر کا سایہ پڑتا ہے — سایہ چاند کا ہمنشین نہیں ہوتا ہے

بیخودی بے ابریست اے نیک خواہ — باشی اندر بیخودی چوں قرصِ ماہ

اے نیک خواہ! بیخودی بے ابر کے ہو جانا ہے — تو بے خودی میں چاند کی طرح ہوگا

باز چوں اَبرے بیاید راندہ — رفت نور از مہ خیالے ماندہ

پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابر آ جاتا ہے — چاند کا نور چلا جاتا ہے (اُسکا) ایک خیال رہ جاتا ہے

از حجابِ ابر نورش شد ضعیف — چوں ہلالے گشت آں بدرِ شریف

اس (چاند) کا نور ابر کے پردے کی وجہ سے کمزور ہو گیا — وہ چودھویں کا بزرگ چاند پہلی رات کے چاند کی طرح ہو گیا

مہ خیالے می نماید ز ابر و گرد — ابرِ تن مارا خیال اندیش کرد

ابر اور گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال معلوم ہونے لگتا ہے — جسم کے ابر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا

لطفِ مہ بنگر کہ ایں ہم لطفِ اوست — کہ بگفت اُو ابرہا مارا عدوست

چاند کی مہربانی دیکھ، یہ بھی اُس کی مہربانی ہے — کہ اُس نے کہہ دیا کہ ابر ہمارے دشمن ہیں

مہ فراغت دارد از ابر و غبار — بر فراز چرخ دارد مہ مدار

چاند ابر اور غبار سے پاک ہے — چاند کا محور آسمان کی بلندی پر ہے

ابر مارا شد عدوّ و خصمِ جاں — کہ کند مہ را ز چشمِ ما نہاں

ابر، ہماری جان کا دشمن اور مخالف ہے — کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے

حُور را ایں پردہ زالے میکند — بدر را کم از ہلالے می کند

یہ پردہ حُور کو بوڑھی عورت بنا دیتا ہے — چودھویں کے چاند کو پہلی رات کے چاند سے کمتر کر دیتا ہے

ماہ مارا در کنارِ عز نشاند — دشمنِ مارا عدوّے خویش خواند

چاند نے ہمیں عزت کے پہلو میں بٹھا دیا — ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا

ابر را تابے اگر ہست از مہ است — ہر کہ مہ خواند ابر را اُو گمراہ است

ابر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کی وجہ سے ہے — جو ابر کو چاند کہے، وہ گمراہ ہے

ےا ایں زبانہ۔ جس طرح نور ہونے کے وقت آگ کے شعلے سے فنا کا سایہ دُور ہو جاتا ہے اسی طرح جب جان میں نورِ حق ہو جاتی ہے تو فنا کا سایہ اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔ آبر۔ ابر چونکہ کثافت ہے اُس کا سایہ ہوتا ہے چاند نورِ خالص ہے اُس کے ساتھ سایہ نہیں ہوتا ہے۔ بیخودی۔ جب جان مقامِ فنا حاصل کر لیتی ہے تو اُس کی کثافت دُور ہو جاتی ہے اور وہ چاند کی طرح ہو جاتی ہے۔ باز۔ اگر روح میں کسی وقت خودی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اُس میں ابر جیسی کثافت پیدا ہو جاتی ہے نور جاتا رہتا ہے اور اُس نور کا محض ایک خیالی وجود رہ جاتا ہے۔

ےے از حجاب ابر۔ جس طرح چاند کا نور ابر کی وجہ سے کمزور پڑ جاتا ہے اور چودھویں کا چاند پہلی رات کا سا چاند نظر آنے لگتا ہے۔ یہی خودی کی صورت میں نورِ جان کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ مہ۔ ابر اور گرد کے حجاب کی وجہ سے چاند کی ایک خیالی صورت رہ جاتی ہے یہی حال جسم کے ابر کی وجہ سے نورِ جان کا ہے۔ لطف۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ حق پرور دوں کو اُس نے اپنا دشمن قرار دیا حالانکہ اُن کے خدا کے دشمن ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں کیونکہ اُنکی خدا سے دشمنی متصور نہیں ہو سکتی وہ تو مومنین کے دشمن ہیں۔ مہ۔ چاند پر گرد و غبار کا کوئی اثر نہیں ہے

وہ تو دیکھنے والوں کی آڑ ہے ۔ ےے ابر۔ ابر دیکھنے والے کا دشمن ہے کیونکہ اُسکی نگاہ سے چاند کو چھپا دیتا ہے۔ حور زال۔ یہ ابر ہماری نظر میں ایک خوبصورت چیز کو بدنما بناتا ہے اس چاند کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔ زال۔ بڑھیا۔ ماہ۔ خدا نے ہمارے دشمن کو اپنا دشمن قرار دے کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ ابر را۔ تعینات ہیں؟

نورِ مہ بر ابر چوں منزل شُدست[1] — رُوی تاریکش زمہ مُبدل شُدست

چاند کا نور چونکہ ابر پر پڑ گیا ہے — اُس کا تاریک چہرہ چاند کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے

گرچہ ہم رنگِ مہ آود ولتی ست — اندر ابر آں نورِ مہ عاریتی ست

(ابر) اگرچہ چاند کا ہم رنگ ہے اور صاحبِ دولت ہے — (لیکن) ابر میں چاند کا نور عارضی ہے

دَر قیامت مہر و مہ معزُول شُد — چشم دَر اصلِ ضیا مشغول شُد

قیامت میں چاند اور سورج معزول ہو گئے — آنکھ اصل روشنی میں مشغول ہو گئی

تا بداند مِلک را از مُستعار — ویں رُباطِ فانی از دارُالقرار

تاکہ ملکیت کی چیز کو مانگی ہوئی سے ممتاز کرے — اور اس فانی سرائے کو ہمیشگی کے گھر سے

دایہ عاریت بُود روزے سہ چار[2] — مادرا ما را تو گیر اندر کنار

دایہ تین چار روز کے لئے عارضی ہوتی ہے — اے ماں! تو ہمیں گود میں لے لے

پرِّ من ابرست و پردست و کثیف — زانعکاسِ لُطفِ حق شُد او لطیف

میرے پر ابر ہیں اور پردہ اور غلیظ ہیں — اللہ کے لُطف کے مُنعکس ہونے سے وہ لطیف بن گئے ہیں

بر کنم پرّ او لطفش را از راہ — تا بہ بینم حُسنِ مہ را ہم زماہ

میں پروں اور اُس کے لطف کو راستے سے ہٹاتا ہوں — تاکہ میں چاند کا حُسن چاند سے دیکھوں

من نخواہم دایہ مادر خوشترست — موسیم من دایہ من مادرست

میں دایہ نہیں چاہتا، ماں بہتر ہے — میں موسیٰ ہوں، میری دایہ ماں ہے

من نخواہم لُطفِ مہ از واسطہ — کہ ہلاکِ خَلق شُد ایں رابطہ

میں چاند کا لُطف بالواسطہ نہیں چاہتا ہوں — کیونکہ یہ واسطہ لوگوں کیلئے ہلاکت کا سبب بنا ہے

یا مگر ابرے بگیرد خُوی ماہ[3] — تا نگردد اُو حجابِ رُوی ماہ

یا ابر چاند کی خصلت حاصل کرے — تاکہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے

صورتش بنماید اُو دَر وصفِ لا — ہمچو جسمِ انبیا و اولیا

وہ اپنی صورت "لا" کی صفت میں دکھائے — جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے

آں چناں ابرے نباشد پردہ بند — پَردہ دَر باشد بمعنیٰ سُود مند

ایسا ابر حجاب نہیں بنتا ہے — حقیقتاً پردے کو چاک کرنے والا (اور) مفید ہوتا ہے

جیسے انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ ایسی شخصیت پردہ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ پردے کو چاک کرنے والی ہوتی ہے۔

[1] نورِ مہ۔ تعینات کا وجود وجودِ مطلق کا سایہ اور عکس ہے۔ گرچہ۔ ابر کو اگرچہ چاند کی ہم رنگی حاصل ہو گئی ہے لیکن یہ عارضی ہے۔ در قیامت۔ جب صرف ذاتِ حق باقی رہ جائے گی تب سب کو یقین آ جائے گا کہ دوسری چیزوں کا وجود محض عارضی تھا۔ رباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ دارالقرار۔ عالمِ آخرت۔

[2] دایہ۔ وہ چیزیں جن کو دنیا میں انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ مادرا۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ جس کی ہر حالت میں معیت حاصل ہے۔ پرّمن۔ یہ مورد کا مقولہ ہے یعنی دنیاوی ہنر اور صوری صفات میرے لئے بمنزلہ ابر کے بن گئی ہیں ان کو دور کر کے میں چاند کے حُسن کا براہِ راست مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ من نخواہم۔ یہ عارضی صورتیں مجھے درکار نہیں ہیں میں موسوی صفت ہوں میں دایہ کا ضرورتمند نہیں ہوں براہِ راست ماں سے مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ من نخواہم۔ میں مظاہر کے ذریعہ ظاہر کا جلوہ نہیں چاہتا ہوں براہِ راست اس کا جلوہ چاہتا ہوں، مظاہر میں پھنس کر لوگ تباہ ہوئے ہیں۔

[3] یا مگر۔ اگر ذاتِ حق سے بواسطہ استفادہ ہو تو ایسے شیخ کے ذریعہ ہو جو باقی باللہ ہو تاکہ وہ حجاب نہ بن سکے۔ صورتش۔ اس کا وجود باقی باللہ ہو اور اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہو۔

آں[1] چناں کاندر صباحِ روشنی — قطرہ می بارید و بالا ابرنی

جس طرح کہ روشنی کی صبح میں — بارش ہو اور اوپر ابر نہ ہو

معجزِ پیغمبری بُود آں سقا — گشتہ ابر از محو ہم رنگِ سما

وہ سیرابی پیغمبرؐ کا معجزہ تھی — فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہم رنگ ہوگیا تھا

گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما — گفتہ آمد شرحِ آں در ماجرا

بوندیں آسمان سے ٹپکیں — اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے

بود ابر و رفتہ از وے خوئے ابر — ایں چنیں گردد تنِ عاشق بصبر

ابر تھا لیکن اس سے ابر کی صفت جاتی رہی — عاشق کا جسم صبر کے ذریعہ ایسا ہی ہوجاتا ہے

تن بُود اما تنی گم گشت ازو — گشتہ مُبدل رفتہ از وے رنگ و بُو

جسم ہوتا ہے لیکن جسمیت اس سے گم ہوجاتی ہے — وہ تبدیل ہوگیا اس کا رنگ و بو جاتا رہا

پرِ[2] پئے غیرست سر از بہرِ من — خانۂ سمع و بصر استونِ تن

پر غیر کے لئے ہیں، سر میرے لئے ہے — (وہ سر) سمع اور بصر کا خانہ ہے (اور) جسم کا ستون ہے

جاں فدا کردن برائے صیدِ غیر — کفرِ مطلق داں و نومیدی زخیر

دوسرے کے شکار کے لئے جان قربان کرنا — پورا کفر سمجھ اور خیر سے ناامیدی

ہیں مشو چوں قند پیشِ طوطیاں — بلکہ زہرے شو شو ایمن از زیاں

خبردار! ایسا نہ بن جیسے کہ طوطیوں کے سامنے شکر — بلکہ زہر بن جا، نقصان سے محفوظ ہوجا

یا پئے احسنت و شاباش و خطاب — خویشتن مردار کن پیشِ کلاب

یا احسنت اور شاباش اور خطاب کے لئے — اپنے آپ کو کتوں کے سامنے مردار بنالے

پس[3] خضر کشتی برائے آں شکست — تاکہ آں کشتی زغاصب باز رست

خضرؑ نے کشتی اس لئے توڑی — کہ وہ غاصب (بادشاہ) سے بچ گئی

فقر فخری بہرِ آں آمد سنی — تاز طماعاں گریزم در غنی

"فقر میرا فخر ہے" اسی لئے بہتر بنا — تاکہ لالچیوں سے (اللہ) غنی کی جانب گریز کروں

گنجہا را در خرابی زاں نہند — تاز حرصِ اہلِ عمران وارہند

خزانوں کو ویرانے میں اسی لئے رکھتے ہیں — تاکہ آبادی والوں کی حرص سے نجات پا جائیں

[1] آں چناں۔ شیخ کامل ابر ہے لیکن ایسا ابر ہے جو آسمان کے ہم رنگ ہوچکا تھا بارش برستی نظر آرہی تھی اور ابر نظروں سے غائب تھا جیسا کہ آنحضورؐ کے اس معجزہ میں ہوچکا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔ بود۔ اس معجزہ میں ابر تھا لیکن اس میں ابر کی صفات باقی نہ تھیں جب عاشق صبر کرلیتا ہے تو اس کے جسم کی بھی یہی حالت ہوجاتی ہے کہ بظاہر جسم ہے لیکن اس میں جسمانیت نہیں ہے۔

[2] پر۔ پر بھی مور کا مقصود ہو کر میرے لئے عزیز نہیں ہیں سر عزیز ہے کیونکہ پروں سے غیر لطف اندوز ہوتے ہیں اور سر سے میری بینائی اور سماعت اور وجود کا تعلق ہے۔ جاں فدا کردن۔ دوسروں کے لطف کی خاطر جان قربان کرنا بیوقوفی ہے۔ ہیں۔ دنیا داروں کیلئے شکر نہ بن بلکہ زہر بن۔ یا پئے۔ اگر لوگوں کی تحسین و آفرین چاہتا ہے تو ان دنیاداروں کی خاطر اپنے آپ کو مردار بنالے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

[3] پس۔ حضرت خضرؑ نے سالم کشتی کو اسی لئے عیبدار بنا دیا تھا کہ وہ دنیا دار ظالموں کی دست برد سے محفوظ رہ

انسان لالچی چوروں سے محفوظ رہتا ہے۔ گنجہا۔ خزانہ ویرانہ میں اسی لئے مدفون کرتے ہیں تاکہ حریص وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

پُر ستانی کند رو خلوت گزین
تو پُر نہیں کھا سکتا ہے، جا خلوت اختیار کرے

تا نگردی جملہ خرج آن و این
تاکہ تو اِس اور اُس کا خرچ نہ بنے

زانکہ تو ہم لقمہ، ہم لقمہ خوار
کیونکہ تو لقمہ بھی ہے اور لقمہ کھانیوالا بھی ہے

آکل و ماکولی اے جان ہوشدار
اے پیارے ہوش کر! تو کھانے والا اور غذا ہے

در بیان آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول ست

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور غذا ہے

ہمچو آن مرغے کہ قصدِ صیدِ ملخ میکرد و بصیدِ ملخ مشغول بود
اس پرند کی طرح جو ٹڈی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور ٹڈی کے شکار میں مشغول

و غافل بود از باز گرسنہ کہ از پسِ قفایِ اُو قصدِ صیدِ او
ہوتا ہے اور اُس بھوکے باز سے غافل ہوتا ہے جو اُس کے پس پشت اُس کے شکار کرلینے کا

داشت اکنوں اے آدمی صیادِ و آکل از صیادِ و آکلِ خود
ارادہ رکھتا ہے، اب اے کھانیوالے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانیوالے سے مطمئن نہ

ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اَش بنظرِ چشم بنظرِ دلیل و
بن کیونکہ اگرچہ تو اُس کو آنکھ کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور عبرت کی

عبرتش می بین تا چشمِ تیرہ باز شود انشاء اللہ تعالیٰ
نظر سے دیکھ لے تاکہ تیری بے نور آنکھ کھل جائے اگر خدا چاہے

مُرغکے اندر شکارِ کرم بود
ایک چھوٹا سا پرند کیڑے کے شکار میں مصروف تھا

گربہ فرصت یافت اُو را در ربود
بلی کو موقع ملا وہ اُس کو اُچک لے گئی

آکل و ماکول بود اُو بے خبر
وہ کھانے والا اور لقمہ تھا اور بے خبر تھا

در شکارِ خود ز صیادِ دگر
اپنے شکار میں، دوسرے شکاری سے

دُزد گرچہ در شکارِ کالہ است
چور اگرچہ سامان کے شکار میں مصروف ہے

شحنہ با خصمانش در دنبالہ است
کوتوال مع اُسکے دشمنوں کے (اُسکے) درپے ہے

عقلِ اُو مشغولِ رخت و قفلِ در
اُس کی عقل، سامان اور دروازے کے قفل میں مشغول ہے

غافل از شحنہ است و از آہِ سحر
وہ کوتوال اور صبح کی آہ سے بے خبر ہے

اُو چناں غرق ست در سودائے خود
وہ اپنی دھن میں ایسا غرق ہے

غافل ست از طالب و جویائے خود
کہ اپنے طالب اور جویا سے غافل ہے

۱ۓ پُر ستانی کند۔ اگر مور اپنے پر نہ اُکھاڑ سکے تو پھر خلوت اختیار کرے تاکہ جلوہ نمائی کا موقع ہی نہ رہے اور دوسرے ہضم نہ کر جائیں۔ زانکہ۔ جو انسان دوسروں کو پھنساتا ہے وہ خود بھی پھنس جاتا ہے دنیا کی ہر چیز دوسرے کا لقمہ اور دوسرے کو لقمہ بنانے والی ہے۔

۲ۓ در بیان۔ تمام کائنات میں تنازع للبقاء ہے ہر چیز دوسری چیز کو کھاتی ہے اور پھر کھانے والی چیز دوسری چیز کی غذا بن جاتی ہے ایک چڑیا کیڑے کا شکار کرتی ہے اور اس سے غافل ہے کہ باز اُس کا شکار کرنے کی فکر میں ہے جو انسان شکاری دوسرے کو کھانے والا ہے اُس کو اپنے کھانے والے سے بے فکر نہ ہونا چاہیے خود اُس کو کھانے والا اگرچہ نظر نہیں آتا ہے لیکن اُس کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے۔ کرم۔ کیڑا۔

۳ۓ آکل۔ پرند کیڑے کو خوراک بنا رہا تھا لیکن وہ خود بلی کی خوراک تھا جس سے وہ غافل تھا۔ دزد۔ چور سامان کے درپے ہے اور کوتوال چور کے درپے ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ آہ سحر یعنی مظلوم کی صبح کی بد دعا۔ اُو چناں۔ چور اپنی دھن میں اس قدر منہمک ہے کہ اپنے دشمن سے بالکل غافل ہے۔

گر[1] حشیش آبِ زلالے میخورد — معدۂ حیوانش در پے میچرد

اگر گھاس نیز پانی پیتی ہے — بعد میں اُس کو حیوان کا معدہ چر لیتا ہے

آکل و ماکول آمد آں گیاہ — ہمچنیں ہر ہستیِ غیرِ الٰہ

وہ گھاس، کھانے والی اور غذا بن گئی — خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے

وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ وَلَا یُطْعَمُ چو اوست — نیست حق ماکول و آکل لحم و پوست

چونکہ وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا ہے — تو اللہ (تعالیٰ) غذا اور گوشت پوست کا کھانیوالا نہیں ہے

آکل و ماکول کے ایمن بُود — زآکلے کاندر کمیں ساکن بود

کھانیوالا اور غذا بنجانے والا کب مطمئن ہوسکتا ہے؟ — اُس کھانیوالے سے جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے

اَمنِ ماکولاں جذوبِ ماتم ست — رو بداں درگاہ کو لا یُطْعَم ست

کھائے جانیوالوں کا اطمینان رنج کا سبب ہے — اُس درگاہ میں جا جو کھلایا نہیں جاتا ہے

ہر خیالے را خیالے میخورد — فکر آں فکرِ دگر را می چرد

ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے — اُس کا فکر دوسرے فکر کو چر جاتا ہے

تو نتانی[2] کز خیالے وارہی — یا بخسپی تا ازاں بیروں جہی

تو نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پا جائے — یا سو جائے، تاکہ اُس سے باہر نکل جائے

فکر زنبور ست و آں خوابِ تو آب — چوں شوی بیدار باز آید ذباب

تیرا خیال شہد کی مکھی ہے اور نیند، پانی ہے — جب تو جاگے گا پھر مکھی آجائے گی

چند زنبورِ خیالی در پرد — میکشد ایں سو و آنسو می برد

خیال کی بہت سی مکھیاں اُڑتی ہیں — اِدھر کھینچتی ہیں اور اُدھر لے جاتی ہیں

کمترین[3] آکلانست ایں خیال — واں دگرہا را شناسد ذوالجلال

یہ خیال کھا جانے والوں میں سے سب سے چھوٹا ہے — دوسرے (کھانے والوں) کو خدا جانتا ہے

ہیں گریز از جوقِ اکّالِ غلیظ — سوئے اُو کہ گفت ہستیمت حفیظ

خبردار! بھاری زیادہ کھانیوالوں کی جماعت سے بھاگ — اُس کی جانب جس نے فرمایا ہم تیری حفاظت کرنیوالے ہیں

یا بسوئے آنکہ اُو ایں حفظ یافت — گر نتانی سوئے آں حافظ شتافت

یا اُس کی جانب جس نے یہ حفاظت حاصل کرلی ہو — اگر تو اُس حفاظت کرنیوالے کی جانب نہیں دوڑ سکتا ہو

[1] گر حشیش۔ اگر گھاس پانی کو ہضم کرتی ہے تو حیوان کا معدہ اُس کو ہضم کر ڈالتا ہے۔ غیر الٰہ۔ خدا کے علاوہ ہر چیز دوسرے کو فنا کرتی ہے اور اُس کو دوسری چیز فنا کر ڈالتی ہے۔ وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ دوسروں کو غذا عطا کرتا ہے خود غذا سے بے نیاز ہے۔ آکل و ماکول۔ دنیا کی کوئی چیز اپنے نگل جانے والے سے مطمئن نہیں ہو سکتی ہے۔ اَمن۔ اِن فانی چیزوں کا اپنی فنا سے مطمئن رہنا بڑی مصیبت ناک چیز ہے اِس معاملہ میں اللہ کی جانب رجوع ضروری ہے۔ ہر خیالے۔ یہ بات صرف مادیات میں ہی نہیں ہے بلکہ ایک خیال دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے۔

[2] تو نتانی۔ انسان سوا میں اور خیالات سے کسی طرح نجات نہیں پاتا ہے اگر انسان خیالات کو ختم کرنے کے لئے سو بھی جاتا ہے تو وہ خیالات اُن شہد کی مکھیوں کی طرح باقی رہتے ہیں جو کسی غوطہ خور کی فکر میں باہر اُڑ رہی ہیں تاکہ اُس کے پانی سے باہر نکلنے پر اُس کو چمٹ جائیں۔ چند زنبور۔ انسانی خیالات کی کشمکش میں مبتلا رہتا ہے ایک خیال اُس کو ایک جانب کھینچتا ہے تو دوسرا خیال اُس کو دوسری جانب کھینچتا ہے۔

[3] کمترین۔ انسان کو کھانے والی چیزوں میں سے خیالات کمتر درجہ کی چیزیں ہیں جب اُن کا یہ حال ہے تو بڑی چیزوں کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہیں۔ انسان کو اِن تباہ کن چیزوں سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا بسوئے۔ اگر تم اپنا رابطہ براہِ راست خدا سے نہیں قائم کرسکتے ہو تو کسی برگزیدہ شیخ کو واسطہ بنالو۔

دست[1] را مسپار جز در دست پیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑ
حق شدست آں دست اُو را دستگیر
اُس کے ہاتھ کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا بنگیا ہے

پیر عقلت کودکے خو کردہ است
تیری عقل کے پیر نے بچگانہ عادت ڈال لی ہے
از جوارِ نفس کاندر پردہ است
اُس نفس کے پڑوس کی وجہ سے جو پردے میں ہے

عقلِ کامل را قریں کُن با خرد
عقلِ کامل کو عقل کا ساتھی بنالے
تاکہ باز آید خرد زاں خوی بد
تاکہ عقل، اُس بری عادت سے باز آجائے

چونکہ دستِ خود بدستِ اُو نہی
جبکہ تو اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھ دیگا
پس ز دستِ آکلاں بیروں جہی
تو کھانے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا

دستِ تو از اہلِ آں بیعت شود
تیرا ہاتھ اُس بیعت کرنیوالوں میں سے ہو جائیگا
کہ یَدُاللہِ فَوقَ اَیدِیھِم بُود
کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے

چوں[2] بدادی دستِ خود در دستِ پیر
جب تونے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا
پیرِ حکمت کو علیم ست و خبیر
وہ پیرِ حکمت ہے کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے

کو نبیِ وقتِ خویش ست اے مرید
اے مرید! وہ اپنے وقت کا نبی ہے
زانکہ زو نورِ نبی آید پدید
کیونکہ اُس سے نبی کا نور جھلکتا ہے

در حدیبیہ شُدی حاضر بدیں
تو اس وجہ سے حدیبیہ میں پہنچ گیا
واں صحابہ بیعتی را ہم قریں
اور اُن بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بھی بنگیا

پس زدہ[3] یارِ مُبشر آمدی
تو تو "عشرہ مبشرہ" صحابہ میں سے ہوگیا
ہمچو زر دہ دہی خالص شُدی
خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا

تا مُعیت راست آید زانکہ مرد
تاکہ (خدا کی) معیت حاصل ہوجائے کیونکہ انسان
باکسے جُفت ست کو را دوست کرد
اُس کا ساتھی ہے جس کو اُس نے دوست بنایا ہو

ایں جہان و آں جہاں با اُو بود
یہ جہان اور وہ جہان اُسکے ساتھ ہوگا
ویں حدیثِ احمدِ خوش خُو بُود
یہ خوش خلق، احمدؐ کی حدیث ہے

گفت اَلمَرءُ مَعَ مَحبُوبِہٖ
فرمایا "انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے"
لَا یُفَکُّ القَلبُ مِن مَطلُوبِہٖ
قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے

رہے جس وزن کا وہ تھا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَلمَرءُ مَعَ مَن اَحَبَّہٗ "انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے" یہ حکم دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ہے۔

[1] دست[1] مسپار لیکن اپنا ہاتھ حقیقی شیخ کے ہاتھ میں پکڑاؤ کیونکہ اُس کے ہاتھ کو اللہ کی دستگیری حاصل ہے۔ پیر عقلت۔ تیری عقل بچگانہ عادت رکھتی ہے کیونکہ وہ پوشیدہ نفس کے پڑوس میں ہے۔ عقل کامل۔ تو اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کردے وہ بچگانہ عادت چھڑا دے گا چونکہ جب تو شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیگا وہ تجھے برباد کرنے والی چیزوں سے بچائے گا۔

[2] چوں بدادی۔ جب تو شیخ کی ہدایت کا پابند ہے گا تب تجھے تجربہ ہوگا وہ تجربہ کار ہے۔ کو۔ شیخِ وقت کو نبی کا پرتو حاصل ہوتا ہے۔ در حدیبیہ۔ حدیبیہ کے مقام پر آنحضورؐ نے بیعت الرضوان لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا شیخ سے بیعت کرنے کے بعد تجھے بھی ویسی ہی فضیلت حاصل ہوجائے گی جیسی بیعت الرضوان کرنے والوں کو حاصل ہوئی تھی۔

[3] دہ یار مبشر۔ عشرہ مبشرہ وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے اُنکی زندگی میں جنت کی بشارت دیدی تھی۔ چاروں خلیفہ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت ابو عبیدہؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت سعید بن زید۔ دہ دہی۔ وہ خالص سونا ہوتا ہے جو تپانے سے اپنے وزن کا

ہر کجا دام ست و دانہ کم نشیں
جہاں کہیں دانہ اور جال ہے، نہ بیٹھ

رو زبوں گیر از زبوں گیراں ببیں[1]
جا عاجزوں کو پھنسانیوالوں میں کسی عاجز کو پھنسانیوالے کو دیکھ لے

اے زبوں گیرِ زبوناں ایں بداں
اے عاجزوں پر ظلم کرنے والے، یہ سمجھ لے

دست ہم بالای دست ست اے جوان
کہ تیرے ہاتھ کے اوپر بھی ہاتھ ہے اے جوان!

بگسل آں حبلے کہ حرص ست و حسد
اُس رسّی کو توڑ دے جو حرص اور حسد ہے

یاد کن فی جِیدِھا حَبلٌ مَّسد
"اسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے" کو یاد کرلے

دل فراز از دام واجب دیدہ است
دل نے جال سے علیحدگی ضروری بھی ہے

دامِ تو خود بر پرت چفسیدہ است
تیرا جال خود تیرے پَروں پر چپکا ہے

تو زبونی یا زبوں گیر اے عجب[2]
تعجب ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر ظلم کرنیوالا

باش تو ترساں و لرزاں در طلب
تو طلب میں ترساں اور لرزاں رہا کر

آکل و ماکولی اے مرغِ عجب
اے عجیب پرند: تو کھانیوالا اور کھایا ہوا ہے

ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی

حرصِ صیادی ز صیدے مُغفِل ست
شکاری پن کی حرص شکار بن جانے سے غافل کرنیوالی ہو

دلبری میکند کو بیدل ست
وہ دلبری کر رہا ہے جو خود بیدل ہے

بَینَ اَیدِی خلفھم سدّا مباش
تو اُن میں سے نہ بن جن کے آگے اور پیچھے دیوار ہے

کہ نہ بینی خصم را واں خصم فاش
کیونکہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر ہے

تو کم از مرغے مباش اندر نشید[3]
تو سیٹی سننے میں پرندے سے کم نہ بن

بینَ ایدی خلف عصفورے بدید
چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے

کم ز عصفورے نہ بنگر کہ آں
تو چڑیا سے کم نہیں ہے، دیکھ وہ

بین ایدی خلف چوں بیند عیاں
آگے اور پیچھے کھُلا دیکھ لیتی ہے

چوں بنزدِ دانہ آید پیش و پس
جب دانہ کے پاس آتی ہے آگے اور پیچھے

چند گرداند سر و رو آں نفس
اُس وقت سر اور چہرے کو کس قدر گھماتی ہو

کاے عجب پیش و پسم صیاد ہست
کہ کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟

تا کشم از بیم اُو زیں لقمہ دست
تاکہ اُس کے ڈر سے اِس لقمہ سے ہاتھ کھینچ لوں

تو ببیں پس قصۂ فجار را
تو بدکاروں کے قصہ کو پیچھے دیکھ لے

پیش بنگر مرگِ یار و جار را
آگے یار اور پڑوسی کے مرنے کو دیکھ لے

---

[1] رَو - دنیا میں کمزوروں پر ظلم کرنیوالوں کا حال دیکھ لے۔ اے زبوں۔ کمزوروں پر ظلم کرنے والوں کو یہ جان لینا چاہیئے کہ کوئی نہ کوئی اُس سے بھی زیادہ طاقتور ہوگا۔ بگسل۔ مولانا نے ابولہب کی بیوی کے گلے کی رسّی کو حرص اور حسد کی رسّی قرار دیا ہے۔ دل فراز۔ جبکہ عقلاً جال سے جدائی ضروری ہو تو تیرا جال خود تیرے پروں سے چپکا ہوا ہے۔

[2] تو زبونی۔ ہر انسان کو احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیئے کہ وہ مظلوم ہے یا ظالم آکل و ماکول۔ ہر انسان کھانے والا اور دوسرے کی خوراک ہے لہٰذا وہ خود شکار بھی ہو اور شکاری بھی ہے۔ حرص۔ انسان کی شکاری پن کی عادت اُس کو خود شکار بن جانے سے غافل بنائے ہوئے ہے وہ دوسروں کا دل بھاتا ہے اور خود اُس کا دل چوری ہو چکا ہے۔ بَینَ اَیدِی۔ انسان کو ایسا غافل نہ ہونا چاہیئے کہ اُس کے سامنے غفلت کی ایسی دیوار ہو جو کھُلے ہوئے دشمن کو بھی نہ دیکھنے دے۔

[3] تو کم۔ چڑیا اپنے پھنسنے کے خوف سے اِدھر اُدھر کو دیکھ لیتی ہے۔ کم ز عصفورے۔ چڑیا آگا پیچھا دیکھ لیتی ہے تو چڑیا سے کم نہ بن۔ کاے عجب۔ وہ چڑیا اسلئے اِدھر اُدھر دیکھتی ہو کہ کوئی شکاری تو نہیں ہے تاکہ دانہ سے قطع نظر کروں۔ تو ببیں۔

کہ ہلاکت دادشاں بے آلتے ۔۔۔ او قرینِ تست در ہر حالتے
کہ انکو (اللہ تعالیٰ) نے بلا آلہ کے ہلاک کردیا ۔۔۔ وہ ہر حالت میں تیرے ساتھ ہے

حق شکنجہ کرد و گرز و دست نیست ۔۔۔ پس بدانے دستِ حق داور کنیست
اللہ (تعالیٰ) نے شکنجہ میں کس دیا اور گرز اور ہاتھ نہیں ہے ۔۔۔ تو سمجھ لے اللہ (تعالیٰ) بغیر ہاتھ کے سزا دینے والا ہو

آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو ۔۔۔ در شکنجہ او مقر می شد کہ ہو
وہ جو کہتا تھا کہ اگر اللہ ہے تو کہاں ہے؟ ۔۔۔ شکنجہ میں وہ مقر ہوگیا کہ وہ ہے

وآنکہ میگفت ایں بعید ست و عجیب ۔۔۔ اشک میراند و میگفت اے قریب
وہ جو کہتا تھا کہ یہ بعید اور عجیب ہے ۔۔۔ وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک!

آنکہ عجز از انکارِ حق کارش نبود ۔۔۔ برد حسرت عاقبت بے ہیچ سود
وہ جس کا کام سوائے اللہ (تعالیٰ) کے انکار کے کچھ نہ تھا ۔۔۔ انجام کار بلا فائدہ اس نے حسرت کی

در نگر احوالِ فرعون و ثمود ۔۔۔ قومِ لوطؑ و قومِ صالحؑ قومِ ہودؑ
فرعون اور ثمود کے احوال دیکھ لے ۔۔۔ قوم لوطؑ اور قوم صالحؑ اور قوم ہودؑ کے

حالِ نمرودِ ستمگر در نگر ۔۔۔ در مآلِ قومِ نوحؑ افگن نظر
ظالم نمرود کی حالت دیکھ لے ۔۔۔ قوم نوحؑ کے انجام پر نگاہ ڈال لے

تا بدانی حق سمیع ست و علیم ۔۔۔ فارغ ست از ترس و پاک از باک و بیم
تاکہ تو جان لے کہ اللہ (تعالیٰ) سمیع اور علیم ہے ۔۔۔ وہ خوف سے بے نیاز ہے اور ڈر اور پروا سے پاک ہے

بر کنم من میخ ایں منحوس دام ۔۔۔ از پئے کامے نباشم تلخ کام
میں اس منحوس جال کی کھونٹی اکھاڑ رہا ہوں ۔۔۔ مقصد کے لئے (جال) میں ناکام نہ بنوں

در خورِ عقلِ تو گفتم ایں جواب ۔۔۔ فہم کن وز جستجو رو بر متاب
تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دیدیا ۔۔۔ سمجھ لے اور جستجو سے منہ نہ موڑ

سببِ کُشتنِ ابراہیم علیہ السّلام زاغ راکہ آں اشارہ

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا کوّے کو مارنے کا سبب کہ وہ مہلک صفات

بقمعِ کدام صفت بود از صفاتِ مذمومۂ مہلکہ

میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف اشارہ تھا

ایں سخن را نیست پایان و فراغ ۔۔۔ اے خلیلِ حق چرا کشتی تو زاغ
اِس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے ۔۔۔ اے اللہ کے خلیلؑ! آپ نے کوّے کو کیوں مارا؟

لہ کہ ہلاکت۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بدکاروں کو بغیر کسی ظاہری آلہ کے ہلاک کر دیا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بغیر گرز اور ہاتھ کے سزا دیدی تجھے یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ظاہری ہاتھ کے سزا دیدیتا ہے۔ آنکہ۔ منکر خدا بھی سزا کے وقت خدا کا اقرار کر لیتا ہے۔ وآنکہ۔ جو منکر خدا کا وجود عقل سے دور سمجھتا تھا عذاب کے وقت اُس کو یا قریب کہہ کر پکارتا ہے۔ کارش نبود۔ خدا کے منکروں کو انجام کار حسرت اٹھانا پڑے گی۔

لہ در نگر۔ جن منکروں کو انجام کار حسرت اٹھانی پڑی اُن کو شمار کیا گیا ہے۔ تا بدانی۔ اُن لوگوں اور قوموں کے انجام سے تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ حق تعالیٰ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور ظالموں کو تباہ کرنے میں اُس کو کوئی باک نہیں ہے۔ بر کنم۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ یہ پر بمنزلہ جال کے ہیں لہذا میں انکو مقصد برآری کے لئے اکھاڑ رہا ہوں۔

لہ در خور۔ مور نے ناصح حکیم سے کہا کہ تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دے دیا ہے۔ اب تو اس کو خوب سمجھ لے۔ سبب کشتن۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو کوّے کو ہلاک کیا تو وہ کونسی انسانی بری صفت کے ازالہ کی طرف اشارہ تھا۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ آپ فرمائیں کہ کوّے کو ہلاک کرنے میں کیا حکمت

بہرِ فرماں، حکمتِ فرماں چہ بود؟ ‏— اَندکے زاسرارِ آں باید نمود

حکم کی وجہ ہے، حکم کی حکمت کیا تھی؟ — اُس کے رازوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کردیجیے

کاغ کاغ[1] و نعرۂ زاغِ سیاہ — دائما باشد بدن را عمرخواہ

کالے کوّے کی کائیں کائیں اور شور — ہمیشہ، جسم کی عمر کا خواہاں ہے

ہمچو ابلیس از خدایِ پاکِ فرد — تا قیامت عمرِ تن درخواست کرد

جس طرح شیطان نے خدائے قدوس واحد سے — قیامت تک کے لئے جسم کی عمر کی درخواست کی

گفت اَنظِرنِی اِلیٰ یومِ الجزا — کاشکے گفتے کہ تُبنا ربَّنا

اُس نے کہا مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے — کاش وہ کہتا کہ اے ہمارے رب ہماری توبہ قبول کرلے

زندگی بے دوست جاں فرسودنست — مُ، حاضر غائب از حق بودنست

بغیر دوست کے زندگی، جان کی تباہی ہے — اللہ تعالیٰ سے غائب ہونا، فوری موت ہے

عمر و مرگ[2] ایں ہر دو با حق خوش بود — بے خدا آبِ حیات آتش بود

زندگی اور موت یہ دونوں خدا کیساتھ اچھی ہیں — بغیر خدا کے آبِ حیات، آگ ہے

آں ہم از تاثیرِ لعنت بود کو — در چناں حضرت ہمی شد عمرجُو

یہ بھی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ — ایسے دربار میں عمر کا خواہاں بنا

از خدا غیرِ خدا را خواستن — ظنِّ افزونی ست کلّی کاستن

خدا سے غیرِ خدا کو مانگنا — بڑھوتری کا گمان اور بالکلیہ گھاٹا ہے

خاصہ عمرے غرق در بیگانگی — در حضورِ شیر روبہ شانگی

خصوصاً وہ عمر جو غیریت میں غرق ہو — شیر کے سامنے، لومڑی بن ہے

عمر بیشم[3] دہ کہ تا پس تر روم — مُہلم افزوں دہ کہ تا کمتر شوم

مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں — مجھے زیادہ مُہلت دے، تاکہ کمتر ہوجاؤں

تاکہ لعنت را نشانہ او بود — بدکسے باشد کہ لعنت جُو بود

تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے — بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جویاں ہو

عمرِ خوش در قربِ جاں پروردنست — عمرِ زاغ از بہرِ سرگیں خوردنست

اچھی عمر قربِ خداوندی میں جان کی پرورش ہے — کوّے کی عمر گوبر کھانے کے لئے ہے

عمر بیشم دہ کہ تا گُہ می خورم — دائم اینم دہ کہ بس بدگوہرم

مجھے زیادہ عمر دے تاکہ گُو کھاؤں — مجھے ہمیشہ یہ دے کیونکہ میں بہت بداصل ہوں

۱؎ کاغ کاغ۔ حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ کوّے کی کائیں کائیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی عمر کی درازی کا خواہاں ہے۔ ہمچو ابلیس۔ قرآن پاک میں مذکور ہے اَنظِرنِی اِلیٰ یَومِ یُبعَثُون یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مجھے قیامت تک کی عمر دیدے۔ تُبنا۔ حضرت آدمؑ نے توبہ کی دعا کی تھی۔ زندگی۔ شیطان نے زندگی کی دعا مانگی لیکن وہ زندگی جو بغیر دوست کے ہو محض جان کو گھلنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غفلت فوری موت ہے۔

۲؎ عمر و مرگ۔ موت ہو یا زندگی جو اللہ کے ساتھ بنے بہتر ہے خدا کو چھوڑ کر آبِ حیات بھی آگ کا کام کرتا ہے۔ آں ہم۔ شیطان کی درازیٔ عمر کی تمنا بھی اس کے ملعون ہونے کا اثر تھی۔ از خدا۔ خدا سے غیر خدا کو مانگنا تباہی ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً وہ عمر جس میں خدا کی رضا حاصل نہ ہو محض مکاری ہے۔

۳؎ عمر بیشم۔ وہ شیطان کی دُعا تو یہ تھی کہ خدا اس کو زیادہ عمر اسلئے دیدے تاکہ وہ اور قعرِ ذلت میں گرے اور خدا کی لعنت کا نشانہ بنے تو ایسے شخص سے زیادہ بُرا اور کون ہوگا جو لعنتِ خداوندی کا جویاں ہو۔ عمرِ خوش۔ اچھی زندگی تو وہ ہے جس میں قربِ الٰہی میں جان کی پرورش ہوسکے۔ کوّے کی دراز عمر گوبر کھانے کے لئے ہے۔ عمر بیشم۔ کوّے کی عمر کی زیادتی تمنا تو گوبر کھانے کیلئے ہی

گر نہ گُہ خوارست آں گندہ دہاں — گویدے کز زاغیم تو وارہاں

اگر وہ گندہ دہن گُہ کھانے والا نہ ہوتا — تو کہتا، مجھے کوّے پن سے نجات دیدے

مناجات

دُعا

اے مُبدّل کردہ خاکے را بزر — خاکِ دیگر را بکردہ بُوالبشر

اے وہ جس نے مٹی کو سونا بنایا — دوسری مٹی کو ابوالبشر بنایا

کارِ تو تبدیلِ اعیان و عطا — کارِ من سہو است و نسیان و خطا

تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے — میرا کام سہو اور بھول اور خطا ہے

سہو و نسیاں را مُبدّل کُن بعلم — من ہمہ خلمم مرا کُن صبر و حلم

میرے سہو اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے — میں مجسّم غصہ ہوں، مجھے صبر اور حلم بنا دے

اے کہ خاکِ شورہ را تو ناں کُنی — وے کہ نانِ مُردہ را تو جاں کُنی

اے وہ کہ تو شور یلی زمین کو روٹی بنا دیتا ہے — اے وہ کہ تو مُردہ روٹی کو جان بنا دیتا ہے

اے کہ جانِ خیرہ را رہبر کُنی — وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کُنی

اے وہ کہ تو پراگندہ کو رہبر بنا دیتا ہے — اے وہ کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے

اے کہ خاکِ تیرہ را تو جاں دہی — عقل و حِس و روزی و ایماں دہی

اے وہ کہ تو تاریک مٹی کو جان عطا کرتا ہے — عقل اور حِس اور روزی اور ایمان دیدیتا ہے

شکر از نے میوہ از چوب آوری — از منی مُردہ بتِ خوب آوری

نے سے شکر اور لکڑی سے پھل پیدا کر دیتا ہے — مُردہ منی سے حسین معشوق پیدا کر دیتا ہے

گُل زگِل صفوت ز دل پیدا کُنی — پیہ را بخشی ضیاء و روشنی

مٹی سے پھول، دل میں اخلاص پیدا کر دیتا ہے — چربی کو نور اور روشنی بخش دیتا ہے

میکُنی جزوِ زمیں را آسماں — میفزائی در زمیں از اختراں

تو زمین کے جزو کو آسمان بنا دیتا ہے — ستاروں سے زمین میں افزائش کر دیتا ہے

ہر کہ سازد زیں جہاں آبِ حیات — زوترش از دیگراں آید ممات

جو اِس دنیا کو آبِ حیات بناتا ہے — اُس کو دوسروں سے پہلے موت آجاتی ہے

اِس سے مراد یا وہ انبیاء ہیں جو زمین سے پیدا ہوئے اور پھر انکو آسمان پر اٹھا لیا گیا یا انکو معراج کرا دی گئی یا یہ مقصد ہے کہ وہ بخارات جو زمین سے اُٹھے اُنسے آسمان پیدا فرمایا۔ میفزائی۔ ستاروں کی تاثیر سے زمین میں پیداوار اُگتی ہے۔
ہر کہ۔ جو شخص دنیا کی زندگی کو منتہائے کمال سمجھتا ہے اُس کی موت سب سے پہلے آجاتی ہے۔

۱ے گر نہ۔ اگر وہ گوبر کھانے والا نہ ہوتا تو یہ دعا کرتا کہ مجھے کتے پن سے نجات دیدے۔

اے حضرت۔ حق تعالےٰ کی قدرت ہے کہ اُس نے مٹی سے سونا بنا دیا اور مٹی سے حضرت آدم ابوالبشر کو پیدا کر دیا۔ کارِ تو۔ اللہ تعالےٰ کا کام تبدیل کرنا اور انسان کا کام بھول اور غلطی ہے۔ سہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ وہ ہماری بھول کو علم سے تبدیل کر دے اور ہمارے غصے کو بُردباری سے بدل دے۔

۲ے خاکِ شورہ۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت ہے کہ شور زمین سے بھی وہ غلہ اُگا دیتا ہے جس سے روٹی تیار ہوتی ہے اور مُردہ روٹی کو انسان کی جان میں تبدیل کر دیتا ہے۔

۵ے اے کہ۔ خدا کو وہ قدرت ہے کہ گمراہ کو راہبر بنا دیتا ہے اور راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے۔ خاکِ تیرہ۔ انسان مٹی سے بنا ہے اور قدرت نے پھر اُس کو دولتِ ایمان سے بہرہ ور بنا دیا ہے۔ از نے۔ نے میں سے شکر پیدا کر دینا اور شاخ میں سے پھل پیدا کر دینا نطفے سے حسین معشوق پیدا کرنا قدرتِ خداوندی ہی کا کام ہے۔

۳ے گل زگل۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہ مٹی سے حسین پھول اور دل سے خلوص پیدا کر دیتا ہے اور آنکھ کی چربی میں روشنی اور چمک پیدا کر دیتا ہے۔ جزو زمیں۔

دیدۂ دل کو بگردوں بنگریست　　دیدہ کانجا ہر دمے مینا گریست

جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا　　اُس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت تماشا ہے

قلبِ اعیان ست و اکسیر محیط　　ائتلافِ خرقۂ تن بے مخیط

موجودات کی تبدیلی ہے اور عالمگیر اکسیر ہے　　جسم کے چیتھڑوں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے

تو ازاں روزے کہ در ہست آمدی　　آتشے یا خاک یا بادے بُدی

تو جس دن سے وجود میں آیا ہے　　آگ یا خاک یا ہوا تھا

گر بداں حالت ترا بودے بقا　　کے رسیدے مر ترا ایں ارتقا

اگر اسی حالت پر تیرا بقا ہوتا　　تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوتی؟

از مبدّل ہستیِ اول نماند　　ہستیِ دیگر بجائے او نشاند

تبدیل کرنیوالے کی وجہ سے پہلا وجود نہ رہا　　اس نے دوسرا وجود اس کی بجائے قائم کر دیا

ہمچنیں تا صد ہزاراں ہستہا　　بعدِ یک دیگر دوم بہ ز ابتدا

اسی طرح لاکھوں وجود تک　　ایک دوسرے کے بعد، دوسرا پہلے سے بہتر

آں مبدّل بیں وسائط را بماں　　کز وسائط دور گردی ز اصل آں

اُس تبدیل کرنیوالے کو دیکھ، واسطوں کو چھوڑ　　کیونکہ واسطوں سے تو اصل سے دُور جائے گا

واسطہ ہر جا فزوں شد وصل جست　　واسطہ کم ذوقِ وصل افزوں ترست

جہاں واسطے زیادہ ہوئے، وصل جاتا رہا　　واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے

از سبب دانی شود کم حیرتت　　حیرتے کہ رہ دہد در حضرتت

اسباب کے جاننے سے تیری حیرت کم ہو جائیگی　　وہ حیرت جو دربار تک تیری رہنما ہے

ایں بقاہا از فناہا یافتی　　از فنایش رُو چرا بر تافتی

تونے یہ بقائیں فناؤں سے حاصل کی ہیں　　اُس کی فنا سے تونے کیوں مُنھ موڑا ہے

زاں فناہا چہ زیاں بودت کہ تا　　بر بقا چفسیدۂ اے بینوا

اُن فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ　　تو اے بینوا! بقا سے چمٹا ہوا ہے

چوں دوم از اولینت بہترست　　پس فنا جوی و مبدّل را پرست

جبکہ دوسرا (وجود) تیرے لئے پہلے سے بہتر ہے　　تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنیوالے کی عبادت کر

نہیں ہے۔ چوں دوم۔ جبکہ تبدیلی کے بعد دوسرا وجود پہلے وجود سے بہتر ملا ہے تو انسان کو فنا کی جستجو کرنی چاہیئے اور تبدیل کرنے والے کا شکر گزار رہنا چاہیئے۔

لے دیدۂ دل۔ جو شخص قلبی بصیرت سے آسمان کو دیکھے گا اُس کو نظر آئے گا کہ وہاں ہر وقت قدرت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ قلبِ اعیان۔ عالمِ بالا کے تصرفات میں اجسام کی تبدیلی ہے اور ایک عالمگیر کیمیا گری ہے۔ تو ازاں۔ اس تبدیلی کی دلیل یہ ہے کہ انسان ابتدا میں عناصرِ اربعہ میں سے کوئی عنصر تھا اگر وہ اسی حالت میں رہتا تو اس کو احسن تقویم کا ارتقائی رتبہ کیسے ملتا۔ از مبدّل۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے پہلے وجود کو بدل کر دوسرا وجود عنایت کر دیا۔

لے ہمچنیں۔ وجود کی تبدیلی کے لاکھوں مرتبے ہیں۔ آں مُبدّل۔ انسان کی توحید کا تقاضہ ہے کہ وہ تبدیل کرنے والی ذات پر نظر رکھے تبدیلی کے درمیانی واسطوں پر نظر رکھنا انسان کو اس ذات سے دُور کر دیتا ہے۔ واسطہ۔ محبوب سے ملاقات میں جس قدر وسائل کا اضافہ ہوتا ہے ذوقِ وصل میں کمی آجاتی ہے۔ از سبب۔ اسباب اور علل معلوم کرنے سے وہ حیرت کم ہو جاتی ہے جو انسان کو بارگاہِ خداوندی میں پہنچاتی ہے۔

لے ایں بقاہا۔ جبکہ ان مراتب میں فنا کے بعد ارتقائی وجود حاصل ہوا ہے تو انسان کو فنا سے نہ گھبرانا چاہیئے۔ زاں۔ پہلے مراتب کے فنا سے اور ارتقا حاصل ہوا لہٰذا بقا سے چمٹا رہنا عقلمندی

صد[1] ہزاراں حشر دیدی اے عنود — تاکنوں ہر لحظہ از بدوِ وجود
اے سرکش! تو نے لاکھوں حشر دیکھے ہیں — ہر لمحہ وجود کی ابتداء سے اب تک

از جمادی بے خبر سوئے نما — وز نما سوئے حیات و ابتلا
بے خبری میں جمادیت سے (نشو و) نما کی جانب — اور نما سے زندگی اور آزمائش کی جانب

باز سوئے عقل و تمیزاتِ خوش — باز سوئے خارجِ ایں پنج و شش
پھر اچھی عقل اور تمیز کی جانب — پھر ان (حواسِ خمسہ) اور شش (جہات) سے باہر کی جانب

تالبِ[2] بحر ایں نشانِ پایہاست — پس نشانِ پا درونِ بحر لاست
یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے تک ہیں — پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان معدوم ہیں

زانکہ منزلہائے خشکی زاحتیاط — ہست دہ ہا و وطنہا و رباط
کیونکہ خشکی کے مقامات احاطہ بندی کی وجہ سے — دیہات اور وطن اور سرائے ہیں

باز منزلہائے دریا در وقوف — وقتِ موجش نے جدار و نے سقوف
پھر دریائی مکانات، ٹھکاؤ میں — اسکے تموج کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں

نیست پیدا اندراں رہ پا و گام — نے نشانست آں منازل را نہ نام
اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں — ان گھروں کا نہ نشان ہے، نہ نام ہے

ہست[3] صد چنداں میانِ منزلین — آں طرف کز ایں تا بالائے این
دونوں منزلوں کے درمیان سو گنا فاصلہ ہے — اُس جانب مکان سے (لا) مکان کے اوپر تک

در فناہا ایں بقاہا دیدۂ — بر بقائے جسم چوں چفسیدۂ
فناؤں میں تو نے بقائیں دیکھی ہیں — جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟

ہیں بدہ اے زاغ ایں جاں باز باش — پیشِ تبدیلِ خدا جانباز باش
ہاں! او کوّے یہ جان دیدے، باز بن جا — خدائی تبدیلی کے سامنے جانباز بن جا

تازہ میگیر و کہن را می سپار — کہ ہر امسالت فزونست از سہ پار
تازہ بن جا، پرانے کو دے دے — کیونکہ تیرا یہ سال گزشتہ تین سالوں سے بڑھا ہوا ہے

گر نباشی نخل وار ایثار کن — کہنہ بر کہنہ نہ و انبار کن
اگر تو کھجور کی طرح ایثار کرنے والا نہیں ہے — پرانے پر پرانا رکھتا رہ اور جمع کرلے

ہے انسان کو نہ چھٹنا چاہیے۔ ہیں۔ جو شخص عمر کی درازی کا خواہش مند ہے اُس کو اس تبدیلی میں جان کی بازی لگانی چاہیے۔ تازہ۔ تو انسان کو تازہ وجود حاصل کرنا چاہیے کیونکہ اُس کو ہر مرتبہ پہلے مرتبہ سے افضل حاصل ہوا ہے۔ گر نباشی۔ کھجور اپنا پھل دوسروں کو دے دیتی ہے تو اُس کو قدرت نیا پھل عطا کر دیتی ہے۔

---

[1] صد ہزاراں۔ انسان کے لاکھوں مراتب ایسے ہیں جو فنا ہو چکے ہیں۔ از جمادی۔ انسان اپنے جمادی وجود سے نباتی وجود کی طرف منتقل ہو گیا اور اُس سے وہ اعلیٰ ہے پھر نباتی وجود سے اُس کو حیوانی وجود اور پھر عقل کی بنا پر اُس کو وہ وجود مل گیا جس میں وہ احکام کا مکلف بنا۔ خارج۔ یعنی پھر اُس کا ارتقاء عالمِ ارواح کی جانب ہوا جو حواسِ خمسہ اور جہاتِ ستہ سے بالاتر ہے۔

[2] تالبِ بحر۔ ان مراتبِ وجود کے نشانات اُس وقت تک ہیں جب تک کہ اُس کا وجود، وجودِ مطلق سے وابستہ نہیں ہوا اور جب اس سمندر میں پہنچ گیا تو پھر ان وجودات کے نشانات غائب ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ اس مسئلہ کو اس طرح سمجھو کہ خشکی کے منازل کے نشانات ہوتے ہیں انھیں نشانات کے ذریعہ گاؤں اور سرائے اور وطن بنتا ہے لیکن دریا کے منازل کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے دریا کی منزل کی نہ چھت ہوتی ہے نہ دیوار نہ وہاں چلنے کے نشانات پیدا ہوتے ہیں۔

[3] ہست۔ عالمِ مکان اور عالمِ لامکان دونوں منزلوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ ایں۔ مکان۔ بالائے ایں لامکان۔ در فنا۔ جبکہ پہلے مراتب کے فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے تو اس جسم کی بقا

کہنہ[1] و گندیدہ و بوسیدہ را — تحفہ می بر بہرِ ہر نادیدہ را

پُرانے اور گندہ اور سڑے ہوئے کا — ہر ندیدے کے لئے تحفہ لے جا

آنکہ نو دید او خریدارِ تو نیست — صیدِ حق ست او گرفتارِ تو نیست

جس نے نیا دیکھا ہے وہ تیرا خریدار نہیں ہے — وہ اللہ (تعالےٰ) کا شکار ہے وہ تجھ میں پھنسا ہوا نہیں

ہر کجا باشند جوقِ مرغِ کور — بر تو جمع آیند اے سیلابِ شور

جہاں کہیں اندھے پرندوں کا جمگھٹ ہو — اے کھاری پانی! تجھ پر جمع ہو جائے گا

تا فزاید کوری از شوراَبہا — زانکہ آبِ شور افزاید عمیٰ

تاکہ کھاری پانیوں سے اندھا پن بڑھے — کیونکہ کھارا پانی اندھا پن بڑھاتا ہے

اہلِ[2] دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند — شاربِ شورابۂ آبِ وگِل اند

دنیادار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں — (کیونکہ) وہ آب وگِل کا کھاری پانی پینے والے ہیں

شور میخور کور می چر در جہاں — چوں نداری آبِ حیواں در نہاں

دنیا میں کھاری پانی پی چارہ، اندھے پن سے چر چارہ — جبکہ تو اندر آبِ حیات نہیں رکھتا ہے

با چنیں حالت بقا خواہی و زیاد — ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد

اس حالت میں تو بقا اور زیادہ کا رچاہتا ہے — تو حبشی کی طرح کالا منہ ہونے پر خوش ہے

در سیاہی رنگ ازاں آسودہ است — کو ز زاد و اصل زنگی بودہ است

وہ رنگ کے کالے پن پر اس لئے مطمئن ہے — کیونکہ وہ پیدائش اور اصل سے حبشی ہے

آنکہ زاول شاہد و خوش رُو بود — گر سیہ گردد تدارک جُو بود

وہ جو شروع سے معشوق اور خوبصورت ہو گا — اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کا طالب ہو گا

مرغِ[3] پرندہ چو ماند بر زمیں — باشد اندر غصہ و درد و حنیں

اُڑنے والا پرند جب زمین پر رہ جائے — وہ رنج اور درد اور فغاں میں ہو گا

مرغِ خانہ بر زمیں خوش میرود — دانہ چین و شاد و شاطر میدود

پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے — دانہ چگتا ہوا اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہے

زانکہ او از اصل بے پرواز بود — واں دگر پرندہ و پرباز بود

کیونکہ وہ اصل سے بغیر اُڑان کے تھا — وہ دوسرا اُڑنے والا اور کھلے پروں کا تھا

[1] کہنہ۔ اگر پُرانا پھل نہ جھڑے تو وہ بوسیدہ اور گندہ ہو جائے گا آنکہ جس نے نیا وجود حاصل کر لیا ہے وہ پُرانے وجود کا خریدار نہ بنے گا۔ صیدِ حق۔ وہ ذات حق میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے۔ ہر کجا۔ تیرے خریدار اندھے ہیں اندھے پرند کھارے پانی پر جمع ہوتے ہیں جو اُن کو اندھا بنا رہتا ہے۔

[2] اہلِ دنیا۔ اہلِ دنیا چونکہ پُرانے وجود سے چمٹے ہوئے ہیں تو وہ بھی شور کھاری پانی کے پرندوں کی طرح اندھے دلوں والے ہیں شور۔ اگر انسان کے دل میں آبِ حیات جاری نہیں ہے تو وہ کھاری پانی پینے والا اور اندھا دُھند کھانے والا ہے۔ با چنیں۔ اگر اِس بُری حالت میں تو عمر کی زیادتی کا خواہاں ہے تو تیری مثال اُس حبشی کی سی ہے جو اپنی سیاہ روئی پر مطمئن اور خوش ہو۔ آنکہ۔ اگر کوئی شروع میں خوش رنگ ہو اور پھر وہ سیاہ رُو بن جائے تو وہ اِس حالت میں مطمئن نہیں ہو سکتا ہے۔

[3] مرغ۔ اگر اُڑنے والا پرند پنجرے میں پھنس جائے تو وہ غم و غصہ میں رہتا ہے۔ مرغِ خانہ۔ پالتو پرند پنجرے میں بھی خوش رہتا ہے کیونکہ اس کو کبھی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی اور اُڑنے والا پرند آزاد تھا۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِرْحَمُوْا ثَلَاثًا عَزِیْزَ قَوْمٍ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باعزت

ذَلَّ، وَغَنِیَّ قَوْمٍ اِفْتَقَرَ، وَعَالِمًا یَلْعَبُ بِهِ الْجُهَّالُ
جو ذلیل ہو گیا ہو، کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہو گیا ہو، وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں

گفت پیغمبر کہ رحم آرید بر
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اوپر

حالِ مَنْ کَانَ غَنِیًّا فَافْتَقَرْ
اُس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہو گیا

وَالَّذِیْ کَانَ عَزِیْزًا فَاحْتُقِرْ
اور اُس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہو گیا ہو

اَوْ صَفِیًّا عَالِمًا بَیْنَ الْمُضِرّ
یا منتخب عالم ترشروئی کے درمیان

گفت پیغمبر کہ بر ایں سہ گروہ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر

رحم آرید ار ز سنگید و ز کوہ
رحم کرو خواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے

آنکہ او بعد از عزیزی خوار شد
وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہو گیا ہو

واں توانگر ہم کہ بے دینار شد
وہ مالدار بھی جو بے زر ہو گیا ہو

واں سوم آں عالمے کاندر جہاں
تیسرے وہ عالم جو دنیا میں

مبتلا گردد میانِ ابلہاں
بے وقوفوں میں مبتلا ہو جائے

زانکہ از عزت بخواری آمدن
کیونکہ عزت سے ذلت میں آ جانا

ہمچو قطعِ عضو باشد از بدن
جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے

عضو گردد مردہ کز تن وا برید
جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مردہ ہو جاتا ہے

نو بریدہ جنبد اما نے مدید
نیا کٹا ہوا تڑپتا ہے لیکن زیادہ دیر نہیں

ہر کہ از جامِ الست او خورد پار
جس نے گذشتہ سال جام الست سے پیا ہو

ہستش امسال آفتِ رنج و خمار
اُس کو اس سال رنج اور اعضاء شکنی کی مصیبت ہو گی

وانکہ چوں سگ ز اصل گدائی بود
وہ جو کتے کی طرح اصل سے گدا ہو

کے مر او را حرصِ سلطانی بود
اُس کو بادشاہت کا لالچ کب ہوتا ہے؟

توبہ او جوید کہ کردہ ست او گناہ
توبہ وہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو

آہ او گوید کہ گم کردہ است راہ
آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ گم کر دیا ہو

ہوتا ہے اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہی آہ کرتا ہے۔

لہ قال النبیؐ۔ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ اچھی حالت کے بعد جب بُری حالت ہوتی ہے تو وہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مَنْ کَانَ۔ جو شروع سے مفلس ہو وہ اس قدر قابل رحم نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جو مالداری کے بعد مفلس ہو گیا ہو۔ عزیزاً جو شخص پہلے باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا ہو وہ بہت زیادہ قابل رحم ہے۔ عالماً۔ وہ عالم جو جاہلوں میں پھنس گیا ہو بہت زیادہ قابل رحم ہے ار ز سنگید۔ خواہ تم پتھر کے بنے ہوئے ہو۔

لہ آنکہ۔ یہ تینوں شخص بہت زیادہ قابل رحم ہیں، کیونکہ عزت کے بعد ذلت میں مبتلا ہو جانے سے وہی تکلیف پہنچتی ہے جو بدن کا کوئی عضو کٹنے سے عضو۔ بدن سے کوئی عضو کٹنے کے بعد مُردہ ہو جاتا ہے تھوڑی دیر وہ تڑپتا ہے اور پھر اس پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

لہ ہر کہ۔ جو شخص ایک بار کسی چیز کی لذت حاصل کر چکا ہے اس کی یاد اس کو ستاتی ہے۔ وانکہ جس شخص نے کبھی سلطنت کا مزا نہ چکھا ہو وہ سلطانی کی حرص سے محروم ہوتا ہے۔ توبہ۔ وہ شخص توبہ کرتا ہے جس کو اپنے گناہ کا احساس

قصۂ[۱] محبوس شدن آں آہو بچہ در آخرِ خراں و طعنۂ آں خراں بر آں

ہرن کے بچہ کا گدھوں کے اصطبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اُس پردیسی پر اُن

غریب گاہ بجنگ گاہ بہ تسخر و مُبتلا شدنِ اُو بکاہِ خشک کہ غذائے

گدھوں کی طعنہ زنی کبھی لڑائی سے کبھی مذاق سے، اور اُس کا خشک گھاس میں

اُو نیست و[۲] ایں صفت بندۂ خاصِ خدا ای ست عزّوجلّ میانِ

مبتلا ہونا کیونکہ وہ اُسکی غذا نہیں ہے اور یہی حالت خدائے عزوجل کے خاص بندے کی دنیاداروں

اہلِ دُنیا و اہلِ شہوت کہ اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا

اور شہوت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور عنقریب اجنبی

کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

بنجائیگا جیساکہ شروع ہوا تو اجنبیوں کیلئے خوشخبری ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے

آہوئے را کرد صیّادے شکار
ایک ہرن کا ایک شکاری نے شکار کر لیا

اندر آخر کردش آں بے زینہار
اُس بے امان کو اصطبل میں کر دیا

آخرے را پُر ز گاوان و خراں
اُس اصطبل کو جو بیلوں اور گدھوں سے بھرا ہوا تھا

حبس آہو کرد چوں اِستمگراں
ظالموں کی طرح ہرن کا قید خانہ بنا دیا

آہو از وحشت بہر سُو میگریخت
ہرن، وحشت سے ہر جانب کو بھاگتا تھا

اُو[۳] بہ پیشِ آں خراں شب کاہ ریخت
اُس (شکاری) نے رات کو گدھوں کے سامنے گھاس ڈالدی

از مجاعت و اِشتہا ہر گاو و خر
بھوک اور خواہش سے ہر بیل اور گدھا

کاہ را میخورد خوشتر از شکر
گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھاتا تھا

گاہ آہو می دمید از سُو بسُو
ہرن، کبھی اِدھر اُدھر دوڑتا تھا

گہ ز دود و گرد کہ میتافت رُو
کبھی دھویں اور گھاس کی گرد سے منہ موڑتا تھا

ہر کرا با ضدِّ خود بگذاشتند
جس کو اُس کی ضد کے ساتھ چھوڑ دیا ہے

آں عقوبت را چو مرگ انگاشتند
اِس سزا کو اُس نے موت خیال کیا ہے

تا سلیمانؑ گفت کاں ہُدہُد اگر
یہانتک کہ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اگر وہ ہُدہُد

ہجر را عذرے نگوید معتبر
جدائی کا معتبر عذر نہ بیان کرے

بکُشمش یا خود دہم اُو را عذاب
میں اُس کو مار ڈالوں گا یا خود اُس کو سزا دونگا

یک عذاب سخت بیروں از حساب
ایک سخت سزا جو اَن گنت ہے

---

[۱] قصہ۔ اِس قصہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ ہرن کا بچہ چونکہ آزادی کے لُطف اُٹھائے ہوئے تھا اِس لئے اُس کے نہ ہونے کا اُسکو افسوس تھا گدھے اُس سے محروم تھے۔

[۲] و ایں صفت۔ جس طرح یہ ہرن کا بچہ گدھوں میں آکر پریشان ہوا ایسی حال عالم کا جاہلوں میں ہوتا ہے۔۔۔۔ اَلْاِسلام۔ جس وقت اسلام کی ابتداء ہوئی تب بھی وہ لوگوں کے لئے اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی بن جائیگا اِن لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو مسلمان ہونے کی وجہ کر اجنبی ہیں۔ آخر۔ اصطبل۔ زینہار۔ پناہ۔ استمگراں۔ ستمگراں۔

[۳] اُو۔ یعنی شکاری۔ مجاعت۔ بھوک۔ ہرکرا۔ سزا۔ یں اگر کسی چیز کو اُس کے مخالف سے وابستہ کر دیا جائے تو یہ سزا موت ہے۔

[۴] تا سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو جو سخت عذاب دینے کو کہا تھا وہ یہی تھا کہ اُس کو ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کر دیتے۔

هاں کدام ست آں عذاب اے مُعتمَد — در قفص بودن بغیرِ جنسِ خود
اے معتمد! ہاں وہ سزا کون سی ہے؟ — پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ ہونا

زیں[1] بدن اندر عذابی اے پسر — مُرغِ رُوحت بستہ با جنسِ دگر
اے بیٹا! اِس جسم سے تو بھی عذاب میں ہے — تیری روح کا پرندہ، دوسری جنس سے وابستہ ہے

روح بازست و طبائع زاغہا — دارد از زاغانِ تن بس داغہا
روح باز ہے اور مزاج کوے ہیں — وہ جسم کے کوؤں کی وجہ سے بہت زخمی ہے

اُو بماندہ در میانِ شاں زار زار — ہمچو بُوبکرے بشہرِ سبزوار
وہ اُن کے درمیان تباہ حال ہے — جس طرح کوئی ابوبکر سبزوار شہر میں

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہر سبزوار را کہ ہمہ اہلِ اُو رافضی باشند بجنگ بگرفت ایشاں از کشتن امان خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیشِ من ازیں شہر یک ابوبکر نامی بیاورید

سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی تھے جنگ کرکے لے لیا اُن لوگوں نے قتل سے امان چاہی اُس نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابو بکر نامی شخص تم لاؤ

شُد محمد اَلپ[2] اُلغ خوارزم شاہ — در قتالِ سبزوارِ پر تباہ
بہادر محمد خوارزم شاہ لگا — تباہی بھرے سبزوار (شہر) کے قتال میں

تنگ شاں آورد لشکرہائے اُو — اسپہش افتاد در قتلِ عدو
اُس کے لشکروں نے اُن کا محاصرہ کر لیا — اُس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے

سجدہ[3] آوردند پیشش کالاماں — حلقہ ماں در گوش کُن و بخش جاں
اُنھوں نے اُس کے سامنے سجدہ کیا کہ اُمن دے — ہمیں حلقہ بگوش بنالے، جان بخش دے

ہر خراج و ہر صلہ کہ بایدت — آں زما ہر موسمے افزایدت
جو خراج اور جو بدلہ تجھے چاہیئے — وہ ہر موسم میں ہماری جانب سے تیرے لئے بڑھ کر ہوگا

جانِ ما آنِ توست اے شیر خُو — پیشِ ما چندے امانت باش گو
اے شیر دل! ہماری جان تیری ملکیت ہے — کہہ دے ہمارے پاس کچھ دن امانت میں ہے

---

[1] زیں بدن - انسان کے لئے یہی عذاب ہے کہ اس کی روح کو غیر جنس یعنی جسم کے ساتھ مُقید کر دیا گیا ہے۔ روح - روح باز ہے اور بدن کی طبیعت کوا ہے۔ بوبکرے - یعنی ابوبکر نامی شخص۔ سبزوار - ایران کا مشہور شہر ہے جس کے باشندے سخت رافضی تھے

[2] اَلپ - بہادر۔ اُلغ - بزرگ۔ خوارزم شاہ - یہ ایران کا بادشاہ تھا خراسان سے عراق تک اُس کی خلافت تھی یہ مولانائے روم کے والد خواجہ بہاء الدین محمد کا ماموں تھا۔

[3] سجدہ آوردند - سبزوار کے باشندے مُطیع ہو گئے اور انھوں نے جان و مال کی امان چاہی۔ ہر خراج - سبزواریوں نے کہا کہ جو ٹیکس ہم پر لگایا جائیگا ہم ہر فصل میں بڑھا کر ادا کریں گے۔

گفت نرہانید از من جانِ خویش
اُس نے کہا تم اپنی جان مجھ سے نہیں چھڑا سکتے ہو

تا نیاریدم ابوبکرے بہ پیش
جب تک کہ ایک ابوبکر میرے سامنے حاضر نہ کر دو

تا ابوبکر نام از شہر تاں[1]
جب تک کہ ابوبکر نام کا اپنے شہر سے میرے پاس

ہدیہ نارید اے رمیدہ اُمتاں
ہدیہ نہ لاؤ گے ، اے بگڑی ہوئی قوم!

بدروم تاں ہمچو کشت اے قومِ دُوں
اے کمینہ قوم! میں کھیتی کی طرح تمہیں کاٹوں گا

نے خراج استانم و نے ہم فسوں
نہ خراج لوں گا اور نہ ہی چکنی چپڑی باتیں دشنو گا

پس جوالِ زر کشیدندش براہ
تو انھوں نے اشرفیوں کا بورا اسکے سامنے لاڈالا

کز چنیں شہرے ابوبکرے مخواہ
کہ ایسے شہر سے ابوبکر نہ مانگ

کے بُوَد بوبکر اندر سبزوار[2]
ابوبکر، سبزوار میں کہاں ہو سکتا ہے؟

یا کلوخِ خشک اندر جویبار
یا خشک ڈھیلا نہر میں

رُو بتابید از زر و گفت اے مُغاں
اشرفیوں سے مُنھ پھیر لیا اور کہا اے کافرو!

تا نیاریدم ابوبکر ارمغاں
جب تک کہ تم ابوبکر کا تحفہ میرے پاس لاؤ گے

ہیچ سودے نیست کودک نیستم
کوئی فائدہ نہیں ہے ، میں بچہ نہیں ہوں

تا بزر و سیم حیراں بیستم
کہ سونے اور چاندی سے حیران رہ جاؤں

تا نیاری سجدہ نہ رہی اے زبوں
اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کریگا (نرمی) نہ چھٹے گا

گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں
خواہ تو مقعد سے (ساری) مسجد کو ناپ ڈالے

مُنہیاں[3] انگیختند از چپ و راست
انھوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس دوڑائے

کاندریں ویرانہ بوبکرے کجاست
کہ اِس ویرانہ میں کوئی ابوبکر کہاں ہے؟

بعد سہ روز و سہ شب کاشتافتند
تین دن اور تین رات کے بعد جبکہ وہ دوڑے پھرے

یک ابوبکرے نزارے یافتند
انھوں نے ایک لاغر ابوبکر پایا

رہگذر بُود و بماندہ از مرض
مسافر تھا اور مرض کی وجہ سے پڑا رہ گیا تھا

در یکے گوشہ خرابے پُر حرض
مریض ہو کر ، وہ اُس ویرانے کے ایک گوشہ میں

گوہرے اندر خرابہ بے عَرض
ویرانہ میں موتی ، بے سروسامان

خونِ دل بر رُخ فشاندہ از مرض
مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چھڑکے ہوئے

خفتہ بود اُو در یکے کُنجے خراب
وہ ایک اُجڑے ہوئے گوشہ میں سو رہا تھا

چوں بدیدندش بگفتندش شتاب
جب انھوں نے اُسکو دیکھا فوراً اُس سے کہا

---

[1] ابوبکر۔ خوارزم شاہ نے کہا امان کی شرط یہ ہے کہ اپنی آبادی میں سے ابوبکر نام کا کوئی شخص لا کر پیش کرو۔ بدروم۔ اگر یہ شرط پوری نہ کرو گے تو میں سب کو قتل کرا دونگا۔
پس جوال۔ ان لوگوں نے اشرفیوں کا بورا سامنے لا کر ڈال دیا کہ یہ قبول کر لیجئے اور ابوبکر نامی شخص کے لانے کی شرط ختم کر دیجئے۔

[2] کے بود۔ سبزوار میں کسی ابوبکر کی تلاش ایسی ہی ہے جیسے کوئی دریا میں خشک ڈھیلا تلاش کرے۔ مُغاں۔ اُن لوگوں کو رفض کی وجہ سے کفار سے تعبیر کیا ہے۔
تا نیاری۔ اُن لوگوں کا اشرفیاں دے کر نجات حاصل کرنے کی تمنا ایسی ہی تھی جیسا کہ کوئی شخص نماز سے اس طور پر چھٹکارا حاصل کرنا چاہے کہ پوری مسجد کو سُرین سے ناپ ڈالے اور سجدہ نہ کرے۔

[3] مُنہیاں۔ ابوبکر نامی شخص کی تلاش میں سبزوار والوں نے جاسوس چھوڑ دیئے۔
نزار۔ لاغر۔ رہگذر۔ راہگذار، مسافر۔ حرض۔ بیماری۔ گوہرے۔ وہ شخص ایک قیمتی جوہر تھا لیکن ان بے قدروں میں پڑا ہوا تھا۔ خفتہ بود۔ وہ ابوبکر نامی مسافر ایک ویرانہ میں پڑا سو رہا تھا۔

خیز کہ سلطاں تُرا طالب شدہ ست
اُٹھ، کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے

کز تو خواہد شہر ما از قتل رست[1]
کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل سے بچ جائیگا

گفت اگر پایم بُدے یا مقدمے
اُس نے کہا اگر میرے پاؤں، یا چلنا ہوتا

خود براہے خود بمقصد رفتمے
اپنے راستہ پر، اپنی منزل کر چل دیتا

اندریں دشمن کدہ کے ماندمے
میں اِس دشمنستان میں کب ٹھہرتا؟

سُوئے شہرِ دوستاں میراندمے
دوستوں کے شہر کی جانب سواری ہانک دیتا

تختۂ مُردہ کشاں بفراشتند
اُنھوں نے ایک تابوت اُٹھایا

بر کتفِ بوبکر را بر داشتند
کاندھے پر ابوبکر کو سوار کرلیا

جانبِ خوارزم شہ جملہ دواں
سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے

می کشیدندش کہ تا بیند نشاں
وہ اُس کو لے جا رہے تھے تاکہ وہ نشانی دیکھ لے

سبزوارست ایں جہان و مردِ حق
یہ دنیا سبزوار ہے اور مردِ خدا

اندریں جا ضائع ست و ممتحق
اُس میں رائیگاں اور نیست ہے

ہست آں خوارزم شہ یزدانِ جلیل
وہ خدائے بزرگ (بمنزلہ) خوارزم شاہ کے ہے

دل ہمی خواہد ازیں قومِ ذلیل
اِس ذلیل قوم سے دل کا طالب ہے

گفت[2] لا ینظر الی تصویرکم
(رسولؐ نے) فرمایا ہے وہ (خدا) تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا

فابتغوا ذا القلب فی تدبیرکم
پس اپنی تدبیر میں صاحبِ دل کو تلاش کرو

من ز صاحبدل کنم در تو نظر
میں صاحبِ دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں

نے بنقش و سجدہ و ایثارِ زر
نہ کہ صورت اور سجدہ اور عطائے زر کے ذریعہ

تو دلِ خود را چو دل پنداشتی
چونکہ تو نے اپنے دل کو، دل سمجھ لیا ہے

جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی
(اسلئے) تو نے صاحبِ دل کی جستجو ترک کردی ہے

دل کہ گر ہفصد چو ایں ہفت آسماں
(وہ) دل کہ اگر سات آسمان جیسے سات سو

اندرو آید شود یاوہ و نہاں
اُس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہو جائیں

ایں چنیں[3] دل ریزہا را دل مگو
دل کے اس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہہ

سبزوارا اندر ابوبکرے مجو
سبزوار کے اندر ابوبکر کو تلاش نہ کر

صاحبِ دل آئینہ شش رُو بود
صاحبِ دل چھ رُخا آئینہ ہوتا ہے

حق درو از شش جہت ناظر شود
اللہ تعالےٰ، چھ جانب سے اُسیں دیکھتا ہے

---

[1] کز تو۔ بادشاہ شرط کے مطابق ہمیں معاف کردیگا۔ بمقصد۔ یعنی اگر چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوجاتا تم لوگوں میں نہ ٹھہرتا۔ اندریں۔ رافضی حضرت ابوبکرؓ کے نام کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔ تختۂ مُردہ کشاں۔ مُردے کے لے جانے کا تختہ۔ سبزوار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا بھی سبزوار ہے اور یہاں بھی مردِ حق اسی طرح بے یار و مددگار رہتا ہے جس طرح ابوبکر نامی شخص سبزوار میں تھا۔ یزداں۔ اللہ تعالےٰ کی شان خوارزم شاہ جیسی اللہ تعالیٰ بھی دنیا داروں سے دل کا مطالبہ کرتا ہے۔

[2] گفت۔ حدیث شریف ہے اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ خلق اللہ کی طرف کسی صاحب دل کی وجہ سے توجہ فرماتا ہے۔ تو دل۔ ہر شخص ایسا صاحب دل نہیں ہے جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا کا منظورِ نظر بنے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ اس دل کو پسند کرتا ہے جس دل میں اسقدر وسعت ہو کہ سات آسمانوں جیسے سات سو اس میں سما جائیں۔

[3] ایں چنیں۔ عام دلوں میں اس دل کی تلاش ایسی ہی ہے جیسا کہ سبزوار میں ابوبکر نامی کی تلاش۔ صاحبدل۔ صاحب دل شش جہت سے مصفیٰ ہوتا ہے اسکی مثال شش رو آئینہ کی سی ہے اور خدا ہر طرف سے اسکو دیکھتا ہے۔

ہر کہ[1] اندر شش جہت دارد مقر ۔۔۔ کے کند در غیرِ حق یک دم نظر

جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو ۔۔۔ وہ تھوڑی دیر کیلئے (بھی) ماسوی اللہ کو کب دیکھتا ہے؟

گر کند اُو از برائے اُو کند ۔۔۔ ور قبول آرد ہمو باشد سند

اگر وہ (صاحب دل) نظر کرتا ہے اُس (اللہ) کیلئے کرتا ہے ۔۔۔ اگر قبول کرتا ہے، تو وہی سہارا ہوتا ہے

چونکہ اُو حق را بُوَد در کلّ حال ۔۔۔ برگزیدہ باشد اُو را ذوالجلال

کیونکہ وہ ہر حالت میں اللہ (تعالیٰ) کیلئے ہوتا ہو ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے

ہیچ بے اُو حق بکس ندہد نوال ۔۔۔ شمۂ گفتم من از صاحب وصال

اللہ (تعالیٰ) اسکے بغیر کبھی کسی کو عطا نہیں کرتا ہے ۔۔۔ میں نے واصل (بحق) کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیا

موہبت[2] را بر کفِ دستش نہد ۔۔۔ ور کفش آں را بمرحوماں دہد

وہ (اللہ تعالیٰ) عطیہ اسکے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیتا ہے ۔۔۔ اُسکی ہتھیلی کے ذریعہ اُسکو قابل رحم لوگوں کو دیتا ہے

با کفش دریائے کُل را اتصال ۔۔۔ ہست بے چون و چگونہ پُر کمال

اُس کی ہتھیلی کا دریائے کُل سے اِتصال ہے ۔۔۔ وہ ناقابل بیان کمالات سے پُر ہے

اِتصالے کہ نہ گنجد در کلام ۔۔۔ گفتنش تکلیف باشد والسلام

وہ اِتصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے ۔۔۔ اُس کا بیان کرنا تکلّف ہے، والسلام

صد جوالِ زر بیاری اے غنی ۔۔۔ حق بگوید دل بیار اے منحنی

اے مالدار! اگر تو سونے کے سَو بورے لائیگا ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) فرمائیگا اے کُبڑے! دل لا

گر ز تو راضی ست دل[3] من راضیم ۔۔۔ ور ز تو معرض بُوَد اعراضیم

اگر وہ دل تجھ سے راضی ہو میں بھی راضی ہوں ۔۔۔ اگر وہ تجھ سے منہ پھیرنے والا ہو میں بھی منہ پھیرنے والا ہوں

ننگرم در تو دراں دل بنگرم ۔۔۔ تحفہ اُو را آر اے جان بر درم

میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اُس کو دیکھتا ہوں ۔۔۔ اے جان! میرے در پر اُس کا تحفہ لا

با تو او چونست ہستم من چناں ۔۔۔ زیرِ پائے مادراں باشد جناں

تیرے ساتھ وہ جیسا ہے میں ویسا ہی ہوں ۔۔۔ جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے

مادر و بابا و اصلِ خلق اوست ۔۔۔ اے خنک آنکس کہ دل داند ز پوست

مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے ۔۔۔ وہ قابل مبارکباد ہے جس نے دل اور چھلکے میں امتیاز کر لیا

تو بگوئی نک دل آوردم بتو ۔۔۔ گویدت ایں دل نیرزد یک طسو

تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں ۔۔۔ وہ تجھ سے کہدیگا کہ یہ دل ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص لامکانی بن چکا ہو وہ غیر اللہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ گر کند۔ اگر صاحب دل کسی کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا کیلئے کرتا ہے اور اُس کا رد و قبول سب خدا کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ۔ چونکہ اُس صاحب دل کے جملہ احوال خدا کیلئے ہوتے ہیں لہٰذا وہ خدا کا برگزیدہ ہوتا ہے۔ ہیچ۔ یہ صاحب دل خلیفۃ اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جملہ عطا اُس کے واسطے سے ہوتی ہے۔

[2] موہبت۔ اللہ تعالیٰ اپنے جملہ عطیات اسکے ہاتھوں مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ دریائے کُل۔ حضرت حق تعالیٰ۔ اِتصال۔ اُس کے ہاتھ کا خدا سے جو اِتصال ہے اس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ صد جوال۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی سے بے نیاز ہے وہ صرف دل کا اِخلاص قبول کرتا ہے۔

[3] گر ز تو۔ جس سے وہ صاحب دل راضی ہوتا ہے اُس سے خدا راضی ہوتا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہے خدا اُس سے ناراض ہوتا ہے۔ مادراں۔ وہ صاحب دل ایسا ہی مربی ہے جس طرح ماں مربی ہوتی ہے۔ مادر۔ وہ صاحب دل مخلوق کیلئے بمنزل ماں باپ کے ہوتا ہے۔ تو بگوئی۔ تو خدا کے سامنے اپنا وہ دل پیش کرتا ہو جو ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے۔

آں دلے آور کہ قطبِ[1] عالم ست — جانِ جانِ جانِ جانِ آدم ست
وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے — (وہ دل) آدم کی جان کی جان کا محبوب ہے

از برائے آں دلِ پُر نور و بر — ہست آں سلطانِ دلہا منتظر
اُس نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا — دلوں کا بادشاہ منتظر ہے

تو بگردی روزہا در سبزوار — آنچناں دل را نیابی ز اعتبار
تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھومیگا — از روئے اعتبار تو ایسے دل کو نہ پائے گا

پس دلِ پژمردہٴ بوسیدہ جاں — بر سرِ تختہ نہی آنسو کشاں
تو ایک مرجھایا ہوا اور بوسیدہ روح والا دل — تابوت میں رکھ کر، وہاں لے جا

کہ دل آوردم ترا اے شہریار — بہ ازیں دل نبود اندر سبزوار
کہ اے شاہ! میں تیرے لئے دل لایا ہوں — سبزوار میں اس سے بہتر دل نہیں ہے

گویدت[2] ایں گورخانہ است اے جری — کہ دلِ مُردہ بدیں جا آوری
وہ تجھ سے کہیگا اے بیباک! یہ قبرستان ہے — کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے

رو بیاور آں دلے کو شاہ خوست — کہ امانِ سبزوارِ کون ازوست
جا، وہ دل لا جو شاہانہ مزاج رکھے — کیونکہ دنیا کے سبزوار کو اسی کی وجہ سے امن حاصل ہے

گوئی آں دل زیں جہاں پنہاں بود — زانکہ ظلمت با ضیا ضدّاں بود
تو کہے گا کہ وہ دل اس دنیا میں مفقود ہے — کیونکہ تاریکی اور نور دو ضد ہیں

دشمنیِ آں دل از روزِ الست — سبزوارِ طبع را میراثی است
ازل سے اس دل کے ساتھ دشمنی — (دنیا کی) طبیعت کی موروثی ہے

زانکہ[3] او باز ست دنیا شہرِ زاغ — دیدنِ ناجنس بر ناجنس داغ
کیونکہ وہ باز ہے، دنیا کووں کا شہر ہے — غیر جنس کو غیر جنس کا دیکھنا داغ ہے

ور کند نرمی نفاقے می کند — ز استمالت ارتفاقے می کند
اگر وہ نرمی کرتا ہے تو نفاق برت رہا ہے — مائل کر کے، فائدہ حاصل کر رہا ہے

می کند آرے نہ از بہرِ نیاز — تا کہ ناصح کم کند نصحِ دراز
ہاں ہاں کہتا ہے نہ کہ نیازمندی سے — (بلکہ) اسلئے کہ ناصح دراز نصیحت نہ کرے

زانکہ ایں زاغِ خسِ مُردار جو — صد ہزاراں مکر دارد تو بتو
کیونکہ یہ کمینہ کوا، مُردار کا جویاں — تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے

---

[1] قطبِ عالم۔ اس صاحبِ دل پر عالم کی بقا کا مدار ہوتا ہے اور یہی دل آدمؑ کے جان کی جان کا محبوب ہے۔ از برائے۔ اللہ تعالےٰ ایسے دل کا منتظر ہے جو نور اور نیکی سے بھرا ہوا ہے۔ تو بگردی۔ دنیا میں ایسے دل کا ملنا ایسا ہی دشوار ہے جس طرح سبزوار میں ابوبکر نامی شخص کا ملنا۔ پس۔ اگر وہ دل تیرے پاس نہیں ہے تو اپنا مردہ دل ہی بارگاہ میں پیش کر دے جس طرح سبزوار والوں نے بیمار اور لاغر ابوبکر نامی شخص کو پیش کر دیا تھا۔

[2] گویدت۔ وہ شاہ تجھ سے کہیگا کہ یہاں کوئی قبرستان ہے کہ تو مردہ دل کو یہاں لایا ہے۔ رَو۔ جا اور وہ دل لا جس کی وجہ سے عالم کا بقا ہے گوئی۔ تو اس کے جواب میں کہنا کہ دنیا تاریکی ہے اور وہ دل نور ہے تاریکی میں نور کہاں ہے۔ دشمنی ایسے دل سے دنیا کو روزِ ازل سے دشمنی ہے۔

[3] زانکہ۔ وہ دل باز ہے اور دنیا جہانِ زاغ ہے کوئی اپنے ناجنس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ ور کند۔ اگر کوئی دنیادار ایسے صاحبِ دل کے ساتھ نرمی برتتا ہے تو وہ منافقت پر مبنی ہوتی ہے یا اس سے کسی فائدہ کا امیدوار ہوتا ہے۔ می کند۔ اگر دنیادار ایسے صاحبِ دل کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے تو محض اسلئے کہ وہ اسکو زیادہ...

[illegible]

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر بذیرند آں نفاقش وارہید [1]	شد نفاقش عینِ صدقِ مستفید
اگر وہ اسکے نفاق کو قبول کرلیں تو اُس نے نجات حاصل کرلی	اس کا فائدہ مند نفاق عین سچائی بن گیا
زانکہ آں صاحبدلِ با کرّ و فر	ہست در بازارِ ما معیوب خر
کیونکہ وہ شان و شوکت والا صاحب دل	ہمارے بازار میں عیب دار کو بھی خریدنے والا
صاحب دل جو اگر بیجاں نۂ	جنسِ دل شو گر ضدِ سلطاں نۂ
صاحبِ دل کی تلاش کر اگر تو مردہ نہیں ہے	دل کا ہم جنس بنجا اگر تو شاہ کا مخالف نہیں ہے
آنکہ زرقِ اُو خوش آید مر ترا	اُو ولیِ تُست نہ خاصۂ خدا
جس کا مکر تجھے اچھا لگتا ہے	وہ تیرا دل ہے، نہ کہ مردِ خدا
ہر کہ اُو بر خوی و بر طبع تو زیست [2]	پیشِ طبعِ تو ولی ست و نبی ست
ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گذارتا ہے	تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے
رَو ہوا بگذار تا بُوی خدا	در مشامت میر سد اے کدخدا
جا نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ خدائی خوشبو	تیری ناک میں پہنچے اے صاحب خانہ!
رَو ہوا بگذار تا خوبت شود	واں مشامِ عنبریں بُویت شود
جا، نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ تیری بھلائی ہو	اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھنے والا بن جائے
از ہوا رانی دماغت فاسد ست	مُشک و عنبر پیشِ مغزت کاسد ست
نفسانیت سے تیرا دماغ خراب ہے	تیرے دماغ کیلئے مُشک اور عنبر بے قدر ہے
عاشقی تو بر نجاست ہمچو زاغ [3]	بُوے مُشکت می نگیرد در دماغ
تو کوّے کی طرح نجاست پر عاشق ہے	تیرے دماغ میں مُشک کی خوشبو نہیں آتی ہے
حد ندارد ایں سخن و آہوی ما	میگریزد اندر آخُر جا بجا
اِس بات کی حد نہیں ہے اور ہمارا ہرن	اصطبل میں، جابجا بھاگ رہا ہے

بقیہ قصۂ آہو در آخُورِ خراں

گدھوں کے اصطبل میں ہرن کا بقیہ قصہ

روز ہا آں آہوی خوش ناف نر	در شکنجہ بود در اصطبلِ خر
وہ نر، عمدہ نافہ والا، ہرن بہت دن تک	گدھوں کے اصطبل میں قید میں تھا
مضطرب در نزع چوں ماہی بخشک	در یکے حقہ معذب پشک و مشک
جاں کنی میں بے چین تھا جس طرح مچھلی خشکی پر	ایک ڈبہ میں مینگنی اور مُشک عذاب میں ہوتے ہیں

[1] گر بذیرد۔ بہت سے لوگ منافقانہ حاضر ہوتے ہیں لیکن مومن کامل بنگئے ہیں۔ معیوب خر۔ صاحب دل اپنی شان و شوکت کی وجہ سے عیبدار کا بھی خریدار بن جاتا ہے۔ صاحب دل۔ جب تجھے یہ معلوم ہوگیا کہ صاحب دل معیوب کو بھی خرید لیتا ہے تو اب کسی صاحب دل کی تلاش کرے اگر تو خدا کا دشمن نہیں ہے۔ مزرق۔ جس کی مکاری تجھے پسند آئے وہ تیرا دوست ہے خدا کا دوست نہیں ہے۔

[2] ہر کہ۔ تو اُس اپنے جیسے نبی کی ولایت اور نبوت کے قائل ہوتا ہے۔ رو۔ خواہش نفسانی کو ترک کر جب تو خدائی خوشبو سونگھ سکے گا اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھ سکے گا۔ از ہوا رانی۔ اگر تو نفس کی خواہشات کو پورا کرتا رہے گا تو مُشک و عنبر کو تو نہ پہچان سکیگا۔

[3] عاشقی۔ چونکہ تو نفسانی خواہش میں مبتلا ہے تو تیرا دماغ خدائی خوشبو سے ناآشنا ہے۔ خوش ناف۔ ہرن کی ناف میں سے مُشک نکلتا ہے شکنجہ۔ سزا، قید۔ حقہ۔ ڈبہ۔ پشک۔ مینگنی۔

یک[1] خرش گفتے کہ ہاں اے گول وحوش ۔۔۔ طبعِ شاہاں داری و میراں خموش

ایک گدھا اس سے کہتا، ہاں وحشیوں کے ابّا ۔۔۔ تو شاہوں اور سرداروں کا مزاج رکھتا ہے (اور) خاموش ہے

آں دگر تسخر زدے کز جزر و مد ۔۔۔ گوہر آورد ست کے ارزاں دہد

دوسرا مذاق اڑاتا کہ دریا کے اُتار چڑھاؤ سے ۔۔۔ موتی لے آیا ہے، سستا کب دے سکتا ہے؟

واں خرے گفتے کہ با آں نازکی ۔۔۔ بر سریرِ شاہ شو تو متکی

ایک گدھا کہتا کہ اس نزاکت کے ہوتے ہوئے ۔۔۔ تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ

واں خرے شد تخمہ وز خوردن بماند ۔۔۔ پس برسمِ دعوت آہو را بخواند

ایک گدھے کو بدہضمی ہوگئی اور نہ کھا سکا ۔۔۔ تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا

سر[2] چنیں کرد او کہ نے رو اے فلاں ۔۔۔ اشتہائیم نیست، ہستم ناتواں

اس نے سر ہلایا کہ نہیں جا، اے فلاں! ۔۔۔ مجھے بھوک نہیں ہے، میں کمزور ہوگیا ہوں

گفت میدانم کہ نازے می کنی ۔۔۔ یا ز ناموس احترازے می کنی

اس نے کہا (ہاں)، میں جانتا ہوں تو نخرے کر رہا ہے ۔۔۔ یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے

گفت با او خور کہ ایں طعمۂ تو است ۔۔۔ کہ ازاں اجزائے تو زندہ نو است

اس نے اس سے کہا کہ تو کھا یہ تیری خوراک ہے ۔۔۔ کیونکہ اس سے تیرے اعضاء زندہ اور تازہ ہیں

من الیفِ مرغزارے بودہ ام ۔۔۔ در ظلال و روضہا آسودہ ام

میں جنگل سے مانوس تھا ۔۔۔ میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے

گر قضا افگند ما را در عذاب ۔۔۔ کے رود آں خو و طبعِ مستطاب

اگر تقدیر نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا ہو ۔۔۔ وہ عمدہ عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟

گر[3] گدا گشتم گدا رو کے شوم ۔۔۔ ور لباسم کہنہ گردد من نوم

اگر میں فقیر ہوگیا ہوں بے آبرو کب بن سکتا ہوں؟ ۔۔۔ اگر میرا لباس پرانا ہو جائے، میں نیا ہوں

سنبل و لالہ و سپرغم نیز ہم ۔۔۔ با ہزاراں ناز و نخوت خوردہ ام

سنبل اور لالہ اور نازبو بھی ۔۔۔ میں نے ہزاروں ناز و نخوت سے کھائے ہیں

گفت آرے لاف میزن لاف لاف ۔۔۔ در غریبی بس تواں گفتن گزاف

اس نے کہا ہاں گپیں مار، گپیں گپیں ۔۔۔ پردیس میں بہت سی بکواس کی جا سکتی ہے

گفت نافم خود گواہی میدہد ۔۔۔ منتے بر عود و عنبر می نہد

اس نے کہا میرا نافہ خود گواہی دے رہا ہے ۔۔۔ جو عود اور عنبر پر احسان جتاتا ہے

---

[1] یک خرش۔ ایک گدھے نے ہرن کے بچے سے کہا کہ تیرا مزاج تو شاہانہ اور امیرانہ ہے اور تو بالکل خاموش ہے۔ آں دگر۔ دوسرا گدھا بولا اس کی بات تو موتی ہے یہ اس کو سستا کب فروخت کر سکتا ہے۔ واں خرے۔ ایک گدھا بولا اگر اس قدر نازک مزاجی ہے تو شاہانہ تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ جا۔ واں خرے۔ ایک گدھے کو بدہضمی ہوگئی تھی اور اس کی گھاس بچ گئی تھی اس نے ہرن کے بچے کو گھاس کھانے کی دعوت دی۔

[2] سر چنیں۔ اس نے سر سے انکار کا اشارہ کیا۔ گفت۔ پھر گدھے نے کہا کہ تو نخرے کر رہا ہے یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے۔ طعمہ۔ خوراک۔ الیف۔ مانوس۔ مرغزار۔ جنگل۔ ظلال۔ ظل کی جمع، سایہ۔ گر قضا۔ اگرچہ میں تقدیرِ خداوندی سے اس عذاب میں پھنس گیا ہوں لیکن وہ مزاج کہاں بدلتا ہے۔

[3] گر گدا۔ اگر میں اس وقت فقیر ہوں تو آبرو نہیں بیچ سکتا ہوں شریف انسان پرانے لباس میں بھی نیا رہتا ہے۔ سپرغم۔ ضیمران۔ نخوت۔ تکبر۔ گفت۔ پردیس میں چونکہ ناواقف لوگ ہوتے ہیں لہٰذا شیخی بگھارنے کا بہت موقع ہوتا ہے۔ گفت۔ ہرن بچہ نے کہا کہ میرا نافہ میری بڑائی پر گواہ ہے جو عود و عنبر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

لیک[۵۱] آں را کہ شنود؟ صاحب مشام | بر خرِ سرگیں پرست آں شد حرام

لیکن اُس کو کون سونگھتا ہے؟ صاحبِ دماغ | گوبر کے پجاری، گدھے کے لئے وہ حرام ہے

خر گمیزِ خر ببوید در طریق | مُشک چوں عرضہ کنم با ایں فریق

گدھا، راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے | اِس جماعت پر میں مُشک کیسے پیش کروں؟

بہرِ ایں گفت آں نبیِّ مستجیب | رمز اَلْاِسْلَامُ فِی الدُّنْیَا غَرِیْب

اسی لئے اُس (حق) کو قبول کرنے والے نبیؐ نے فرمایا | اشارہ اسلام دنیا میں پردیسی ہے۔

زانکہ[۵۲] خویشانش ہم از وے میرمند | گرچہ با ذاتش ملائک ہمدم اند

کیونکہ اُس کے اپنے بھی اُس سے بھاگتے ہیں | اگرچہ ملائکہ اُس کی ذات کے ساتھی ہیں

صورتش را جنس می بیند انام | لیک از وے می نیابند آں مشام

لوگ اُس کی صورت کو ہم جنس سمجھتے ہیں | لیکن اُس سے وہ خوشبو حاصل نہیں کرتے ہیں

ہمچو شیرے درمیانِ نقشِ گاوٗ | دور می بینش و لے او را مکاوٗ

شیر جیسا ہے بیل صورت لوگوں میں | اُس کو دور سے دیکھ لے اُس کی کھود کرید نہ کر

ور[۵۳] بکاوی ترکِ گاوِ تن بگو | کہ بدرد گاو را آں شیر خو

اگر تو کرید تا ہے تو جسم کے بیل سے ہاتھ دھولے | کیونکہ وہ شیر طبیعت بیل کو پھاڑ ڈالے گا

طبعِ گاوی از سرت بیروں کند | خوئے حیوانی زحیواں بر کند

وہ تیرے سر میں سے بیل پن نکال دے گا | حیوان سے حیوانی خصلت دُور کر دے گا

گاوٗ باشی شیر گردی نزدِ اوٗ | گر تو با گاوے خوشی شیری مجو

تو بیل تھا اُس کی صحبت میں شیر بن جائے گا | اگر تو بیل پن پر خوش ہے تو شیر پن نہ چاہ

تفسیر اِنِّی اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ آں

"بیشک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاغر کھا رہی ہیں" کی تفسیر ان لاغر

گاوانِ لاغر را خدا بصفت شیرانِ گرسنہ آفریدہ بود تا آں ہفت

گایوں کو خدا نے بھوکے شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے

گاوِ فربہ را باشتہا می خوردند اگرچہ آں خیالاتِ صورِ گاواں

سات موٹی گایوں کو بھوک سے کھایا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات

در آئینہ خواب بنمودند تو بمعنے آں شیر بنگر

گایوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

---

[۵۱] لیک۔ لیکن اِس ناز کی خوشبو کون سونگھتا ہے؟ وہی سونگھتا ہے جو صاحب دماغ ہو۔ گوبر سونگھنے والا گدھا اُسکو نہیں سونگھ سکتا ہے۔ خر۔ گدھا گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے، گدھوں کو مُشک کیسے سونگھایا جاسکتا ہے۔ بہرِ ایں۔ چونکہ یہ خوشبو صاحب دماغ ہی سونگھ سکتا ہے اِسی لیے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ اسلام نااہلوں کے لئے اجنبی ہے۔

[۵۲] زانکہ۔ مسلمان سے انکے رشتہ دار بھی بھاگتے ہیں اگرچہ ملائکہ اُس سے مانوس ہیں۔ ... صورتش۔ عام خواص کو اپنا جیسا ہی سمجھتے ہیں لیکن اُنکی خوشبو سے ناواقف ہیں۔ ہمچو شیرے۔ مردِ خدا عوام میں ایسا ہی ہے جیسا کہ بیلوں میں شیر ہے اسکو دور سے دیکھ لے زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کر۔

[۵۳] ور بکاوی۔ اگر تو اُسکے احوال کی زیادہ جستجو کرتا ہے تو اپنے جسم سے ہاتھ دھولے۔ طبعِ گاوی۔ وہ تیرا بیل پن اور حیوانی خصلت کو مٹا دے گا۔ گاوٗ۔ تو پہلے بیل تھا اب شیر بن جائے گا اگر تجھے اپنا بیل پن پسند ہے تو اُس شیر کی جستجو نہ کر۔ سَبْعَ بَقَرٰتٍ۔ یہ اُس خواب کا قصہ ہے جس کی حضرت یوسفؑ نے تعبیر دی تھی اور فرمایا تھا کہ سات موٹی گایوں سے سات سال اچھی پیداوار کے اور سات دُبلی گایوں سے سات سال قحط کے مراد ہیں۔ مولانا نے اپنے سابق بیان کے

آں عزیزِ[1] مصر میدید بخواب — چونکہ چشمِ غیب را شد فتحِ باب
اُس شاہِ مصر نے خواب میں دیکھا — چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کھل گیا

ہفت گاوِ فربہِ بس پروَرے — خورد شاں آں ہفت گاوِ لاغرے
سات موٹی بہت پروردہ گائیں — اُن کو سات کمزور گایوں نے کھا لیا

دَر دروں شیراں بُدند آں لاغراں — ورنہ گاواں را نبُودندے خوراں
وہ کمزور، حقیقتاً شیر تھیں — ورنہ گایوں کو کھانے والی نہ ہوتیں

بس بشر آمد بصورت مردکار — لیک بروے شیرِ پنہاں مرد خوار
بہت سے بشر ہیں جو کام کرنیوالے انسان کی صورت میں ہیں — لیکن انہیں انسان کو فنا کرنے والا شیر پوشیدہ ہے

مرد را خوش وا خورد فردش کند — صاف گردد دُردش ار دردش کند
انسان کو کھا جاتا ہے، اس کو یکتا بنا دیتا ہے — اُسکی تلچھٹ مصفّیٰ ہو جاتی ہے خواہ اسکو تکلیف پہنچائے

زاں[2] یکے درد اُو زجملہ درد ہا — وارہد پا بر نہد اُو بر سما
اُس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے — نجات پا جاتا ہے، وہ آسمان پر قدم رکھ دیتا ہے

شاہ گردد وا گذارد بندگی — یابد اُو در مُردگی دل زندگی
بادشاہ بن جاتا ہے، غلامی چھوڑ دیتا ہے۔ — وہ فنا میں، دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے

گاوِ تن قربانیِ شیرِ خداست — گر ترا با اُو سرِ صدق و صفاست
جسم کی گائے شیرِ خدا کی قربانی ہے — اگر تجھے اُس سے صدق و خلوص ہے

ور[3] کشی مہماں ہُماں کونِ خری — گاوِ تن را خواجہ تا کے پروری
اگر تو مہمان کشی کرے تو تو گدھے کی مقعد ہے — اے خواجہ! تو جسم کی گائے کی کبتک پرورش کریگا؟

گاوِ تن مُردار گردد عاقبت — پس پشیمانی بری اے بدنیت
انجام کار جسم کی گائے مُردار ہو جائیگی — اے بدنیت! تو پھر شرمندہ ہو گا

در بیان آنکہ کُشتن خلیل علیہ السلام خروس را اشارت
اِس کا بیان کہ (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ کا مُرغے کو مارنا

بقمع و قہر کدام صفت بُود از صفاتِ مذمومات مُہلکات
مرید کے باطن کی مہلک اور بُری صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے

در باطن مُرید
اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

[1] عزیز۔ مصر کے بادشاہ کا لقب ہے۔ ہفت گاو۔ اُس نے خواب دیکھا کہ سات دُبلی گائیں سات موٹی گائیوں کو کھا گئیں۔ آں لاغراں۔ وہ سات دُبلی گائیں درحقیقت سات شیر تھے۔ بس بشر بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہی دُبلے نظر آتے ہیں لیکن وہ مرید کی حیوانی صفات کو کو پھاڑ ڈالتے ہیں۔ صاف گردد۔ وہ حیوانی صفات اُس میں دُور ہو جاتی ہیں خواہ اُن کے ازالے سے اُس کو تکلیف پہنچے۔

[2] زاں یکے درد۔ وہ ایک درد ہے لیکن بہت سے دردوں سے نجات دلا دیتا ہے اور سفلی انسان کو علوی بنا دیتا ہے۔ شاہ گردد۔ اب یہ معمولی انسان اُس شیخ کے تصرف سے شاہ بن جاتا ہے اور بدن کی مُردگی سے دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ گاوِ تن۔ اگر تجھے شیخ سے عقیدت ہے تو مجاہدے کر کے جسم کی قربانی اُس کی خدمت میں پیش کر دے۔

[3] ور کشی۔ اگر تو جسم کی قربانی پیش نہیں کرتا ہے تو گویا تو شیخ کی مہمانی ادا نہیں کرتا ہے۔ گاوِ تن۔ لامحالہ جسم فنا ہو گا تو پھر تو شرمندہ ہو گا۔ در بیان۔ حضرت ابراہیم کا مرغ کو ذبح کرنا اِس امر کی طرف اشارہ تھا کہ انسان کو شہوت پرست نہ ہونا چاہیئے۔

چند گوئی ہمچو زاغِ پُر فسوس[1]
مگر بھرے کوّے کی طرح کب تک بولے گا؟
اے خلیلؑ از بہرِ چہ کُشتی خروس
اے خلیل اللہ! آپ نے مرغے کو کیوں مارا؟

حکمتِ کُشتن چہ بود آخر بگو
آخر بتائیے مارنے کی کیا حکمت تھی؟
تا مُسبّح گردم آں را مُو بمُو
تاکہ میں رونگٹے رونگٹے سے سبحان اللہ کہوں

گفت فرماں، حکمتِ فرماں بجو
انھوں نے فرمایا اللہ کا حکم، حکم کی حکمت بتادیجئے
تا مُہلّل گردم آں را من بجاں
تاکہ میں اس پر دل و جان سے لا الٰہ الا اللہ پڑھوں

شہوتی ہست او و بس شہوت پرست
وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے
زاں شرابِ زہرناکِ ژاژ مست
اس زہریلی بیہودہ شراب سے مست ہے

گر نہ بہرِ نسل بودے اے وصی
اے وصی! اگر وہ نسل کے لئے ضروری نہ ہوتی
آدمؑ از ننگش بکردے خود خصی
حضرت آدمؑ اس کے عیب کی وجہ سے اپنے کو خصی کر لیتے

گفت ابلیسِ لعیں دادار را
ملعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا
دامِ زفتے خواہم ایں اشکار را
میں اس شکار کے لئے مضبوط جال چاہتا ہوں

زر و سیم[2] و گلۂ اسپش نمود
سونا اور چاندی اور گھوڑوں کا گلّہ دکھایا
کہ بدیں تانی خلائق را ربود
کہ تو اس سے لوگوں کو اچک سکے گا

گفت شاباش و تُرش آویخت لُنج
بولا، آفریں ہے اور ترش روئی سے تیوری نکالی
شد تُرنجیدہ و تُرش ہمچوں ترنج
رنجیدہ اور لیموں کی طرح ترش رو ہو گیا

پس زر و گوہر ز معدنہائے خوش
تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے
کرد آں پس ماندہ را حق پیش کش
اللہ (تعالیٰ) نے اس مردود کے آگے کر دیئے

گیر ایں دامِ دگر را اے لعیں
اے ملعون! یہ دوسرا جال لے لے
گفت زیں افزوں دہ اے نعم المعیں
بولا، اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے

چرب[3] و شیریں و شراباتِ ثمیں
چکنے میٹھے (کھانے) اور قیمتی مشروبات
دادش و بس جامۂ ابریشمیں
اور بہت سے ریشمین کپڑے، اس کو دیئے

گفت یا رب بیش ازیں خواہم مدد
بولا، اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں
تا ببندم شاں بحبلٍ من مسد
تاکہ میں ان کو مونج کی رسّی میں باندھ لوں

تا کہ مستانت کہ نر و پُر دلند
تاکہ تیرے وہ مست جو نر اور بہادر ہیں
مردوار آں بندہا را بگسلند
ان بندشوں کو مردانہ وار توڑ دیں

[1] فسوس۔ مکر۔ مسبح۔ سبحان اللہ کہنے والا۔ گفت۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں نے خدائی حکم سے مرغ کو ذبح کیا۔ حکمت۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ اس خدائی حکم کی کیا حکمت تھی۔ مہلل۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والا۔ شہوتی۔ مرغ ایک شہوت پرست پرندہ ہے۔ گرنہ۔ چونکہ نسلِ انسانی کی بقا کے لئے شہوت ضروری ہے ورنہ حضرت آدمؑ اپنے آپ کو خصی بنا لیتے۔ دادار۔ منصف۔ اللہ تعالیٰ۔ دام۔ انسان کو پھانسنے کے لئے مضبوط جال عنایت کرے۔

[2] زر و سیم۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو چاندی سونا دکھایا کہ یہ جال موجود ہے اس سے انسان کو تو پھانس سکتا ہے۔ گفت۔ شیطان اس جال کو ناکافی سمجھ کر رنجیدہ ہو گیا۔ پس۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو عمدہ قسم کا سونا اور جواہر دکھائے کہ یہ جال کافی ہے۔ ازیں افزوں۔ شیطان نے کہا میں اس سے بڑھیا جال چاہتا ہوں۔

[3] چرب۔ حضرت حق تعالیٰ نے اس کو عمدہ غذائیں اور فاخرہ لباس دیئے کہ ان سے انسانوں کو پھانسے۔ گفت یارب۔ اس شیطان نے پھر یہی کہا کہ اس سے زیادہ مضبوط جال چاہتا ہوں تاکہ ہر کس و ناکس اس کو نہ توڑ سکے اور مردانِ خدا غیروں سے ممتاز ہو جائیں۔

تا بدیں دام و رسنہائے ہوا
تاکہ نفسانیت کے اِس جال اور رسیوں کی وجہ سے

مردِ تو گردد ز نامرداں جدا
تیرے مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں

دامِ دیگر خواہم اے سلطانِ تخت
اے شاہِ تقدیر! میں دوسرا جال چاہتا ہوں

[1] دامِ مرد انداز حیلت ساز سخت
جو جال انسان کو بچھاڑنے والا سخت حیلہ ساز ہو

خمر و چنگ آورد در پیش و نہاد
اللہ تعالیٰ شراب اور ستار سامنے لایا اور رکھ دیا

نیم خندہ زد بداں شد نیم شاد
وہ تھوڑا سا ہنسا اور اُن پر آدھا راضی ہو گیا

سوئے اضلالِ ازل پیغام کرد
اُس نے ازلی (صفت) اضلال کو پیغام دیا

کہ برآر از قعرِ بحرِ فتنہ گرد
کہ فتنہ کے سمندر کی گہرائی سے گرد نکال لا

نے یکے از بندگانت موسیٰؑ است
کیا تیرے بندوں میں موسیٰؑ نہیں ہیں؟

پردہا در بحر او از گرد بست
انہوں نے سمندر میں گرد کے پردے باندھ دیئے

آب از ہر سو عناں را واکشید
پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچ لی

از تگِ دریا غبارے بر جہید
دریا کی گہرائی سے غبار اُٹھا

[2] چونکہ خوبیِ زناں با او نمود
جب عورتوں کا حُسن اس کو دکھایا

کہ قرار و صبرِ مرداں می ربود
جو مردوں کا صبر و قرار اُڑاتا ہے

پس زد انگشتک برقص اندر شتافت
تو اس نے چٹکی بجائی اور ناچنے لگا

کہ بدہ زوتر رسیدم بر مراد
کہ بہت جلد دیجئے، میں مقصد کو پہنچ گیا

چوں بدید آں چشمہائے پُرخمار
جب اُس نے وہ نشیلی آنکھیں دیکھیں

کہ کند عقل و خرد را بیقرار
جو عقل اور سمجھ کو بے قرار بنا دیتی ہیں

واں صفائے عارضِ آں دلبراں
اُن معشوقوں کے رخسار کی وہ صفائی

کہ بسوزد چوں سپند ایں دل براں
کہ جس پر یہ دل کالے دانے کی طرح جلتا ہے

روئے و خال و ابرو و لب چوں عقیق
چہرہ اور تل اور ابرو اور عقیق جیسے ہونٹ

[3] گوئیا خور تافت از پردہ رقیق
گویا باریک پردے سے سورج چمک رہا ہے

قد چوں سروِ خراماں در چمن
ایسا قد جیسا کہ چمن میں سروِ خراماں

خد ہمچوں یاسمین و نسترن
رخسارہ چنبیلی اور گُلِ سیوتی جیسا

دید او آں غنج بر جست او سبک
اُس نے وہ ناز و ادا دیکھی تو فوراً اُچھلا

چوں تجلّیِ حق از پردہ تنک
جو باریک پردے میں سے اللہ (تعالیٰ) کی تجلی کی طرح تھی

[1] دامِ مرد انداز شیطان نے کہا ایسا سخت جال دے جس میں بڑے سے بڑا بہادر پھنس جائے۔ خمر و چنگ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھنسانے کیلئے شراب اور ستار شیطان کے سامنے رکھا تو آدھا نیم راضی ہو کر مسکرایا۔ سوئے اضلال۔ اُس شیطان نے اللہ تعالیٰ کی صفت مُضِل کو پکارا کہ فتنے کے سمندر سے گرد اُڑا دے۔ نے یکے جبکہ موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کے مظہر اتم تھے اور انہوں نے کمال دکھایا کہ دریائے نیل میں گرد کے پردے آویزاں کر دیئے تو مجھے بھی صفتِ مُضِل کا مظہرِ اتم ہونا چاہیئے۔

[2] چونکہ۔ اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حُسن کا فتنہ شیطان کو دکھایا تو وہ چٹکیاں بجانے لگا اور خوشی سے ناچنے لگا کہ اب میرا منشا پورا ہو گیا ہے۔ چوں بدید۔ اس شعر کے چوتھے شعر تک شرط ہے پانچویں شعر میں بر جست اُس کی جزا ہے یعنی ان عورتوں کی ان چیزوں کو دیکھ کر وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ چشمہائے۔ جیسی عورتوں کی مست آنکھیں۔ خرد۔ عقل۔ عارض۔ رخسار۔ سپند۔ کالا دانہ جو نظرِ بد کے دفع کرنے کیلئے آگ پر ڈالا جاتا ہے اور وہ چٹختا ہے۔ عقیق۔ عقیق سرخ پتھر جس سے ہونٹوں کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

[3] گوئیا۔ چہرے کا منظر ایسا تھا جیسا کہ باریک پردے سے سورج نظر آئے۔ سروِ خراماں۔ سرو کی

عالمے شُد والہ و حیران و دنگ — زاں کرشمہ و زاں دلال و نازِ شنگ

ایک جہان سرگشتہ اور حیران اور دنگ ہو گیا — اُس کرشمہ اور اُس شوخ ادائے ناز سے

تفسیر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ

بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اُس کو کمتروں سے کمتر کی

سٰفِلِیْنَ وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ

طرف لوٹا دیا اور جس کو ہم (زیادہ) عمر دیتے ہیں اُس کو بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ نہیں سمجھ کی تفسیر

آدم و جن و ملک ساجد شدہ — ہمچو آدم باز معزول آمدہ

حسینوں کے سامنے، آدمی اور جن اور فرشتے سجدہ کر رہے — پھر وہ حسین، آدمؑ کی طرح معزول ہو گیا

گفت آوخ بعدِ ہستی نیستی — گفت جرمت اینکہ افزوں زیستی

اُس (حسین) نے کہا آہ وجود کے بعد فنا — اُس نے کہا، تیرا قصور یہ ہے کہ تو زیادہ زندہ رہا

جبرئیلش می کشاند موکشاں — کہ بروزیں خلد وز جوقِ خوشاں

جبرئیلؑ اُس (حسین) کو بال پکڑ کر کھینچ رہے ہیں — کہ اس جنت اور حسینوں کے جھرمٹ سے نکل جا

گفت بعد از عز ایں اِذلال چیست — گفت آں داد است و اینت داوریست

اُس نے کہا عزت کے بعد یہ ذلیل کرنا کیوں ہے؟ — (جبرئیلؑ نے) کہا وہ عطا تھی اور یہ تیرے لئے انصاف ہے

جبرئیلا سجدہ میکردی بجاں — چوں کنوں میرانیم تو از جناں

اے جبرئیلؑ! تو (دل و) جان سے سجدہ کرتا تھا — تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے

حُلّہ می پرّد ز من در امتحاں — ہمچو برگ از نخل در فصلِ خزاں

(اس) آزمائش میں میری پوشاک ختم ہوتی جا رہی ہے — جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے

آں رخے کہ تاب او بُد ماہ وار — شد بہ پیری ہمچو پُشتِ سوسمار

وہ رخ کہ جو چمک میں چاند جیسا تھا — بڑھاپے میں وہ گوہ کی پشت کی طرح ہو گیا

واں سر و آں فرقِ گشِ شعشع شدہ — وقتِ پیری ناخوش و اصلع شدہ

وہ سر اور وہ حسین مانگ، چمکتی ہوئی — بڑھاپے کے وقت بدصورت اور گنجی ہو گئی

واں قدِ رقصانِ ناز آں چوں سناں — گشت در پیری دوتا ہمچو کماں

وہ نیزے جیسا رقص اور ناز کرتا ہوا قد — بڑھاپے میں کمان کی طرح دُہرا ہو گیا

برف گشتہ موی ہمچوں پرِ زاغ — وز تشنج روی گشتہ داغ داغ

کوّے کے پروں کی طرح کے بال برف بن گئے — اور جھرّیوں سے چہرہ داغ داغ ہو گیا

لہ عالمے۔ اب حسینوں کی تمام چیزوں نے دنیا کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ دلال۔ ناز و انداز۔ شنگ۔ شوخ۔ آدم۔ حسینوں کے زوال پذیر حسن کی یہ کیفیت ہے کہ اُن کے شباب کے وقت تمام مخلوق انکو سجدہ کرتی ہے اور حسن ڈھل جانے کے بعد اُس کی حالت حضرت آدمؑ کی سی ہوتی ہے جو جنت سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ گفت۔ وہ حسین آہیں بھرتا ہے کہ ہائے کمال کے بعد زوال۔ جرمت۔ اُس کو جواب ملتا ہے کہ زیادہ جینے کی سزا ہے۔ جبرئیلش۔ جس طرح حضرت آدمؑ جنت سے نکلے تھے اسی طرح اس حسین کو جبرئیلؑ حسینوں کے زمرے اور حُسن کی دولت سے باہر نکال دیتے ہیں۔

ﷺ بعد از عز۔ وہ حسین جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ اس عزت کے بعد یہ ذلت کیوں ہوئی۔ آں داد است۔ جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں وہ حُسن محض عطا تھی اب یہ ذلت انصاف کا تقاضا ہے۔ جبرئیلا۔ وہ حسین کہتا ہے کہ اے جبرئیلؑ پہلے تو مجھے سجدے کرتا تھا اب تو حُسن کی جنت سے مجھے کیوں نکالتا ہے۔

ﷺ حُلّہ۔ میں حُسن کے لباس سے ایسا ہی محروم ہو جا رہا ہوں جیسا کہ درخت خزاں میں پتوں سے۔ نخل۔ عام درخت مراد ہے۔ سوسمار۔ گوہ جس کی کھال کھردری ہوتی ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ گش۔ خوش۔ شعشع شدہ۔ چمکیلی۔ اصلع۔ گنجا۔ سناں۔ بھالا۔ معشوق کے قد کو بھالے کی کڑی سے تشبیہ دیجاتی ہے۔ پرِ زاغ۔ کوّے کے پر بہت کالے ہوتے ہیں۔ تشنج۔ سکڑاؤ، جھرّیاں۔

رنگِ لالہ[1] گشتہ رنگِ زعفراں — زورِ شیرش گشتہ چوں زہرہ زناں

لالہ کا رنگ زعفران بن گیا — اس کی شیر جیسی طاقت عورتوں کے پتے کی طرح ہو گئی

چشم چوں نرگس شدہ پژمردہ — گرمیِ اعضاش شدہ افسردہ

نرگس جیسی آنکھ مرجھا گئی — اعضا کی گرمی ٹھٹھر گئی

آنکہ مردے در بغل کردے بفن — می بگیرندش بغل وقتِ شدن

جو فن کے ذریعہ بہادر کو بغل میں دبا لیتا تھا — چلنے کے وقت لوگ اس کی بغلیں تھامتے ہیں

ایں خود آثارِ غم و پژمردگیست — ہر یکے زینہا رسولِ مردگیست

یہ خود غم اور پژمردگی کے آثار ہیں — ان میں سے ہر ایک موت کا پیغامبر ہے

تفسیر اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَہُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ

"مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے" کی تفسیر

لیک[2] اگر باشد قرینش نورِ حق — نیست از پیری ورا نقصان و دق

لیکن اگر اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کا ساتھی ہو — بڑھاپے سے اس کو کوئی نقصان اور پریشانی نہیں ہے

سستیِ او ہست چوں سستیِ مست — کاندراں سستیش رشکِ رستم ست

اس کی سستی مست کی سی سستی ہے — کیونکہ اس کی سستی پر رستم کو رشک ہے

گر بمیرد استخوانش غرقِ ذوق — ذرہ ذرہ اش در شعاعِ نورِ شوق

اگر وہ مر جائے تو اس کی ہڈیاں ذوق میں غرق ہیں — اس کا ذرہ ذرہ شوق کے نور کی شعاعوں میں ہے

وانکہ[3] نورش نیست باغِ بے ثمر — کہ خزانش می کند زیر و زبر

جس کو نور حاصل نہیں ہے وہ بے پھل کا باغ ہے — اس کو موسم خزاں تہ و بالا کر دیتا ہے

گل نماند خارہا ماند سیاہ — زرد و بے مغز آمدہ چوں تلِ کاہ

پھول ختم ہو جاتے ہیں کانٹے کالے پڑ جاتے ہیں — پیلا اور بغیر پھل کے ہو جاتا ہے جس طرح گھاس کا ڈھیر

تا چہ زلت کرد ایں باغ اے خدا — کہ ازو ایں حلہا گردد جدا

اے اللہ! اس باغ سے کیا غلطی ہوئی — کہ اس کا یہ لباس جدا ہو گیا؟

خویشتن را دید و دید خویشتن — زہرِ قتال است ہیں اے ممتحن

اس نے اپنے آپ کو دیکھا، اور خود بینی — اے مصیبت کے مارے! قاتل زہر ہے

شاہدے کز عشقِ او عالم گریست — عالمش می راند از خود جرم چیست؟

وہ معشوق جس کے عشق میں دنیا روتی تھی — اس کو دنیا اپنے پاس سے بھگاتی ہے، کیا خطا ہے؟

---

[1] لالہ۔ سرخ پھول ہے۔ زعفران۔ زعفران کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ زہرہ زناں۔ عورت نازک ہوتی ہے۔ گرمی۔ بڑھاپے میں حرارتِ غریزی گھٹ جاتی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو بغل میں دبا لیتا تھا اب اس کی یہ حالت ہے کہ لوگ اس کی بغل میں ہاتھ دے کر سہارا نہ دیں تو وہ چل بھی نہیں سکتا ہے۔ ایں۔ بڑھاپے کے آثار موت کا پیغام دیتے ہیں۔

[2] لیک۔ جس شخص کو نورِ حق حاصل ہو گیا ہو بڑھاپا اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ سستی۔ ایسے انسان کے اعضاء کی سستی مست کی سستی کی طرح ہے جو رستم جیسے پہلوان کے لئے بھی باعثِ رشک ہے۔ گر بمیرد۔ ایسا انسان مرتا ہے تو اس کی رگ رگ میں خدا سے ملنے کا شوق بھرا ہوا ہوتا ہے۔

[3] وانکہ۔ جو شخص اس نورِ خداوندی سے محروم ہے اس کی مثال بے پھل کے باغ کی سی ہے جس کو خزاں تہ و بالا کر دیتی ہے۔ گل۔ ایسے باغ کا خزاں میں یہ حال ہوتا ہے کہ پھولوں کی جگہ سیاہ کانٹے لے لیتے ہیں اور ٹیلے کی گھاس کی طرح بے جان ہو جاتا ہے۔ تا چہ۔ اس باغ کا کیا جرم ہے؟ خویشتن۔ اس باغ میں خود بینی تھی جو بہت بڑا جرم ہے۔ شاہدے۔ جس معشوق کے عشق میں عالم روتا تھا اب وہی عالم اسکو اپنے پاس سے بھگاتا ہے اس

جرم[1] آنکہ زیورِ عاریہ بست — کرد دعویٰ کایں حُلل مِلک من ست

غلطی یہ ہے کہ اُس نے مانگا ہوا زیور پہنا — دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے

واستانیم آنکہ تا داند یقیں — خرمن آنِ ماست خوباں خوشہ چیں

میں واپس لے لیتا ہوں، تاکہ یقین آجائے — کھلیان ہماری ملکیت ہے حسین اسکے خوشہ چیں ہیں

تا بداند کاں حُلل عاریہ بُود — پرتوے بُود آں زخورشیدِ وجود

تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس مانگا ہوا تھا — وہ وجود کے سورج کا عکس تھا

آں جمال و قدرت و فضل و ہُنر — زافتاب حُسن کرد ایں سو سفر

اُس حُسن اور طاقت اور فضل و ہنر نے — اس جانب حُسن کے سورج سے سفر کیا تھا

باز می گردند چوں استارہا — نورِ آں خورشید ازیں دیوارہا

ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں — اُن دیواروں سے سورج کے نور

پرتوِ خورشید شُد تا جایگاہ — ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ

سورج کا عکس (اپنی) جگہ چلا گیا — ہر دیوار، کالی اور سیاہ رہ گئی

آنکہ کرد اُو در رُخِ خوبانت دنگ — نورِ خورشید ست از شیشہ سہ رنگ

وہ حُسن، جس نے معشوقوں کے چہرے پر تجھے حیران کر دیا ہے — وہ سہ رنگے شیشے سے سورج کا نور ہے

شیشہائے[2] رنگ رنگ آں نور را — می نماید ایں چنیں رنگیں بما

رنگ برنگ کے شیشے اُس نور کو — ہمیں ایسا رنگین دکھاتے ہیں

چوں نماند شیشہائے رنگ رنگ — نورِ بیرنگت کُند آں گاہ دنگ

جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے — اُس وقت وہ بے رنگ نور تجھے حیران کر دیگا

خُوی کُن بے شیشہ دیدن نُور را — تا چو شیشہ بشکند نبُود عمیٰ

نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال — تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا پن نہ ہو

قانعی با دانشِ آموختہ — وز چراغِ غیر چشم افروختہ

تو نے سیکھی ہوئی سمجھ پر اکتفا کر لیا ہے — اور دوسرے کے چراغ سے تو نے آنکھیں روشن کی ہیں

اُو چراغِ[3] خویش بر باید کہ تا — تو بدانی مُستعیری نے فتی

وہ اپنا چراغ لے جائے گا تاکہ — تو جان لے کہ تو مانگا ہوا لینے والا ہے نہ کہ جوانمرد

گر تو کردی شُکر و سعیِ مجتہد — غم مخور کہ صد چناں بازت دہد

اگر تو نے شکر کیا اور پوری کوشش — تو غم نہ کر وہ اُس جیسے سینکڑوں (حُسن) پھر دے

---

[1] جرم۔ اُس کا جرم یہ ہے کہ یہ اُس حُسن کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ واستانیم۔ ہم اُس حسن کو اس لئے واپس لے لیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حُسن دراصل ہماری ملکیت ہے اور دنیا کے حسین ہمارے خوشہ چین ہیں۔ تا بداند۔ تاکہ وہ حسین یہ سمجھ جائے کہ یہ حُسن کا لباس مانگا ہوا اور باری تعالےٰ کی ایک تجلی تھی۔ آں جمال۔ تمام خوبیاں اللہ کی ہیں کائنات اُس کا مظہر ہے۔ باز می گردند۔ یہ تمام خوبیاں کائنات میں عارضی ہیں یہ پھر اپنے مرکز کی طرف واپس ہو جاتی ہیں۔ آنکہ کرد۔ کائنات میں اُن کا ظہور ایسا ہی ہے جیسے سہ رنگے آئینہ میں سے سورج کی روشنی نظر آئے۔

[2] شیشہائے۔ جس طرح وہ نور ایک رنگ کا ہے اور مختلف شیشوں میں سے مختلف نظر آتا ہے اِسی طرح اس کی صفات ہیں۔ چوں نماند۔ جب وہ مظاہر باقی نہیں رہتے تو صرف یکرنگا نور باقی رہ جاتا ہے جو خود ہے گئی۔ انسان کو صفات خداوندی کا بغیر مظاہر کے مشاہدہ کرنا چاہیئے تاکہ کائنات کی فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ اُس نور کا مشاہدہ کر سکے۔ قانعی۔ تو نے مظاہر کے ذریعہ اُس کی صفات کے مشاہدہ کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[3] اُو چراغ۔ حضرت حق تعالےٰ اپنی صفتِ حُسن کو واپس لے لیتے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ

ورنکردی شکر اکنوں خوں گری — کہ شدست آں حسن از کافری
اگر تو نے شکر ادا نہ کیا تو اب خون (کے آنسو) رو دیگا — کیونکہ وہ حسن ایک ناشکرے سے چلا گیا ہے

أَمَّةُ الْكُفْرَانِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ — أُمَّةُ الْإِيمَانِ أَصْلَحَ بَالَهُمْ
(اللہ تعالیٰ نے) کافروں کے اعمال کو رائگاں کردیا ہے — (اور) مومنوں کی جماعت کے اعمال کی اصلاح کردی ہے

گم شد از بے شکر خوبی و ہنر — کہ دگر ہرگز نہ بیند زاں اثر
ناشکرے سے اچھائی اور ہنر اس طرح گم ہوا — کہ وہ دوبارہ کبھی اس کا نشان نہ دیکھے گا

خویشی و بے خویشی و شکر و وداد — رفت زانساں کہ نیارد شاں بیاد
اپنایت اور غیریت اور شکر اور عطا — اس طرح سے گئیں کہ وہ انکو یاد (بھی) نہ کرے گا

کہ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ اے کافراں — جستن کام ست از ہر کامراں
اے کافرو! اُن کے اعمال کو رائگاں کردیا ہے — جستجو کرنا ہر (دنیا دار) بامراد کا مقصد ہے

جز ز اہل شکر و اصحاب وفا — کہ مر ایشاں راست دولت در قفا
سوائے شکر گزاروں اور باوفا لوگوں کے — کیونکہ دولت اُن کے پیچھے ہے

دولتِ رفتہ کجا قوت دہد — دولت آیندہ خاصیت دہد
گذری ہوئی دولت کب طاقت دیتی ہے؟ — آنیوالی دولت خاصیت دکھاتی ہے

قرض دہ زیں دولت اندر أَقْرِضُوا — تا کہ صد دولت بہ بینی پیش رو
تم قرض دو کے سلسلہ میں تو اس (دولت) کا قرض دے — تاکہ تو اپنے سامنے سینکڑوں دولتیں دیکھے

اندکے زیں شرب کم کن بہر خویش — تا کہ حوض کوثرے یابی بہ پیش
اپنے لئے اس پینے میں سے کچھ کم کردے — تاکہ تو آئندہ حوضِ کوثر پالے

جرعہ بر خاک وفا آنکس کہ ریخت — کے تواند صید دولت زو گریخت
جس شخص نے وفا کی زمین پر ایک گھونٹ بہایا — دولت کا شکار اُس سے کہاں بھاگ سکتا ہے؟

خوش کند دلشاں کہ أَصْلَحَ بَالَهُمْ — رَدَّ مِنْ بَعْدِ التَّوَىٰ أَنْزَالَهُمْ
(اللہ تعالیٰ) انکا دل خوش کردیگا کیونکہ انکے دل کی — انکی مہمانی کے کھانے کو ختم ہوجانے کے بعد لوٹا دیا ہے

اے اجل وے ترکِ غارت ساز دہ — ہرچہ بردی زیں شکوراں باز دہ
اے موت اے دیہات کو لوٹنے والے ترک! — ان شکر گزاروں کا جو کچھ تو نے چھینا ہو واپس دیدے

وادہد ایشاں نہ پذیرند ہاں — زانکہ منعم گشتہ اند از رختِ جاں
وہ انکو واپس دیگی وہ اس کو ہرگز قبول نہ کریں گے — کیونکہ روح کے سامان سے وہ مالدار بنے ہیں

طہ ورنکردی۔ اگر حسن کے ازالہ پر تو کفر شروع کردیگا تو پھر خون کے آنسو بہا، تارہ عوض شکر گذار کرتا ہے کافر نہیں
ط۔ أَمَّةُ الْكُفْرَانِ۔ کافروں کے اعمال رائیگاں ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل کی اصلاح کردی ہے۔
گم شد۔ ناشکرے سے ہنر اور خوبی اس طرح زائل ہوتی ہے کہ پھر اُس کا نشان نہیں ملتا ہے۔ خویشی۔ کافروں سے اوصاف حسنہ اس طرح غائب ہوجاتے ہیں کہ اُس کو یاد بھی نہیں آتے ہیں۔
۲ہ جز ز اہل شکر۔ دولتِ رفتہ اور دولتِ آئندہ صرف شکر گذاروں اور وفاداروں کا حصہ ہے۔ قرض دہ۔ قرآن پاک میں ہے اقرضوا اللہ قرضا حسنا ۳ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو کے حکم پر عمل کر اللہ تجھے بڑا بدلہ دیگا۔ اگر کوئی انسان اپنی ضروریات کو کم کرکے دوسروں پر خرچ کرتا ہے تب آخرت میں اُس کو بدلہ ملتا ہے۔ جرعہ۔ جو شخص دوسروں پر خرچ کرے گا دولتِ آخرت اُس کے ہاتھ آئیگی۔ خوش کند۔ اللہ تعالیٰ بدلہ دیکر انکو خوش کردیگا اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے انکو بڑھا کر واپس کردیگا۔
۳ہ اے اجل۔ اللہ تعالیٰ موت کو حکم دیگا کہ ان شکر گذاروں سے تو نے جو چھینا ہے انکو واپس دیدے۔ وادہد۔ موت انکو دنیاوی (مال) زندگی دینا چاہیگی وہ اس کو

^۱ صوفییم و خرقہا انداختیم — باز نستانیم چوں در باختیم
ہم صوفی ہیں اور ہم نے چیتھڑے اُتار دیئے ہیں — جبکہ ہم نے اُن کو ہار دیا ہے ہم دوبارہ نہیں لیں گے

ما عوض دیدیم وانگہ چوں عوض — رفت از ما حاجت و حرص و غرض
ہم نے بدلہ پایا ہے اور پھر بدلہ بھی کیسا؟ — ہم سے ضرورت اور حرص اور غرض روانہ ہوگئی ہے

ز آبِ شورِ مُہلکے بیروں شدیم — بر رحیق و چشمۂ کوثر زدیم
ہم مُہلک کھاری پانی سے باہر آگئے ہیں — شراب اور حوضِ کوثر پر مقیم ہوگئے ہیں

آنچہ کردی اے جہاں با دیگراں — بیوفائی و فن و نازِ گراں
اے دنیا! تونے جو کچھ دوسروں کیساتھ برتی — بے وفائی اور چالاکی اور بھاری ناز

برسرت ریزیم ما بہرِ خدا — کہ شہیدیم آمدہ اندر غزا
ہم خدا کے لئے تیرے سر پر مارتے ہیں — کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں

تا بدانی کہ خدائے پاک را — بندگاں ہستند پُر حملہ و مرا
تاکہ تو جان لے، کہ خدائے پاک کے — حملہ اور جنگ سے پُر (بھی) بندے ہیں

^۲ سبلت تزویرِ دنیا برکنند — خیمہ را بر باروئ نصرت زنند
دنیا کی مکاری کی مونچھیں ہم اُکھاڑ دیتے ہیں — مدد (خداوندی) کے قلعہ پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں

ایں شہیداں باز نو غازی شدند —ویں اسیراں باز بر نُصرت زدند
یہ شہید از سرِ نو غازی بن گئے ہیں — یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں

قفلِ مُشکلہا ز لطفش حل شدہ — نفسِ کافر ناگہاں بسمل شدہ
اس کی مہربانی سے مشکلوں کا قفل کھل گیا ہے — کافر کا نفس اچانک تڑپنے لگا

^۳ نا اُمیدی رفتہ اُمید آمدہ — گشت مسجد ناگہاں ایں بتکدہ
مایوسی ختم ہوئی، اُمید پیدا ہوگئی — یہ بُت خانہ، اچانک مسجد بن گیا

سر برآوردند باز از نیستی — کہ بہ بیں مار اگر اکمہ نیستی
وہ عدم سے پھر موجود ہوگئے — ہمیں دیکھ لے تو اندھا (تو) نہیں ہے

تا بدانی در عدم خورشیدہاست — وانچہ اینجا آفتاب آنجا سُہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بہت سے سورج ہیں — جو یہاں سورج ہے وہاں (کا) ستارہ ہے

زندگی نصیب ہوگی۔ اکمہ۔ مادر زاد اندھا۔ تا بدانی۔ عالمِ غیب میں ایسے سورج ہیں کہ دنیا کا سورج اُن کے مقابلہ میں سُہا ستارہ ہے۔

^۱ صوفییم۔ وہ کہدیں گے ہم صوفی ہیں، ہم گذری نشا چکے ہیں اب اس کو واپس نہیں لیں گے۔ ما عوض۔ اب اللہ تعالٰی نے ہمیں وہ بدلہ عنایت کردیا ہے جس کے بعد ہمیں دنیا کی حرص و حاجت نہیں رہی ہے۔ ز آبِ شور۔ دنیاوی چیزیں بمنزلہ شور پانی کے ہیں اور آخرت کی نعمتیں چشمۂ کوثر ہیں۔ آنچہ کردی۔ یہ انسان دنیا کو کہہ دیتا ہے کہ ہم شہیدانِ راہِ خدا میں سے ہیں تیری جملہ عنایتوں کو تیرے منہ پر مارتے ہیں۔ تا بدانی۔ تاکہ یہ دنیا یہ سمجھ لے کہ خدا کے وہ بندے بھی ہیں جو دنیا کو پرکاہ سمجھتے ہیں۔

^۲ سبلت۔ یہ مردانِ خدا دنیا کی مونچھیں اُکھاڑ پھینکتے ہیں اور اللہ کی مدد کے قلعہ پر جھنڈا لہرا دیتے ہیں۔ ایں شہیداں۔ جو لوگ فنا کے بعد بقا کا درجہ حاصل کرلیتے ہیں وہ از سرِ نو زندہ ہوجاتے ہیں۔ قفلِ مشکلہا۔ اُن کی جملہ مشکلات بفضلِ خداوندی سے کھل جاتی ہیں اور اُن کا کافر نفس بسمل ہوجاتا ہے

^۳ نا اُمیدی۔ فنا سے جو نا اُمیدی پیدا ہوئی تھی وہ سب اُمید سے بدل گئی اُن کے لئے یہ دنیا پاک جگہ ہوگئی۔ سر بر آوردند۔ فنا کے بعد پھر اُن کو ابدی

درعدم[۵۱] ہستی برادر چوں بُوَد | ضد اندر ضد چوں مکنوں بُوَد
اے بھائی! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟ | ضد، ضد میں کیسے پوشیدہ ہوتی ہے؟

یُخرِجُ الحیَّ مِنَ المیِّت بداں | کہ عدم آمد اُمیدِ عابداں
سمجھ لے وہ مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے | عدم میں عبادت گذاروں کی امید ہے

مردِ کارندہ کہ انبارش تہی ست | شاد و خوش نے بر اُمیدِ نیستی ست؟
وہ کاشتکار جس کا کھلیان خالی ہے | کیا وہ عدم کی اُمید پر خوش و خرم نہیں ہے؟

کہ بروید آں ز سوئے نیستی | فہم کن گر واقفِ معنیستی
کہ وہ عدم میں سے اُگ آئے گی | سمجھ لے، اگر تو حقیقت کا جان کار ہے

دمبدم[۵۲] از نیستی تو منتظر | کہ بیابی فہم و ذوق آرام و بر
تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ | تاکہ تو آرام اور نیکی کا ذوق اور فہم حاصل کرلے

نیست دستوری گشاد ایں راز را | ورنہ بغداد ے کُنم انجاز را
اِس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں | ورنہ میں انجاز کو بغداد بنا دیتا

پس خزانہ صنعِ حق باشد عدم | کہ برآرد زو عطاہا دمبدم
اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا خزانہ عدم ہے | کیونکہ وہ اُس سے پے در پے عطا برآمد کرتا ہے

مُبدِع[۵۳] آمد حق و مُبدِع آں بُوَد | کہ برآرد فرع بے اصل و سند
اللہ (تعالیٰ) ایجاد کرنیوالا ہے اور ایجاد کرنیوالا وہ ہوتا ہے | جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کردے

مثالِ عالمِ ہست نیست نما و عالمِ نیست ہست نمائے

موجود عالم جو بظاہر معدوم ہے اور معدوم عالم جو بظاہر موجود ہے کی مثال

نیست را بنمود ہست آں محتشم | ہست را بنمود بر شکلِ عدم
اُس عزت و جلال والے نے معدوم کو موجود دکھایا | موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے

بحر را پوشید و کف کرد آشکار | باد را پوشید و بنمود غبار
سمندر کو پوشیدہ کردیا ہے، جھاگ کو رُونما کردیا ہے | ہوا کو چھپا دیا ہے، غبار کو ظاہر کردیا ہے

---

[۵۱] درعدم۔ نیستی میں ہستی مُضمر کیسے ہوسکتی ہے یعنی نیستی اور ہستی دو متضاد چیزیں ہیں ایک دوسرے میں چھپی ہوئی کیسے ہوسکتی ہیں؟ مکنون پوشیدہ۔ یُخرِج یہ سوال کا جواب ہے یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسا کہ نطفہ سے زندہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ عدم۔ تمام عابدوں کی امیدیں غیب اور عدم سے وابستہ ہیں۔ مرد کارندہ کاشتکار جس نے بیج خرچ کرکے اپنی کوٹھی خالی کرلی وہ اسی پیداوار پر خوش ہے جو ... فی الحال معدوم ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آجائے گی۔

[۵۲] دمبدم۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ جو کچھ اس کے لئے پردۂ غیب میں ہے وہ اس کا منتظر رہے تاکہ وہ سمجھ لے کہ نیکی سے لامحالہ آرام میسر آئے گا۔ نیست۔ پردۂ غیب کی چیزوں کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ورنہ میں موجود پرستوں کو غیب یعنی آخرت پرست بنا دیتا۔ بغداد یعنی پردۂ غیب کی نعمتوں کو ماننے والوں کا شہر۔ انجاز ترکستان کا ایک شہر تھا جس کا بادشاہ اور لوگ آتش پرست تھے۔ پس خزانہ۔ حضرت حق تعالیٰ کی کارگاہ عدم ہے جس سے وہ عطا یا عنایت کرتا رہتا ہے۔

[۵۳] مُبدِع۔ مبدع ایجاد کرنے والا یعنی معدوم کو موجود بنانیوالا۔ احتشام ۔ دنیا درحقیقت غیر موجود ہے اور موجود نظر آتی ہے اور آخرت حقیقتاً موجود ہے لیکن معدوم نظر آتی ہے مولانا نے اس بات کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ محتشم۔ معزز۔ نیست۔ یعنی عالم شہود۔ ہست یعنی عالمِ غیب۔ بحر۔ اس شعر میں دو مثالیں ہیں سمندر اور ہوا جو حقیقتاً موجود ہیں اُن کو جھاگ اور غبار سے پوشیدہ کردیا جو غیر واقعی چیزیں ہیں تو جو معدوم ہے وہ نظر آرہا ہے اور جو موجود ہے وہ مخفی ہے۔

چوں[1] منارہ خاک پیچاں در ہوا — خاک از خود چوں برآید بر عُلا
ہوا میں چکراتی ہوئی خاک منارہ کی طرح ہو — خاک بلندی پر خود کیسے چڑھ جاتی ہے؟

خاک را بینی ببالا اے علیل — باد را نہ جُز بتعریف و دلیل
اے بیمار! تو خاک کو اوپر دیکھتا ہے — ہوا کو بتانے اور دلیل کے سوا نہیں دیکھتا ہے

کف ہمی بینی روانہ ہر طرف — کف بے دریا ندارد مُنصرف
تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے — بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے

کف بحس بینی و دریا از دلیل — فکر پنہاں آشکارا قال و قیل
تو جھاگ کو حواس سے دیکھ لیتا ہے اور دریا کو دلیل سے دیکھتا ہے — خیال پوشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے

نفی[2] را اِثبات می پنداشتیم — دیدۂ معدوم بینی داشتیم
ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا — ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں

دیدہ کاندر وے نعاسے شُد پدید — کے تواند جُز خیال و نیست دید؟
وہ آنکھ جس کو نیند آ رہی ہو — وہ خیال اور معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہے؟

لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال — چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال
لامحالہ ہم گمراہی سے حیران ہو گئے ہیں — چونکہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال واضح ہے

ایں عدم را چوں نشاند اندر نظر — چوں نہاں کرد آں حقیقت از بصر
اس معدوم کو نظر میں کیسے جما دیا! — اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا!

آفریں[3] اے اُوستادِ سحر باف — کہ نمودی مُعرضاں را دردِ صاف
اے جادو کرنے والے اُستاد! آفریں ہے — تو نے منہ موڑنے والوں کو تلچھٹ، نیر دکھائی

ساحراں مہتاب پیمایند زود — پیشِ بازرگاں و زر گیرند سُود
جادوگر فوراً چاندنی ناپ دیتے ہیں — سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع حاصل کر لیتے

سیم بُربایند زیں گوں پیچ پیچ — سیم از کف رفتہ و کرپاس ہیچ
اس پیچ در پیچ معاملہ سے چاندی اڑا لیتے ہیں — چاندی ہاتھ سے گئی اور کپڑا کچھ نہیں

ایں جہاں جادوست ما آں تاجریم — کہ از و مہتاب پیمودہ خریم
یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں — کہ اس کی ناپی ہوئی چاندنی خریدتے ہیں

---

[1] چوں منارہ۔ گرد کا بگولا اٹھتا ہے خاک نظر آتی ہے اور ہوا نظر نہیں آتی۔ باد ہوا نظر نہیں آتی اُس کا وجود عقل سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ خاک میں از خود اُڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ کف۔ سطح آب پر جھاگ بہہ رہے ہیں جھاگ نظر آتے ہیں پانی کا وجود عقل سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ جھاگ از خود نہیں بہہ سکتے۔ فکر پنہاں۔ انسان کے افکار پوشیدہ ہیں اور اُس کی گفتگو جس کا وجود افکار کے وجود کا پرتو ہے وہ ظاہر ہے یہی حال شئونات اور وجودِ مطلق کا ہے اور وجودِ مطلق جو کہ حقیقت ہے وہ بظاہر غیر موجود ہے اور شئونات جو کہ حقیقتاً غیر موجود ہیں وہ موجود نظر آتی ہیں۔

[2] نفی را۔ ہم نے معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم سمجھ رکھا ہے یہ ہماری آنکھ کا قصور ہے کہ وہ غیر موجود کو موجود دکھا رہی ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ میں نیند ہو وہ محض خیالی اور غیر واقعی چیزوں کو موجود دکھا دیتی ہے۔ پیدا خیال۔ یعنی غیر واقعی چیز نظر آ رہی ہے یعنی عدم۔ عالم شہود جو کہ معدوم ہے وہ نظر آتا ہے۔ آں حقیقت۔ عالم غیب نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔

[3] آفریں۔ یہ حضرت حق تعالیٰ کی سحر آفرینی ہے کہ منکر غیر حقیقی چیز کو حقیقی سمجھنے لگتے ہیں۔ دُرد: تلچھٹ۔ ساحراں۔ دنیا میں بھی ایسے جادوگر ہیں جو چاند کی چاندنی کو کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ کرپاس۔ سوتی کپڑا۔ ایں جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم چاندنی کو کپڑا سمجھ رہے ہیں۔

گز کند کرباس پانصد گز شتاب — ساحرانہ اُو ز نورِ ماہتاب

وہ جلدی سے پانچ سو گز کپڑا ناپ دے — جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے

چوں[1] سِتد اُو سیم عمرت اے رہی — سیم شد کرباس نے، کیسہ تہی

اے غلام! جب اس نے تیری عمر کی چاندی لے لی — چاندی گئی، کپڑا ندارد، تھیلی خالی ہو گئی

قُل اَعُوذت خواند باید کا احد — ہیں ز نفاثات افغاں وز عُقد

تجھے قُل اعُوذ پڑھنی چاہیے کہ اے خدا! — جادوگرنیوں اور گرہوں سے فریاد ہے

مید مند اندر گرہ آں ساحرات — اَلغیاث اے مُستغاث از برد و مات

وہ جادوگرنیاں گرہ میں پھونک مارتی ہیں — اے فریاد رس! اِس شطرنجی چال سے فریاد ہے

لیک برخواں از زبانِ فعل نیز — کہ زبانِ قول سُست است اے عزیز

لیکن عمل کی زبان سے بھی پڑھ — اے پیارے! کیونکہ قول کی زبان کمزور ہے

در[2] زمانہ مر ترا ہمرہ سہ اند — آں یکے وافی و آں دو غدر مند

دنیا میں تیرے تین ساتھی ہیں — ایک وفادار اور دو حیلہ جو ہیں

آں یکے یاران و دیگر رخت و مال — واں سوم وافی ست آں حُسن الفعال

ایک دوست ہیں اور دوسرا مال و اسباب ہیں — تیسرا وفادار نیک عمل ہے

مال ناید با تو بیروں از قصور — یار آید لیک تا بالینِ گور

مال تو محلوں سے باہر (بھی) نہ نکلے گا — دوست آئے گا لیکن قبر کے سرہانے تک

چوں[3] ترا روزِ اجل آید بہ پیش — یار گویدا از زبانِ حالِ خویش

جب تجھے موت کا دن درپیش ہو گا — دوست اپنی زبانِ حال سے کہے گا

تا بدیں جا بیش ہمرہ نیستم — بر سرِ گورت زمانے بیستم

اس جگہ سے آگے کا ساتھی نہیں ہوں — تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں

فعلِ تو وافی ست زاں کن ملتحد — کاندر آید با تو در قعرِ لحد

تیرا عمل وفادار ہے اُس میں اپنی پناہ گاہ بنا لے — کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قولہ علیہ السلام لَا بُدَّ مِنْ قَرِیْنٍ یُدْفَنُ مَعَكَ وَهُوَ حَیٌّ وَتُدْفَنُ مَعَهُ وَاَنْتَ مَیِّتٌ وَاِنْ كَانَ كَرِیْمًا اَكْرَمَكَ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھی ضروری ہے جو میرے ساتھ زندہ دفن ہو گا اور تو مردہ اس کے ساتھ دفن ہو گا تو اگر وہ شریف ہے تو تیری عزت کریگا اور اگر

---

[1] چوں ستد۔ دنیادار کی عمر اسی دھوکے میں برباد ہو جاتی ہے، عمر ختم ہو جاتی ہے اور وہ کچھ حاصل نہیں کر پاتا ہے۔ قُل اَعُوذ۔ آنحضور پر یہ سورت جادو کے ازالہ کے لئے نازل ہوئی تھی۔۔۔ نفاثات۔ وہ جادوگرنیاں جو گرہیں باندھ کر اُن پر جادو پڑھ کر دم کرتی ہیں۔ یعنی یہ اعُوذ صرف زبانی نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو۔

[2] در زمانہ۔ دنیا میں انسان کے تین ساتھی ہیں دوست، مال، نیک عمل اُن میں سے دو مرتے وقت ساتھ چھوڑ دینگے نیک عمل وفاداری کریگا اور ساتھ دے گا۔ قصور قصر کی جمع ہے محل، قلعہ۔ بالیں۔ سرہانا۔

[3] چوں ترا۔ موت کے وقت دوست محض قبر تک ساتھ دیتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں۔ فعل۔ انسان کے اعمال اس کا قبر میں بھی ساتھ دیتے ہیں۔ ملتحد۔ جائے پناہ۔ قرین۔ ساتھی۔

وَاِنْ کَانَ لَئِیْمًا اَسْلَمَکَ وَذٰلِکَ الْقَرِیْنُ عَمَلُکَ فَاَصْلِحْہُ مَا اسْتَطَعْتَ

کمینہ ہے تو تجھے چھوڑ بھاگے گا اور یہ ساتھی تیرا عمل ہے، پس جس قدر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کرے

پس پیمبر گفت بہرِ ایں طریق
پیغمبر نے فرمایا ہے، اس راستہ کے لئے

باوفاتر[1] از عمل نبود رفیق
کوئی ساتھی عمل سے زیادہ باوفا نہیں ہے

گر بود نیکو ابد یارت شود
اگر وہ نیک ہوگا، ابد تک تیرا دوست ہوگا

ور بود بد در لحد مارت شود
اگر بد ہوگا، تیرے لئے قبر میں سانپ ہوگا

ایں عمل ویں کسب در راہِ سداد
یہ عمل اور یہ کمائی، سچائی کے راستہ میں

کے تواں کرد اے پدر بے اوستاد
اے بابا! بغیر استاد کے کب کی جاسکتی ہے؟

دوں تریں کسبے کہ در عالم رود
کم درجہ کا پیشہ جو دنیا میں چالو ہے

ہیچ بے ارشادِ استادے بود؟
کبھی استاد کی راہنمائی کے بغیر ہوا ہے؟

اولش[2] علم ست وانگاہے عمل
اس پیشہ کی ابتداء جاننا پھر عمل کرنا ہے

تا دہد بر بعدِ مہلت تا اجل
تاکہ تھوڑی دیر بعد موت تک پھل دے

اِسْتَعِیْنُوْا فِی الْحِرَفِ یَا ذَا النُّہٰی
اے عقلمندو! پیشوں میں مدد حاصل کرو

مِنْ کَرِیْمٍ صَالِحٍ مِّنْ اَھْلِھَا
کسی شریف نیک سے جو ان کا اہل ہو

اُطْلُبِ الدُّرَّ اَخِیْ وَسْطَ الصَّدَفْ
اے بھائی! موتی سیپ کے اندر تلاش کر

وَاطْلُبِ الْفَنَّ مِنْ اَرْبَابِ الْحِرَفْ
اور فن کو پیشہ وروں سے طلب کر

اِنْ رَّاَیْتُمْ نَاصِحِیْنَ اَنْصِفُوْا
اگر تم نصیحت کرنیوالوں کو دیکھو خاموشی سے سنو

بَادِرُوا التَّعْلِیْمَ لَا تَسْتَنْکِفُوْا
تعلیم کی طرف بڑھو، تکبر نہ کرو

در دباغی گر خلق پوشید مرد
اگر دباغی میں انسان نے پھٹا پرانا پہنا

خواجگیِ خواجہ را آں کم نہ کرد
اس نے شریف کی شرافت کو نہ گھٹایا

وقتِ[3] دم آہنگر ار پوشید دلق
اگر بھٹی دھونکنے کے وقت لوہار نے گدڑی پہنی

احتشامِ او نشد کم پیشِ خلق
تو لوگوں کے سامنے اس کی عزت نہیں گھٹی

پس لباسِ کبر بیروں کن ز تن
تو تکبر کا لباس جسم سے اتار دے

ملبسِ ذل پوش در آموختن
سیکھنے میں ذلت کا لباس پہن لے

علم آموزی طریقش قولی ست
تو علم سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ زبانی ہے

حرف آموزی طریقش فعلی ست
دستکاری سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ عملی ہے

---

[1] باوفا۔ انسان کے نیک اعمال سے زیادہ بہتر کوئی سفر کا ساتھی نہیں ہے۔ گر بود۔ نیک عمل انسان کا یار بنے گا اور بد عمل اسکے لئے سانپ اور بچھو بنے گا۔ ایں عمل۔ یہ عمل اور ہنر بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا ہے لہذا کسی کو شیخ بنائے۔ ارشاد۔ راہنمائی۔

[2] اولش۔ ہر چیز کا پہلے علم حاصل کیا جاتا ہے پھر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ حِرَف۔ حرفہ کی جمع ہے پیشے۔ ذا النُّہیٰ۔ عقلمند۔ صدف۔ سیپی۔ در دباغی۔ انسان کی ظاہری حیثیت اس کے باطنی جوہر کو کم نہیں کرتی ہے۔ خلق۔ پرانا کپڑا۔

[3] وقتِ دم۔ دھونکنے کے وقت۔ آہنگر۔ لوہار۔ دلق۔ گدڑی۔ پس۔ جھوٹے لباس پر بڑائی کا مدار نہیں ہے تو تعلیم حاصل کرنے میں ذلت اور شکستگی کا لباس اختیار کرنا چاہئے۔ علم۔ علم کتابی زبانی سکھایا جاتا ہے ہنر عملی طور پر سکھایا جاتا ہے۔

فقر خواہی آں بصحبت قائم ست — نے زبانت کار می آید نہ دست

فقر چاہتا ہے، وہ صحبت سے متعلق ہے — نہ تیری زبان کام آتی ہے، نہ ہاتھ

دانش انوار ست در جانِ رجال — نے ز راہِ دفتر و نے قیل و قال

انوار کا علم (سلوک اولیاء) لوگوں کے دل میں ہے — (وہ حاصل نہیں ہوتا ہے) نہ کتاب کے راستہ نہ گفتگو سے

دانشِ آں را ستاند جاں ز جاں — نے ز راہِ دفتر و نے از زباں

اس کا علم روح، روح سے حاصل کرتی ہے — نہ کتاب کے راستے سے اور نہ زبان سے

در دلِ سالک اگر ہست آں رموز — رمز دانی نیست سالک را ہنوز

اگر سالک کے دل میں وہ رموز (بھی) ہیں — (لیکن) سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے

تا دلش را شرح آں سازد ضیا — پس الم نشرح بفرماید خدا

جب تک کہ اسکے دل کیلئے نور اسکی تشریح نہ کردے — پھر خدا فرماتا ہے، کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟

کہ درونِ سینہ شرحت دادہ ایم — شرح اندر سینہ ات بنہادہ ایم

یعنی ہم نے تیرے سینہ میں اسکی شرح عنایت کردی ہے — ہم نے تیرے سینے میں شرح رکھ دی ہے

تو ہنوز از خارج آں را طالبی — محلبی از دیگراں چوں حالبی

تو ابھی تک باہر سے اس کا طالب ہے — تو خود، دودھ کی جگہ ہو تو دوسروں سے دودھ کیوں مانگتا ہے؟

چشمۂ شیر ست در تو بے کنار — تو چرا می شیر جوئی از تغار

تیرے اندر دودھ کا لامحدود چشمہ ہے — تو کونڈے سے دودھ کا جویاں کیوں ہے؟

منفذے داری بہ بحر اے آبگیر — ننگ دار از آب جستن از غدیر

اے پانی حاصل کرنیوالے! تیرا سمندر تک راستہ ہے — حوض سے پانی لینے میں شرم کر

کہ الم نشرح نہ شرحت ہست باز — چوں شدی تو شرح جوی گدیہ ساز

کیا "ہم نے نہیں کھولا" تیری شرح نہیں ہے پھر — تو شرح کا طالب اور بھکاری کیوں بنا ہے؟

در نگر در شرحِ دل در اندروں — تا نیاید طعنۂ لا تبصرون

دل کی شرح کو باطن میں دیکھ لے — تاکہ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ نہ دیا جائے

تفسیر قولہ عزوجل وھو معکم اینما کنتم

اللہ تعالٰی کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

ل۱ فقر۔ فقر محض شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے نہ زبان سے نہ عمل سے۔۔۔ دانش انوار۔ انوار الٰہی کا علم وہ اولیا کے دلوں میں ہے وہ دل، دل سے حاصل کرسکتا ہے زبان اور کتاب سے حاصل نہیں کرسکتا۔ در دل سالک کے دل میں اگر کچھ اشارے بھی ہیں تو وہ ان اشاروں کے سمجھنے سے ابھی محروم ہے۔

ل۲ تا دلش۔ جب سالک کے لئے نور خداوندی ان۔۔۔ اشاروں کی تشریح کردیتا ہے تو اللہ کی جانب سے الم نشرح والی بشارت ملتی ہے۔۔۔ الم نشرح۔ قرآن میں آنحضورؐ کے لئے فرمایا گیا ہے "کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کردیا" یعنی ہم نے وہ نور عطا کردیا ہے جس سے تم رموز اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہو۔ کہ۔ الم نشرح میں آنحضورؐ سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے سینہ میں وہ استعداد کردی ہے۔

ل۳ تو ہنوز۔ ایک عام انسان یہ سمجھتا ہے کہ علوم و اسرار کہیں باہر سے حاصل کئے جاتے ہیں یہ غلط ہے وہ علوم خود انسان کے دل اور روح میں موجود ہیں۔ محلب۔ دودھ کی جگہ۔ حالب۔ دودھ دوہنے والا۔ تغار۔ گڑھا۔ غدیر۔ حوض۔ کہ الم نشرح۔ خطاب اگرچہ آنحضورؐ کو ہے لیکن ہر طالب حق اس میں داخل ہے۔ در نگر۔ انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے اس میں ذات و صفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اگر اس میں مشاہدہ نہیں کرتا ہے تو ایسے شخص پر لا تبصرون "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ لگیگا جو کفار کے بارے میں ہے۔

یک سبد پُر ناں تُرا بر فرقِ سر — تو ہمی خواہی لبِ ناں دربدر

روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سر کی مانگ پر ہے — تو روٹی کا ٹکڑا دربدر مانگتا ہے

در سرِ خود پیچ وہل خیرہ سری — رَو درِ دل زن چرا بر ہر دری

اپنے سر میں لگ اور بیہودہ پن چھوڑ — جا دل کا دروازہ کھٹکھٹا ہر دروازہ پر کیوں جاتا ہے

تا بزانوئی میانِ آبِ جُو — غافل از خود زین و آں تو آبجُو

تو ران تک نہر کے پانی میں ہے — تو خود سے غافل ہے اِس اور اُس سے پانی کا جویا ہے

بر سرت نانست پایت اندر آب — وز عطش وز جوع گشتستی خراب

تیرے سر پر روٹی ہے (اور) تیرا پاؤں پانی میں ہے — اور تو پیاس اور بھوک سے تباہ ہے

پیش آب و پس ہم آب بامدد — چشمہا را پیش سد و خلف سد

آگے بھی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی — چشموں کے آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار ہے

اسپ زیرِ راں و فارس اسپ جُو — چیست ایں گفت اسپ ولیکن اسپ کو

گھوڑا ران کے نیچے ہے اور سوار گھوڑے کا جویاں ہے — یہ کیا ہے؟ گھوڑا ہے، لیکن گھوڑا کہاں ہے؟

ہیں نہ اسپ است ایں بزیرِ تو پدید — گفت آرے لیک اسپ خود کہ دید

ایں، تیرے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے — وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس نے دیکھا ہے؟

مستِ آب و پیشِ روی اوست آں — اندر آب و بیخبر ز آبِ رواں

وہ اس پر عاشق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہو — وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بےخبر ہے

مستِ چیز و پیشِ روی اوست چیز — بیخبر زاں چیز و شرحِ خویش نیز

وہ ایک چیز پر عاشق ہو اور چیز اسکے منہ کے سامنے ہو — وہ اُس چیز اور اپنی تفصیل سے بھی بےخبر ہے

چوں گوہر در بحر گوید بحر کو — واں خیالِ چوں صدف دیوار او

جیسا کہ موتی سمندر میں کہے، سمندر کہاں ہے؟ — وہ خیال، سیپ کی طرح اُس کی دیوار ہے

گفتنِ آں کو حجابش میشود — ابرِ تابِ آفتابش میشود

اُس کا کہنا، وہ کہاں ہے؟ وہ اُس کا پردہ بنتا ہو — (اور) سورج کی چمک اُس کیلئے اَبر بنجاتی ہے

بندِ چشمِ اوست ہم چشمِ بدش — عینِ رفعِ سد اُو گشتہ سدش

اُس کی بُری آنکھ بھی اُس کی آنکھ کا پردہ ہے — بعینہ دیوار کا ہٹانا اُس کے لئے دیوار بنگیا

لہ یک سبد۔ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ حق ہر انسان کے ساتھ ہے لیکن آڑ حائل ہے تو اب بس اُسکے مشاہدہ کی طلب ہونی چاہیے۔ سبد ٹوکری۔ در دل۔ دل میں مشاہدہ کی کوشش کر دربدر اُس کو ڈھونڈتا نہ پھر۔ تا بزانو۔ حضرتِ حق کو باہر تلاش کرنے والے کی ایک مثال تو یہ تھی کہ روٹیوں کا طبق سر پر ہو اور وہ دربدر روٹی مانگتا پھرے دوسری مثال یہ ہے کہ انسان خود پانی میں کھڑا ہو اور دوسروں سے پانی مانگے۔

لہ اسپ۔ تیسری مثال یہ ہے کہ انسان گھوڑے پر سوار ہو اور اُسی گھوڑے کو تلاش کرے لوگ اُس سے پوچھیں کہ تو کس چیز پر سوار ہے تو اُس کو کہنا پڑے کہ گھوڑے پر لیکن پھر بھی گھوڑے کو تلاش کرے۔ ہیں۔ اُس گھوڑے سوار سے لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا تو تیرے نیچے موجود ہے وہ کہتا ہے ہاں لیکن مجھے گھوڑا نظر نہیں آرہا ہے۔ مست۔ وہ گھوڑے کی تلاش میں مدہوش بنا ہوا ہے اور گھوڑا اُس کے سامنے موجود ہے اِس کی مثال تو یہی ہے کہ انسان جاری پانی میں کھڑا ہو اور اُس سے بیخبر بھی ہو۔

لہ چوں گوہر۔ چوتھی مثال یہ ہے کہ موتی سمندر میں ہو اور پھر سمندر کو تلاش کرے جس طرح موتی کیلئے سیپ سمندر کو دیکھنے سے مانع ہے اسی طرح انسان کے اوہام اور خیالات مانع بنتے ہیں گفتن او۔ مطلوب کے قریب ہوتے ہوئے اُس کا مطلوب کو پوچھنا اُس مطلوب کا پردہ اور اُس مطلوب کا آفتاب کی چمک اُس کیلئے ابر بنجاتی ہے۔ بند چشم۔ انکی غلط نظر خود اسکی آنکھ کا پردہ بن گئی جو

بندِ گوشِ اُو شدہ ہم گوشِ اُو ۔ ہوش با حق دار اے مدہوشِ اُو

اُس کا کان بھی اُس کے کان کی رکاوٹ ہوگیا ۔ اللہ کا ہوش کر، اے اُس کے دیوانے!

ہوش را توزیع کردی بر جہات ۔ می نیرزد تَرّہ آں تُرّہات

تونے ہوش کو (مختلف) جانبوں میں تقسیم کردیا ہے ۔ وہ فضول (خیالات) ساگ کی قیمت کے نہیں ہیں

در تفسیر قول نبی علیہ السلام مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا كَفَاهُ اللّٰهُ سَائِرَ هُمُوْمِهٖ وَمَنْ تَفَرَّقَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ لَا يُبَالِي اللّٰهُ فِيْ أَيِّ وَادٍ مِّنْهَا أَهْلَكَهٗ

آنحضورؐ کے اِس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنالیا اللہ تعالٰے اسکے سارے غموں کیلئے کافی ہوگیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی وادی میں تباہ ہوا

آبِ ہُش را می کَشد ہر بیخ و خا ۔ آبِ ہوشت چوں رسد سوئے ثمار

ہر جڑ اور کانٹا ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے ۔ پھلوں تک تیرے ہوش کا پانی کیسے پہنچے؟

آبہا را میکشد آں خس گیاہ ۔ آبِ ہوشت چوں رسد سوئے الٰہ

پانی کو معمولی گھاس پی رہی ہے ۔ تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

ہیں بزن آں شاخِ بد را خو کنش ۔ آب دہ ایں شاخِ خوش را نو کنش

خبردار! اِس شاخ کو کاٹ دے (اور) اسکو دور کردے ۔ اس اچھی شاخ کو پانی دے، اُس کو تازہ کر

ہر دو سبز اند ایں زماں آخر نگر ۔ کیں شود باطل ازاں روید ثمر

اب دونوں سبز ہیں، انجام کو دیکھ ۔ یہ خراب ہوجائے گی، اُس سے پھل پیدا ہونگے

آبِ باغ ایں را حلال آں را حرام ۔ فرق را آخر بہ بینی والسلام

باغ کا پانی اِس کیلئے حلال اُسکے لئے حرام ہے ۔ تو آخر میں فرق کو سمجھے گا، والسلام

عدل چہ بُود؟ آب دہ اشجار را ۔ ظلم چہ بُود؟ آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے ۔ ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

عدل وضعِ نعمتے در موضعش ۔ نے بہر بیخے کہ باشد آب کش

عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے ۔ نہ کہ ہر جڑ کو پانی دینا جو پانی چوستی ہے

ظلم چہ بُود؟ وضع در نا موضعے ۔ کہ نباشد جز بلا را منبعے

ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا ۔ جو صرف مصیبت کا چشمہ ہے

نعمتِ حق را بجان و عقل دہ ۔ نے بہ طبعِ پُر زحیر و پُر گرہ

اللہ (تعالٰے) کی نعمت جان اور عقل کو دے ۔ نہ کہ پیچش اور گرہوں والی طبیعت کو

لہ بندِ گوش۔ ایسے طلبگار کا کان خود اُس کو بہرا بنادیتا ہے۔ مدہوش۔ بوزن مبہوت دہشت زدہ۔ ہوش۔ انسان کی پراگندہ خیالی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ در تفسیر اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو پراگندہ خیال نہ رہنا چاہیئے۔

لہ ہموم۔ ہم کی جمع ہے آنیوالے کام کا غم و فکر۔ آب ہش۔ اگر انسان دنیاوی معاملوں کے سوچ بچار میں لگا رہے گا تو آخرت سے غافل ہوجائیگا یعنی انسان دنیاوی فکروں سے بچیگا تو آخرت کی فکر میں لگیگا۔

لہ ہر دو۔ دنیا اور آخرت کی فکر میں سے آخرت کی فکر اچھے پھل لائے گی۔ آب۔ دنیا کے باغ کو فکر کا پانی دینا درست نہیں ہے۔ عدل۔ انصاف تو یہ ہے کہ انسان پھل دار درختوں کو پانی دے کانٹوں کی جھاڑی کو پانی نہ دے۔ در موضعش۔ بھلائی کی جگہ بھلائی کرنا عدل ہے ظلم کوئی کام بے موقع کرنا ظلم ہے۔ نعمتِ حق۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے روح انسانی کی تربیت کرنی چاہیئے نہ کہ روحِ حیوانی کی۔

بار کن بیگارِ غم را بر تنت — بر دل و جاں کم نہ آنجاں کندنت
غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر — دل اور جاں پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی ہے

بر سرِ عیسیٰؑ نہادہ تنگ بد — خر سکیزہ میزند در مرغزار
بوجھ کا گٹھر عیسیٰ کے سر پر رکھے ہوئے ہے — گدھا، چراگاہ میں دولتیاں مار رہا ہے

سُرمہ را در گوش کردن شرط نیست — کارِ دل را جستن از تن شرط نیست
سُرمہ کو کان میں لگانا مناسب نہیں ہے — دل کا کام، جسم سے لینا مناسب نہیں ہے

گر دلی رو ناز کن خواری مکش — ور تنی شکر منوش و زہر چش
اگر تو (مجسّم) دل ہے جا فخر کر ذلت نہ اٹھا — اگر تو (مجسّم) جسم ہے، شکر نہ کھا اور زہر چکھ

زہر تن را نافع ست و قند بد — تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد
جسم کے لئے زہر مفید اور شکر مضر ہے — جسم وہی بہتر ہے، جو بے سہارا ہو

ہیزمِ دوزخ تنست و کم کنش — ور بروید ہیں تو ازبن بر کنش
جسم، دوزخ کا ایندھن ہے اُسکو گھٹا — اگر وہ اُگے خبردار! تو اُس کو جڑ سے اکھاڑ دے

ورنہ حمّالِ حطب باشی حطب — در دو عالم ہمچو جفتِ بولہب
ورنہ تو ایندھن ہی ایندھن کا باربردار ہوگا — دونوں جہان میں، ابولہب کی بیوی کی طرح

از حطب بشناس شاخِ سدرہ را — گرچہ ہر دو سبز باشد اے فتیٰ
سدرۃ (المنتہیٰ) کی شاخ کو ایندھن کی لکڑی سے — اے نوجوان! اگرچہ دونوں سبز ہوں

اصلِ ایں شاخ ست از نار و دُخاں — اصلِ آں شاخ ست ہفتم آسماں
اِس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے — اُس شاخ کی جڑ، ساتواں آسمان (پر) ہے

ہست مانند ایں بصورت پیشِ حس — کہ غلط بین ست چشم و کیشِ حس
یہ حس کے سامنے (آپس میں) مشابہ ہیں — کیونکہ حس کی آنکھ اور طریقہ غلط بیں ہے

ہست پیدا آں بہ پیشِ چشمِ دل — جہد کن پیشِ دل آ جہد المُقِل
دل کی آنکھ کے لئے، وہ واضح ہے — کوشش کر نادار کی سی کوشش، دل کے سامنے آ

ور نداری پا بجنباں خویش را — تا بہ بینی ہر کم و ہر بیش را
تو اگر پاؤں نہیں رکھتا ہے خود کو حرکت دے — تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے

غلط بینی ہے۔ چشمِ دل۔ دل کی آنکھ سے دیکھ دونوں میں فرق نظر آئیگا۔ ورنداری۔ انسان کو غلط بینی سے نکلنے کی ہر صورت کوشش کرنی چاہئے اگر پاؤں نہیں ہیں تو جسم کو ہی سرکانا چاہئے۔

سلہ بار کن۔ دنیاوی محصول کو قالب تک محدود رکھو قلب تک نہ پہونچنے دو۔ بر سرِ عیسیٰ۔ روح حضرت عیسیٰ جیسی چیز ہے اور جسم خرِ عیسیٰ ہے، بوجھ گدھے پر لادنا چاہئے نہ کہ عیسیٰ پر، یہ حماقت ہے کہ عیسیٰ پر بوجھ لدا ہوا ہو اور گدھا چمن میں مزے اڑائے۔ سُرمہ۔ ہر عمل کا ایک محل ہے۔ سُرمہ کان میں لگانا حماقت ہے۔ سلہ گر دلی۔ اگر تو مجسّم روح وقلب بن گیا ہے تو اب مجاہدوں کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو مجسّم جسم ہے تو راحت طلبی چھوڑ کر مجاہدوں کا زہر کھا۔ زہر۔ یہ محنت اور مشقت جسم کے لئے مفید ہے اور راحت طلبی مضر ہے۔ ہیزم۔ انسان کا جسم دوزخ کا ایندھن ہے اُس کو ختم کرنا چاہئے ورنہ تیرا لقب بھی وہی ہے جو ابولہب کی بیوی کا ہے قرآن نے اُس کو حمّالۃ الحطب کہا ہے یعنی دوزخ کا ایندھن اٹھانے والی۔ سلہ از حطب۔ جسم دوزخ کا ایندھن اور روح سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ ہے دونوں میں فرق کرے۔ اصل ایں۔ جسم کی شاخ دھوئیں اور آگ کی جڑ ہے اور روح کی شاخ عالمِ بالا کی چیز ہے۔ ہست مانند۔ یہ دونوں شاخیں یکساں نظر آتی ہیں جس کی وجہ آنکھ کی

کایں تحرک شد تبرک را کلید — وز تحرک[1] گردی اے دل مُستفید

کیونکہ یہ حرکت کرنا برکت حاصل کرنے کی کنجی ہے — اے دل! تو حرکت کرنے سے فائدہ مند ہو گا

در معنیٔ ایں رباعی

اِس رباعی کے معنیٰ (کے بیان) میں

گر راہروی راہ برت بگشایند — ور نیست شوی بہستیت بگرایند

اگر تو راہ (طریقت) پر چلیگا تیرے لئے راستہ کھول دینگے — اگر تو فنا ہو جائیگا تجھے بقا کی طرف مائل کر دینگے

ور پست شوی نگنجی اندر عالم — وانگاہ ترا بے تو بتو بنمایند

اگر تو پست ہو جائے تو (یہ) عالم میں نہ سمائے گا — اُس وقت تجھے بغیر تیرے (وجود کے) دکھا دینگے

گر زلیخا[2] بست درہا ہر طرف — یافت یوسفؑ ہم ز جنبش منصرف

اگرچہ زلیخا نے ہر طرف دروازے بند کر دیئے — یوسفؑ نے بھی حرکت سے واپسی کی جگہ پالی

چوں توکل کرد یوسفؑ بر جہید — باز شد قفل و در و رہ شد پدید

جب یوسفؑ نے توکل کیا (اور) کود پڑے — دروازے کا تالا کھل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید — خیرہ یوسفؑ وار می باید دوید

اگرچہ دنیا کا کوئی شگاف نظر نہیں آتا ہے — یوسفؑ کی طرح اندھا دھند بھاگنا چاہیئے

تا کشاید قفل و در پیدا شود — سوئے بیجائی شما را جا شود

تاکہ تالا کھلے اور راستہ ظاہر ہو جائے — لامکاں کی جانب تمہارے لئے جگہ ہو جائے

آمدی[3] اندر جہاں اے ممتحن — ہیچ می بینی طریقِ آمدن

اے آزمائش میں پڑے ہوئے تُو دنیا میں آیا — کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آیا؟

تو ز جائے آمدی وز موطنے — آمدن را راہ دانی ہیچ نے

تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا — تو آنے کا راستہ جانتا ہے، کچھ بھی نہیں

گر ندانی تا نگوئی راہ نیست — زیں رہِ بے راہ مارا رفتنی ست

اگر تو نہیں جانتا ہے، ہرگز نہ کہہ کہ راہ نہیں ہے — ہمیں اِسی بغیر راستے کے راستہ سے جانا ہے

میروی در خواب شاداں چپ و راست — ہیچ دانی راہِ آں میداں کجاست

تو خواب میں خوشی خوشی دائیں بائیں جاتا ہے — تو کچھ جانتا ہے کہ اُس میدان کا راستہ کدھر ہے؟

تو ببند آں چشم و خود تسلیم کن — خویش را بینی دراں شہرِ کہن

تو اُس آنکھ کو بند کرلے اور خود کو سپرد کر دے — تو اپنے آپ کو اُس قدیم شہر میں دیکھے گا

---

[1] وز تحرک۔ بُرائی سے حتی المقدور بچنا مفید ہے۔ گر راہ۔ جب انسان راہِ طریقت میں کوشاں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ راستہ دکھاتے ہیں اگر فنا اختیار کرتا ہے تو اُس کو بقا نصیب ہوتی ہے۔ ور پست۔ انسان جس قدر کسرِ نفسی اختیار کرتا ہے اسی قدر اُس کو بلندی نصیب ہوتی ہے۔

[2] گر زلیخا۔ حضرت یوسفؑ نے زنا سے بچنے کی کوشش کی تو زلیخا کے بند کئے ہوئے دروازے کھل گئے اور حضرت یوسفؑ زلیخا کے پھندے سے بچ نکلے۔ گرچہ رخنہ۔ دنیا سے بھاگ نکلنے کے لئے اگرچہ دروازہ نظر نہیں آرہا ہے لیکن جب انسان کوشش کرتا ہے تو راہ پیدا ہو جاتی ہے اور لامکان کا راستہ پا لیتا ہے۔

[3] آمدی۔ انسان عالمِ بالا سے جس راستے سے آیا ہے وہ بھی اس کی نظروں سے غائب ہے اسی طرح وہ غائب راستہ سے عالمِ بالا تک جا بھی سکتا ہے۔ تو ز جائے۔ انسان عالمِ بالا سے آیا ہے اور اُس کو آنے کا راستہ معلوم نہیں ہے... گر ندانی۔ راستہ نظر نہ آنے کی وجہ سے اُس راستے کا انکار نہ کر اسی راستے سے واپس جانا ہے۔ میروی۔ انسان خواب میں آنکھ کو بغیر جانے ہوئے چلتا ہے۔ تو ببند۔ انسان کو حسی آنکھ کو بند کر کے خود کو خدا کے حوالے کرنا

چشمِ چوں بندی کہ صد چشمِ خمار تو آنکھ کیسے بند کریگا؟ کیونکہ سینکڑوں آنکھیں اور نشہ	بندِ چشمِ تست ایں سوا زغرار غفلت کی وجہ سے اس جانب کے لئے تیری آنکھ کا پردہ ہیں
چار چشمی تو ز عشقِ مشتری تو (اپنے) خریدار کے عشق میں چار آنکھوں والا ہے	بر امیدِ مہتری و سروری بڑائی اور سرداری کی امید پر
گر بخسپی مشتری بینی بخواب اگر تو سوتا (بھی) ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے	چغدِ بد کے خواب بیند جز خراب منحوس چغد ویرانہ کے سوا کب دیکھتا ہے؟
مشتری خواہی بہر دم پیچ پیچ تو ہر وقت پیچ و تاب میں خریدار کا خواہشمند ہے	تو چہ داری کہ فروشی؟ ہیچ ہیچ تو رکھتا کیا ہے؟ کہ بیچے گا؟ کچھ بھی نہیں
گر ترا نانے بُدے یا چاشتے اگر تجھے روٹی یا ناشتہ (حاصل) ہوتا	از خریداراں فراغت داشتے تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا
گر درانباں مر ترا نانے بُدے اگر تیرے پیٹ میں تیری روٹی ہوتی	از خریداراں دلت فارغ شُدے تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

قصۂ آں شخصے کہ دعویِ پیغمبری میکرد گفتندش کہ چہ خوردہ کہ گیج شدہ و یاوہ میگوئی گفت اگر چیزے یافتمے کہ خوردمے نہ گیج شُدمے و نہ یاوہ گفتمے کہ ہر سخنِ نیک کہ با غیر اہلش گویند یاوہ گفتہ باشند اگرچہ دراں گفتن مامور باشند

اُس آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا، لوگوں نے اس سے کہا تو نے کیا کھایا ہے کہ احمق بنا اور بکواس کرتا ہے اُس نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز پا لیتا جو کہ میں کھا لیتا نہ احمق ہوتا اور نہ بکواس کرتا کیونکہ ہر بھلی بات جو نااہلوں سے کہتے ہیں، بکواس بکتے ہیں اگرچہ وہ اُس کہنے میں (خدا کی جانب سے) مقرر ہوں

آں یکے می گفت من پیغمبرم ایک شخص کہتا تھا، کہ میں پیغمبر ہوں	وز ہمہ پیغمبراں افضل ترم اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں
گردنش بستند و بُردندش بشاہ لوگوں نے اُسکی گردن باندھی اور اُسکو بادشاہ کے سامنے لے گئے	کایں ہمی گوید رسولم از الٰہ کہ یہ کہتا ہے، کہ میں خدا کی جانب سے رسول ہوں

۱؎ چشم چوں بندی۔ دنیا سے تو آنکھیں بند نہ کرسکے گا کیونکہ تیری سینکڑوں لالچ سے مست نظروں نے تیری نظر بندی کر دی ہے اور تو دنیا کی مزخرف چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔ چار چشمی۔ تو ہر وقت اپنی سرداری اور بڑائی کے خیال سے اپنے معتقدوں کا منتظر بنا ہوا ہے۔ گر بخسپی۔ تجھے سونے میں بھی یہی خواب اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے اُلّو کو خواب میں ویرانہ نظر آتا ہے۔

۲؎ مشتری۔ تو اپنے خریداروں کا تو منتظر رہتا ہے لیکن تیرے پاس اُنکے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ گر ترا۔ اگر تیرے پیٹ میں کچھ ہوتا تو پھر تو خریداروں کا منتظر ہی نہ ہوتا، عوام میں مقبولیت اور عوام کو گرویدہ کرنے کی وہی شخص کوشش کرتا ہے جو تہی دست ہوتا ہے آنے والے قصہ سے یہی بتانا مقصود ہے۔

۳؎ آں یکے۔ یہ ایک مسخرا تھا جس نے افلاس سے مجبور ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا تاکہ اُس کے ذریعہ سے کچھ کمائے وہ اپنی گفتگو میں ایسے جملے استعمال کرتا تھا جن کے دو معنی ہوسکتے تھے ایک معنی نبوت کے دعوے پر محمول ہوسکتے تھے دوسرے معنی کا نبوت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پیغمبراں۔ دنیا کی ہر چیز کوئی پیغام دیتی ہے۔ یہ انسان تھا لہٰذا تمام کائنات سے افضل تھا نیز یہ معنی بھی ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور دنیا کے سب پیغمبروں سے افضل ہوں۔

خلق بروے جمع چوں مور و ملخ — کہ چہ مکرست و چہ تزویر چہ فخ[۱]

لوگ اُس پر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع تھے — کہ کیا مکر ہے اور کیا مکاری اور کیا جال ہے؟

گر رسول آنست کاید از عدم — ما ہمہ پیغمبریم و محتشم

اور اگر رسول وہ ہوتا ہے جو عدم سے آئے — تو ہم سب پیغمبر اور معزز ہیں

ما ازانجا آمدیم اینجا غریب — تو چرا مخصوص باشی اے ادیب

ہم اُس جگہ سے آئے ہیں، یہاں مسافر ہیں — اے اُستاد! تو کیوں مخصوص ہوگا!

داد ایشاں را جواب آں خوش رسول — کاے گروہِ کور و نادان و فضول

اُس بھلے رسول نے اُن کو جواب دیا — کہ اے اندھو اور بیہودہ اور نادانوں کے گروہ!

ایں ندانستید اے قوم از قضا — بیخبر اینجا رسیدید از عمی

اے قوم! تم یہ نہیں سمجھے کہ تقدیر سے — تم اندھے پن سے بے خبری میں یہاں آگئے ہو

ہمچو[۲] طفلِ خفتہ ایں جا آمدید — بیخبر از راہ و از منزل بُدید

تم سوئے ہوئے بچّہ کی طرح یہاں آگئے ہو — تم راہ و منزل سے بے خبر تھے

از منازل خفتہ بگذشتید و مست — بیخبر از راہ و از بالا و پست

تم سوتے ہوئے اور بیہوشی میں منازل سے گذر گئے — راستہ اور نشیب و فراز سے بے خبر

ما بہ بیداری رواں گشتیم و خوش — از ورائے پنج و شش تا پنج و شش

ہم بیداری میں اور خوشی سے چلے — بغیر پانچ اور چھ کی جگہ سے پانچ اور چھ والی جگہ تک

دیدہ منزل ہا ز اصل و از اساس — چوں قلاوزاں خبیر و رہ شناس

جڑ اور بنیاد سے منزل کو دیکھا — راہبروں کی طرح باخبر اور رہ شناس بنکر

شاہ[۳] را گفتند اشکنجش بکن — تا نگوید جنسِ اُو ہیچ ایں سخن

لوگوں نے بادشاہ سے کہا اسکو شکنجہ میں ڈال دیجئے — تاکہ اُس جیسا کبھی کوئی ایسی بات نہ کہے

شاہ دیدش بس نزار و بس ضعیف — کہ بیک سیلی بمیرد آں نحیف

شاہ نے اُس کو بہت لاغر اور کمزور دیکھا — کہ وہ کمزور ایک طمانچہ سے مرجائیگا

کے تواں اُو را فشردن یا زدن — کہ چو شیشہ گشتہ است اُو را بدن

اُس کو کب بھینچا یا مارا جاسکتا ہے — کیونکہ اُس کا بدن شیشہ کی طرح ہوگیا ہے

لیک با اُو گویم از راہِ خوشی — کہ چرا داری تو لافِ سرکشی

لیکن میں اُس کو خوشی سے کہوں گا — کہ تو بکواس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟

---

۱ فخ۔ جال۔ گر رسول ہی مسخرے نے اپنے رسول ہونے کا مطلب یہ بتایا تھا کہ وہ اللہ کے پاس سے دنیا میں آیا ہے اور اُس کو اللہ تعالیٰ نے ملک عدم سے دنیا میں بھیجا ہے۔ ما ازانجا۔ لوگوں نے کہا اگر رسول کا مطلب یہ ہے تو ہم سب بھی ملک عدم سے دنیا میں آئے ہیں لہٰذا ہم سب رسول ہیں تیری کیا خصوصیت ہوئی۔ ایں ندانستید۔ اُس مسخرے نے اُن کو جواب دیا بیشک تم بھی ملک عدم سے آئے ہو، لیکن ایسے اندھے پن سے آئے ہو کہ تمھیں راستہ کا پتہ چلا نہ منزل کا۔

۲ ہمچو۔ مسخرے نے کہا تم لوگ سوتے ہوئے بچّے کی طرح ملک عدم سے راستہ طے کرکے دنیا میں آئے ہو۔ ما بہ بیداری۔ میں ملک عدم سے بیداری کی حالت میں دنیا میں آیا ہوں۔ پنج۔ یعنی پانچوں حواس۔ شش۔ یعنی چھ جانبیں۔ قلاوز۔ راہبر۔

۳ شاہ۔ لوگوں نے شاہ سے اُس کو سزا دینے کا مطالبہ کیا، شاہ نے اُس کو بہت کمزور دیکھا۔ سیلی۔ طمانچہ۔ نحیف۔ لاغر۔ کے تواں۔ چونکہ وہ بہت کمزور ہے سزا کو برداشت نہ کرسکے گا۔ لیک۔ شاہ نے سوچا کہ بجائے سزا کے اُس کو سمجھا دے۔

کہ درشتی ناید اینجا ہیچ کار
کیونکہ اِس جگہ سختی کارآمد نہ ہوگی
کہ بنرمی[1] سر کُند از غار مار
کیونکہ سانپ نرمی سے غار سے باہر آتا ہے

مردماں را دُور کرد از گردِ وے
لوگوں کو اس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا
شہ لطیفے بُود و نرمی وردِ وے
بادشاہ خوش مزاج تھا اور نرمی اسکی عادت تھی

پس نشاندش باز پرسیدش زجا
تو اس کو بٹھایا، پھر اس سے وطن پوچھا
کہ کجا داری معاش و مُلتجا
کہ تو روزگار اور ٹھکانا کہاں رکھتا ہے؟

گفت اے شہ ہستم از دار السلام
اس نے کہا، اے بادشاہ! میں دار السلام کا ہوں
آمدہ زانجا بدیں دار الملام
اس جگہ سے اس ملامت کے گھر میں آگیا ہوں

نے مرا خانہ ست و نے یک ہمنشیں
نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے
خانہ کے کردست ماہے در زمیں
چاند نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟

پادشاہ[2] از رُوئے لاغش گفت باز
بادشاہ نے مذاق میں پھر اس سے کہا
کہ چہ خوردی وچہ داری چاشت ساز
کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اور تیرے پاس ناشتہ کیلئے کیا

اشتہا داری چہ خوردی بامداد
تجھے بھوک ہے؟ تو نے صبح کیا کھایا ہے؟
کہ چنیں سرمستی و پرلاف و باد
کہ تو اس قدر نشہ میں اور شیخی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے

گفت گر نانم بدے خشک و تری
اُسنے کہا اگر میرے پاس باسی یا تازہ روٹی ہوتی
کے کُنم من دعوئ پیغمبری
میں پیغمبری کا دعوی کب کرتا؟

دعوئ پیغمبری با ایں گروہ
اس جماعت کے سامنے پیغمبری کا دعوی کرنا
ہمچناں باشد کہ دل جستن ز کوہ
ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا

کس[3] ز کوہ و سنگ عقل و دل نجست
پہاڑ اور پتھر سے کسی شخص نے عقل اور دل کی جستجو نہیں
فہم و ضبطِ نکتۂ مشکل نجست
مشکل نکتہ کی سمجھ بوجھ کو نہیں تلاش کیا ہے

ہرچہ گوئی باز گوید کہ ہماں
تو جو کچھ کہتا ہے وہ اسی کو دہراتا ہے، کہ وہی
میکُند افسوس چوں مستہزیاں
مذاق کرتا ہے جس طرح مذاق اُڑانیوالے

از کجا ایں قوم و پیغام از کجا
کہاں یہ قوم، کہاں پیغام (خداوندی)
از جمادے جاں کرا باشد رجا
پتھر سے کس کو جان کی امید ہوتی ہے؟

گر تو پیغامِ زنے آری و زر
اگر تو عورت کا پیغام لائے اور سونا
پیشِ تو بنہند جملہ سیم و سر
تیرے سامنے سب چاندی اور سر رکھ دیں گے

[1] کہ بنرمی۔ یعنی بجانے سے سانپ سوراخ سے باہر نکل آتا ہے۔ مردماں۔ شاہ نے تنہائی میں اس سے پوچھا کہ کہاں کا رہنے والا ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ گفت۔ اس نے کہا دار السلام سے دار الملام میں آیا ہوں.... دار السلام۔ سلامتی کا گھر، عالم بالا۔ دار الملام۔ ملامت کا گھر، دنیا۔ ماہے۔ میں چاند کی طرح ہوں لہٰذا نہ میرا کوئی گھر معین ہے نہ کوئی ہمنشین ہے۔

[2] پادشاہ۔ بادشاہ نے تفریحاً اس سے کہا کہ تو نے کیا کھایا تھا اور ناشتہ کے لئے تیرے پاس کیا ہے۔ گفت۔ اس نے کہا اگر کچھ ہوتا تو میں پیغمبری کا دعویٰ کیوں کرتا۔ دعوی۔ ان لوگوں میں پیغمبری کا دعویٰ ایسا ہی مشکل کام ہے جیسا کہ کوئی پہاڑ میں دل کی تلاش کرے۔

[3] کس۔ پہاڑ اور پتھر کا دل کوئی تلاش نہیں کرتا ہے نہ اُن سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ باریک اور مشکل نکتے سمجھیں گے۔ ہرچہ۔ پہاڑ سے تم جو کچھ کہو گے وہ بازگشت آواز سے تمہارا مذاق ہی اڑائے گا۔ از کجا۔ یہی حال اِس قوم کا ہے کہ خدا کے پیغام سے اِن کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ گر تو۔ ہاں اگر ان کے پاس کسی حسین عورت کا پیغام لاؤ تو سب کچھ قربان کردیں گے۔

کہ فلاں جا شاہدے می خواندت[1] — عاشق آمد بر تو و می داندت

کہ فلاں جگہ ایک معشوق تجھے بلاتا ہے — وہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور تجھے جانتا ہے

ور تو پیغامِ خدا آری چو شہد — کہ بیا سوئے خدا اے نیک عہد

اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے — کہ اے قول و قرار کے سچے! اللہ کی جانب آ جا

از جہانِ مرگ سوئے برگ رَو — چوں بقا ممکن بود فانی مشو

موت کی دنیا سے ساز و سامان (کے عالم) کی جانب چل — جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو

قصدِ خونِ تو کنند و جان و سر — نز برائے حمیتِ دین و ہنر[2]

تیرے خون اور جان اور سر کا قصد کریں گے — ہنرمندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں

بلکہ از چفسیدگی بر خانماں — تلخ شاں آید شنیدن ایں بیاں

بلکہ گھر بار کی وابستگی کی وجہ سے — اُن کو یہ بات سُننا کڑوا معلوم ہوتا ہے

سبب عداوت عام و بیگانہ زیستن ایشان با اولیائے خدا کہ بحق شان میخوانند و بآب حیات ابدی ارشاد می نمایند

عوام کی عداوت اور اُن کے خدا کے اولیاء سے بیگانہ ہو کر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہیں اور ہمیشگی کے آبِ حیات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں

خرقہ بر ریشِ خر چفسیدہ سخت — چونکہ خواہی بر کَنی زو لخت لخت

پٹی گدھے کے زخم پر سخت چپکی ہوئی ہے — جب تو اُس سے ٹکڑے ٹکڑے اکھاڑے گا

جفتہ اندازد یقیں آں خر ز دَرد — حبذا آں کس کزو پرہیز کرد

وہ گدھا یقیناً تکلیف کی وجہ سے دولتی مارے گا — خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس سے بچ گیا

خاصہ پنجہ ریش و ہر جا خرقہ[3] — بر سرش چفسیدہ در زخم غرقہ

خصوصاً جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر جگہ پٹی — (پیپ کی) نمی میں اُس پر چپکی ہوئی ہو

خانماں چوں خرقہ و ایں حرص ریش — حرص ہر کہ بیش باشد ریش بیش

گھر بار پٹی ہے اور یہ حرص زخم ہے — جس کو زیادہ حرص ہو گی اُس کے زخم زیادہ ہوں گے

خانمانِ جغد ویران ست و بس — نشنود اوصافِ بغداد و طبس

چغد کا گھر بار صرف ویرانہ ہے — وہ بغداد اور طبس کی خوبیاں نہیں سنتا ہے

گر بیاید بازِ سلطانی ز راہ — صد خبر آرد بدیں چغداں ز شاہ

اگر شاہی باز راستہ طے کر کے آئے — اِن چغدوں (کو) بادشاہ کی سینکڑوں خبریں سُنائے

---

[1] کہ فلاں۔ اگر ان کو پیغام دو کہ فلاں جگہ ایک معشوق ہو وہ تم پر عاشق ہے اور تمہیں خوب جانتا ہے۔ ور تو۔ یعنی اگر انہیں خدا کی طرف بلاؤ تو ناگوار ہوتا ہے۔ از جہان۔ یہ پیغام دو کہ فانی دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرو۔ قصد۔ تو یہ لوگ اس پیغام پر پیغمبر کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔

[2] نز۔ یہ لوگ اللہ کے پیغام کو جو رد کرتے ہیں تو کسی دین کی حمایت میں نہیں کرتے ہیں بلکہ چونکہ ان کو اس فانی دنیا سے دلچسپی ہے اس لئے رد کرتے ہیں اور اُن کو میٹھا پیغام تلخ لگتا ہے اور اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ خرقہ۔ زخمی گدھے کے زخم دھونے کے لئے اگر کوئی شخص اس کے پھاہے اکھاڑتا ہے تو وہ گدھا لاتیں مارتا ہے۔

[3] خاصہ۔ خصوصاً جب زیادہ اور خراب زخم ہوں اور پھاہے اُن پر چپک گئے ہوں تو گدھا زیادہ لاتیں مارتا ہے۔ خانماں۔ اِن دنیاداروں کی حرص اُنکے زخم ہیں اور گھر بار اُن زخموں کے پھاہے ہیں۔ چغد۔ اُلّو کا مسکن ویرانہ ہے اگر اُس کو کوئی بغداد اور طبس شہروں کی خوبی سنائیگا تو وہ کبھی سننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ گر بیاید۔ اگر کوئی اللہ کا پیغمبر اُنکو اللہ کی باتیں سناتا ہے تو یہ دنیادار چغد اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

شرح دار الملک و باغستان و جو — پس بر د افسوس دارد ہر عدو
دارالسلطنت اور باغ اور نہر کی تفصیل — تو ہر دشمن اُس کا مذاق اڑائے گا

[۱]کہ چہ باز آورد افسانۂ کہن — کز گزاف ولاف میبافد سخن
کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا — کہ بیہودہ اور شیخی کی باتیں کر رہا ہے

کہنہ ایشانند و بوسیدہ ابد — ورنہ آں دم کہنہ را نو میکند
پرانے اور ہمیشہ کے لئے سڑے ہوئے وہ ہیں — ورنہ وہ بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے

مردگانِ کہنہ را جاں میدہد — تاجِ عقل و نورِ ایماں میدہد
پرانے مُردوں کو جان عطا کر دیتی ہے — عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے

دل مدزد از دلربائے روح بخش — کہ سوارت میکند بر پشتِ رخش
روح بخشنے والے معشوق سے دل نہ چرا — کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کردیگا

[۲]سر مدزد از سرفرازِ تاج دہ — کو زپائے دل کشاید صد گرہ
سر بلند کرنیوالے تاج بخشنے والے سے سر نہ چھپا — کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سینکڑوں گرہ کھولدیگا

با کہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو — سوئے آبِ زندگی پوئندہ کو
کس سے کہوں پورے گاؤں میں زندہ کون ہے؟ — آب حیات کی جانب دوڑنیوالا کون ہے؟

تو بیک خواری گریزانی ز عشق — تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق
تو ایک ذلت کیوجہ سے عشق سے بھاگ جانیوالا ہے — تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟

عشق را صد ناز و استکبار ہست — عشق با صد ناز می آید بدست
عشق کے سینکڑوں ناز اور غرور ہیں — عشق سینکڑوں نازوں سے ہاتھ لگتا ہے

[۳]عشق چوں وافی ست وافی میخرد — در حریفِ بیوفا می ننگرد
عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے — بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے

چوں درخت ست آدمی و بیخ عہد — بیخ را تیمار می باید بجہد
انسان درخت کی طرح ہے اور وفا، عہد جڑ ہے — جڑ کی کوشش سے حفاظت کرنی چاہئے

عہد فاسد بیخِ پوسیدہ بود — وز ثمار و لطف ببریدہ بود
خراب عہد، سڑی ہوئی جڑ ہوتا ہے — اور مہربانی کے پھلوں سے کٹا ہوا ہوتا ہے

جس شخص میں وفاداری نہ ہو وہ اُس درخت کی طرح ہے جو جڑ گل جانے سے پھلوں سے محروم ہو گیا ہو۔

---

۱ کہ چہ۔ دنیادار پیغمبر کی باتوں پر کہتے ہیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہیں۔ کہنہ۔ یہ خود پرانے اور بوسیدہ ہیں ورنہ یہ باتیں تو پرانے کو بھی نیا بنا دیتی ہیں۔ مُردگاں۔ جن لوگوں کے دل مُردہ ہو چکے ہیں یہ باتیں انکو نئی زندگی بخشدیتی ہیں عقل کا تاج اور ایمان کا نور عطا کر دیتی ہیں۔ دل مُدزد۔ اُس دلربا کی اِن باتوں سے دل نہ چرا وہ تیرے سرکش نفس پر تجھے قابو دیدیگا۔

۲ سر مدزد۔ یہ پیغمبر وقت تجھے تاج پہنا دیگا تیرے دل کی گرہیں کھول دے گا۔ با کہ گویم۔ لیکن ان باتوں کے سننے والے کہاں ہیں آبِ حیات کے طالب مفقود ہیں۔ تو بیک خواری عشق میں اگر ایک ذلت اٹھانی پڑ جائے تو تو عشق کو چھوڑ بھاگتا ہے تو نے صرف عشق کا نام سُنا ہے اُس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے عشق بہت متکبر اور نازوں بھرا ہے بہت مصیبتوں سے ہاتھ لگتا ہے

۳ عشق۔ عشق وفادار ہے وہ وفاداری کو حاصل ہوتا ہے وہ بے وفا کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ بیخ عہد۔ انسان کی اصل اور جڑ وفاداری ہے اور درخت کی جڑ کی حفاظت ضروری ہے۔ عہد فاسد

شاخ و برگِ نخل اگرچہ سبز بود | با فسادِ بیخ سبزی نیست سود

کھجور کی شاخ اور پتّے اگرچہ سبز ہوں | جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے

ور ندارد برگِ سبز و بیخ ہست | عاقبت بیروں کند صد برگ دست

اور اگر سبز پتّے نہ ہوں اور جڑ (صحیح) ہے | انجام کار سینکڑوں پتّے ہاتھ نکالیں گے

تو مشو غرہ بعلمش عہد جو | علم چوں قشر ست عہدش مغز او

تو اس کے علم سے دھوکا نہ کھا، عہد کی جستجو کر | علم چھلکا جیسا ہے اس کا عہد اس کا مغز ہے

در بیان آنکہ مرد بدکار چوں متمکن شود در بدکاری و اثر دولت

اس کا بیان کہ بدکار انسان جب بدکاری میں لگ جاتا ہے اور نیکوں کی دولت

نیکوکاراں بہ بیند شیطان صفت شود و مانع خیر گردد از حسد

کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا بن جاتا ہے اور حسد سے شیطان کی طرح بھلائی کیلئے مانع

ہمچوں شیطاں کہ خرمن سوختہ ہمہ را خرمن سوختہ خواہد

بنجاتا ہے کیونکہ جس کا کھلیان جل گیا ہو سب کو جلے ہوئے کھلیان والا چاہتا ہے

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی

کیا تو نے نہیں دیکھا اس کو جو بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے الخ

وافیاں را چوں بہ بینی کردہ سود | تو چو شیطانے شوی آنجا حسود

جب تو وفاداروں کو سود مند دیکھتا ہے | تو تو شیطان کی طرح اُس وقت حاسد بنجاتا ہے

ہر کرا باشد مزاج و طبع سست | او نخواہد ہیچکس را تندرست

جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو | وہ کسی کو تندرست دیکھنا پسند نہیں کرتا

گر نخواہی رشکِ ابلیسی بیا | از درِ دعوے بدرگاہِ وفا

اگر تو شیطانی کا حاسد نہیں کرنا چاہتا ہے تو آجا | دعوے کے دعاوی سے ہٹ کر، وفا کی درگاہ میں

چوں وفایت نیست بارے دم مزن | کایں سخن دعویست اغلب ما و من

جبکہ تجھ میں وفا نہیں ہے اُس کا نام نہ لے | کیونکہ یہ بات اکثر تکبّر کا دعویٰ ہے

ایں سخن در سینہ دخلِ مغزہاست | در خموشی مغزِ جاں را صد نماست

یہ بات سینے میں مغزوں کی آمدنی ہے | چپ رہنے میں جان کے مغز کا بہت اضافہ ہے

چوں بیامد در زباں شد خرج مغز | خرج کم کن تا بماند مغز نغز

جب وہ بات زبان پر آئی، مغز خرچ ہو گیا | خرچ کم کر تاکہ عمدہ مغز باقی رہے

۱؎ شاخ۔ جس درخت کی جڑ گل گئی ہو اسکے پتوں کی سبزی کچھ مفید نہیں ہے۔ ورندارد اگر جڑ درست ہے، پتوں کے جھڑ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہے پتے پھر آجائیں گے۔ تو مشو۔ کسی انسان کے علم سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اُسمیں وفاداری کا مادہ ہے یا نہیں وفاداری انسان کا جوہر ہے۔

۲؎ در بیان۔ انسان جب خود بھلائیوں سے محروم ہوتا ہو تو دوسروں کی بھلائیوں سے شیطان کی طرح جلنے لگتا ہے اور چاہتا ہے وہ بھی بھلائی سے محروم ہو جائیں یہی حال ابوجہل کا تھا آنحضورؐ کو نماز پڑھتے نہ دیکھ سکتا تھا۔ وافیان۔ ناکام انسان بامراد انسانوں پر شیطان کی طرح حسد کرتا ہو۔ ہر کرا۔ بیمار کا سب کو بیمار دیکھنا چاہتا ہے۔ گر نخواہی۔ اگر انسان اس ابلیسی صفت سے بچنا چاہے تو خود کو کامیاب بنائے

۳؎ چوں۔ جب انسان وفاداری سے خالی ہے تو اسکو خاموش رہنا چاہئے اسلئے کہ اس صورت میں اسکے دعوے میں دو برائیاں ہونگی ایک بیوفائی دوسرے دروغگوئی۔ کایں سخن۔ انسان کی زیادہ باتیں عموماً تکبر پر مبنی ہوتی ہیں۔ دخل۔ آمدنی۔ جب تک بات سینے میں ہے وہ روح کا جوہر ہے اسکو خرچ نہ کرنا چاہئے۔ چوں بیامد۔ بات کرنے سے روح کا جوہر صرف ہوتا ہو تو اسکو خرچ نہ کرنا چاہئے۔

مردِ کم گوینده را فکریست زَفت — **قشرِ گفتن چوں فزوں شد مغز رفت**

کم گو انسان کا خیال وزنی ہوتا ہے — باتیں کرنے کا چھلکا جب بڑھا عمدہ مغز ختم ہوگیا

پوست افزوں گشت و کمتر گشت مغز — **پوست کمتر شد فزوں شد مغزِ نغز**

چھلکا بڑھا، اور مغز گھٹا — چھلکا گھٹا، تو عمدہ مغز بڑھا

بنگر ایں ہر سہ زخامی رُستہ را — **جوز را و لوز را و پستہ را**

ان تینوں کچے ہروں کو دیکھ لے — اخروٹ کو اور بادام کو اور پستہ کو

ہر کہ او عصیاں کند شیطاں شود — **کہ حسودِ دولتِ نیکاں شود**

جو نافرمانی کرتا ہے، شیطان بن جاتا ہے — کیونکہ وہ نیکوں کی دولت کا حاسد ہو جاتا ہے

چونکہ در عہدِ خدا کردی وفا — **از کرم عہدت نگہدارد خدا**

جب تو نے خدا کے عہد کی وفا کی — عنایت کر کے، خدا تیرے عہد کی حفاظت کرتا ہے

از وفائے حق تو بستہ دیدہ — **اُذکُرُوا اَذکُرکُم نشنیدہ**

اللہ تعالیٰ کی وفاداری سے تو نے آنکھ بند کر لی ہو — "تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا" تو نے نہیں سنا ہے

گوش نہ اُوفُوا بِعَھدِی گوش دار — **تاکہ اُوفِ عَھدَکُم آید زیار**

کان لگا، "تم میرے عہد کی وفاداری کرو" کو سن — تاکہ دوست کی جانب سے "میں تمہارا عہد پورا کروں گا" کی بشارت

عہد و قرضِ ما چہ باشد اے حزیں — **ہمچو دانہ خشک کشتن در زمیں**

اے غمگین! ہمارا عہد اور قرض کیا ہوتا ہے؟ — ایسا ہی ہے جیسا کہ زمین میں خشک دانہ بونا

نے زمیں را زاں فروغ و لمتری — **نے خداوندِ زمیں را تانگری**

اس سے زمین کو کوئی اضافہ یا بڑھوتری نہیں ہے — نہ زمین کے مالک کے لئے مالداری ہے

جز اشارت کہ ازیں می بایدم — **کہ تو دادی اصل ایں را از عدم**

سوائے اس اشارے کے کہ مجھے اس میں سے درکار ہے — کیونکہ تو نے ہی اس کی اصل کو عدم سے عنایت کیا تھا

خوردم و دانہ بیاوردم نشاں — **کہ ازیں نعمت بسوئے ما کشاں**

میں نے کھایا اور ایک دانہ نشانی کیلئے لایا ہوں — کہ اس نعمت کو ہمارے لئے بھیجے

پس دعائے خشک ہل اے نیکبخت — **کہ فشاند دانہ می خواہد درخت**

اے نیک بخت! خشک دعا کو چھوڑ دے — جو کہ دانہ بکھیرتا ہے، درخت چاہتا ہے

گر نہ داری دانہ ایزد زاں دعا — **بخشدت نخلے کہ نِعمَ مَا سَعٰی**

اگر تیرے پاس دانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا سے — تجھے کھجور عنایت کردے گا کیونکہ اُسنے جو کوشش کی ہے وہ اچھی ہے

۱ مُرد - اس خیال مغز ہے اور اُس کی تعبیر کے الفاظ چھلکا ہیں جس قدر چھلکا کم ہوگا گودا بڑھے گا۔ بنگر - اخروٹ اور بادام اور پستہ کو دیکھ لے ان کا اگر چھلکا موٹا ہے گری کم نکلے گی۔ ہر کہ - گنہگار شیطان صفت بن جاتا ہے۔ چونکہ - جب انسان عہد الست یا فرائض کے عہد میں وفاداری دکھاتا ہے تو پھر خدا اس کے عہد کی نگہبانی فرماتا ہے اور عہد شکنی سے بچا رکھتا ہے۔

۲ اُذکرُوا - قرآن پاک میں ہے اُذکرونی اَذکُرکُم وَاشکُرُوا لِی وَلَا تَکفُرُون۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو۔ اُوفوا - قرآن پاک میں ہے اَوفُوا بِعَھدِی اُوفِ بِعَھدِکُم۔ تم میرے عہد کی وفا کرو میں تمہارے عہد کی وفا کروں گا۔ عہد و قرض - ہم جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں گویا اس کو قرض دیتے ہیں اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم زمین میں ایک دانہ بوتے ہیں اس سے زمین کو فائدہ نہیں، ہمارا فائدہ ہے۔

۳ لمتری - مٹاپا۔ تانگری - تونگری، مالداری۔ جز - دانہ بونے میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تو نے اس دانہ کو عدم سے موجود فرمایا مجھے اسی قسم کا غلہ عطا فرمائے۔ خوردم - دانہ بونے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے جو تیری نعمت کھائی وہ اسی قسم کی تھی یہ نعمت مجھے اور دیدے۔ دعائے خشک - یعنی عمل سے خالی دعا، خراب [illegible] ہے اس سے درخت

نہ لے گا۔ گرنداری - یعنی عمل کے ساتھ دعا کرنا تجھے میسر نہیں تو درد سے دعا کر اس دعا سے مقصود حاصل ہو جائیگا۔

ہمچو مریمؑ[1] درد بودش دانہ نے — سبز کرد آں نخل را صاحب فنے

جس طرح کہ حضرت مریمؑ کے پاس درد تھا دانہ نہ تھا — صاحبِ تدبیر نے اُس کھجور کو سرسبز کر دیا

زانکہ وافی بود آں خاتونِ راد — بے مرادش داد یزداں صد مراد

کیونکہ وہ دانا خاتون وفادار تھیں — اللہ نے اُن کے مانگے بغیر سینکڑوں مرادیں دیدیں

آں جماعت را کہ وافی بودہ اند — بر ہمہ اصنافِ شاں افزودہ اند

جو لوگ وفادار ہوتے ہیں — تمام طبقوں پر اُن کو فضیلت دیدی گئی ہے

گشت دریاہا مسخّر پرورِ شاں — صحن میدانہا نتاند رازِ شاں

دریا اُن کی پرورش کرنے والے بنے ہیں — میدانوں کی وسعت اُن کے راز نہ سما سکی

گشت دریاہا مسخّرِ شاں و کوہ — چار عنصر نیز بندہ آں گروہ

دریا اور پہاڑ اُن کے تابع فرمان بنے — اُس جماعت کے چاروں عناصر بھی غلام ہے

ایں[2] خود اکرامیست از بہرِ نشاں — تا بہ بینند اہلِ انکاراں عیاں

یہ دکھلانے کے لئے اکرام ہے — تاکہ منکرین واضح طور پر دیکھ لیں

آں کراماتِ نہانِ شاں کہ آں — درنیاید در حواس و در بیاں

اُن کی وہ پوشیدہ کرامتیں ہیں کہ وہ — حواس اور بیان میں نہیں آسکتیں

کار آں دارد خود آں باشد ابد — دائماً نے منقطع نے مُسترد

وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ وہ ابدی ہوتے ہیں — مسلسل، نہ منقطع ہوتے ہیں، نہ مسترد

بلکہ باشد در ترقی دمبدم — ہست آں بخشندۂ صاحب کرم

بلکہ وہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں — وہ عطا کرنے والا کریم ہے

در مناجات
دُعا

اے[3] دہندہ قوت و تمکین و ثبات — خلق را زیں بے ثباتی دہ نجات

اے روزی اور استقلال اور پائیداری عنایت کرنیوالے — مخلوق کو اِس ناپائیداری سے نجات دیدے

اندراں کاریکہ ثابت بودنی ست — قائمی دہ نفس را کہ مُنثنی ست

اُس کام میں جو پائیداری کے قابل ہے — نفس کو ٹکاؤ عنایت کردے وہ پلٹ جانیوالا ہے

اندراں کاریکہ دارد آں ثبات — قائمی دہ نفس را بخشش حیات

وہ کام جو پائیدار ہو — نفس کو ٹکاؤ دے، اُس کو زندگی بخش

---

[1] ہمچو مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے کھجور کی گٹھلی نہیں بوئی تھی البتہ اُن کو درد تھا اُس سے درخت اُگ آیا۔ آں جماعت۔ اللہ کے عہد کو پورا کرنے والے سب افضل ہیں۔ گشت بحر۔ موسیٰؑ نے تابوت میں دریا میں رہتے ہوئے اور حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں دریا میں رہتے ہوئے پرورش پائی۔ چار عنصر۔ مختلف جگہ بتایا گیا ہے کہ آگ، پانی، ہوا، مٹی نے انبیاء کی مدد کی۔

[2] ایں خود۔ معجزے صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ آں کراماتے۔ لیکن باطنی کرامتیں جو عوام کی نگاہوں سے مخفی ہوتی ہیں وہ اصل ہیں اور وہ دمبدم بڑھتی رہتی ہیں جیسی کہ استقامت فی الدین، اتباعِ سنت وغیرہ۔

[3] اے دہندہ۔ چونکہ پہلے وفاداری اور عہد کی پابندی کا ذکر کیا تھا تو مولانا نے اُسکے لئے دعا شروع کردی ہے.... بے ثباتی۔ یعنی عہد پر قائم نہ رہنا۔ اندر۔ جن کاموں میں استقلال اور پائیداری ضروری ہے اُن میں اس منحرف ہو جانیوالے نفس کو پائیداری عطا کردے۔

صبر شان بخش و کفۂ[1] میزاں گراں — وارہاں شاں از دمِ صوتِ گراں
ان کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلڑا — بھرو بیوں سے ان کو نجات دے

وز حسودی باز شاں خر اے کریم — تا نباشد از حسد دیوِ رجیم
اے کریم! ان کو حسد سے بچالے — تاکہ وہ حسد کی وجہ سے مردود شیطان نہ بنیں

در نعیمِ فانی و مال و جسد — چوں ہمی سوزند عامہ از حسد
فانی نعمتوں اور مال اور جسم میں — عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟

بادشاہاں بیں کہ لشکر می کشند — از حسد خویشانِ خود را می کشند
بادشاہوں کو دیکھ کر لشکر کشی کرتے ہیں — حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں

عاشقانِ لعبتانِ پر قذر — کردہ قصدِ خونِ جانِ یک دگر
گندی گڑیوں کے عاشق — ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے ہیں

ویس و رامیں خسرو و شیریں بخواں — تا چہ کردند از حسد آں ابلہاں
ویس اور رامیں، خسرو اور شیریں کا قصہ پڑھ لے — ان احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے

تا فنا شد[2] عاشق و معشوق نیز — کہ نہ چیزند و ہوا شاں ہم نہ چیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھی فنا ہو گیا — کیونکہ وہ ناچیز تھے اور ان کی محبت بھی ناچیز تھی

پاک اللّٰہی کہ عدم بر ہم زند — مر عدم را بر عدم عاشق کند
خدا (فنا سے) پاک ہے کیونکہ وہ عدم کو بھڑا دیتا ہے — عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے

در دلِ نا دل حسدہا سر کند — نیست را و ہست را مضطر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جاتے ہیں — معدوم اور موجود کو بے چین کر دیتا ہے

ایں زنانے کز ہمہ مشفق تر اند — از حسد دو ضرّہ خود را می خورند
یہ عورتیں جو سب سے زیادہ شفقت کرنیوالی ہیں — حسد کی وجہ سے دو سوکنیں اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں

تا کہ مردانے[3] کہ خود سنگیں دل اند — از حسد اندر کدامیں منزل اند
یہاں تک کہ مرد جو خود سنگدل ہیں — حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟

گر نکردے شرع افسونِ لطیف — بر دریدے ہر کسے جسمِ حریف
اگر شریعت پاکیزہ منتر (تدبیر) مقرر نہ کرتی — ہر شخص مخالف کا جسم پھاڑ ڈالتا

شرع بہرِ دفعِ شر رائے زند — دیو را در شیشۂ حجت کند
شریعت شر کو رفع کرنے کیلئے ایک تدبیر کرتی ہو — بھوت کو دلیل کی بوتل میں بند کر دیتی ہے

[1] کفۂ۔ ترازو کا پلڑا یعنی ایسی ترازو کا پلڑا جو قیامت میں اعمال کو تولنے کیلئے قائم کی جائے گی۔ صوتِ گراں۔ بھرو بیئے یعنی جھوٹے پیر۔ وز حسودی۔ حسد کی وجہ سے انسان شیطانی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ در نعیم۔ حسد عموماً ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو خود فانی ہیں۔ بادشاہاں۔ بادشاہ رشتہ داروں کو محض حسد کی وجہ سے قتل کرا دیتے ہیں۔ عاشقاں۔ فانی اور بشریت کے لوازم سے پُر معشوقوں کے عشق میں، عاشق ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ ویس یعنی معشوقہ کے عاشق رامین نے رقیبوں کو قتل کیا۔ خسرو شیریں کے عاشق نے فرہاد کو مروایا۔

[2] تا فنا شد۔ اس حسد کے نتیجہ میں عاشق بھی فنا ہوا اور معشوق بھی ہمیشہ زندہ نہ رہا۔ پاک۔ عشق ہو تو ذاتِ الٰہی سے ہو جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ کہ عدم۔ فانی معشوق کو فنا کر دیتا ہے فانی کو فانی پر عاشق بنا دیتا ہے۔ در دل۔ وہ عاشق جو اپنے آپ کو بے دل کہتا ہے اسکے دل میں حسد سر ابھارتا ہے۔ ایں زنانے۔ عورتوں میں شفقت کا مادہ زیادہ ہے لیکن وہ بھی حسد میں مبتلا ہیں ایک سوکن دوسری سوکن کو کھائے جاتی ہے۔

[3] اگر مردانے۔ جب عورت کا یہ حال ہے تو سنگدل مردوں کے احوال کا اندازہ لگاؤ۔ افسون۔ منتر یعنی تدابیر اسی وجہ سے کہا گیا کہ شرع مشہور ہے کہ جن کو منتر کے ذریعہ [illegible]

از گواه و از یمین و از نکول
گواہ اور قسم اور قسم کے انکار کے ذریعہ

تا بہ شیشہ در رود دیوِ فضول
تاکہ بیہودہ بھوت، بوتل میں آجائے

مثلِ میزانے کہ خوش در وے دو ضد
ترازو کی طرح، کہ اس میں دونوں مخالف خوش

جمع می آید یقیں در ہزل و جد
یقیناً متفق ہوجاتے ہیں مذاق میں اور سنجیدگی میں

شرع چوں کیل و ترازو داں یقیں
شریعت کو یقیناً پیمانہ اور ترازو کی طرح سمجھ

کہ بدو خصماں رہند از جنگ و کیں
کیونکہ دو جھگڑنے والے اس کے ذریعہ سے لڑائی اور کینہ سے نجات پا جاتے ہیں

گر ترازو نبود آں خصم از جدال
اگر ترازو نہ ہو تو مخالف جھگڑے کی وجہ سے

کے رہد از وہمِ حیف و احتیال
ظلم اور حیلہ گری کے وہم سے کب چھوٹ سکتا ہے؟

پس دریں مردارِ زشتِ بے وفا
تو اس مردار، بُری بے وفا (دنیا) میں

ایں ہمہ رشک ست و خصمی و جفا
پورا رشک اور جھگڑا اور ظلم ہے

پس دراں اقبال و دولت چوں بود
تو اس (آخرت کے) اقبال اور دولت میں کیسا ہوگا

چوں شود جنی و انسی در حسد
جن اور انسان کیسے حسد میں ہوں گے؟

آں شیاطیں خود حسودِ کہنہ اند
وہ شیطان خود پرانے حاسد ہیں

یک زماں از رہزنی خالی نیند
تھوڑی دیر کے لئے بھی رہزنی سے خالی نہیں ہیں

واں بنی آدم کہ عصیاں کشتہ اند
وہ بنی آدم جنہوں نے گناہ بوئے ہیں

از حسودی نیز شیطاں گشتہ اند
وہ بھی حسد کی وجہ سے شیطان بن گئے ہیں

از نبی برخواں کہ شیطانانِ انس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان

گشتہ اند از مسخِ حق با دیو جنس
اللہ تعالیٰ کے مسخ کرنے سے شیطان کے ہم جنس بن گئے ہیں

دیو چوں عاجز شود از افتناں
شیطان جب انسان کے فتنہ میں پڑنے سے عاجز آجاتا ہے

استعانت جوید او از انسیاں
وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے

کہ شما یارید با ما، یاریے
کہ تم ہمارے دوست ہو، مدد کرو

جانبِ ما نید، جانب داریے
ہمارے جانب دار بنو، جانبداری کرو

گر کسے را رہ زنند اندر جہاں
اگر وہ دنیا میں کسی کی رہزنی کرتے ہیں

ہر دو گوں شیطان آید شادماں
تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں

ور کسے جاں بُرد و شد در دیں بلند
اگر کسی نے جان بچالی اور دین میں بلند ہوگیا

نوحہ میدارند آں دو رشک مند
دونوں رشک کرنے والے روتے ہیں

۱ؔ؎ از گواہ۔ اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں تو ثبوت کیلئے اس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں ورنہ مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور اس کی قسم اور قسم سے انکار پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ نکول۔ قسم سے انکار کرنا۔ مثل میزانے۔ فریقین کو مطمئن کرنے کا یہ طریقہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ترازو فریقین کو مطمئن کردیتی ہے۔ شرع۔ یہ شرعی فیصلہ فریقین کیلئے اسی طرح باعثِ اطمینان ہوتا ہے جس طرح چیز کو ناپ کر یا تول کر فیصلہ کرنا باعثِ اطمینان ہوتا ہے۔ حیف۔ ظلم۔ احتیال۔ حیلہ گری۔

۲ؔ؎ پس جب دنیا کی ناپائیدار چیزوں میں حسد اور رشک کا یہ حال ہے تو اُخروی نعمتوں میں حسد اور رشک کا اندازہ خود لگالو۔ آں شیاطین شیطان تو حاسد ہوتا ہی ہے انسان بھی حسد کرکے شیطان بن جاتا ہے۔ از نبی۔ قرآن میں شیطانوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ایک جنی ایک انسی۔ دیو۔ جنی شیطان جب کسی معاملہ میں خود عاجز آجاتا ہے تو پھر انسانوں میں سے شیاطین کو اپنی مدد کیلئے بلاتا ہے۔ افتناں۔ فتنہ میں مبتلا ہونا۔

۳ؔ؎ کہ شما۔ شیطان مایوس ہوکر انسانی شیطانوں کو پکارتا ہے۔ یاریے یعنی تم تھوڑی سی مدد کرو۔ گر کسے۔ اگر کوئی کسی کو گمراہ کرتا ہے تو جنی اور انسانی شیطان اس پر خوشی مناتے ہیں۔ ور کسے۔ اگر کسی سے نیکی صادر ہوتی ہے

هر دو۵۱ می خایند دندانِ حسد — بر کسے کہ داد ادیب اُو را خرد

دونوں حسد سے دانت پیستے ہیں — اُس شخص پر جس کو اُستاد نے عقل سکھا دی ہو

پرسیدنِ شاہ ازاں مدّعیٔ نبوت کہ آنکہ رسولِ راستیں باشد و ثابت شود با او چہ باشد کہ کسے را بخشد و یا بصحبت و خدمتِ اُو چہ بخشش یابند غیرِ نصیحت کہ بزبان میگوید

بادشاہ کا نبوت کے مدعی سے دریافت کرنا کہ جو سچا رسول ہو اور ثابت ہو جائے تو اُس کے پاس کیا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بخشے اور اُس کی صحبت و خدمت سے وہ کیا بخشش پائیں گے سوائے اُس نصیحت کے جو وہ زبانی کرتا ہے

شاہ پرسیدش کہ بارے وحی چیست — یا چہ حاصل دارد آنکس کو نبیست

بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ اب تیری وحی سے فائدہ کیا ہے؟ — یا جو نبی ہے اُس کو کیا حاصل ہے؟

یا چہ بخشد ہر کسے را در سخن — غیرِ ایں نصحِ زباں کُن یا مکُن

یا وہ بات کرنے میں کسی کو کیا دیتا ہے؟ — سوائے اُس زبانی نصیحت کے کہ کر یا نہ کر

چیست نفع از خدمتش در صحبتش — وانکہ تابع گشت چہ بود رفعتش

اُس کی صحبت میں اُس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟ — اور جو اُس کے تابع ہو جائے اُسکو کیا بلندی حاصل ہوئی؟

گفت خود آں چیست کش حاصل نشد — یا چہ دولت ماند کو واصل نشد

اُس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو اُس کو حاصل نہ ہوئی؟ — یا وہ کونسی دولت رہ گئی جو اُس کو نہ ملی؟

گیرم۵۲ ایں وحیِ نبیِ گنجور نیست — ہم کم از وحیِ دلِ زنبور نیست

میں نے مانا کہ یہ خزانہ کے مالک کی وحی نہیں ہے — پھر بھی شہد کی مکھی کے دل کی وحی سے کم نہیں ہے

چونکہ اَوْحَی الرَّبُّ اِلَی النَّحل آمد است — خانۂ وحیش پُر از حلوا شد است

چونکہ اللہ نے شہد کی مکھی کو وحی کی، نازل ہوا ہے — اُس کی وحی کا گھر شہد سے بھر گیا ہے

اُو۵۳ بنورِ وحیِ حق عزّ و جل — کرد عالم را پُر از شمع و عسل

اُس نے اللہ عزّوجل کی وحی کے نور سے — دنیا کو موم اور شہد سے بھر دیا

ایں کہ کرّمنا ست بالا می رود — وحیش از زنبور کے کمتر بود

یہ جو کرّمنا ہم نے عزت بخشی ہے اونچا جاتا ہے — اُس کی وحی، شہد کی مکھی سے کب کم ہوگی؟

---

۵۱ ہر دو۔ دونوں قسم کے شیطان نیکی کرنے والے پر غصہ کھاتے ہیں۔ پرسیدن۔ بادشاہ نے اُس مسخرے سے پوچھا کہ وحی سے صاحب وحی اور دوسروں کو کیا فائدہ ہے؟۔ بارے۔ بمعنی اب یا بار بمعنی پھل اور یا اضافت کے کسرے کے عوض میں ہے۔ حاصل۔ پیداوار آمدنی۔ کُن یا مکُن۔ یعنی امر اور نہی۔۔۔ وانکہ۔ ماننے والوں کو کیا بلندی حاصل ہوتی ہے۔ گفت۔ مسخرہ نے کہا آپ یہ بتائیے کہ وہ کونسا فائدہ ہے جو صاحبِ وحی کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

۵۲ گیرم۔ اُس مسخرے نے کہا میں نے مانا کہ میری وحی وہ وحی نہیں ہے جو کسی بڑے نبی کے پاس آئی ہو لیکن شہد کی مکھی کو جو وحی آئی تھی اُس سے تو کم درجہ کی نہیں ہے۔ وحی کے دو معنی ہیں، ایک تو وہ کلامِ خداوندی جو کسی فرشتہ کے ذریعہ کسی نبی پر نازل ہو، دوسرے معنی اشارے اور دل میں کسی بات کے آنے کے ہیں۔ مسخرے نے دوسرے معنی مُراد لئے ہیں۔ اَوْحیٰ۔ قرآن پاک میں ہے وَاَوْحیٰ رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ: اور تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں سے اور درختوں سے اور اُن سب چیزوں سے جن سے وہ چھپریاں بناتے ہیں گھر بنائیں۔ ۵۳ اُو۔ شہد کی مکھیوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ ہی دنیا کو شہد اور موم عطا کیا ہے۔ کرّمنا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ: بے شک ہم نے بنی آدم کو بڑائی بخشی ہے۔

نے تو اَعطیناکَ کوثر^۵۱ خواندۂ — پس چرا خشکے و تشنہ ماندۂ
کیا تونے، ہم نے تجھے کوثر دیدی ہے، نہیں پڑھا ہے! — پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے؟

یا مگر فرعونی و کوثر چو نیل — بر تو خوں گشت ست و ناخوش اے علیل
یا شاید تو فرعون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟ — اے بیمار! جو تجھ پر خون اور ناگوار بن گئی ہے

توبہ کن بیزار شو از ہر عدو — کو ندارد آبِ کوثر در کدو
توبہ کرلے، (خدا کے) ہر دشمن سے بیزار بن جا — جس کے کدو میں آبِ کوثر نہیں ہے

ہر کرا دیدی ز کوثر سُرخ رو — او محمدؐ خو ست با او گیر خو
تو جس کو کوثر سے سُرخ رو دیکھے — وہ محمدؐ کے مزاج والا ہے، اس کی عادت اختیار کر

تا اَحبَ اللہ آئی در حسیب — کز درختِ احمدی با اوست سیب
تاکہ تو اس نے خدا سے محبت کی، کی شمار میں آجائے — کیونکہ اس کے پاس احمدیؐ درخت کے سیب ہیں

ہر کرا دیدی ز کوثر خشک لب^۵۲ — دشمنش میدار ہمچوں مرگ و تب
تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے — اُس کو موت اور بخار کی طرح دشمن سمجھ

زانکہ او بوجہل شد یا بولہب — دور شو زو تا نیفتی در کرب
کیونکہ وہ ابوجہل یا ابولہب ہے — تو اس سے بھاگ جا، تاکہ مصیبت میں نہ پھنسے

گرچہ بابائے تو ہست و مامِ تو — کو حقیقت ہست خوں آشامِ تو
خواہ وہ تیرا باپ یا ماں ہو — کیونکہ وہ دراصل تیرا خون پینے والا ہے

از خلیلِ حق بیاموز اے پسر — کہ شد او بیزار اوّل از پدر
اے بیٹا! (حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے — کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے

تاکہ اَبغَضَ لِلہ آئی پیشِ حق — تا نگیرد بر تو رشکِ عشق دق
تاکہ تو اللہ کے سامنے "اس نے خدا کیلئے بغض کیا" بنے — تاکہ تیرے اوپر عشق کا رشک مصیبت نہ ڈالے

تا نخوانی لا و اِلّا اللہ را^۵۳ — در نیابی منہجِ ایں راہ را
جب تک تو "لا" اور "الّا اللہ" نہ پڑھے گا — اس طریقہ کا راستہ نہ پائے گا

داستانِ آں عاشق کہ با معشوقِ خود بر می شمرد خدمتہائے

اُس عاشق کی داستان جو اپنے معشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور

---

۵۱ کوثر۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ۔ بے شک ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔ کوثر حقیقتاً جنت میں ایک حوض ہے یہاں اس سے آنحضورؐ کے ظاہری اور باطنی فیوض مراد ہیں۔ یا مگر۔ شاید تو فرعون صفت ہے کہ تیرے لئے کوثر، کوثر نہیں رہی جیسا کہ فرعون کے لئے دریائے نیل کا پانی، پانی نہ رہا تھا بلکہ خون بن گیا تھا۔ توبہ کن۔ جو انسان آنحضورؐ کی اس کوثر سے سیراب نہیں ہوا ہے اُس سے ہر شخص کو بیزار رہنا چاہیئے۔ ہر کہ۔ جس شخص نے حضورؐ کی کوثر سے سیرابی حاصل کی ہے تم اس کی عادت اختیار کرو۔ احبّ۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔ جس شخص نے اللہ کیلئے محبت کی اُس نے ایمان مکمل کر لیا۔

۵۲ زانکہ۔ جو شخص کوثرِ نبویؐ سے مستفید نہیں ہے وہ ابوجہل اور ابولہب صفت ہے اس سے دور رہنا چاہیئے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو۔ از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کا فر باپ آذر سے بیزار ہو گئے تھے۔ تاکہ جب تو اللہ کے لئے کسی سے ناراض ہوگا تب عشق میں سچا ثابت ہوگا۔ شعر:۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

۵۳ تا نخوانی۔ لا سے غیر اللہ کی نفی اور الّا اللہ سے اللہ کا اقرار مراد ہے۔ مومن میں جب دونوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جب ہی وہ سیدھے راستہ پر سمجھا جاتا ہے۔ داستان۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عاشق کو معشوق کے سوا ہر چیز سے دست کش ہو جانا چاہیئے۔

وفاہائے خود را و شبہائے دراز تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع
اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کہ ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں
را و بینوائیِ خود را و جگر تشنگیِ روزہائے دراز و می گفت کہ
کو اور اپنی بے سروسامانی اور عرصہ دراز کی جگر کی پیاس کو اور کہتا تھا کہ میں
من جز ایں خدمت ندانم اگر خدمتے دیگرست مرا ارشاد کن
اس خدمت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے
کہ ہرچہ فرمائی منقادم اگر در آتش رفتن ست چوں خلیل علیہ
کیونکہ جو آپ کہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں گھسنا ہو
السلام و اگر در دہانِ نہنگِ دریا افتادنست چوں یونس علیہ
خواہ حضرت یونسؑ کی طرح ناکے کے منہ میں جانا ہو خواہ
السلام و اگر ہفتاد بار کشتہ شدن ست چوں جرجیس علیہ السلام و اگر از
حضرت جرجیسؑ کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت
گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام و وفا و جانبازیِ
شعیبؑ کی طرح اندھا بننا ہو اور انبیاء کی جاں بازی اور وفا کی تو
انبیا را شمار نیست و جواب گفتن معشوق او را
گنتی ہی نہیں ہے اور معشوق کا اس کو جواب دینا

آں یکے عاشق بہ پیشِ یارِ خود — می شمُرد از خدمت و از کارِ خود
ایک عاشق، اپنے معشوق کے سامنے — اپنا کام، اور خدمت گِنا رہا تھا

کز برائے تو چنیں کردم چناں — تیرہا خوردم دریں رزم و سناں
کہ میں نے تیری خاطر ایسا ایسا کیا — اس جنگ میں تیر اور بھالا کھایا

مال رفت و زور رفت و نام رفت — بر من از عشقت بسے ناکام رفت
مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا — مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوگئیں

ہیچ صبحم خفتہ یا خنداں نیافت — ہیچ شامم با سر و ساماں نیافت
کسی صبح نے مجھے سوتے یا ہنستے نہ پایا — کسی شام نے مجھے با سروسامان نہ پایا

آنچہ او نوشیدہ بود از تلخ و درد — او بتفصیلش یکا یک می شمرد
اس نے جو بھی کڑواہٹ اور تلچھٹ پی تھی — وہ اس کو ایک ایک کرکے گن رہا تھا

لے خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ عشقِ خداوندی کی وجہ سے نمرود کی آگ میں گھسے تھے۔ حضرت یونسؑ عشق کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ جرجیسؑ۔ جرجیسؑ کو بار بار قوم نے شہید کیا۔ شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ عشقِ خداوندی میں روتے روتے اندھے ہوگئے تھے۔

لے رزم۔ جنگ۔ سناں۔ بھالا۔ ہیچ۔ میں کسی صبح کو نہ سو سکا نہ ہنس سکا اور ہر شام کو بے سروساماں رہا۔

نزبرائے منتے بل می نمود — بر درستیِ محبت صد شہود

احسان جتانے کے لئے نہیں، بلکہ ظاہر کر رہا تھا — محبت کی سچائی پر سینکڑوں گواہ

عاقلاں را یک اشارت بس بود — عاشقاں را تشنگی زاں کے رود

عقلمندوں کے لئے ایک اشارہ کافی ہے — اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجھتی ہے؟

میکند تکرار گفتن بے ملال — کے ز اشارت بس کند حوت از زلال

وہ بلا تکلف بات کو دہرا رہا تھا — مچھلی نیر پانی کے بدلے اشارہ پر کب بس کرتی ہے؟

صد سخن میگفت زاں دردِ کہن — در شکایت کہ نگفتم یک سخن

پرانے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا — شکایت میں، میں نے (ابھی کچھ بھی) ایک بھی نہیں کہی ہے

آتشے بودش نمیدانست چیست — لیک چوں شمع از تف آں میگریست

اس کے اندر ایک آگ تھی، وہ نہ جانتا تھا کیا ہے؟ — لیکن شمع کی طرح اس کی سوزش سے رو رہا تھا

بعدِ گریہ گفت اینہا رفت لیک — ایں زماں ارشاد کن تو یارِ نیک

رونے کے بعد اس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا، لیکن — اب بتا تو اچھا دوست ہے

ہر چہ فرمائی بجاں استادہ ام — بر خطِ تو پا و سر بنہادہ ام

تو جو کچھ کہے، میں جان سے حاضر ہوں — تیرے حکم پر میں نے سر اور پاؤں رکھ دیئے ہے

گر در آتش رفت باید چوں خلیلؑ — ور چو یحییٰؑ میکنی خونم سبیل

اگر حضرت، ابراہیمؑ کی طرح آگ میں کودنا ہو — اگر حضرت، یحییٰؑ کی طرح میرا خون، بہانا ہو

ور ز گریہ چوں شعیبؑ اعمیٰ شوم — ور چو یونسؑ در شکمِ ماہی روم

اگر میں روتے روتے (حضرت) شعیبؑ کی طرح اندھا ہو — اگر حضرت، یونسؑ کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں

ور چو یوسف چاہ و زندانم کنی — ور ز فقرم عیسیٔ مریمؑ کنی

اگر حضرت، یوسفؑ کی طرح تو مجھے کنویں اور قیدخانہ میں ڈال دے — اگر تو حضرت، مریمؑ کے عیسیٰؑ کی طرح مجھے فقیر بنا دے

رخ نگردانم نگردم از تو من — بہرِ فرمانِ تو دارم جان و تن

میں منہ نہ موڑوں گا، میں تجھ سے روگردانی نہ کروں گا — میری جان اور جسم تیرے حکم کے لئے ہے

گفت معشوق ایں ہمہ کردی ولیک — گوش بکشا پہن و اندریاب نیک

معشوق نے کہا، یہ سب کچھ تو نے کیا، لیکن — کان کھول لے اور خوب سمجھ لے

کانچہ اصلِ اصلِ عشق ست و ولاست — آں نکردی آنچہ کردی فرعہاست

کہ جو دوستی اور عشق کی جڑ کی جڑ ہے — تو نے وہ، نہیں کیا، جو کچھ کیا وہ شاخیں ہیں

لے نزبرائے۔ اپنی تکالیف احسان جتانے کیلئے نہیں گنا رہا تھا بلکہ اپنی محبت کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ عاقلاں عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے لیکن عاشق کا مزاج تفصیل کو چاہتا ہے۔ میکند۔ عاشق اپنے شکوے مکرر بیان کرتا ہے، مچھلی پانی میں غوطہ لگا کر مطمئن ہوتی ہے۔

ے صد سخن۔ اس عاشق نے اپنے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں عاشق کو سنائیں جن میں سے میں نے ایک بھی پوری نہیں بیان کی ہے۔ آتشے۔ مجھ عاشق میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کی حقیقت کو وہ نہ سمجھ سکتا تھا۔ اس کی گرمی سے شمع کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔ ہرچہ۔ عاشق نے کہا میں یہ مصائب تو برداشت کر ہی چکا ہوں اب جو حکم ہو اس کے لئے میں آمادہ ہوں۔

سے گر در آتش۔ اگر حکم ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں کود جاؤں تو چاہے تو حضرت یحییٰؑ کی طرح مجھے قتل کر دے۔ ور ز فقرم۔ حضرت عیسیٰؑ کا فقر مشہور ہے۔ رخ۔ میں تیرے کسی حکم سے منہ نہ موڑوں گا۔ گفت۔ معشوق نے عاشق کی تمام تکالیف سنکر کہا کہ تو نے یہ سب کچھ کیا لیکن جو عشق کا اصل تقاضا ہے وہ نہ کیا، عاشق نے کہا وہ کیا ہے معشوق نے جواب دیا کہ وہ اپنے آپ کو فنا کر دینا ہے۔ ولا۔ دوستی۔

گفتش آں عاشق بگو کاں اصل چیست
اُس سے عاشق نے کہا، فرمایئے وہ جڑ کیا ہے؟

گفت اصلش مُردن است و نیستی ست
اُس نے کہا، اس کی جڑ مرنا اور فنا ہونا ہے

تو ہمہ کردی نمُردی زندہ
تونے سب کچھ کیا، تو مرا نہیں، زندہ ہے

ہیں بمیر ار یارِ جاں باز ندہ
ہاں مرجا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے

گر بمیری زندگی یابی تمام
اگر تو مر جائے گا مکمل زندگی حاصل کرے گا

نامِ نیکوئے تو ماند تا قیام [1]
حشر تک تیرا نیک نام زندہ رہے گا

چوں شنود آں عاشقِ بیخویشتن
جب مدہوش عاشق نے یہ سُنا

آہ سردے برکشید از جان و تن
جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری

ہمدراں دم شُد دراز و جاں بداد
اُسی وقت لیٹ گیا اور جان دے دی

ہمچو گُل درباخت سر خنداں و شاد
ہنسی، خوشی پھول کی طرح سر دے دیا

ماند آں خندہ برو وقفِ ابد
وہ مسکراہٹ ہمیشہ کیلئے اُسی پر وقف رہیگی

ہمچو جان و عقلِ عارف بے کبد
جس طرح بلا تکلف عارف کی عقل اور جان

نورِ مہ آلودہ کے گردد ابد
چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟

گر زند آں نور بر ہر نیک و بد
خواہ وہ چاندنی ہر نیک اور بد پر پڑے

او ز جملہ پاک واگردد بماہ [2]
وہ سب سے پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے

ہمچو نورِ عقل و جاں سوئے اِلٰہ
جس طرح اللہ (تعالیٰ) کی جانب عقل اور جان کا نور

وصفِ پاکی وقفِ بر نورِ مہ است
پاکی کی صفت، چاند کی روشنی پر وقف ہے

تابشش گر بر نجاساتِ رہ است
اگرچہ اس کی چمک راستے کی نجاستوں سے ہے

زاں نجاساتِ رہ و آلودگی
اُن راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے

نور را حاصل نگردد بد رگی
نور کو بُرائی حاصل نہیں ہوتی ہے

اِرجِعی بشنید نورِ آفتاب
"تو لوٹ جا" سورج کی روشنی نے سُنا

سوئے اصلِ خویش باز آمد شتاب
وہ فوراً اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی

نے ز گلخنہا برو ننگے بماند [3]
نہ اُس پر بھٹیوں کا عیب رہا

نے ز گلشنہا برو رنگے بماند
نہ اُس پر باغوں کا رنگ رہا

نورِ دیدہ سوئے دیدہ باز گشت
آنکھ کی روشنی، آنکھ کی طرف لوٹ آئی

ماند در سودائے اُو صحرا و دشت
جنگل اور میدان اُس کے تصور میں رہ گئے

[1] تا قیام یعنی قیامت قائم ہونے تک۔ (شعر)
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما
چوں شنود۔ عاشق نے معشوق کی جب یہ باتیں سنیں ایک ٹھنڈی آہ کی اور جان دیدی۔ ماند۔ اُس عاشق کی موت کے وقت کی مسکراہٹ ابدی ہو۔ نورِ مہ۔ عارف کی روح کی مثال چاند کی چاندنی کی طرح ہے جس طرح چاندنی خواہ وہ گندگیوں پر گزرے وہ پاک صاف رہتی ہے یہی حال عارف کی روح کا ہے۔

[2] او ز جملہ۔ چاندنی بہر صورت پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے اسی طرح عارف کی روح پاک صاف رہ کر خدا کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔ زاں۔ جن نجاستوں پر سے چاندنی گذری ہے اُن کا وہ کوئی اثر قبول نہیں کرتی ہے۔ اِرجِعی۔ عارف کی روح نفسِ مُطمئنہ ہے جس کے بارے میں قرآنِ پاک میں آیا ہے يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً "اے نفسِ مطمئنہ تو راضی اور پسندیدہ ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔"

[3] نے۔ اُس روحِ عارف پر دنیا کے اچھے بُرے کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔ نورِ دیدہ۔ عارف کی روح کی واپسی کی دوسری تعبیر ہے کہ آنکھ کی روشنی آنکھ میں واپس آجاتی ہے تو اب دیکھنے والی نگاہوں میں وہ جنگل نہیں رہتا بلکہ محض دماغ میں اُس کا تصور رہ جاتا ہے۔ ماند۔ اب آنکھوں میں اُس چیز کا صرف انتظار رہ جاتا ہے اور وہ ویرانہ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔

چونکہ زیں ویرانہ نورش بازگشت[1] | ماند در صحرائے دیدہ بازگشت
جبکہ اُس ویرانے سے اُس کا نور واپس ہوگیا | آنکھ کے جنگل میں انتظار رہ گیا

یکے پرسید از عالمے عارفے کہ اگر در نماز کسے بگرید بآواز و آہ و نوحہ
کسی شخص نے ایک عارف، عالم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے

کند نمازش باطل شود یا نہ جواب داد کہ نام آں آبِ دیدہ[2] است تا کہ آں
اور نوحہ کرے اُس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ اس کا نام دیکھے ہوئے

گریندہ چہ دیدہ است اگر شوقِ خدا دیدہ است و میگرید یا از
کا پانی ہے تو یہ کہ رونے والے نے کیا دیکھا ہے؟ اگر اُس نے اللہ تعالیٰ کا شوق دیکھا ہے اور

پشیمانیٔ گناہ نمازش تباہ نشود بلکہ کمال گیرد کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ
رونا ہے یا گناہ کی پشیمانی سے، نماز تباہ نہ ہوگی بلکہ کمال حاصل کریگی کیونکہ نماز نہیں ہوتی مگر

الْقَلْبِ واگر رنجوریٔ تن یا فراقِ فرزند دیدہ است نمازش تباہ شود
حضورِ قلب سے اور اگر اُس نے جسمانی تکلیف یا اولاد کی جدائی دیکھی ہے اُس کی نماز خراب ہوجائیگی

کہ اصلِ نماز ترکِ تن است و ترکِ فرزند ابراہیم علیہ السلام وار
کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیمؑ کی طرح جسم اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی

کہ فرزند را قربان میکرد از بہرِ تکمیلِ نماز و تن را بآتشِ نمرودی
تکمیل کے لئے لڑکے کو قربان کررہے تھے اور جسم کو نمرود کی آگ کے سپرد کررہے

سپرد و امر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بدیں خصال کہ
تھے اور آنحضورؐ کو انہی خصلتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اِتباع کرو اور اتباع

فَاتَّبِعُوْا وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ
کرو ابراہیمؑ کی مِلّت کا جو کہ حنیف ہے بے شک تمہارے لئے

حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
ابراہیمؑ میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پرسید از مفتی براز | گر کسے گرید بنوحہ در نماز
ایک شخص نے چپکے سے مفتی سے دریافت کیا | اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے

آں نمازِ او عجب باطل شود | یا نمازش جائز و کامل بود
وہ اس کی عمدہ نماز، باطل ہوجائے گی | یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہوگی

---

[1] بازگشت۔ پہلے مصرع میں واپس شدہ کے معنیٰ میں ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنیٰ انتظار ہے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں آنکھ کی روشنی کا بیان کیا تھا اب آنکھ سے متعلق ایک اور نکتہ بیان کرتے ہیں۔

[2] آبِ دیدہ۔ یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی نماز میں روئے اور آہ و نوحہ کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ گریہ کو آبِ دیدہ کہتے ہیں یعنی دیکھے ہوئے کا پانی تو اب یہ تحقیق کی جائے کہ اس نے کیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے یہ آنکھ کا پانی بہا ہے اگر اس نے خدا کا خوف اور شوق دیکھا ہے اور گریہ اور نوحہ ہے تو یہ تو نماز کا کمال ہے اور اگر اس نے مرض یا بیٹے کی جدائی دیکھی ہے اور اس سے یہ پانی آنکھ سے بہا ہو تو نماز خراب ہوجائیگی۔ براز۔ یعنی آہستگی سے۔ نوحہ۔ آواز سے رونا۔

گفت آبِ دیدہ نامش بہرِ چیست
بنگری[1] تا کہ چہ دیدست و گریست

فرمایا اس کا نام "دیکھے ہوئے کا پانی" کیوں ہے؟
غور کر اس نے کیا دیکھا ہے؟ اور رویا ہے

آبِ دیدہ تا چہ دیدہ است از نہاں
تا بداں شد اُو ز چشمہ خود رواں

آنکھ کے پانی نے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟
جس سے وہ اپنے چشمے سے رواں ہوا ہے

گر ز شوقِ حق کند گریہ دراز
یا ندامت از گناہے در نیاز

اگر دراز گریہ اللہ (تعالیٰ) کے شوق پر کرتا ہے
یا عاجزی میں کسی گناہ کی شرمندگی سے

خوفِ حق گر باشد آں گریہ خوش است
زانکہ آں آبِ تو دفعِ آتش است

اگر اللہ کا خوف ہے، تو رونا بہتر ہے
کیونکہ وہ تیرا پانی آگ کو بجھاتا ہے

بیشکے گیرد نمازِ اُو کمال
قرب یابد در رہِ حق لامحال

اس کی نماز یقیناً کمال حاصل کرے گی
وہ لامحالہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب حاصل کرے گا

آں جہاں گر دیدہ است آں پُر نیاز
رونقے یابد ز نوحہ آں نماز

اگر اس نیازمند نے اس عالم کو دیکھا ہے
تو رونے سے اس کی نماز رونق حاصل کریگی

ور ز رنجِ تن بُود و ز درد و سوگ
ریسماں[2] بگسست و ہم بشکست دوک

اور اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج سے ہو
تو دھاگا ٹوٹا اور تکلا بھی

ور فغاں از ماتمِ فرزند کرد
کہ دل و جانش ز ماتم گرد و درد

اگر اس نے اولاد کے رنج میں فریاد کی ہے
کہ رنج سے اس کا دل اور جان دردمند ہوئے تھے

می نیرزد آں نمازِ اُو دو جو
زانکہ با اغیار دارد دل گرد

تو اس کی نماز دو جو کی قیمت کی نہیں ہے
کیونکہ اس کا دل غیروں میں پھنسا ہے

پس نمازش بیشکے باطل بود
گریۂ اُو نیز بے حاصل بود

تو اس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی
اس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا

زانکہ ترکِ تن بُود اصلِ نماز
ترکِ خویش و ترکِ فرزند از نیاز

کیونکہ نماز کی اصل، جسم کو ترک کرنا ہے
نیازمندی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو ترک کرنا ہے

از خلیل[3] آموز قرباں کُن ولد
تن بنہ بر آتشِ نمرود رد

(حضرت) ابراہیم سے سیکھ لے اولاد کو قربان کر دے
مردود نمرود کی آگ پر جسم کو رکھ دے

حاصل آنکہ تا بدانی اے کیا
کز بکا فرق است بیحد تا بکا

خلاصہ یہ ہے کہ اے بزرگ! تو سمجھ لے
کہ رونے اور رونے میں بیحد فرق ہے

---

[1] بنگری۔ یہ غور کر وہ کیوں رو رہا ہے۔ ندامت..... شرمندگی۔ نیاز۔ عاجزی۔ آں جہاں یعنی شوق و خوفِ خداوندی کا عالم۔ ور ز رنج۔ اگر رونے کا سبب کوئی بدنی تکلیف یا رنج ہے تو سب کچھ ضائع ہوگیا۔

[2] ریسماں۔ دھاگا بھی ٹوٹا اور تکلا بھی ٹوٹا یعنی سب کچھ تباہ ہوگیا۔ ماتم۔ سوگ کی مجلس۔ زانکہ۔ کیونکہ اس حالت میں اس کا دل اللہ کے غیر سے وابستہ ہے پس۔ اس آہ و بکا سے نماز بھی ٹوٹی اور اس سے کچھ کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ زانکہ۔ اس لئے کہ اصل نماز تو یہ ہے کہ انسان اس میں غیر اللہ سے بالکل غافل ہو جائے۔

[3] از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے معاملہ میں اپنی اولاد اور جان کی پرواہ نہ کی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ سمجھ لو کہ رونے اور رونے میں بہت فرق ہے۔ ایک رونا نماز کی روح ہے دوسرا رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

مُریدے[1] در آمد بخدمتِ شیخ وازیں شیخ پیرِ مُسن نمیخواہم بلکہ پیر

ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے پیر کی مراد دراز عمر بوڑھا نہیں ہے

عقل و معرفت اگرچہ عیسیٰ علیہ السّلام است در گہوارہ و یحییٰ

بلکہ عقل و معرفت کا بوڑھا اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں اور یحییٰ علیہ السلام

علیہ السّلام ست در مکتبِ کودکان مرید شیخ را گریاں دید او نیز

بچوں کے مکتب میں ہوں مرید نے شیخ کو روتے دیکھا اس نے بھی

موافقت کرد و بگریست چوں فارغ شد و بدر آمد مُریدِ دیگر کہ

موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو

از حالِ شیخ واقف تر بود از سرِ غیرت در عقبِ او نیز بیروں

شیخ کے حال سے زیادہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے باہر آیا

آمد گفتش کہ اے برادرِ[2] من ترا گفتہ باشم اللہ اللہ تا نیندیشی

اس نے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لئے نہ سوچنا

و نگوئی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کہ سی سال ریاضت

اور نہ کہنا کہ شیخ روئے میں بھی رو دیا کیونکہ تیس سال بغیر ریا کی محنت کرنی

بے ریا باید کرد و از عقبات و دریا ہائے پُر نہنگ و کوہہائے

چاہیئے اور گھاٹیوں اور ناکوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور

بلند پُر شیر و پلنگ می باید گذشت تا بداں گریۂ شیخ برسی

چیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گذرنا چاہیئے پھر شیخ کے اُس رونے کو تو پہنچ سکے

یا نہ رسی اگر برسی شکر زُوِیَتْ[3] لِیَ الْاَرْضُ بسیار گوئی کہ

یا نہ پہنچ سکے اگر پہنچ جائے "تو میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے" کا بہت شکر ادا کر

آنجائے شکر ست کہ آں گریہ حضورِ قلب باشد

کیونکہ وہ شکریہ کا موقع ہے کیونکہ وہ رونا حضورِ قلب سے ہوگا

یک مُریدے اندر آمد پیشِ پیر	پیر اندر گریہ بود و در نفیر
ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا	پیر رونے میں اور فغاں میں تھا
شیخ را چوں دید گریاں آں مُرید	گشت گریاں آب از چشمش دوید
جب اُس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا	رونے لگا، آنسو اُس کی آنکھوں سے نکل پڑے

[1] مُریدے۔ اِس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ شیخ کا رونا اور اس مرید کا رونا یکساں نہ تھا۔ شیخ شیخ سے مراد بوڑھا نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کی عقل اور معرفت بڑھی ہوئی ہو خواہ وہ عمر کے اعتبار سے بچہ ہو، جیسے کہ حضرت عیسیٰ گہوارہ میں یا حضرت یحییٰ بچوں کے مکتب میں تھے۔

[2] اے برادر۔ اس باکمال مرید نے اُس کو سمجھایا کہ تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے جیسا نہ سمجھ تیرا رونا تو محض تقلیدی تھا اور شیخ کا رونا ایسا رونا ہے کہ تیس سال مجاہدوں کے بعد بھی میسر آجائے تو غنیمت سمجھنا۔

[3] زُوِیَتْ۔ آنحضورؐ نے فرمایا زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی تو میں نے اُس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا یعنی برسوں کا کام منٹوں میں ہوگیا۔ شیخ را۔ مرید شیخ کی تقلید میں شیخ کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے لگا۔

گوشور یکبار خندد کر دو بار[1] — چونکہ لاغ املا کند یارے بیار

سُننے والا ایک بار اور بہرا دو بار ہنستا ہے — جب کوئی یار، یار سے مذاق کرتا ہے

بارِ اوّل از رہِ تقلید و سوم — کہ ہمی بیند کہ می خندند قوم

پہلی بار دیکھا دیکھی اور تکلف سے — کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں

کر بخندد ہمچو ایشاں آں زماں — بیخبر از حالتِ خندیدگاں

اُس وقت، بہرا اُن کی طرح ہنستا ہے — (اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے

باز اُو پرسد کہ خندہ بر چہ بُود — پس دوم کرّت بخندد چوں شنود

پھر وہ پوچھتا ہے، کہ ہنسی کس بات پر تھی؟ — پھر جب سُنتا ہے، دوبارہ ہنستا ہے

پس مقلّد[2] نیز مانندِ کر ست — اندراں شادی کہ اُو را در سرست

تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے — اُس خوشی میں جو اُس کے ذہن میں ہے

پرتوِ شیخ آمد و منہل ز شیخ — فیض و شادی نز مُریداں بل ز شیخ

شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے — فیض اور خوشی، نہ کہ مُریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے

پرتوِ شیخ ست آں تقلیدِ شیخ — چوں بہ بیند شادی و تائیدِ شیخ

شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے — جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے

چوں سبد در آب و نورے بر زجاج — گر ز خود داند آں باشد خداج

جیسا کہ ٹوکری پانی میں اور چمک شیشہ پر ہے — اگر وہ اس (خوشی) کو اپنی جانب سے سمجھے تو ناقص ہے

چوں جدا گردد ز جُو داند عنود — کاندرو آں آبِ خوش از جُوی بُود

جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائیگی تو جھگڑالو جان لیگی — کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی، نہر کا تھا

آبگینہ[3] ہم بداند از غروب — کاں لمع بُود از مہِ تابانِ خوب

چاند کے غروب سے شیشہ بھی جان لے گا — کہ وہ چمک عمدہ روشن چاند کی تھی

چونکہ چشمش را کشاید امرِ قُم — پس بخندد چوں سحر بارِ دوم

جب "اٹھ کھڑا ہو" کا حکم اس کی آنکھ کھول دے گا — تو وہ صبح کے دوسری بار مسکرانے کی طرح مسکرائے گا

خندہ آید ہم بر اں خندہ خودش — کہ دراں تقلید بر می آمدش

اس کو اپنی اس ہنسی پر بھی ہنسی آئے گی — جو اُس کو تقلید میں آئی تھی

[1] گوشور۔ سننے والا۔ کر۔ بہرا۔ بہرا ایک بار تو دوسروں کو ہنستا دیکھ کر ہنستا ہے پھر لوگوں کے ہنسنے کا سبب معلوم کر، دوبارہ ہنستا ہے۔ سوم۔ تکلف۔ تجربہ پہلی بار ہنسنے میں بہرے کو ہنسی کے سبب کا علم نہیں ہوتا ہے۔ باز۔ پھر جب وہ لوگوں سے ہنسی کا سبب معلوم کر لیتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے۔

[2] پس مقلد۔ جو شخص کسی کی دیکھا دیکھی کام کرتا ہے اُس کی مثال بہرے کی سی ہے۔ پرتو۔ اُس پر شیخ کے باطن کا اثر پڑتا ہے اور اُس سے اُسکو خوشی یا رنج حاصل ہوتا ہے تو مرید کا تقلیدی فعل بھی شیخ کا اثر ہوتا ہے۔ چوں سبد۔ اگر ٹوکری نہر میں پڑی ہوئی ہو اور اُس میں پانی بھرا ہوا ہو یا آئینہ میں سورج کی چمک پڑ رہی ہو تو اُس پانی یا چمک کو ٹوکری یا آئینہ کا اپنا سمجھنا غلطی ہے۔ خداج۔ ناقص۔ عنود۔ سرکش۔

[3] آبگینہ۔ جب ٹوکری نہر سے باہر نکل جائے گی اور چاند ڈوب جائے گا تو ٹوکری اور آئینہ کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ پانی اور چمک اُن کی نہ تھی۔ قم۔ آنحضورؐ کو حکم ہوا تھا قُمِ اللَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا "تھوڑی رات چھوڑ کر رات میں عبادت کیا کرو۔ ..... سحر بار دوم۔ پہلے صبح کاذب آتی ہے پھر دوبارہ صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ خندہ آمد۔ اب جب حقائق منکشف ہو جاتے ہیں تو مُرید کو اپنی پہلی ہنسی پر ہنسی آتی ہے۔

گوید۱ از چندیں رہِ دور و دراز — کایں حقیقت بود وایں اسرار و راز

وہ کہے گا، اتنی دور و دراز مسافت سے — جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار اور راز تھے

من دراں وادی چگونہ خود ز دور — شادئے میکردم از عمیا و سُور

میں اس میدان میں خود فاصلہ سے کس طرح — اندھے پن سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟

من چہ می بستم خیال و آں چہ بود — درکِ سُستم سُست نقشے می نمود

میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا — میرے سُست احساس نے وہی نقش دکھا دیا

طفلِ رہ را فکرتِ مرداں کجاست — کو خیالِ او و کو تحقیق راست

راہ (سلوک) کے بچہ میں مردوں کی سمجھ کہاں ہے؟ — کہاں اس کا خیال، اور کہاں صحیح تحقیق

طفل را چہ فکر آید در ضمیر — یا چہ اندیشہ کند ہمچوں کہ پیر

بچے کے دل میں کیا خیال آسکتا ہے؟ — یا وہ بوڑھے کی طرح کیا سوچ سکتا ہے؟

فکرِ۲ طفلاں دایہ باشد یا کہ شیر — یا مویز و جوز یا گریہ و نفیر

بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے — یا منقّٰی اور اخروٹ یا رونا اور چلّانا

آں مقلد ہست چوں طفلِ علیل — گرچہ دارد بحثِ باریک و دلیل

مقلد، بیمار بچہ کی طرح ہے — اگرچہ نازک بحث اور دلیل رکھتا ہو

آں تعمق در دلیل و در شکال — از بصیرت می کند او را گسال

اشکال اور دلیل میں غور — اُس کو بصیرت سے رخصت دیدیتا ہے

مایۂ کاں سُرمۂ سِرِّ وے است — بُرد و در اشکال گفتن کار بست

وہ سرمایہ جو اس کے باطن کا سُرمہ ہے — سلب کر لیا اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا

اے۳ مقلد از بخارا باز گرد — رو بخواری تا شوی تو شیرِ مرد

اے مقلد! بخارا سے واپس آجا — ذلّت کی جانب جا، تاکہ تو شیرِ مرد بنے

تا بخارائے دگر بینی درو — صفدراں در محفلش لَا یَفْقَهُوْن

تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے — اس [illegible] محفل میں بہادر "وہ نہیں سمجھتے ہیں" ہیں

پیک اگرچہ در زمیں چابک تگ است — چوں بدریا رفت بگسستہ رگ است

قاصد اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے — جب دریا میں پہنچا، رگ ٹوٹا ہے

۱ـ گوید- اب مرید اپنے سابقہ احوال کے بارے میں سمجھا ہے کہ وہ جو کچھ حاصل تھا وہ تو محض شیخ کا عکس تھا اب وہ اور میں اصل سے کس قدر دور تھے- بس وہاں میں حقیقت تک نہ پہنچا تھا اور خوشی منا رہا تھا بس چہ بستم- میرے ناقص علم والا کیا میں ایک خیالی چیز تھی- طفلِ رہ- جو سالک ابھی راہِ سلوک کا بچہ ہے وہ حقیقت تک کہاں پہنچ سکتا ہے-

۲ـ فکرِ طفلاں- طفلانہ فکر تو صرف دایہ اور دودھ اور کھانے پینے کی معمولی چیزوں تک ہوتا ہے- آں مقلد- مقلد کی مثال بچہ کی سی ہے کہ تعمق- یہ مقلد اگر خود ان اسرار تک پہنچنے کی کوشش کرے گا یا دلائل ڈھونڈے گا تو یہ اس کو بصیرت سے اور دور کردیں گے- مایہ- جو غور وفکر کا اس کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی اس نے بیجا صرف کر ڈالا-

۳ـ اے مقلد- یہ اسرار اور راز عقلی دلائل سے واضح نہ ہوں گے بخارا ظاہری علوم کا مرکز ہے اس کو چھوڑ کر خواری اور مجاہدوں کی ذلت اختیار کر جب تو مردِ میدان بنے گا- تا بخارا- جب انسان مجاہدہ کرے گا تو پھر اس کو ایک بخارا اپنے دل میں نظر آئیگا اور اس بخارا میں علومِ ظاہری سے بحث کرنے والے بالکل ناسمجھ ثابت ہوں گے- صفدراں- یعنی بخارا میں ظاہری علماء ہیں جو اسرار کو نہیں سمجھتے ہیں- پیک- مشہور ہے ہر مردے و ہر کارے- جو خشکی کا چلنے والا ہے وہ دریا میں نہیں چل سکتا ہے وہاں تیراک کی ضرورت ہے-

اُو حملنا ھُم ٗ بُود فِی البرّ و بس[۱]
وہ مرف "ان کو ہم نے خشکی میں چلایا" ہے

آنکہ محمول ست بحر اُوست کس
جو سمندر میں چلایا ہوا ہے وہ بہادر ہے

بخششِ بسیار دارد شہ بدُو
شاہ، اس پر بہت بخشش کرتا ہے

اے شدہ در وہم و تصویرے دوتو
اے وہ! جو وہم اور تصویر میں دوہرا بنا ہوا ہے

بقیۂ حالِ مُریدِ مُقلِّد

مرید مقلد کے حال کا بقیہ

آں مُریدِ سادہ از تقلید نیز
وہ بھولا مرید بھی، تقلید میں

گریہ میکرد وفقِ آں عزیز
اس معزز کی طرح رونے لگا

او مقلِّد وار ہمچو مردِ کر
اس نے تقلید میں، بہرے شخص کی طرح

گریہ می دید وز موجب بے خبر
روتا دیکھا اور سبب سے بے خبر تھا

چوں بسے بگریست خدمت کرد و رفت
جب بہت رو چکا اس نے سلام کیا اور روانہ ہوگیا

از پیش آمد مریدِ خاص تفت
اس کے پیچھے ایک خاص مرید تیزی سے چلا

گفت[۲] اے گریاں چو ابرِ بیخبر
اس نے کہا اے بے خبر ابر کی طرح رونیوالے!

بروفاقِ گریۂ شیخ از نظر
دیکھا دیکھی شیخ کے رونے پر

اللہ اللہ اے وفی مرید
اے وفادار مرید! خدا کے لئے

گرچہ در تقلید ہستی مستفید
اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اٹھانے والا ہے

تا نگوئی دیدم آں شہ می گریست
یہ نہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ رو رہا تھا

من چو او بگریستم کایں منکریست
میں اسی طرح رویا کیونکہ یہ الشیخ کی فضیلت کا انکار ہے

گریہ کز جہل و تقلیدست و ظن
وہ رونا جو لاعلمی اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے

نیست ہمچوں گریۂ آں مؤتمن
وہ اس امانتدار کے رونے کی طرح نہیں ہے

تو قیاس[۳] گریہ بر گریہ مساز
تو رونے کو رونے پر قیاس نہ کر

ہست زیں گریہ بداں راہِ دراز
اس رونے سے اس رونے تک بہت فاصلہ ہے

ہست آں از بعدِ سی سالہ جہاد
وہ (رونا) تیس سالہ مجاہدہ کے بعد ہے

عقل اینجا ہیچ نتواند فتاد
عقل اس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی

ہست زاں سوئے خرد صد مرحلہ
وہاں عقل سے آگے سو مرحلے ہیں

عقل را واقف مداں ان قافلہ
اس قافلے سے عقل کو واقف نہ سمجھ

۱۔ حملنا ھم: قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنَاھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ: ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا..... حملنا ھم فی البرّ سے علوم ظاہری کے علماء اور حملنا ھم فی البحر سے علوم باطنی کے علماء مراد ہیں۔ بخشش یعنی دریا کے جواہر پر اللہ تعالیٰ زیادہ بخشش کرتا ہے۔ اے خشدہ۔ اے وہ انسان جو وہم اور خیالی تصور پر جھکا ہوا ہے۔ آں عزیز۔ یعنی شیخ۔ ز موجب۔ یعنی شیخ کے رونے کے سبب سے ناواقف تھا۔

۲۔ گفت۔ اس خاص مرید نے رونے والے مرید سے کہا تو بے خبری میں شیخ کی دیکھا دیکھی رویا ہے۔ اگر خدا کے لئے تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے کی طرح سمجھنا۔ گریہ۔ تیرا رونا تو محض تقلید میں تھا اور تو شیخ کے رونے سے بے خبر تھا۔ ایں منکریست۔ تیرا یہ کہنا شیخ کی فضیلت کا انکار ہوگا۔ مؤتمن۔ امانتدار۔

۳۔ تو قیاس۔ اپنے رونے کو شیخ کے رونے پر قیاس نہ کر لینا دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جہاد۔ شیخ کا رونا مشاہدہ کی بنیاد پر ہے جو تیس سال مجاہدہ کے بعد حاصل ہوا ہے محض عقل بنیاد پر یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔

گریۂ اُو نز غم ست و نز فرح — رُوح داند گریۂ عینُ المُلح

اُس (شیخ) کا رونا نہ غم سے ہے نہ خوشی سے — بے نور آنکھ کا رونا، روح جانتی ہے

گریۂ اُو خندۂ اُو زاں سَر ست — زانچہ وہم و عقل باشد آں بری ست

اُس کا رونا، اُس کا ہنسنا اُس جانب کا ہے — جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو، وہ اس سے بری ہے

آبِ دیدہ اُو چو دیدہ اُو بُود — دیدۂ نا دیدہ دیدہ کے شود

اُس کا آنسو اُس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے — اندھے کی آنکھ، آنکھ کب ہو سکتی ہے؟

آنچہ اُو بیند نتاں کردن مساس — نز قیاسِ عقل و نز راہِ حواس

جو وہ دیکھتا ہے، اُس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے — نہ عقل کے قیاس سے، نہ حواس کی راہ سے

شب گریزد چونکہ نُور آید ز دُور — پس چہ داند ظلمت از احوالِ نور

جب روشنی آتی ہے، رات دور سے بھاگ جاتی ہے — تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟

پشہ بگریزد ز بادِ بادِ ھا — پس چہ داند پشہ ذوقِ بادِ ہا

پُر فریب ہوا سے مچھر بھاگ جاتا ہے — تو ہواؤں کا ذوق مچھر کیا جانے؟

چوں قدیم آید حدث گردد عبث — پس کجا داند قدیمے را حدث

جب قدیم آتا ہے حادث بیکار ہو جاتا ہے — تو حادث قدیم کو کیا جانے؟

بر حدث چوں زد قدم دنگش کند — چونکہ کردش نیست ہم رنگش کند

جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اسکو حیران کر دیتا ہے — جب اُس کو معدوم کر دیا اسکو ہم رنگ کر لیتا ہے

گر بخواہی تو بیابی صد نظیر — لیک من پروا ندارم اے فقیر

اگر تو چاہے تو سو مثالیں حاصل کرے — لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے

ایں الٓم و حٰمٓ ایں حروف — چوں عصائے موسیٰ آمد در وقوف

یہ الٓم و حٰمٓ یہ حروف — جانتے ہیں حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہیں

حرفہا ماند بدیں حرف از بروں — لیک باشد در صفاتِ ایں زبوں

بظاہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں — لیکن اِن کی صفات سے عاجز ہیں

ہر کہ گیرد اُو عصائے زامتحاں — کے بُود چوں آں عصا وقتِ بیاں

وہ شخص جو آزمائش کے لئے لاٹھی ہاتھ میں لے لے — بیان کیوقت وہ اُس (موسیٰ کی) لاٹھی کیطرح کب ہے؟

حروف قدیم ہیں اور اسی طرح کے حروف انسانی کلام میں بھی ہیں لیکن دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اور عام لاٹھی میں۔ حرفہا۔ قدیم اور حادث حروف بظاہر یکساں ہیں لیکن انکے اوصاف میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر کہ۔ عام لاٹھی اور موسیٰ کے عصا میں بہت فرق ہے

لے گریۂ او۔ شیخ کا رونا نہ غم دوزخ سے ہے نہ فرحت جنت سے بلکہ اس کا رونا محض شوقِ خداوندی سے ہے۔ گریۂ او۔ شیخ کا رونا اور ہنسنا منجانب اللہ ہے عقل اور وہمی بنیاد پر رونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آبِ دیدہ۔ شیخ کی جیسی آنکھیں ہیں کہ وہ عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتی ہیں ایسا ہی اسکا رونا ہے اندھے کی آنکھیں آنکھیں نہیں ہیں۔ آنچہ۔ شیخ جن چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ عقل نہیں ہیں۔

لے شب۔ جسطرح رات، دن کے احوال نہیں جان سکتی ہے اسی طرح عقل اور وہم شیخ کے مشاہدات کو نہیں جان سکتے ہیں۔ پشہ۔ مچھر جبکہ ہوا کے پہلے جھونکے سے بھاگ جاتا ہے تو وہ ہوا خوری کے ذوق سے کیسے واقف ہو سکتا ہے یہی حال شیخ کے مشاہدات اور عقل کا ہے۔ چوں قدیم۔ قدیم کے سامنے حادث کا وجود معدوم ہو جاتا ہے تو حادث قدیم کی حقیقت کیسے سمجھ سکتا ہے

لے دنگش۔ حیران۔ چونکہ۔ قدیم حادث کو فنا کر اپنا ہم رنگ بنا لیتا ہے انسان صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر بشریت کو گم کر دیتا ہے صد نظیر۔ اسکی بہت مثالیں ہیں کہ حادث اور قدیم میں فرق ہے۔ الٓم۔ حروف مقطعات یا قرآن کے عام

عیسویست ایں[1] دم نہ ہر باد و دمے — کہ بر آید از فرح یا از غمے

یہ سانس عیسوی ہے ہر ہوا اور سانس نہیں ہے — جو کہ خوشی یا رنج سے آئے

ایں الٓمٓ و حٰمٓ اے پدر — آمدست از حضرت مولی البشر

اے بابا! یہ الٓمٓ و حٰمٓ — انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں

ہر الف لامے چہ می ماند بدیں — گر تو جاں داری بدیں چشمش مبیں

ہر الف لام اِن کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟ — اگر تو روح رکھتا ہے، اِن آنکھوں سے نہ دیکھ

گرچہ ترکیبش حروفست اے ہمام — می نماند ہم بترکیب عوام

اے سردار! اگرچہ اُس کی بناوٹ حروف سے ہے — (لیکن) وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے

ہست ترکیب محمد لحم و پوست — گرچہ در ترکیب ہر تن جنس اوست

محمدؐ کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے — اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے

گوشت[2] دارد پوست دارد استخواں — ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں

(ہر جسم) گوشت رکھتا ہے، کھال رکھتا ہے، ہڈی رکھتا ہے — کبھی اِس بناوٹ میں وہ (آثار) ہوں گے

کاندریں ترکیب آمد معجزات — کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات

اس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے — کہ تمام بناوٹیں مات ہو گئیں

ہمچناں ترکیب حٰمٓ از کتیب — ہست بس بالا و دیگر ہا نشیب

اسی طرح قرآن کے حٰمٓ کی بناوٹ — بہت بلند ہے اور دوسری نیچی ہیں

زانکہ زیں ترکیب آید زندگی — ہمچو نفخ صور در درماندگی

کیوں کہ اس بناوٹ سے زندگی آتی ہے — جیسا کہ عاجزی (قیامت) میں صور کا پھونکنا

اژدہا[3] گردد شگافد بحر را — چوں عصا حٰمٓ از داد خدا

اژدہا بن جاتے ہیں سمندر کو پھاڑ دیتے ہیں — حٰمٓ عصا کی طرح خدا کی عنایت سے

ظاہرش ماند بظاہر ہا و لیک — قرص[4] ناں از قرص مہ دورست نیک

اسکا ظاہر دوسرے الفاظ کے ظاہری احوال کے مشابہ ہے لیکن — روٹی کی ٹکیا، چاند کی ٹکیا سے بہت دور ہے

گریۂ اُو خندۂ اُو نطق اُو — فہم اُو و خلق اُو و خلق اُو

اُسکا رونا، اُسکا ہنسنا، اُس کا بولنا — اُسکی فہم، اُس کی ساخت، اور اُسکے اخلاق

عقل اُو و وہم اُو و حس اُو — نیست از وے ہست محض صنع ہُو

اُس کی عقل، اور اُس کا وہم اور اُسکا احساس — اُسکا اپنا نہیں ہے وہ محض اللہ کی کاریگری ہے

[1] ایں دم۔ حضرت عیسیٰ کے مریض پر پھونک مارنے اور عام پھونک میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر الف۔ قرآن پاک کے حروف خدائی دربار سے نازل ہوئے ہیں اِن کو عام حروف کی طرح نہ سمجھنا چاہئے اِن سے جو کلمات مرکب ہوں گے وہ عام کلمات کی طرح نہ ہوں گے۔ ہست۔ ظاہری بناوٹ تو آنحضورؐ کی بھی ایسی ہی تھی جیسی عام انسانوں کی ہوتی ہے۔

[2] گوشت۔ ہر جسم اُنہی اجزا سے بنا ہے جس سے آنحضورؐ کا جسم بنا ہے لیکن ہر جسم کی بناوٹ میں وہ آثار کہاں ہیں جو آنحضورؐ کی بناوٹ میں ہیں۔ کاندریں۔ آنحضورؐ کے جسم کی بناوٹ سے وہ معجزے ظاہر ہوئے کہ تمام بناوٹیں بار مان گئیں۔ ہمچناں۔ اسی طرح اُنہی حروف سے جب قرآنی کلمات مرکب ہوئے تو وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ زانکہ۔ اب اِن کلمات سے دلوں میں ایسی ہی زندگی پیدا ہوتی ہے جس طرح نفخ صور سے قیامت میں جسموں کی زندگی ہوگی۔

[3] اژدہا۔ خدا نے اِس کلام میں ایسی ہی تاثیر رکھی ہے جیسی حضرت موسیٰؑ کے عصا میں تھی۔ قرص۔ سورج اور روٹی کی ٹکیا بظاہر یکساں ہیں لیکن معنوی بہت فرق ہے۔ گریہ اُو۔ یعنی شیخ کے اُفعال کو عام انسانوں کے اُفعال کیطرح نہ سمجھنا چاہئے اب اُس کے

انسانوں جیسی سمجھ کر وہ اس کے افعال سے مشتبہ ہو جاتا ہے

چونکہ[1] ظاہر ہا گرفتند احمقاں | واں دقائق شد ازیشاں بس نہاں

احمقوں نے چونکہ ظاہری اَحوال کو پسند کیا | وہ باریکیاں اُن سے بہت پوشیدہ ہوگئیں

لاجرم محجوب گشتند از غرض | کہ دقیقہ فوت شد در معترض

وہ یقیناً مقصد سے محجوب ہوگئے | عارض میں نکتہ فوت ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد | کاں کنیزک با خرِ خاتوں چہ کرد؟

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل | اُس باندی نے بی بی کے گدھے سے کیا کیا؟

داستانِ آں کنیزک کہ با خرِ خاتونِ خود شہوت میراند و اُو را

اُس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اُس نے اُس کو

شہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بود و کدوئے در قضیبِ خر

انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو

میکرد تا از اندازہ نگذرد و خاتون بر آں وقوف یافت لیکن دقیقہ

پہنا دیتی تھی تاکہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اُس کا پتہ لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ

کدو را ندید کنیزک را بہ بہانہ براہ کرد جائے دور دور و باآں خر جمع

نہ سمجھی، باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے

شد بے کدو و ہلاک شد بفضیحت، کنیزک بیگاہ باز آمد و نوحہ

اُس گدھے سے لگ گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے

کرد کہ اے جانم و اے چشمِ روشنم کیر دیدی و کدو ندیدی ذکر

لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ تو نے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر

دیدی و آں دگر ندیدی کُلُّ[2] نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ یعنی کُل نظر

دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا ہر ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر

وَفہمِ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ وگرنہ ناقصانِ ظاہر جسم مرحوم اند نہ ملعون

اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابلِ رحم ہیں نہ کہ ملعون،

قولہ تعالیٰ لَیْسَ[3] عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا

اللہ تعالیٰ کے قول نے "نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ لنگڑے پر گناہ اور

عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ، نفی حرج کرد و نہ نفیِ لعنت و نفیِ عتاب و غضب

نہ مریض پر گناہ" گناہ کی نفی کردی نہ کہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

---

[1] چونکہ۔ ظاہر بینوں سے حقائق پوشیدہ رہتے ہیں۔ لاجرم۔ اصلی مقصد اُن کی نگاہوں سے چھپ گیا اور اصل نکتہ اس عارض میں مخفی ہوگیا جو اُن کو پیش آیا۔

[2] کل ناقص ملعون۔ ہر ناقص ملعون ہے ناقص سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اور فہم ناقص ہو کیوں کہ جن کا جسم ناقص ہوتا ہے وہ تو قابل رحم ہیں۔

[3] لیس علی الاعمٰی حرج۔ لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں ہے ناقص جسم والے کے لئے گناہ کی نفی کردی لیکن اگر وہ ناقص عقل والا ہے تو لعنت اور غضب اور عتاب کی اُس سے نفی نہیں ہے۔

یک کنیزک نرخرے[1] برخود فگند
ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا
از فورِ شہوت و فرطِ گزند
شہوت کی کثرت اور شہوت کی زیادتی کی تکلیف سے

آں خرِ نر را بگاں خو کردہ بود
اس نر گدھے کو جماع کی عادت ڈالدی تھی
خر جماعِ آدمی پے بُردہ بود
گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا

یک کدوئے بُود حیلت سازہ را
اس حیلہ ساز (باندی) کے پاس ایک کدو تھا
در نرش کردہ پئے اندازہ را
جس کو اس نے اندازہ کے مطابق اسکے ذکر میں پہنا یا تھا

در قضیبش آں کدو کردے عجوز
بڑھیا اُس کے ذکر میں کدو پہنا دیتی
تا رود نیم ذکر وقتِ سپوز
تا کہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر گھسائے

گر ہمہ کیرِ خر اندر وے رود
اگر گدھے کا پورا ذکر اُس میں جائے
آں رحم و آں رودہا ویراں شود
تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائیں

خر ہمی شد لاغر و خاتونِ او
گدھا دُبلا ہو رہا تھا اور اُس کی مالکہ
ماندہ عاجز کز چہ شد ایں خر چو مُو
حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کس وجہ سے ہو گیا

نعلبنداں را نمود آں خر کہ چیست
اُس نے اِس گدھے کو نعلبندوں کو دکھایا کہ کیا ہے؟
علتِ او کہ نتیجہ اش لاغریست
اُس کی بیماری جس کا نتیجہ دُبلا پن ہے

ہیچ علت اندرو ظاہر نشد
اُس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی
ہیچ کس از سِرّ آں مُخبر نشد
اُس کے راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا

در تفحص[2] اندر افتاد او بجِد
وہ کوشش سے جستجو میں لگ گئی
شد تفحص را دمادم مُستعِد
اور جستجو کے لئے پے در پے مستعد ہو گئی

جِد را باید کہ جاں بندہ بُود
جان کو کوشش کا غلام ہو جانا چاہیئے
زانکہ جِد جوئندہ یابندہ بُود
کیونکہ جستجو کرنیوالے کی کوشش پانیوالی بنجاتی ہے

چوں تفحص کرد از حالِ اشک
جب اُس نے گدھے کے حال کی جستجو کی
دید خفتہ زیرِ آں خر نرگسک
اُس کے نیچے نرگس کو پڑا ہوا دیکھا

چوں تفحص کرد از احوالِ خر
جب اُس نے گدھے کے احوال کی جستجو کی
آں کنیزک بُود زیر و خر زبر
تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اوپر

از شگافِ در بدید آں حال را
اُس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا
پس عجب آمد ازاں آں زال را
تو وہ اُس بوڑھی کو پسند آ گیا

---

[1] نرخر۔ خرِ نر۔ فرط گزند۔ شہوت کی تکلیف کی زیادتی۔ گاں۔ جماع کرنا۔ نرہ۔ ذکر۔ قضیب۔ شلغ، ذکر۔ کیر۔ ذکر۔

[2] تفحص۔ جستجو۔ اشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔ نرگسک۔ کاف تصغیر کا ہے نرگس اُس لونڈی کا نام ہے۔ شگاف در۔ کواڑوں کی درز

خر همی گاید[1] کنیزک را چناں
گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے

کہ بعقل و رسمِ مرداں با زناں
جو مردوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور عقل کے مطابق ہے

در حسد شد گفت چوں ایں ممکن ست
وہ حسد میں مبتلا ہوگئی، بولی جب یہ ممکن ہے

پس من اولیٰ ترکہ خر ملکِ من ست
تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے

خر مہذب گشتہ و آموختہ
گدھا مہذب اور سدھا ہوا

خواں نہادست و چراغ افروختہ
دسترخوان بچھا ہے اور چراغ روشن ہے

کرد نادیدہ درِ خانہ بکوفت
اُس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا

کاے کنیزک چند خواہی خانہ روفت
کہ اے باندی! گھر میں کتنی جھاڑو دیگی

از پئے روپوش میگفت ایں سخن
انجان پن کے لئے یہ بات کہہ رہی تھی

کاے کنیزک آمدم در باز کن
اے باندی! دروازہ کھول میں آرہی ہوں

کرد خاموش و کنیزک را نگفت
چُپ رہی اور باندی سے نہ کہا

راز را از بہرِ طمع خود نہفت
راز، اپنی چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے

پس کنیزک جملہ آلاتِ فساد
باندی نے خرابی کے سب سامان

کرد پنہاں پیش شد در را گشاد
چھپا دیئے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا

رو ترش کرد و دو دیدہ پُر زنم
اُس نے مُنہ بنایا اور دو آنکھیں آنسوؤں سے پُر

لب فرو افگندہ یعنی صائمم
ہونٹ لٹکائے ہوئے یعنی میں روزہ دار ہوں

در کفِ او نرمہ جاروبے کہ من
اُس کے ہاتھ میں نرم جھاڑو کہ میں

خانہ را می روفتم بہرِ عطن
اصطبل کی کوٹھڑی میں جھاڑو دے رہی تھی

چونکہ با جاروب در را او گشاد
جب اُس نے جھاڑو لئے ہوئے دروازہ کھولا

گفت خاتوں زیرِ لب[2] کاے اُوستاد
بی بی نے مُنہ ہی مُنہ میں کہا، اے اُستاد!

رو ترش کردی و جاروبے بکف
تو نے مُنہ بنایا اور جھاڑو ہاتھ میں

چیست ایں خر بر گسستہ از علف
یہ گدھا چارے سے ہٹا ہوا کیوں ہے؟

نیم کارہ و خشمگیں جنباں ذکر
آدھا کام کئے ہوئے اور غصہ میں ذکر کو ہلانے والا

زانتظارِ تو دو چشمش سوئے در
تیرے انتظار میں اُس کی دونوں آنکھیں دروازہ کی جانب ہیں

زیرِ لب گفت ایں نہاں کرد از کنیز
مُنہ ہی مُنہ میں کہا، اُس کو باندی سے چھپایا!

داشتش آں دم چو بے جرماں عزیز
اُس وقت اُس کو بے قصور کی طرح پیارا رکھا

---

[1] گائیدن۔ جماع کرنا۔ گ۔ چنانکہ۔ خر مہذب یعنی عیش و عشرت کے سب اسباب مہیا ہیں۔ روفتن۔ جھاڑو دینا۔ رو ترش۔ باندی نے اپنے آپ کو روزہ دار ظاہر کیا۔ عطن۔ اونٹوں کا باڑا یہاں گدھے کا اصطبل مراد ہے۔

[2] زیرِ لب۔ یعنی بڑبڑا کر بات کہی۔ چیست۔ اگر تو صرف جھاڑو ہی دے رہی تھی تو یہ گدھا اس حالت میں کیوں ہے۔ داشتش۔ اُس بی بی نے اُس باندی سے ایسا برتاؤ کیا جیسا کہ اُس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

بعد ازاں گفتش کہ چادر نہ بسر — رَو فلاں خانہ زمن پیغام بر

اُس کے بعد اُس سے کہا، سر پر چادر ڈال — فلانے گھر جا، میرا پیغام لے جا

انچنیں[1] گو واں چنیں گو واں چناں — مختصر کردم من افسانہ زناں

ایسا کہہ اور ویسا کہہ — میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا

آں چہ مقصود ست مغز آں بگیر — چوں براہش کرد آں زالے ستیر

جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے — جب اُس پردہ نشین بڑھیا نے اسکو روانہ کر دیا

چوں بدر کردش زحیلت زاں مکاں — در فرو بست و بخلوت شادماں

جب اُس کو تدبیر سے اُس مکان سے باہر نکال دیا — دروازہ بند کر لیا اور تنہائی میں خوش تھی

بُود از مستیِ شہوت شادماں — در فرو بست و ہمی گفت آں زماں

وہ شہوت کی مستی سے خوش تھی — دروازہ بند کر دیا اور اُس وقت کہہ رہی تھی

یافتم خلوت زنم از شکر بانگ — رستہ ام از چار دانگ و از دو دانگ

میں نے تنہائی پالی شکر کا نعرہ لگاتی ہوں — چار دمڑی اور دو دمڑی سے مجھے نجات مل گئی ہے

از طرب گشتہ بزانِ زن ہزار — در شرارِ شہوتِ خر بیقرار

مستی سے عورت کی شہوت ہزار گنا ہو گئی — وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بیقرار تھی

چہ بزان کاں شہوت او را بزگرفت[2] — بز گرفتن گیج را نبود شگفت

کیسی شہوت، اُس شہوت نے اُسکو بز بنا دیا — احمق کو بز بنا دینا تعجب خیز نہیں ہے

میل و شہوت کر کند دل را و کور — تا نماید گرگ یوسفؑ نار نور

خواہش اور شہوت، دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے — یہاں تک کہ بھیڑیا، یوسف اور آگ، نور نظر آتی ہیں

اے بسا سرمست نار و نار جُو — خویشتن را نورِ مطلق داند او

بہت سے آگ کے سرمست اور آگ کے جویا — وہ اپنے آپ کو نورِ مطلق سمجھ لیتے ہیں

جز[3] مگر بندہ خدا گز جذب حق — وار ہش آرد بگرداند ورق

سوائے اُس مردِ خدا کے کہ جذبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ — اُس کو راستہ پر لے آئے، ورق پلٹ دے

تا بداند کاں خیالِ ناریہ — در طریقت نیست الا عاریہ

تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ آتشیں خیال — طریقت میں عارضی ہی ہیں

زشتہا را خوب بنماید شرہ — نیست از شہوت بتر ز آفاتِ رہ

حرص، بُرائیوں کو بھلا دکھا دیتی ہے — راہِ (طریقت) کی آفتوں میں شہوت سے زیادہ بدتر کوئی نہیں ہے

---

[1] انچنیں۔ بی بی نے پیغام میں بہت سی باتیں کہلوائیں جن کی تفصیل میں نے چھوڑ دی ہے۔ ستیر۔ پردہ نشین۔ چار دانگ۔ یعنی تھوڑا بہت۔ بزان۔ عورت کی شہوت۔

[2] بزگرفت۔ مذاق کیا۔ گرگ۔ یعنی بُری چیز کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے۔ آگے بسا۔ جس طرح اس بی بی نے باندی سے پوری بات نہ کہی اسی طرح بہت سے ناقص لوگ ہیں جو اپنے آپ کو شیخ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

[3] جز۔ اس غلطی سے وہ بچتا ہے جس کی جذب رہنمائی کر دے وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس کو نورِ مطلق حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ ناری خیال تھا جو ایک عارضی چیز ہے۔ زشتہا۔ انسان کی حرص بُرائی کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے شہوت انسان کے لئے سب سے بڑی آفت ہے

صد ہزاراں نامِ خوش را کردہ ننگ
لاکھوں نیکناموں کو اُس نے بدنام کر دیا
صد ہزاراں زیرکاں را کردہ دنگ
لاکھوں عقلمندوں کو بے عقل کر دیا

چوں خرے را یوسفِ مصری نمود
جبکہ اُس نے گدھے کو مصری یوسفؑ کر کے دکھا دیا
یوسفے را چوں نماید آں جہود [۱]
وہ یہودی، یوسفؑ کو کیسا دکھائے گا!

بر تو سرگیں را فسونش شہد کرد
اُس کے منتر نے تیرے لئے گوبر کو شہد کر دیا
شہد را خود چوں کُند وقتِ نبرد
معرکہ میں تو شہد کو خود کیسا دکھائے گا؟

شہوت از خوردن بود کم کن خور
شہوت کھانے سے (پیدا) ہوتی ہے، کھانے کو کم کر دے
یا نکاحے کُن گریزاں شو ز شر
یا نکاح کرلے، شر سے بچ جا

چوں بخوردی میکشد سُوئے حرم
جب تو نے کھا یا وہ تجھے زنا خانہ کی جانب کھینچے گا
دخل را خرجے ببا ید لاجرم
لامحالہ آمد کے لئے خرچ ضروری ہے

پس نکاح آمد چو لاحول و ولا [۲]
تو نکاح لاحول ولا قوۃ کی طرح ہے
تا کہ دیوت نفگند اندر بلا
تا کہ شیطان تجھے مصیبت میں نہ پھنسائے

چوں حریصِ خوردنی زن خواہ زُود
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے، جلد نکاح کرلے
ورنہ آمد گربہ و دُنبہ ربُود
ورنہ بلی آئی اور چکدی لے گئی

بارِ سنگیں بر خرے کاں میجہد
جو گدھا کود رہا ہے، بھاری بوجھ
زود بر نہ پیش ازاں کو بر نہد
جلد رکھ دے، اس سے پہلے کہ وہ پھینکے

فعلِ آتش را نمی دانی تو سرد
آگ کے کام کو تو ٹھنڈا نہ سمجھ
گردِ آتش با چنیں دانش مگرد
ایسی عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد چکر نہ کاٹ

علمِ دیگ و آتش ار نبود ترا
اگر تجھے دیگ اور آگ کا ہنر حاصل نہیں ہے
از شرر نے دیگ ماند نے ابا
چنگاریوں سے نہ دیگ رہے گی نہ شوربا

آب حاضر باید و فرہنگ نیز
پانی موجود رہے اور عقل بھی
تا پزد آں دیگ سالم در ازیز
تا کہ اُبال میں، وہ دیگ سالم پک جائے

چوں ندانی دانشِ آہنگری [۳]
جبکہ تو لوہار پن کا ہنر نہیں جانتا ہے
ریش و مُو سوزد چو آنجا بگذری
جب تو وہاں سے گذرے گا ڈاڑھی اور بال جل جائینگے

در فرو بست آں زن و خر را کشید
اُس نے دروازہ بند کیا اور گدھے کو کھینچا
شادمانہ لاجرم کیفر چشید
خوشی سے، لامحالہ بدانجام چکھا

[۱] جہود۔ یعنی شہوت۔ بر تو۔ انسان کی شہوت بُری چیز کو جب بھلا دکھا دیتی ہے تو بھلی چیز کو کیا کچھ کر کے نہ دکھائیگی۔ شہوت۔ انسان کی شہوت کھانے پینے سے بڑھتی ہے تو شہوت کو دبانے کے لئے یا کم خوری چاہیئے یا نکاح کر لینا چاہیئے۔ چوں۔ جب انسان قیمتی چیزیں کھائے گا تو اُس کو عورتوں کی طرف زیادہ شہوت ہوگی اس لئے کہ جب پیٹ میں اچھی غذا داخل کر رہا ہے تو اُس کا نکلنا بھی لازمی ہے۔

[۲] پس نکاح۔ شیطان کے پھندے سے بچنے کیلئے نکاح لاحول کا کام کرتا ہے۔ ورنہ۔ یعنی تیری ساری نیکی اور تقویٰ تباہ ہو جائیگا۔ بار سنگیں۔ جس گدھے میں اچھل کود کی عادت ہے اُس کو بوجھ سے دبائے رکھنا چاہیئے یہی نفس کی حالت ہے۔ علم دیگ۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا ہنر نہیں ہے تو اُس سے بچنا ہی چاہیئے۔ آب حاضر۔ اگر دیگ پکانی ہے تو ہنر ہونا چاہیئے اور اُسکے اُبال کیلئے پانی موجود رہنا چاہیئے تا کہ پانی چھڑک کر اُبال کو روکا جا سکے۔

[۳] چوں ندانی۔ جب انسان لوہار کا پیشہ نہ جانتا ہو تو بھٹی کے قریب بھی نہ جائے ورنہ داڑھی مونچھ جلا لے گا۔ در فرو بست۔ اُس بی بی نے دروازہ بند کر لیا۔ کیفر۔ انجام بد۔

درمیانِ خانہ آوردش کشاں — خفت[1] اندر زیرِ آں نرِ خرستاں
اُس کو کھینچتی ہوئی گھر کے بیچ میں لائی — اس گدھے کے نیچے چت لیٹ گئی

ہم برآں کرسی کہ دید اُو از کنیز — تا رسد در کامِ خود آں قحبہ نیز
اُسی چوکی پر جو اُس نے باندی کی دیکھی تھی — تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد حاصل کرے

پا برآورد و خر اندر وے سپوخت — آتشے از کیرِ خر در وے فروخت
گدھے نے ذکر نکالا اور اُس کے اندر گھسا دیا — اُس میں گدھے کے ذکر سے آگ لگ گئی

خرِ مؤدب گشتہ در خاتوں فشرد — تا بخایہ در زماں خاتوں بمرد
سکھائے ہوئے گدھے نے بی بی کے اندر دبا دیا — خصیے تک، بی بی فوراً مر گئی

بر درید از زخمِ کیرِ خر جگر — رودہا[2] بگسستہ شُد از ہمدگر
گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے جگر پھٹ گیا — انتڑیاں ایک دوسرے سے جُدا ہو گئیں

کرسی از یکسو زن از یکسو فتاد — دم نزد در حال آں زن جان بداد
تخت ایک طرف، عورت ایک طرف گر گئی — اُس حالت میں سانس نہ لیا اور اُس عورت نے جان دیدی

صحنِ خانہ پُر ز خوں شُد زن نگوں — مُرد اُو و بُرد جاں ریبُ المنوں
گھر کا صحن خون سے بھر گیا، عورت اوندھی ہو گئی — وہ مر گئی، حوادثِ زمانہ اُسکی جان لے گئے

مرگِ بد با صد فضیحت اے پدر — تو شہیدے دیدۂ از کیرِ خر
اے باوا! تو رُسوائیوں کے ساتھ بُری موت — تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شہید دیکھا ہے؟

تو عذابُ الخِزیِ بشنو از نبیؐ — در چنیں ننگے مکُن جاں را فدے
تو قرآن سے رُسوائی کا عذاب سُن لے — ایسی رُسوائی میں جان قربان نہ کر

دانکہ ایں نفسِ بہیمی نرِ خرست — زیرِ اُو بودن ازاں ننگیں ترست
جان لے یہ حیوانی نفس، گدھا ہے — اُس کے نیچے ہونا اِس سے (بھی) زیادہ عیب دار ہے

در رہِ[3] نفس از بمردی در منی — تو حقیقت داں کہ مثلِ آں زنی
اگر تو خودی میں نفس کی راہ میں مر گیا — تو سمجھ لے کہ تو اُس عورت کی طرح ہے

نفسِ ما را صورتِ خر بدہد اُو — زانکہ صورتہا کُند بر وفقِ خُو
وہ (اللہ تعالٰے) ہمارے نفس کو گدھے کی صورت عطا کردیگا — کیونکہ وہ خصلت کے مطابق صورتیں بنا دیگا

ایں بُود اظہارِ سر در رستخیز — اللہ اللہ از تنِ چوں خر گریز
قیامت میں راز کا یہ اظہار ہوگا — خدا کے لئے، گدھے جیسے جسم سے بھاگ

[1] خفت۔ یعنی لیٹ گئی۔ ستاں۔ چت۔ قحبہ۔ یعنی زانیہ بی بی۔ پا برآورد۔ یا ذکر سے کنایہ ہے۔ مؤدب۔ سکھایا ہوا۔ خایہ۔ خصیہ۔

[2] رودہا۔ انتڑیاں۔ ریبُ المنون۔ حوادثِ زمانہ۔ فضیحت۔ رُسوائی۔ عذاب۔ قرآن پاک میں ہے لنذیقھم عذاب الخزی۔ تاکہ ہم اُن کو ذلت کے عذاب کا مزہ چکھائیں۔ نبی۔ قرآن پاک۔ دانکہ نفس کے نیچے ہونا گدھے کے نیچے ہونے سے بھی زیادہ بُرا، ذلیل کام ہے۔

[3] در رہ۔ انسان اگر نفس پروری کی حالت میں مر گیا تو اُس کی موت اُس بی بی کی موت سے بھی زیادہ رُسوا کن ہے۔ نفس۔ جیسا انسان کا باطن ہوگا قیامت میں اللہ تعالٰے اُسی صورت پر حشر کرے گا۔

کافراں را بیم کرد ایزد ز نار — کافراں گفتند نار اولیٰ ز عار[1]

اللہ (تعالیٰ) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا — کافروں نے کہا، ذلّت سے آگ بہتر ہے

گفت نے آں نار اصلِ عارہاست — ہمچو آں نارے کہ آں زن را بکاست

(اس نے) کہا نہیں آگ ذلّتوں کی جڑ ہے — اس آگ کی طرح جس نے اس عورت کو جلا دیا

لقمہ اندازہ نخورد از حرصِ خود — در گلو بگرفت لقمہ مرگِ بد

اس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ سے لقمہ نہ کھایا — بُری موت کا لقمہ گلے میں پھنس گیا

لقمہ اندازہ خور اے مردِ حریص — گرچہ باشد لقمہ حلوا و خبیص

اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا — اگرچہ حلوا اور کھجور کے حلوے کا لقمہ ہو

حق تعالیٰ داد میزاں را زباں — ہیں ز قرآں سورۂ رحمٰن بخواں

اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبان عطا کی ہے — آگاہ، قرآن میں سے سورۂ رحمٰن پڑھ لے

ہیں ز حرصِ خویش میزاں را مہل — آز و حرص آمد ترا خصم و مُضِل

خبردار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ — تمنا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنے والے ہیں

حرص جوید کُل برآید او ز کُل[2] — حرص میر است اے فُجُل[3] ابن الفُجُل

حرص کل چاہتی ہے، کل سے محروم رہتی ہے — حرص حاکم ہے، اے نامرد، نامرد کے بیٹے

آں کنیزک میشد و میگفت آہ — کردی اے خاتوں تو اُستا را براہ

وہ باندی روانہ ہوئی اور کہتی تھی، ہائے — اے بی بی! تونے اُستاد کو روانہ کر دیا

کار بے اُستاد خواہی ساختن — جاہلانہ جاں بخواہی باختن

تونے بغیر اُستاد کے کام بنانا چاہا! — جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا!

اے زمن دُزدیدہ علمِ ناتمام — ننگت آمد کہ بپرسی حالِ دام

اے! تونے میرا ناقص علم چُرایا — تجھے اس سے شرم آئی کہ جال کا حال معلوم کرے

تا نچیدے دانہ مرغ از خرمنش — ہم نیفتادے رسن در گردنش

جبکہ اسکے کھلیان سے پرند دانہ نہ چگتا — اس کی گردن میں رسی بھی نہ پڑتی

دانہ کمتر خور مکن چندیں رفو — چوں کُلُوا[4] خواندی بخواں لَا تُسْرِفُوا

دانہ بہت کم کھا، اس قدر رفو نہ کر — جبکہ تونے "کھاؤ" پڑھ لیا "زیادتی نہ کرو" پڑھ لے

تا خوری دانہ نیفتی تو بدام — ایں کُند علم و قناعت والسّلام

تاکہ تو دانہ چگ لے (اور) جال میں نہ پھنسے — یہ علم اور قناعت کرتا ہے، والسلام

---

[1] عار۔ یعنی مسلمان ہونے کی ذلّت۔ ہمچو۔ جس طرح نفس کی آگ نے اس بی بی کو ذلّتوں میں مبتلا کیا تمہارے نفس کی آگ جو اسلام کو عار کا سبب بنا رہی ہے سینکڑوں ذلّتوں میں مبتلا کر دیگی۔ لقمہ۔ اس بی بی نے اپنے اندازہ کے مطابق کام نہ کیا حرص کی اور وہ ماری گئی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ زباں۔ ترازو کا کانٹا جو کمی بیشی کو بتا دیتا ہے۔ سورۃ۔ سورۂ رحمٰن میں ہے وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ۔ "اس اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی تاکہ تم تجاوز نہ کرو"

[2] زکل۔ مشہور مقولہ۔ طَلَبُ الْكُلِّ فَوْتُ الْكُلِّ "کل کا طلب کرنا کل کو ہاتھ سے دینا ہے"

[3] فُجُل۔ ڈھیلا، سست۔ کردی۔ وہ باندی کہہ رہی تھی کہ میں اس فن کی اُستاد تھی تونے مجھے تو روانہ کر دیا اور بغیر اُستاد کے کام چلانا چاہا۔ اے زمن۔ تونے مجھ سے آدھی بات سیکھی۔ تا نچیدے۔ اگر پرند جال کا دانہ نہ چگے تو جال میں نہ پھنسے۔

[4] کُلُوا۔ قرآن پاک میں ہے كُلُوا وَلَا تُسْرِفُوا... "کھاؤ اور اسراف نہ کرو"۔ تا خوری۔ علم اور قناعت حاصل کرو تو دنیا سے فائدہ بھی اٹھاؤ گے اور مصائب میں بھی گرفتار نہ ہو گے۔

نعمتؔ[1] از دنیا خورد عاقل نہ غم
عقلمند، دنیا میں نعمت کھاتا ہے، نہ کہ غم

جاہلاں محروم ماندہ در ندم
جاہل، ندامت سے محروم رہتے ہیں

چوں در افتد در گلوشاں حبلِ دام
جب اُن کے گلے میں جال کی رسّی پھنستی ہے

دانہ خوردن گشت بر جملہ حرام
سب پر دانہ چُگنا حرام ہو جاتا ہے

مُرغ اندر دام دانہ کے خورد
پرند، جال میں سے دانہ کب چُگتا ہے؟

دانہ چوں زہرست در دام ار چرد
جال میں سے اگر دانہ چُگے وہ زہر جیسا ہے

مُرغِ غافل[2] میخورد دانہ ز دام
غافل پرند، جال میں سے دانہ چُگتا ہے

ہمچو اندر دامِ دنیا ایں عوام
جس طرح عوام دنیا کے جال میں سے

باز مُرغانِ خبیرِ ہوش مَند
پھر باخبر، ہوشمند پرندوں نے

کردہ اند از دانہ خود را خشک بَند
اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے

کاندرونِ دام و دانہ زہرہاست
کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں

کور آں مرغے کہ در فخ دانہ خواست
وہ پرند اندھا ہے جس نے جال میں سے دانہ چاہا

صاحبِ دام اَبلہاں را سَر برید
جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا

واں ظریفاں را بہ مجلسہا کشید
اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا

کہ از انہا گوشت می آید بکار
کیوں کہ ان کا گوشت کار آمد ہے

وز ظریفاں بانگ و نالہ زیر و زار
اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور رونا، ترنم اور گریہ

پس کنیزک[3] آمد از اشگافِ در
تو باندی نے دروازے کی درز سے

دید خاتوں را بمُردہ زیرِ خر
بی بی کو گدھے کے نیچے مُردہ دیکھا

گفت اے خاتونِ احمق اینچہ بُود
اس نے کہا اے بیوقوف بی بی! یہ کیا تھا؟

گر ترا اُستاد خود نقشے نمود
اگر اُستاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا

ظاہرش دیدی سرش از تو نہاں
تو نے اُسکا ظاہر دیکھ لیا اُسکا راز تجھ سے پوشیدہ رہا

اُوستا ناگشتہ بکشادی دُکاں
اُستاد بنے بغیر تو نے دکان کھول دی

کیر دیدی ہمچو شہد و چوں خبیص
تو نے ذکر کو شہد اور حلوہ جیسا دیکھا

آں کدُو را چوں ندیدی اے حریص
اے حریص! تو نے وہ کدّو کیوں نہ دیکھا؟

یا چو مستغرق شُدی در عشقِ خر
یا جب تو گدھے کے عشق میں مدہوش ہوگئی

آں کدُو پنہاں بماندت از نظر
وہ کدو تیری نظروں سے چھپا رہا

---

[1] نعمت۔ عقلمند آدمی دنیا کو آخرت کیلئے استعمال کر کے فائدہ اٹھا لیتا ہے اور نادان ندامت اور محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔ چوں در افتد۔ جب دنیا دار دنیا کے غم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اُس پر خور و نوش حرام ہو جاتا ہے۔ مُرغ۔ جو ہوشیار پرند ہوگا وہ جال کا دانہ کبھی نہ چُگے گا۔

[2] مُرغِ غافل۔ بیوقوف انسان دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کہ جال کے دانہ کی طرح ہے۔ باز مُرغان۔ جو ہوشیار پرند ہوتے ہیں وہ جال کے دانے سے اپنے آپکو علیحدہ رکھتے ہیں۔ فخ۔ جال۔ صاحب۔ شکاری، بیوقوف پرندوں کو ذبح کر ڈالتا ہے اور خوش گلو پرندوں کو فروخت کر دیتا ہے جو لوگوں کی محفلوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہی صورت دنیا کے جال میں پھنسنے کے بعد دنیا داروں اور اہل اللہ ذاکر و شاغل لوگوں کی ہوتی ہے۔

[3] پس کنیزک۔ بی بی کے مرنے کے بعد باندی نے کہا بی بی کسقدر احمق تھی مجھ سے تھوڑی سی بات سیکھ کر اپنے آپ کو اُستاد سمجھ بیٹھی اور ہلاک ہوئی۔ ظاہرش۔ فن کا ظاہر دیکھا اور اُس کے رازوں سے ناواقف ہوتے ہوئے دکان کھول بیٹھی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ۔

ظاہرِ صنعت بدیدی ز اُوستاد — اُوستادی برگرفتی شاد شاد
تونے اُستاد کی ظاہری کاریگری دیکھی — تونے خوشی خوشی اُستادی اختیار کر لی

اےؔ بسا زرّاق گولِ بیوقوف — از رہِ مرداں ندیدہ غیرِ صوف
بہت سے احمق بیوقوف مکّاروں نے — سوائے اُون کے مردوں کے راستہ میں کچھ نہ دیکھا

اےؔ بسا شوخاں زاندک احتراف — از شہاں ناموختہ جُز گفت و لاف
بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنر سے — انھوں نے شاہوں سے سوائے باتوں اور شیخی کے کچھ حاصل کیا

ہر یکے در کف عصا کہ موسیم — می دمَد بر ابلہاں کہ عیسیم
ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی ہے کہ میں موسیٰ ہوں — بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں

آہ ازاں روزے کہ صدقِ صادقاں — باز خواہد از تو سنگِ امتحاں
ہائے وہ دن۔ کہ سچوں کی سچائی — امتحان کا پتھر، تجھ سے طلب کرے گی

آخر از اُستاد باقی را بپرس — کہ حریصاں جملہ کور انند و خرس
آخر باقی (ہنر) اُستاد سے پوچھ لے — کیونکہ لالچی سب اندھے اور گونگے ہیں

جُملہ جُستی باز ماندی از ہمہ — صیدِ گرگاں اند ایں ابلہ رمہ
تونے سب کو ٹٹولا سب سے محروم رہا — یہ بیوقوف گلّہ، بھیڑیوں کا شکار ہے

صورتے بشنیدی گشتی ترجماں — بیخبر از گفت خود چوں طوطیاں
تونے تھوڑی سی بات سنی ترجمان بن گیا — طوطیوں کی طرح اپنی گفتگو سے بے خبر ہے

تمثیلِ تلقینِ شیخ مُریداں را و پیغمبر اُمّت را کہ ایشاں طاقت

شیخ کی مریدوں کو اور پیغمبر کی امت کو تلقین کرنے کی مثال کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ سے

تلقینِ حق تعالیٰ ندارند و با حق اُلفت ندارند چنانکہ طوطی

تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے انہیں مناسبت نہیں ہے جیسا کہ طوطی

با صورتِ آدمی اُلفت ندارد کہ از و تلقین تواند گرفت حق

آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے کہ اُس سے تلقین حاصل کر سکے اللہ

تعالیٰ شیخ را چوں آئینہ پیشِ مُرید ہمچو طوطی دارد و از پسِ

تعالےٰ شیخ کو آئینہ کی طرح طوطی جیسے مرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ کے پیچھے سے

آئینہ تلقین میکند قولہٗ عزّ و جلّ لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ

تلقین کرتا ہے اللہ عزّ و جل کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ ہلایئے تاکہ اُس (وحی) کو جلدی لیں

لے اےؔ بسا۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی شیخ کامل سے تھوڑی سی بات سیکھ کر دکان جما لیتے ہیں۔ زرّاق۔ مکّار شیوخ۔ صوف۔ یعنی اُون کی کملی۔

لے اےؔ بسا۔ یہ مزوّر شیخ سوائے شیخی بگھارنے کے شیوخ سے کچھ حاصل نہ کر سکے اور اپنے آپکو موسیٰؑ و عیسیٰؑ ظاہر کرتے ہیں۔ جملہ جُستی۔ یہ یا تو حریص مریدوں کو خطاب ہے یا مزوّر شیخ کو جو مریدوں کو پھانسنے کے حریص ہیں۔ طوطیاں۔ طوطی انسان کی بولی بولتی ہے لیکن اُس کو سمجھتی نہیں ہے۔

لے تمثیل۔ طوطی کو جب سکھایا جاتا ہے تو اُسکا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ طوطی کو آئینہ کے بالمقابل کر دیا جاتا ہے اور اُستاد آئینہ کے پیچھے چھپ کر بولنا شروع کرتا ہے، آئینہ کے سامنے کی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ یہ وہ طوطی بول رہی ہے جو آئینہ میں اُسکو نظر آ رہی ہے جو خود اُسکا عکس ہی ہے لہٰذا وہ اُسکو اپنی ہم جنس سمجھکر اُس سے بولنا سیکھ لیتی ہے یہی حال اللہ تعالےٰ اور نبی اور نبی کے مخاطبوں کا ہے نبی بمنزلہ آئینہ والے عکس کے ہے اور حضرت حق تعالےٰ بمنزلہ اُستاد کے ہے، اسطرح وحی جو کلام الٰہی ہے بندوں تک پہنچ جاتا ہے لیکن اِس مثال اور وحی کے معاملہ میں فرق اسقدر ہے کہ آئینہ والی

اِن ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُوحیٰ　　این ست ابتدائے مسئلہ

نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے　　اس مسئلہ کی ابتدا ہے

بے منتہا چنانکہ منقار جنبانیدن طوطی اندرون آئینہ کہ خیالش

جسکی کوئی انتہا نہیں ہے چنانچہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چونچ ہلانا جس کو تو عکس

میخوانی بے اختیار و تصرف اوست عکس خواندن طوطیِ

کہتا ہے اس کے اختیار اور تصرف کے بغیر ہے وہ باہر والی طوطی کے پڑھنے کا

بیرونی کہ متعلم است نہ عکس آں معلم کہ پس آئینہ ست

عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اس سکھانیوالے کا عکس ہے جو آئینہ کے پیچھے ہے

ولیکن خواندن طوطیِ بیرونی تصرف آں معلم ست پس

لیکن باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرف ہے تو

ایں مثال آمد نہ مثل

یہ ایک مثال ہے نہ کہ مثل

طوطیِ در آئینہ می بیند او　　عکس خود را پیش او آوردہ رو

ایک طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے　　اپنے عکس کو کہ وہ اسکے سامنے منہ کئے ہوئے ہے

در پسِ آئینہ آں استا نہاں　　حرف میگوید ادیب خوش زباں

آئینہ کے پیچھے وہ استاد چھپا ہوا ہے　　وہ خوش بیان ادیب بات کر رہا ہے

طوطیک پنداشتہ کیں گفتِ پست　　گفتِ آں طوطیست کاندر آئینہ ست

طوطی سمجھتی ہے کہ یہ دھیمی آواز　　اس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے

پس ز جنس خویش آموزد سخن　　بیخبر از مکرِ آں گرگِ کہن

تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتی ہے　　اس پرانے بھیڑیئے کی تدبیر سے بے خبر ہے

از پسِ آئینہ می آموزدش　　ورنہ ناموزد جز از جنسِ خودش

وہ آئینہ کے پیچھے سے اس کو سکھا دیتا ہے　　ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے

گفت را آموخت زاں مردِ ہنر　　لیک از معنی و سرِّش بے خبر

اس ہنرمند انسان سے اس نے بات سیکھ لی　　لیکن اس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے

از بشر بگرفت منطق یک بیک　　از بشر جز ایں چہ داند طوطیک

اس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی　　انسان سے اس کے سوا طوطی کیا جانے

ۓ طوطی۔ اس طوطی کے بالمقابل اس کا عکس ہوتا ہے۔ استا۔ استاد۔ طوطیک۔ آئینہ کے باہر والی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ آئینہ کے اندر کی طوطی بول رہی ہے لہذا وہ اس کی نقل شروع کر دیتی ہے۔

ۓ گرگ کہن۔ تجربہ کار استاد۔ گفت را۔ یہ طوطی اس استاد کے الفاظ نقل کر دیتی ہے ان کے معانی سے بے خبر ہوتی ہے۔

ہمچناں در آئینہ جسمِ ولی ۱ — خویش را بیند مُریدِ مُمتلی
اسی طرح ولی کے جسم کے آئینہ میں — (خامی سے) پُر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے

از پسِ آئینہ عقلِ کُل را — کے بہ بیند وقت گفت و ماجرا
آئینہ کے پیچھے سے عقلِ کُل کو — کب دیکھ سکتا ہے؟ گفتگو اور قصہ کے وقت

۲ اُو گماں دارد کہ میگوید بشر — واں دگر سرّ ست و اُو زاں بیخبر
وہ خیال کرتا ہے کہ انسان کہہ رہا ہے — وہ دوسرا پوشیدہ ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے

حرف آموزد ولے سرِّ قدیم — می نداند طوطیست اُو یا ندیم
وہ حروف سیکھ جاتا ہے لیکن قدیم راز — نہیں جانتا ہے، کہ وہ (سکھانے والا) طوطی ہے یا ساتھی ہے

۳ ہم صفیرِ مُرغ آموزند خلق — کایں سُخن اندر دہاں اُفتاد و حلق
لوگ پرندوں کی بولی سیکھ لیتے ہیں — کیونکہ یہ بولی اُن کے منہ اور حلق میں آجاتی ہے

لیک از معنیِ مُرغاں بیخبر — جُز سلیمانِؑ نبیِ خوش نظر
لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں — سوائے حضرت سلیمانؑ نبی کے جن کی سمجھ خوب تھی

حرفِ درویشاں بسے آموختند — منبر و محفل بداں افروختند
بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لیے ہیں — اُن سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھائی ہے

یا بجز آں حرف شاں روزی نبود — یا در آخر رحمت آمد رہ نمود
یا تو اُن کا مقدر حروف کے سوا کچھ نہیں ہے — یا انجام کار (اللہ کی) رحمت آکر رہنمائی کردیتی ہے

۴ صاحبدلے در چلہ بخواب دید کہ سگے حاملہ در شکمِ آں بچگاں
ایک صاحبِ دل نے چلہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اس کے پیٹ

بانگ میکردند در تعجب ماند کہ حکمتِ بانگِ سگ پاسبانی
میں بچے بھونک رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ کتے کے بھونکنے کا فائدہ نگہبانی ہے

ست و بانگ در اندرونِ شکمِ مادر بے پاسبانی ست و نیز
اور ماں کے پیٹ میں بھونکنا نگہبانی کے لئے نہیں ہے اور آواز مدد چاہنے اور

بانگ جہت یاری خواستن و شیر خواستن باشد وغیرہ و درِ شکم
دودھ مانگنے کے لئے بھی ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ میں اِن میں سے کوئی

۱ ہمچناں۔ اسی طرح مُرید اور اُمتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی اُس کی ہم جنس ہے اور اُس سے سیکھتا ہے اور اُستاد، عقلِ کُل اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ پاتا ہے جو اصل میں مُعلّم ہے۔

۲ اُو۔ مُرید اور اُمتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی کہہ رہا ہے، اِس راز سے وہ بے خبر ہوتا ہے کہ در اصل اُس سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہا ہے۔ حرف۔ نبی کی کی بات سُن لیتا ہے لیکن اُس کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اصل بولنے والا نبی ہے جو بمنزلہ طوطی کے عکس کے ہے یا اللہ تعالیٰ ہے جو بمنزلہ اُس ساتھی کے ہے جو آئینہ کے پیچھے سے بولتا ہے۔

۳ ہم صفیر۔ انسان پرندوں کی بولی بولنا سیکھ جاتا ہے لیکن اُس بولی کے معنی جو پرند مُراد لیتے ہیں اُن سے وہ لاعلم ہوتا ہے۔ حرفِ درویشاں۔ اسی طرح بہت سے انسان کاملین کی نقل اُتارنے لگتے ہیں۔ یا بجز۔ یہ نقالی کبھی نقالی ہی رہتی ہے اور کبھی حقیقت تک رہنمائی بھی کردیتی ہے۔

۴ صاحبدلے۔ ایک بزرگ تنہائی میں چلہ کشی کررہے تھے انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اور اُس کے پیٹ میں بچے بھونک رہے ہیں جس سے اُن کو تعجب ہوا اور سوچنے لگے کہ پیٹ میں بچوں کے بھونکنے میں کیا حکمتِ خداوندی ہے کتے حفاظت اور پاسبانی کے لیے بھونکتے ہیں ماں کے پیٹ میں بھونکنے سے یہ فائدہ نہیں ہے نیز بچہ کے رونے میں مدد کے لئے یا دودھ کے لئے فریاد ہوتی ہے وہ بھی یہاں نہیں ہے انھوں نے دُعا کی کیونکہ اس حکمت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ اے خدا تو اس کی حکمت کو واضح فرمادے خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور بتایا کہ پیٹ کے اندر ان کتے کے بچوں کا بھونکنا بناوٹی پیروں کی لاف زنی کی مثال ہے جس سے نہ خود اُن کو فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ دوسروں کو۔

مادر ہیچ دام از نہانیست چوں بخویش آمد بحضرتِ حق مناجات
بھی (مقصود) نہیں ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کی

کرد و ما یعلم تاویلہ الا اللہ جواب آمد کہ آں صورتِ
"اور بجز اللہ کے اُس کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے"۔ جواب آیا کہ یہی صورتِ حال

حال قومی ست کہ از حجاب بیروں نیامدہ و چشمِ دل باز نشدہ
اُس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھلی ہے

و دعوای بصیرت کنند و مقالات گویند از اں نہ ایشاں را
اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اُس کو

قوت و یاری و نہ مستمعاں را ہدایتے و رشدے میرسد
کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ سُننے والوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے

آں یکے می دید خواب اندر چلہ[1]
ایک شخص نے چلّہ میں خواب میں دیکھا

در رہے مادہ سگے بُد حاملہ
راستہ میں ایک حاملہ کُتیا تھی

ناگہاں آوازِ سگ بچگاں شنید
اُس نے اچانک کُتّے کے بچوں کا بھونکنا سُنا

سگ بچہ اندر شکم بُد ناپدید
کُتّے کے بچے پیٹ میں چُھپے ہوئے تھے

پس عجب آمد ورا زاں بانگہا
اُس کو اُن آوازوں سے تعجب ہوا

سگ بچہ اندر شکم چوں زد ندا
کُتّے کے بچے پیٹ میں کیوں بھونکے؟

سگ بچہ اندر شکم نالہ کناں[2]
کُتّے کے بچوں کو (ماں کے) پیٹ کے اندر روتے ہوئے

ہیچ کس دیدست ایں اندر جہاں
کسی نے دُنیا میں یہ دیکھا ہے؟

چوں بجست از واقعہ[3] آمد بخویش
جب وہ خواب سے بیدار ہوا، ہوش میں آیا

حیرتِ او دمبدم میگشت بیش
اُس کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی

در چلہ کس نے کہ گردد عقدہ حل[4]
چلّہ میں کوئی نہیں تھا کہ عقدہ حل ہو

جز کہ درگاہِ خدای عزوجل
سوائے خدائے عزّوجل کی درگاہ کے

گفت[5] یا رب زیں شکال و گفتگو
اُس نے کہا اے اللہ! اس اشکال اور گفتگو کی وجہ سے

در چلہ وا ماندہ ام از ذکرِ تو
چلّے میں تیرے ذکر سے قاصر ہو رہا ہوں

پرِ من بکشای تا پرّاں شوم
میرے پر کھول دے، تاکہ پرواز کروں

در حدیقہ ذکر و سیبستاں شوم
ذکر کے باغیچہ میں اور سیب کے باغ میں پہنچوں

[1] چلہ۔ چلّہ کشی جو تنہائی میں ہوتی ہے۔ بانگہا۔ یعنی کُتّے کے بچوں کی ماں کے پیٹ میں سے بھونکنے کی آواز۔
[2] نالہ کناں۔ روتے ہوئے۔
[3] واقعہ۔ یعنی خواب۔
[4] عقدہ حل۔ یعنی گرہ کُھل جائے، معاملہ حل ہو جائے۔
[5] گفت الخ۔ صاحبِ دل نے خدا سے عرض کیا میں اس فکر میں تیری یاد سے غافل ہو رہا ہوں۔

آمدش آوازِ ہاتفؒ در زماں
اُس کو فوراً غیبی فرشتہ کی آواز آئی

کآں مثالے داں زلافِ جاہلاں
کہ اُس کو جاہلوں کے شیخی بگھارنے کی مثال سمجھ

کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ
جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلے ہیں

چشم بستہ بیہدہ گویاں شدہ
آنکھیں بند کیے ہوئے بکواس کرتے ہیں

بانگِ سگ اندر شکم باشد زیاں
کُتے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے

نے شکار انگیز و نے شب پاسباں
نہ شکار نکالنے والا ہے اور نہ رات کا محافظ ہے

گرگ نادیدہ کہ دفعِ اُو بُوَد
اُس نے بھیڑیئے کو نہیں دیکھا کہ اُس کا دفعیہ ہو

دُزد نادیدہ کہ منعِ اُو شَوَد
اُس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اُس کی روک ہو

از حریصی وز ہوائے سَروَری
حرص اور سرداری کی خواہش کی وجہ سے

در نظر گُند و بلافیدن جَری
نظر میں گُند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہو

از ہوائے مُشتری و گرم دار
خریدار اور دوست کی خواہش کی وجہ سے

بے بصیرت پانہادہ دَر فشار
بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے

ماہ نادیدہ نشانہا مید ہد
جو ... دیکھے بغیر ... نشانیاں بتاتا ہے

روشنائی را بداں گزمی نہد
اُس کے لئے روشنائی کو ٹیڑھا رکھتا ہے

از برائے مُشتری در وصفِ ماہ
چاند کی صفت بیان کرنے میں، خریدار کے لئے

صد نشاں نادیدہ گوید بہرِ جاہ
مرتبہ کی خاطر بغیر دیکھے ہوئے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے

مُشتری نادیدہ گوید صد نشاں
... بدار کو بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے

ژاژ خاید دوغ نوشد کف زناں
بکواس کرتا ہے تالیاں بجاتے ہوئے چھاچھ پیتا ہے

مُشتری کو سود دارد خود یکیست
جس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے

لیک ایشاں را دراں ریب و شکیست
لیکن اُن کو اُس میں شک و شبہ ہے

از ہوائے مُشتریِ بے شکوہ
بے حقیقت خریدار کی خواہش میں

مُشتری را باد دادند ایں گروہ
اُس جماعت نے خریدار کو کھو دیا ہے

مُشتریِ ماست اللہُ اشتریٰ
ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید لیا ہے

از غمِ ہر مُشتری ہیں برتر آ
ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ

مُشتریِ جو کہ جُویانِ تو اُست
اُس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جویاں ہے

عالمِ آغاز و پایانِ تو اُست
تیرے آغاز اور انجام کا جاننے والا ہے

ملہ ہاتف۔ غیبی آواز دینے والا۔ کُتے کے پلّوں کا پیٹ میں بھونکنا جاہلوں کی لاف زنی کی مثال ہے۔ بانگ۔ کُتے کے پلّوں کا پیٹ میں بھونکنا بیکار بات ہے۔ نہ تو اُس سے یہی فائدہ ہے کہ کوئی شکار جھاڑی میں سے نکل کر بھاگے اور شکاری اُس کا شکار کرے نہ چور کو بھگانے کے لئے ہے۔

۵۲ از حریصی۔ جاہل شیخ کی لالچ اور سرداری کی خواہش میں یہ حالت ہوتی ہے کہ اُس کی نظر تو کند ہو جاتی ہے اور وہ شیخی بگھارنے میں جری ہو جاتا ہے گرم دار۔ دوست۔ فشار۔ بکواس۔ ماہ۔ یعنی ذات حق کے مشاہدہ کے بغیر اُس کی سیکڑوں نشانیاں بیان کرتا ہے اور اپنے خریدار کی غلط رہنمائی کرتا ہے۔ مُشتری۔ وہ مُرید بھی بغیر مشاہدہ کے بکواس شروع کر دیتا ہے اور فرضی مستی ظاہر کرنے لگتا ہے۔ دوغ ترشہ۔ یعنی چھاچھ پی کر فرضی مستی ظاہر کرتا ہے۔

۵۳ مشتری کو۔ ایک مومن کا خریدار دراصل اللہ تعالیٰ ہے قرآن پاک میں ہے "اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ" اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں۔ از غم ہر۔ ایک مومن کو کسی اور خریدار کی فکر میں نہ پڑنا چاہیے۔ عالم آں۔ اللہ تعالیٰ تیرا جویاں ہے اور وہ تیرے انجام کو جانتا ہے۔

ہیں مکش ہر مشتری را تو بدست[1] — عشقبازی با دو معشوقہ بدست

خبردار! ہر خریدار کو تو ہاتھ سے نہ کھینچ — دو معشوقوں سے عشقبازی بُری ہے

زو نیابی سود مایہ گر خرد — نبودش خود قیمت عقل و خرد

اگر وہ یوں ہی کو خریدے گا تو اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکیگا — اس کے پاس (دیتری) عقل اور سمجھ کی قیمت ہی نہ ہوگی

نیست اُو را خود بہائے نیم نعل — تو بر و عرضہ کُنی یاقوت و لعل

خود اسکی قیمت آدھے نعل کی نہیں ہے — تو اس کو یاقوت اور لعل دکھا رہا ہے

حرص[2] کورت کرد و محرومت کُند — دیو ہمچوں خویشش مرجومت کُند

لالچ نے تجھے اندھا کر دیا اور محروم کرے گا — شیطان تجھے اپنی طرح سنگسار بنادے گا

ہمچناں کاصحابِ فیل و قوم لوط — کردشاں مرجوم چوں خود آں سخوط

جس طرح اصحاب فیل اور لوط کی قوم کو — اس مغضوب نے اپنی طرح سنگسار بنا دیا

مشتری را صابراں دریافتند — چوں سوئے ہر مشتری نشتافتند

صابر لوگوں نے خریدار پالیا ہے — کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دوڑے ہیں

واں کہ گرداند رُو زاں مشتری — بخت و اقبال و بقا زو شد بری

جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا — نصیبہ اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہو گئے

ماند حسرت بر حریصاں تا ابد — ہمچو حالِ اہلِ ضرواں[3] در حسد

لالچیوں کو ہمیشہ حسرت رہی — جس طرح حسد میں ضروان والوں کا حال

قصہ اہلِ ضرواں و حسدِ ایشاں بر درویشاں کہ پدرِ ما از سلیمی

ضروان کے باشندوں کا قصہ اور ان کا فقیروں پر حسد کرنا کہ ہمارا باپ سادہ پن

اغلبِ دخلِ باغ را بمسکیناں بیداد، چوں انگور بودے عشر

سے باغ کی زیادہ پیداوار مسکینوں کو دیدیتا تھا جب انگور ہوتے دسواں حصہ

دادے و چوں مویز و دوشاب شدے عشر دادے و چوں حلوا

دیدیتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں دے دیتا اور جب حلوا یا

و پالودہ کردے عشر دادے واز قصیل عشر دادے و چوں

فالودہ بناتا دسواں دے دیتا کچی کھیتی میں سے دسواں دے دیتا اور جب

خرمن میکوفتے از کفہ آمیختہ عشر دادے و چوں گندم از

کھلیان گہاتا آدھے گہائے ہوئے میں سے دسواں دیدیتا اور جب گیہوں

---

[1] بدست (شعر)
ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں
تو۔ اگر خدا کے علاوہ کوئی خریدار بنے گا تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا اس خریدار کے پاس تجھے خریدنے کی قیمت کہاں ہے۔ نیست۔ وہ خود دو کوڑی کا ہے اس پر اپنی عقل و خرد کے لعل و یاقوت کو پیش کرنا نادانی ہے۔

[2] حرص۔ لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ مرجوم۔ سنگسار۔ اصحاب فیل۔ ابرہہ کا لشکر جس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تھی۔ سخوط۔ مغضوب یعنی شیطان۔ واں کہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرتا ہے وہ بڑا بدنصیب ہے اور تباہ ہو جاتا ہے۔

[3] ضرواں یمن میں ایک گاؤں تھا۔ سلیمی۔ بیوقوفی بھولا پن۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ قصیل۔ کچی کھیتی۔ کفہ۔ کاف کے زبر اور فا کی خفت کے ساتھ نیم کوفتہ۔

کہ جدا شُدے عشر دادے وچوں آرد کردے عشر دادے وچوں
بھوسے سے جدا ہوتے دسواں دے دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دیدیتا اور

خمیر کردے عشر دادے وچوں نان پختے عشر دادے لاجرم
جب گوندھتا دسواں دیدیتا اور جب روٹی پکاتا دسواں دے دیتا لامحالہ

حق تعالیٰ در باغ و کشت برکتے نہادہ بُود کہ ہمہ اصحاب
اللہ تعالیٰ نے باغ اور کھیتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ والے

باغہا محتاجِ اُو بُودندے ہم بمیوہ وہم بسیم واُو محتاجِ
اُس کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ اُن میں سے

ہیچ کس نے از ایشاں و فرزندانِ اُو خرجِ عشر میدیدند مکرر
کسی کا محتاج نہ ہوتا اُس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرچ دیکھا

واں برکت نمی دیدند ہمچو آں زنِ بدبخت کہ کیرِ خر دیدو
اور وہ برکت نہ دیکھی اُس بدبخت عورت کی طرح جس نے گدھے کا ذکر دیکھا

کدو را ندید
اور کدو نہ دیکھا

بُود مردے صالحے ربّانیے[1] | عقلِ کامل داشت و پایاں دانیے
ایک نیک خدا پرست شخص تھا | کامل عقل رکھتا تھا اور انجام سے باخبر تھا

در دہِ ضرواں بنزدیکِ یمن | شہرہ اندر صدقہ و خُلقِ حَسَن
یمن کے نزدیک ضروان گاؤں میں | خیرات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا

کعبۂ درویش بُودے کوئے اُو | آمدندے مُستمنداں[2] سُوئے اُو
اُس کی گلی فقیر کا کعبہ ہوتی | مزدور حاجتمند اس کی جانب آتے

ہم ز خوشہ عشر دادے بے ریا | ہم ز گندم چوں شُدے از کہ جُدا
بغیر ریاکاری کے بالوں میں سے دسواں دیتا | گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا ہو جاتے

آرد گشتے عشر دادے ہم ازاں | ناں شُدے عشرِ دگر دادے ز ناں
آٹا بنتا تو اس میں سے بھی دسواں دیتا | روٹی بنتی، روٹی میں سے دوسرا دسواں دیتا

عشرِ ہر دخلے فرو نگذاشتے | چار بارہ دادے زانچہ کاشتے
کسی آمدنی کے دسویں میں فروگذاشت نہ کرتا | جو بوتا اُس میں سے چار بار ادا کرتا

[1] ربّانی۔ اللہ والا۔ کعبہ۔ یعنی فقراء اُس کے گھر کا چکر کاٹتے رہتے تھے۔
[2] مُستمنداں حاجتمند۔ عُشر۔ شرعی اعتبار سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کرنا ہوتا ہے۔

از عنب عشرے بدادے وز مویز — عشر ہم دادے وے از دوشاب[1] نیز
انگوروں سے دسواں دیتا اور کشمش میں سے — وہ انگور کے شیرے میں سے بھی دسواں دیتا

ہم ز حلوا عشر واز پالودہ ہم — می فرونگذاشتے از بیش و کم
حلوے میں سے بھی دسواں اور فالودے میں سے بھی — اور کم اور زیادہ میں سے نہ چھوڑتا

بس وصیتہا بگفتے ہر زماں — جمع فرزندانِ خود را آں جواں
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا — وہ جوان اپنی سب اولاد کو

اللہ اللہ قسمِ مسکیں بعدِ من — وامگیرید ش ز حرصِ خویشتن
خدا کے لئے میرے بعد مسکین کے حصہ کو — اپنی حرص سے بند نہ کرنا

تا بماند بر شما کشت و ثمار — در پناہِ طاعتِ حق پائدار
تاکہ تم پر کھیتی اور پھل رہیں — مستقل خدا کی اطاعت کی حفاظت میں

دخلہا و میوہا جملہ زغیب — حق فرستادست بے تخمین و ریب
آمدنیاں اور میوے سب غیب سے — بے اندازہ اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے بھیجے ہیں

در محلِّ[2] دخل اگر خرجے کنی — در گہِ سودست بر سودے زنی
آمدنی کے وقت اگر تو خرچ کرے گا — وہ فائدے کا دربار ہے تو فائدہ اٹھائے گا

ترک اغلب دخل را در کشت زار — باز کارد کہ ویست اصلِ ثمار
کاشتکار، پیداوار کا اکثر حصہ کھیت میں — پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے

بیشتر کارد خورد زاں اندکے — کہ ندارد در بروئیدن شکے
زیادہ بو دیتا ہے، اس میں سے تھوڑا سا کھاتا ہے — کیونکہ اس کو اگنے میں کوئی شبہ نہیں ہے

زاں بیفشاند بکشتن ترک دست — کاں غلہ ہم زاں زمیں حاصل شدست
کاشتکار بونے میں ہاتھ اسی لئے جھاڑ لیتا ہے — کیونکہ وہ غلہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے

کفشگر[3] ہم آنچہ افزاید زناں — میخرد چرم و ادیم و سختیاں
روٹی سے جو زائد ہوتا ہے، موچی بھی — چمڑا اور نرمی اور میش خرید لیتا ہے

کہ اصولِ دخلم اینہا بودہ اند — ہم ازینہا می کشاید رزقِ بند
کہ میری آمدنی کی بنیادیں یہ بنی ہیں — انہی سے بند رزق کھلتا ہے

دخل او زم آنجا آمدستش لاجرم — ہم در آنجا میکند داد و کرم
لامحالہ اس کی آمدنی اس جگہ سے ہی ہوئی ہے — اسی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے

---

[1] دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ اللہ اللہ۔ وہ خدا رسیدہ مرد اپنی اولاد کو وصیتیں کرتا کہ دسواں حصہ ضرور خیرات کرتے رہنا۔ دخلہا۔ جملہ پیداوار حقیقتاً اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] در محل۔ پیداوار کے وقت اگر خرچ کرو گے فائدہ میں رہو گے۔ ترک۔ یعنی کاشتکار پیداوار کا زیادہ حصہ پھر زمین میں بو دیتا ہے۔ در بروئیدن۔ اس میں با زیادہ ہے۔ دست افشاندن۔ یعنی بونا۔

[3] کفشگر۔ موچی، جفت ساز۔ ادیم۔ نرمی یعنی وہ کھال جو سرخ رنگی جاتی ہے۔ سختیان۔ بھیڑ کی دباغت شدہ کھال، میش۔ کہ اصول۔ ان چیزوں میں وہ آمدنی کو صرف کرتا ہے کیونکہ آمدنی کی اصل و بنیاد یہی چیزیں ہیں۔

این[1] زمین و سختیاں پردہ ست و بس — اصلِ روزی از خدادان ہر نفس

یہ زمین اور کھال بس پردہ ہے — اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے سمجھ

چوں بکاری در زمینِ اصل کار — تا بروید ہر یکے را صد ہزار

تو جب بوئے اصل زمین میں تو — تاکہ ہر ایک کے لاکھ اُگیں

گیرم اکنوں تخم را گر کاشتی — در زمینے کش سبب پنداشتی

میں نے مانا، اب اگر تو نے بیج بو دیا ہو — اُس زمین میں جس کو تو نے سبب سمجھا ہے

چوں[2] دو سہ سال آں نروید چوں کنی — جز کہ در لابہ و دعا کف بر زنی

اگر دو دو تین سال نہ اُگے تو کیا کرے گا! — بجز اس کے کہ خوشامد اور دعا میں ہاتھ اُٹھائیگا

دست بر سر میزنی پیشِ الٰہ — دست و سر بر دادنِ رزقش گواہ

خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا — ہاتھ اور سر اُس کے رزق دینے پر گواہ ہیں

تا بدانی اصلِ اصلِ رزق اوست — تا ہم او را جوید آں کو رزق جوست

تاکہ تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے — جو رزق تلاش کرتا ہے اُسی سے ڈھونڈتا ہے

رزق از وے جو مجو از زید و عمر — مستی از وے جو مجو از بنگ و خمر

رزق اُس سے مانگ، زید اور عمر سے نہ مانگ — مستی اُس سے چاہ، بھنگ اور شراب سے نہ چاہ

منعمی زو خواہ نے از گنج و مال — نصرت از وے خواہ نے از عم و خال

خوشحالی اُس سے چاہ نہ کہ خزانے اور مال سے — مدد اس سے چاہ نہ کہ چچا اور ماموں سے

عاقبت[3] زینہا بخواہی ماندن — ہیں کرا خواہی در آں دم خواندن

انجام کار تو اُن سے (الگ) رہ جائے گا — ہاں، اُس وقت تو کسے پکارے گا!

ایں دم او را خوان و باقی را بماں — تا تو باشی وارثِ ملکِ جہاں

اِس وقت اُس کو پکار اور باقی کو چھوڑ — تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے

چوں یفر المرء آید من اخیہ — یھرب المولود یوماً من ابیہ

جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا — وہ دن کہ اولاد اپنے باپ سے بھاگے گی

---

[3] عاقبت۔ انسان اپنے خزانے اور مال کو دنیا میں ہی چھوڑ جاتا ہے، تعلق اُس چیز سے پیدا کرنا چاہئے جو ساتھ دے سکے۔ چوں۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی، اپنی اولاد سے بھاگے گا ہر شخص کی اُس دن وہ حالت ہوگی جو دوسروں سے اُس کو لاپروا کر دے گی۔

[1] این زمین۔ پیداوار کے ظاہری اسباب محض ایک پردہ ہیں ورنہ اصل روزی رساں خدا ہے... صد ہزار۔ قرآن پاک میں ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں ایک دانہ کی سی ہے جس نے سات بالیں اُگائیں ہر بال میں سو دانے، اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے دوگنا کر دیتا ہے۔

[2] چوں۔ جب انسان اسباب سے مایوس ہوجاتا ہے تو پھر خدا ہی سے مانگتا ہے۔ وقت کھیتی کی تباہی کے وقت سر پیٹ کر خدا سے دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اصل رزق دینے والا خدا ہی کو سمجھتا ہے۔ رزق۔ جب حقیقی رزّاق خدا ہے تو اُسی سے رزق مانگنا چاہئے... مستی۔ اصل مستی بھی خدا کے عشق سے ہی حاصل ہوتی ہے انسان کو اُس کی جستجو چاہئے۔ بھنگ اور شراب کی مستی وقتی ہوتی ہے۔ منعمی۔ انسان کی اصل مالداری نفس کی مالداری ہے جو عطاءِ خداوندی ہے

زاں[1] شود ہر دوست آں ساعت عدو — کہ بتِ تو بود و از رہ مانع او

اس لئے ہر دوست اس وقت دشمن بن جائے گا — کیونکہ وہ تیرا بت تھا، راستہ سے مانع تھا

روئے از نقاش بر می تافتی — چوں ز نقشش انسِ دل می یافتی

تونے نقاش سے منہ پھیر لیا — جبکہ اس کے (بنائے ہوئے) نقش سے دل کا انس محسوس کیا

ایں دم ار یارانت با تو ضد شوند — وز تو بر گردند و در خصمی روند

اگر تیرے دوست اس وقت تیرے مخالف ہو جائیں — تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں چلے جائیں

ہیں بگو نک روزِ من پیروز شد — آنچہ فردا خواست شد امروز شد

ہاں، کہہ دے کہ اب میرا دن لعیبہ ور ہے — جو کچھ کل کو ہوتا، وہ آج ہو گیا

ضدِ من گشتند اہلِ ایں سرا — تا قیامت عین شد پیشیں مرا

اس جہان والے میرے مخالف ہو گئے — یہاں تک کہ قیامت میرے لئے پیشگی نقد بن گئی

پیش[2] ازاں کہ روزگارِ خود برم — عمر با ایشاں بپایاں آورم

اس سے قبل کہ میں اپنی عمر پوری کروں — ان کے ساتھ زندگی بسر کروں

کالۂ معیوب بخریدہ بدم — شکر کز عیبش بگہ واقف شدم

میں نے ایک عیب دار سامان خرید لیا تھا — شکر ہے کہ اس کے عیب سے صبح سویرے واقف ہو گیا

پیش ازاں کز دست سرمایہ شدے — عاقبت معیوب بیروں آمدے

اس سے پہلے ہی کہ ہاتھ سے سرمایہ چلا جاتا — آخر میں معیوب ظاہر ہوتا

مال رفتہ عمر رفتہ اے نسیب — مال و جاں دادہ پئے کالہ معیب

اے شریف! مال گیا، عمر گئی — عیب دار سرمایہ کے لئے مال اور جان دے دی

نقد[3] دادم زرِ قلبے بستدم — شاد شاداں سوئے خانہ می شدم

میں نے نقد دے دیا اور کھوٹا سونا لے لیا — خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا

شکر کایں زر قلب پیدا شد کنوں — پیش ازاں کہ عمر بگذشتے فزوں

شکر ہے، کہ یہ کھوٹا سونا ابھی واضح ہو گیا — اس سے پہلے کہ زیادہ عمر گذر جاتی

قلب ماندے تا ابد در گردنم — حیف بودے عمر ضائع کردنم

کھوٹا (سونا) ہمیشہ کے لئے میری گردن میں ہوتا — مجھے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا

چوں بگہ تر قلبی او رو نمود — پائے خود را واکشم من زود زود

چونکہ صبح سویرے اس کا کھوٹ پن ظاہر ہو گیا — میں بہت جلد واپس ہو جاؤں گا

---

[1] زاں۔ اس حالت کی وجہ سے انسان کے لئے اس کا ہر دوست اس کا دشمن ثابت ہو گا کیونکہ وہ دوست بھی اس کو ایک بت کی طرح خدا سے غافل بنا رہا تھا۔ روئے۔ مصنوع سے دل لگانا صانع سے دل ہٹانا ہے۔ ایں دم۔ اگر دنیاوی دوست اس دنیا ہی میں تیرے مخالف ہو جائیں تو یہ تیری خوش قسمتی ہو گی۔ ضدِ من۔ آخرت میں جو تیرے لئے مصیبت تھی وہ تو نے دنیا میں بھگت لی۔

[2] پیش ازاں۔ ان دوستوں کا نقصان دنیا میں برداشت کر لینا آسان ہے۔ پیش ازاں۔ اس کی یہ مثال ہے کہ خراب سودا خریدنے پر فوراً اس کے عیب سے واقفیت ہو جائے تو کچھ تدارک ممکن ہے ورنہ پھر افسوس ہی افسوس کرنا پڑتا ہے۔

[3] نقد دادم۔ انسان یہی کہتا ہے کہ ہائے افسوس میں کھوٹا سونا خرید کر کیسا خوش خوش گھر آیا تھا۔ شکر۔ اگر فوراً کھوٹ ظاہر ہو جائے اور انسان اس کا تدارک کر لے تو شکر ادا کرتا ہے۔

یارِ[1] تو چوں دشمنی پیدا کُند — گر ز حقد و رشک اُو بیروں زند

تیرا دوست جب دشمنی ظاہر کرے — وہ حملہ اور کینہ اور رشک ظاہر کرے

تو ازاں اعراضِ اُو افغاں مکُن — خویشتن را ابلہ و ناداں مکُن

تو اُس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر — اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا

بلکہ شکرِ حق کُن و ناں بخش کُن — کہ نگشتی در جوالِ اُو کُہن

بلکہ اللہ کا شکر کر اور روٹی خیرات کر — کہ تو اُس کے بورے میں پُرانا نہ بنا

از جوالش زود بیروں آمدی — تا بجوئی یارِ صدق و سرمدی

تو اُس کے بورے سے جلد باہر آگیا — تاکہ سچے اور دائمی یار کو تلاش کرے

نازنیں یارے کہ بعد از مرگِ تو — رشتۂ یاریِ اُو گردد سہ تو

وہ نازوں بھرا یار کہ تیرے مرنے کے بعد — اُس کی یاری کا رشتہ تگنا ہو جائے

آں[2] مگر سلطاں بُود شاہِ رفیع — یا بُود مقبولِ سلطان و شفیع

وہ یا تو شہنشاہ فرمانروائے برتر ہے — یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے

رستی از قلّاب سالوس و دغل — غرّ اُو دیدی عیاں پیش از اجل

تو مکر اور فریب کے آنکڑے سے بچ گیا — تو نے موت سے پہلے اُس کی غفلت دیکھ لی

ایں جفائے خلق با تو در جہاں — گر بدانی گنجِ زر آمد نہاں

دنیا میں تیرے ساتھ لوگوں کا ظلم — اگر تو سمجھے، سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا

خلق را با تو چنیں بدخو کنند — تا تُرا ناچار رُو آں سو کنند

لوگوں کو تیرے ساتھ اس طرح بدعادت کر دیتے ہیں — تاکہ تجھے مجبور اور اُس جانب کو کر دیں

ایں یقیں داں کاندر آخر جملہ شاں — خصم گردند و عدوّ و سرکشاں

تو اس کو یقینی سمجھ کہ آخر میں سب — مخالف اور دشمن اور سرکش بن جائیں گے

تو[3] بمانی با فغاں اندر لحد — لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا خواناں از احد

تو لحد میں فریاد کرتا ہوا رہ جائے گا — خدا سے "مجھے اکیلا نہ چھوڑ" کہتے ہوئے

ایں جفایت بہ ز عہدِ وافیاں — ہم ز دادِ تُست عہدِ باقیاں

تیرے اوپر یہ ظلم وفاداروں کے عہد سے اچھا ہو — باقی لوگوں کا عہد بھی تیری عطا ہے

بشنو اے عقلِ خود اے انبار دار — گندمِ خود را بارض اللہ سپار

اے کھلیان والے! اپنی عقل سے سن لے — اپنے گیہوں کو اللہ تعالیٰ کی زمین کے سپرد کر دے

---

[1] یارِ تو - اسی طرح اگر دنیا ہی میں تیرا دوست تجھ سے بگڑے تو اس پر شکوہ نہ کر بلکہ شکر ادا کر۔ بلکہ - دنیاوی علائق دنیا ہی میں ٹوٹ جانے پر شکریہ ادا کرنا چاہیے اور صدقہ و خیرات کرنا چاہیے۔ از جوالش - تجھے اس بات پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ تو اس کے پھندے سے نکل گیا اور اب سچے دوست کی تلاش میں لگ جائیگا۔ نازنیں - وہ نازوں بھرا دوست تجھے مل جائے گا تو آخرت میں تیرا ساتھ دے گا۔

[2] آں - وہ دوست جو آخرت میں کام آئے وہ خدا یا خدا کا مقبول بندہ ہے۔ ایں جفا - دنیاوی دوستوں کی جفاکاری تیرے لئے رحمتِ خداوندی ہے۔ خلق را - جب اللہ تعالیٰ کا کسی پر کرم ہوتا ہو تو وہ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ انسان دنیوی علائق توڑ دیتا ہے۔

[3] تو بمانی - اگر یہی دنیاوی دوستیاں باقی رہیں تو قبر میں تو تنہا ہوگا اور پھر پکارے گا کہ اے خدا مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ایں جفایت - دنیاوی تعلقات کے ٹوٹنے کو تو کہیگا کہ یہ جفا ان کی دوستی سے بھلی تھی۔ بشنو - مولانا پہلے اللہ کے راستہ میں عرض کرنے کی خوبیاں بیان کر رہے تھے پھر اسی مضمون کو شروع کیا ہے۔

تا شود ایمن ز دزد و از سپش — دیو را بادیو چہ زو تر بکش

تا کہ وہ چور اور سرکشی سے محفوظ ہو جائے — شیطان کو ڈنک کے ذریعہ مار ڈال

کو ہمی ترساندت ہر دم ز فقر — ہمچو کبکش صید کن اے نرہ صقر

جو تجھے فقر سے ہر وقت ڈراتا ہے — اے نر شکرے! چکور کی طرح اس کا شکار کرے

بازِ سلطانی عزیز و کامیار — ننگ باشد کہ کند کبکش شکار

تو بادشاہ کا پیارا اور کامیاب باز ہے — ذلت ہے کہ تجھے چکور شکار کرے

بس وصیت کرد و تخمِ وعظ کاشت — چون زمینشان شورہ بد سودے نداشت

اس نے بہت وصیت کی اور وعظ کا بیج بویا — چونکہ اُن کی زمین شوریلی تھی کوئی فائدہ نہ ہوا

گرچہ ناصح را بود صد داعیہ — پند را اذنے بباید واعیہ

اگرچہ نصیحت کرنے والے کے سو داعیے ہوں — نصیحت کے لئے، حفاظت کرنیوالا کان چاہیئے

تو بصد تلطیف پندش میدہی — او ز پندت میکند پہلو تہی

تو سیکڑوں نرمیوں کے ساتھ اُسکو نصیحت کرتا ہو — وہ تیری نصیحت سے پہلو تہی کرتا ہے

یک کسِ نامستمع ز استیز و رد — صد کسِ گوینده را عاجز کند

ایک نہ سننے والا شخص، جھگڑے اور انکار سے — سو کہنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے

ز انبیا ناصح تر و خوش لہجہ تر — کے بود کہ رفت دمشان در حجر

انبیاء سے زیادہ ناصح اور شیریں زبان — کب ہوا ہے کیونکہ اُن کی بات پتھر میں گھس گئی ہے

زانچہ کوہ و سنگ در کار آمدند — می نشد بدبخت را بکشادہ بند

جن باتوں سے پہاڑ اور پتھر کار آمد بن گئے — بدبخت کی گرہ نہ کھلی

آنچنان دلہا کہ بدشان ما و من — نعتِ شان شد بل اشد قسوة

وہ دل جو متکبر تھے — اُنکی صفت بلکہ (پتھروں سے بھی) زیادہ سخت ہو گئی

در بیان آنکہ عطائے حق سبحانہٗ تعالیٰ و قدرت او موقوف قابلیت

اس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور قدرت بندوں کی عطا کی طرح قابلیت پر

نیست ہمچون دادِ خلقان کہ آنرا قابلیت باید زیرا کہ عطائے حق تعالیٰ

موقوف نہیں ہے اُس (مخلوق کی عطا) کے لئے قابلیت چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ

قدیم است و قابلیت حادث عطا صفت حق است جل جلالہٗ و

قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے عطا اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کی صفت ہے اور

ۓ تا شود۔ اس واسطے کہ اللہ کی سرزمین میں بوئے تاکہ اس کو چور چرا سکے نہ اسکو بھون سکے۔ دیو را۔ شیطان جو فقر کے وسوسے پیدا کرے اس کو لاحول کی ڈنک لگائے۔ ہمچو۔ شیطان کو اس طرح شکار کرے جس طرح شکرا چکور کا شکار کر لیتا ہے۔ باز سلطانی۔ اگر شاہی باز کو چکور مار ڈالے تو بڑے شرم کی بات ہے۔ بس وصیت۔ باپ نے بہت سمجھایا تھا لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پند را۔ نصیحت بھی اثر کرتی ہے جس کے کان اس کو قبول کریں۔

ۓ تو بصد۔ جس شخص کا ارادہ سننے کا نہ ہو اس کو کیسی ہی نرمی سے سمجھاؤ وہ اعتراض ہی کرے گا انبیاء اس قدر محبت اور پیار سے سمجھاتے تھے کہ ان کی نصیحت پتھر تک قبول کر لیتے تھے لیکن کفار قبول نہ کرتے تھے۔ اشد قسوة۔ قرآن نے کافروں کے دلوں کو پتھر سے زیادہ سخت اور متاثر نہ ہونے والا قرار دیا ہے۔

ۓ در بیان۔ حضرت حق کی عطا کے لئے قابلیت ضروری نہیں ہے جب عطا ہوتی ہے تو قابلیت خود پیدا ہو جاتی ہے عطا اللہ کی صفت ہے جو قدیم ہے قابلیت بندہ کی صفت ہے جو حادث ہے تو قدیم کے لئے حادث کیسے شرط بن سکتا ہے جبکہ شرط پہلے ہوتی ہے۔

قابلیت صفتِ مخلوق و قدیم موقوفِ حادث نباشد

قابلیت مخلوق کی صفت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہوتا ہے

11

چارۂ آں دل عطائے مُبدلیست | دادِ اُو را قابلیت شرط نیست
اُس دل کا علاج، بدل دینے والے کی مہربانی ہے | اُس کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اُوست | دادِ لُب و قابلیت ہست پوست
بلکہ قابلیت کی شرط، اُس کی عطا ہے | عطا مغز ہے، اور قابلیت چھلکا ہے

اینکہ موسیٰ را عصا ثعباں شود | ہمچو خورشیدے کفش رخشاں شود
یہ کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اژدھا بنے | اُن کی ہتھیلی سورج کی طرح چمک دار بنے

صد ہزاراں معجزاتِ انبیا | کاں نگنجد در ضمیرِ عقلِ ما
انبیاء کے لاکھوں معجزے | جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں

نیست از اسباب، تصریفِ خداست | نیستہا را قابلیت از کجاست
وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں، خدا کا تصرف ہے | فنا ہونے والوں کے لئے قابلیت کہاں ہے؟

قابلی گر شرطِ فعلِ حق بُدے | ہیچ معدومے بہ ہستی نامدے
اللہ (تعالیٰ) کے کام کیلئے اگر قابل ہونا شرط ہوتا | تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا

سُنتے بنہادہ و اسباب و طُرق | طالباں را زیر ایں ازرق تتُق
(اللہ نے) دستور اور اسباب اور راستے رکھدیئے ہیں | اس نیلے سراپردہ کے نیچے طلبگاروں کیلئے

بیشتر اَحوال بر سُنت رَوَد | گاہ قدرت خارقِ سُنت شود
زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں | کبھی قدرت (الٰہی) دستور کو توڑنے والی بنجاتی ہے

سُنت و عادت نہادہ بامزہ | باز کردہ خرقِ عادت معجزہ
پُرلطف دستور اور عادت مقرر کی ہے | پھر دستور کے توڑنے کو معجزہ بنا دیا

بے سبب گر عِز بما موصول نیست | قدرت از عزلِ سبب معزول نیست
اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی | قدرت (الٰہی) سبب کو معزول کردینے سے معزول نہیں ہے؟

اے گرفتارِ سبب بیروں مپر | لیک عزلِ آں مُسبب ظن مبر
اے سبب کے پابند سبب، باہر پرواز نہ کر | لیکن اُس سبب پیدا کرنیوالے کی معزولی کا گمان کر

لے چارہ۔ یہ دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے اُسکی اصلاح کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ اُس میں تبدیلی کردے۔ دادِ اُو را۔ اللہ جب چاہتا ہے تو ایسے دل میں تبدیلی پیدا کرکے اُس میں قبول کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ قابلیت۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض اور عطا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں فیضِ اقدس اور فیضِ مقدس۔ فیضِ اقدس وہ ہے جو ذاتِ باری تعالےٰ سے اعیانِ ثابتہ میں پہنچتا ہے اُس کے لئے استعداد شرط نہیں ہے اور فیضِ مقدس وہ ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کی طرف آتا ہے یہ بقدرِ استعداد اور قابلیت پہنچتا ہے۔ اینکہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اور حضرت موسیٰ کا یدِ بیضا فیضِ اقدس کی مثالیں ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کے معجزے اُن چیزوں میں سے ہیں جن میں قابلیت شرط نہیں ہے۔
لے نیست۔ اِن معجزات کا اسباب سے مہیا شدہ قابلیت سے تعلق نہیں ہے بلکہ یہ داد بطور فیضِ اقدس کے ہے۔ قابلی۔ اگر ہر چیز میں قابلیت شرط ہو تو پھر کوئی معدوم وجود میں نہ آئے اسلئے کہ معدوم میں اسباب سے مہیا شدہ قابلیت کہاں ہے وہ خود ہی معدوم ہے۔ سُنتے۔ عام حالات میں سنتِ الٰہی یہی ہو کہ اسباب مہیا ہوں اور قابلیت ہو تو عطا ہوتی ہے۔ خارق۔ جب فیضِ اقدس کا معاملہ ہوتا ہے تو سنتِ الٰہی کے خلاف ہوتا ہے
لے معجزہ۔ یہ سنتِ الٰہی کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بے سبب۔ عزت اسباب سے حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ کی قدرت بغیر سبب عزت عطا فرمائے۔ اے گرفتار۔ عوام کو اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن مسبب الاسباب سے غفلت نہ برتنی چاہیئے۔

ہر چہ خواہد آں مسبب آورد[۱] — قدرتِ مطلق سببہا بر درد

وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے — مطلق قدرت اسباب کو پھاڑ ڈالتی ہے

لیک اغلب بر سبب راند نفاد — تا بداند طالبے جستن مراد

لیکن وہ عموماً سبب پر مدار رکھتا ہے — تاکہ طلبگار مراد کو تلاش کرنا جان جائے

چوں سبب نبود چہ رہ جوید مرید — پس سبب در راہ می آید پدید

جب سبب نہ ہو تو ارادہ کرنے والا کونسا راستہ ڈھونڈے — تو سبب راستے کے بارے میں نمودار ہوتا ہے

ایں سببہا بر نظرہا پردہاست — کہ نہ ہر دیدار صنعش را سزاست

یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں — کیونکہ ہر شخص اس کی کاریگری کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے

دیدہ باید سبب سوراخ کن — تا حجب را بر کند از بیخ و بن

سبب میں سوراخ کرنے والی نگاہ چاہیئے — تاکہ وہ جڑ اور بنیاد سے پردوں کو اکھاڑ پھینکے

تا مسبب بیند اندر لامکاں — ہرزہ بیند جہد و اسباب و دکاں

حتیٰ کہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے — کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار سمجھے

از مسبب میرسد ہر خیر و شر[۲] — نیست اسباب و وسائط اے پدر

ہر بھلائی اور برائی سبب پیدا کرنے والے کی طرف سے آتی ہے — اے باوا! اسباب اور واسطے نہیں ہیں

جز خیالِ منعقد بر شاہراہ — تا بماند دورِ غفلت چندگاہ

سوائے خیال کے جو راستہ پر جما ہوا ہے — تاکہ تھوڑی دیر غفلت کا زمانہ رہے

در ابتدائے[۳] خلقتِ جسمِ آدم علیہ السلام کہ جبرئیل علیہ السلام را اشارت کرد کہ برو از زمین مشتِ خاک برگیر و بروایتے از ہر نواحی مشتِ خاک برگیر

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ جا، زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہر جانب سے مٹی کی مٹھی اٹھا لے

چونکہ صانع خواست ایجادِ بشر — از برائے ابتلائے خیر و شر

جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش چاہی — خیر اور شر میں آزمانے کے لئے

جبرئیلِ صدق را فرمود رو — مشتِ خاکے از زمیں بستاں گرو

جبرئیل امین سے فرمایا، جا — ایک مٹھی مٹی زمین سے قبضہ میں لے

---

[۱] قدرت مطلق۔ اللہ تعالیٰ کی علی الاطلاق قدرت اسباب کی محتاج نہیں ہے۔ تا بداند۔ عوام کی مقصد کی تلاش میں اسباب رہنمائی کرتے ہیں۔ ایں سببہا۔ مقاصد کے اسباب اللہ کی قدرت کے لئے حجاب بنائے گئے ہیں اس لئے کہ ہر شخص بلاواسطہ قدرت کے مشاہدہ کا اہل نہیں ہے۔ دیدہ۔ لیکن انسان کو وہ نظر رکھنی چاہئے جو اسباب کو چاک کر کے اصل قدرت کو دیکھ سکے۔ تا حجب۔ جب مسبب الاسباب کو دیکھ لیگا تو اسکی نگاہ میں اسباب بے حقیقت بن جائینگے۔

[۲] از مسبب۔ ہر خیر و شر مسبب الاسباب کی جانب سے ہے اسباب اور وسائل محض خیالی چیزیں ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت کا گذرے اور غیب پر ایمان کے فضائل حاصل ہو سکیں۔

[۳] در ابتدا۔ جس وقت حضرت آدم کا پتلا بنایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لے آؤ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ زمین کے ہر گوشے سے ایک ایک مٹھی مٹی لانے کا حکم دیا تھا۔ از برائے۔ انسان کی تخلیق میں آزمائش کی حکمت مضمر ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت طاری رہے۔ جبرئیل صدق۔ یعنی صادق جبرئیل۔

اُو میاں بست و بیامد بر زمیں
وہ کمربستہ ہوئے اور زمین پر آئے

تا گزارد امرِ ربّ العالمیں
تاکہ ربّ العالمین کے حکم کو انجام دیں

دست سوئے خاک بُرد آں مؤتمرؔ
اُس فرمانبردار نے زمین کی جانب ہاتھ بڑھایا

خاک خود را در کشید و شُد حذر
زمین نے اپنے آپ کو ہٹایا اور ڈری

پس زباں بکشاد خاک و لابہ کرد
پھر زمین نے زبان کھول اور خوشامد کی

کز برائے حُرمتِ خلّاقِ فرد
کہ یکتا خلاق کی عزت کے طفیل

ترکِ من گو و برو جانم بہ بخش
مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ میری جان بخشی کردو

رُو بتاب از من عناں خنگ و رخش
گھوڑے اور سواری کی باگ میری جانب سے موڑ دو

در کشاکشہائے تکلیف و خطر
خطروں اور تکلیف کی کشمکش میں

بہرِ اللہ ہِل مرا اندر مبر
خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو، اندر نہ لے جاؤ

بہرِ آں لطفے کہ حق برگزید
اُس کرم کے طفیل کہ اللہ (تعالیٰ) نے آپکو برگزیدہ بنایا

کرد بر تو علمِ لوحِ کُل پدید
لوحِ محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا

تا ملائک را معلّم آمدی
یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے اُستاد بنے

دائما با حق مکلّم آمدی
ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) سے گفتگو کرنیوالے بنے

ہم سفیرِ انبیاء خواہی بدن
آپ انبیاء کے سفیر بھی بنیں گے

تو حیاتِ جانِ وحی نے بدن
آپ وحی کی جان کی زندگی ہیں نہ کہ بدن کی

بر سرافیلت فضیلت بُود از اں
حضرت اسرافیلؑ پر آپ کو اسی لئے فضیلت ہے

کو حیاتِ تن بُود تو آنِ جاں
کہ وہ بدن کی زندگی ہیں، آپ جان کی ملکیت ہیں

بانگِ صورش نشأۃ تنہا بُود
اُن کے صور کی آواز جسموں کا زندہ ہونا ہے

نفخِ تو نشوِ دلِ یکتا بُود
آپ کا دم کرنا یکتا دل کا نشو (نما) ہوگا

مغزِ جانِ تن حیاتِ دل بُود
جسم کی جان کا مغز، دل کی زندگی ہے

پس ز دادش دادِ تو افضل بُود
اُن کی عطا سے آپ کی عطا بڑھی ہوئی ہے

باز میکائیل رزقِ تن دہد
پھر حضرت میکائیلؑ جسم کا رزق دیتے ہیں

سعیِ تو رزقِ دلِ روشن دہد
آپ کی کوشش، روشن دل کو رزق دیتی ہے

اُو بداد کیل پُر کرد ست ذیل
انہوں نے پیمانہ کی عطا سے دامن بھر دیا ہے

دادِ رزقِ تو نمی گنجد بہ کیل
آپ کے رزق کی عطا پیمانہ میں نہیں سماتی ہے

لہ مؤتمر - فرمانبردار. خنگ - اگر گھوڑے کا سفید رنگ مائل بہ سیاہی یا سبزی ہو تو اُس کو سبزہ خنگ کہا جاتا ہے اگر وہ خالص سفید ہے تو نقرہ خنگ کہتے ہیں... رخش - رستم کے گھوڑے کا نام ہے، ہر وہ گھوڑا جس کا رنگ سفید اور سرخ ہو۔

ع در کشاکشہائے - چونکہ زمین کو معلوم تھا کہ اس سے حضرت آدمؑ کو بنایا جائے گا اور امتحان اور آزمائش کی کشاکش میں مبتلا ہوگا لہٰذا وہ گھبرا رہی تھی۔ لوحِ کل - لوحِ محفوظ - مکلّم - حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر آتے ہیں تو اُن کا خدا سے کلام ہوتا ہے۔

سے ہم سفیر - حضرت جبرئیلؑ اللہ کا پیغام اور وحی انبیاء کے پاس لے کر آتے ہیں اور وحی روح کی حیات ہے۔ بر سرافیلت - حضرت اسرافیلؑ حشر میں صور پھونکیں گے تو سب مُردہ جسم زندہ ہو جائیں گے۔ نشأۃ - پیدائش۔ تنہا - اجسام - پس - حضرت جبرئیلؑ کی عطا حضرت اسرافیلؑ کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ میکائیلؑ - حضرت میکائیلؑ کا کام رزق کی تقسیم ہے۔

ہم زعزرائیلؑ[1] با قہر و عطب

(حضرت) عزرائیلؑ قہر اور ہلاکت والے سے بھی

تو بہی چوں سبقِ رحمت بر غضب

آپ بہتر ہیں، جیسے کہ رحمت کو غضب پر سبقت ہے

حاملِ عرش ایں چہار اند و تو شاہ

یہ چاروں عرش کے حامل ہیں اور آپ بادشاہ ہیں

بہترینِ ہر چہارے زانت باہ

از رُوئے آگاہی چاروں سے بہتر ہیں

روزِ محشر ہشت بینی حاملانش

حشر کے دن آپ اسکے اٹھانے والے آٹھ دیکھینگے

ہم تو باشی افضلِ ہشت آں زمانش

اُس وقت آپ آٹھوں سے افضل ہونگے

ہمچنیں بر می شمرد و می گریست

وہ اس طرح گنا تی تھی اور روتی تھی

بوئے میبرد او کزاں مقصود چیست

اُس نے بھانپ لیا تھا کہ اُس سے مقصد کیا ہے

معدنِ[2] شرم و حیا بُد جبرئیلؑ

(حضرت) جبرئیلؑ شرم اور حیا کی کان تھے

بست آں سوگندہا بر وے سبیل

اُن قسموں نے اُن کا راستہ روک دیا

بسکہ لابہ کرد شش و سوگند داد

(زمین نے) اُن کی بہت خوشامدیں کیں اور قسم دی

باز گشت و گفت یا ربّ العباد

وہ واپس ہو گئے اور عرض کیا یا ربّ العباد

کہ نبودم من بکارت سرسری

میں تیرے کام میں سست نہ تھا

لیک از انچہ رفت تو دانا تری

لیکن جو ہوا تو اُس کو خوب جانتا ہے

گفت[3] نامے کہ زہولش اے بصیر

اے بصیر! اُس نے آپ کا وہ نام لیا جس کے رُعب سے

ہفت گردوں باز ماند از مسیر

ساتوں آسمان گردش سے رُک جائیں

چوں بنامِ تو مرا سوگند داد

جب اُس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی

رحمتت علم ست و احسان و وداد

تیری رحمت اور احسان اور محبت عام ہے

شرمم آمد گشتم از نامت خجل

مجھے شرم آگئی، میں تیرے نام کی وجہ سے شرمندہ ہوگیا

ورنہ آساں ست نقلِ مشتِ گِل

ورنہ ایک مٹھی مٹی کا منتقل کرنا آسان ہے

کہ تو زورے دادۂ املاک را

کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ طاقت عطا کی ہے

کہ بدرانند ایں افلاک را

کہ وہ ان آسمانوں کو چاک کر دیں

مشتِ خاکے را چہ قدر و قوتیست

ایک مٹھی مٹی کا کیا رتبہ اور طاقت ہے

بر گرفتن لیک غالب رحمتیست

لینے میں، لیکن رحمت غالب ہے

---

[1] عزرائیلؑ - ان کا کام روح کو قبض کرنا ہے لہٰذا صفتِ قہر کے مظہر ہیں۔ ایں چہار - جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیلؑ۔ روزِ محشر - قرآن پاک میں ہے وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَہُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمَانِیَۃٌ - اور اس وقت تیرے رب کے عرش کو آٹھ اٹھائے ہوئے ہونگے۔ وہ مٹی سہم گئی تھی کہ اس کو لے جانے کا مقصد کیا ہے۔

[2] معدن - چونکہ حضرت جبرئیلؑ شرم و حیا کی کان ہیں وہ قسموں کی وجہ سے مٹی اٹھانے سے رک گئے۔ بسکہ - جب زمین نے بہت خوشامد کی وہ دربارِ حق میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے تعمیلِ حکم میں سستی نہیں برتی لیکن جو کچھ واقعہ ہے وہ تیرے علم میں ہے۔

[3] گفت - حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اس زمین نے آپ کے اس نام کا واسطہ دیا جس کی ہیبت سے آسمان کی گردش رک جائے تو مجھے شرم آگئی اور زمین سے مٹی نہ لے سکا ورنہ تو نے مجھے وہ قوت عطا کی ہے کہ زمین تو کیا چیز ہے میں آسمانوں کو چاک کر ڈالوں۔

فرستادن میکائیل علیہ السلام را بقبضِ قبضۂ خاک از زمین جہتِ ترکیب و ترتیبِ جسمِ مبارکِ ابوالبشر خلیفۃُ الحق مسجود الملائکہ و معلّمہم حضرت آدم علیٰ نبیّنا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

حضرت میکائیل کو بھیجنا زمین کی مٹی کی ایک مُٹھی لینے کے لئے انسانوں کے باپ کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور فرشتوں کے مسجود اور اُن کے اُستاد حضرت آدم علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

گفت[1] میکائیل را رو تو بزیر
(حضرت) میکائیلؑ سے فرمایا تو نیچے جا

مُشتِ خاکے در رُبا از وے دلیر
اے بہادر! اُس سے ایک مُٹھی مٹی اُٹھا لا

چونکہ میکائیل شُد تا خاکداں
جب (حضرت) میکائیلؑ زمین پر پہنچے

دست کرد اُو تاکہ برباید ازاں
ہاتھ بڑھایا، تاکہ اُس میں سے لے لیں

خاک لرزید و درآمد در گریز
زمین کانپی اور اُس نے گریز کیا

گشت اُو لابہ کناں و اشک ریز
وہ خوشامد کرنے لگی اور اُس نے آنسو بہائے

سینہ سُوزاں لابہ کرد و اجتہاد
جلے دل سے اُس نے خوشامد اور کوشش کی

با سرشکِ خونیش سوگند داد
خون کے آنسوؤں کے ساتھ اُن کو قسم دی

کہ بہ[2] یزدانِ لطیفِ بے ندید
کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے

کہ بکردت حاملِ عرشِ مجید
جس نے آپکو عرشِ مجید کا اُٹھانے والا بنایا ہے

کیلِ ارزاقِ جہاں را مشرفی
آپ جہان کے رزقوں کے پیمانے کے نگراں ہیں

تشنگانِ فضل را تو مغرفی
(اللہ کے) فضل کے پیاسوں کو آپ چلّو بھر کر دینے والے ہیں

زانکہ میکائیل از کیل اشتقاق
کیونکہ میکائیلؑ کیل سے مشتق

دارد و کیال شُد در ارتزاق
ہے اور وہ رزق حاصل کرنے میں پیمانے سے ناپکر دینے والا ہے

کہ اَمانم دہ مرا آزاد کُن
مجھے امن دیدیجئے، مجھے آزاد کر دیجئے

بیں کہ خوں آلودہ میگویم سخن
دیکھ لیجئے، کہ خون سے آلودہ ہو کر میں بات کر رہی ہوں

معدنِ[3] رحمِ الٰہ آمد ملک
فرشتہ (اللہ تعالیٰ) کی رحمت کی کان ہوتا ہے

گفت چوں ریزم براں ریش ایں نمک
(جلتے میکائیلؑ نے کہا کہ) میں اس زخم پر یہ نمک کیسے چھڑکوں؟

---

[1] گفت۔ حضرت جبرئیلؑ کے بعد حضرت میکائیلؑ کو حکم ہوا کہ تم جاکر زمین کی مٹی لے آؤ جب میکائیلؑ زمین کے پاس پہنچے تو وہ لرزنے لگی اور انکی خوشامد کرنے لگی اور دوہری قسمیں دینے لگی۔

[2] کہ بہ یزداں۔ حضرت میکائیلؑ رزقوں کی تقسیم کرتے ہیں مغترف۔ چلّو بھرنے والا۔ زانکہ۔ مولانا نے میکائیل کو کیل سے مشتق قرار دیا ہے حقیقتاً یہ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ عبرانی لفظ ہے کیل عربی لفظ ہے اس سے یہ نہیں بنتا ہے۔

[3] معدن۔ فرشتوں کی فطرت رحم کرنا اور شیطان کی فطرت ظلم کرنا ہے۔ خدا کی صفتِ رحمت صفتِ غضب پر غالب ہے۔

ہم چناں کہ معدنِ قہرست دیو — کہ برآورد از بنی آدمؑ غریو

جس طرح شیطان قہر کی کان ہے — جس نے بنی آدمؑ میں شور برپا کردیا ہے

سبقِ رحمت بر غضب ہست اے فتا — لطف غالب بود در وصفِ خدا

اے نوجوان! رحمت غضب سے آگے ہے — خدا کی صفات میں مہربانی غالب تھی

بندگاں[۱] دارند لابد خوی او — مشکہا شاں پُر ز آبِ جوی او

بندے لامحالہ اُس کی عادت رکھتے ہیں — اُن کی مشکیں اُس کی نہر سے پُر ہیں

آں رسولِ حق قلاوزِ سلوک — گفت اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْک

اللہ کے رسولؐ سلوک کے راہنما — نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں

رفت[۲] میکائیلؑ سوی ربِ دیں — خالی از مقصود دست و آستیں

حضرت میکائیلؑ دین کے رب کی جانب چلے گئے — ہاتھ اور آستین مقصود سے خالی تھا

گفت اے دانای سر و شاہِ دیں — کرد خاکِ لابہ گر نوحہ و انیں

عرض کیا اے راز کے جاننے والے اور دین کے شاہ! — خوشامدی زمین نے آہ و بکا شروع کردی

خاکم از زاری و نوحہ پست کرد — گریۂ بسیار کرد آں روی زرد

زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے زیر کرلیا — وہ زرد رُو بہت روئی

آبِ دیدہ پیشِ تو باقدر بود — من نتانستم کہ آرم نا شنود

تیرے سامنے آنسو باعزت تھے — میں اَن سُنی نہ بنا سکا

آہ[۳] و زاری پیشِ تو بس قدر داشت — من نتانستم حقوقِ آں گذاشت

آہ و زاری تیرے سامنے بڑی قدر رکھتی ہے — میں اس کے حقوق کو نظر انداز نہ کرسکا

پیشِ تو بس قدر دارد چشمِ تر — من چگونہ گشتمے استیزہ گر

پُرنم آنکھ تیرے سامنے بہت رُتبہ رکھتی ہے — میں کیسے جھگڑالو بنتا؟

دعوتِ زاری است روزے پنج بار — بندہ را کہ در نماز آ و بزار

ایک دن میں پانچ مرتبہ رونے کی دعوت ہے — بندے کو، کہ نماز میں آ اور رو

نعرہ موذن کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح — آں فلاح ایں زاری است و افتراح

موذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب آ" — وہ فلاح عاجزی اور گڑگڑانا ہے

آنکہ خواہی کز غمش خستہ کنی — راہِ زاری بر دلش بستہ کنی

جس کو تو غم سے نڈھال کرنا چاہتا ہے — اُسکے دل پر (آہ و) زاری کا راستہ بند کردیتا ہے

---

[۱] بندہ گاں: جو اللہ کے خاص بندے ہیں ان میں اپنے مولیٰ کے صفات ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے لوگ بادشاہوں کا دین اختیار کرتے ہیں لہٰذا خدا کے نیک بندے خدائی اخلاق اختیار کرتے ہیں۔

[۲] رفت: زمین کے رونے دھونے پر میکائیل بھی خالی ہاتھ واپس ہوگئے اور عرض کیا کہ اے اللہ تیرے دربار میں آنسوؤں کی بڑی قدر و منزلت ہے میں اس رونے کو اَن سُنا نہ بنا سکا۔

[۳] آہ و زاری: اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کا ایک آنسو شہید کے خون کے قطرہ کی برابر سمجھا گیا ہے۔ دعوت پنجوقتہ اذان گویا اللہ کے دربار میں گریۂ و زاری کی دعوت ہے۔ آنکہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اس سے آہ و زاری کی کیفیت سلب کرلیتا ہے آہ و زاری، ساں کی سفارش ہے جب سفارش نہ ہوگا تو گرفتارِ بلا ہو جائے گا

تا فرود آید بلا بے دافعے　　چوں نباشد از تضرع شافعے

تاکہ بغیر روک، بلا نازل ہو جائے　　جبکہ (آہ و) زاری کا سفارشی نہ ہوگا

وانکہ خواہی کز بلایش واخری　　جانِ اُورا در تضرع آوری

اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے　　اس کی جان کو (آہ و) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے

گفتۂ اندر نُبے کاں اُمتاں　　کہ برایشاں آمد آں قہرِ گراں

تونے قرآن میں کہا ہے کہ وہ اُمتیں　　جن پر بھاری قہر آیا

چوں تضرع می نہ کردند آں نفس　　تا بلا ز ایشاں بگشتے باز پس

انھوں نے اسی وقت (آہ و) زاری کیوں نہ کی؟　　تاکہ ان سے بلا واپس ہو جاتی

لیک دلہاشاں چو قاسی گشتہ بود　　آں گنہ ہاشاں عبادت می نمود

لیکن چونکہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے　　وہ گناہ اُن کو عبادت معلوم ہوتے تھے

تا نداند خویش را مجرم عنید　　آب از چشمش کجا داند دوید

جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے　　آنسو اس کی آنکھ سے کہاں بہنا جانتا ہے؟

قصۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام در بیان آنکہ تضرع و زاری دافعِ بلائے آسمانی ست و حق تعالیٰ فاعلِ مختار ست پس تضرع و زاری و تعظیم پیش اُو مفید باشد و فلاسفہ گویند فاعل بطبع ست و بعلت نہ مختار پس تضرع طبع را نگرداند

(حضرت) یونس علیہ السلام کا قصہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی بلا کے لئے دافع ہے اور اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار ہے تو عاجزی اور زاری اور تعظیم اس کے سامنے مفید ہوگی اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ طبعاً اور علت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار، تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قومِ یونس را چو پیدا شد بلا　　ابرِ پُر آتش جدا شد از سما

جب (حضرت) یونس کی قوم کیلئے بلا ظاہر ہوئی　　آگ بھرا ابر آسمان سے جدا ہوا

برق می انداخت میسوزید سنگ　　ابر می غرید رخ میریخت رنگ

بجلی گراتا تھا، پتھر کو جلاتا تھا　　بادل گرج رہا تھا چہرے کا رنگ اُڑ رہا تھا

جملہ گاں بر بامہا بودند شب　　کہ پدید آمد ز بالا آں کرب

رات کو سب بالاخانوں پر تھے　　کہ اوپر سے وہ مصیبتیں رونما ہو گئیں

---

۱ گفتۂ۔ قرآن پاک میں ہر فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ جبکہ ہمارا عذاب اُن کو پہنچا تھا انھوں نے گریہ و زاری کیوں نہ کی اور لیکن اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ ۲ آں گنہ۔ دل سخت ہو جانے کی وجہ سے وہ گناہ کو گناہ نہیں بلکہ عبادت سمجھے تھے۔

۳ زاری۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں بااختیار ہے لہٰذا آہ و زاری سے مصیبت کو ٹال دیتا ہے فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال طبعی طور پر بغیر اختیار کے صادر ہوتے ہیں جس طرح کہ آگ سے جلانے کا فعل طبعی طور پر صادر ہوتا ہے لہٰذا آہ و زاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے

۴ قومِ یونس۔ حضرت یونس کی قوم رات کو بالاخانوں پر سو رہی تھی اُن پر ایسا ابر آیا جو آگ برسا رہا تھا جس سے اُن کا رنگ فق ہو گیا۔ بامہا۔ بالاخانے۔ کرب۔ مصائب یعنی آگ برسانے والا بادل۔

جملگاں از بامہا زیر آمدند
بالا خانوں سے سب نیچے اُتر آئے
سر برہنہ جانبِ صحرا شدند
ننگے سر جنگل کی طرف بھاگے

مادراں بچگاں بروں[1] انداختند
ماؤں نے بچوں کو باہر نکال ڈالا
تا ہمہ نالہ و نفیر افراختند
حتیٰ کہ سب نے گریہ و زاری بلند کی

از نمازِ شام تا وقتِ سحر
شام کی نماز سے صبح کے وقت تک
خاک می کردند بر سر آں نفر
وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے

جملگی آوازہا بگرفتہ شد
سب کی آوازیں بیٹھ گئیں
رحم آمد بر سرِ آں قومِ لُد
اس جھگڑالو قوم پر رحم آگیا

بعدِ نومیدی و آہِ ناشگفت
ناامیدی اور بے صبری کی آہوں کے بعد
اندک اندک ابر واگشتن گرفت
ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا

قصۂ یونسؑ درازست و عریض
حضرت یونسؑ کا قصہ لمبا اور چوڑا ہے
وقتِ خاکست و حدیثِ مستفیض
مٹی اور مشہور قصہ کا وقت ہے

چوں تضرع را برِ حق قدرہاست
چونکہ آہ و زاری کی خدا کے یہاں بہت قدر ہے
آں بہا[2] کانجاست زاری را کجاست
آہ و زاری کی جو قیمت وہاں ہے اور کہاں ہے؟

ہیں امید اکنوں میانرا چست بند
خبردار! امید رکھو، اب کمر خوب کس لے
خیز اے گرینده و دائم بخند
اے رونے والے! اٹھ اور ہمیشہ کیلئے مسکرا

با تضرع باش تا شاداں شوی
آہ و زاری کر تاکہ تو خوش رہے
گریہ کن تا بیدہاں خنداں شوی
رو تاکہ بغیر منہ کے ہنسے

کہ برابر[3] می نہد شاہِ مجید
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برابر رکھا ہے
اشک را در فضل با خونِ شہید
فضیلت میں آنسو کو شہید کے خون کے ساتھ

لابہ کردو اشکِ چشمِ خویش راند
اُس قوم نے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہائے
رحمت آمد واں غضب را وانشاند
رحمت آگئی اور غضب کو فرو کردیا

فرستادنِ اسرافیل را علیہ السلام بخاک کہ برو و قبضہ برگیر از خاک بہرِ ترکیبِ جسمِ آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسرافیلؑ علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجنا، کہ جاؤ اور حضرت آدمؑ ہمارے نبی اور ان پر درود و سلام ہو، کے جسم کے بنانے کے لئے ایک مٹھی مٹی لے آؤ

[1] بروں۔ یعنی گھروں سے باہر۔ از نمازِ شام۔ یعنی مغرب کے وقت سے۔ لُدّ۔ الدّ کی جمع ہے سرکش۔ بعد نومیدی۔ وہ اپنی نجات سے مایوس ہوچکے تھے لیکن اُن کی آہ و زاری سے وہ آتش فشاں ابر ہٹ گیا۔ وقتِ خاک یعنی زمین کی مٹی لینے کے قصہ کے بیان کا وقت ہے۔ حدیثِ مستفیض۔ مشہور بات طویل بات۔

[2] آں بہا۔ آہ و زاری کی جو قیمت خدا کے دربار میں لگتی ہے وہ کہیں نہیں لگتی ہے۔ دائم بخند۔ جو خدا کے دربار میں آہ و زاری کرے اُس کو دائمی مسرت میسر آجاتی ہے۔ با تضرع۔ خدا کے دربار میں رونے سے قلب کو ایک دائمی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

[3] کہ برابر۔ حدیث شریف ہے۔ لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ قَطْرَۃِ دَمْعٍ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَقَطْرَۃِ دَمٍ یُھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ دو قطروں سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز محبوب نہیں ہے ایک تو آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو اور ایک خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہایا جائے۔

گفت[۱] اسرافیلؑ را یزدانِ ما
ہمارے خدا نے (حضرت) اسرافیلؑ سے فرمایا
کہ برو زاں خاک پُر کن کف بیا
کہ جاؤ، اس مٹی سے مٹھی بھر لو، آجاؤ

آمد اسرافیلؑ ہم سوئے زمیں
(حضرت) اسرافیلؑ بھی زمین کی جانب آئے
باز آغازید خاکستاں حنیں
زمین نے پھر رونا شروع کر دیا

کاے فرشتہ صُور واے بحرِ حیات
کہ اے صُور کے فرشتے! اور اے زندگی کے سمندر!
کز دمہائے تو جاں یابد موات
کہ آپ کے سانسوں سے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں

دردمی در صُور یک بانگِ عظیم
آپ صُور میں ایک بڑی آواز پھونکیں گے
پُر شود محشر خلائق از رمیم
محشر بوسیدہ ہڈیوں کی (زندہ) مخلوق سے پُر ہو جائے گا

دردمی[۲] در صُور و گوئی الصّلا
آپ صُور میں پھونکیں گے اور کہیں گے، بلاوا ہے
بر جہید اے کُشتگانِ کربلا
اے کربلا کے شہیدو! اُٹھ کھڑے ہو

اے ہلاکت دیدگاں از تیغِ مرگ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والو!
بر زنید از خاک سر چوں شاخ و برگ
شاخ اور پتوں کی طرح زمین سے سر ابھارو

رحمتِ تو واں دمِ گیرای تو
آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہمہ گیر دم کرنا
پُر شود ایں عالم از احیای تو
یہ عالم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائے گا

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما
آپ فرشتۂ رحمت ہیں، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں
حاملِ عرشی و قبلہ داد ہا
آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں

عرش[۳] معدن گاہِ داد و معدلت
عرش انصاف اور عدل کی کان ہے
چار جُو در زیرِ او پُر مغفرت
مغفرت سے پُر چار نہریں اس کے نیچے ہیں

جُوی شیر و جُوی شہدِ جاوداں
دودھ کی نہر اور ختم نہ ہونے والے شہد کی نہر
جُوی خمر و دجلہ آبِ رواں
شراب کی نہر اور بہتے پانی کا دجلہ

پس ز عرش اندر بہشتاں رود
پھر وہ عرش سے جنت کے اندر پہنچتی ہیں
در جہاں ہم چیزکے ظاہر شود
دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی ہیں

گرچہ آلودست اینجا آں چہار
اگرچہ وہ چاروں یہاں گدلی ہیں
از چہ از زہرِ فنائے ناگوار
کس چیز سے؟ ناگوار فنا کے زہر سے

جرعۂ بر خاکِ تیرہ ریختند
انھوں نے تاریک مٹی پر ایک گھونٹ بہایا
زاں چہار و فتنہ انگیختند
اُن چاروں سے، اور فتنہ بپا کر دیا۔

۱ گفت۔ جبرئیلؑ اور میکائیل علیہما السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسرافیلؑ سے کہا تم زمین کی ایک مٹھی مٹی لے آؤ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ فرشتۂ صور۔ حضرت اسرافیلؑ محشر میں صور پھونکیں گے جس سے سب مردے زندہ ہو جائیں گے۔ بحرِ حیات۔ حضرت اسرافیلؑ کا صور سب کو زندگی بخش دے گا۔ رمیم۔ بوسیدہ ہڈی۔

۲ دردمی۔ حضرت اسرافیلؑ کا صور پھونکنا مُردوں کو زندگی کی دعوت ہے۔ کربلا۔ موضع کربلا مراد ہے جو عراق میں ہے یا دنیا جو مصائب کی جگہ ہے۔ رحمت۔ اے اسرافیلؑ تمہارے کرم سے پورا عالم زندہ ہو جائیگا۔ حاملِ عرشی۔ حضرت اسرافیلؑ بھی عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

۳ عرش۔ عرش کے نیچے سے دودھ، شہد، شراب، پانی کی چار نہریں بہتی ہیں۔ پُر مغفرت۔ ان نہروں سے وہ سیراب ہونگے جن کی مغفرت ہو جائیگی۔ در جہان۔ ان نہروں کے آثار دنیا میں بھی ہیں۔ فنا۔ دنیا میں ان نہروں کے آثار فانی ہیں۔ جرعہ۔ ان چاروں کے ایک ایک چلو سے آدمؑ کی مٹی کا خمیر بنایا۔

تا بجویند اصلِ آن را این خسان — خود بدیں قانع شدند این ناکساں

تاکہ یہ کمینے اُس اصل کو تلاش کریں — نالائق خود اِس پر قناعت کر گئے

شیر داده پرورشِ اطفال را — چشمہ کرده سینۂ ہر زال را

بچوں کی پرورش کے لئے دودھ دیا — ہر عورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا

خمر دفعِ غصّہ و اندیشہ را — چشمہ کرده از عنب در باغہا

شراب، غصّہ اور فکر کو دور کرنے کے لئے — باغوں میں انگور سے (اس کا) چشمہ جاری کر دیا

انگبیں داروی تنِ رنجور را — چشمہ کرده باطنِ زنبور را

شہد، مریض کے جسم کے لئے دوا ہے — شہد کی مکھی کے باطن کو (اس کا) چشمہ بنا دیا

آبِ بہرِ عام اصل و فرع را — از برای طُہر و بہرِ کرع را

پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لئے — پاکی اور پینے کے لئے

تا ازینہا پے بری سوی اصول — تو بدیں قانع شدی اے بوالفضول

تاکہ تو اِن سے اصل کا پتہ لگائے — اے لغو! تو نے اِس پر قناعت کر لی

بشنو اکنوں ماجرای خاک را — کہ چہ میگوید فسونِ محراک را

اب مٹی کا قصہ سُن — کہ حرکت دینے والے (اسرافیلؑ) کو کیا منتر سنا رہی ہے؟

پیشِ اسرافیلؑ گشتہ اُو عبوس — میکند صد گونہ شکلِ چاپلوس

وہ حضرت، اسرافیلؑ کے سامنے ترش رو بنی — خوشامد کی سینکڑوں قسم کی صورتیں بناتی تھی

کہ بحقِ ذاتِ پاکِ ذوالجلال — کہ مدار ایں قہر را بر من حلال

کہ اللہ (تعالےٰ) کی پاک ذات کا واسطہ — یہ ظلم مجھ پر جائز رکھئے

من ازیں تقلیبِ بُوی میبرم — بدگمانی میرود اندر سرم

میں اِس گلے میں پھندا ڈالنے سے تاڑ رہی ہوں — میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما — زانکہ مرغے را نیازارد ہُما

آپ رحمت کے فرشتے، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں — کیونکہ ہُما، پرند کو نہیں ستاتا ہے

اے شفا و رحمتِ اصحابِ درد — تو ہماں کن کاں دو نیکو کار کرد

اے دردمندوں کی شفا اور رحمت! — آپ وہی کیجئے جو اُن دو بھلوں نے کیا

زود اسرافیلؑ باز آمد بشاه — گفت عُذر و ماجرا نزدِ اِلٰہ

حضرت، اسرافیلؑ فوراً شاہ کے پاس واپس آ گئے — اللہ (تعالیٰ) سے عُذر اور قصہ بیان کیا

---

۱ تا بجویند۔ یہ اِس لئے کیا گیا تاکہ بنی آدمؑ اُن اصل نہروں کی تلاش میں لگیں۔ شیر۔ دودھ کی نہر کا اثر ماں کے پستان میں ظاہر ہوا ہے۔ از عنب۔ انگور میں خمر کی نہر کا اثر آیا۔ زنبور۔ شہد کی مکھی شہد کی نہر کا اثر ہے۔

۲ آب۔ دنیاوی پانی میں پانی کی نہر کی اصل ہے۔ محراک۔ حرکت دینے والا یعنی اسرافیلؑ۔ عبوس۔ ترش رو۔

۳ کہ بحق۔ زمین نے چاپلوسی کی یہ صورت اختیار کی کہ حضرت اسرافیلؑ کو اللہ کی قسمیں دینے لگی۔ تقلیب۔ گلے میں قلادہ ڈالنا۔ ہما۔ شریف پرندہ ہے کسی جاندار پرند کا شکار نہیں کرتا بلکہ سوکھی ہڈیوں پر گذارہ کرتا ہے۔ آنجا۔ یعنی زمین سے اُن کی جو بات چیت ہوئی

گر زبروں[1] فرماں بدادی کہ بگیر
کہ بظاہر آپ نے حکم فرمایا کہ لے لے

عکسِ آں الہام دادی در ضمیر
دل میں اُس کے برعکس اِلہام کر دیا

اَمر کردی در گرفتن سُوی گوش
تو نے کان کو لے لینے کا حکم دیا

نہی کردی از قساوت سُوی ہوش
عقل کو سختی کرنے سے منع کر دیا

رحمتِ اُو بیحد ست و بیکراں
اس کی رحمت لا انتہا اور لامحدود ہے

اُو حکیم ست و کریم و مہرباں
وہ دانا اور سخی اور مہربان ہے

سَبقِ رحمت گشت غالب بر غضب
رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے

اے بدیعِ اَفعالِ نیکو کار رَب
اے عجیب افعال اور اچھے کام والے خدا!

فرستادنِ[2] عزرائیل علیہ السلام مَلکُ العزم وَالحزم را بگرفتن
ارادہ کی پختگی اور پختہ کاری کے فرشتے (حضرت) عزرائیل علیہ السلام کو مٹھی بھر

قبضۂ خاک تا ساختہ شود جسمِ آدم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ
مٹی لینے کے لئے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (ان پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو)

والسلام چالاک وراست کارُ والتفات ناکردنِ عزرائیل
کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنایا جائے اور حضرت عزرائیلؑ کا زمین

علیہ السلام بر تضرّعِ خاک
کی آہ وزاری کی طرف دھیان نہ دینا

گفت[3] یزداں زود عزرائیل را
اللہ (تعالیٰ) نے فوراً عزرائیلؑ سے فرمایا

کہ ببیں آں خاکِ پُر تخییل را
کہ اُس خیالات سے بھری، زمین کو دیکھ

آں ضعیفِ نالِ ظالم را بیاب
کمزور، نالاں، بڑھیا کے پاس پہنچ

مُشت خاکے زو بیاور ہیں شتاب
خبردار! جلد اُس میں سے ایک مٹھی مٹی لے آ

رفت عزرائیل سرہنگِ قضا
موت کے سپاہی (حضرت) عزرائیلؑ روانہ ہو گئے

سُوئے کرہ خاک بہرِ اقتضا
تقاضا کرنے کے لئے زمین کے کرہ کی جانب

خاک بر قانون نفیر آغاز کرد
خاک نے قانون کے مطابق چلانا شروع کر دیا

داد سوگندش بسے سوگند خورد
کو قسم دی، بہت سی قسمیں کھائیں

کاے غلامِ خاص و حمّالِ عرش
کہ اے خاص بندے اور اے عرش کے اٹھانے والے

اے مُطاعُ الامر اندر عرش و فرش
اے فرش اور عرش کے اندر مخدوم و سردار!

ل؎ گر زبروں۔ حضرت عزرائیلؑ نے خدا سے عرض کیا بظاہر آپ کا یہ حکم ہوا کہ میں مٹی لے آؤں اور میرے دل میں آپ نے ہی یہ بات پیدا کر دی کہ میں اُس کی خوشامد پر رحم کر لوں۔ قساوت۔ سخت دلی۔ رحمتِ اُو۔ مولانا فرماتے ہیں باطنی الہام رحمت کا غلبہ ہے۔

۲؎ فرستادن۔ حضرت جبرئیلؑ کے ناکام ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو مٹی لینے کیلئے بھیجا۔ حزم۔ پختہ ارادہ۔ عزم۔ پختہ کاری۔ چالاک و راست کار۔ یہ جسم کی صفت ہے۔

۳؎ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو حکم دیا کہ زمین کا جو پُر تخییل۔ چونکہ زمین طرح طرح کے عذر کر رہی تھی۔ سرہنگ۔ سپاہی۔ اقتضاء۔ وصول کرنا۔ بر قانون۔ یعنی جس طرح اُس نے جبرئیلؑ وغیرہ کی خوشامد کی تھی۔ مطاع الامر۔ وہ شخص جس کا حکم مانا جائے۔

رَو بحقِ رحمتِ رحمٰنِ فرد
یکتا رحمان کی رحمت کے طفیل چلے جائیے

رَو بحقِ آنکہ باتو لطف کرد
اُس ذات کے طفیل چلے جائیے جس نے آپ پر مہربانی کی

حقِ شاہے کہ جزاو معبود نیست
اُس شاہ کے طفیل جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

پیشِ اُو زاریِ کس مردود نیست
اُس کے دربار میں کسی کی آہ و زاری مردود نہیں ہے

حقِ حقِ حق کہ دست از من بدار
اللہ (تعالیٰ) کے حق کے طفیل مجھ سے دستبردار ہوجائیے

اے تُرا از حق فضیلت بے شمار
اے وہ کہ آپ کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بے شمار فضیلتیں ہیں

گفت نتوانم بدیں افسوں کہ من
اُن (عزرائیلؑ) نے کہا میں اس منتر سے نہیں کر سکتا ہوں کہ میں

رُو بتابم زامرِ اُو سرّ و علن
اُس کے حکم سے ظاہر و باطن میں منہ موڑوں

گفت آخر امر فرمود او بحلم
اُس نے کہا آخر اُس (اللہ تعالیٰ) نے نرمی کو بھی حکم دیا ہے

ہر دو امر اند ایں بگیر از راہِ علم
دونوں حکم ہیں از روئے علم اسی حکم کو اختیار کر لیجئے

گفت آں تاویل باشد یا قیاس
اُنھوں نے کہا، وہ تاویل یا قیاس ہوگا

در صریحِ امر کم جو التباس
صاف حکم میں شبہ نہ نکال

فکرِ خود را گر کُنی تاویل بہ
اگر تو اپنے خیال کی تاویل کرے، بہتر ہے

کہ کُنی تاویل آں نامشتبہ
بہ نسبت اس کے کہ تو غیر مشتبہ میں تاویل کرے

دل ہمی سوزد مرا برلابہ ات
تیری خوشامد سے میرا دل جل رہا ہے

سینہ اَم پُرخون شد از شورابہ ات
تیرے آنسوؤں سے میرا سینہ پُرخون ہو رہا ہے

نیستم بے رحم بل زاں ہر سہ پاک
میں بے رحم نہیں ہوں بلکہ اُن تین پاکوں سے

رحم بیشستم تبو اے دردناک
اے دردمند تجھ پر مجھے زیادہ رحم آرہا ہے

گر طپانچہ میزنم من بر یتیم
اگر میں یتیم کے طمانچہ ماروں

ور دہد حلوا بدستش آں حلیم
اور اگر وہ حلیم اُس کے ہاتھ میں حلوا دے

ایں طپانچہ خوشتر از حلوائے اُو
اُس کے حلوے سے یہ طمانچہ بہتر ہے

ور شود غرّہ بحلوائے اُو
اگر وہ حلوے سے دھوکا کھا جائے اُس پر افسوس ہے

بر نفیرِ تو جگر می سوزدم
تیری فریاد پر میرا جگر جل رہا ہے

لیک حق، قہرے ہمی آموزدم
لیکن اللہ تعالیٰ مجھے جبر کی تعلیم دے رہا ہے

لطفِ مخفی درمیانِ قہرہا
قہروں کے درمیان مہربانی چھپی ہوئی ہے

در خذف پنہاں عقیقِ بے بہا
کنکریوں میں بے بہا عقیق چھپا ہوا ہے

۱۔ رو بحق۔ زمین نے اُن کو
بد... رب کی صفات کی
قسمیں دینی شروع کر دیں۔
پیشِ او۔ اللہ تعالیٰ آہ و زاری
پر ضرور رحم فرماتا ہے۔ حق پہلا
حق قسم کے معنی میں ہے یعنی
بقسم حقِ حق تعالیٰ۔ افسوں۔
یعنی زمین کی باتیں۔
۲۔ گفت۔ زمین نے کہا کہ
اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری
مٹی لے جانے کا بھی حکم دیا ہے
اور بُردباری برتنے کا بھی حکم
ہے لہٰذا ان میں سے بُردباری
کو اختیار کر لیجئے اور مجھے معاف
کر دیجئے۔ گفت۔ حضرت
عزرائیلؑ نے کہا کہ صریح حکم کے
مقابلہ میں حلم اختیار کرنا بالکل
غلط تاویل اور غلط قیاس ہے
نامشتبہ۔ یعنی صریح حکم۔ خونابہ۔
یعنی آنسو۔
۳۔ نیستم۔ عزرائیلؑ نے کہا
میں پہلے تینوں فرشتوں سے بھی
زیادہ رحم کرنے والا ہوں....
گرطپانچہ۔ اللہ کی جانب سے جو
مصیبت اور ابتلاء آخرت
کی بہبودی کا سبب بنے اُس
نعمت سے بدرجہا بہتر ہے جو
گمراہی کا سبب بن جائے۔
لطف۔ اللہ تعالیٰ مصائب
کو اخروی عروج کا سبب بناتا
ہے تو یعنی قہر میں مہر مخفی ہوتی
ہے۔

قہرِ[1] حق بہتر ز صد لطفِ من ست
اللہ (تعالیٰ) کا قہر میری سیکڑوں مہربانیوں سے بہتر ہے
منع کردن جان ز حق جان کندن ست
اللہ (تعالیٰ) سے جان، بچانا جاں کنی ہے

بدتریں قہرش بہ از لطفِ دو کون
اس کا بدترین قہر دونوں جہاں کی مہربانی سے بہتر ہے
نِعمَ رَبُّ العالمین و نِعمَ عَون
پروردگار دو عالم بہتر ہے اور مدد بہتر ہے

لطفہائے مضمر اندر قہرِ اُو
اس کے قہر میں مہربانیاں پوشیدہ ہیں
جاں سپردن جاں فزاید بہرِ اُو
اس کے لئے جان دینا، جان کو بڑھاتا ہے

ہیں رہا کُن بدگمانی و ضلال
خبردار! بدگمانی اور گمراہی چھوڑ دے
سر قدم کُن چونکہ فرمودت تعال
سر کو پاؤں بنا لے جبکہ اس نے تجھے حکم دیا ہو کہ آ جا

آں تعالِ[2] اُو تعالیہا دہد
اس کا آ جا کہنا تجھے بلندیاں عطا کرے گا
مستی و جفت و نہالیہا دہد
مستی اور جوڑا اور توشکیں عطا کرے گا

بارے آں امرِ سَنی را ہیچ ہیچ
اب اس بلند حکم کو تھوڑا سا بھی
من نیارم کرد و مَن و پیچ پیچ
میں سست ڈھیلا اور مشکل نہیں بنا سکتا ہوں

ایں ہمہ نشنید آں خاکِ نژند
اس پست زمین نے یہ کچھ نہ سنا
زاں گمانِ بد بُدش در گوش بند
اس بدگمانی کی وجہ سے اس کے کان میں کاگ تھی

باز از نوعِ دگر آں خاکِ پست
پھر وہ پست زمین دوسری طرح سے
لابہ و سجدہ ہمی کرد اُو چو مست
مدہوش کی طرح خوشامد اور سجدہ کرتی تھی

گفت[3] نے برخیز نبود زیں زیاں
انھوں نے کہا اُٹھ کھڑی ہو کوئی نقصان نہ ہوگا
من سر و جاں می نہم رہن و ضماں
میں سر اور جان گروی اور ضمانت میں دیتا ہوں

گر مہ اندیشیں و مکن لابہ دگر
اگر نہ سوچ اور پھر خوشامد نہ کر
جز بداں شاہِ رحیمِ دادگر
سوائے اس منصف، رحیم شاہ کے

بندہ فرمانم نیارم ترک کرد
میں حکم کا بندہ ہوں، میں ترک نہیں کر سکتا ہوں
امرِ اُو کز بحر انگیزید گرد
اس کا حکم، جس نے سمندر سے گرد اڑا دی

جز ازاں خلاقِ گوش و چشم و سر
اس کان اور آنکھ اور سر کے پیدا کرنے والے کے علاوہ
نشنوم از جانِ خود ہم خیر و شر
میں اپنی جان سے بھی بھلی اور بُری بات نہ سنوں گا

گوشِ من از گفتِ غیرِ اُو کرست
اس کے غیر کی گفتگو سے میرا کان بہرا ہے
امرِ اُو از جانِ شیریں خوشترست
اس کا حکم میٹھی جان سے زیادہ بہتر ہے

[1] قہرِ حق۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قہر بھی ہے تو یہ اُس رحم سے بدرجہا افضل ہے جو میں تجھ پر کروں اور تجھ میں سے مٹی نہ لوں، اللہ کے حکم پر اگر جان سے بھی دریغ کی جائے تو وہ ہلاکت ہے۔ جاں سپردن۔ اللہ کے حکم کے مطابق جان سونپ دینا جان کی افزائش کا سبب ہے۔ سر قدم کن۔ یعنی سر کے بل چل پڑ

[2] آں تعال۔ اللہ کا یہ حکم کہ آجا۔ جنت کی نعمتوں سے مالا مال کر دے گا۔ بالآخر عزرائیلؑ نے کہا میں اللہ کے حکم کے جاری کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ ایں ہمہ۔ حضرت عزرائیلؑ کی ساری نصیحتیں بیکار ہو گئیں جس کی بدگمانی نے اس کو بہرہ بنا دیا تھا۔ آخر اس زمین نے حضرت عزرائیلؑ کی خوشامدیں پھر شروع کر دیں

[3] گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے زمین سے کہا کہ حکمِ خداوندی کی تعمیل تیرے لئے مفید ہے میری ذمہ داری ہے تجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ بندہ۔ میں اللہ کے حکم کا غلام ہوں اس کا حکم ہر ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ جز۔ میں اللہ کی بات کے سوا اپنی جان کی بھی کوئی بات نہیں سنتا ہوں۔ امر او۔ اس کا حکم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہے۔

جاں[1] ازو آمد نیامد او ز جاں — صد ہزاراں جاں دہد او رایگاں

جان اُس سے آئی ہے وہ جان سے نہیں آیا — وہ لاکھوں جانیں مفت دے دیتا ہے

جاں چہ باشد کش گزینم بر کریم — کیک چہ بود کہ بسوزم زو گلیم

جان کیا ہوتی ہے کہ میں اُس کو کریم پر ترجیح دوں؟ — کھٹمل کیا ہوتا ہے کہ اُس کی وجہ سے میں کمل جلاؤں؟

من ندانم خیر اِلّا خیرِ او — صُمٌّ و بُکمٌ و عُمیٌ من از غیرِ او

میں اُس کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں جانتا ہوں — میں اُس کے غیر سے بہرا اور گونگا اور اندھا ہوں

گوشِ من کر ست از زاری کناں — کہ منم در کفِ او ہمچو سِناں

رونے والوں سے میرا کان بہرا ہے — کیونکہ میں اُس کے ہاتھ میں بھالے کی طرح ہوں

در[2] بیان آنکہ مخلوقیکہ ترا ازو ظلمے رسد بحقیقت او ہمچوں آلتے

اِس کا بیان کہ جس مخلوق سے تجھے تکلیف پہنچے وہ در حقیقت ایک آلہ کی طرح

است، عارف آں بود کہ بحق رجوع کند نہ بآلت و اگر بآلت

ہے عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ کہ آلہ کی جانب

رجوع کند ظاہر آنہ از جہل کند بلکہ برائے مصلحتے چنانکہ بایزید

اور اگر بظاہر آلہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو نادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت کی

قدس سرہٗ گفت کہ چندیں سال ست کہ من[3] با مخلوق سخن

وجہ سے چنانچہ حضرت بایزید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بہت سے سال ہو گئے ہیں کہ میں نے

نگفتہ ام و از مخلوق سخن نشنیدہ ام و لیکن خلق چنیں پندارند

مخلوق سے بات نہیں کی ہے اور نہ میں نے مخلوق سے بات سنی ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں

کہ با ایشاں میگویم و از ایشاں می شنوم زیرا کہ ایشاں مخاطب اکبر

اُن سے کہتا ہوں اور اُن سے سنتا ہوں کیونکہ وہ بڑے مخاطب کو نہیں دیکھتے ہیں

را نمی بینند کہ ایشاں چوں صدا اند نسبت بحالِ من و اِلتفاتِ

کیونکہ میرے اعتبار سے صدائے بازگشت کی طرح ہیں اور عقلمند سننے والے کی توجہ

مستمعِ عاقل بصدا نباشد چنانکہ مثل ست معروف قال

صدائے بازگشت کی طرف نہیں ہوتی ہے چنانچہ مشہور مثل ہے کہ دیوار نے کیل

اَلجِدارُ لِلوَتَدِ لِمَ تَشُقُّنِی قالَ الوَتَدُ اُنظُر اِلیٰ مَن یَدُقُّنِی

سے کہا کہ تو مجھے کیوں پھاڑ رہی ہے کیل نے کہا اُسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے

[1] جاں: جان تو اللہ کی دی ہوئی ہے اگر اُس کے حکم پر جان جائے تو وہ سیکڑوں جانیں عطا کر سکتا ہے۔ جاں چہ باشد۔ اللہ کے مقابلہ میں جان حقیر ہے۔ کیک۔ میں تھوڑے فائدہ کی خاطر بڑا نقصان نہیں برداشت کر سکتا۔ گوش کش۔ اُس کے حکم کو کسی کی آہ و زاری سے نہیں ٹالا جا سکتا میں اُس کے حکم کے سامنے مجبور محض ہوں۔

[2] دربیان: جو اہلِ اللہ ہیں وہ ہر معاملہ میں مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اسباب کو صرف آلہ سمجھتے ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے عرصۂ دراز سے نہ کسی انسان کی بات سنی اور نہ کسی انسان سے گفتگو کی تو اِس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہر معاملہ کا متصرف خدا ہی کو سمجھتے تھے۔

[3] کہ حق: شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

گر گزندت رسد ز خلق مرنج
کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا داں خلافِ دشمن و دوست
کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

قال الجدار۔ دیوار نے کیل سے شکایت کی تو کیل نے جواب دیا کہ اصل سبب کو دھیان میں رکھو۔

احمقانہ از سناں رحمت مجو | درّ دہانِ اژدہا رو بہرِ او
بیوقوفی سے بھالے سے رحم کا خواہاں نہ بن | اُس (اللہ تعالیٰ) کی خاطر اژدہے کے منہ میں چل جا

از دمِ شمشیر تو رحمت مجو | زاں شہے جو کاں بود در دستِ او
تو تلوار کی دھار سے رحم نہ تلاش کر | اُس شاہ سے مانگ وہ جس کے ہاتھ میں ہو

با سنان و تیغ لابہ چوں کنی | کو اسیر آمد بدستِ آں سنی
تو بھالے اور تلوار کی خوشامد کیوں کرتی ہے؟ | وہ اُس بلند (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ کے پابند ہیں

او بصنعت آذرست و من صنم | آلتے کو سازدم من آں شوم
وہ کاریگری میں آذر ہے اور میں بُت ہوں | وہ آلہ جو بھی بناتا ہے میں بن جاتا ہوں

گر مرا ساغر کند ساغر شوم | در مرا خنجر کند خنجر شوم
اگر وہ مجھے ساغر بنائے میں ساغر بن جاؤں | وہ اگر مجھے خنجر بنائے، خنجر بن جاؤں

گر مرا چشمہ کند آبے دہم | ور مرا آتش کند تابے دہم
اگر وہ مجھے چشمہ بنادے، میں پانی دوں | اگر وہ مجھے آگ بنادے، گرمی پہنچاؤں

گر مرا باراں[2] کند خرمن دہم | ور مرا ناوک کند در تن جہم
اگر وہ مجھے بارش بنادے میں کھلیان دوں | اگر وہ مجھے تیر بنادے میں جسم میں گھس جاؤں

گر مرا مارے کند زہر افگنم | ور مرا یارے کند مہر آگنم
اگر وہ مجھے سانپ بنادے، تو زہر اُگلوں | اور اگر وہ مجھے دوست بنادے تو محبت بھر دوں

گر مرا شکر کند شیریں شوم | ور مرا حنظل کند پُر کیں شوم
اگر وہ مجھے شکر بنادے میں شیریں بن جاؤں | اور اگر وہ مجھے ایلوا بنادے تو میں کینہ در بن جاؤں

گر مرا شیطاں کند سرکش شوم | ور مرا سوزاں کند آتش شوم
اگر وہ مجھے شیطان بنادے میں سرکش ہو جاؤں | اور اگر وہ مجھے جلانے والا بنادے تو میں آگ بن جاؤں

من چو کلکم درمیانِ اصبعین[3] | نیستم در وصفِ طاعت بین بین
میں دو انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں | میں صفتِ طاعت میں مذبذب نہیں ہوں

خاک را مشغول کرد او در سخن | یک کفے بر بود زاں خاکِ کہن
اُنھوں نے مٹی کو باتوں میں لگایا | (اور) اُس پرانی مٹی سے ایک مُٹھی بھر لی

ساحرانہ در ربود از خاکداں | خاک مشغولِ سخن چوں بیخوداں
وہ زمین سے شعبدہ بازوں کی طرح لے اُڑے | زمین مدہوشوں کی طرح بات میں مشغول تھی

[1] درّ دہاں۔ اللہ کے کسی حکم میں بھی چون وچرا نہ ہونی چاہیے۔ اگر وہ سانپ کے منہ میں جانے کا حکم دے تو اُس کو ہی بہتر سمجھنا چاہیے۔ او بصنعت۔ حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا فاعلِ حقیقی اللہ تعالےٰ ہے میں بمنزلہ اُس کے آلے کے ہوں۔ ساغر۔ کسی پر رحمت کا حکم ہوگا تو میں رحم کروں گا۔ مرا خنجر۔ کسی پر قہر کا حکم ہوگا تو میں قہر کروں گا۔

[2] گر مرا باراں۔ جس طرح کا وہ حکم دے گا میں وہی کروں گا خواہ اُس میں کسی کا فائدہ ہو یا بظاہر نقصان ہو۔ گر مرا مارے۔ حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا اللہ تعالےٰ جو کام بھی مجھ سے لے گا میں وہی کروں گا۔

[3] اصبعین۔ حدیث شریف ہے: اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُهَا کَیْفَ یَشَآءُ۔ بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اُن کو پلٹتا رہتا ہے جیسا چاہتا ہے۔

بُرد تا حق تربتِ بے رائے را — تا بمکتب آں گریزاں پائے را

بے وقوف مٹی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے گئے — (جیسا کہ) مکتب میں بھگوڑے (بچے) کو

گفت یزداں کہ بعلمِ روشنم — کہ ترا جلادِ ایں خلقاں کنم

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اپنے روشن علم کی قسم — کہ تجھے مخلوق کا جلاد بناؤں گا

گفت یارب دشمنم گیرند خلق — چوں فشارم خلق را در مرگ حلق

انھوں نے عرض کیا اے خدا! مخلوق مجھے دشمن سمجھے گی — جبکہ موت کے لئے میں مخلوق کا گلا دباؤں گا

تو روا داری خداوندا سنی — کہ مرا مبغوض و دشمن رو کنی

اے بزرگ خدا! تو مناسب سمجھتا ہے — کہ مجھے مبغوض اور دشمن کے چہرے والا بنائے

گفت اسبابے پدید آرم عیاں — از تپ و قولنج و سرسام و سناں

اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں اسباب ظاہر کردوں گا — یعنی، بخار اور درد قولنج اور سرسام اور بھالا

از صداع و ماشرا و از خناق — و ز زکام و از جذام و از فواق

درد سر اور خون کے جوش سے اور گلے کے ورم سے — اور زکام سے اور کوڑھ اور ہچکی سے

سُدہ و اسہال و استسقا و سِل — کسرِ ذات الصدر و لدغ و دردِ دل

سُدہ اور دست اور استسقاء اور سِل — پَسلی ٹوٹنے اور نمونیا اور سانپ کے ڈسنے اور دردِ دل سے،

تا بگردانم نظر شاں را ز تو — در مرضہا و سببہائے سہ تو

تاکہ اُن کی نگاہ تجھ سے پھیر دوں — مرضوں اور تہرے سببوں میں

گفت یارب بندگاں ہستند نیز — کہ سببہا را بدرند اے عزیز

اُن (عزرائیلؑ) نے عرض کیا اے خدا! ایسے بندے بھی ہیں — کہ اسباب کو چاک کردیتے ہیں اے عزیز!

چشمِ شاں باشد گذارہ از سبب — در گذشتہ از حُجب از فضلِ رب

اُن کی نظر سبب سے گذری ہوئی ہوتی ہے — وہ اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے پردوں سے آگے بڑھ جاتے

سُرمۂ توحید از کحالِ حال — یافتہ رستہ ز علت و اعتلال

حالت کے سُرمہ کش کی جانب سے توحید کا سرمہ — پائے ہوئے ہیں، سبب اور سبب بتانے سے نجات پائے ہوئے ہیں

ننگرند اندر تپ و قولنج و سِل — راہ ندہند ایں سببہا را بدل

وہ بخار اور قولنج اور سِل کو نہیں دیکھتے ہیں — دل میں ان اسباب کو راستہ نہیں دیتے ہیں

زانکہ ہر یک زیں مرضہا را دواست — چوں دوا نپذیرد آں فعلِ قضاست

کیونکہ ان مرضوں میں سے ہر ایک کی دوا ہے — جب وہ دوا کو قبول کرے وہ قضا (خداوندی) کا کام ہے

---

۱ تربتِ بے رائے۔ زمین کی رائے بے ڈھنگی تھی تا بمکتب۔ زمین کی مٹی کو اسی طرح حضرت عزرائیلؑ لے گئے جس طرح بھگوڑے بچے کو مکتب میں لے جایا جاتا ہے۔ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ چونکہ زمین کی خوشامد سے متاثر نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جلادی کا عہدہ پسند فرمایا۔

۲ تو روا داری۔ حضرت عزرائیلؑ کو ملک الموت بنایا تو انھوں نے عرض کیا کہ جن جانداروں کی روح قبض کروں گا وہ مجھ سے بُغض کریں گے اور مجھے اپنا دشمن سمجھیں گے تو یہ بات آپ میرے لئے کیوں پسند کرتے ہیں۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کے جواب میں فرمایا کہ میں موت کے اسباب پیدا کردوں گا تو لوگ ان کو دیکھیں گے تیری طرف سے لوگوں کی نگاہیں ہٹ جائیں گی۔

۳ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا یہ تو درست ہے کہ عوام کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے لیکن خاصانِ خدا بھی تو ہیں جو اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اور اصل کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اعتلال۔ علت میں پڑنا۔ زانکہ۔ وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ دوا میں تاثیر ہے لیکن جب وہ اثر کرے تو پھر یہ فعلِ خداوندی ہی ہے۔

ہر[1] مرض دارد دوا میداں یقیں — چوں دوائے رنجِ سرما پوستیں

یقین کے ساتھ جان لے کہ ہر مرض کی دوا ہے — جس طرح جاڑے کی تکلیف کی دوا پوستین ہے

چوں خدا خواہد کہ مردے بفسرد — سردی از صد پوستین ہم بگذرد

جب خدا چاہتا ہے کہ انسان ٹھٹھرے — تو سردی سیکڑوں پوستینوں میں سے گذر جاتی ہے

در وجودش لرزۂ بنہد کہ آں — نے ز آتش کم شود نے از دُخاں

اس کے جسم میں وہ ایسی کپکپی پیدا کر دیتی ہے — جو نہ آگ سے کم ہوتی ہے نہ دھویں سے

بر تنِ او سردیِ بنہد چناں — کاں بجامہ ہم نگردد و آتش آں

اس کے جسم میں ایسی سردی پیدا کر دیتی ہے — کہ وہ کپڑوں سے بھی نہیں ٹلتی اور آگ سے (بھی)

چوں[2] قضا آید طبیب ابلہ شود — واں دوا در نفع ہم گمرہ شود

جب قضا آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے — وہ دوا نفع پہنچانے میں بے راہ ہو جاتی ہے

کے شود محجوب ادراکِ بصیر — زیں سببہائے حجابِ گول گیر

بینا کا احساس کب چھپ سکتا ہے — احمق کو مبتلا کرنے والے ان اسباب سے

اصل بیند دیدہ چوں اکمل بود — فرع بیند چونکہ مرد احول بود

جب آنکھ کامل ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتی ہے — جب انسان بھینگا ہے تو وہ فرع کو دیکھتی ہے

جواب[3] آمدن از حضرتِ عزت عزرائیلؑ را کہ آں کہ نظر او بر

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عزرائیلؑ کو جواب آنا کہ جو نظر اسباب اور

اسبابِ مرض و زخمِ تیغ نیاید بر کارِ تو عزرائیلؑ ہم نیاید کہ تو

مرض اور تلوار کی ایذا رسانی پر نہیں پڑتی ہے اے عزرائیل وہ تیرے کام پر بھی نہ پڑے گی

ہم سببی اگرچہ مخفی تری ازاں سببہا و بود کہ براں رنجور مخفی

کیونکہ تو بھی ایک سبب ہے اگرچہ ان سببوں سے زیادہ مخفی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس بیمار

نباشد و نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون

سے یہ مخفی نہ ہو کہ ہم اس بیمار سے تم سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو

گفت یزداں ہر کہ باشد اصل داں — پس ترا کے بیند او اندر میاں

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جو شخص اصل کو جاننے والا ہوگا — وہ تجھے درمیان میں کب دیکھے گا؟

گرچہ خویش از عامہ پنہاں کردۂ — پیشِ روشن دیدگاں ہم پردۂ

اگرچہ تو نے عوام سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے — روشن آنکھ والوں کے سامنے تو بھی ایک پردہ ہے

---

[1] ہر مرض۔ حدیث شریف ہے لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ ہر بیماری کی دوا ہے۔ پوستین۔ سردی سے پوستین کے ذریعہ بچاؤ ہوتا ہے لیکن اگر خدا چاہے تو سردی پوستینوں سے گذر کر بدن کو ستا دیتی ہے … در وجودش۔ جسم میں ایسی سردی گھستی ہے کہ نہ کپڑوں سے چین پڑتا ہے نہ آگ اور دھویں سے۔

[2] چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے خلاف ہر دوا بیکار ثابت ہو جاتی ہے اور طبیب اپنی حماقت سے الٹی دوا تجویز کرتا ہے۔ بصیر جن لوگوں کو بصیرت حاصل ہے وہ اسباب سے دھوکے میں نہیں پڑتے ہیں اور نگاہ صحیح کام کرتی ہے جو بھینگا ہوتا ہے وہ اسباب کو دیکھتا ہے۔

[3] جواب۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو جواب دیا کہ تم بھی بہرحال ایک سبب ہو اگرچہ عوام کی نگاہ سے مخفی ہو لیکن اصحاب بصیرت تم کو بھی سبب سمجھیں گے اور حقیقی متصرف مجھے ہی خیال کریں گے۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا کہ تم بھی محض ایک پردہ ہو اصحاب بصیرت کی نگاہ پردہ چاک کر کے اصل تک پہنچ جاتی ہے

وانکہ ایشاں را شکر باشد اجل
اور یہ کہ موت اُن کے لئے شکر ہوتی ہے

چوں نظرشاں مست باشد در دوَل
کیونکہ انکی نگاہ (آخرت کی) دولتوں پر مست ہوتی ہے

تلخ نبوَد پیشِ ایشاں مرگِ تن
جسم کی موت اُن کے لئے کڑوی نہیں ہوتی ہے

چوں روند از چاہ و زنداں در چمن
کیونکہ وہ کنویں اور قید خانے سے چمن میں جاتے ہیں

آنکہ وارَست از جہانِ ہیچ ہیچ
جو شخص ہیچ در ہیچ دنیا سے چھوٹ گیا

می نگرید بر فواتِ ہیچ ہیچ
وہ ناچیز کے فوت ہوجانے پر نہیں روتا ہے

برجِ زنداں را شکست ارکانیے
کسی اہلکار نے قید خانہ کی عمارت توڑ دی

ہیچ ازو رنجد دلِ زندانیے
کیا اس سے کوئی قیدی رنجیدہ ہوگا

کاے دریغ ایں سنگِ مرمر را شکست
کہ ہائے افسوس اس نے سنگِ مرمر توڑ دیا

تا روان و جان ما از حبس رُست
حتیٰ کہ ہماری رُوح اور جان قید سے چھوٹ گئی

آں رُخامِ خوب و آں سنگِ لطیف
وہ عمدہ پتھر اور وہ نازک پتھر

بُرجِ زنداں را بہی بُود و الیف
قید خانہ کی عمارت کے لئے اچھا اور مناسب تھا

چوں شکستش تا کہ زندانی برَست
جب اُس کو اس نے توڑا کہ قیدی چھوٹ گیا

دستِ اُو در جرمِ ایں باید شکست
اسکے جرم میں اُس کا ہاتھ توڑنا چاہیے

ہیچ زندانی نگوید ایں فُشار
یہ لغو بات کوئی قیدی نہ کہے گا

جُز کسے کز حبس آرندش بدار
سوائے اُس کے جس کو قید خانے سے سولی پر لیجائیں

تلخ کے باشد کسے را کش برند
اُس شخص کو ناگوار کب ہوگا جس کو لیجائیں

از میانِ زہرِ ماراں سُوئے قند
سانپوں کے زہر میں سے شکر کی جانب؟

جاں مجرّد گشتہ از غوغائے تن
جسم کے شور وغل سے جان چھوٹ کر

می پَرد با پرِ دل بے پائے تن
دل کے پر سے پرواز کرتی ہے نہ کہ جسم کے پاؤں سے

ہمچو زندانیِ چَہ کاندر شباں
کنویں کے اُس قیدی کی طرح جو راتوں کو

خُسپد و بیند بخواب او گُلستاں
سوئے اور وہ خواب میں باغ کو دیکھے

گوید اے یزداں مرا در تن مبَر
وہ کہے گا اے خدا! مجھے جسم کے اندر نہ کر

تا دریں گلشن کنم من کرّ و فر
تاکہ میں اِس باغ میں مزے اُڑاؤں

گویدش یزداں دُعا شد مستجاب
اُس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دعا قبول ہوگئی

وامرو واللّٰہ اعلم بالصّواب
واپس نہ جا، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

۱؎ وانکہ۔ جو اصحاب بصیرت ہیں چونکہ اُن کی نگاہیں اُخروی دولتوں پر ہیں لہٰذا وہ موت اور مارنے والے کو بُرا نہیں سمجھ سکتے وہ اپنی موت کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ کوئی کنویں کی قید سے نکل کر چمن میں پہنچ جائے۔ ہیچ ہیچ۔ دنیاوی دولت۔

۲؎ برج۔ مومن کی موت ایسی ہے جیسے کسی قیدی کا قید خانہ ٹوٹ جائے اگر کوئی کارکن اس کو توڑ دے گا تو کسی قیدی کو تکلیف نہ ہوگی۔ کہ اسے یہ بات کوئی قیدی نہ کہے گا۔ رخام۔ سنگِ مرمر۔ برج یعنی عمارت۔ جز کسے۔ ہاں وہ قیدی یہ باتیں کہے گا جو جیلخانہ سے پھانسی پر جائے۔

۳؎ تلخ۔ مومن کی موت تو ایسی ہے کہ کسی کو سانپوں کے زہر سے بچاکر قند میں پہنچا دیا جائے جان جب روح جسم کی قید سے آزاد ہوجاتی ہے تو اس کی پرواز بڑھ جاتی ہے۔ ہمچو۔ مومن کی دنیاوی زندگی کی یہ مثال ہے۔ گوید۔ اُس قیدی کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ بیدار نہ ہو اور روح جسم میں لوٹ کر نہ آئے۔ گویدش۔ اگر اللہ تعالیٰ اُس قیدی کی دعا قبول کرلے وہ کس قدر خوش نصیب ہوگا۔

اینچنیں[1] خوابے بہ بیں چوں خوش بُوَد — مرگ نادیدہ بجنّت دررَوَد

دیکھ، ایسا خواب کیسا اچھا ہوتا ہے — موت کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاتا ہے

ہیچ اُو حسرت خورَد بر انتباہ — بر تنِ باسلسلہ در قعرِ چاہ

کیا اُس کو بیداری پر کوئی حسرت ہوتی ہے — کنوئیں میں بندھے ہوئے جسم پر

مومنی آخر درآ در صفِّ رزم — کہ ترا بر آسماں بُودست بزم

تو مومن ہے، بالآخر معرکہ کی صف میں آجا — کیونکہ آسمان پر تیری محفل موجود ہے

بر اُمیدِ راہِ بالا کُن قیام — ہمچو شمعے پیشِ محراب اے غلام

(عالَم) بالا کی راہ کی امید پر کھڑا رہ — محراب کے سامنے اے نوجوان! شمع کی طرح

اشک[2] می بار و ہمی سوز از طلب — ہمچو شمعِ سر بُریدہ جملہ شب

طلب میں آنسو بہا اور جلتا رہ — تمام رات سر کٹی شمع کی طرح

لب فرو بند از طعام و از شراب — سُوئے خوانِ آسمانی کُن شتاب

کھانے اور پینے سے ہونٹ بند کر لے — آسمانی خوان کی جانب جلدی قدم بڑھا

دمبدم بر آسماں میدار اُمید — در ہوائے آسماں رقصاں چو بید

ہر وقت آسمان سے اُمیدوار بن — بید کی طرح آسمانی ہوا میں رقص کرتے ہوئے

دمبدم از آسماں می آیدت — آب و آتش رزق می افزایدت

آسمان سے ہر وقت تجھے پہنچتا ہے — پانی اور گرمی، جو زیادہ رزق بڑھاتا ہے

گر ترا[3] آنجا برد نبود عجب — منگر اندر عجز و بنگر در طلب

اگر وہ تجھے اس طرف کھینچ لے، عجب نہ ہوگا — کمزوری پر نظر نہ کر، طلب کو دیکھ

کایں طلب در تو گروگانِ خداست — زانکہ ہر طالب بمطلوبے سزاست

تیرے اندر یہ طلب خدا کی مرہون ہے — کیونکہ ہر طالب ایک مطلوب کے لائق ہے

جہد کُن تا ایں طلب افزوں شود — تا دلت زیں چاہِ تن بیروں شود

کوشش کر، تاکہ یہ طلب بڑھے — تاکہ تیرا دل جسم کے اس کنوئیں سے باہر آئے

خلق گوید مُرد مسکیں آں فلاں — تو بگوئی زندہ ام اے غافلاں

مخلوق کہے گی، وہ فلاں بے چارا مرگیا — تو کہے گا، اے غافلو! میں زندہ ہوں

---

[1] اینچنیں۔ اس قیدی کی یہ نیند کیسی پیاری ہے۔ ہیچ۔ بیداری اور روح کے جسم میں آجانے پر اس کو کوئی خوشی نہیں ہوتی ہے۔ مومنی۔ جبکہ مومن کے لئے دنیا قید خانہ ہے تو اس کو اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اس کے لئے آخرت میں محفلیں آراستہ ہیں۔ بر اُمید۔ آخرت کی طرف راہیاب ہونے کے لئے رات کو محراب میں کھڑا رہنا چاہیے اور سر بُریدہ شمع کی طرح آنسو بہانے چاہئیں۔

[2] اشک۔ ایک مومن کو شب بیداری میں عبادت کے اندر شمع کی طرح پُر سوز اور پُر اشک رہنا چاہیے۔ لب۔ دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے اُخروی نعمتوں کا منتظر رہنا چاہیے۔ بید۔ بید کے درخت کی نازک شاخیں ہر وقت لرزتی رہتی ہیں۔ دمبدم۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس طرح دنیوی نعمتوں کا اہتمام ہے اُخروی نعمتوں کا بھی اہتمام ہو رہا ہے۔

[3] گر ترا۔ اُخروی نعمتوں تک پہنچنے کا ذریعہ انسان کی طلب و جستجو ہے نہ کہ انسان کی جسمانی طاقت۔ کایں طلب۔ یہ طلب اور جستجو بھی خدا ہی عنایت فرماتا ہے کیونکہ ہر طالب کے لئے ایک مناسب مطلوب ہونا چاہیے۔ جہد کن۔ فطری طلب میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ خلق۔ جب تو ترکی تو اس حالت میں مرکر لوگ تجھے مُردہ سمجھیں اور تو اپنے آپ کو ابدی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھے۔

گرتنِ من ہمچو تنہا خفتہ است — ہشت جنّت در دلم بشگفتہ است
اگرچہ میرا جسم جسموں کی طرح سویا پڑا ہے — آٹھ جنتیں میرے دل میں کھلی ہوئی ہیں

جاں چو خفتہ در گل و نسریں بُود — چہ غمست ار تن دراں سرگیں بُود
جب روح گل اور نسرین میں سوئی ہوئی ہو — اگر جسم اس گوبر میں ہو تو کیا غم ہے؟

جانِ خفتہ چہ خبر دارد ز تن — کو بگلشن خفتہ یا در گولخن
سوئی ہوئی روح کو جسم کی کیا خبر؟ — کہ وہ چمن میں سویا ہوا ہے یا بھٹی میں

میزند جاں در جہانِ آبگوں — نعرہ یا لَیتَ قومی یعلمون
روح پانی جیسے عالم میں لگا رہی ہے — "کاش میری قوم جان لیتی" کا نعرہ

گر نخواہد زیست جاں بے ایں بدن — پس فلک ایوانِ کہ خواہد بُدن
اگر روح اس جسم کے بغیر نہیں جی سکتی — تو پھر آسمان کس کا محل ہوگا؟

گر نخواہد بے بدن جانِ تو زیست — فی السماء رزقکم روزیِ کیست
اگر تیری جان جسم کے بغیر زندہ نہ رہ سکے گی — "آسمانوں میں ہے تمہارا رزق" کس کی روزی ہوگا؟

دربیانِ وخامتِ چرب و شیرینِ دنیا و مانع شدنِ او از طعام اللہ چنانچہ فرمود "الجوع طعام اللہ یحیی بہٖ ابدان الصدیقین" اے فی الجوع یصل طعام اللہ عزوجل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" وقول اللہ تعالیٰ "یرزقون فرحین"

اس بیان میں کہ دنیا کی چکنی اور میٹھی چیز ناسازگار ہے اور وہ اللہ کے طعام سے مانع ہے چنانچہ فرمایا ہے بھوک اللہ کا کھانا ہے جس سے وہ صدیقین کے جسموں کو زندہ رکھتا ہے یعنی بھوک میں اللہ عزوجل کا کھانا پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں

وارہی زیں روزیِ ریزہ کثیف — درفتی در لوت و در قوتِ شریف
اس گندی اور معمولی روزی سے چھٹکارا حاصل کرے — تو لذیذ غذا اور شریف روزی میں پہنچ جائے گا

گر ہزاراں رطل لوتش می خوری — میروی پاک و سبک ہمچوں پری
اگر تو اس لذیذ غذا کے ہزاروں رطل کھائے گا — (تب بھی) پاک اور ہلکا رہ کر پری کی طرح پرواز کرے گا

---

۱ گرتنِ من۔ مردہ سمجھنے والوں سے تو یہ کہے کہ اگرچہ میرا جسم عام جسموں کی طرح مُردہ نظر آرہا ہے لیکن دل میں آٹھوں جنتیں بہار دکھا رہی ہیں۔ جانِ خفتہ۔ اگر روح گل و نسرین کی سیر کر رہی ہے تو جسم کے کسی خراب جگہ پڑے ہونے پر کوئی صدمہ نہیں ہوتا ہے۔ جانِ خفتہ۔ جو روح عالم برزخ میں آرام سے سو رہی ہے اُس کو جسم کی کوئی پروا نہیں ہوتی ہے یا لَیتَ۔ جنتی جنت میں داخل ہوتے وقت تمنا کرے گا کہ کاش میری قوم میرے اس عیش و عشرت سے آگاہ ہوتی۔

۲ گر نخواہد جنت میں یہ مادی بدن نہ ہوگا اور روح زندہ رہے گی اور اُس کو زندہ رکھنے کے لئے خدا اُس کو روزی عنایت کرے گا یہ معنوی روزی اور رزق ہوگا۔ دربیان۔ یہ مولانا نے معنوی روزی کا بیان شروع کیا ہے۔ الجوع۔ یہ حدیث ان الفاظ سے کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ وابیت۔ یہ روایت صوم وصال کے سلسلہ میں کتابوں میں مذکور ہے

۳ وارہی۔ انسان جس قدر رزق ظاہری سے دور رہیگا اسی قدر اُس کو رزق باطنی حاصل ہوگا گر ہزاراں۔ معنوی رزق اُن تمام عیوب سے پاک ہے جو رزق ظاہری میں ہیں۔

کہ نہ حبسِ باد قولنجت کند — چار میخِ معدہ آہنجت کند
کیونکہ نہ ریح کا رُکنا تیرے قولنج کریگا — (نہ) معدہ کی تکلیف تجھے ستائے گی

گر خوری کم گرسنہ مانی چو زاغ — ور خوری پُر گیرد آروغت دماغ
اگر تو کم کھائے گا کوے کی طرح بھوکا رہیگا — اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تیری ڈکار دماغ پر اثر کریگی

کم خوری خوئے بد و خشکی و دِق — پُر خوری شُد تخمہ را تن مستحق
تو کم کھائے، بدمزاجی اور خشکی اور دق (ہوگی) — پیٹ بھر کر کھائے، تو جسم ہیضہ کا مستحق ہوگا

از طعام اللہ و قوتِ خوشگوار — بر چناں دریا چو کشتی شو سوار
اللہ کے کھانے اور خوشگوار خوراک کے ذریعہ — ایسے دریا پر کشتی کی طرح سوار ہو جا

باش در روزہ شکیبا و مُصر — دمبدم قوتِ خدا را منتظر
روزے میں صابر اور مُصِر بن کر — ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کی روزی کا منتظر رہ

کاں خدائے خوب کار و بُردبار — ہدیہا را میدہد در انتظار
کیونکہ وہ خدا اچھے کام کرنے والا اور بُردبار ہے — انتظار میں تحفے دیتا ہے

انتظارِ ناں ندارد مردِ سیر — کہ سبک آید وظیفہ یا کہ دیر
پیٹ بھرا انسان روٹی کا انتظار نہیں کرتا ہے — کہ خوراک جلدی آئے گی، یا دیر میں

بینوا ہر دم ہمی گوید کہ کو — وز مجاعت منتظر درماند او
بے سروسامان کہتا رہتا ہے کہ کہاں ہے؟ — بھوک کی وجہ سے وہ منتظر رہتا ہے

چوں نباشی منتظر ناید بتو — آں نوالہ دولتِ ہفتاد تو
جب تو منتظر نہ ہوگا تیرے پاس نہیں آئیگا — ستر گنا دولت کا لقمہ

اے پدر الانتظار الانتظار — از برائے خوانِ بالا مرد وار
اے بابا! انتظار کر، انتظار کر — مردوں کی طرح آسمانی خوان کا

ہر گرسنہ عاقبت قوتے بیافت — آفتابِ دولتے بروے بتافت
انجام کار ہر بھوکے نے روزی حاصل کرلی — دولت کا آفتاب اُس پر چمکا

ضیفِ باہمت چو آشے کم خورد — صاحبِ خواں آشِ بہتر آورد
باہمت مہمان جب کھانا کم کھاتا ہے — میزبان عمدہ کھانا لاتا ہے

جز کہ صاحب خوانِ درویشِ لئیم — ظنِ بد کم بر بہ رزاقِ کریم
بجز مفلس کمینہ میزبان کے — سخی رزق دینے والے کے بارے میں بدگمانی نہ کر

لہ کند۔ رزقِ ظاہری درد قولنج اور معدہ کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ گر خوری۔ رزقِ ظاہری کی کمی اور زیادتی دونوں مُضر ہیں۔ دماغ۔ ڈکار سستی کی علامت ہے جس سے دماغ ڈل ہو جاتا ہے۔ باش۔ انسان ظاہری روزی کو چھوڑتا ہے اور معنوی روزی کا منتظر رہتا ہے تب اُس کو معنوی روزی حاصل ہوتی ہے۔ انتظار۔ پیٹ بھرا روزی کا منتظر نہیں رہتا ہے۔

لہ بینوا۔ جب ظاہری روزی نہ ہوگی اور بھوک لگے گی تو انسان معنوی روزی کا منتظر رہے گا اور حضرت حق تعالیٰ ستر گونہ معنوی روزی عطا فرمادینگے۔ الانتظار۔ حدیث شریف ہے اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔ کشادگی کا منتظر رہنا بہترین عبادت ہے۔

لہ ہر گرسنہ۔ ظاہری روزی سے احتراز کر کے جب بھوک پیدا کرو گے تو معنوی زندگی کا آفتاب طلوع کرے گا۔۔۔ ضیف۔ اگر مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو سخی میزبان اُس کے لئے اور اچھا کھانا تیار کر کے لاتا ہے۔ بجز کمینے میزبان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ مہمان کی پروا نہیں کرتا ہے اور اُسکے کم کھانے۔۔۔۔۔ اور اعلیٰ کھانا نہیں کھلاتا ہے تو خدا کے ساتھ اِس طرح کی بدگمانی نہ کرو وہ سخی مہربان ہے۔

سر[1] بر آور ہمچو کوہے اے سند — تا نخستیں نورِ خور بر تو زند

اے معتمد! پہاڑ کی طرح سر اُبھار — تاکہ پہلے ہی سورج کی روشنی تجھ پر پڑے

کاں سرِ کوہِ بلندِ مستقر — ہست خورشیدِ سحر را منتظر

مستقل، بلند پہاڑ کی چوٹی — صبح کے سورج کی منتظر ہے

در جوابِ آں مغفل کہ گفتہ است کہ خوش بودے ایں جہاں اگر مرگ نبودے و خوش بودے ملکِ دنیا اگر زوالش نبودے

اُس بیوقوف کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہان کیا ہی اچھا ہوتا اگر موت نہ ہوتی اور دنیا کی سلطنت اچھی ہوتی اگر اس کا زوال نہ ہوتا

وَعَلٰی ھٰذِہِ الْوَتِیْرَۃِ مِنَ الْفَشَارَاتِ

اور اسی طرح کی بکواسیں

آں[2] یکے میگفت خوش بودے جہاں — گر نبودے پائے مرگ اندر میاں

ایک شخص کہتا تھا دنیا اچھی ہوتی — اگر موت کا پاؤں درمیان میں نہ ہوتا

آں دگر گفت ار نبودے مرگ ہیچ — کہ نیرزیدے جہانِ پیچ پیچ

دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی — تو پُرپیچ دنیا ایک تنکے کی نہ ہوتی

خرمنے بودے بدشت افراشتہ — مُہمل و ناکوفتہ بگذاشتہ

جنگل میں اُبھرا ہوا ایک کھلیان ہوتا — بیکار بغیر گہائے ہوئے چھوڑا ہوا

مرگ[3] را تو زندگی پنداشتی — تخم را در شورہ خاکے کاشتی

تو نے موت کو زندگی سمجھا — بیج کو شور زمیں میں بو دیا

عقلِ کاذب ہست خود معکوس بیں — زندگی را مرگ بیند آں غبیں

جھوٹی عقل خود اُلٹا دیکھنے والی ہے — وہ پاگل، زندگی کو موت سمجھتی ہے

اے خدا بنمای تو ہر چیز را — آنچنانکہ ہست در خدعہ سرا

اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے — جس طرح کہ وہ دھوکے کے گھر میں ہے

ہیچ مُردہ نیست پُر حسرت ز مرگ — حسرتش آنست کش کم بود برگ

کوئی مرنے والا موت پر حسرت سے پُر نہیں ہو — اُس کی یہ حسرت ہے کہ اُس کا توشہ کم ہے

اے خدا تو ان کو صحیح حالت میں ہمیں دکھا دے۔ ہیچ۔ جب مرنے پر دنیا اور عقبیٰ کی حقیقت کھل جاتی ہے تو مرنے پر افسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے اعمالِ حسنہ کی کمی پر افسوس کرتا ہے۔

[1] سر بر آور۔ ظاہری گھٹیا روزی پر اکتفا نہ کرو بلند ہمت رکھو بلند سر پر اللہ کا نور جلد پہنچتا ہے آفتاب کی روشنی سب سے پہلے پہاڑ کی بلند چوٹی پر پڑتی ہے۔ در جواب۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ معنوی روزی عالمِ بالا سے متعلق ہے اور اس دنیا کی روزی بہت گھٹیا چیز ہے عالمِ بالا اور معنوی روزی کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور یہاں کی روزی کو پسند کرنا حماقت کی بات ہے۔ فشار۔ بکواس۔

[2] آں یکے۔ یہ بیوقوف دنیا کی ابدی زندگی کا متمنی تھا۔ آں دگر۔ دوسرا شخص جو عقلمند تھا اس نے کہا کہ دنیا کی زندگی تو محض اس لئے ہے کہ یہاں آدمی اچھے کام کرے تو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں کام آئیں اگر موت نہ ہو اور آخرت تک نہ پہنچا جائے تو پھر دنیا کے اعمال کی مثال تو اس کھلیان کی سی ہے جو بغیر قابلِ نفع بنائے جنگل میں چھوڑ دیا جائے۔

[3] مرگ۔ اخروی زندگی کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی بمنزلہ موت ہے اس کو زندگی سمجھنا بے وقوفی ہے۔ غبین۔ وہ شخص جس کے حواس سالم نہ ہوں۔ اے خدا۔ انسانی عقل ناقص دنیا کی چیزوں کو بالعکس دکھاتی ہے۔

ورنہ از چاہے بصحرا اوفتاد — در میانِ دولت و عیش و گشاد
ورنہ وہ کنویں سے جنگل میں آ گیا — دولت اور عیش اور خوشی میں

زیں مقامِ ماتم[1] و تنگیں مُناخ — نقل افتادش بصحرائے فراخ
اس غم کی جگہ اور تنگ باڑے سے — وہ وسیع جنگل میں منتقل ہوگیا

مقعدِ صدقے نہ ایوانِ دروغ — بادۂ خاصی نہ مستیِ زدوغ
سچائی کا ٹھکانا، نہ جھوٹ کا قلعہ — خصوصی شراب، نہ کہ چھاچ کی مستی

مقعدِ صدق و جلیسِ حق شدہ — رُستہ زیں آب و گِل آتشکدہ
سچائی کی مجلس اور اللہ (تعالیٰ) کا ہم نشین بن گیا — آتشکدہ کے اس آب و گِل سے چھوٹا ہوا

ورنہ کردی زندگانی مُنیر — یک دو دم ماندست مردانہ بمیر
اگر تو نے منور زندگی بسر نہیں کی ہے — ایک دو سانس باقی رہے ہیں مردانہ موت اختیار کر

فیما یُرجیٰ من رحمۃ اللہ تعالیٰ معطی النعم قبل استحقاقہا

اس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید کے بیان میں جو استحقاق سے پہلے ہی نعمتیں عطا کرتا ہے

وھو الذی یُنزل الغیث من بعد ما قنطوا ورُبَّ بُعدٍ[2]
وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے لوگوں کی مایوسی کے بعد اور بہت سی دوریاں ہیں

یُورث قربا ورب معصیۃ میمونۃ ورب سعادۃ تاتی
جو قرب پیدا کر دیتی ہیں اور بہت سے گناہ ہیں جو مبارک ہیں اور بہت سی سعادتیں ہیں

من حیث یرجی النقم لیعلم ان اللہ یبدل سیئاتہم حسنات
جو اس جگہ سے حاصل ہو جاتی ہیں جہاں سے عذاب کی توقع ہوتی ہے تاکہ جان لے بیشک اللہ تعالیٰ انکی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے

در حدیث آمد کہ روزِ رستخیز — امر آید ہر یکے تن را کہ خیز
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن — ہر جسم کو حکم ہوگا کہ اُٹھ

نفخِ صور امرست از یزدانِ پاک — کہ بر آرید اے ذرائر سر زخاک
صور کا پھونکنا خدائے پاک کا حکم ہے — کہ اے چیونٹیو! مٹی سے سر ابھارو

باز آید جانِ ہر یک در بدن — ہمچو[3] وقتِ صبح ہوش آید بتن
ہر ایک جان بدن میں واپس آ جائے گی — جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہوش آ جاتا ہے

جانِ تن خود را شناسد وقتِ روز — در لباسِ خود در آید با فروز
دن کے وقت روح اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے — رونق کے ساتھ اپنے لباس میں آ جائے گی

---

[1] ماتم۔ دنیا ماتم کدہ ہے۔ نقل۔ مرنے کے بعد انسان آخرت کے وسیع مقام پر منتقل ہو جاتا ہے۔ مقعدِ صدق۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ جو لوگ پرہیزگار ہیں باغوں اور نہروں میں سچی جگہ میں قادر بادشاہ کے مقرب ہوں گے۔ ورنہ کردی۔ اگر تو اب تک آخرت کی تیاری نہیں کر سکا اب کر لے اور موت سے پہلے مردانہ موت اختیار کرلے۔ فیما یرجی۔ اب یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت حق کے قرب میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہوں گی۔

[2] ورُبَّ بُعدٍ۔ یعنی بسا اوقات فراق وصال کا سبب بن جاتا ہے۔ ورُبَّ معصیۃ۔ بہت سے گناہ بابرکت ثابت ہو جاتے ہیں۔ اِنَّ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیگا۔ رستخیز۔ یعنی روئیدن و برخاستن۔ نفخ۔ پھونکنا، نفخِ صور سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔ ذرائر۔ ذرّہ کی جمع ہے چھوٹی چیونٹی۔

[3] ہمچو۔ جس طرح نیند سے انسان بیدار ہوتا ہے سب زندہ ہو جائیں گے۔ جان جیسے ہی صبح جسم میں آجاتی ہے اور جسم کا لباس پہن لیتی اور اپنے جسم کو خوب پہچان لیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کی روح کسی دوسرے کے جسم میں آ جائے۔

جسمِ خود بشناسد و در وے رَوَد — جانِ زرگر سوئے درزی کے رَوَد
اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اسمیں چلی جاتی ہے — سونار کی روح، درزی کی جانب کب جاتی ہے؟

جانِ[1] عالم سوئے عالم میرَوَد — روحِ ظالم سوئے ظالم میرَوَد
عالم کی روح عالم کی جانب جاتی ہے — ظالم کی روح ظالم کی جانب جاتی ہے

کہ شناسا کرد شاں علمِ اِلٰہ — چونکہ برّہ و میش وقتِ صبحگاہ
کیونکہ اُن کو علمِ خداوندی نے شناسا بنا دیا ہے — جس طرح کہ بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ صبح کے وقت

پائے کفشِ خود شناسد در ظُلَم — چوں نداند جانِ تن خود اے صنم
اندھیروں میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے — اے صنم! روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی؟

صبحِ حشرِ کوچک است اے مستجیر — حشرِ اکبر را قیاس از وے بگیر
اے پناہ کے طالب! صبح چھوٹی قیامت ہے — بڑی قیامت کو اُس پر قیاس کر لے

آنچناں[2] کہ جاں بپرّد سوئے طیں — نامہ پرّد از یسار و از یمیں
جس طرح روح جسم کی مٹی کی طرف پرواز کرتی ہے — اعمالنامہ بائیں اور دائیں جانب سے پرواز کریگا

در کفش بنہند نامہ بخل و جود — فسق و تقویٰ آنچہ وے خو کردہ بود
اُس کے ہاتھ میں دیدیں گے بخل اور سخاوت کا اعمال — بدکاری اور تقویٰ جس کی اُس کو عادت تھی

چوں شود بیدار از خواب اُو سحر — باز آید سوئے اُو آں خیر و شر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہوگا — وہ بھلا اور بُرا اُس کی جانب واپس آجائے گا

گر ریاضت[3] دادہ باشد خوئے خویش — وقتِ بیداری ہماں آید بہ پیش
اگر اُس نے اپنی عادت کی اصلاح کرلی ہوگی — بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی

ور بُد اُو دی خام و زشت و در ضلال — چوں عزا نامہ سیہ یابد شمال
اگر وہ کل کچا اور بھدا اور گمراہی میں تھا — تو اُس کا بایاں ہاتھ تعزیت نامہ جیسا (سیاہ) اعمالنامہ (پائیگا)

ور بُد اُو دی پاک و با تقویٰ و دیں — چوں شود بیدار یابد در یمیں
اور اگر وہ کل پاک اور متقی اور دیندار تھا — جب بیدار ہوگا، دائیں ہاتھ میں پائیگا

ہست مارا خواب و بیداریِ ما — بر نشانِ مرگ و محشر دو گواہ
ہمارا سونا اور جاگنا ہمارے لئے — دو گواہ ہیں موت اور محشر کی علامت پر

[1] جانِ عالم۔ عالم کی روح عالم میں، ظالم کی روح ظالم میں پہنچ جاتی ہے۔ کہ شناسا۔ ہر روح اپنے جسم کو اُس علم کے ذریعہ پہچان لے گی جو خدا نے اُس کو عطا کیا ہے جس طرح کہ بھیڑ اور اُس کا بچہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ پائے۔ پاؤں اندھیرے میں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے۔ صبح۔ انسان کا نیند سے صبح کو بیدار ہو کر اٹھنا چھوٹا حشر ہے اسی سے بڑے حشر کو سمجھ لو۔

[2] آنچناں۔ قیامت میں جس طرح روح جسم کی جانب پرواز کرکے آئے گی اسی طرح اعمالنامے دائیں اور بائیں جانب سے پرواز کرکے انسانوں کے پاس آجائینگے۔ در کفش۔ فرشتے ہر انسان کے ہاتھ میں اُس کی نیکیوں اور گناہوں کے اعمالنامے پکڑا دیں گے۔ چوں شود جب صبح محشر کو انسان موت کی نیند سے بیدار ہوگا اُس کی ہر خیر و شر اُس کے پاس پہنچ جائے گی۔

[3] گر ریاضت۔ اگر اُس نے مجاہدہ کرکے نیک عادت بنالی ہوگی تو صبح محشر میں وہ اُس کے سامنے آئے گی اور اگر وہ کل یعنی دنیا میں خام اور زشت اور گمراہ تھا تو اُس کا سیاہ اعمالنامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں آجائے گا۔ ور بُد۔ اگر انسان نیک تھا تو اُس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ ہست۔ ہمارا سونا اور پھر بیدار ہونا ہمارا مرنے اور پھر قیامت میں زندہ ہوجانے کے گواہ ہیں۔

حشرِ اصغر حشرِ اکبر را نمود ۔۔۔ مرگِ اصغر مرگِ اکبر را زدود

چھوٹی قیامت نے بڑی قیامت دکھا دی ۔۔۔ چھوٹی موت نے بڑی موت کو مانجھ دیا

لیک ایں نامہ خیال ست و نہاں ۔۔۔ واں شود در حشرِ اکبر بس عیاں

لیکن یہ اعمالنامہ خیالی اور پوشیدہ ہے ۔۔۔ اور وہ بڑی قیامت میں واضح ہو گا

ایں خیال اینجا نہاں پیدا اثر ۔۔۔ زیں خیال آنجا برویاند صور

یہ خیال یہاں چھپا ہوا ہے، اثر پیدا ہو گا ۔۔۔ اس خیال سے اس جگہ صورتیں اگیں گی

در مہندس بیں خیالِ خانہ ۔۔۔ در دلش چوں در زمینے دانہ

انجینیر میں کسی گھر کا تصور دیکھ ۔۔۔ اس کے دل میں اس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ

آں خیال از اندروں آید بروں ۔۔۔ چوں زمیں کہ زاید از تخمِ دروں

وہ خیال اندر سے باہر آ جائے گا ۔۔۔ جس طرح زمین اندر کے بیج اگا دیتی ہے

ہر خیالے کو کند در دل وطن ۔۔۔ روزِ محشر صورتے خواہد شدن

ہر خیال دل میں وطن بناتا ہے ۔۔۔ قیامت کے دن ایک صورت بنے گا

چوں خیالے آں مہندس در ضمیر ۔۔۔ چوں نبات اندر زمینِ دانہ گیر

چھپا کر اس انجینیر کے دل کا خیال ۔۔۔ جس طرح کہ دانہ قبول کرنے والی زمین میں پودا

مخلصم زیں ہر دو محشر قصہ ایست ۔۔۔ مومناں را در بیانش حصہ ایست

ان دونوں محشروں کے بیان سے میرا مقصد قصہ گوئی ہے ۔۔۔ مومنوں کے لئے اس کے بیان میں ایک حصہ ہے

چوں بر آید آفتابِ رستخیز ۔۔۔ بر جہند از خاک خوب و زشت تیز

جب قیامت کے دن سورج طلوع کرے گا ۔۔۔ اچھے اور برے جلدی سے اٹھ کھڑے ہوں گے

سوئے دیوانِ قضا پویاں شوند ۔۔۔ نقدِ نیک و بد بکورہ در روند

فیصلہ کی کچہری کی طرف دوڑیں گے ۔۔۔ نیک اور بد کی نقدی بھٹی میں چلی جائے گی

نقدِ نیکو شادماں و نازناز ۔۔۔ نقدِ قلب اندر زحیر و در گداز

نیک کی نقدی خوش اور پُر ناز ہو گی ۔۔۔ کھوٹی نقدی پیچ و تاب اور پگھلنے میں ہو گی

لحظہ لحظہ امتحانہا می رسد ۔۔۔ سرِ دلہا می نماید در جسد

دم بدم امتحانات ہوں گے ۔۔۔ دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا

چوں ز قندیل آبِ روغن گشتہ فاش ۔۔۔ یا چو خاکے کہ بروید سبزہ اش

جس طرح لالٹین سے تیل اور پانی واضح ہو جاتا ہے ۔۔۔ یا وہ زمین جو سبزے اگا دیتی ہے

۱؎ حشرِ اصغر۔ یعنی سو کر بیدار ہونا۔ حشرِ اکبر یعنی قیامت میں زندہ ہونا۔ مرگِ اصغر۔ یعنی سونا۔ مرگِ اکبر یعنی نزع۔

۲؎ ایک۔ دنیا میں جو اعمالنامہ فرشتے تیار کر رہے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ ہے قیامت میں وہ ظاہر ہو جائے گا۔

۳؎ ایں خیال۔ یہ اعمالنامہ یہاں پوشیدہ ہے لیکن اس کا اثر ظاہر ہو کر رہیگا۔

۴؎ در مہندس۔ اس کی یہ مثال ہے کہ انجینیر کے دل کے خیالات آخر میں صورت میں اختیار کر لیتے ہیں۔

۵؎ آں خیال۔ انسان کے اندرونی خیالات ظاہری صورت اختیار کریں گے جس طرح زمین کے اندر کا بیج درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہر خیال انسان کے خیالات اور اغراض قیامت میں صورتیں اختیار کریں گے اور جوہر بن جائیں گے۔

۶؎ مخلصم۔ یہ دونوں محشروں کا محض قصہ بیان نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ مومنوں کے لئے بطور عبرت ان کو ذکر کیا گیا ہے۔

۷؎ سوئے۔ ہر نیک و بد زندہ ہو کر عدالت میں بھاگ کر پہنچ جائے گا۔ کورہ بھٹی۔ زحیر۔ پیچش۔ لحظہ۔ عدالت میں پہنچنے کے بعد امتحانات شروع ہو جائیں گے اور چھپے ہوئے راز ظاہر ہو جائیں گے۔

۸؎ چوں۔ دل کے راز اسی طرح ظاہر ہو جائیں گے جس طرح لالٹین کے اندر کے تیل یا پانی کا پتہ

از پیاز و زعفران و کوکنار ۔۔۔ سبزی پیدا کُند دشتِ بہار
پیاز اور زعفران اور خشخاش ۔۔۔ (موسم) بہار کا جنگل سبزی اُگا دیتا ہے

آں[1] یکے سر سبز نحنُ المتّقون ۔۔۔ واں دگر ہم چوں بنفشہ سرنگوں
ایک سر سبز ہوگا (کیونکہ وہ) ہم پرہیزگار ہیں (میں ہی) ۔۔۔ دوسرا ابھی بنفشہ کی طرح سر جھکائے ہوگا

چشمہا بیروں جہیدہ از خطر ۔۔۔ گشتہ دہ چشمہ زبیمِ مستقر
خطرے سے آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہونگی ۔۔۔ ٹھکانے کے ڈر سے آنکھ، دس آنکھیں بنی ہوئی ہوگی

باز ماندہ دیدہا در انتظار ۔۔۔ تاکہ نامہ نایدا از سوئے یسار
انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی ۔۔۔ تاکہ اعمالنامہ بائیں جانب سے نہ آجائے

چشم گرداں سوئے چپ و سوئے راست ۔۔۔ زانکہ نبود بخت نامہ راست کاست
آنکھیں بائیں جانب اور دائیں جانب گھومتی ہونگی ۔۔۔ اس لئے کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب گھٹا ہوا نہ ہو

چشم گرداں سوئے راست و سوئے چپ ۔۔۔ زانکہ نبود بخت نامہ راست زپ
آنکھیں دائیں جانب اور بائیں جانب گھومتی ہونگی ۔۔۔ تاکہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب رائیگاں نہ ہو

نامہ آید بدستِ بندہ ۔۔۔ سر سیہ از جرم و فسق آگندہ
ایک بندہ کے ہاتھ میں اعمالنامہ آئے گا ۔۔۔ جو جرموں سے کالا اور فسق سے پُر ہوگا

اندرو یک خیر و یک توفیق نے ۔۔۔ جز کہ آزارِ دلِ صدّیق نے
اس میں ایک بھلائی اور ایک توفیق نہ ہوگی ۔۔۔ سوائے سچے بندے کی دل آزاری کے کچھ نہ ہوگا

پُر ز سر تا پائے زشتی و گناہ ۔۔۔ تسخر و خنبک زدن بر اہلِ راہ
شروع سے آخر تک بُرائی اور گناہ سے بھرا ہوا ۔۔۔ راہ (طریقت) کے اہل کا مذاق اُڑانے اور تالیاں پیٹنے

آں[2] دغل کاری و دزدیہائے او ۔۔۔ واں چو فرعوناں انا و انائے او
اُس کی مکاری اور چوریوں سے ۔۔۔ اُس کی فرعونوں کی سی انانیت اور تکبر سے

چوں بخواند نامۂ خود آں ثقیل ۔۔۔ داند او کہ سوئے زنداں شد رحیل
جب وہ بوجھل اپنے اعمالنامہ کو پڑھے گا ۔۔۔ وہ جان جائے گا کہ قیدخانہ کی جانب کوچ ہوا

پس رواں گردد چو دزداں سوئے دار ۔۔۔ جرم پیدا بستہ راہِ اعتذار
تو وہ ڈاکوؤں کی طرح سولی کی جانب روانہ ہوجائیگا ۔۔۔ قصور کھلا ہوا اور معذرت کی راہ بند ہوگی

آں[3] ہزاراں حجت و گفتارِ بد ۔۔۔ بر دہانش گشتہ چوں مسمارِ بد
وہ ہزاروں دلیلیں اور بُرے بول ۔۔۔ بُری کیل کی طرح اُس کے منہ پر بن گئے

[1] آں یکے۔ اگر انسان میں تقویٰ ہے تو اس پر سر سبزی نمودار ہو جائے گی اور اگر بدکار ہے تو بنفشہ کی طرح سرنگوں ہو جائے گا۔ چشمہا۔ خوف سے آنکھیں دس چشمے بن جائینگی۔ سوئے یسار۔ بُرا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ چشم گرداں ہر شخص دائیں بائیں نظریں گھمائیگا کہ کہیں اُس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ والا نہ ہو جو مجرموں کا ہوگا۔ نامہ۔ کسی شخص کے ہاتھ ایسا اعمالنامہ آئے گا تو پورا سیاہ ہوگا جس میں بُرائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہ ہوگی۔ خنبک زدن۔ تالی بجانا۔

[2] آں دغل۔ اس گنہگار نے جو چوریاں اور مکاریاں کی ہیں وہ سب اس اعمالنامے میں درج ہوں گی اور اُس کا تکبر و غرور بھی لکھا ہوا ہوگا۔ ثقیل۔ یعنی گناہوں سے بھاری۔ رحیل۔ کوچ۔ جرم اس کے تمام گناہ کھلے ہوئے ہوں گے اور معذرت کا راستہ بند ہوگا۔

[3] آں ہزاراں۔ گنہگاروں کے بارے میں قرآن میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ آج ہم اُن کے منہ پر مُہر لگا دیں گے اور ہم سے اُن کے ہاتھ گفتگو کریں گے اور اُن کے کارناموں پر اُن کے پاؤں گواہی دیں گے۔

رختِ[1] دزدی در تن و در خانہ اَش — گشت پیدا گم شُدہ افسانہ اَش
چوری کا سامان، بدن پر اور اُس کے گھر میں — کُھل گیا، اُس کا قصّہ ختم ہو گیا

پس رَواں گردد بزندانِ سعیر — کہ نباشد خار را زآتش گزیر
تو وہ دوزخ کے قید خانہ کی جانب روانہ ہوگا — کیونکہ کانٹے کے لئے آگ کے سوا چارہ نہیں

چوں مُوکّل آں ملائک پیش و پس — بُودہ پنہاں گشتہ پیدا چوں عَسس
فرشتے، سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے — چھپے ہوئے تھے، کوتوال کی طرح ظاہر ہوگئے

میبرندش[2] میسپارندش بہ نیش — کہ بروائے سگ بگہہ اِنہائے خویش
اُس کو لے جائیں گے اُس کو عذاب کے سپرد کردیں گے — کہ اے کُتّے! اپنے پاخانوں میں جا

میکشد پا بر سرِ ہر راہ اُو — تا بُود کہ بر جہد زاں چاہ اُو
وہ ہر راستہ پر پاؤں کھینچتا ہے — شاید کہ وہ اس کنویں سے کود بھاگے

منتظر می ایستد تن میزند — بر اُمیدے رُوئے واپس می کُند
اِنتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے چُپ سادھ لیتا ہے — کسی اُمید پر مُڑکر دیکھتا ہے

اَشک میبارد چو بارانِ خزاں — خشک اُمیدے چہ دارد اُو جزآں
(موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہاتا ہے — وہ سوائے اُس کے اور کیا خشک اُمید رکھتا ہے؟

ہر زمانے رُوئے واپس میکنُد — رُو بدرگاہِ مُقدّس میکنُد
وہ ہر وقت مُڑکر دیکھتا ہے — درگاہِ مقدّس کی طرف رجوع کرتا ہے

پس[3] زحق امر آید از اقلیمِ نُور — کہ بگوئیدش کہ اے بطّالِ عُور
نور کے عالم سے اللہ کی جانب سے حکم آئیگا — اُس سے کہدو کہ اے جھوٹے، ننگے!

اِنتظارِ چیستی اے کانِ شر — رُو چہ واپس میکنی اے خیرہ سر
اے شرکی کان! کا ہے کا انتظار ہے؟ — اے بیہودہ! مُڑکر کیوں دیکھتا ہے؟

نامہ ات آنست کِت آمد بدست — اے خدا آزار و اے شیطاں پرست
تیرا وہی اعمالنامہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آیا — اے خدا دشمن! اور اے شیطان کے پجاری!

چوں بدیدی نامۂ کردارِ خویش — چہ نگری پس بیں جزای کارِ خویش
جبکہ تو نے اپنے عمل کا اعمالنامہ دیکھ لیا — پیچھے کیا دیکھتا ہے؟ اپنے کام کی جزاء دیکھ

بیہُدہ چہ مول مولے میزنی — در چنیں چہ کو اُمیدِ روشنی
کیوں بیہودہ ٹال مٹول کرتا ہے — ایسے کنویں میں روشنی کی کیا اُمید ہے؟

[1] رختِ دزدی۔ جب چور کے گھر میں سے چوری کا سامان برآمد ہوجائے تو ثبوت مکمل ہوجاتا ہے۔ سعیر، جہنم۔ کہ نباشد۔ خار وار جھاڑ جلانے ہی کے کام آتی ہے۔ چوں مُوکّل جو فرشتے پہلے اُس سے پوشیدہ تھے اب کوتوال کی طرح اُس پر مُسلّط ہوں گے۔

[2] می برندش۔ وہ فرشتے اُس کو جہنم کی طرف لیجائیں گے۔ نیش۔ یعنی عذاب۔ کہ نہائی۔ یعنی جہنم میں جو اُس کا مقام ہے۔ می کشد۔ وہ جہنم کی طرف جانے سے کترے گا اور کسی اُمید پر مُڑمُڑ کر دیکھے گا۔ باران خزاں، موسمِ خزاں کی بارش بے کار ہوتی ہے۔ رُو بدرگاہ۔ وہ مُڑمُڑ کر اللہ تعالٰے کے دربار کو دیکھے گا۔

[3] پس۔ اُس گنہگار کے لئے عالمِ قُدس سے خطاب ہوگا کہ اے جھوٹے، اعمالِ صالحہ سے ننگے مُڑمُڑ کر کیوں دیکھتا ہے کس چیز کا انتظار ہے تیرا اعمالنامہ تیرے ہاتھ میں آچکا ہے اب بیکار ٹال مٹول سے کوئی فائدہ نہیں ہے اب تجھے عذاب کے گڑھے میں جانا ہے وہاں روشنی کی کوئی اُمید نہیں ہے۔

نے ترا از روئے ظاہر طاعتے — نے ترا در سِرّ و باطن نیتے

نہ تیرے پاس ظاہر کے اعتبار سے کوئی عبادت ہے — نہ تیرے پاس پوشیدہ اور مخفی ہوئی کوئی نیت ہے

نے ترا در شب مناجات و قیام — نے ترا در روز پرہیز و صیام

نہ تیرے پاس رات کی سرگوشی اور کھڑا رہنا ہے — نہ تیرے پاس دن کی پرہیزگاری اور روزہ رکھنا ہے

نے ترا حفظ زباں ز آزارِ کس — نے نظر کردن بعبرت پیش و پس

نہ تیرے پاس کسی کو ستانے سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے — نہ عبرت کے لئے آگے اور پیچھے دیکھنا ہے

پیش چہ بود یادِ مرگ و نزعِ خویش — پس چہ باشد مُردنِ یارانِ پیش

آگے کیا ہوتا ہے؟ موت اور اپنی جان کنی — پیچھے کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے دوستوں کا مرنا

نے ترا بر ظلم توبہ پُر خروش — اے دغا گندم نمائے و جو فروش

نہ تیرے پاس ظلم سے آہ بھری توبہ ہے — اے دغاباز، گیہوں دکھانے والے اور جَو بیچنے والے

چوں ترازوئے تو کژ بود و دغا — راست چوں جوئی ترازوئے جزا

جبکہ تیری ترازو کج اور پُر (دغا) تھی — تو جزا کی صحیح ترازو کو تو کیوں تلاش کرتا ہے؟

چونکہ پائے چپ بُدی در غدر و کاست — نامہ چوں آید ترا در دستِ راست

جبکہ تو غداری اور گھٹانے میں بایاں پاؤں بنا ہوا ہے — تو اعمال نامہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیسے آئیگا؟

چوں جزا سایہ است اے قدِ تو خم — سایۂ تو کج فتد در پیش ہم

اے ٹیڑھے قد والے! جبکہ جزا تیرا سایہ ہے — سامنے تیرا سایہ بھی ٹیڑھا پڑے گا

زیں قبیل آید خطاباتِ درشت — کہ شود کہ را ازاں ہم کوز پشت

اس طرح کے سخت خطابات آئیں گے — کہ اس سے پہاڑ بھی کبڑا ہو جائے گا

بندہ گوید آنچہ فرمودی بیاں — صد چنانم صد چنانم صد چناں

بندہ کہے گا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا — میں اس سے سَو گنا ہوں سَو گنا ہوں سَو گنا ہوں

خود تو پوشیدی بترہا را بحلم — ورنہ میدانی فضیحتہا بعلم

تو نے خود بُردباری سے اس سے بدتر کو پوشیدہ رکھا — ورنہ تو رسوائیوں کو علم کے ذریعہ جانتا ہے

لیک بیروں از جہاد و فعلِ خویش — از ورائے خیر و شر و کفر و کیش

لیکن کوشش اور اپنے فعل کے علاوہ — بھلائی اور بُرائی اور کفر و مذہب کے علاوہ

وز نیازِ عاجزانہ خویشتن — وز خیال و وہمِ من یا صد چو من

اپنی عاجزانہ نیازمندی کے علاوہ — اپنے یا اپنے جیسے سیکڑوں کے خیال اور وہم کے

(باقی)

۱؎ نے ترا۔ اللہ تعالیٰ اس گنہگار سے فرمائیگا کہ تیرے پاس کوئی عمل خیر ہے نہ تیرت غیر عبادات کی نمازیں نہ نفلی کا روزہ۔ تو نے لوگوں کو زبان سے بھی ستایا اور ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی۔ پیش۔ آگے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے مرنے اور نزع کی کیفیت کا تصور کر کے عبرت حاصل کرتا اور پیچھے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ جو تجھ سے پہلے مرے ہیں اُن سے عبرت حاصل کرتا۔

۲؎ توبہ۔ اگر گناہوں کا صدور بھی ہوا تھا تو اُن سے توبہ کر لیتا۔ چوں۔ جب تیرے عمل کی ترازو غلط تھی تو اب جزا کی ترازو کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ چونکہ۔ بُرائی بائیں جانب منسوب ہوتی ہے۔ چوں جزا۔ جزا کی مثال سایہ کی سی ہے جب قد ٹیڑھا ہے تو سایہ ضرور ٹیڑھا ہوگا۔

۳؎ زیں قبیل۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس گنہگار کو ایسے سخت جواب ملیں گے کہ اُن سے پہاڑ بھی جھک جائے۔ بندہ گوید۔ اب یہ گنہگار جناب باری میں عرض کریگا کہ جو میری خطائیں لکھوائی گئی ہیں میں اُن سے بھی سَو گنا خطاوار ہوں لیکن تیری رحمت اُن گناہوں سے بھی بدتر گناہوں کی پرِخشتی کرتی ہے مجھے نہ اپنے اعمال

بُودم اُمیدے بمحضِ لُطفِ تو [1] — از ورائے راست باشی یا عتو

مجھے تیری مہربانی سے اُمید تھی — صحیح زندگی یا سرکشی کے علاوہ

بخششِ محضے زلطفِ بے عوض — بُودم اُمیدلے کریمِ بے غرض

بغیر بدلے کی مہربانی سے خالص بخشش — اے بے غرض سخی! مجھے اُمید تھی

رُو پس کردم بداں محضِ کرم — سُوئے فعلِ خویشتن می ننگرم

میں اُس خالص کرم کی طرف مڑا — میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں

سُوئے آں اُمید کردم رُوئے خویش — کہ وجودم دادہ از پیش بیش

اُس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے — کہ تو نے مجھے پہلے وجود سے زیادہ وجود عنایت کیا

خلعتے ہستی بدادی رائگاں — من ہمیشہ معتمد بُودم براں

تو نے مفت وجود کا لباس عطا کیا — میں ہمیشہ اُس پر بھروسہ رکھتا تھا

چوں شمارد جرمِ خود را و خطا [2] — محض بخشائش درآید در عطا

جب وہ اپنے جرم اور خطا گنائے گا — خالص بخشش، عطا میں لگ جائیگی

کاے ملائک باز آریدش بما — کہ بُدستش چشم و دل سُوئے رجا

کہ اے فرشتو! اُس کو ہمارے پاس واپس لے آؤ — کیونکہ اُس کی آنکھ اور دل اُمیدوار (عطا) ہیں

لااُبالی وار آزادش کنیم — واں خطاہا را ہمہ خط بر زنیم

بے پروائی سے ہم اُس کو آزاد کردینگے — اور اُن سب خطاؤں پر قلم پھیر دیں گے

لااُبالی مرکسے باشد مُباح — کِش زیاں نبُود زجرم و از صلاح

بے پروائی اُسی کے لئے مناسب ہے — جس کو نیکی اور بدی سے کوئی نقصان پہنچے

آتشِ خوش برفروزیم از کرم [3] — تانماند جرم و زلّت بیش و کم

ہم کرم سے ایک اچھی آگ روشن کرینگے — تاکہ جرم اور لغزش نہ تھوڑی رہے نہ زیادہ

آتشے کز شعلہ اش کمتر شرار — می بسوزد جرم و جبر و اختیار

وہ آگ جس کے شعلے کی چھوٹی سی چنگاری — خطا اور جبر اور اختیار کو جلا ڈالے

شعلہ در بُنگاہِ انسانی زنیم — خار را گلزارِ رُوحانی کنیم

ہم انسانی خیمہ گاہ میں آگ لگا دیں گے — کانٹے کو روحانی چمن بنا دیں گے

ما فرستادیم از چرخِ نہم — کیمیا یُصلِحْ لَکُمْ اَعمَالَکُمْ

ہم نے نویں آسمان سے بھیجی ہے — وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیتا ہو کی کیمیا

---

[1] بودم - میری اُمید تیرے اُس کرم سے وابستہ ہے جو کسی بھی بدلے اور غرض سے بے نیاز ہے میں مڑ مڑ کر تیرے اُس کرم کو دیکھتا ہوں اپنے اعمال اور افعال کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ خلعتے۔ تو نے ہمیں وجود عطا کیا تھا وہ تیرا محض کرم تھا ورنہ اس سے پہلے نیک اعمال کہاں تھے۔

[2] چوں شمارد - جب یہ گنہگار اپنی خطائیں گنائیگا تو خالص بخشش عطا شروع کر دے گی۔ کہا ہے۔ اللہ تعالٰے ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ چونکہ اُس گنہگار نے ہماری بخشش سے امید وابستہ کی ہے لہٰذا اُس کو جہنم کی جانب سے واپس لے آؤ۔ لاابالی۔ ہم اُس کی تمام خطائیں معاف کرتے ہیں اور ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ ہم بے پروا ہیں بے پروا وہ ہوتا ہے جس کو کسی کی نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔

[3] آتش خوش۔ ہم اپنے کرم کی وہ آگ جلا دینگے جو تمام جرموں اور خطاؤں کو جلا کر خاکستر بنا دیگی۔ بنگاہ خیمہ گاہ۔ یصلح۔ قرآن پاک میں ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ اے مومنو اللہ سے پرہیزگاری حاصل کرو اور ٹھیک بات کہو وہ تمہارے اعمال کو سدھار دیگا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا۔

خود[1] چہ باشد پیشِ نورِ مستقر ۔۔۔ کرّ و فرِّ اختیارِ بو البشر

مستقل نور کے سامنے خود کیا ہے؟ ابو البشر کے اختیار کی شان و شوکت

گوشت پارہ آلتِ گویائے او ۔۔۔ پیہ پارہ منظرِ بینائے او

گوشت کا ایک ٹکڑا اُس کے بولنے کا آلہ ہے ۔۔۔ چربی کا ٹکڑا اُس کے دیکھنے کا آلہ ہے

مسمعِ او آں دو پارہ استخواں ۔۔۔ مدرکش دو قطرہ خوں یعنی جناں

ہڈی کے دو ٹکڑے اُس کے سننے کا آلہ ہیں ۔۔۔ خون کے دو قطرے یعنی دل اسکے علم کا آلہ ہیں

کرمکی[2] و از قذر آگندۂ ۔۔۔ طمطراقے در جہاں افگندۂ

تو گندگی سے بھرا ہوا ایک کیڑا ہے ۔۔۔ تو نے دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے

از منی بودی منی را واگذار ۔۔۔ اے ایاز آں پوستیں را یاد دار

تو منی سے پیدا ہوا تھا، خودی کو چھوڑ ۔۔۔ اے ایاز! اُس پوستین کو یاد رکھ

قصۂ ایاز و حجرہ داشتنِ او جہتِ چارق و پوستین و

ایاز اور اُس کے چپل اور پوستین کے لئے حجرہ رکھنے کا قصہ اور اُس کے

گماں بردن خواجہ تاشاں کہ او را دراں حجرہ دفینہ است

ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اُس حجرے میں اُس کا خزانہ ہے دروازہ

بسبب محکمیِ در و گرانیِ قفل و رفتنِ او بداں جا

کی مضبوطی اور تالے کے بھاری پن اور اُس کے وہاں جانے کی وجہ سے

آں ایاز از زیرکی انگیختہ ۔۔۔ پوستین و چارقش آویختہ

ایاز ذہانت سے بھڑکا ہوا تھا ۔۔۔ اُس نے اپنی پوستین اور چپل لٹکا رکھی تھی

میرود[3] ہر روز در حجرہ خلا ۔۔۔ چارقت اینست منگر در علا

علیحدہ حجرے میں وہ روزانہ جاتا تھا ۔۔۔ تیری یہ چپل ہے، بلندی پر نظر نہ کر

شاہ را[4] گفتند او را حجرہ ایست ۔۔۔ اندر آنجا زر و سیم و خمرہ ایست

انھوں نے بادشاہ سے کہا اُس کا ایک حجرہ ہے ۔۔۔ وہاں سونا چاندی اور مٹکا ہے

---

[1] خود چہ باشد: جس قدر افعالِ انسانی ہیں وہ مظہرِ صفات و اسماءِ باری تعالیٰ ہیں اور اس اعتبار سے اُن میں ایک نور ہے لیکن چونکہ اُن کا صدور بندہ کے اختیار سے ہوا ہے اِس عارض کی وجہ سے اُن میں جُرم و خطا کی صفت پیدا ہو گئی ہے جب حضرتِ حق تعالیٰ اپنے کرم سے اُس اختیار کی نسبت کو محو فرما دیگا تو اُن کا نور واضح ہو جائیگا اور اُن افعال میں جُرم و خطا کی صفت باقی نہ رہے گی۔ گوشت: مولانا بندہ کے اِس اختیار کی حقارت اور صفت کو ظاہر فرماتے ہیں۔ اقوال میں بندہ کا اختیار محض ایک زبان کی وجہ سے ہے۔ پیہ: نظر کے گناہوں میں اختیار کا تعلق آنکھوں کی معمولی چربی سے ہے۔ مسمع: مسموعات میں اختیار محض کان کی دو ہڈیوں کی وجہ سے ہے۔ مدرکش: معلومات میں اختیار کا تعلق دل کے خون کے دو قطروں سے ہے۔ یہ ہے بندہ کے اختیار کی حقیقت۔

[2] کرمکی: انسان منی جیسی نجس چیز سے بنا ہے جس نے دنیا میں اپنی غلط شان و شوکت بنا رکھی ہے۔ از منی: جبکہ انسان اس قدر ناچیز ہے تو غرور و تکبر اُس کے مناسب نہیں اُس کو ایاز کی طرح اپنی اصل پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ قصۂ ایاز: ایک انسان کو اپنی اصل حقیقت کو اسی طرح پیشِ نظر رکھنا چاہیے

جس طرح ایاز اپنے عروج کے زمانہ میں اپنی اصل حقیقت کو فراموش نہ کرتا تھا۔ آں ایاز: ایاز جو سلطان محمود کا ایک ادنیٰ غلام تھا اور پھر ترقی کر کے اُس کا محبوب ترین وزیر بنا تھا چونکہ عقل کا پتلا تھا اُس نے اپنی غلامی کی حالت کی پوستین اور چپلیں ایک حجرے میں لٹکا رکھی تھیں۔ چارق: ایک قسم کی چپل تھی جو جنگلی لوگ پہنتے تھے۔

[3] میرود: ایاز کا معمول تھا کہ روزانہ اُس حجرہ میں جا کر اپنے آپ کو بتاتا کہ موجودہ عروج سے غرور نہ کر تیری اصل یہ ہے۔ شاہ را: دوسرے وزراء نے سلطان محمود سے کہا کہ ایاز کا ایک خاص حجرہ ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا اور اُسکو مضبوطی سے بند کر رکھا ہے انہیں اُس نے زر و جواہر جمع کر رکھے ہیں۔ خمرہ: مٹکا۔

راہ می ندہد کسے را اندرو
وہ اس کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا ہے

بستہ میدارد ہمیشہ آں در او
وہ ہمیشہ اس دروازے کو بند رکھتا ہے

شاہ فرمود اے عجب آں بندہ را
شاہ نے کہا تعجب ہے اس غلام کا

چہ بود پنہان و پوشیدہ ز ما
ہم سے چھپا اور ڈھکا کیا ہوگا؟

پس اشارت کرد میرے را کہ رو
پھر اس نے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ جا

نیم شب بکشائے در در حجرہ شو
آدھی رات کو دروازہ کھول حجرے میں چلا جا

ہر چہ یابی مر ترا یغماش کن
تو جو کچھ پائے تیرا ہے اس کو لوٹ لے

سر او را بر ندیمان فاش کن
اس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کردے

با چنیں اکرام و لطف بے عدد
ایسے اعزاز اور بے شمار مہربانیوں کے باوجود

از لئیمی سیم و زر پنہاں کند
کمینہ پن سے چاندی اور سونا چھپاتا ہے

می نماید او وفا و عشق و جوش
وہ وفا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے

وانگہ او گندم نمائے و جو فروش
پھر وہ گیہوں دکھانے والا اور جو بیچنے والا ہے

ہر کہ اندر عشق یابد زندگی
جو شخص عشق میں زندگی حاصل کرے

کفر باشد پیش او جز بندگی
اس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے

نیم شب آں میر با سی معتمد
اس امیر نے آدھی رات کو تیس معتمد آدمیوں کے ساتھ

در گشاد حجرہ او رائے زد
اس کے حجرے کو کھولنا طے کیا

مشعلہ بر کردہ چندیں پہلواں
چند بہادر، مشعلیں لئے ہوئے

جانب حجرہ روانہ شادماں
خوشی خوشی حجرے کی جانب روانہ ہوگئے

کامر سلطانست بر حجرہ زنیم
کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ ہم حجرہ لوٹ لیں

ہر یکے ہمیان زر در کش کنیم
ہم میں سے ہر ایک سونے کی تھیلی بغل میں دبالے

آں یکے میگفت ہے چہ جائے زر
ایک کہتا تھا، سونا کیا ہوتا ہے

از عقیق و لعل گوی و از گہر
عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر

خاص خاص مخزن سلطان ویست
وہ شاہی خزانہ کا خاص الخاص ہے

بلکہ اکنوں شاہ را خود جان ویست
بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے

چہ محل دارد بہ پیش آں عشیق
اس معشوق کے آگے کیا وقعت رکھتا ہے؟

لعل و یاقوت و زمرد یا عقیق
لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق

لے شاہ۔ بادشاہ نے کہا تعجب ہے اس نے ہم سے چھپا کر یہ دولت کیوں جمع کی ہے۔ پس۔ بادشاہ نے ایک وزیر کو اشارہ کیا کہ رات میں جا کر اس حجرے کا دروازہ توڑ کر اندر گھس جاؤ۔ مر ترا۔ اس حجرہ میں جو کچھ ملے وہ تیرا ہے یغما۔ لوٹ۔ سر او۔ ایاز کے اس راز کو لوگوں سے کہہ دینا۔ با چنیں۔ ہمارے اس کرم کے ہوتے ہوئے اس نے ہم سے چھپا کر مال کیوں جمع کیا ہے۔ می نماید۔ ہم سے وفاداری اور عشق کا دم بھرتا ہے اور پھر گیہوں دکھا کر جو فروخت کرتا ہے یعنی دھوکہ بازی کرتا ہے۔

۲ ہر کہ۔ جو عشق کا دعوٰی کرے پھر محبوب کی غلامی کے علاوہ اس کے لئے ہر چیز کفر ہوتی ہے۔ نیم شب۔ اس وزیر نے طے کیا کہ آدھی رات کو تیس بھروسہ کے آدمی لیکر اس حجرہ پر دھاوا بول دیگا۔ پہلواں۔ یعنی وہی تیس معتمد کش۔ گوشۂ بغل۔ چہ جائے زر۔ یعنی اس میں سونا درکنار عقیق اور لعل اور موتی ملیں گے۔

۳ خاص۔ چونکہ ایاز شاہ کا خاص خزانچی ہے اور شاہ کی جان بنا ہوا ہے اور شاہ کا معشوق ہے تو اس کے خزانہ میں تو عقیق اور جواہر کی بھی کیا قدر ہے۔ عشیق۔ معشوق یعنی ایاز۔

شاہ را بر وے نبودے بدگماں
بادشاہ کو اُس پر بدگمانی نہ تھی

تسخرے میکرد بہرِ امتحاں
وہ آزمائش کے لئے مذاق کر رہا تھا

پاک میدانستش از ہر غش و غل
وہ اُس کو ہر کھوٹ اور فریب سے پاک سمجھتا تھا

باز از وہمش ہمی لرزید دل
پھر وہم سے اُس کا دل لرزتا تھا

کہ مبادا کایں بود خستہ شود
کہ وہ خدانخواستہ رنجیدہ ہو

من نخواہم کہ برو خجلت رود
میں خواہاں نہیں ہوں کہ اُس کو شرمندگی ہو

ایں نہ کردست او وگر کرد او رواست
اُس نے یہ نہ کیا ہوگا اور اگر کیا ہے تو جائز ہے

ہر چہ خواہد گو بکن محبوبِ ماست
کہہ دے وہ جو چاہے کرے، ہمارا پیارا ہے

ہر چہ محبوبم کند من کردہ ام
میرا پیارا جو کرے، وہ میں نے کیا ہے

او منم من او چہ گر در پردہ ام
وہ میں ہوں میں وہ، اگرچہ میں پردے میں ہوں

باز گفتے دور از آں خوئے و خصال
پھر کہتا اِس خصلت اور عادت سے بعید ہے

ایں چنیں تخلیط ژاژست و خیال
اس طرح کی گڑبڑ بکواس، اور وہم ہے

از ایاز ایں خود محال ست و بعید
ایاز سے یہ خود ناممکن اور بعید ہے

کو یکے دریاست قعرش ناپدید
کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں ہے

ہفت دریا اندرو یک قطرہ
ساتوں سمندر اُس کے اندر ایک قطرہ ہیں

جملہ ہستیہا ز مہرش ذرہ
تمام ہستیاں اُس کی محبت کا ایک ذرہ ہیں

جملہ پاکیہا ازاں دریا برند
سب اُس دریا سے پاکی حاصل کرتے ہیں

قطرہایش یک بیک مینا گرند
اُس کا ایک ایک قطرہ مینا بنانے والا ہے

شاہِ شاہانست و بلکہ شاہ ساز
وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے

وز برائے چشمِ بد نامش ایاز
نظرِ بد کی وجہ سے اُس کا نام ایاز ہے

چشمہائے نیک ہم بروے بدست
بھلی نگاہیں بھی، اُس پر بُری ہیں

از رہِ غیرت کہ حسنش بیحدست
غیرت کی وجہ سے کیونکہ اُس کا حسن بے حد ہے

یک دہاں خواہم بہ پہنائے فلک
آسمان کی چوڑائی والا ایک منہ چاہتا ہوں

تا بگویم وصفِ آں رشکِ ملک
تاکہ اُس رشکِ ملائکہ کی تعریف کر سکوں

عبدیت مراد ہے۔ از رہِ غیرت۔ (شعر)

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیثے تو شنیدم ندہم

یک دہاں۔ میرا یہ چھوٹا سا منہ تعریف سے قاصر ہے۔

۱ شاہ۔ شاہ نے ایاز کو حجرہ توڑنے کے بارے میں جو حکم دیا تھا وہ اس بنا پر نہ دیا کہ بھی لوگوں کی باتوں کی وجہ سے شاہ ایاز سے بدگمان ہو گیا تھا بلکہ اُس نے اس حکم کے ذریعہ بھی لوگوں کو آزمانے کے لئے مذاق کیا تھا۔ پاک۔ بادشاہ ایاز کو اس جہت سے پاک سمجھتا تھا لیکن پھر بھی شاہ کا دل لرز رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ ان لوگوں کی یہ تہمت صحیح نکلی تو ایاز کو سخت رنج ہوگا۔

۲ ایں نہ کردست۔ شاہ یہی سمجھتا تھا کہ ایاز نے حجرہ میں خزانہ جمع نہیں کیا ہے اور اگر کیا بھی ہے تو چونکہ وہ میرا محبوب ہے اُس کا جو جی چاہے کرے۔ ہر چہ۔ اگر اُس نے خزانہ بھی جمع کیا ہے تو گویا میں نے ہی جمع کیا ہے جبکہ اُس میں اور مجھ میں دوئی نہیں ہے۔ تخلیط۔ گڑبڑ جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ از ایاز۔ ایاز خلوص و محبت کا دریائے ناپیدا کنار ہے۔

۳ ہفت دریا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار آخر تک شاہ کی زبانی ایاز کی تعریف ہوں یا مولانا نے ایاز کی محبوبیت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کی طرف منتقل ہو کر آنحضورؐ کی مدح شروع کر دی ہو۔ جملہ ہستیہا۔ یعنی تمام موجودات۔ ایاز۔ اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز غلام مراد ہے اگر آنحضورؐ کی تعریف ہے تو ایاز سے آنحضورؐ کی

در دہاں[۱] یا ہم چنیں وصد چنیں — تنگ آید در بیانِ آں امیں
اور اگر میں ایسا اور مثل جیسے سیکڑوں منہ پاؤں — اس امانت دار کے بیان میں تنگ ہو جائیں

اینقدر ہم گر نگویم اے سند — شیشۂ دل از ضعیفی بشکند
اے معتمد! اگر میں اتنا بھی نہ کہوں — کمزوری سے دل کا شیشہ ٹوٹ جائے

شیشۂ دل را چو نازک دیدہ ام — بہر تسکیں بس قبا بدریدہ ام
چونکہ میں نے دل کے شیشہ کو نازک سمجھا — تسکین کے لئے میں نے بہت سی قبائیں چاک کی ہیں

من سر[۲] ہر ماہ سہ روز اے صنم — بے گماں باید کہ دیوانہ شوم
اے محبوب! میں ہر مہینہ کے شروع میں تین دن — یقیناً، دیوانہ بن جاتا ہوں

ہیں کہ امروز اولِ سہ روزہ است — روزِ پیروزیست نے پیروزہ است
خبردار! آج تین دن کا پہلا دن ہے — کامیابی کا دن ہے، نہیں فیروزہ ہے

ہر دلے کاندر غمِ شاہے بود — دمبدم او را سرِ ایں مہ بود
جو دل شاہ کے عشق (میں ابتلا) ہو — اس کا ہر وقت اس مہینہ کا شروع ہوتا ہے

در بیانِ[۳] آنکہ آنچہ بیان کردہ میشود صورتِ قصہ است و آنکہ
اس بیان میں کہ جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قصہ کا ظاہر ہے اور
آں صورتیست در خورِ ایں صورت گراں است و در خورد
یہ کہ وہ ظاہر، ظاہر پرستوں کے لائق اور ان کی تصویر کے آئینہ کے لائق ہے
آئینہ تصویرِ ایشانست و از قدوسی کہ حقیقتِ ایں قصہ را ست
اور وہ لطافت جو اس قصہ کی حقیقت ہے میری گویائی کو
نطقِ مرا ازیں تنزیل شرم می آید و از خجالت سر و ریش
اس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے اور شرمندگی سے سر اور داڑھی اور
و قلم گم میکند والعاقل تکفیہ الاشارۃ
قلم کو گم کئے دیتی ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

قصۂ محمود و اوصافِ ایاز — چوں شدم دیوانہ رفت اکنوں ز ساز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف — اب ترتیب سے باہر ہو گیا چونکہ میں دیوانہ بن گیا ہوں

[۱] در دہاں۔ اس طرح کی سیکڑوں تعریفیں بھی اس امین کی خوبیوں کا پورا بیان نہیں کر سکتی ہیں۔ امین اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز مراد ہے اگر مولانا کا مقولہ ہے تو آنحضور مراد ہیں۔ اینقدر۔ معشوق کی تعریف کرنے سے عاشق کو تسلی ہوتی ہے۔ شیشۂ دل۔ قبا چاک کرنے سے عاشق کو تسلی ہو جاتی ہے۔

[۲] من سر۔ مجنوں کا جنون مہینہ کے ابتدائی تین دنوں میں جوش پر ہوتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ حجاج ظالم نے اجنبی حالت میں ایک چرواہے سے دریافت کیا کہ حجاج کے بارے میں تیری کیا رائے ہے تو اس نے حجاج کو بددعائیں دیں اور ظالم بتایا اس پر حجاج نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں خود حجاج ہوں تو اس چرواہے نے گھبرا کر کہا تو نہیں جانتا کہ میں ایک دیوانہ ہوں اور مجھے ہر مہینہ میں تین دن جنون کا دورہ پڑتا ہے اور آج ان دنوں کا پہلا دن ہے اس پر حجاج ہنس پڑا اور اس کو انعام دیا ممکن ہے کہ اس لطیفہ کے تین دن کی طرف اشارہ ہو
ہر دلے۔ مولانا فرماتے ہیں محبت میں دیوانگی کا میرا ابھی پہلا لفظ ہے۔ ہر دلے۔ جس کے دل میں معشوقِ حقیقی کا عشق ہو اس کے لئے تو ہر لحظہ مہینے کے اول کے تین دن ہیں۔

[۳] دربیان۔ محمود و ایاز کا عنوان تو قصہ کی ظاہری صورت تک اصل مقصود اپنے عشق نمائندگی کو بیان کرنا ہے۔ قصۂ محمود۔ چونکہ اب مجھ میں عشقِ حقیقی کی دیوانگی پیدا ہو گئی ہے لہٰذا یہ قصہ بھی اب بے ربط ہو کر رہ گیا ہے۔

زانکہ پیلم دید ہندستان بخواب ¹ — از خراج اُمید بُردہ شد خراب
کیونکہ میرے ہاتھی نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا — آدمی سے اُمید منقطع کرے، گاؤں تباہ ہوگیا ہے

کیف یاتی النظم لی والقافیہ — بعد ما ضاعت اُصول العافیہ
مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو؟ — جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہو گئی ہیں

ما جنون واحد لی فی الشجون — بل جنون فی جنون فی جنون
غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے — بلکہ جنون در جنون در جنون ہے

ذاب جسمی من اشارات الکنٰی — منذ عانیت البقاء فی الفنا
کنیتوں کے اشاروں سے میرا بدن گھُل گیا — جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلیف اُٹھائی ہے

اے ایاز ² از عشق تو گشتم چو موئے — ماندم از قصہ تو قصہ من بگوئے
اے ایاز! میں تیرے عشق میں بال جیسا ہوگیا ہوں — میں تیرے قصہ سے تھک گیا تو میرا قصہ بیان کر

بس فسانہ عشق تو خواندم بجاں — تو مرا کافسانہ گشتستم بخواں
میں نے تیرے عشق کا افسانہ (دل و) جان سے پڑھا — میں جو افسانہ بن گیا ہوں تو مجھے پڑھ

خود تو میخوانی یقیں اے مقتدا — من کہ طورم تو موسیٰ ویں صدا
اے مقتدا! یقیناً تو خود پڑھ رہا ہے — میں کوہِ طور ہوں تو موسیٰ ہے اور یہ صدا بازگشت ہے

کوہ بیچارہ چہ داند گفت چیست — زانکہ بیچارہ ز گفتنہا تہی ست
بیچارہ پہاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوتی ہے؟ — کیونکہ وہ بے چارہ گفتگوؤں سے خالی ہے

لیک موسیٰ فہم گفتنہا کند — کوہ عاجز خود چہ داند اے سند
لیکن موسیٰؑ گفتگو میں سمجھتے ہیں — اے معتمد! عاجز پہاڑ کیا جانے

کوہ ³ میداند بقدرِ خویشتن — اندکے دارد ز لطفِ روح تن
اپنی بقدر پہاڑ بھی جانتا ہے — جسم، رُوح کا تھوڑا سا لُطف رکھتا ہے

تن چو اُصطرلاب باشد ز احتساب — آیتے از رُوح ہمچوں آفتاب
جسم، حساب لینے میں، اُصطرلاب کی طرح ہے — رُوح کی نشانی سورج کی طرح ہے

ہوتی ہے جسم بھی اُس سے بہرہ اندوز ہو جاتا ہے یہی حال حضرت موسیٰؑ اور پہاڑ کا ہے۔ تن۔ اب مولانا نے جسم اور رُوح کا مستقل بیان شروع کر دیا ہے فرماتے ہیں جسم سے روح کے منازل اور مراتب کا اسی طرح پتہ لگتا ہے جس طرح اُصطرلاب سے سورج کے احوال کا پتہ چلتا ہے۔ اُصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے سورج چاند وغیرہ کے فاصلوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

¹ زانکہ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جا کر جب کبھی وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو اُس پر مستی طاری ہو جاتی ہے۔ کیف۔ ایک مجنون نظم اور قافیہ پر قادر نہیں رہتا۔ ما جنون میرا صرف ایک ... نہیں ہے جنون در جنون در جنون ہے۔ ذاب جسمی۔ چونکہ عشق کی داستان بیان نہیں کر سک رہا ہوں، لہٰذا اُس کا اثر میرے جسم کو گھلا رہا ہے۔ منذ۔ جب سے میں اپنے آپ کو فنا کر کے مقام مشاہدہ میں پہنچ گیا ہوں۔

² اے ایاز۔ اے محبوب اب مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تیرے عشق کا قصہ بیان کر سکوں اب میرا وجود خود قصہ بن کر رہ گیا ہے تو میں قصہ کو بیان کر۔ بس فسانہ۔ میں تیرے عشق میں فنا ہو کر خود افسانہ بن گیا ہوں۔ خود طور میں کی صدا خود طور کی نہ تھی وہ تو حضرت موسیٰؑ کی صدائے بازگشت تھی اب میں طور ہوں تو موسیٰ ہے لہٰذا میری آواز دراصل تیری آواز ہے۔ کوہ۔ پہاڑ خود اُس آواز کو کچھ نہیں سمجھتا موسیٰؑ نے سمجھا۔

³ کوہ میداند۔ پچھلے شعر سے یہ نہ سمجھنا کہ پہاڑ بالکل بے شعور ہے پہاڑ میں بھی شعور ہے لیکن حضرت موسیٰؑ جیسا شعور نہیں ہے۔ اندکے۔ اصل لذت روح کو حاصل

آں منجم[1] چوں نباشد چشمِ تیز
جب وہ نجومی تیز نگاہ نہ ہو

شرط باشد مردِ اُصطرلاب ریز
اُصطرلاب بنانے والے انسان کی ضرورت ہوتی ہے

تا صُطرلابے کُند از بہرِ اُو
تاکہ وہ اُس کے لئے اصطرلاب بنا دے

تا بَرَد از حالتِ خورشید بُو
تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے

جاں کز اُصطرلاب جُوید اُو صواب
جو جان اُصطرلاب کے ذریعہ ٹھیک بات معلوم کرے

چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر جان سکتی ہے؟

تو کز اُصطرلابِ دیدہ بنگری
تو جو کہ آنکھ کے اُصطرلاب سے دیکھتا ہے

در جہاں دیدن یقیں بس قاصری
عالمِ (باطن) کو دیکھنے سے یقیناً بہت عاجز ہے

تو جہاں را قدرِ دیدہ دیدہٗ
تو نے جہان کو آنکھ کی بقدر دیکھا ہے

کُو جہاں؟ سُبلت چرا مالیدہٗ
جہاں کہاں ہے؟ مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا ہے؟

عارفاں را سُرمۂ ہست آں بجوے
عارفوں کے پاس سُرمہ ہے وہ طلب کر

تا کہ دریا گردد ایں چشمِ چو جوے
تاکہ یہ نہر جیسی آنکھ سمندر بن جائے

ذرۂ[2] از عقل و ہوش ار با من ست
اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرہ بھی میرے پاس ہے

ایں چہ سودا و پریشاں گفتن ست
تو یہ دیوانگی اور بے ترتیب باتیں کرنا کیوں ہے؟

چونکہ مغزِ من ز عقل و ہُش تہی ست
چونکہ میرا دماغ عقل اور ہوش سے خالی ہے

پس گناہِ من دریں تخلیط چیست
تو اس غلط ملط میں میرا کیا قصور ہے؟

نے گناہ اُو راست کُو عقلم ببُرد
نہ اُس کا گناہ ہے جو میری عقل لے گیا

عقلِ جُملہ عاقلاں پیشش بمُرد
تمام عقلمندوں کی عقلیں اُسکے آگے مُردہ ہیں

یا مُحیرَ العقلِ فتّانَ الحِجیٰ
اے عقل کو حیران کرنے والے سمجھ کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے!

ما سِواکَ لِلعُقُولِ مُرتَجیٰ
تیرے سوا عقلوں کی اُمیدگاہ نہیں ہے

ما اشتَہَیتُ[3] العقلَ مُذ جَنَّنتَنِی
تو نے جب سے مجھے جنون عطا کیا ہے میں نے عقل کی خواہش نہیں کی ہے

ما حَسَدتُ الحُسنَ مُذ زَیَّنتَنِی
جب سے تو نے مجھے زینت بخشی ہے میں نے حُسن پر حسد نہیں کیا؟

بَل جُنُونِی فِی ھَواکَ مُستَطابٌ
بلکہ تیرے عشق میں میرا جنون بھلا ہے

قُل بَلیٰ واللّٰہ یُجزِیکَ الصَّواب
کہہ دے "ہاں" اللہ تجھے ٹھیک بدلہ دے

گر بتازی گوید او ور پارسی
اگر وہ عربی میں بولے یا فارسی میں

گوش و ہوشت کو کہ در فہمش رسی
تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اسکو سمجھے

---

[1] آں منجم۔ جو نجومی براہ راست ستاروں کے احوال نہیں دیکھ سکتا اُسکے لئے اُصطرلاب ذریعہ بنتا ہے۔ جاں۔ جو منجم براہ راست چاند اور سورج کے فاصلوں کو نہ سمجھ سکے محض اُصطرلاب کے ذریعہ حقیقت تک نہ پہنچ سکیگا۔ تو کز۔ اگر انسان محض آنکھ کے اُصطرلاب کے ذریعہ عالم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریگا تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ پائیگا۔ تو جہاں۔ آنکھ کے ذریعہ سمجھنے والا اپنی آنکھ کے بقدر سمجھ سکیگا۔ عارفاں۔ عارفوں سے سُرمہ حاصل کرنا چاہئے پھر حقائق واضح ہوں گے۔

[2] ذرہ۔ اگر مجھ میں تھوڑی سی عقل ہو تو میں ژولیدہ بیانی نہ کروں لیکن چونکہ میری عقل اور حواس گم ہو گئے ہیں لہٰذا بے ترتیب بیان کر رہا ہوں۔ نے گناہ۔ وہ معشوق جس کی وجہ سے ہوش و حواس گم ہوئے ہیں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے اُس کی شان یہی ہے کہ اُس کے سامنے عاقلوں کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ مُحیر۔ حیران کرنے والا۔ فتّان۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والا۔ حِجیٰ۔ عقل۔ مُرتَجیٰ۔ اُمیدگاہ۔

[3] ما اشتَہَیتُ۔ یعنی تیرے عشق کے جنون کے بعد مجھے عقل کی تمنا نہیں ہے۔ جَنَّنتَنِی۔ تو نے مجھے جنون میں مبتلا کیا ہے۔ زَیَّنتَنِی۔ تو نے مجھے زینت دی ہے۔ مُستَطابٌ۔ پسندیدہ۔ قُل بَلیٰ۔ یعنی تو میری ان باتوں کی تصدیق کر دے۔ گر بتازی۔ معشوق کا بولنا درحقیقت عاشق کا بولنا ہے اور اُس کے سمجھنے کیلئے

بادۂ[1] اُو درخورِ ہر ہوش نیست — حلقۂ اُو سخرۂ ہر گوش نیست

اُس کی شراب ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے — اُس کا حلقہ ہر کان کے لائق نہیں ہے

بارِ دیگر آمدم دیوانہ وار — رَو رَو اے جاں زود زنجیرے بیار

میں دیوانہ وار دوبارہ آ گیا — اے جان! جا جا، جلد زنجیر لا

غیرِ آں زنجیرِ زُلفِ دلبرم — گر دو صد زنجیر آری بر دَرم

میرے معشوق کی زنجیر کے علاوہ — اگر دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

ہست بر پائے دلم از عشق بند — سُود کے دارد مرا ایں وعظ و پند

میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی ہے — مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے؟

قصۂ عشقش[2] ندارد مطلعہ — ہم ندارد ہمچو مطلع مقطعہ

اُس کے عشق کا قصہ کوئی مطلع نہیں رکھتا — مطلع کی طرح مقطع بھی نہیں رکھتا

حکمتِ نظر کردن در چارق و پوستین کہ فَلْیَنظُرِ

چپل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے

الْاِنسانُ مِمَّا خُلِق

کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

باز گرداں قصۂ عشقِ ایاز — کاں یکے گنجیست مالامالِ راز

ایاز کے عشق کا قصہ لوٹا — کیونکہ وہ راز سے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے

میرود ہر روزہ در حجرہ بدیں — تا بہ بیند چارقے با پوستیں

وہ ہر روز حجرہ میں اس لئے جاتا تھا — تاکہ چپل مع پوستین کے دیکھے

زانکہ ہستی سخت مستی آورد — عقل از سر، شرم از دل میبرد

کیونکہ وسعت، بہت مستی لاتی ہے — سر سے عقل کو (اور) دل سے شرم کو نکالتی ہے

صد ہزاراں[3] قرن پیشیں را ہمیں — مستیِ ہستی بزد رہ زیں کمیں

اسی لئے کہ لاکھوں سال پہلے اسی — وسعت کی مستی نے اسی گھات سے ڈاکہ زنی کی ہو

شد عزازیلے ازیں مستی بلیس — کہ چرا آدم شود بر من رئیس

اسی مستی کی وجہ سے عزازیل ابلیس بنا — کہ آدم میرے سردار کیوں ہوں؟

خواجہ ام من نیز و خواجہ زادہ ام — صد ہنر را قابل و آمادہ ام

میں سردار ہوں اور سردار زادہ بھی ہوں — لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

---

[1] بادہ۔ اس کی شراب کو صاحب ہمت ہی برداشت کر سکتا ہے اس کی غلامی کے حلقہ کا ہر کان اہل نہیں ہے بارِ دیگر۔ اب مجھے جنون کا پھر دورہ پڑنے لگا جلد زنجیر لا لیکن وہ زنجیر اپنی زلف کی لا، لوہے کی زنجیر میری دیوانگی کی تاب نہ لا سکے گی۔ ہست۔ جس شخص کے پاؤں میں عشق کی بیڑی پڑی ہوئی ہو اس پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

[2] قصہ عشق کے قصہ کی نہ ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا۔ مطلع غزل کا پہلا شعر۔ مقطع غزل کا آخری شعر۔ بازگرداں ایاز کا قصہ پھر شروع کر کیونکہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ہستی یعنی عیش و عشرت کے سامان کے ہوتے ہوئے انسان میں نہ عقل رہتی ہے نہ شرم۔

[3] صد ہزاراں۔ قدیم زمانے سے یہ فراوانی قوموں اور لوگوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔ شد عزازیل۔ شیطان کو ہر طرح کا عیش و عشرت اور مرتبہ کی بڑائی حاصل تھی وہی اس کی گمراہی کا سبب ہوئی۔ خواجہ۔ شیطان، ملائکہ کا معلم تھا اور آگ سے پیدا ہوا تھا جو کہ مٹی سے اعلیٰ ہے اس لئے اس نے آپ کو سردار اور سردار زادہ کہا۔

در ہنر من از کسے کم نیستم
میں ہنر میں کسی سے کم نہیں ہوں

تا بخدمت پیشِ دشمن[1] بیستم
پھر کیوں دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں؟

من ز آتش زادہ ام او از وحل
میں آگ سے پیدا ہوا ہوں وہ کیچڑ سے

پیشِ آتش مر وحل را چہ محل
آگ کے سامنے کیچڑ کا کیا رتبہ؟

او کجا بود اندراں دورے کہ من
اس زمانہ میں وہ کہاں تھا جبکہ میں

صدرِ عالم بودم و فخرِ زمن
عالم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

در بیانِ آیۂ کریمہ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی
آیۂ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا

فِیْ حَقِّ اِبْلِیْسَ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃُ - اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ
ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر بھاگ نکلا

عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ
اپنے رب کے حکم سے

شعلہ میزد آتشِ جانِ سفیہ
ناسمجھ کی جان شعلہ مارتی تھی

کآتشی بود الولد سرٌ ابیہ
کیونکہ وہ آگ کا بنا ہوا، تھا لڑکا باپ کا راز ہے

نے[2] غلط گفتم کہ بد قہرِ خدا
نہیں میں نے غلط کہا بلکہ وہ خدا کا قہر تھا

علتے را پیش آوردن چرا
کوئی علت پیش کرنا کیسا؟

کارِ بے علت مبرا از عِلل
(خدا کا) کام بے علت، علتوں سے پاک ہے

مستمر و مستقر ست از ازل
ازل سے، دائم اور قائم ہے

در کمالِ صنعِ پاکِ مستحث
قابلِ توجہ، پاک کام کے کمال میں

علتِ حادث چہ گنجد با حدث
حدوث کے ہوتے ہوئے حادث کی علت کی کیا گنجائش؟

سرِّ[3] اب چہ بود اب ما صنعِ اوست
باپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا باپ اس کی صنعت ہے

صنع مغز ست و اب صورت چو پوست
صنعت مغز ہے اور باپ چھلکے کی طرح صورت ہے

عشق داں اے فندق تن دوستت
اے فندق جیسے جسم (والے)، عشق کو اپنا دوست سمجھ

جانت جوید مغز و کوبد پوستت
جو تیری جان کو مغز بنانا چاہتا ہو تیرے چھلکے کو کوٹتا ہو

---

[1] دشمن یعنی حضرت آدمؑ۔ وحل۔ کیچڑ۔ پیش یعنی رتبہ میں آگ سے گھٹی ہوئی ہے۔ او کجا۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے شیطان کی بہت عزت تھی۔ خلق۔ دو آیتوں سے ثابت ہوا کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ شعلہ۔ چونکہ شیطان آتشی ہے تو اس کا مزاج بھی آتشی ثابت ہوا۔ الولد۔ جیسا باپ ویسا بیٹا۔

[2] نے۔ میں نے اس کی نافرمانی کی علت آگ کو قرار دیا اصل علت قہرِ خدا ہے۔ کار۔ اللہ تعالیٰ کا کام علت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ در کمال۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات ازلی ہیں کوئی امر حادث اس کی علت کیسے بن سکتا ہے تو شیطان کی نافرمانی کی علت اس کے آتشی ہونے کو قرار دینا صحیح نہیں ہے جبکہ قہرِ ازلی میں اس کو نافرمان قرار دیا گیا تھا اس وقت نہ آگ تھی نہ شیطان کا آتشی ہونا تھا۔

[3] سرِّ اب چہ بود۔ کہا تھا الولد سرٌ لابیہ یعنی بیٹے کے اوصاف کے لئے باپ کے اوصاف علت ہیں۔ اب فرماتے ہیں کہ باپ خود اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ کیا علت بن سکے گا۔ اصل اللہ کی صنعت ہے باپ اس کا ظاہری چھلکا ہے تو اصل علت اور سبب خدا کی قہر گیری ہے۔ عشق داں۔ عشق روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے اور جسم کو گھٹاتا ہے۔ فندق۔ عناب کی طرح کا ایک پھل ہے

دوزخی کہ پوست باشد دوستش[1] — داد بدّلنا جلودا پوستش
دہ دوزخی کھال جس کی دوست ہو — ہم نے کھالوں کو بدل دیا - کی کھال انکو دیدی ہے

معنی و مغزت بر آتش حاکم ست — لیک آتش را قشورت ہیزم ست
تیرا جوہر اور مغز آگ پر حکمراں ہے — لیکن تیرے چھلکے آگ کا ایندھن ہیں

کوزۂ چوبیں کہ در وے آبِ جوست — قدرتِ آتش ہمہ بر ظرفِ اوست
لکڑی کا پیالہ جس میں نہر کا پانی ہے — آگ کا پورا قابو اُس کے برتن پر ہے

معنیِ انساں بر آتش مالک ست[2] — مالکِ دوزخ در و کے ہالک ست
انسان کا جوہر آگ کا مالک ہے — دوزخ کا مالک اُس میں کب ہلاک ہونے والا ہے

معنیِ ہیزم بر آتش حاکم ست — لیک آتش را تنِ او ہیزم ست
ایندھن کا جوہر آگ پر حاکم ہے — لیکن اُس کا جسم آگ کا ایندھن ہے

پس میفزا تو بدن معنی فزا — تا چو مالک باشی آتش را کیا
پس تو جسم کو نہ بڑھا، روح کو بڑھا — تاکہ تو مالک کی طرح آگ کا حاکم بنے

پوستہا بر پوست می افزودۂ — لاجرم چوں پوست اندر دودۂ
تو نے چھلکے پر چھلکا بڑھایا ہے — لامحالہ تو چھلکے کی طرح دھوئیں میں ہے

زانکہ آتش را علف جز پوست نیست — قہرِ حق آں کبر را گردن زنیست
آگ کی خوراک چھلکے کے علاوہ نہیں ہے — اللہ (تعالیٰ) کا قہر اُس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے

ایں تکبر از نتیجہ پوست ست[3] — جاہ و مال آں کبر را زاں دوست ست
یہ تکبر، پوست کا نتیجہ ہے — اس لئے تکبر کو رتبہ اور مال محبوب ہے

ایں تکبر چیست غفلت از لباب — منجمد چوں غفلتِ یخ ز آفتاب
یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت — جمی ہوئی جیسا کہ برف کی سورج سے غفلت

چوں خبر شد ز آفتابش یخ نماند — نرم گشت و گرم گشت و تیز راند
جب اُس کو سورج کا پتہ چلا، برف نہ رہا — نرم ہو گیا اور گرم ہو گیا اور تیزی سے بہہ گیا

شد ز دیدِ لب جملہ تن طمع — خوار و عاشق شد کہ ذلّ من طمع
جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچ بن گیا — ذلیل اور عاشق بن گیا کیونکہ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا

اُس کا جماد ایسا ہی ہے جیسا کہ برف کا جماد سورج سے غفلت کی بنا پر ہے۔ لُباب خلاصہ جوہر یعنی ذاتِ باری و اُسکی صفات۔ شد ز دید لب۔ جب اُسکو ذات و صفات کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہو تو انسان میں انکے حصول کا لالچ پیدا ہو جاتا ہے اور لالچی ہمیشہ ذلت اختیار کرتا ہو۔ قول مَن طمع۔ مولانا نے اِس محاورے کے عام معنی سے ہٹ کر دوسرے معنی مراد لئے ہیں عام معنی تو یہ ہیں کہ دنیا کا لالچ انسان کو ذلیل کرتا ہے۔

[1] دوزخی۔ جو جسم و پوست کی بالیدگی کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ میں نئی نئی کھالیں دیگا قرآن پاک میں ہے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ "اُن دوزخیوں کی جب جب کھالیں پک جائیں گی ہم اُن کی کھالیں تبدیل کر دیں گے۔ تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ حقیقی و مغز انسان کی روح، روح کامل کا پر تو ہے لہٰذا وہ آگ پر حاکم ہے آگ کا ایندھن انسان کا جسم ہے۔ کوزہ جس لکڑی کے پیالے میں پانی ہو اگر اس کو آگ پر رکھو تو پیالہ پر آگ کا اثر آئے گا۔

[2] معنی انسان۔ روحِ انسانی آگ کی مالک ہے تو مالک فرشتہ جہنم کا داروغہ اور حاکم ہے وہ آگ سے کیسے تباہ ہو سکتا ہو۔ مالک۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو آگ کا حاکم اور داروغہ ہے۔ پوستہا۔ جبکہ تو مجسم پوست بن گیا ہے اور پوست جہنمی چیز ہے تو تو بھی جہنم کے دھوئیں میں ہے۔ زانکہ۔ جسم پروری سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور اللہ کا قہر اُس کا قاتل ہے۔

[3] ایں تکبر۔ جسم پروری کا نتیجہ تکبر و غرور ہوتا ہے اسی لئے متکبر مال اور رتبہ کو بہت پسند کرتا ہے چونکہ یہ چیزیں تن پروری کا سبب ہیں۔ ایں تکبر۔ انسان کا تکبر اُس کی ذات و صفاتِ باری سے غفلت کا نتیجہ ہے جامد

چوں[1] نہ بیند مغز قانع شد بپوست — بندِ عزّ من قنع زندانِ اوست

جب جوہر کو نہیں دیکھتا ہے، چھلکے پر قانع ہو جاتا ہے — جس نے قناعت کی اس نے تکبر کیا "کی بیڑی اس کا قید خانہ ہے

عزّت اینجا گبریست و ذُلّ دیں — سنگ تا فانی نشُد کے شد نگیں

اس جگہ عزت کافری ہے اور ذلت دین — پتھر جب تک فانی نہ ہوا، نگینہ کب بنا؟

در مقامِ سنگی و انگاہ انا — وقتِ مسکیں گشتنِ تست و فنا

تو پتھر کی جگہ ہے اور پھر تکبر — (حالانکہ) تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے

کبر زاں جوید ہمیشہ جاہ و مال — کہ ز سرگین ست گلخن را کمال

تکبر ہمیشہ رُتبہ اور مال کا جویاں رہتا ہے — کہ بھٹی کو گوبر سے کمال (حاصل) ہے

کایں دو دایہ پوست را افزوں کنند — شحم و لحم و کبر و نخوت آگنند

کیونکہ یہ دونوں دودھ پلانیوالی کھال کو بڑھاتی ہیں — چربی اور گوشت اور تکبر اور غرور بھرتی ہیں

دیدہ[2] را بر لُبّ لُب نفراشتند — پوست را زاں روئے لُب پنداشتند

لوگوں نے مغز کے مغز پر نظر نہ اٹھائی — اس سبب سے چھلکے کو مغز سمجھ گئے

پیشوا ابلیس بود ایں راہ را — کو شکارِ آمد شبکہ جاہ را

اس راستے کا پیشوا ابلیس تھا — جو رُتبہ کے جال کا شکار بنا

مال چوں مار ست و آں جاہ اژدہا — سایۂ مرداں زمرّدِ ایں دو را

مال سانپ جیسا ہے اور رُتبہ اژدہا ہے — ان دونوں کا زمرّد، مردوں کا سایہ ہے

زاں زمرّد مار را دیدہ جہد — کور گردد مار و رہرو وا رہد

اس زمرّد سے سانپ کی آنکھیں نکل جاتی ہیں — سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور سالک نجات پا جاتا ہے

چوں[3] بدیں رہ خار بنہاد آں رئیس — ہر کہ خست او گفت لعنت بر بلیس

جبکہ اس پیشوا نے اس راستہ پر کانٹے بچھائے — جو بھی زخمی ہوا اس نے کہا شیطان پر لعنت

یعنی ایں غم بر من از غدرِ وے است — غدر را آں مقتدا سابق پے است

یعنی مجھے یہ تکلیف اس کی غداری سے پہنچی — غداری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے

بعد ازاں خود قرن بر قرن آمدند — جملگاں بر سنّتِ او پا زدند

اس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں — سب اس کے طریقہ پر چل پڑے

---

[1] چوں نہ بیند۔ جب تک انسان کو ایک حقیقت کا مشاہدہ نہیں ہوتا وہ ظاہر پر قناعت کرتا ہے اور قناعت کی بیڑی اس کو تکبر اور غرور میں مبتلا کر دیتی ہے۔ عزّ من قنع اس محاورے کے عام معنی تو یہ ہیں کہ جو شخص دنیاوی معاملات میں قناعت اختیار کرتا ہے وہ با عزت رہتا ہے مولانا نے اس محاورے کے یہ معنی مراد نہیں لئے ہیں۔ عزت۔ مولانا فرماتے ہیں تن پروری کفر ہے اور دین وقت کا اختیار کرنا ہے۔ سنگ۔ جسم کے پتھر کو جب تک مجاہدوں کے ذریعہ فنا نہ کیا جائیگا وہ نگینہ نہیں بن سکے گا۔

[2] دیدہ را۔ چونکہ ان لوگوں نے اس جوہر کو نہ دیکھا اس لئے وہ چھلکے کو مغز سمجھ بیٹھے پیشوا۔ ان گمراہوں کا پیشوا شیطان ہے جو خود جاہ اور مرتبہ کے جال کا شکار بن گیا۔ مال۔ مال اور رتبہ کی محبت انسان کیلئے سانپ اور اژدھا ہے بزرگوں کی محبت ان دونوں کے لئے زمرد ہے۔ زاں زمرد۔ مشہور ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور وہ انسان پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

[3] چوں۔ راہ ہدایت پر چونکہ شیطان نے کانٹے بچھائے ہیں اب جس کسی کو بھی اس راہ میں اس سے تکلیف پہنچتی ہے وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے۔ آں مقتدا۔ یعنی شیطان۔ بعد ازاں۔ اب جس قدر گمراہ ہیں اسی شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔

ہر کہ بنہد سنتِ بد اے فتیٰ[1] — تا درافتد بعد از و خلق از عمیٰ

اے نوجوان! جس نے برا راستہ قائم کیا — اس کے بعد جبکہ بھی مخلوق اندھے پن سے اس پر چلتی ہے

جمع گردد بر وے آں جملہ بزہ — کو سرے بود ست و ایشاں دُم غزہ

وہ سب گناہ اس پر جمع ہو جاتا ہے — کیونکہ وہ سر تھا اور وہ دُم کی جڑ تھے

لیک آدم چارق و آں پوستیں — پیش می آرد کہ ہستم من ز طیں

لیکن آدم، چپل اور وہ پوستیں — سامنے لاتا ہے، کہ میں مٹی کا ہوں

چوں ایاز آں چارقش مورود بود — لاجرم او عاقبت محمود بود

جیسا کہ ایاز، چپل اس کا ورد تھی — لامحالہ اس کا انجام قابلِ ستائش تھا

ہستِ مطلق[2] کارسازِ نیستی ست — کارگاہِ ہست کن جز نیست چیست

مطلق وجود، نیستی کا کارنامہ ہے — موجود ہونے کا کارخانہ نیستی کے سوا کیا ہے!

بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے — یا نہالے کارد اندر مغرسے

کبھی کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے؟ — یا ایک پودے کے تھانولے میں کوئی دوسرا پودا لگاتا ہے

کاغذے جوید کہ آں بنوشتہ نیست — تخم کارد موضعے کہ کشتہ نیست

وہ کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہیں ہے — اس جگہ بیج بوتا ہے جو بوئی ہوئی نہیں ہے

تو برادر موضعِ ناکشتہ باش — کاغذِ اسپید نابنوشتہ باش

اے بھائی! تو نہ بوئی ہوئی جگہ بن جا — تو نہ لکھا ہوا سفید کاغذ بن جا

تا مشرف[3] گردی از نون والقلم — تا بکارد در تو تخم آں ذوالکرم

تاکہ تو نون اور قلم سے مشرف ہو جائے — تاکہ وہ صاحبِ کرم تجھ میں بیج بوئے

خود ازیں پالودہ نالیسیدہ گیر — مطبخے کہ دیدہ نادیدہ گیر

خود اس فالودے کو نہ چکھا ہوا بنا لے — جو مطبخ تو نے دیکھا ہے اس کو بن دیکھا بنا لے

زانکہ زیں پالودہ مستیہا بود — پوستین و چارق از یادت رود

کیونکہ اس فالودے سے مستیاں (پیدا) ہوتی ہیں — پوستین اور چپل تیری یاد سے نکل جاتے ہیں

چوں درآید نزع و مرگ آہے کنی — ذکرِ دلق و چارق آنگاہے کنی

جب نزع اور موت آتی ہے تو آہ کرتا ہے — تب پرانی گدڑی اور چپل کو یاد کرتا ہے

---

۱ ہر کہ۔ حدیث شریف ہے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔ جس شخص نے کوئی بری راہ قائم کی اس پر اس کا اور ان لوگوں کا گناہ ہے جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے۔ بزہ۔ گناہ۔ دُم غزہ۔ دُم کی جڑ۔ لیک آدم۔ آدم علیہ السلام نے اپنی اصل کو دیکھا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہہ دیا۔ چوں ایاز۔ ایاز کا بھی اسی طرح سے اپنی غربت کی پوستین اور چپل کو دیکھنے کا معمول تھا اسی لئے اس کی عاقبت بھی پسندیدہ ہوئی۔

۲ ہست مطلق۔ انسان اپنے آپ کو نیست کرے گا تب ہی اس میں صنعتِ خداوندی کارساز بنے گی۔ بر نوشتہ۔ لکھے ہوئے کاغذ پر کوئی نہیں لکھتا ہے جس تھانولے میں درخت پہلے سے لگا ہوا ہو اس میں نیا پودا نہیں بویا جاتا ہے لہٰذا اپنے آپ کو فنا کر تب بقا حاصل ہوگا۔ کاغذے۔ خوشنویس سادہ کاغذ تلاش کرتا ہے باغ بنجر زمین میں لگایا جاتا ہے۔ تو برادر۔ انسان کو اپنے آپ کو نہ لکھے ہوئے کاغذ اور بنجر زمین کی طرح بنا لینا چاہیئے۔

۳ تا مشرف۔ پھر قدرت قلمِ قدرت سے اس پر نقش و نگار کرے گی اور اس میں معرفت کے پودے لگا دے گی۔ خود۔ اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں سے خالی کرے پھر غیب کی لذتیں حاصل ہوں گی۔ زانکہ۔ انسان دنیاوی لذتوں میں پھنس کر متکبر بن جاتا ہے اور اپنی اصل حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے۔ چوں درآید۔ پھر ایسے وقت میں ندامت کا اظہار کرتا ہے کہ اس کو اس کا اظہار مفید نہیں ہوتا۔

تانگردی غرقِ موجِ زشتیے ـــ کہ نباشد از پناہت کشتیے

جب تک تو کسی برائی کی موج میں غرق نہ ہوگا ـــ جس میں تیری پناہ کے لئے کوئی کشتی نہ ہوگی

یاد ناری از سفینۂ راستیں ـــ ننگری در چارق و در پوستیں

تو سچائی کی کشتی کو یاد نہ کرے گا ـــ چپل اور پوستین کو نہ دیکھے گا

چونکہ درمانی بغرقابِ بلا ـــ پس ظلمنا ورد سازی برولا

جب تو مصیبت کے بھنور میں پھنس جائیگا ـــ پھر پے درپے "میں نے ظلم کیا" کو ورد بنائے گا

دیو گوید بنگرید ایں خام را ـــ سر برید ایں مرغِ بے ہنگام را

شیطان کہتا ہے اس بے وقوف کو دیکھو ـــ اس بے وقت کے (اذان دینے والے) مرغے کو ذبح کردو

دور ایں خصلت ز فرہنگِ ایاز ـــ کہ پدید آید نمازش بے نیاز

یہ خصلت ایاز کی ذہانت سے بعید ہے ـــ کہ اس کی نماز بغیر عاجزی کے ہو

او خروسِ آسماں بودہ زپیش ـــ نعرہائے او ہمہ در وقتِ خویش

وہ پہلے سے آسمانی مرغ تھا ـــ اس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

در معنی آنکہ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ و معنی آنکہ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا و معنی ایں بیت

اس معنی کے بیان میں کہ ہمیں چیزوں کو ایسا دکھا جیسی وہ ہیں اور اس کے معنی کہ اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو اور اس بیت کے معنی

در ہر کہ تو از دیدۂ بد می نگری ـــ از چنبرۂ وجودِ خود می نگری

جس شخص کو تو بری نظر سے دیکھتا ہے ـــ اپنے وجود کے حلقے سے دیکھتا ہے

و در بیانِ ایں مصرع ـــ پایۂ کژ کژ فگند سایہ

اور اس مصرع کے بیان میں ـــ ٹیڑھا قد ٹیڑھا سایہ ڈالتا ہے

اے خرو ساں از وے آموزید بانگ ـــ بانگ بہرِ حق کند نے بہرِ دانگ

اے مرغو! اس سے اذان دینا سیکھو ـــ وہ اللہ کے لئے اذان دیتا ہے نہ کہ پیسے کے لئے

صبحِ کاذب آید و نفریبدش ـــ صبحِ کاذب عالمِ نیک و بدش

صبح کاذب آتی ہے اور اسکو فریب نہیں دیتی ـــ صبح کاذب اپنے نیک و بد کے جاننے والے کو

ٹاانگردی۔ تیری یہ حالت ہے کہ جب تک تو بالکل تباہ نہ ہو جائیگا اپنی اصل حقیقت کو نہ دیکھے گا۔ چونکہ۔ جب مصیبت کے بھنور میں پھنسے گا تب توبہ کرے گا۔ دیو۔ پھر شیطان تجھ پر ہنسے گا اور کہے گا کہ اب بے وقت کی توبہ اور ندامت سے کیا فائدہ ہے اس کو ذبح کرڈالو۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ دور۔ ایاز کی یہ عادت نہ تھی کہ اس کو وقت گذر جانے پر تنبیہ ہو اس کی ہر نماز عجز و انکساری سے تھی اور وہ آسمانی مرغ تھا اس کی تمام عاجزی بروقت تھی۔

ارنا۔ یہ دعا امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہے مولانا نے اس مناسبت سے اسکو یہاں ذکر کیا ہے کہ ایاز کے مخالفوں کو اسکے حجرہ میں جانے کی حقیقت معلوم نہ تھی اسی لئے انھوں نے اس کو متہم کیا۔ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا مقولہ ہے کہ میرا ایمان بالغیب اس درجہ کا ہے کہ اگر غیب سے پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا پردوں کے ہوتے ہوئے میں ایمان اور یقین کے آخری مرتبہ پر ہوں۔ در ہر کہ۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسروں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسرے کو سمجھتا ہے۔

پایۂ کژ۔ اگر انسان کا خود ٹیڑھا قد ہے تو اس کا سایہ یقیناً ٹیڑھا پڑیگا۔ اے خروساں۔ جو لوگ اپنی اصلاح کرنا چاہیں انکو اسی طرح بروقت اصلاح کرنی چاہیے جس طرح ایاز نے بروقت اپنی اصلاح کرلی تھی انمیں اخلاص تھا اور کوئی ریاکاری نہ تھی۔ صبح کاذب۔ وہ وقت کو صبح پہچانتا تھا وقت اس کو دھوکا نہ دے سکتا تھا۔

اہلِ دُنیا عقلِ ناقص داشتند
دنیا والے ناقص عقل رکھتے تھے
تا کہ صبحِ صادقش پنداشتند
حتیٰ کہ اُس کو صبح صادق سمجھ بیٹھے

صُبحِ کاذب کاروانہا را ز دست
صبح کاذب نے (اُن) قافلوں کو تباہ کیا ہے
کہ بُبوئے روز بیروں آمدست
جو دن کی اُمید پر باہر آ گئے ہیں

صُبحِ کاذب خلق را رہبر مباد
خدا کرے صبح کاذب مخلوق کی راہنما نہ بنے
کُو دہد بس کاروانہا را بباد
جو قافلوں کو برباد کر دیتی ہے

اے شُدہ تو صبحِ کاذب را رہین
اے وہ شخص کہ تو صبح کاذب کا پابند ہے
صُبحِ صادق را تو کاذب ہم مبین
صبح صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ

گر نداری از نفاقِ بد اماں
اگر تجھے بڑے نفاق سے امن نہیں ہے
از چہ داری بر برادر ظن ہماں
تو تو بھائی پر اُس کا گمان کیوں کرتا ہے!

بدگماں باشد ہمیشہ زِشت کار
بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے
نامۂ خود خواند اندر حقِ یار
دوست کے بارے میں اپنا خط پڑھتا ہے

آں خساں کاندر کژیہا ماندہ اند
وہ کمینے جو کجی میں پھنسے ہوئے ہیں
انبیا را ساحر و کژ خواندہ اند
انھوں نے انبیا کو جادوگر اور ٹیڑھا کہا ہے

واں امیرانِ خسیسِ قلب ساز
ان کمینے دھوکے باز سرداروں نے
ایں گماں بُردند بر حُجرہ ایاز
ایاز کے حُجرے پر بھی گمان کیا

کُو دفینہ دارد و گنج اندراں
کہ وہ دفینہ رکھتا ہے اور اُس میں خزانہ ہے
ز آئنہ خود منگر اندر دیگراں
اپنے آئینہ میں دُوسروں کو نہ دیکھ

شاہ میدانست خود پاکیِ اُو
شاہ خود اُس کی پاکی کو جانتا ہے
بہرِ ایشاں کرد اُو آں جست و جو
اُس نے وہ جستجو اُن کے لئے کی تھی

کاے امیراں حجرہ بکشائید در
کہ اے سردارو! حُجرے کا دروازہ کھول دو
نیم شب کہ باشد اُو زاں بیخبر
آدھی رات کو کیونکہ وہ اُس سے لاعلم ہوگا

تا پدید آید سگالشہائے اُو
تاکہ اُس کی تدبیریں ظاہر ہو جائیں
بعد ازاں بر ماست مالشہائے اُو
پھر اُس کی سزا ہمارے ذمہ ہے

لہ اہلِ دنیا۔ دنیادار توبہ کا صحیح وقت نہیں پہچانتے ہیں ایسے وقت توبہ کرتے ہیں جبکہ توبہ مفید نہیں رہتی۔ صبح کاذب۔ صبح وقت کو نہ پہچاننے سے بہت سی قومیں تباہ ہوئی ہیں، قافلہ اگر کاذب صبح میں نکل پڑتا ہے تو لوٹ لیا جاتا ہے۔ صبح کاذب خدا کرے کاذب صبح کسی کی رہبر نہ بنے ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا۔

لہ اے شُدہ۔ جو شخص خود غلطی میں مبتلا ہے وہ دوسرے کو غلطی پر نہ سمجھے۔ گر نداری۔ اگر انسان خود منافق ہے تو اُس کو دوسروں کو منافق دیکھنا چاہیے۔ بدگماں۔ بدگمان بہت بدکار ہے وہ اپنے اعمال کو دوسروں کا اعمالنامہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ آں خساں کفار میں چونکہ خود کجی تھی وہ انبیا کو جادوگر وغیرہ سمجھتے تھے۔

لہ واں امیراں۔ سلطان محمود کے دربار کے دوسرے اُمرا جنھوں نے ایاز کی شکایت کی تھی خود مکار تھے اُنھوں نے حجرے کے بارے میں ایاز پر بھی مکاری کا خیال کیا۔ شاہ۔ سلطان محمود کو ایاز کی پاکی کا یقین تھا اور حجرے کی تلاشی کا حکم اُن امیروں کو اُس کی پاکی کا یقین دلانے کے لئے دیا تھا۔ کاے امیراں سلطان محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ تم شب میں ایاز کی لاعلمی میں حجرے کا دروازہ کھول دو تاکہ اُس کے پوشیدہ حالات ظاہر ہو جائیں پھر میں اُس کو اُس کی سزا دوں گا۔ سگالشہا۔ یعنی ایاز کے خیالات اور مال جمع کرنے کی تدبیریں۔

مرشمارا دادم آں زرّ و گہر[1] — مَن ازاں زر ہانخواہم جُز خبر
میں نے وہ زرد جواہر تمہیں دیا — میں اُس زر کے بارے میں سوائے خبر کے کچھ نہیں چاہتا ہوں

ایں ہمی گفت و دلِ اُو می طپید — از برائے آں ایازِ بے ندید
وہ یہ کہہ رہا تھا اور اُس کا دل تڑپ رہا تھا — اُس بے نظیر ایاز کی وجہ سے

کہ منم کایں بر زبانم میرود — ایں جفا گر بشنود اُو چوں شود
کہ میں ہوں کہ میری زبان سے جاری ہو رہا ہے — یہ ظلم اگر وہ سُنے گا، اُس کا کیا حال ہوگا؟

باز میگوید بحقِ دینِ اُو — کہ ازیں افزوں بُود تمکینِ اُو
پھر کہتا ہے اُس کے دین کی قسم — اُس کا مرتبہ اِس سے بڑھ کر ہے

کہ بقذفِ زشتِ من طیرہ شود — وز غرض وز سِرِّ من غافل بُود
کہ وہ میرے بُری تہمت لگانے سے ناراض ہو — اور میری غرض اور راز سے غافل ہو

مُبتلا[2] چوں دید تاویلاتِ رنج — بُرد بیند کے شود اُو ماتِ رنج
مبتلا (انسان) جب رنج کی توجیہ سمجھ لیتا ہے — کامیابی دیکھتا ہے، وہ رنج سے ہار نہیں دیکھتا ہے

صاحبِ تاویل ایازِ صابرست — کہ بحرِ عاقبتہا ناظرست
توجیہ کرنے والا، صابر، ایاز ہے — کیونکہ وہ نتائج کے سمندر کو دیکھنے والا ہے

ہمچو یوسف خوابِ ایں زندانیاں — ہست تعبیرش بہ پیشِ اُو عیاں
(حضرت) یوسفؑ کی طرح ان قیدیوں کا خواب — اُس کی تعبیر اُن کے سامنے ظاہر ہے

خوابِ خود را چوں نداند مردِ خیر — کے بُود واقف ز سِرِّ خوابِ غیر
جب بھلا آدمی اپنے خواب کو نہیں جانتا — وہ دوسرے کے خواب کے راز سے کب واقف ہوگا؟

گر زنم[3] صد تیغ اُو را ز امتحاں — کم نگردد وصلتِ آں مہرباں
میں اگر آزمائش کی سَو تلواریں اس کے ماروں — اُس مہربان کا تعلق کم نہ ہوگا

داند اُو کاں تیغ بر خود می زنم — من وَیم اندر حقیقت اُو منم
وہ جانتا ہے کہ وہ تلواریں اپنے مار رہا ہوں — حقیقت میں میں وہ ہوں، وہ میں ہے

دربیانِ اِتحادِ عاشق و معشوق از رُوئے حقیقت اگرچہ

حقیقت کے اعتبار سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کے بیان میں اگرچہ

تو اُس کا تعلق کمزور نہ پڑے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا اُس کے تلوار مارنا اپنے تلوار مارنا ہے۔ دربیان۔ اب مولانا نے اِس بحث [illegible] عاشق اور معشوق کے اتحاد کو سمجھایا ہے۔

[1] مرشما۔ بادشاہ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو جواہر یہاں ملیں وہ تمہارے ہیں مجھے آکر صرف بتا دینا۔ ایں ہمی گفت۔ بادشاہ نے یہ حکم تو دیدیا تھا لیکن وہ بہت بے چین تھا کہ اگر اُس کے مخلص ایاز کو اِس کا علم ہوگا کہ میں نے بدگمانی کی بنیاد پر اُس کے حجرہ کی تلاشی کا حکم دیا ہے تو اُس کو کس قدر رنج ہوگا۔ باز میگوید۔ پھر بادشاہ دل میں کہتا تھا کہ ایاز کے خلوص پر یقین ہے کہ وہ اِس حکم کے بارے میں مجھ سے بدگمان نہ ہوگا بلکہ یہی سمجھے گا کہ دشمنوں پر حقیقتِ حال واضح کرنے کیلئے میں نے یہ حکم دیا ہے۔

[2] مبتلا۔ مصیبت زدہ جب اپنی مصیبت کی کوئی بہتر توجیہ کر لیتا ہے تو وہ رنج اور غم میں شکست خوردہ نہیں ہوتا ہے۔ صاحبِ تاویل۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ ایاز اِس کام کی کوئی بہتر توجیہ کریگا۔ ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے ساتھی قیدیوں کے خواب کی صحیح تعبیر دیدی تھی جس نے دیکھا تھا کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے اُس کو کہہ دیا تھا کہ تعبیر یہ ہے کہ تو پھر بادشاہ کا ساقی بنے گا اور جس نے دیکھا تھا کہ پرندے اُس کے سر پر کی روٹیاں کھا رہے ہیں اُس سے کہا تھا کہ تو سولی پر چڑھایا جائیگا۔ ایں زندانیاں۔ جیلخانہ اور اُس کے ساتھی۔

[3] گر زنم۔ سلطان محمود نے سوچا کہ اگر میں ایاز کے تلوار بھی ماروں

مُتضادانداز رُوئے آنکہ نیاز ضدِ بے نیازی ست چنانکہ آئینہ

وہ اس اعتبار سے متضاد ہیں کہ نیاز، بے نیازی کی ضد ہے جیسا کہ آئینہ

بے صورت و سادہ است و بیصُورتی ضدِ صورت ست لیکن

بغیر صورت کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہونا صورت کی ضد ہے لیکن

میانِ ایشان اِتحادے ست دَرحقیقت کہ شرحِ آں درازست

درحقیقت ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے

وَالعَاقِلُ تَکفِیۃِ الاِشَارَۃُ

اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

جسمِ مجنوں را ز رنجِ دورِیے — اندر آمد ناگہاں رنجوریے

فراق کی تکلیف سے مجنوں کے جسم — میں اچانک بیماری پیدا ہو گئی

خون بجوش آمد ز شعلۂ اشتیاق — تا پدید آمد بداں مجنوں خُناق

شوق کی چنگاری سے خون جوش میں آگیا — حتیٰ کہ اُس سے مجنوں کے دگھے میں خناق پیدا ہوگیا

پس طبیب آمد بدار و کردنش — گفت چارہ نیست ہیچ از رگ زنش

اُس کا علاج کرنے کے لئے طبیب آیا — اُس نے کہا فصد کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے

رگ زدن باید برائے دفعِ خوں — رگ زنے آمد بدانجا ذو فنوں

خون کے دفع کرنے کیلئے فصد کرنی چاہیئے — (چنانچہ) وہاں ایک ہنرمند فصاد آیا

بازوش بَست و گرفت آں نیشِ اُو — بانگ زد در زماں آں عشق خُو

اُس نے اُس کا بازو باندھا اور اُسکو اُسکے سامنے پکڑا — فوراً وہ عشق مزاج چیخا

مُزدِ خود بستان و ترکِ فصد کُن — گر بمیرم گو برو جسمِ کُہن

اپنی فیس لے لے، اور فصد نہ کر — اگر میں مر جاؤں، کہدے پُرانا جسم چلا جائے

گفت آخر از چہ می ترسی ازیں — چوں نمی ترسی تو از شیرِ عَریں

اُس نے کہا آخر تو اِس سے کیوں ڈرتا ہے؟ — جبکہ تو کچھار کے شیر سے نہیں ڈرتا ہے

شیر و گرگ و خرس و ہر یوز و دَدَہ — گرد بر گردِ تو شب گرد آمدہ

شیر اور بھیڑیا اور ریچھ اور ہر چیتا اور درندہ — تیرے چاروں طرف رات کو چکر لگاتا ہے

می نیایدشاں ز تو بُوئے بشر — زانبہیِ عشق و وجد اندر جگر

تجھ میں سے انھیں انسان کی بُو نہیں آتی ہے — (تیرے) جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت سے

۱ متضاد۔ بظاہر عاشق و معشوق میں تضاد ہے ایک طرف نیاز ہے دوسری طرف بے نیازی ہے جیسا کہ آئینہ بے صورت ہے اور جو صورت اُس کے اندر آتی ہے بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے لیکن حقیقتاً دونوں میں اتحاد ہے اُس کی مجنوں کے قصہ سے تشریح کرتے ہیں۔ مجنوں۔ ایک بار مجنوں بیمار ہوگیا عشق کی شدت نے اُس کے خون میں جوش پیدا کر دیا جس سے اُس کے گلے میں خناق (گلے کا ورم) پیدا ہوگیا۔

۲ پس طبیب۔ طبیب نے کہا خون کو کم کرنے کیلئے فصد کرنا ضروری ہے لہٰذا فصد کرنے والے کو بُلایا جائے۔ بازوش۔ فصد کرنے کیلئے جب اُس کا بازو باندھا تو مجنوں شور مچانے لگا اور کہا کہ خواہ میں مر جاؤں فصد نہ کرو۔

۳ گفت۔ فصاد نے کہا تو جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے اور درندوں سے بھی نہیں ڈرتا ایک نشتر سے کیوں ڈر رہا ہے۔ عریں۔ شیر کی کچھار۔ یوز۔ چیتا۔ ددہ۔ درندہ۔ می نیاید۔ چونکہ عشق اور غم نے تیرا جگر جلا دیا ہے ان درندوں کو تجھ میں سے انسان کی بُو نہیں آتی ہے اور وہ تجھے اپنا دشمن سمجھ کر تجھ پر حملہ نہیں کرتے ہیں۔

گرگ[۱] و خرس و شیر داند عشق چیست
بھیڑیا اور ریچھ اور شیر جانتا ہے کہ عشق کیا ہے

کم ز سگ باشد کہ از عشق او تہی ست
جو شخص عشق سے خالی ہے وہ کتے سے کم ہے

گر رگِ عشقے نبودے کلب را
اگر کتے میں عشق کی رگ نہ ہوتی

کے بجستے کلب کہفِ قلب را
تو کتا اہلِ دل کے غار کو کب ڈھونڈتا

ہم ز جنسِ او بصورت چوں سگاں
اس کے ہم جنس بھی کتوں کی صورت میں

گر نشد مشہور ہست اندر جہاں
دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں

تو نبردی بوئے دل در جنسِ خویش
تو نے اپنی ہم جنس کے دل کی خوشبو نہ پائی

کے بری تو بوئے دل از گرگ و میش
تو بھیڑیے اور بھیڑ کے دل کی خوشبو کب محسوس کر سکتا ہے؟

گر نبودے[۲] عشق ہستی کے بُدے
اگر عشق نہ ہوتا، تو وجود کب ہوتا؟

کے زدے ناں بر تو و تو کے شدے
روٹی تجھ سے کب لگتی اور تو کب ہوتا؟

نانِ تو شد از چہ ز عشق و اشتہے
تیری روٹی کس چیز سے بنی؟ عشق اور خواہش سے

ورنہ ناں را کے بُدے تا جاں رہے
ورنہ روٹی کا راستہ جان تک کب ہوتا؟

عشق نانِ مُردہ را جاں می کند
عشق ہی مردہ روٹی کو جان (دار) بناتا ہے

جاں کہ فانی بُود جاویداں کند
جو جان فانی تھی اس کو جاودانی بنا دیتا ہے

گفت مجنوں من نمی ترسم ز نیش
مجنوں نے کہا میں نشتر سے نہیں ڈرتا ہوں

صبرِ من از کوہِ سنگیں ہست بیش
میرا صبر پتھریلے پہاڑ سے بڑھا ہوا ہے

منبلم بے زخم ناساید تنم
میں مصیبت کا مارا ہوں، بغیر زخم کے میرے جسم کو آرام نہیں ملتا

عاشقم بر زخمہا بر می تنم
میں عاشق ہوں زخموں کا چکر لگاتا ہوں

لیک[۳] از لیلیٰ وجودِ من پُر ست
لیکن میرا وجود لیلیٰ سے بھرا ہوا ہے

ایں صدف پُر از صفاتِ آں دُرست
یہ سیپ اس موتی کی صفات سے پُر ہے

ترسم اے فصّاد! اگر فصدم کنی
اے فصّاد! اگر تو میرے فصد لگائیگا میں ڈرتا ہوں

نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی
اچانک تو لیلیٰ کے نشتر مارے گا

داند آں عقلے کہ او دل روشنے ست
وہ عقل جس کا دل روشن ہے، سمجھتی ہے

در میانِ لیلیٰ و من فرق نیست
(کہ) مجھ میں اور لیلیٰ میں فرق نہیں ہے

من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من
میں کون ہوں؟ لیلیٰ، اور لیلیٰ کون ہے؟ میں

ما دو روحیم آمدہ در یک بدن
ہم دو روحیں ہیں، جو ایک جسم میں آ گئی ہیں

---

[۱] گرگ۔ مولانا فرماتے ہیں جبکہ حیوانات بھی عشق سے آشنا ہیں تو اگر انسان میں یہ جذبہ نہ ہو تو وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ گر رگے۔ اصحاب کہف کے کتے قطمیر کو عشق ہی غار میں لے گیا تھا۔ قلب یعنی اہلِ دل اصحاب کہف۔ ہم ز جنس۔ اور کتے بھی قطمیر کی طرح ہیں، مشہور نہیں ہوئے ہیں۔ تو نبردی۔ تو نے انسان کے دل کے عشق کو نہ پہچانا تو درندوں کے دل کی حالت کیا جان سکتا ہے۔

[۲] گر نبودے۔ مولانا کے نزدیک عالم کے وجود کی بنا عشق ہے اور پوری کائنات میں باہمی عشق اور جذب و انجذاب ہے۔ نان۔ اگر روٹی اور انسان میں باہمی تعلق نہ ہوتا تو روٹی زندہ انسان کا جزو کیسے بنتی۔ عشق۔ عشق ہی نے اس مردہ روٹی کو زندہ انسان کا جزو بنا دیا۔ گفت مجنوں۔ مجنوں نے فصاد سے کہا میں نشتر لگنے سے نہیں ڈر رہا ہوں میرا صبر پہاڑ سے بھی زیادہ ہے اور زخم کھانا میری عادت ہے اسی سے میرے جسم کو آرام ملتا ہے۔

[۳] لیک۔ چونکہ میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہوں اور میرے اس جسم میں صرف لیلیٰ ہے تو یہ نشتر میرے نہ لگے گا بلکہ لیلیٰ کے لگے گا۔ داند۔ عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اب لیلیٰ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ میں ہوں دو روحیں ایک بدن میں ہیں۔

معشوقے[1] از عاشق پرسید کہ خود را دوست تر میداری یا مرا

ایک معشوق نے عاشق سے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے

گفت من از خود مردہ ام وبتو زندہ ام از خود و از صفاتِ خود

اُس نے کہا میں اپنے اعتبار سے مُردہ ہوں اور تیرے ذریعہ سے زندہ ہوں اپنے آپ سے اور اپنی

نیست شدہ ام وبتو ہست شدہ ام علمِ خود را فراموش کردہ ام و

صفات کے اعتبار سے معدوم ہوگیا ہوں اور تیرے ذریعہ سے موجود ہوا ہوں میں نے اپنا علم بُھلا دیا ہے اور

از علمِ تو عالم شدہ ام قدرتِ خود را بباد دادہ ام و از قدرتِ

تیرے علم کے ذریعہ عالم بن گیا ہوں میں نے اپنی قدرت کو برباد کر دیا ہے اور تیری قدرت

تو قادر شدہ ام اگر خود را دوست دارم ترا دوست داشتہ

کے ذریعہ صاحب قدرت ہوگیا ہوں اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست

باشم و اگر ترا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم

رکھتا ہوں اور اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں

ہر کہ[2] را آئینۂ یقیں باشد

جس کو یقین کا آئینہ (حاصل) ہو

گرچہ خود بیں خدائے بیں باشد

اگرچہ وہ خود بین ہے، وہ خدا بین ہو گا

اُخرُج بِصِفَاتِی اِلٰی خَلقِی مَن رَاٰکَ فَقَد رَاٰنِی وَمَن

میری مخلوق کی طرف میری صفات میں نکل، جس نے تجھے دیکھا تو بیشک اُس نے مجھے دیکھا اور جس نے

قَصَدَکَ قَصَدَنِی وَمَن اَحَبَّکَ اَحَبَّنِی وَقِس عَلٰی ھٰذَا

تیرا قصد کیا اُس نے میرا قصد کیا اور جس نے تجھ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور اسی پر قیاس کرے

گفت معشوقے بعاشق ز امتحاں	در صبوحی[3] کاے فلاں ابنِ فلاں
امتحاناً، ایک معشوق نے عاشق سے کہا	صبح کی شراب کے وقت کہ اے فلاں، فلاں کے بیٹے
مر مرا تو دوست تر داری عجب	یا کہ خود را راست گو یا ذا الکرب
تو مجھے عجب زیادہ دوست رکھتا ہے	یا اپنے آپ کو، سچ بتا اے غمزدہ!
گفت من در تو چناں فانی شدم	کہ پُرم من از تو از سر تا قدم
اُس نے کہا میں تجھ میں ایسا فنا ہوگیا ہوں	کہ سر سے پاؤں تک تجھ سے پُر ہوں

[1] معشوقے۔ اب لا اماعشق ومعشوق کے اتحاد کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔ کسی معشوق نے عاشق سے دریافت کیا کہ تو مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اپنے آپ سے، اُس نے کہا میں اپنی تمام صفات گم کر چکا ہوں اب تیرے علم سے عالم، تیری قدرت سے قادر ہوں۔ لہٰذا اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں اور اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست رکھتا ہوں اب دوئی ختم ہوگئی ہے لہٰذا یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

[2] ہر کہ۔ جسکو ذات وصفات باری پر یقینِ کامل حاصل ہوگیا چونکہ وہ خودی کو ختم کر چکا ہے لہٰذا اُسکی خود بینی بھی خدا بینی ہے۔ اُخرج۔ جب ایک انسان فرائض ونوافل کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور خدائی اخلاق سے متخلق ہوجاتا ہے تو اُس انسان کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔

[3] صبوحی۔ صبح کے وقت کی شراب۔ گفت۔ عاشق نے کہا کہ میں تجھ میں اپنے آپ کو فنا کر چکا اب تو اور میں دو شخص نہیں ہیں کہ اُن کے بارے میں محبت کی کمی اور زیادتی کا سوال ہو سکے۔

بر مَن[۱] از ہستیِ من جُز نام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے دکھاوا نہیں ہے

دَر وجودم جُز تو اے خوش کام نیست
اے خوش نصیب! میرے وجود میں تیرے سوا کچھ نہیں ہے

زاں سَبَب فانی شدم من اینچنیں
اس لئے میں ایسا فانی ہوگیا ہوں

ہمچو سرکہ دَر تو بحرِ انگبیں
جیسا کہ سرکہ اے شہد کے سمندر! تجھ میں

ہمچو سنگے کو شود کُل لعل ناب
اُس پتھر کی طرح جو مجسّم خالص لعل بن گیا ہو

پُر شود اُو از صفاتِ آفتاب
وہ سورج کی صفات سے پُر ہوجاتا ہے

وصفِ آں سنگی نماند اندر و
اُس میں پتھرپن کی صفت نہیں رہتی ہے

پُر شود از وصفِ خُور اُو پشت و رُو
وہ آگے اور پیچھے سورج کے وصف سے پُر ہوجاتا ہے

بعد ازاں[۲] گر دوست دارد خویش را
اُس کے بعد اگر وہ اپنے آپکو دوست رکھتا ہے

دوستیِ خُور بُوَد آں اے فتی
اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے

ور کہ خُور را دوست دارد اُو بجاں
اگر وہ (دل و) جان سے سورج کو دوست رکھتا ہو

دوستیِ خویش باشد بیگماں
بےشک اپنے دوستی ہوتی ہے

خواہ خود را دوست دارد لعلِ ناب
خالص لعل، خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے

خواہ یا اُو دوست دارد آفتاب
یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے

اندریں دو دوستی خود فرق نیست
ان دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے

ہر دو جانب جُز ضیائے شرق نیست
دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

تا نشد[۳] اُو لعل خور را دشمن ست
جب تک وہ لعل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے

زانکہ یک من نیست اینجا دو من ست
کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں

زانکہ ظلمانی ست سنگ اے باحضور
اس لئے کہ اے باشعور! پتھر تاریک ہے

ہست ظلمانی حقیقت ضدِ نور
تاریک حقیقت، نور کی ضد ہے

خویش را گر دوست دارد کافر ست
اگر اپنے آپکو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے

زانکہ اُو مَنّاعِ شمسِ اکبر ست
کیوں کہ وہ شمسِ اکبر کا منکر ہے

پس نشاید کہ بگوید سنگ انا
پس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے

اُو ہمہ تاریکی ست و در فنا
وہ مجسّم تاریکی اور فنا میں ہے

---

[۱] برمَن۔ میرے وجود کا نام ہی نام ہے ورنہ اُس وجود میں دراصل تو ہے۔ سرکہ۔ سرکہ کو اگر شہد کے سمندر میں ڈال دیا جائے تو سرکہ کا محض نام ہی نام رہجائیگا ورنہ وہ سب شہد میں مل کر شہد بن گیا ہے۔ ہمچو۔ جس جسم میں کسی دوسرے جسم کی پوری صفات آجائیں تو اب اُس پہلے جسم کا نام ہی نام باقی رہیگا پتھر نے جب سورج کی صفات کو اِس درجہ قبول کرلیا کہ اُس میں پتھرپن نہ رہا اور وہ سورج کی صفات کو قبول کرکے لعل بن گیا تو اب وہ صرف نام کا پتھر ہے اُس میں پتھر کی صفت باقی نہیں ہے۔

[۲] بعد ازاں۔ لعل اگر اپنے آپ سے محبت کرے تو وہ سورج ہی سے محبت کہلائیگی۔ ور۔ اگر وہ لعل، سورج سے محبت کرے گا تو اُس کی وہ محبت خود اُس کی اپنی ذات سے محبت کہلائے گی۔ اب اُس کی اپنی ذات سے دوستی اور سورج سے دوستی میں کوئی فرق نہیں ہے اِسلئے کہ اُس میں اور سورج میں صفات کی یکسانیت ہے۔

[۳] تا نشد۔ ہاں اگر وہ پتھر ابھی لعل نہیں بنا ہے تو اُس میں اور سورج میں تضاد ہے پتھر میں تاریکی ہے اور سورج میں صفائی اور روشنی ہے خویش را۔ اگر اِس حالت میں وہ پتھر اپنے آپ سے محبت کریگا تو وہ سورج کا کافر ہے۔

اُس کا اپنے وجود کا اقرار، سورج کے غیر کے وجود کا اقرار ہے۔

گفت[1] فرعونے انا الحق گشت پست
کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا

گفت منصورے انا الحق و برست
کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے

آں انا را لعنۃ اللہ در عقب
اس انا کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی لعنت در پے ہے

ویں انا را رحمۃ اللہ اے محب
اور یہ انا اے دوست! اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہے

زانکہ او سنگ سیہ بُد ایں عقیق
کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا، یہ عقیق ہے

آں عدوئے نور بود و ایں عشیق
وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے

ایں انا ہو بود در سر اے فضول
اے بیہودہ! یہ "انا" درحقیقت "ہو" تھی

زاتحادِ نور نز راہِ حلول
نور کے اتحاد کی وجہ سے، نہ کہ حلول کے طور پر

جہد[2] کن تا سنگیت کمتر شود
تو کوشش کرتا کہ تیرا پتھر پن کم ہو جائے

تا بلعلی سنگِ تو انور شود
تاکہ تیرا پتھر لعل پن سے روشن ہو جائے

صبر کن اندر جہاد و در عنا
مجاہدہ اور مشقت میں صبر کر

دمبدم می بیں بقا اندر فنا
لمحہ بہ لمحہ فنا میں بقا دیکھ

وصفِ سنگی ہر زماں کم میشود
پتھر پن کی صفت ہر لمحہ کم ہوگی

وصفِ لعلی در تو محکم میشود
تجھ میں لعل پن کی صفت مضبوط ہو جائے گی

وصفِ ہستی میرود از پیکرت
تیرے جسم میں سے وجود کی صفت نکل جائیگی

وصفِ مستی میفزاید در سرت
تیرے باطن میں مستی کی صفت بڑھ جائے گی

سمع شو یکبارگی تو گوش وار
تو کان کی طرح مجسم سماعت بن جا

تا ز حلقہ لعل یابی گوشوار
تاکہ تجھے لعل کے حلقہ کا گوشوارہ مل جائے

ہمچو[3] چہ کن خاک می کن گر کسی
اگر تو مرد ہے تو کنواں کھودنے والے کی طرح مٹی کھود

زیں تنِ خاکی کہ در آبے رسی
اس مٹی کے جسم کی تاکہ تو پانی تک پہنچ جائے

گر رسد جذبِ خدا آبِ معیں
اگر خدا کا جذب آگیا، تو جاری پانی

چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں
کنواں کھودے بغیر زمین سے جوش مارے گا

کار کے میکن تو و کاہل مباش
کچھ کام کر، اور کاہل نہ بن

اندک اندک خاکِ چہ را میتراش
تھوڑی تھوڑی کنوئیں کی مٹی کھود

۱؎ گفت۔ کسی فرعونی کا "انا الحق" کہنا اسی وجہ سے کفر ہے اور منصوری کا یہ کلمہ کہنا عین ایمان ہے۔ آں انا۔ اگر کوئی فرعونی صفت والا شخص انا الحق کہے تو وہ ملعون ہے اور کوئی منصور حلاج کی صفات والا انسان یہی کلمہ کہے تو اس پر خدا کی رحمت ہے۔ زانکہ۔ جبکہ انسان اللہ کی صفات سے متصف نہیں ہے تو اس میں اور اللہ تعالیٰ میں تضاد ہے۔ ایں انا۔ متصف بصفات خداوندی کا انا الحق کہنا اصل میں حق کہنا ہے اس "انا" اور "ہو" میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ نور اور صفات کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔ حلول۔ ذات باری کو کسی انسانی شکل میں ماننا حلول ہے جو کفر ہے۔

۲؎ جہد کن۔ مجاہدوں کے ذریعے اپنے پتھر پن کو دور کر کے لعل بننے کی کوشش کر پھر تجھے رفتہ رفتہ اپنی صفات کو فنا کر کے اللہ کی صفات کے ذریعہ بقا حاصل ہوگا۔ وصف۔ تیرے وجود کے اوصاف رفتہ رفتہ فنا ہو جائیں گے صفات خداوندی کا تیرے اندر جماؤ ہو جائے گا۔ سمع۔ تو کان کی طرح مجسم سماعت بن جا اور ان نصیحتوں کو قبول کر کے صفات خداوندی کو حلقہ بگوش بنا لے۔

۳؎ ہمچو۔ اگر انسان میں انسانیت ہے تو اس کو کنواں کھودنے والے کی طرح مجاہدے کے ذریعہ اپنے جسم کی کھدائی کرنی چاہیئے تاکہ وہ آب حیات تک پہنچ سکے۔ گر رسد۔ مجاہدے کے ساتھ اگر حضرت حق کی جانب سے جذب شروع ہو جاتا ہے تو پھر مقصد تک پہنچنے کے لئے زیادہ مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

کارکن گوش ماں از بہرِ آب — اندک اندک دُور کُن خاک و تراب
پانی کے لئے کام کر، کان بن جا — تھوڑی تھوڑی خاک اور مٹی ہٹا

ہر کہ رنجے دید گنجے شُد پدید — ہر کہ جدّے کرد در جدّے رسید
جس نے تکلیف اٹھائی، خزانہ ظاہر ہوا — جس نے کوشش کی، نصیبہ کو پہنچ گیا

گفت پیغمبر رکوع ست و سجود — بر درِ حق کوفتن حلقہ وجود
پیغمبر نے فرمایا ہے، رکوع اور سجدہ — اللہ (تعالیٰ) کے در پر مراد کی کنڈی کھٹکھٹانا ہے

حلقہ آں درہر آنکو میزند — بہر اُو دولت سرے بیروں کند
جو شخص اُس دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہے — اُس کے لئے دولت باہر آتی ہے

آمدنِ آں امیرانِ نمّام با سرہنگاں نیم شب و گشادنِ حجرۂ ایاز و دیدن چارق و پوستین را آویختہ و گمان بردن کہ آں مکر ست و روپوش و خانہ را حفرہ کردن بہر گوشہ کہ گمان آمد و چاہ کناں آوردن و دیوار ہا را سوراخ کردن و چیزے نایافتن و خجل و نومید شدن چنانکہ بدگمانان و خیالِ اندیشاں در کارِ انبیا و اولیا کہ میگفتند کہ ساحر اند و خویشتن ساختہ اند و تصدّر میجویند بعد از تفحّص خجل شدنِ ایشان سود ندارد

اُن چغلخور امیر، مع سپاہیوں کے آدھی رات کو آنا اور ایاز کا حجرہ کھولنا اور چپل اور پوستین کو لٹکا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ مکاری اور آڑ ہے اور گھر کے ہر اُس گوشہ کو کھودنا جس کا اُنھیں خیال آیا اور کنواں کھودنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سوراخ کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور نا امید ہونا جیسا کہ انبیاء اور اولیاء کے معاملہ میں بدگمانوں اور سوچنے والوں جو کہتے تھے کہ جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو بنائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جستجو کے بعد اُن کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

آں امیراں بر درِ حجرہ شدند — طالبِ گنج و زر و خمرہ شدند
وہ امیر حجرے کے دروازہ پر آئے — خزانہ اور سونے اور مٹکی کے طلبگار بنے

۱؎ کارکن۔ انسان کو مجاہدہ شروع کرنا چاہیے اور مقصد کے حصول کا منتظر رہنا چاہیے۔ ہر کہ محنت کو رائیگاں نہیں کرتا ہے جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔ گفت۔ عبادتیں اس لئے کی جاتی ہیں تاکہ درِ حق کھلے اور انسان کو تقرب حاصل ہو۔ زنجیر بجا کر دروازہ کھلوایا جاتا ہے۔ عبادت بھی زنجیر بجانا ہے۔

۲؎ حلقہ۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحَ جو شخص سخی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو دروازہ کھل جاتا ہے۔ روپوش۔ یعنی ایاز نے چپل اور پوستین اس لئے لٹکا دی ہے کہ مخفی خزانہ کی جانب لوگوں کا دھیان نہ جائے۔

۳؎ چنانکہ۔ یہ لوگ ایاز کے معاملہ میں ایسے ہی شرمندہ ہوئے جس طرح انبیاء اور اولیاء کے منکر آخر میں ایسے وقت شرمندہ ہوئے ہیں جبکہ اُن کی شرمندگی اُن کے لئے مفید نہیں ہوتی ہے۔ تصدّر۔ صدر کا مقام حاصل کرنا۔ ثمرہ۔ مٹکی۔

قفل را بر میکشادند از ہوس — بادو صد فرہنگ و دانش چند کس

ہوس سے انہوں نے تالا کھولا — چند اشخاص کی سینکڑوں عقلوں اور سمجھ کے ساتھ

زانکہ[1] قفل صعب پیچیدہ بود — از میانِ قفلہا بگزیدہ بود

کیونکہ اس نے مضبوط تالا لگا رکھا تھا — تالوں میں سے منتخب کیا تھا

نے ز بخلِ سیم و مال و زرِ خام — از برائے کتمِ آں سرّ از عوام

چاندی اور مال اور خالص سونے کے بخل کی وجہ سے نہیں — (بلکہ) اس راز کو عوام سے چھپانے کے لئے

کہ گروہے بر خیالِ بد تنند — قومِ دیگر نامِ سالوسم کنند

کہ ایک جماعت بُرے خیال پر قائم ہو جائیگی — دوسری قوم میرا نام مکار رکھے گی

پیشِ باہمت بُود اسرارِ جاں — از خساں محفوظ تر از لعلِ کاں

جان کے راز، باہمت کے سامنے — کمینوں سے، کان کے لعل سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں

زر بہ از جان ست پیشِ ابلہاں — زر نثارِ جاں بود پیشِ شہاں

بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے — شاہوں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے

می شتابیدند[2] تفت از حرصِ زر — عقلِ شاں میگفت لے آہستہ تر

وہ سونے کے لالچ میں تیز دوڑتے تھے — اُن کی عقل کہتی تھی - نہیں - بہت آہستہ

حرص تازد بیہدہ سوئے سراب — عقل گوید نیک بیں کاں نیست آب

سراب کی جانب لالچ بیکار دوڑتا ہے — عقل کہتی ہے اچھی طرح دیکھ وہ پانی نہیں ہے

حرص غالب بُود و زر چوں جاں شدہ — نعرۂ عقل آں زماں پنہاں شدہ

لالچ غالب تھا اور سونا جان کی طرح بن گیا تھا — اس وقت عقل کی آواز دب گئی تھی

حرص غالب بُود بر زر ہمچو جاں — گفت ایں ست ایں متاعِ رائگاں

جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی — اس نے کہا بھی ہے یہ بیہودہ چیز

گشتہ صد تو حرص و غوغائے او — گشتہ پنہاں حکمت و ایمائے او

حرص اور اس کا شور تہ در تہ بن گیا — دانائی اور اس کا اشارہ چھپ گیا

تاکہ[3] در چاہِ غرور اندر فتد — آنکہ از حکمت ملامت نشنود

تاکہ دھوکے کے کنوئیں کے اندر گرے — وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سنتا

چوں ز بندِ دام بادِ او شکست — نفسِ لوامہ برو یابید دست

جب جال کے پھندے کی وجہ سے اس کا غرور ٹوٹا — لوامہ نفس نے اس پر قابو پالیا

---

[1] زانکہ۔ ایاز نے حجرہ پر ایسا سخت قفل لگایا تھا جس کا کھلنا آسان نہ تھا۔ نے زبخل۔ مضبوط قفل کسی بخل کی وجہ سے نہ لگایا تھا بلکہ اپنا یہ راز چھپانے کیلئے لگایا تھا۔ قوم دیگر۔ اگر لوگوں کو چپل اور پوستین کا حال معلوم ہوگا تو اسکو مکاری پر محمول کرینگے۔ پیش۔ باہمت لوگ اپنے باطنی احوال کی لعل و جواہر سے بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ زر۔ بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے عقلمند روپے پیسے کو جان کی خیرات سمجھتے ہیں۔

[2] می شتابید۔ لالچ ان کو دوڑا رہا تھا اور عقل آہستہ روی کی تعلیم دے رہی تھی حرص تازد۔ حرص انسان کو غیر واقعی نفع کی طرف دوڑاتی ہے عقل اسکو سمجھاتی ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آئے حرص۔ ان پر حرص کا غلبہ تھا اور عقل کی آواز دب گئی تھی۔ غالب بُود سونا جو ان کیلئے جان کی طرح تھا اس پر حرص غالب تھی اس نے عقل کی آواز کو بیکار بتایا۔ حکمت عقل کی دانائی اور اسکے اشارے ان لوگوں سے مخفی ہوگئے تھے۔

[3] تاکہ۔ حکمت کے اشارے اسلئے پوشیدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہو جائے۔ یہ وہی شخص جب پھنس جاتا ہے تو اس کا غرور ٹوٹتا ہے اور پھر اسکا نفس اسکو ملامت کرتا ہے نفس لوامہ۔ نور دل کی روشنی

تا بدیوارِ بلا ناید سرش
جب تک اُسکا سر مصیبت کی دیوار تک نہیں آتا ہے

نشنود پندِ دل آں گوشِ کرش
اُسکا بہرا کان، دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے

کودکاں را حرصِ لوزینہ و شکر
بادام کے حلوے اور شکر کا لالچ بچوں کے

از نصیحتہا کند دو گوش کر
دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرا بنا دیتا ہے

چونکہ دردِ دُنبلش آغاز شد
جب اُس کے پھوڑے کا درد شروع ہوا

در نصیحت ہر دو گوشش باز شد
اُس کے دونوں کان نصیحت کے لئے کھلے

حُجرہ را با حرص و صد گونہ ہوس
حجرہ کو سیکڑوں ہوس اور حرص سے

باز کردند آں زماں آں چند کس
اُن چند شخصوں نے اُس وقت کھولا

اندر افتادند برہم ز ازدحام
ازدحام سے اکٹھے اندر گھسے

ہمچو اندر دوغ گندیدہ ہوام
جس طرح بھنگے سڑی ہوئی چھاچھ میں

عاشقانہ در فتند با کرّ و فر
شان وشوکت سے، عاشقانہ گرتا ہے

خوردن امکاں نے وبستہ ہر دو پر
کھانے کا امکان نہیں اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں

بنگریدند از یسار و از یمیں
انھوں نے بائیں اور دائیں جانب دیکھا

چارقے بدریدہ بود و پوستیں
پھٹی ہوئی چپل اور پوستیں تھی

باز گفتند ایں مکاں بے نوش نیست
انھوں نے پھر کہا یہ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے

چارق اینجا جز پئے رُوپوش نیست
اس جگہ چپل آڑ کے سوا نہیں ہے

ہیں بیاور سیخہائے تیز را
خبردار! تیز سلاخیں

امتحاں کن حفرہ و کاریز را
گڑھے اور نالی کا امتحان لے

ہر طرف کندند و جستند آں فریق
اُن لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاشی لی

حفرہا کردند و گوہائے عمیق
گڑھے اور گہرے غار ڈال دیئے

حفرہاشاں بانگ میداد آں زماں
اُن کو اُس وقت گڑھوں نے پکارا

کندہائے خالییم اے گندگاں
اے گندو! ہم خالی خندقیں ہیں

زاں سگالش شرم ہم میداشتند
اس بدگمانی سے اُن کو شرم بھی آ رہی تھی

کندہا را باز می انباشتند
انھوں نے خندقوں کو دوبارہ بھر دیا

باز در دیوارہا سوراخہا
پھر دیواروں میں سوراخ

ہمچنیں کردند از جہل و عمیٰ
نادانی اور اندھے پن سے اسی طرح کئے

---

۵۱ تا بدیوار۔ جب تک مصائب کی دیوار سے اُسکا سر نہیں ٹکراتا ہے اُس وقت تک یہ دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے۔ کودکاں۔ اُس شخص کی مثال بچوں کی سی ہے جو مٹھائی کے لالچ میں کوئی نصیحت نہیں سنتے ہیں۔ چونکہ۔ جب مٹھائی کھانے سے پھوڑے اور پھنسیاں نکلتی ہیں تب بچے کے کان کھلتے ہیں۔ حجرہ۔ اب پھر ایاز کے حجرے کے کھولنے کا ذکر شروع کیا ہے۔

۵۲ ہمچو۔ وہ لوگ ازدحام کرکے ایاز کے حجرہ میں اسطرح گھسے جس طرح بھنگے کھٹی چھاچھ میں گرتے ہیں کہ وہ نہ اُس میں سے کچھ کھا سکتے ہیں اور نہ صحیح سالم باہر نکل سکتے ہیں۔ یہی حال اُن لوگوں کا تھا کہ انکو وہاں مال بھی ہاتھ نہ آیا اور رُسوا ہوگئے۔

۵۳ باز گفتند۔ حجرے میں مال نہ پانے کے باوجود اُنھوں نے کہا کہ یہ جگہ مال سے خالی نہیں ہوسکتی چپل اور پوستین تو مال کو چھپانے کے لئے ایک آڑ ہے۔ سیخہای۔ یعنی کھودنے کے لئے گنڈاسیں۔ کاریز۔ نالی۔ گوہای۔ گڑھے۔ حفرہا۔ گڑھے اُن سے کہہ رہے تھے کہ اے ناپاک خیالات والو ہم خالی گڑھے ہیں۔ زآں۔ اب وہ اپنے خیالات پر شرمندہ تھے انھوں نے گڑھوں کا پاٹنا شروع کردیا۔

بے عدد لاحولؔ در ہر سینۂ ‌ ‌ ‌ مانند مرغِ حرصِ شاں بے چینۂ

ہر سینہ میں بے شمار "لاحول" تھی ‌ ‌ ‌ اُن کی حرص کا پرند بغیر کُنگی کے رہ گیا

زاں ضلالتہائے یاوہ تازِ شاں ‌ ‌ ‌ حفرہ و دیوار و در غمازِ شاں

اُن کی بیہودہ دوڑ کی گمراہیاں ‌ ‌ ‌ گڑھا اور دیوار اور دروازہ اُنکے چغلخور تھے

ممکنِ اندائے آں دیوار نے ‌ ‌ ‌ با ایاز امکانِ ہیچ انکار نے

اُس دیوار کی لپائی ممکن نہ تھی ‌ ‌ ‌ ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا

گر خداعِ بیگناہی میدہند ‌ ‌ ‌ حائط و عرصہ گواہی میدہند

اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکا دیں ‌ ‌ ‌ دیوار اور صحن گواہی دے رہے ہیں

جملہ در حیرت کہ چہ عذر آورند ‌ ‌ ‌ تا ازیں گرداب جاں بیروں کنند

سب حیرت میں تھے کہ کیا عذر کریں ‌ ‌ ‌ تاکہ اس بھنور سے جان کو باہر نکالیں

عاقبتؔ نومید دست و لب گزاں ‌ ‌ ‌ چوں زناں دو دست بر سرہا زناں

انجام کار نا اُمید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے ہوئے ‌ ‌ ‌ عورتوں کی طرح دو ہتڑ سر پر مارتے ہوئے

باز گردیدند سوئے شہریار ‌ ‌ ‌ پُر ز گرد و رُوئے زرد و شرمسار

شاہ کی طرف واپس ہو گئے ‌ ‌ ‌ گرد کے بھرے ہوئے، چہرے زرد اور شرمندہ

باز گشتنِ نماماں از حجرۂ ایاز بسوئے شاہ توبرہ تہی و خجل ہمچو

چغلخوروں کا ایاز کے حجرے سے بادشاہ کی طرف خالی توبرہ اور شرمندہ ہو کر لوٹنا جیسا

بدگماناں در حقِ انبیا علیہم السلام در وقفِ ظہورِ برأت و

کہ انبیاء علیہم السلام سے بدگمانی کرنے والے ‌ ‌ ‌ اُن کی برأت اور پاکی کے ظاہر

پاکیِ ایشاں کہ یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ و

ہو جانے کے وقت کہ اس دن جبکہ کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہو جائیں گے اور

قولہ تعالیٰ ویوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ

اللہ تعالیٰ کا قول قیامت کے روز تو دیکھیگا ان لوگوں کو جنھوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا انکے چہرے کالے ہونگے

شاہؔ قاصد گفت ہیں احوال چیست ‌ ‌ ‌ کہ بغلتاں از زر و ہمیاں تہیست

بادشاہ نے قصداً کہا ہاں کیا احوال ہیں؟ ‌ ‌ ‌ کہ تمہاری بغلیں ہمیانی اور سونے سے خالی ہیں

ور نہاں کردید دینار و تسو ‌ ‌ ‌ فر و شادی در رخ و رخسار کو

اگر تم نے اشرفیاں اور دمڑیاں چھپا رکھی ہیں ‌ ‌ ‌ تو منہ اور رخسار پر شان اور خوشی کہاں ہے؟

لہ لاحول۔ وہ اپنے کام پر لاحول پڑھ رہے تھے۔ غماز۔ اُن کو اپنے کاموں کو چھپانا ممکن نہ تھا دیواروں کے سوراخ اور زمین کے گڑھے اُن کی چغلی کھا رہے تھے۔ ممکن۔ ان گڑھوں اور سوراخوں کو اس طرح اب بند بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ایاز کے سامنے ان حرکتوں کا انکار ممکن ہو لہٰذا وہ سب حیران تھے اور در و دیوار کی گواہی سے ڈر رہے تھے۔

لہ عاقبت۔ انجام کار وہ محروم واپس ہوئے اور عورتوں کی طرح سروں پر دو ہتڑ مار رہے تھے۔ باز گشتن۔ وہ لوگ خالی ہاتھ اور شرمندہ اسی طرح تھے جس طرح کفار ہونگے جبکہ انبیا اور رسولوں کی برأت ظاہر ہوگی اور بداعمالوں کے چہرے سیاہ اور نیکوکاروں کے سفید ہو جائیں گے۔

لہ شاہ۔ شاہ نے قصداً ان سے دریافت کیا کہ تمہاری بغلیں۔ ہمیانی زر و جواہر سے کیوں خالی ہیں اگر تم یہ بھی کہو کہ وہ ہم نے چھپالئے ہیں تو بھی ان کے آثار چہروں پر ضرور ہونے چاہئیں تھے۔

گر چہ[1] پنہاں بیخ ہر بیخ آورست | برگ سیماھم وجوھم اخضرست
اگرچہ ہر جڑ دار (درخت) کی جڑ پوشیدہ ہے | سبز پتے ان کے چہروں پر نشان ہے ”کا مصداق ہیں

آنچہ خورد آں بیخ از زہر و زقند | نک منادی میکند شاخ بلند
جو کچھ زہر اور شکر اس جڑ نے کھایا ہے | اب بلند شاخ پکار رہی ہے

بیخ[2] اگر بے برگ و از مایہ تہیست | برگہائے سبز بر اشجار چیست
جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرمائے سے خالی ہے | درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں؟

بر زبان بیخ گل مہرے نہد | شاخ دست و پا گواہی میدہد
جڑ کی زبان پر مٹی مہر لگا دیتی ہے | شاخ، ہاتھ پاؤں ہیں جو گواہی دیتے ہیں

آں امیراں جملہ در عذر آمدند | ہمچو سایہ پیش مہ ساجد شدند
اُن سب سرداروں نے معذرت کی | سایہ کی طرح چاند کے سامنے سجدہ کرنے والے بن گئے

عذر آں گرمی و لاف و ما و من | پیش شہ رفتند با تیغ و کفن
اُس جوش اور شیخی اور انانیت سے عذر کے لئے | تلوار اور کفن لے کر شاہ کے سامنے گئے

از خجالت[3] جملہ انگشتاں گزاں | ہر یکے میگفت کے شاہ جہاں
شرمندگی سے انگلیاں کاٹتے ہوئے | ہر ایک کہہ رہا تھا، کہ اے شاہ جہاں!

گر بریزی خوں حلالستت حلال | ور بہ بخشی ہست انعام و نوال
اگر تو خون بہائے تیرے لئے حلال ہی حلال ہے | اگر تو معاف کر دے انعام اور عطا ہے

کردہ ایم آنہا کہ از ما می سزید | تا چہ فرمائی تو اے شاہ مجید
ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا | اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟

گر بہ بخشی جرم ما اے دلفروز | شب شبیہا کردہ باشد روز روز
اے دل کو روشن کرنے والے! اگر تو ہمارا جرم بخشدے | (تو ایسا ہوگا) کہ رات نے رات پن کیا، دن نے دن پن

گر بہ بخشی یافت نومیدی گشاد | ور نہ صد چوں ما فدائے شاہ باد
اگر تو بخش دیگا تو مایوسی نے کشادگی حاصل کی | ورنہ ہم جیسے سینکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں

گفت شہ نے ایں نواز و ایں گداز | من نخواہم کرد ہست آن ایاز
بادشاہ نے کہا نہیں یہ نوازش اور یہ سزا | میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ملکیت ہے

---

[1] گرچہ۔ جڑ زمین میں چھپی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس کے آثار پتوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ برگ چھپے ہوئے اعمال کے اثرات نیکوں کے چہروں پر ظاہر ہوں گے قرآن پاک میں ہے۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود یعنی سجدوں کے آثار انکے چہروں سے نمایاں ہیں۔ آنچہ۔ پتوں سے جڑ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

[2] بیخ۔ جڑ میں اگر زندگی نہ ہو تو درخت پر سبز پتے نہیں آسکتے ہیں۔ بر زبان۔ مٹی نے جڑ کے منہ پر مہر لگا دی ہو لیکن اس کی شاخیں جو اس کے ہاتھ پاؤں ہیں گواہی دے رہے ہیں۔ عذر۔ مجرم کے لئے قاعدہ تھا کہ تیغ و کفن لے کر بادشاہ کے سامنے جاتا تھا اور اس طور پر سزا پر اپنی آمادگی ظاہر کرتا تھا۔

[3] از خجالت۔ ہر شخص شرمندگی سے انگلیاں کاٹ رہا تھا۔ اور بادشاہ سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں قتل کر دیا جائے تو ہم اسی کے قابل ہیں اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کا کرم ہے۔ شب شبیہا۔ رات اپنا کام کرتی ہے اور دن اپنا۔ ہمارے تاریک کارنامے ہیں اور آپ کی صافی پُر نور ہے۔ گر بہ بخشی۔ اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہماری مایوسی امید سے بدل جائے گی ورنہ ہماری جان آپ پر قربان ہے۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اس معاملہ میں سزا و عطا میرا کام نہیں ہے ”ایاز کا کام ہے۔

حوالہ کردنِ بادشاہ قبولِ توبۂ نمّاماں و حجرہ کُشایاں و سزا دادن و ادب کردنِ ایشاں با ایاز کہ یعنی ایں جنایت بر عرضِ اُو رفتہ است عُذر اِو پذیرد

بادشاہ کا چغلخوروں اور حُجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا دینا اور اُن کو تنبیہ کرنا، ایاز کے سُپرد کرنا کیوں کہ یہ زیادتی اُس کی آبرو پر ہوئی تو اس کا عُذر وہ قبول کرلے

ایں جنایت بر تن و عرض ویست
زخم بر رگہائے آں نیکو پے ست

ظلم اُس پر اور اُس کی آبرو پر ہوا ہے
زخم اُس نیک خصلت کی رگوں پر لگا ہے

گرچہ نفسِ واحدیم از روئے جاں
ظاہر اُو دوریم ازیں سُود و زیاں

اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں
اس نفع اور نقصان کے اعتبار سے بظاہر ہم دُور ہیں

تہمتے بر بندہ شہ را عار نیست
جز مزیدِ حلم و استظہار نیست

غلام پر تہمت، شاہ کی ذلت نہیں ہے
مزید حلم اور بھروسہ کے سوا کچھ نہیں ہے

مُتّہم را شاہ چوں قاروں کند
بیگنہ را تو نظر کن چوں کُند

جبکہ شاہ تہمت کردہ کو قارون بنا دیتا ہے
تو غور کر بے قصور کو وہ کیا بنائے گا؟

شاہ را غافل مداں از کارِ کس
مانعِ اظہارِ آں حلم ست و بس

شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھ
اُسکے ظاہر کرنے کے لئے فقط حلم مانع ہے

مَنْ ھُنَا یَشْفَعُ بہ پیشِ علمِ اُو
لااُبالی وار اِلّا حلمِ اُو

اُسکے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کرسکے؟
لاپروائی کے ساتھ سوائے اُس کے حلم کے

آں گنہ اوّل زِ حلمش میجہد
ورنہ ہیبت آں مجالش کے دہد

خطا پہلے پہل اُسکے حلم کی بنیاد پر صادر ہوئی ہے
ورنہ خوف اُس کو کب گنجائش دیتا؟

خونبہائے جرمِ نفسِ قاتلہ
ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ

قاتل نفس کے جرم کا خونبہا
اُسکی بُردباری پر ہے (جیساکہ) عاقلہ پر دیت

مست و بیخود نفسِ ما زاں حلم بُود
دیو در مستی کلاہ از وے ربُود

ہمارا نفس اس حلم سے مست اور بیخود تھا
مستی میں، شیطان اُس کی ٹوپی لے بھاگا

گر نہ ساقیِ حلم بودے بادہ ریز
دیو با آدمؑ کجا کردے ستیز

اگر حلم کا ساقی شراب چھلکانے والا نہ ہوتا
شیطان، آدمؑ سے کب جھگڑا کرتا؟

ؔ حوالہ۔ بادشاہ نے ایاز کو بلا کر اُن امیروں کو اُسکے حوالہ کر دیا۔ ایں جنایت۔ بادشاہ نے کہا تمہارا ظلم و زیادتی ایاز کے جسم اور آبرو پر ہوئی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ ایاز اور میں دو نہیں ہیں لیکن اس معاملہ میں یگانگت نہیں ہے۔ تہمتے۔ اگر بادشاہ کے غلام پر کوئی تہمت لگائے تو بادشاہ ذلیل نہیں ہوتا ہے، غلام ذلیل ہوتا ہے لہٰذا اس معاملہ کا تعلق باوجود یگانگت کے ایاز ہی سے ہے۔

ؔ جز۔ اگر کوئی شاہ کا جرم بھی کرتا ہے تو وہ اُس کے حلم کے بھروسہ پر کرتا ہے۔ شاہ۔ شاہ کو جرم کا علم بھی ہوتا ہے تو اپنے حلم کی وجہ سے اُس کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ مَنْ ھُنَا۔ چونکہ بادشاہ کو مُجرم کا پورا علم ہوتا ہے تو سفارش صرف اُس کے حلم کی چلتی ہے۔ آں گنہ۔ شاہ کے حلم کی وجہ سے خطاکار کو ہمت ہو جاتی ہے ورنہ ہیبت اُس کو خطا کرنے کا موقع نہ دے۔

ؔ خونبہائے۔ اگر کوئی قتل میں خطا کرتا ہے تو اُس کے رشتہ داروں کو دیت دینی پڑتی ہے چونکہ قاتل انہی رشتہ داروں کے سہارے کی امید پر قتل کرتا ہے اسی طرح خطاکار شاہ کے حلم کے سہارے خطا کرتا ہے تو اُسکی خطا کی ذمہ داری بھی شاہ کے حلم پر آتی ہے۔ مست۔ شاہ کے حلم کی مستی خطاکار پر طاری ہو جاتی ہے اور اس حالت میں شیطان اس کو بے جا دلیر کر دیتا ہے۔ گر نہ۔ اگر حضرت آدمؑ کو حلم خداوندی کا بھروسہ نہ ہوتا تو شیطان ان کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔

گاہ علمِ آدمؑ ملائک را کہ بود
اُستادِ علم و نقادِ نقود

ملائکہ کے اعتبار سے آدمؑ کے علم کا جو مرتبہ تھا
علم کے اُستاد، اور نقدوں کو پرکھنے والے تھے

چونکہ در جنت شرابِ حلم خورد
شد زیک بازیٔ شیطاں رُوی زرد

چونکہ انھوں نے جنت میں حلم کی شراب پی
شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہو گئے

آں بلاذرہائے تعلیمِ ودود
زیرک و دانا و چستش کردہ بود

اللہ (تعالیٰ) کی تعلیم کے بھلانوون نے
انکو ذہین اور عقلمند اور چست کر دیا تھا

باز آں افیونِ حلمِ سختِ اُو
دُزد را آورد سوئے رختِ اُو

پھر اُس کے انتہائی حلم کی افیون نے
اُنکے سامان کی جانب چور کو روانہ کر دیا

عقل آمد سوئے حلمش مستجیر
ساقیم تو بودہ دستم بگیر

عقل، اُسکے حلم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی آئی
میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمودنِ شاہ ایاز را کہ اختیار کن از عفو و مکافات کہ از عدل

بادشاہ کا ایاز سے فرمانا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کر کیونکہ انصاف

و لطف ہر چہ کنی اینجا صوابست و در ہر یکے را مصلحتہاست

اور مہربانی میں سے جو بھی تو کریگا اس مقام پر درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں

کہ در ہر عدل ہزار لطف درجست ولکم فی القصاص حیات

اسلئے کہ انصاف میں ہزاروں مہربانیاں درج ہیں اور تمہارے لئے بدلہ لینے میں زندگی ہے

آنکس کہ کراہت میدارد قصاص را در یں یک حیات

جو شخص بدلہ لینے کو ناپسند کرتا ہے اُس میں قاتل کی ایک زندگی

قاتل نظر میکند و در صد ہزار حیات کہ معصوم و محفوف

پر نظر کرتا ہے اور وہ اُن لاکھوں زندگیوں کو جو سزا کے خوف کے

خواہد شدن در حصنِ بیمِ سیاست نمی نگرد

قلعے میں محفوظ اور مامون ہو گی، نہیں دیکھتا ہے

کن میانِ مجرماں حکم اے ایاز
اے ایازِ پاک با صد احتراز

اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر
سیکڑوں پرہیزگاریوں کے ذریعہ پاک! اے ایاز

گر دو صد بارت بجوشم در عمل
در کفِ جوشت نیابم یک دغل

اگر میں تجھے دو سو بار (بھی) کام میں جوش دلاؤں
تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خرابی (بھی) نہ پاؤں

---

۵۱ گاہ۔ آدم کو ملائکہ سے زیادہ علم حاصل تھا لہٰذا شیطان انکو دھوکہ نہ دے سکتا تھا لیکن چونکہ آدمؑ نے جنت میں اللہ کے علم کا جام پی لیا تھا تو اُن سے خطا سرزد ہو گئی۔ بلاذر، بھلانواں اُس کو مدبر کر کے کھانا ذہن کے لئے بہت مفید ہے۔ باز آں۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کے علم کی افیون کھائی جس سے اُن پر غفلت طاری ہو گئی عقل۔ پھر اُس غلطی سے اُن کی عقل نے اللہ کی بُردباری سے پناہ پکڑی۔

۵۲ فرمودن۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا اب تو جو چاہے کر۔ معاف کر دے یا بدلہ لے لے عدل کر یعنی بدلہ لے لے یا مہربانی کر اور یہ بھی سمجھ لے کہ عدل یعنی بدلہ لینے میں سیکڑوں مہربانیاں پوشیدہ ہیں اس لئے کہ قصاص کے ڈر سے جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں اسی لئے قرآن نے قصاص کو حیات قرار دیا ہے جو شخص معاف کرتا ہے وہ قاتل کی ایک جان کی طرف تو دھیان دیتا ہے لیکن اُن جانوں کی طرف نظر نہیں کرتا ہے جو قصاص کے ڈر سے محفوظ رہتی ہیں۔

۵۳ گر دو صد۔ انسان جوش میں راہ اعتدال چھوڑ بیٹھتا ہے لیکن ایاز سے یہ ممکن نہیں ہے۔

زامتحاں[۵۱] شرمندہ خلقے بے شمار
زامتحانہا جملہ از تو شرمسار

آزمائش سے بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے
آزمائشوں کی وجہ سے سب تجھ سے شرمندہ ہیں

بحرِ بے قعرست تنہا علم نیست
کوہ و صد کوہ است ایں خود حلم نیست

صرف علم ہی نہیں ہے، بلکہ اتھاہ سمندر ہے
یہ حلم ہی نہیں ہے، پہاڑ اور سیکڑوں پہاڑ ہے

گفت من دانم عطائے تست ایں
ورنہ من آں چارقم واں پوستیں

اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ آپکی دین ہے
ورنہ میں تو وہی چپل اور وہی پوستین ہوں

بہرِ[۵۲] ایں پیغمبر ایں را شرح ساخت
ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت

اسی لئے پیغمبرؐ نے اس کی شرح کی ہے
جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچان لیا

چارقت نطفہ ست او خونت پوستیں
باقی اے خواجہ عطائے اوست ایں

تیرا چپل نطفہ ہے اور تیرا خون پوستین ہے
اے جناب! باقی یہ اس کی دین ہے

بہرِ آں دادست تا جوئی دگر
تو مگو کہ نیستش جز ایں قدر

تجھے اسلئے دیا ہے تاکہ تو اور طلب کرے
تو نہ کہہ کہ اسکے پاس اسکے سوا نہیں ہے

زاں نماید چند سیب آں باغباں
تا بدانی دخل و نخلِ بوستاں

باغباں چند سیب اس لئے دکھاتا ہے
تاکہ تو باغ کی آمدنی اور درختوں کو سمجھ سکے

کفِ[۵۳] گندم زاں دہد خریار را
تا بداند گندمِ انبار را

ایک مٹھی گیہوں خریدار کو اس لئے دیتا ہے
تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

نکتۂ زاں شرح گوید اوستاد
تا شناسی علمِ او را مستزاد

استاد اس شرح میں سے ایک نکتہ بیان کرتا ہے
تاکہ تو اُس کے علم کو مزید سمجھ جائے

ور بگوئی خود ہمینش بود و بس
دورت اندازد چناں کز ریش خس

اگر تو کہے، کہ اُس کے پاس بس یہی تھا
تجھے اس طرح دور پھینک دیگا جسطرح داڑھی سے تنکا

اے ایاز اکنوں بیا و داد دہ
دادِ نادر در جہاں بنیاد نہ

اے ایاز! اب آ اور انصاف کر
دنیا میں عجیب انصاف کی بنیاد رکھدے

مجرمانت مستحقِ کشتنند
وز طمع بر عفو و حلمت می تنند

تیرے مجرم گردن زدنی ہیں
اور تیری معافی اور حلم کے لالچ پر قایم ہیں

علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے تو اُستاد اُس کو درس سے نکال دیتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا۔
مجرمانت۔ یہ چغلخور قتل کے مستحق ہیں لیکن تیری بردباری اور عفو کے طالب ہیں۔

۵۱ زامتحاں۔ غلط بات کا امتحان کر کے بہت سے لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اب یہ لوگ بھی اسی طور پر شرمندہ ہیں۔ بحر۔ ایاز صرف دریائے علم ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم کا بے تھاہ دریا ہے وہ صرف بردباری نہیں ہے بلکہ بردباری کا پہاڑ در پہاڑ ہے۔ گفت۔ ایاز نے شاہ کی باتوں پر کہا کہ میرا ہر مرتبہ آپکی عطا اور دین ہے ورنہ میری حقیقت تو وہی چپل اور پوستین ہے۔

۵۲ بہر ایں۔ حدیث شریف ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ، جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ چارقت۔ جس طرح ایاز کی چپل اور پوستین اسکی ابتداء تھی اور بقیہ عروج شاہی عطیہ تھا اسی طرح انسان کی اصل مرد کا نطفہ اور عورت کے رحم کا خون ہے۔ بہر آں۔ یہ دنیاوی عطا اس لئے کی ہے تاکہ تو انکو دیکھکر اخروی عطا کا طلبگار بنے۔ زاں۔ دنیاوی عطا آخرت کا نمونہ ہے جس طرح چند سیب باغ کے نمونے کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔

۵۳ کف۔ گیہوں کے ڈھیر کی بانگی دکھا دی جاتی ہے نکتہ۔ اُستاد ایک معمولی نکتہ بیان کرتا ہے تاکہ شاگرد اُسکے علوم کو جان کر اُن کا طالب بنے۔ ور۔ اگر شاگرد اُستاد کے نکتہ کو سُن کر یہ کہدے کہ بس اُستاد کے پاس اس نکتہ کے

تاکہ[51] رحمت غالب آید یا غضب
تاکہ (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غصہ

آبِ کوثر غالب آید یا لہب
آبِ کوثر غالب آتا ہے یا لپٹ

از پئے مردم ربائی ہر دو ہست
انسانوں کی کشش کے لئے دونوں ہیں

شاخِ حلم و خشم از عہدِ الست
حِلم اور غصہ کی شاخ عہدِ الست (کے وقت) سے

بہرِ ایں لفظِ الست مستبیں
اسی لئے واضح لفظ الست میں

نفی و اثبا است در لفظے قریں
نفی اور اثبات ایک لفظ میں ملا ہوا ہے

زانکہ استفہام اثبا است ایں
کیونکہ استفہام یہ اثبات ہے

لیک در وے لفظِ لیس شد دفیں
لیکن اُس میں لیس کا لفظ چھپا ہوا ہے

ترک کن تا ماند ایں تقریرِ خام
رہنے دے، تاکہ یہ تقریر ناقص رہے

کاسۂ[52] خاصاں منہ بر خوانِ عام
خواص کا پیالہ عوام کے دسترخوان پر نہ رکھ

قہر و لطفے چوں صبا و چوں وبا
قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے

آں یکے آہن ربا ویں کہربا[53]
ایک مقناطیس اور یہ کہربا ہے

میکشد حق راستاں را تا رشد
اللہ (تعالیٰ) سچوں کو ہدایت کیجانب کھینچتا ہے

قسمِ باطل باطلاں را میکشد
باطل فریق، بُرے لوگوں کو کھینچتا ہے

معدہ حلوائی بود حلوا کشد
حلوے والا معدہ ہو تو حلوے کو کھینچتا ہے

معدہ صفرائی بود سرکا کشد
صفرے والا معدہ ہو تو سرکہ کو کھینچتا ہے

فرشِ سوزاں سردی از جالش برد
گرم فرش بیٹھنے والے کی ٹھنڈک دور کر دیتا ہے

فرشِ افسردہ حرارت را خورد
ٹھنڈا فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے

دوست بینی از تو رحمت می جہد
تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھ سے رحمت ٹپکتی ہے

خصم بینی از تو سطوت می جہد
تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں سے دبدبہ ٹپکتا ہے

نور بینی روشنی بیروں جہد
تو نور دیکھتا ہے، تو روشنی باہر آتی ہے

نار بینی یا دخاں ظلمت دہد
تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے تو تاریکی پیدا ہوتی ہے

ہے جو زمِ قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ آہن رُبا۔ مقناطیس پتھر کو کھینچتا ہے۔

۵۳ کہربا۔ وہ پتھر جو تنکے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ میکشد۔ دنیا میں حضرتِ حق کی دونوں صفتوں کا ظہور ہے اُسکا بادی ہونا راست بازوں کی کشش کرتا ہے اور اُسکا مُضِل ہونا غلط کاروں کی کشش کرتا ہے۔ غرض کہ اعیانِ ثابتہ میں جسکی استعداد ہے اُسکے مطابق اسکا میلان ہے۔ معدہ۔ دنیا میں ہر چیز کی کشش اپنی ہم جنس کیطرف ہے۔ معدہ کا بھی حال ہے فرش کا بھی حال ہے دوست اور دشمن کا بھی حال ہے نور و نار کا بھی حال ہے۔

---

۵۱ تاکہ۔ اب یہ دیکھنا ہے تو اُن پر رحم کرتا ہے یا عتاب نازل کرتا ہے، رحم آبِ کوثر اور عتاب لپٹ ہے۔ از پئے روزِ ازل سے حلم و غصہ دونوں صفتیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کرتی ہیں۔ بہرِ ایں۔ حلم اور خشم کی صفت کی طرف اشارے کے لئے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی ہے۔ زانکہ۔ اَلَسْت میں ہمزۂ استفہام انکار کے لئے جو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں داخل ہے جو خود انکار کے معنیٰ میں ہے اور انکار کا انکار اثبات ہوتا ہے لہٰذا اس سے اللہ کی ربوبیت ثابت ہو گئی جس کا مقتضیٰ حلم ہے اور لَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے معنیٰ ہیں "میں تمہارا رب نہیں ہوں" تو ربوبیت کے انکار کا مقتضیٰ غصہ ہے لہٰذا یہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا جملہ دونوں صفتوں کیطرف اشارہ ہے۔

۵۲ کاسۂ خاصاں۔ اب یہ بات کہ ربوبیت کا نہ ہونا درجۂ [?] احدیت محض کی بات ہے تو یہ خواص کو سمجھانے کی ہے عوام کے سامنے اس کی تقریر مناسب نہیں ہے۔ قہر و لطف اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں صبا اور وبا کی طرح ہیں صبا پرورش کرتی ہے، وبا فنا کرتی ہے ان میں سے ایک مقناطیس ہے جو لوہے کو کھینچتا ہے یعنی صفتِ قہر سنگ دلوں کے لئے ہے اور دوسری صفت حلم اور لطف یہ کہربا کیطرح

خصمؔ[1] و یار و نور و نار و فخر و عار — تخت و دار و برد و حار و ورد و خار

دشمن اور دوست، نور اور ناز، فخر اور ذلت — تخت اور سولی، ٹھنڈا اور گرم، پھول اور کانٹا

مور و مار و پود و تار و زیر و زار — ہر یکے با جنسِ خود برمی شمار

چیونٹی اور سانپ، تانا اور بانا، گانا اور رونا — ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ گن لے

تعجیل فرمودنِ بادشاہ ایاز را کہ زود ایں حکم را بہ فیصل رساں

بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کردے

و منتظر مدار و الْاَیَّامُ بَیْنَنَا مگو کہ اَلْاِنْتِظَارُ مَوْتٌ اَحْمَرُ و جواب

اور منتظر نہ رکھ اور "ہمارے پاس بہت وقت ہے" نہ کہہ کیونکہ انتظار سُرخ موت ہے اور ایاز

گفتنِ ایاز بادشاہ را و عجز آوردنِ او

کا بادشاہ کو جواب دینا اور اس کا معذوری ظاہر کرنا

اے ایاز ایں کار را زوتر گذار — زانکہ نوعِ انتقام ست انتظار

اے ایاز! یہ کام جلد کرلے — کیونکہ انتظار (بھی) ایک قسم کا بدلہ ہے

گفتؔ[2] اے شہ جملگی فرماں تراست — با وجودِ آفتاب اختر فناست

اُس نے کہا اے بادشاہ! سب حکم آپکا ہی ہے — سورج کے ہوتے ہوئے، ستارہ معدوم ہے

زُہرہ کہ بُود یا عُطارُد یا شہاب — کہ بروں آید بہ پیشِ آفتاب

زہرہ یا عطارد یا شہاب کون ہوتا ہے؟ — کہ سورج کے سامنے باہر آئے

گر ز دلق و پوستیں بگذشتمے — کے چنیں تخمِ ملامت کشتمے

اگر میں گدڑی اور پوستین سے (آگے) بڑھتا — تو ملامت کا ایسا بیج کب بوتا؟

قفل کردن بر درِ حجرہ چہ بُود — درمیانِ صد خیالاتِ حسُود

حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟ — حاسد کے سیکڑوں خیالات کے درمیان

دستؔ[3] در کردہ درونِ آبجو — ہر یکے زیشاں کلوخِ خشک جو

نہر کے پانی میں ہاتھ ڈبوئے ہوئے — اُن میں سے ہر ایک خشک ڈھیلا تلاش کرنے والا ہے

پس کلوخِ خشک در جُو کے بُود — ماہیِ با آبِ عاصی کے شود

تو نہر میں خشک ڈھیلا کہاں ہوتا ہے؟ — مچھلی، پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟

برمنِ مسکیں جفا دارند ظن — کہ وفا را شرم می آید ز من

مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں — کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے

---

[1] خصم۔ غرض کہ کائنات میں سے ہر ایک چیز اپنی جنس کی کوشش کر رہی ہے۔ تعجیل فرمودن۔ شاہ نے ایاز سے کہا کہ مجرموں کا جلد فیصلہ کر، انتظار کی تکلیف موت سے زیادہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ وَالْاَیَّامُ۔ معاملہ کو ٹالنے کا داعیہ یہی ہوتا ہے کہ انسان سوچتا ہے کہ اس کام کے لئے کافی بہت وقت ہے۔ زانکہ۔ مجرم کو انتظار میں رکھنا بھی ایک قسم کی سزا ہے۔

[2] گفت۔ ایاز نے عذر کیا کہ مجرموں کا فیصلہ کرنا شاہ کا کام ہے، شاہ کے سامنے میری مثال ایسی ہی ہے جیسی زہرہ اور عطارد، اور شہاب ثاقب کی سورج کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ گر ز دلق۔ اگر میں اپنی حقیقت چپل اور گدڑی سے زیادہ سمجھتا تو اس چپل اور گدڑی کی حفاظت کرکے اس حالت میں کیوں مبتلا ہوتا کہ دشمن مجھے ملامت کریں اور حاسد طرح طرح خیالات قائم کریں۔

[3] دست در کردہ۔ ان حاسدوں کی حالت تو اس شخص کی سی ہے جو نہر میں ہاتھ اسلئے ڈالے کہ اس میں سے خشک ڈھیلا نکال لے پس۔ نہر میں خشک ڈھیلا تلاش کرنا اور مچھلی کو خشک زمین میں تلاش کرنا یکساں ہے۔ برمن۔ ان حاسدوں نے مجھے صاحبِ جفا سمجھا اور ایسا جفا سمجھا جس سے وفا کو شرم آئے۔

گر نبودے[۱] زحمتِ نامحرمے
اگر نامحرم کی پریشانی نہ ہوتی

چند حرفے از وفا واگفتمے
تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا

چوں جہانے شبہت و اِشکال جوست
چوں کہ دنیا شبہ اور اِشکال کی طلبگار ہے

حرف میرانیم ما بیروں زِ پوست
ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں

گر تو خود را بشکنی مغزے شوی
اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کریگا، مغز بن جائیگا

داستانِ مغزِ نغزے بشنوی
تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا

جوز[۲] را در پوستہا آوازہاست
اخروٹوں کے چھلکوں میں (رہتے ہوئے) آوازیں ہیں

مغز و روغن را خود آوازے کجاست
مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے

دارد آوازے نہ اندر خوردِ گوش
وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہے

ہست آوازش نہاں در گوشِ ہوش
اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے

گر نہ خوش آوازیِ مغزے بود
اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی

ژغژغِ آوازِ قشری کہ شنود
چھلکے کا کھڑکا کون سنتا؟

ژغژغِ آں زاں تحمل میکنی
اس کی کھٹ کھٹ کو تو اسلئے برداشت کرتا ہے

تاکہ خاموشانہ بر مغزے زنی
تاکہ چھلکے سے مغز تک پہنچ جائے

چند گاہے[۳] بے لب و بے گوش شو
کچھ مدت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا

وانگہاں چوں لب حریفِ نوش شو
پھر ہونٹ کی طرح شہد کا ساتھی بن

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش
تو نے نظم اور نثر اور راز کھل کر بہت کہے

خواجہ یک روز امتحاں کُن گنگ باش
صاحب! ایک روز آزمالے، گونگا بن جا

چند پختی تلخ و تیز و شور و گز
تو نے کڑوا اور تیز اور کھاری اور کسیلی بہت پکائی

ہم یکے بار امتحاں شیریں بپز
ایک دن امتحان کے لئے میٹھی (بھی) پکالے

چند خوردی چرب و شیریں از طعام
تو نے میٹھا اور روغنی بہت کھانا کھایا

امتحاں کُن چند روزے در صیام
چند دن روزے میں آزمالے

چند شبہا خواب را گشتی اسیر
تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا

یک شبے بیدار شو دولت بگیر
ایک رات بیدار رہ، دولت حاصل کرلے

چند پختی ۔ روزمرہ کی عادت کے خلاف کچھ مجاہدہ کر، لذیذ کھانے بہت کھائے ہیں کچھ دن روزے رکھکر دیکھ، راتوں کو خوب سویا ہے کبھی بیداری کی دولت بھی حاصل کر۔

---

۱ گر نبودے ۔ مولانا فرماتے ہیں سننے والے اہل نہیں ہیں ورنہ میں وفا کے مضمون کو واضح کر کے بیان کرتا۔ چوں جہانے ۔ چونکہ عوام حقائق کے بیان میں شبہے اور اشکالات پیش کرنے لگے ہیں اس لئے اُن کو وہ سمجھانا مشکل ہے لہٰذا ہم معمولی باتیں اُن کو سنا دیتے ہیں۔ گر تو ۔ اگر تم مجاہدوں کے ذریعہ اپنے جسم کے چھلکے کو توڑ دو گے تو مغز بن جاؤ گے پھر مغز کی بات سمجھ لوگے۔

۲ جوز ۔ جب تک اخروٹ کی گری چھلکے میں ہے تو وہ بجتا ہے جب چھلکا ٹوٹ جائے تو پھر وہ کھڑکھڑاہٹ ختم ہو جاتی ہے۔ دارد ۔ مغز میں بھی آواز ہے لیکن جسم کے کان سے سننے کی نہیں ہے وہ عقل کے کان سے سننے کی ہے۔ گر نہ ۔ اگر مغز میں آواز نہ ہو تو چھلکے کی آواز کو سننا کون پسند کرے۔ ژغژغ ۔ چھلکے کی آواز اس لئے برداشت کی جاتی ہے کہ مغز تک رسائی ہو جائے۔

۳ چند گاہے ۔ انسان مجاہدوں سے لب و گوش بن جائے تب اُس کا لب اسرار کا شہد چکھتا ہے۔ چند گفتی ۔ انسان ہر وقت بولتا ہے کبھی نظم کہتا ہے کبھی نثر، کسی دن آزمائشی طور پر وہ خاموش بھی ہو کر دیکھے تو خاموشی کے فوائد سامنے آئیں گے۔

روزہا بُردی بسر در ہزل وجد ۱ — روزکے دو جہد را شو مُستعِد

تو نے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں گزار — دو روز کوشش کے لئے مستعد بن جا

حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مدتے

اِس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اتنے وقت ہم نے گفتگو کو آزمایا، کچھ مدت

صبرِ خاموشی نیز بیازمائیم

تک خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را در قیامت زانتباہ — در کف آمد نامۂ عصیاں سیاہ

تنبیہ حاصل کرنے کیلئے قیامت میں ایک شخص کے — ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آگیا

سر سیہ چوں نامہائے تعزیہ — پُر معاصی متنِ نامہ و حاشیہ

تعزیت کے خطوں کی طرح اسکی پیشانی کالی تھی — اعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پُر تھا

جملہ فسق و معصیت آں یکسری — ہمچو دار الحرب پُر از کافری

وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا — دار الحرب کی طرح کفر سے پُر تھا

آنچناں نامہ پلید و پُر وبال — در یمیں ناید در آید در شمال

ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا — دائیں ہاتھ میں نہیں آتا، بائیں ہاتھ میں آتا ہے

خود ہم ۲ اینجا نامۂ خود را بہ بیں — دستِ چپ را شاید آں یا در یمیں

اِس جگہ خود اپنے اعمالنامہ کو دیکھ لے — وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے، یا دائیں کے

موزۂ چپ کفشِ چپ ہم در دکاں — آں چپ دانیش پیش از امتحاں

بائیں موزے، بائیں جوتے کو بھی دکان میں — تو آزمانے سے پہلے ہی اسکو بایاں سمجھ لیتا ہے

چوں نباشی راست میداں کہ چپی — ہست پیدا نعرۂ شیر و کپی

جب تو دایاں نہیں ہے، سمجھ لے بایاں ہے — شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے

آنکہ گُل را شاہد و خوشبو کند — ہر چپے را راست فضلِ اُو کند

وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبودار بنا دیتا ہے — اُس کی مہربانی بائیں کو دایاں کر دیتی ہے

ہر شمالے ۳ را یمینی اُو دہد — بحر را ماءِ معینے اُو دہد

وہ ہر بائیں کو دایاں پن دے دیتا ہے — سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے

گر چپی باحضرتِ اُو راست باش — تا بہ بینی دستبردِ لطفہاش

اگر تو بایاں ہے اُسکے دربار میں دایاں بنجا — تاکہ تو اُس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھے

---

۱ روزہا۔ عمر کا زیادہ حصہ جِد و ہزل میں گذارا ہے اب کچھ مجاہدہ کر کے دیکھ۔ حکایت۔ پہلے اشعار میں خاموشی اور صبر اختیار کرنے کی تلقین تھی۔ اِس حکایت میں بھی خاموشی اور صبر کے ساتھ اعمالنامہ پر غور کرنے کی ہدایت ہے۔ تعزیت۔ کسی کے مرنے پر تعزیت کا جو خط لکھا جاتا تھا اُسکے اطراف کو سیاہ کر دیا جاتا تھا، اب بھی اخبارات میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈر کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔ دار الحرب۔ وہ ملک جہاں کفر کے احکام جاری ہوں۔ در یمیں۔ دایاں ہاتھ بابرکت ہے اچھا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا۔

۲ خود ہم۔ انسان کو صبر و خاموشی سے اپنے اعمالنامہ پر اِس دنیا میں غور کر لینا چاہیئے۔ موزۂ چپ۔ دکان میں موزہ اور جوتہ دیکھ کر پہننے سے پہلے ہی پہچان لیتے ہو ایسی طرح اعمالنامہ کو قبل از وقت پہچان لو۔ ہست۔ جسطرح بندر اور شیر کی آواز جداگانہ ہیں اسی طرح اچھے برے اعمالناموں کے آثار بھی جداگانہ ہیں۔ گل۔ اللہ کی قدرت میں ماہیت کو بدل دینا ہے وہ بُرے کو بھلا بنا سکتا ہے۔

۳ ہر شمالے۔ وہ ہر بُرائی کو بھلائی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ گر چپی۔ اگر انسان اُسکے

تو روا داری کہ ایں نامہ مہینؔ	بگذرد از چپ در آید در یمین
کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ	بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے؟
ایں چنیں نامہ کہ پُر ظلم و جفاست	کے بُود خود در خور اندر دستِ راست
ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پُر ہے	دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہوگا؟

قصہ زاہد و زنِ غیور و جفت شدنِ زاہد با کنیزک با کسے مانَد

زاہد اور غیرتمند بیوی اور زاہد کا لونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخنؔ گوید کہ حالِ او مناسب آں سخن و آں سخن مناسب

کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اسکی حالت اُس بات کے مناسب اور وہ بات اُس کے

دعویٰ او نباشد چنانکہ کفرہ ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت

دعوے کے مناسب نہ ہو جیساکہ کفار، اور اگر تو اُن سے دریافت کرے کہ آسمانوں

والارض لیقولن اللہ خدمت بُت سنگیں کردن و جان و

اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نے، پتھر کے بت کی خدمت کرنا اور جان

زر فدائے او نمودن چہ مناسب باشد با جانیکہ داند کہ خالقِ

و مال کو اُس پر قربان کرنا کیا مناسب ہوگا اُس جان کیلئے جو جانتی ہے کہ

سمٰوات و ارضین آنکہ ہست سمیعے و بصیرے حاضرے

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر، حاضر

و مراقبے مستولئے و غیورے الخ

اور نگہبان غالب اور غیرتمند خدا ہے

زاہدےؔ را بُد یکے زن ہمچو حور	رشکناک اندر حقِ او بس غیور
ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی	اُسکے بارے میں رشک کرنیوالی اور بہت غیرتمند تھی
زانکہ بُد زن را کنیزے مہوشے	در دلِ زاہد بُد از وے آتشے
کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی	زاہد کے دل میں اُس (کے عشق) کی آگ تھی
زن ز غیرت پاسِ شوہر داشتے	با کنیزک خلوتش نگذاشتے
بیوی غیرت کیوجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی	اُسکو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی
مدتے زن شد مراقب ہر دو را	تاکہ شاں فرصت نیفتد در خلا
ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی	تاکہ انہیں تنہائی میں موقع نہ ملے

لہ مہین۔ ذلیل۔ قصہ۔ پہلے بتایا تھا کہ ظلم و جفا سے پُر اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے قابل نہیں اب بتایا ہے کہ نجاست سے ملوث اعضا نماز کے لائق نہیں ہیں۔

لہ سخن۔ انسان وہ بات کہے جس کی تائید اس کا عمل کرے کفار زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں عمل یہ ہے کہ بتوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔

لہ زاہد۔ زاہد سے مراد وہ تُندی ہے جس میں زہد نہ ہو۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی علت ہے۔ آتشے۔ یعنی وہ زاہد اس لونڈی پر عاشق تھا۔ مراقب۔ نگراں۔ خلا۔ خلوت، تنہائی۔

تا[۱] در آمد حکم و تقدیرِ آلہ
یہانتک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آپہنچی
عقلِ حارس خیرہ سر گشت و تباہ
نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہوگئی

حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف
اطلاع کے بغیر جب اُسکا حکم اور تقدیر آتی ہو
عقل کہ بود در قمر افتد خسوف
عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آجاتا ہے

بود در حمام آں زن ناگہاں
وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک
یادش آمد طشت و در خانہ بد آں
اُس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا

با کنیزک گفت رو ہیں مرغ وار
لونڈی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا
طشت سیمیں را ز خانہ ما بیار
ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ

آں[۲] کنیزک زندہ شد چوں ایں شنید
جب اُس لونڈی نے یہ سنا اُسمیں جان پڑگئی
کو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
کہ وہ اسوقت آقا کے پاس پہنچ جائیگی

خواجہ در خانہ ست و خلوت ایں زماں
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے
پس دواں شد سوی خانہ شادماں
تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی

عشق شش سالہ کنیزک را ہمیں
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی
کہ بیابد خواجہ را خلوت چنیں
کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پالے

گشت[۳] پرّاں جانبِ خانہ شتافت
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی
خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیافت
آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا

ہر دو عاشق را چناں شہوت ربود
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا
کاحتیاط و یادِ دربستن نبود
کہ دروازہ کی کنڈی لگانا اور احتیاط یاد نہ رہی

ہر دو باہم در خزیدند از نشاط
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے
جاں بجاں پیوست آندم ز اختلاط
اُس وقت وصل سے جان بجان سے پیوستہ ہوگئی

یاد آمد در زماں زن را کہ من
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے
چوں فرستادم ورا سوئے وطن
اُس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

پنبہ در آتش نہادم من بخویش
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا
اندر افگندم قُچ نر را بہ میش
میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈالدیا

گِل فرو شست از سر و بیجاں دوید
سر سے مٹی دھوئی اور بیحال ہوکر دوڑی
در پے اُو رفت و چادر می کشید
اسکے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر گھسیٹتی تھی

---

[۱] تا در آمد۔ تقدیر اور حکمِ خداوندی کے بالمقابل عقل ناکارہ ہوجاتی ہے۔ حارس۔ نگراں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ بیوقوف۔ بغیر اطلاع۔ مرغ وار۔ پرندکی طرح۔

[۲] آں کنیزک۔ اُس لونڈی کو بھی اپنے آقا سے چھ سال سے عشق تھا اور تنہائی کی جویاں تھی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اُس میں جان پڑگئی اور اس خیال سے کہ آقا سے تنہائی میں مل لے گی گھر کی جانب دوڑ پڑی۔

[۳] گشت۔ وہ لونڈی گھر پہنچی تو آقا کو خلوت میں پایا۔ دربستن۔ یعنی دروازے کی کنڈی لگانا۔ نشاط۔ خوشی۔ اختلاط۔ میل جول۔ وطن یعنی گھر پہنچے۔ لونڈی اور آقا کا تنہائی میں ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ روئی میں چنگاری ڈال دینا۔ قچ۔ مینڈھا۔ میش۔ بھیڑ۔ گِل۔ یعنی وہ ملتانی مٹی جو بالوں کو صاف کرنے کے لئے اُس نے سر پر لگا رکھی تھی۔

آں[1] ز عشقِ جاں دوید و ایں ز بیم | عشق کو و بیم کو فرقِ عظیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے | کہاں عشق اور کہاں خوف، بڑا فرق ہے

سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ | سیرِ زاہد ہر مہے یک روزہ راہ
عارف کی سیر، ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہے | زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستہ پر ہے

گرچہ زاہد را بود روزے شگرف | کے بود یک روز او خمسین الف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے | اُسکا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتا ہے

قدرِ[2] ہر روزے ز عمرِ مردِ کار | باشد از سالِ جہاں پنجہ ہزار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار | زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے

عقلہا زیں سر بود بیرونِ در | زہرۂ وہم ار بدرد گو بدر
عقلیں اس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں | وہم کا پتہ اگر پھٹے تو کہدے پھٹ جا

ترس موئے نیست اندر پیشِ عشق | جملہ قربانند اندر کیشِ عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے | عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں

عشق وصفِ ایزد ست اما کہ خوف | وصفِ بندہ مبتلائے فرج و جوف
عشق اللہ کی صفت ہے لیکن خوف | شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہے

چوں یحبونہ بخواندی از نبے | با یحبہم شو قریں در مطلبے
جب تُو نے قرآن میں یحبونہ پڑھا | مطلب کے بارے میں یحبہم کا ساتھی بن

پس[3] محبت وصفِ حق داں عشق نیز | خوف نبود وصفِ یزداں اے عزیز
پس محبت کو اللہ تعالیٰ کی صفت سمجھ عشق کو بھی | اے پیارے! خوف اللہ (تعالیٰ) کی صفت نہیں ہوتی ہے

وصفِ حق کو وصفِ مشتِ خاک کو | وصفِ حادث کو و وصفِ پاک کو
کجا اللہ (تعالیٰ) کی صفت کجا خاک کی مٹھی کی صفت | کہاں حادث کا وصف کہاں پاک کا وصف

شرحِ عشق ار من بگویم بر دوام | صد قیامت بگذرد و آں ناتمام
میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں | سو قیامتیں گذر جائیں اور ناتمام رہے

---

[1] آں - بی بی اور لونڈی کی روش میں بہت فرق تھا، بی بی ڈر سے بھاگ رہی تھی اور لونڈی عشق کی وجہ سے۔ سیرِ عارف۔ یہی حال عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کا ہے عارف کی سیر عاشقانہ ہے اور زاہد کی سیر جہنم کے ڈر سے۔ گرچہ۔ زمان و مکان کا قبض اور بسط اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے عارف کے لئے تھوڑا سا وقت پھیل کر اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کام اُس تھوڑے وقت میں کر گذرتا ہے عارف کا ایک روز پچاس ہزار سال کی برابر بن جاتا ہے اور وہ قرب کے اُن مقامات کو جو زاہد پچاس ہزار سال میں طے کرے ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔

[2] قدر۔ عارف اپنے ہر دن میں وہ کام کرتا ہے جو زاہد پچاس ہزار سال میں کر پاتا ہے۔ عقلہا۔ یہ زمانہ کے بسط اور قبض کا معاملہ عقل اور وہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ترس۔ عشق اور خوف کا فرق پھر بیان کیا ہے۔ مبتلای۔ انسان شہوت اور بھوک کا غلام ہے لہٰذا اُس کی صفت خوف ہے اللہ کی صفت عشق ہے۔ چوں یحبونہ۔ قرآن پاک میں ہے یحبہم و یحبونہ "وہ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں" اِس آیت سے معلوم ہوا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

[3] پس محبت۔ جب محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کمال سے متصف ہے اور محبت کے کمال کو ہی عشق کہا جاتا ہے لہٰذا عشق اللہ تعالیٰ کی صفت ہوا، انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اسی صفت خداوندی کا پرتو ہے اصل نہیں ہے۔ وصفِ حق۔ عشق اور خوف میں بہت فرق ہے۔ شرحِ عشق۔ اللہ کی صفتِ عشق غیر محدود ہے اور قیامت تک کا زمانہ محدود ہے غیر محدود، محدود میں نہیں سما سکتا لہٰذا عشق خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

زانکہ تاریخِ قیامت را حدست — حد کجا آنجا کہ وصفِ ایزدست
کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے — اُس کی انتہا کہاں، جو خدا کی صفت ہے

عشق[1] را پانصد پرست و ہر پرے — از فرازِ عرش تا تحت الثرے
عشق کے پانچسو پر ہیں اور ہر پر — عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے

زاہد با ترس می تازد بپا — عاشقاں پرّاں تر از برق و ہوا
خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے — عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اُڑنے والے ہیں

چہ مجالِ باد یا برق اے پسر — چونکہ اُو در راہِ حق بگشاد پر
اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال — جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پر کھولے

کے رسند ایں خائفاں در گردِ عشق — کاسمان را فرش سازد دردِ عشق
یہ ڈرنیوالے عشق کی گرد تک کہاں پہنچ سکتے ہیں — کیونکہ عشق کا درد آسمان کو فرش بنا دیتا ہے

جز[2] مگر آید عنایتہائے ضو — کز جہان وزیں روش آزاد شو
اِس کے سوا کہ نور کی عنایتیں آجائیں — کہ دنیا اور اِس روش سے آزاد ہوجا

از قش خود وز دش خود باز رہ — کہ سوی شہ یافت آں شہباز رہ
اپنے مٹاپے اور اپنی آرائش سے باز رہ — کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے

ایں قش و دش ہست جبر و اختیار — از ورای ایں دو آمد جذبِ یار
یہ مٹاپا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے — دوست کی کشش اِن دونوں سے بالا ہے

رسیدن زن بخانہ وجدا شدن زاہد از کنیزک و رسوا شدن

بیوی کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہوجانا اور رسوا ہونا

چوں[3] رسید آں زن بخانہ در گشاد — بانگِ در در گوشِ ایشاں در فتاد
جب بیوی پہنچی اُس نے گھر کا دروازہ کھولا — دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

آں کنیزک جست آشفتہ ز ساز — مرد بر جست و در آمد در نماز
وہ لونڈی پریشان حال ساز (سامان) سے بھاگی — مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

زن کنیزک را پژولیدہ بدید — درہم و آشفتہ و دنگ و مرید
بیوی نے، لونڈی کو پریشان حال دیکھا — گڑبڑ اور برہم اور حیران اور سرکش

شوی خود را دید قائم در نماز — در گماں افتاد زن زاں اہتزاز
اُس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا — اِس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑ گئی

---

[1] عشق را۔ جس قدر زیادہ پر ہوں گے اسی قدر پرواز زیادہ ہوگی۔ زاہد۔ زاہد کے خوف کی سیر پاؤں کے ذریعہ ہے، عارف کی پرواز پانچسو پروں والے عشق کے ذریعہ ہے چہ مجال۔ ہوا اور بجلی کی پرواز راہِ خدا میں ممکن نہیں ہے۔ کے رسند۔ زاہد جو خائف ہے عشق کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔

[2] جز مگر۔ اگر اللہ کا نور زاہد کی دستگیری کرے تو پھر اُس کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہو سکتی ہے۔ قش۔ لاغری کے بعد کا مٹاپا۔ دش۔ آرائش قش و دش سے جبر و اختیار مذموم مراد ہے، عشق سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب جبر و اختیار سے بالا ہے۔

[3] چوں رسید۔ بی بی نے گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس کی آواز آقا اور لونڈی تک پہنچی۔ مرد۔ آقا اپنی حالت چھپانے کے لئے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ شوی۔ بی بی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا ادھر آقا کو نماز میں دیکھا تو بی بی کشمکش میں پڑ گئی اور صحیح صورتِ حال نہ جان سکی۔

شوئیِ را بَرداشت دامن ۱؎ بیخطر
اُس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا

دید آلودہ منی خصیہ و ذکر
خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا

از ذکر باقیِ نطفہ می چکید
شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا

ران و زانو گشتہ آلودہ و پلید
ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے

بر سرش زد سیلی و گفت اے مہیں
اُس نے اُس کے سر پر دھتر مارا اور بولی اے ذلیل!

خصیۂ مردِ نمازی باشد ایں
نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں

لائقِ ذکر و نماز ست ایں ذکر
یہ شرمگاہ ذکرِ (خداوندی) اور نماز کے لائق ہے

و ایں چنیں ران و زہارِ پر قذر
اور ایسی گندی ران اور شرمگاہ

نامۂ پُر ظلم و فسق و کفر و کیں
ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمالنامہ

لائق است انصاف دہ اندر یمیں
انصاف کر، دائیں ہاتھ کے لائق ہے

گر بپرسی گبر را کایں آسماں ۲؎
اگر تو کافر سے دریافت کرے کہ یہ آسمان

آفریدہ کیست وِیں خلقِ جہاں
اور یہ جہان کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟

گوید اُو کیں آفریدہ آں خداست
وہ کہے گا کہ یہ اُس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے

کآفرینش بر خدائیش گواست
جس کی خدائی پر اُس کی خلاقی گواہ ہے

کفر و فسق و اثمِ بسیارِ اُو
اُس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم

ہست لائق با چنیں اقرارِ اُو
اُس کے ایسے اقرار کے مناسب ہے؟

ہست لائق با چنیں اقرار راست
ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟

آں فضیحتہا و آں کردارِ کاست
وہ رسوائیاں اور گھٹیا کام

فعلِ اُو کردہ دروغ آں قول را ۳؎
اس کے عمل نے اس کی بات کو جھٹلا دیا

تا شد اُو لائق عذاب و ہول را
یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا

پس دروغ آمد ز سر تا پائے اُو
وہ سر سے پاؤں تک ایک جھوٹا ثابت ہوا

کہ اگر شرحش دہم اے وائے اُو
کہ میں اُس کی شرح کروں تو اُس پر افسوس ہے

روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائیگی

ہم ز خود ہر مجرمے رسوا شود
ہر خطاکار، خود رسوا ہو جائے گا

دست و پا بدہد گواہی بابیاں
اُنکے ہاتھ اور پاؤں وضاحت کیساتھ گواہی دینگے

بر فسادِ اُو بہ پیشِ مستعاں
خدا کے سامنے اُس کی خرابی پر

۱؎ دامن۔ یعنی لُنگی کا دامن۔ بر سرش۔ بی بی نے آقا کے سر پر دھتر مارا۔ مہیں۔ ذلیل۔ نامۂ پُر ظلم۔ جس طرح انسان کا نجاستوں سے آلودہ بدن نماز کے لائق نہیں ہے اسی طرح بُرا اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے لائق نہیں ہے۔

۲؎ گر بپرسی۔ کافر سے اگر دریافت کیا جائے کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو زبان سے یہی کہے گا کہ اللہ نے، لیکن کام شرکیہ کرے گا تو یہ اُس کے کام اُس کے اقرار سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

۳؎ فعلِ اُو۔ وہ کافر جس کا عمل اُس کے قول کو جھٹلا رہا ہے وہ یقیناً عذاب کے لائق ہے۔ روزِ محشر۔ محشر کے دن ہر ڈھکی چھپی بات ظاہر ہو جائے گی خود مجرم کے ہاتھ پاؤں اُس کے خلاف تمام باتیں ظاہر کر دیں گے۔

دست گوید من چنیں دزدیده ام — لب بگوید من چنیں بوسیده ام

ہاتھ کہے گا میں نے اس طرح چوری کی ہے — ہونٹ کہے گا میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے

پای گوید من شدستم تا منٰی[1] — فرج گوید من بکردستم زنا

پاؤں کہے گا میں مقاصد کی جانب گیا ہوں — شرمگاہ کہے گی، میں نے زنا کیا ہے

چشم گوید کرده ام غمزه حرام — گوش گوید چیده ام سوء الکلام

آنکھ کہے گی میں نے حرام اشارہ کیا ہے — کان کہے گا میں نے بری بات چنی ہے

پس دروغ آمد ز سرتا پای خویش — که دروغش کرد ہم اعضائے خویش

تو وہ سرے پاؤں تک جھوٹا نکلے گا — کیونکہ اس کے اعضا نے اس کو جھٹلا دیا

آنچناں که در نماز با فروغ — از گواہی خفیه شد زرقش دروغ

جس طرح پر نور نماز میں — خفیہ کی گواہی سے اس کا مکر جھوٹ ثابت ہو گیا

پس چناں کن فعل کاں خود بے زباں — باشد اشهد گفتن و عین بیاں

تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے — اشہد کہنا اور بعینہ بیان ہے

تا ہمه تن عضو عضوت اے پسر — گفته باشد اشهد اندر نفع و ضر

اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو — نفع اور نقصان میں اشہد کہدے

رفتن[2] بنده پئے خواجه گواست — که منم محکوم و ایں مولائے ماست

غلام کا آقا کے پیچھے چلنا، گواہ ہے — کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے

گر سیه کردی تو نامه عمر خویش — توبه کن زانہا که کردستی تو پیش

[3] اگر تو نے اپنی زندگی کا اعمالنامہ کالا کر دیا — جو تو نے پہلے کیا ہے اس سے توبہ کر لے

عمر گر بگذشت بیخش ایں دم است — آب توبه اش ده اگر او بے نم است

اگر عمر گذر گئی ہے، اس کی جڑ ابھی ہے — اگر وہ خشک ہے، اسکو توبہ کا پانی دیدے

بیخ عمرت را بده آب حیات — تا درخت عمر گردد با ثبات

اپنی عمر کی جڑ میں آب حیات ڈالدے — تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے

جمله ماضیها ازیں نیکو شوند — زہر پارینه ازیں گردد چو قند

سب گذشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا — گذشتہ زہر اس سے شکر بن جائے گا

سیئاتت را مبدل کرد حق — تا ہمه طاعت شود آں ما سبق

اللہ (تعالیٰ) نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا — تاکہ وہ پچھلا سب عبادت بن جائے

[1] منٰی: آرزوئیں۔ غمزه: اشارہ۔ سوء الکلام: بری بات۔ آنچناں: جس طرح زاہد آقا کے اعضا نے اس کے نماز پڑھنے کو جھٹلا دیا اسی طرح قیامت میں ہر گنہگار کے اعضا اس کو جھٹلا دیں گے۔ پس: ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کا فعل خود اس کا اقرار بن جائے۔

[2] رفتن: غلام کا آقا کے پیچھے چلنا غلامی کا اقرار ہے۔ گر سیه: اگر انسان گنہگار ہے تو اس کو پیشگی توبہ کر لینی چاہیے۔

[3] عمر: انسان کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ آخری عمر میں توبہ بیکار ہے درخت کے پتے اگر جھڑ جائیں اور اس درخت کی جڑ کو پانی دیا جائے تو مفید ہوتا ہے۔ جمله ماضیها: اگر نیکو کار بن جاتا ہے تو اس کی پہلی خطائیں صرف معاف نہیں بلکہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

خواجہ[۱] بر توبہ نصوحی خوش بتن | کوششے کن ہم بجان و ہم بتن

اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر | جان اور جسم سے بھی کوشش کر

شرح ایں توبہ نصوح از من شنو | بگرویدستی ولے از نو گرو

اس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سن لے | تو (اس کا) گرویدہ ہے لیکن از سر نو گرویدہ بن جا

حکایت در بیانِ توبہ نصوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیرون آید

نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آجاتا ہے تو پھر

باز در پستان فرود آنکہ توبہ نصوحی کرد ہرگز آں گناہ یاد

پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کر لی وہ ہرگز گناہ کو رغبت

نکند بطریقِ رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں

کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت

نفرت دلیلِ آں باشد کہ لذتِ قبول یافت آں شہوات

اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کر لی ہے

اول بے لذت و ایں بجائے آں نشست

وہ شہوت اول بے لذت بنی اور یہ اس کی جگہ بیٹھ گئی

نبرد[۲] عشق را جز عشق دیگر | چرا یارے نگیری زو نکوتر

عشق کو دوسرے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہے | تو اس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنا لیتا

و آنکہ دلش باز بداں گناہ رغبت میکند علامت آنست

اور جس کا دل پھر اس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اس کو

کہ لذتِ قبول نیافتہ است و قبول بجائے آں لذتِ گناہ

(توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اس گناہ کی لذت کی جگہ

نہ نشستہ است فسنیسرہ[۳] للیسریٰ نشدہ است لذت

نہیں بیٹھی ہے اور وہ "اُسکو ہم عنقریب سہولت کیلئے آسانی دیدینگے" کا مصداق نہیں بنا ہے

فسنیسرہ للعسریٰ باقیست بر وے پس مہیا گردانیم مر او

"پس ہم اس کو تنگی کی سہولت دیدینگے" کی لذت اس کے لئے باقی ہے تو ہم اس کیلئے وہ صفتیں

را برائے صفتے کہ او را بدوزخ برد

مہیا کردیں گے جو اس کو دوزخ میں لے جائینگی

---

[۱] خواجہ۔ قرآن پاک میں ہے تُوبُوا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا یعنی اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ توبہ کرو۔ مولانا نے نصوح کو ایک شخص قرار دیا ہے اس نے جو توبہ کی اس کو توبہ نصوح فرماتے ہیں۔ توبہ نصوح۔ جو شخص نصوح والی توبہ کرلیتا ہے اس سے اس گناہ کا دوبارہ صادر ہونا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ دودھ کا پستان سے باہر آجانے کے بعد پستان میں لوٹنا۔

[۲] نبرد۔ یعنی عشق کو عشق ہی کاٹ سکتا ہے اگر کوئی کسی معشوق کا عشق فنا کرنا چاہے تو دوسرے معشوق سے عشق پیدا کرلے۔ آں نفرت۔ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اگر اس گناہ سے نفرت ہوگئی ہے تو یہ توبہ کے قبول ہوجانے کی علامت ہے۔

[۳] فسنیسرہ۔ انسان جب نیکی کرتا ہے تو اس کے لئے نیکی کی راہیں کھولدی جاتی ہیں اور جب بدی کرتا ہے تو اس کے لئے بدی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

بود مردے پیش ازیں نامش نصوح
اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا
بُد ز دلاکیِ[1] زناں اُو را فتوح
عورتوں کو (حمام میں) ملنے سے اُس کی آمدنی تھی

بود روئے اُو چو رخسارِ زناں
اُس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا
مردیِ خود را ہمی کرد اُو نہاں
اُس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا

اُو بحمامِ زناں دلاک بُود
وہ عورتوں کے حمام میں مالش کرنے والا تھا
در دغا و حیلہ بس چالاک بُود
دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا

سالہا می کرد دلاکی و کس
اُس نے سالوں ملنے کا پیشہ کیا اور کوئی
بو نبرد از حالتِ آں بوالہوس
اُس بوالہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا

زانکہ آواز و رخش زن وار بُود
کیونکہ اُس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا
لیک شہوت کامل و بیدار بُود
لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی

چادر و سربند پوشیدہ و نقاب
اُس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا
مردِ شہوانی و در غرّہ شباب
شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

دخترانِ[2] خسرواں را زیں طریق
اِس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو
خوش ہمی مالید و می شست آں عشیق
وہ عاشق عمدہ طریقہ پر ملتا اور نہلاتا

توبہا می کرد و پا در می کشید
وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا
نفسِ کافر توبہ اش را می درید
کافر نفس اُس کی توبہ کو توڑ دیتا

رفت پیشِ عارفے آں زشت کار
وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا
گفت ما را در دعائے یاد دار
کہا ہمیں دعا میں یاد رکھیے

سرِ اُو دانست آں آزاد مرد
وہ آزاد مرد اُس کا راز جان گیا
لیک چوں حلمِ خدا پیدا نکرد
لیکن اُس نے خدائی حلم کی طرح ظاہر نہ کیا

بر لبش[3] قفل ست و در دل رازہا
اُس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں راز ہیں
لب خموش و دل پُر از آوازہا
ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پُر ہے

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند
وہ عارف جنھوں نے اللہ تعالیٰ کا جام پی لیا ہے
رازہا دانستہ و پوشیدہ اند
انھوں نے رازوں کو جانا اور چھپا لیا ہے

ہر کرا اسرارِ حق آموختند
جن کو اللہ تعالیٰ کے راز بتائے گئے ہیں
مُہر کردند و دہانش دوختند
اُن کے مُنہ پر مُہر لگا دی ہے اور لب سی دیئے ہیں

---

[1] دلاکی۔ یعنی وہ نصوح شخص عورتوں کو نہلا کر روزی کماتا ہے۔ بود۔ اُس نصوح کا چہرہ زنانہ تھا اور اُس نے اپنی مردانہ قوت کو چھپا رکھا تھا۔ اُو۔ اُس نصوح نے اپنے آپ کو عورت ظاہر کر کے زنانہ حمام میں نوکری کر لی تھی۔ بوالہوس۔ وہ عورتوں کے بدن مل کر مردانہ لذت میں کرتا تھا۔ چادر۔ لباس زنانہ پہنتا تھا لیکن اُس کی مردانہ شہوت کمل تھی۔

[2] دختران۔ اِس حمام میں شہزادیاں نہانے آتی تھیں۔ توبہا۔ نصوح نے اِس کام سے کئی بار توبہ کی لیکن وہ توبہ پر قائم نہ رہا۔ رفت۔ نصوح نے اُس عارف سے دعا کی فرمائش کی وہ عارف اُس کے گناہ سے واقف تھا لیکن اُس نے ظاہر نہ کیا۔

[3] بر لبش۔ اولیاء لوگوں کی قلبی کیفیات سے واقف ہو جاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ ہر کرا۔ جو شخص اسرار سے واقف ہو جاتا ہے اُس کے مُنہ پر قفل لگ جاتا ہے۔

سُست خندید و بگفت اے بد نہاد — زانکہ[۱] دانی ایزدت توبہ دہاد

وہ تھوڑا مسکرایا اور کہا اے بداصل — جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اُس سے تجھے توبہ کی توفیق دے

دربیان آنکہ دُعائے عارفِ واصل و درخواستِ اُو از حق

اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق) کی اللہ تعالےٰ سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے

ہمچو درخواستِ حقّست از خویشتن کہ کُنتُ لَہٗ سَمعًا وَّ

جیسی کہ اللہ تعالےٰ کی خود اپنے آپ سے درخواست، کیونکہ "میں اس کے لئے کان اور

بَصَرًا وَّلِسَانًا وَّیَدًا وقولہٗ تعالیٰ وَمَا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ

آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں" (فرمایا ہے) اور اللہ تعالےٰ کا قول "تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو

وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی - وآیات و اخبار و آثار دریں بسیارست و شرح

نے پھینکا، لیکن اللہ تعالےٰ نے پھینکا" اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں

سبب سازیِ حق تا نصوح را گوش گرفتہ بتوبہ آورد

بہت ہیں اور اللہ تعالےٰ کی سببسازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اُس نے کان پکڑ کر توبہ کرا دی

آں دُعا[۲] از ہفت گردوں در گذشت — کارِ آں مسکیں بآخر خوب گشت

وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی — بالآخر اُس مسکین کا کام بھلا ہو گیا

کاں دُعائے شیخ نے چوں ہر دعاست — فانی ست و گفتِ اُو گفتِ خداست

کیونکہ وہ شیخ کی دُعا ہر دعا کی طرح نہیں ہے — وہ فانی ہے اور اُس کی بات خدا کی بات ہے

چوں خدا از خود سوال و کد کُند — پس دُعائے خویش را چوں رد کُند

جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے — تو وہ اپنی دُعا کو کیسے رد کرے گا؟

یک سبب انگیخت صُنعِ ذوالجلال — کہ رہانیدش ز نفرین و وبال

اللہ تعالےٰ کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا — جس نے اُس کو نفرت اور وبال سے رہائی دیدی

اندراں[۳] حمّام پُر میکرد طشت — گوہرے از دخترِ شہ یاوہ گشت

وہ اُس حمام میں طشت بھر رہا تھا — بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا

گوہرے از حلقہائے گوشِ اُو — یاوہ گشت و ہر زنے در جستجو

اُس کے کان کے بُلّے کا موتی — گم ہو گیا اور ہر عورت تلاش کرنے لگی

پس درِ حمّام را بستند سخت — تا بجویند اوّلش در زیخ رخت

پھر انھوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا — تاکہ پہلے اُس کو سامان رکھنے کی جگہ میں تلاش کریں

---

[۱] زانکہ۔ اس عارف نے کہا نصوح جس گناہ سے تو خود واقف ہے خدا تجھے اُس سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ دربیان۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالےٰ سے پورا قرب حاصل ہوتا ہے تو ان کا اللہ تعالےٰ سے دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود خدا اپنے آپ سے دُعا کرے تو اُس کے مقبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا جب ایک انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کر لیتا ہے تو میں اُس انسان کے اعضاء بن جاتا ہوں۔ وَمَا رَمَیتَ۔ حضورؐ کے مٹی پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پھینکنا قرار دیا۔

[۲] آں دعا۔ نصوح کے لئے اُس عارف کی دعا نے اپنا کام کر دیا۔ فانی ست۔ شیخ اگرچہ فانی ہے لیکن اُس کی بات خدا کی بات ہے۔ کد کردن۔ سوال کرنا۔ یک سبب یعنی موتی کا گم ہونا اُس کی توبہ کا سبب بنا۔

[۳] اندراں۔ نصوح حمام میں کام کر رہا تھا اس دوران میں شہزادی کا ایک موتی گم ہو گیا۔ گوہرے۔ وہ موتی کان کے بالے کا تھا۔ زیخ رخت یعنی حمام میں جس جگہ کپڑے اُتار کر رکھتے ہیں۔

رختہا جستند و آں پیدا نشد | دزدِ گوہر نیز ہم رسوا نشد

سامانوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا | موتی کا چور بھی رسوا نہ ہوا

پس بجد جستن گرفتند از گزاف | در دہان و گوش و اندر ہر شگاف[۱]

انھوں نے حد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا | منہ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں

در شگافِ تحت و فوق و ہر طرف | جستجو کردند دُر از ہر صدف

نیچے اور اوپر کے شگاف میں اور ہر جانب | ہر صدف سے موتی کی انھوں نے جستجو کی

مرد و زن جویاں شدند از ہر طرف | جملگاں از بہرِ دُرِّ خوش صدف

مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے | سب، اچھے سیپ کے موتی کے لئے

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید | ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید

اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں | جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

یک بیک را حاجبہ جستن گرفت | تا بدید آید گہر دانہ شگفت

ایک ایک کر کے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا | تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے

آں نصوح[۲] از ترس شد در خلوتے | رُوی زرد و لب کبود از خشیتے

وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا | خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے

پیشِ چشمِ خویشتن میدید مرگ | سخت می لرزید او مانندِ برگ

وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا | وہ پتّے کی طرح بہت لرز رہا تھا

گفت یارب بارہا برگشتہ ام | توبہا و عہدہا بشکستہ ام

اس نے کہا، اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہو | توبہ اور عہد توڑے ہیں

کردہ ام آنہا کہ از من می سزید | تا چنیں سیلِ سیاہی در رسید

میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا | یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آگیا

نوبتِ[۳] جستن اگر در من رسد | وہ کہ جانِ من چہ سختیہا کشد

تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی | ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کریگی!

در جگر افتادستم صد شرر | در مناجاتم ببیں بوئے جگر

میرے جگر میں سینکڑوں چنگاریاں لگی ہیں | میری دعا میں میرے جگر کی بو سونگھ لے

ایں چنیں اندوہ کافر را مباد | دامنِ رحمت گرفتم داد داد

اس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو | میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے فریاد ہے فریاد ہے

۱ ہر شگاف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں تلاش شروع کر دی۔ ہر صدف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں موتی ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ صدف سیپ۔ حاجبہ۔ وہ عورت جو حمام کی دربان تھی۔

۲ آں نصوح۔ نصوح کو یہ ڈر تھا کہ اگر اس کو ننگا کیا گیا تو اس کا راز کھل جائیگا جس کے نتیجہ میں اس کی موت آجائے گی۔ گفت۔ اب اس نے خدا سے گریہ و زاری شروع کر دی۔

۳ نوبت۔ نصوح کہہ رہا تھا کہ اگر میری جامہ تلاشی لی گئی تو سخت مصیبت آجائیگی۔ در جگر۔ اس غم کی آگ جگر میں لگی ہے اس کے جلنے کی خوشبو آرہی ہے۔ دامن۔ وہ خدا سے کہہ رہا تھا کہ میں نے تیری رحمت کا دامن تھاما ہے۔

کاشکے مادر نزادے مر مرا | یا مرا شیرے بخوردے در چرا
کاش مجھے ماں نہ جنتی | یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد | کہ ز ہر سوراخ مارم میگزد
اے خدا! وہ کر جو تیرے لائق ہے | کیونکہ ہر سوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے

جانِ سنگیں دارم و دل آہنیں | ورنہ خوں گشتے دریں رنج و حنیں
میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں | ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس | بادشاہی کن مرا فریاد رس
میرا وقت تنگ ہوگیا، تھوڑی دیر کیلئے | شاہی برت، میری فریاد رسی کر

گر مرا ایں بار ستاری کنی | توبہ کردم من ز ہر ناکردنی
اگر آپ کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کرلے | میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی

توبہ ام بپذیر ایں بارِ دگر | تا بہ بندم بہر توبہ صد کمر
اس بار پھر میری توبہ قبول کرلے | تاکہ میں توبہ کے لئے سو کمر کس لوں

من اگر ایں بار تقصیرے کنم | پس دگر مشنو دعا و گفتنم
میں اگر اس دفعہ کوتاہی کروں | پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا

ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں | کاندر افتادم بجلاد و عواں
وہ یہ زاری کر رہا تھا اور سیکڑوں آنسو جاری تھے | کہیں جلاد اور سپاہی کے ہاتھوں پھنسا ہوں

تا نمیرد ہیچ افرنگی چنیں | ہیچ ملحد را مبادا ایں حنیں
کوئی فرنگی بھی اس طرح نہ مرے | کسی بددین کا بھی ایسا نہ ہو

نوحہا میکرد او بر جانِ خویش | روئے عزرائیل دیدہ پیش پیش
وہ اپنی جان پہ نوحے کرتا تھا | سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر

اے خدا و اے خدا چنداں بگفت | کاں در و دیوار با او گشت جفت
اے خدا، اے خدا! اتنا کہا | کہ در و دیوار اس کے ساتھی ہوگئے

نوبتِ جستن رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم

نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی،

نصوح را بجوئید و بیہوش شدنِ نصوح ازاں ہیبت

نصوح کی تلاشی لو اور اس خوف سے نصوح کا بیہوش ہوجانا اور انتہائی

لہ کاشکے۔ وہ نصوح تلاشی کے دوران کہہ رہا تھا کاش میں پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہوگیا تھا تو جنگل میں کوئی شیر کھاتا۔ چرا۔ چراگاہ۔ حنیں یعنی میں چاروں طرف سے مصیبت میں ہوں۔

لہ جانِ سنگیں۔ میں پتھر کا ہوں ورنہ اس پریشانی سے مجھے مرجانا چاہیے تھا۔ ستاری۔ پردہ پوشی۔ ناکردنی یعنی گناہ۔ تقصیر۔ کوتاہی، قصور۔ جلاد۔ کوڑے مارنے والا سزا دینے والا۔ فرنگی۔ نصرانی۔

لہ ملحد۔ بددین۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ اے خدا۔ اس نے خدا کو اس قدر پکارا کہ در و دیوار گونج اٹھے۔

وکشادہ شدنِ کار بعد از نہایتِ بستگی کما کان یقولُ[۱]

بندش کے بعد معاملہ کا حل ہو جانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت فرمایا کرتے

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَہٗ مَرَضٌ اَوْ ھَمٌّ اِشْتَدِّیْ

تھے جب اُن کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا "مصیبت تو سخت ہو جا

اَزْمَۃُ تَنْفَرِجِیْ

کھل جائے گی"

در میانِ یاربِ یارب بُد او — بانگ آمد از میانِ جستجو
وہ یارب، یارب میں لگا تھا — تلاشی کے درمیان آواز آئی

جملہ را جستیم پیشِ آ اے نصوح — گشت بیہوش آں زماں پرید روح[۲]
ہم نے سب کی تلاشی لے لی، اے نصوح آگے آ — اُس وقت وہ بے ہوش ہو گیا، اور روح پرواز کر گئی

ہمچو دیوارِ شکستہ در فتاد — ہوش و عقلش رفت و شد او چوں جماد
وہ شکستہ دیوار کی طرح ڈھے گیا — اُس کے ہوش و حواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہو گیا

چونکہ ہوشش رفت از تن آں زماں — سرِّ او با حق بپیوست از نہاں
جب جسم سے اُس کا ہوش روانہ ہو گیا، اُس وقت — آہستگی سے اُس کا باطن حق (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گیا

چوں تہی گشت و وجودِ او نماند — باز جانش را خدا در پیش خواند
جب وہ خالی ہو گیا اور اُس کا وجود نہ رہا — اُس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بلا لیا

چوں شکست آں کشتیِ او بے مراد — در کنارِ رحمتِ دریا فتاد
جب بے مرادی میں اُس کی کشتی ٹوٹ گئی — دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی

جاں[۳] بحق پیوست چوں بیہوش شد — بحرِ رحمت آں زماں در جوش شد
جب وہ بیہوش ہوا، جان اللہ سے وابستہ ہو گئی — رحمت کا سمندر اس وقت جوش میں آ گیا

چونکہ جانش وارہید از ننگِ تن — رفت شاداں پیشِ اصلِ خویشتن
جب اُس کی روح جسم کے عیب سے نجات پا گئی — اپنی اصل کی جانب خوش خوش روانہ ہو گئی

جاں چو باز و تن مر او را کندہ — پائی بستہ پر شکستہ بندہ
روح باز کی طرح ہے، جسم اُس کیلئے کاٹھ ہے — پاؤں بندھا ہوا، پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

چونکہ ہوشش رفت پایش بر کشاد — می پرد آں باز سوئی کیقباد
جب اُس کے ہوش چلے گئے، پاؤں کھل گیا — وہ باز شاہ کی جانب اڑ رہا ہے

۱؎ کما کان یقول۔ یعنی آنحضورؐ نے فرمایا جب مصیبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمتِ خداوندی متوجہ ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث سنداً کمزور ہے۔۔۔ اَزْمَۃُ۔ شدت، گرہ، قحط۔

۲؎ پرید روح۔ روح جسم سے پرواز کر گئی۔ چونکہ اس بیہوشی میں اُس کو قربتِ حق میسر آ گئی۔ چوں شکست۔ اُس کی انتہائی مایوسی نے اُس کو دریائے رحمت کے ساحل پر پہنچا دیا۔ چونکہ روح جسم سے پاک ہو کر دربارِ خداوندی میں پہنچ گئی۔

۳؎ جان۔ روح جسم میں اسی طرح مقید ہے جس طرح انسان کاٹھ میں مقید کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ جب جسم بے ہوش ہو جاتا ہے روح پرواز کر کے شاہ کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

چونکہ دریاہای رحمت جوش کرد — سنگہا ہم آبِ حیواں نوش کرد

جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا — پتھروں نے بھی آبِ حیات پی لیا

ذرۂ لاغر شگرف و زفت شد — فرشِ خاکی اطلس و زربفت شد

کمزور ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا — خاکی فرش، اطلس اور زربفت بن گیا

مردۂ صد سالہ بیروں شد ز گور — دیوِ ملعوں شد بخوبی رشکِ حور

سو سال کا مردہ قبر سے باہر آگیا — ملعون شیطان، حسن میں حور بن گیا

ایں ہمہ روئے زمیں سرسبز شد — شاخِ خشک اشکوفہ کرد و نغز شد

یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی — خشک شاخ نے گل کھلائے، عمدہ ہو گئی

گرگ با برہ حریفِ مے شدہ — ناامیداں خوش رگ و خوش پے شدہ

بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا — مایوس اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شدنِ گوہر و حلالی خواستنِ حاجباں کنیزکانِ شاہزادہ

موتی کا مل جانا اور شہزادی کے دربانوں اور لونڈیوں کا نصوح سے معافی چاہنا

از نصوح و بر سر و دستِ او بوسہ دادن و عذر خواستن

اور اُس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذر خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم — شد پدید آں گم شدہ دُرِّ یتیم

اچانک آواز آئی، خوف ختم ہو گیا — وہ نایاب گم شدہ موتی، مل گیا

بعد آں خوف و ہلاکِ جاں بُدہ — مژدہا آمد کہ اینک گم شدہ

اِس کے بعد کہ جان کا ڈر اور ہلاکت تھی — خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے

حزن شد و اندر فرج دَر تافتیم — مژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم

غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اُٹھے — انعام دے، کیونکہ ہم نے موتی پالیا ہے

از غریو و نعرہ و دستک زدن — پُر شدہ حمام قد زال الحزن

شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے — حمام گونج گیا، رنج زائل ہو گیا

آں نصوحِ رفتہ باز آمد بخویش — دیدہ چشمش تابشِ صد روزہ بیش

بے ہوش نصوح پھر ہوش میں آ گیا — اُسکی آنکھ نے سو روزوں (کے نور) سے زیادہ (نور) دیکھا

می حلالی خواست از وے ہر کسے — بوسہ می دادند بر دستش بسے

ہر شخص اُس سے معافی چاہ رہا تھا — اُس کے ہاتھ بہت چومتے تھے

۱؎ چونکہ۔ جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو جس پر بھی چھینٹا پڑ جاتا ہے اُس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرّہ۔ ابرِ رحمت سے ذرہ موتی بن جاتا ہے، وہ بے رونق زمین سے پھول اور پتیاں اُگا دیتا ہے، پُرانے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، بُرا بھلا بن جاتا ہے۔

۲؎ ایں ہمہ۔ خشک زمین سرسبز بن جاتی ہے۔ گرگ۔ بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے بھیڑ اور بھیڑیا ملکر پانی پینے لگتے ہیں۔ حلالی۔ معافی۔ بانگ آمد۔ اب یہ اعلان ہو گیا کہ ڈر اور خوف کا وقت ختم ہو گیا موتی مل گیا ہے۔

۳؎ بعد آں۔ جب موتی مل گیا تو اُس کے مل جانے کی خوشخبری دے دی گئی۔ مژدگانی۔ تمام متعلقین نے شہزادی سے انعام کی درخواست کی۔ از غریو۔ حمام میں خوشی کے نعرے بتا رہے تھے کہ غم دکھ دور ہو چکا ہے۔ آں نصوح۔ اب وہ نصوح جب بیہوشی سے ہوش میں آیا تو اُس پر نور کی وہ کیفیت تھی جو سو روزوں کے بعد ہوتی ہے۔ می حلالی خواست یعنی حلالی می خواست۔

بد گماں بودیم مارا کن حلال
ہم بدظن ہو گئے تھے ، ہمیں معاف کر دیجئے

لحم تو خوردیم اندر قیل و قال
بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا

زانکہ ظنِ جملہ بر وے بیش بود
کیونکہ سب کا اُس پر زیادہ گمان تھا

زانکہ در قربت ز جملہ پیش بود
کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا

خاص دلاکش بد و محرم نصوح
نصوح اُس کا خاص حمامی اور محرم تھا

بلکہ ہمچوں دو تن و یک گشتہ روح
بلکہ دو جسم اور ایک روح بنا ہوا تھا

گوہر ار بردست او بردست و بس
اگر موتی چرایا ہے تو بس اُس نے چرایا ہے

زو ملازم تر بخاتوں نیست کس
بیگم سے اُس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے

اوّل اورا خواست جستن در نبرد
معرکہ میں پہلے اُس کی تلاشی لینی چاہی

بہرِ حرمت داشتش تاخیر کرد
لیکن ، اُس کی عزت رکھنے کے لئے تاخیر کی

تا بود کاں را بیند از د بجا
تاکہ ہو سکے کہ وہ اُس کو کہیں ڈال دے

اندریں مہلت رہاند خویش را
اس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچالے

بس حلالیہا ازو میخواستند
وہ اُس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے

وز برائی عذر بر میخاستند
عذر خواہی کے لئے کھڑے ہو ہو جاتے تھے

گفت بد فضلِ خدائے دادگر
اُس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا

ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر
ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اُس سے (بھی) بُرا ہوں

چہ حلالی خواست میباید ز من
مجھ سے کیا معافی چاہی جائے ؟

کہ منم مجرم تر از اہلِ زمن
میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں

آنچہ گفتندم ز بد از صد یکیست
جو کچھ اُنھوں نے میری بُرائی میں کہا ہے ایک فیصد ہے

بر من ایں کشف ست اگر کس را شکیست
اگر کسی کو شک ہے تو مجھ پر واضح ہے

کس چہ میداند ز من جز اندکے
تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے

وز ہزاراں جرم و بد فعلی یکے
ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک

من ہمی آں دانم و ستارِ من
وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار

جرمہا و زشتیِ کردارِ من
اپنی خطاؤں اور بدکاری کو

اوّل ابلیسے مرا استاد بود
شروع میں شیطان میرا اُستاد تھا

بعد ازاں ابلیس پیشم باد بود
اُس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا

لے بدگماں۔ سب نے نصوح سے کہا ہم نے آپ پر بدگمانی کی تھی ہمیں معاف کر دیجئے۔ لحم غیبت کو گوشت خوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زانکہ نصوح پر زیادہ بدگمانی اسلئے تھی کہ اسی کو شہزادی سے زیادہ قرب حاصل تھا۔ خاص۔ شہزادی کا جسم ملنے دینے کیلئے نصوح مخصوص تھا دونوں ایک روح دو جسم بنے ہوئے تھے۔ اوّل۔ اس بدگمانی کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب سے پہلے نصوح کی جامہ تلاشی لیں لیکن اسکی عزت بچانے کیلئے اس کو موقع دے رہے تھے کہ اگر موتی اسکے پاس ہے تو اسکو کسی جگہ رکھ دے اور الزام سے بچ جائے۔

۲ے بس حلالیہا۔ حمام کے خادمین کھڑے ہوئے نصوح سے معافیاں مانگ رہے تھے اور نصوح کہہ رہا تھا کہ یہ اللہ کا کرم تھا ورنہ جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں اس سے بدتر ہوں میں دنیا میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں تم نے جو کچھ کہا وہ تو ایک فیصد ہے اس بارے میں خواہ کسی کو شک ہو لیکن مجھے اپنی برائی کا یقین ہے میری بداعمالیوں کو میرے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

۳ے من ہمی۔ نصوح نے کہا اپنی برائیوں کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے ابتداءً شیطان میرا اُستاد تھا لیکن پھر میں برائی کرنے میں شیطان کا بھی اُستاد بن گیا، یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ میری پردہ پوشی کرتا ہے اور میرے بیٹھے ہوئے کو سہی دیتا ہے۔

حق بدید آں جملہ و نادیدہ کرد
اللہ تعالےٰ نے وہ سب کچھ دیکھا اور بن دیکھا بنا دیا
تا نگردم در فضیحت روی زرد
تاکہ میں رسوائی میں زرد رو نہ ہوں

تا ز رحمت پوستیں دوزیم کرد
یہاں تک کہ اُس نے رحمت سے میری پردہ پوشی کی
توبۂ شیریں چو جاں روزیم کرد
جان جیسی شیریں توبہ مجھے عطا کر دی

۵۱ ہر چہ کردم جملہ ناکردہ گرفت
میں نے جو کچھ کیا اُس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا
طاعتِ ناکردہ را کردہ گرفت
نہ کی ہوئی عبادت کو کیا ہوا ٹھہرایا

ہمچو سرو و سوسنم آزاد کرد
اُس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا
ہمچو بخت و دولتم دلشاد کرد
مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا

نامِ من در نامۂ پاکاں نوشت
میرا نام پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا
دوزخی بودم بہ بخشیدم بہشت
میں دوزخی تھا مجھے بہشت بخش دی

عفو کرد آں جملگی جرم و گناہ
اُس نے وہ سارے جرم اور گناہ معاف کر دیئے
شد سپید آں نامہ و روی سیاہ
وہ کالا اعمال نامہ اور چہرہ سفید ہو گیا

۵۲ آہ کردم چوں رسن شد آہِ من
میں نے آہ کی، میری آہ رسی کی طرح ہو گئی
گشت آویزاں رسن در چاہِ من
رسی میرے کنوئیں میں لٹک گئی

آں رسن بگرفتم و بیروں شدم
میں نے وہ رسی پکڑی اور باہر نکل آیا
شاد و زفت و فربہ و گلگوں شدم
خوش اور موٹا تازہ اور سرخ ہو گیا

در بنِ چاہے ہمی بودم اسیر
میں کنوئیں کی تہ میں قیدی تھا
روز و شب اندر فغان و در نفیر
دن رات فریاد اور رونے میں تھا

از ہوس در تنگنا بودم زبوں
ہوس کی وجہ سے میں تنگ کوچہ میں عاجز تھا
در ہمہ عالم نمی گنجم کنوں
اب میں پورے عالم میں نہیں سماتا ہوں

آفریں ہا بر تو بادا اے خدا
اے خدا! تجھے آفریں پر آفریں ہے
ناگہاں کردی مرا از غم جدا
تو نے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا

۵۳ گر سرِ ہر موئے من گردد زباں
اگر میرے ہر بال کا سرا زبان بن جائے
شکرہائے تو نیاید در بیاں
تیرے شکریے بیان نہیں ہو سکتے ہیں

می زنم نعرہ دریں روضہ و عیون
اس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں
خلق را یا لیت قومی یعلمون
لوگوں کو، کاش میری قوم جان لے

۵۱ ہر چہ - یہی نہیں کہ اُس نے میرے گناہوں سے قطع نظر کی بلکہ میری بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔ اب میں تمام دنیاوی علائق سے سرو اور سوسن کی طرح آزاد ہوں۔ نامِ من۔ اب اُس نے میرا نام نیکوں میں لکھ لیا ہے اور مجھ دوزخی کو جنتی بنا دیا ہے۔

۵۲ آہ کردم۔ میں نے اپنی خطاکاری پر آہ کی، اُس آہ نے رسی کا کام دیا اور گناہوں کے کنوئیں سے باہر نکل آیا۔ از ہوس۔ دنیا کی حرص و ہوس کی تنگی میں تھا اب میں پورے عالم میں نہیں سما رہا ہوں۔

۵۳ گر۔ اگر میرا رُواں رُواں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے تو ممکن نہیں ہے۔ یا لیت۔ مغفرت کے بعد جنتی کہے گا، یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ یعنی کاش میری قوم اس بات کو جان لے کہ مجھے خدا نے میری بخشش کر دی ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں سے بنا دیا ہے۔

بازخواندنِ[1] شاہزادی نصوح را از بہرِ دلاکی بعد از استحکام
شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہو جانے کے بعد مالش کے لئے دوبارہ بلانا

توبۂ او بہانہ کردنِ او و دفع گفتنِ او و عذر آوردنِ او
اور اس کو بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت
اس کے بعد کوئی آیا، کہ مہربانی سے

دخترِ سلطانِ ما میخواندت
ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے

دخترِ شاہت ہمی خواند بیا
بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے، آجا

تا سرش شوئی کنوں اے پارسا
تاکہ اے نیک! تو اس کا سر دھودے

جز تو دلاکے نمی خواہد دلش
اس کا دل خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنے والے کی ہے

کہ بمالد یا بشوید با گلش
کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اس کو نہلائے

گفت رو رو دستِ من بیکار شد
اس نے کہا جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے

ویں نصوحِ تو کنوں بیمار شد
تیری یہ نصوح اب بیمار ہو گئی ہے

رو کسے دیگر بجو اشتاب و گفت
جلد جلد تیزی سے، دوسری کو ڈھونڈے

کہ مرا واللہ دست از کار رفت
کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے

بادلِ[2] خود گفت کز حد رفت جرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم حد سے گزر گیا

از دلِ من کے رود آں ترس و گرم
میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟

من بمردم یکرہ و باز آمدم
میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں

من چشیدم تلخیٔ مرگ و عدم
میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے

توبہ کردم حقیقت با خدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے

نشکنم تا جاں شود از تن جدا
جب تک جان جسم سے جدا ہو، میں نہ توڑوں گا

بعد ازیں محنت کرا بارِ دگر
اس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ

پا رود سوئے خطر الّا کہ خر
گدھے کے علاوہ خطرے کی جانب پاؤں چلے گا؟

حکایت[3] دربیانِ آں کسے کہ توبہ کند و پشیمان شود و باز
اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر اُن

آں پشیمانیہا را فراموش کند و آزمودہ را باز آزماید در
شرمندگیوں کو بھلا دے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے، اور مستقل

[1] بازخواندن۔ اس توبہ کے بعد شہزادی نے پھر نصوح کو بلایا لیکن اس نے معذرت کر دی۔ بعد ازاں۔ ان تمام واقعات کے بعد نصوح کے گھر پیغام آیا کہ شہزادی بلاتی ہے اس کا دل تجھ سے بدن ملوانے کو چاہتا ہے۔ بگلش۔ یعنی توہی ملتانی مٹی سے سر دھلائے گفت۔ نصوح نے کہا اب میرے ہاتھ بیکار ہیں اور میں بیمار ہوں۔

[2] بادلِ خود۔ نصوح دل دل میں کہہ رہا تھا کہ تلخی کا ڈر میرے دل سے کب جا سکتا ہے۔ توبہ۔ اب میں نے اس کام سے ایسی توبہ کر لی ہے جو مرتے دم تک نہ ٹوٹے گی۔ بعد۔ ایک دفعہ کسی مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد احمق ہی اس مصیبت میں پھنسنے کو تیار ہوتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک بار مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد دوبارہ مصیبت میں پھنسنے کا بہت برا انجام ہوتا ہے۔

خسارتِ اَبد درافتد کہ مَن جَرَّبَ المُجَرَّبَ حَلَّتْ بِہِ النَّدَامَۃُ

ٹوٹے میں مبتلا ہوجائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اُس کو ندامت ہوئی

وچوںؔ توبہ اُورا ثباتے و قوّتے وحلاوتے و قبولے و

اور جب اُس کی توبہ کا ٹِکاؤ اور قوت اور شیرینی اور قبولیت اور مدد اُس کو

مَددے بدو نرسد چوں درختِ بے بیخ ہر روز زرد تر

حاصل نہ ہو تو وہ بغیر جڑ کے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہوجاتا ہے

وخشک تر نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ

ہم اِس بات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گازرےؔ بُود و مر اُو را یک خرے — پُشت ریش اِشکم تہی تن لاغرے

ایک دھوبی تھا جس کا ایک گدھا تھا — زخمی کمر، خالی پیٹ، کمزور جسم

درمیانِ سنگلاخِ بے گیاہ — روز تا شب بینوا و بے پناہ

بغیر گھاس کی پتھریلی زمین میں — شب و روز بے سروسامان اور بے پناہ

بہرِ خوردن غیرِ آب آنجا نبُود — روز و شب بُد خرِ دراں کور و کبود

وہاں کھانے کیلئے پانی کے سوا نہ تھا — گدھا وہاں دن رات اندھا اور تاریک چشم تھا

آں حوالی نیستان و بیشہ بُود — شیرے بُود آنجا کہ صیدش پیشہ بُود

اطراف میں بنسیلی اور جنگل تھا — وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

شیر را با پیلِ نر جنگ اُوفتاد — خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد

شیر کی نر ہاتھی سے لڑائی ہوئی — وہ شیر زخمی ہوگیا اور شکار کرنے سے عاجز ہوگیا

مدّتےؔ وا ماند زاں ضعف از شکار — بینوا ماندند دداں از چاشت خوار

ایک عرصہ تک کمزوری کی وجہ سے شکار سے عاجز رہا — درندے، ناشتہ سے محروم ہوگئے

زانکہ باقی خوارِ شیر ایشاں بُدند — شیر چوں رنجور شد تنگ آمدند

کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے — جب شیر بیمار ہوگیا، وہ پریشان ہوگئے

شیر یک روباہ را فرمود رَو — مر خرے را بہرِ من صیاد شو

شیر نے ایک لومڑی سے کہا، جا — میرے لئے گدھے کی شکاری بن

گر خرے یابی بگردِ مرغزار — رَو فسونش خواں فریبانش بیار

اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے — جا اس پر منتر پڑھ اُس کو قریب لے آ

ل۵ چوں۔ اگر توبہ میں ٹکاؤ نہ ہوا اور اس کی خوبی اُس پر واضح نہ ہو تو توبہ کرنے والے شخص کی مثال بے جڑ کے درخت کی سی ہے جو روز بروز خشک ہوتا جاتا ہے اور اُس کے پتے جھڑتے رہتے ہیں۔

ل۵۲ گازرے۔ ایک دھوبی کا ایک گدھا تھا جس کی کمر زخمی تھی اور پیٹ خالی رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ کمزور ہوگیا تھا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ کور و کبود۔ یعنی تباہ اور بدحال۔ حوالی۔ اطراف۔ نیستان۔ بنسیلی کا جنگل۔ بیشہ۔ جھاڑی۔ شیرے۔ وہ شیر کسی ہاتھی سے لڑکر زخمی اور لاغر ہوگیا اور جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کے قابل نہ رہا۔

ل۵۳ مدتے۔ ایک عرصہ سے وہ شکار کرنے کے قابل نہ تھا اور دوسرے درندے جو اس کا بچا کھچا کھاتے تھے وہ بھی بھوکے تھے۔ چاشت خوار۔ ناشتہ۔ شیر۔ شیر نے لومڑی سے کہا کسی گدھے کو پھسلا کر میرے پاس لے آنا۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ فسون۔ منتر۔

یا خرے یا گاؤ بہرِ من بجو
یا گدھا یا بیل میرے لئے تلاش کر
زاں فسونہائے[1] که میدانی بگو
جو منتر تو جانتی ہے، وہ پڑھ

چوں بیابم قوتے از لحمِ خر
جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑونگا
پس بگیرم بعد ازاں صیدِ دگر
اس کے بعد میں دوسرا شکار کرونگا

اندکے من میخورم باقی شما
میں تھوڑا سا کھا لوں گا، باقی تم
من سبب باشم شمارا در نوا
میں توشہ میں تمہارے لئے سبب بنجاؤنگا

از فسون و از سخنہائے خوشش
اُس کو منتر اور اچھی باتوں سے
نرم گرداں زود تر اینجا کشش
نرم کر، جلد یہاں لے آ

تشبیہ کردنِ قطب که عارف و واصل ست در اجرائے دادنِ خلق از قوتِ رحمت و مغفرت بر مراتبے که حقش الہام داد و تمثیل بشیر که اجرے خوار و باقی خوارِ وے اند بر مراتبِ قربِ ایشاں بشیر نه قربِ مکانی بلکه از قربِ صفتی و تفاصیلِ ایں بسیارست واللہ الہادی

قطب، عارف واصل بحق، کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی اُن مراتب کے اعتبار سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اس کو الہام کیا ہے اور شیر سے مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا کھچا کھانے والے ہیں شیر سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قطب[2] شیر و صید کردن کارِ او
قطب شیر ہے اور شکار کرنا اُس کا کام ہے
باقیاں ایں خلق باقی خوارِ او
باقی یہ مخلوق اُس کا بچاہوا کھانے والی ہے

تا توانی در رضائے قطب کوش
تجھ سے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر
تا قوی گردد کند صیدِ وحوش
تاکہ وہ قوی ہو جائے اور جنگلی جانوروں کا شکار کرے

چوں[3] برنجد بینوا مانند خلق
جب وہ رنجیدہ ہو جائیگا مخلوق بے سروسامان رہ جائیگی
کز کفِ عقل است جملہ رزقِ خلق
کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھوں سے ہے

زانکه وجدِ خلق باقی خوردِ اوست
کیونکہ مخلوق کی روزی اُس کا پس خوردہ ہے
ایں نگہدار ار دلِ تو صید جوست
اگر تیرا دل شکاری ہے تو اس کا خیال رکھ

[1] فسونہا۔ لومڑی کی چالاکیاں مشہور ہیں۔ لحم۔ گوشت۔ نوا۔ روزی۔ از فسوں۔ یعنی گدھے کو بہکا کر میرے پاس لے آنا۔ تشبیہ۔ جس طرح شیر شکار کرتا ہے اور باقی درندے اُس کا بچا ہوا کھا کر پیٹ بھرتے ہیں اسی طرح قطب زمانہ اسرار و معارف الہی کا شکار کرتا ہے اور بقیہ اولیاء اُس کے ذریعہ اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

[2] قطب۔ جو شخص اپنے دور کا قطب ہوتا ہے وہ اسرار و معارف کا براہ راست استفادہ کرتا ہے اور دوسرے اولیاء، اوتاد، نجباء اور نقباء اس کے واسطے سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ تاتوانی۔ ہر ولی کا فرض ہے کہ وہ قطب زمانہ کی خوشنودی حاصل کرے اور اُس کو خوش رکھے۔

[3] چوں برنجد۔ اگر قطب رنجیدہ ہوجاتا ہے تو بقیہ لوگ بے سروسامان رہ جاتے ہیں۔ وجدِ خلق۔ بقیہ لوگوں کی روزی اس کا پس خوردہ ہے۔

اُو ۱ چو عقل و خلق چوں اعضائے تن — بستۂ عقل ست تدبیرِ بدن

وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضا کیطرح ہے — جسم کی تدبیر عقل سے وابستہ ہے

ضُعفِ قطب از تن بُود از روح نے — ضُعف در کشتی بُود در نوحؑ نے

قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے نہ کہ روح کی — کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوحؑ میں

قُطب آں باشد کہ گردِ خود تند — گردشِ افلاک گردِ اُو بُود

قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے — آسمانوں کی گردش اُس کے گرد ہوتی ہے

یاریے دہ در مرمتِ کشتیش — گر غلامِ خاص و بندہ گشتیش

اُس کی کشتی کی مرمت میں مدد کر — اگر تو اُس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے

یاریت ۲ در تو فزاید نے در وُ — گفت حق اِن تنصروا اللہ ینصرہ

تیری مدد، تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اُس میں — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کروگے وہ مدد کریگا

ہمچو روبہ صید گیر و کن فدیش — تا عوض گیری ہزاراں صید بیش

لومڑی کی طرح شکار کر اور اس پر قربان ہو جا — تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کرے

روبہانہ باشد آں صیدِ مُرید — مُردہ گیرد صید کفتارِ مَرید

مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے — سرکش، بجو مُردے کا شکار کرتا ہے

مُردہ پیشِ اُو کشی زندہ شود — چرک در پالیز رویندہ شود

تو اسکے سامنے مُردہ لیجائے گا وہ زندہ ہو جائے گا — کھاد، خالیز میں اگانے والا بن جاتا ہے

جوابِ گفتنِ رُوباہ شیر را

لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت ۳ رُوبہ شیر را خدمت کُنم — حیلہا سازم زِ عقلش بر کنم

لومڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجالاؤں گی — تدبیریں کروں گی اُسکو عقل سے بیگانہ کردوں گی

حیلہ و افسوں گری کارِ من ست — کارِ من دستاں و از رہ بُردن ست

حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے — میرا پیشہ، مکر اور دھوکا دینا ہے

از سرِ کُہ جانبِ جُو می شتافت — یک خرِ مسکینِ لاغر را بیافت

پہاڑ پر سے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی — ایک کمزور مسکین گدھے کو پالیا

۳ گفت روبہ۔ لومڑی نے شیر سے کہا میں حکم کی تعمیل کروں گی اور اپنی تدبیر سے شکار کو بے وقوف بنا دوں گی۔ دستاں۔ مکر۔ خرِ مسکیں۔ یعنی دھوبی کا گدھا لومڑی اس کے پاس پہنچی اور اس کو گرم جوشی سے سلام کیا۔

۱ آں چو عقل۔ قطب اور بقیہ مخلوق کی وہی نسبت ہے جو عقل اور بقیہ اعضا کی، اعضا عقل کے ذریعہ خوراک حاصل کرتے ہیں لطف۔ قطب پر روحانی ضعف طاری نہیں ہو سکتا گذشتہ اشعار میں اُس کے جس ضعف کا ذکر ہے وہ محض جسمانی ضعف ہے اس کی روح اور جسم کی وہی نسبت ہے جو حضرت نوحؑ اور کشتی کی تھی۔ یاریے۔ قطب کو جس مدد کی ضرورت ہے وہ اُس کی جسمانی مدد ہے۔

۲ یاریت۔ تو جو کچھ قطب کی بدنی خدمت کریگا وہ تیرے لئے ہی مفید ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اُس مدد کا فائدہ تمہیں بصورت مددِ خداوندی حاصل ہوگا۔ ہمچو روبہ۔ جس طرح لومڑی شیر کے لئے شکار کرتی ہے اور اُس سے خود فائدہ اُٹھاتی ہے اسی طرح تم جو بھی قطب کی بدنی خدمت کروگے خود فائدہ اُٹھاؤ گے۔ مرید۔ قطب کا ارادتمند جو کچھ قطب کو دے گا وہ لومڑی کے شکار کی طرح ہوگا کہ خود اسکو مفید پڑیگا۔ مرید۔ قطب کا منکر بجو ہے جس کی کمائی مُردار ہوتی ہے لیکن قطب کے پاس پہنچ کر اس کا مُردار پن زائل ہو جاتا ہے جس طرح گوبر کا کھاد خالیز میں جا پڑتا ہے تو اُس کی خاصیت بدل جاتی ہے۔

پس سلامے گرم کرد و پیش رفت — پیشِ آں سادہ دلے درویش رفت
گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آ گئی — اُس سیدھے اور غریب کے سامنے آ گئی

گفت چونی اندریں صحرائے[1] خشک — در میانِ سنگلاخ و جائے خشک
بولی، اس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں — پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں

گفت خر گر در غمم ور در ارم — قسمتم حق کرد و من زاں شاکرم
گدھے نے کہا میں خواہ غم میں ہوں یا جنت میں — اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اس پر شکر گذار ہوں

شکر گویم دوست را در خیر و شر — زانکہ ہست اندر قضا از بد بتر
اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں — کیونکہ حکم خداوندی میں بُرے سے بھی زیادہ بُرا ہے

چونکہ قسام اوست کفر آمد گلہ — صبر باید صبر مفتاح الصلہ
جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے تو شکوہ کفر ہے — صبر کرنا چاہئے، صبر عطیہ کی کنجی ہے

باز گفت الصبر مفتاح الفرج — صابراں را کے رسد جور و حرج
پھر اُس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے — صبر کرنے والوں کو سختی اور تنگی کب آئی ہے؟

راضیم[2] من قسمتِ قسام را — کہ خداوند ست خاص و عام را
میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں — کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے

بہرہ ور از نعمتِ او خاص و عام — میرساند روزیِ وحش و ہوام
اُس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اٹھاتے ہیں — وہ وحشی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے

مرغ و ماہی قسمتِ خود میخورند — مور و مار از نعمتِ او می چرند
پرندے اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں — چیونٹیاں اور سانپ اس کی نعمت کھاتے ہیں

خوانِ او سر تا سرِ عالم گرفت — بر سرِ خوانش خلائق در شگفت
اُس کے دسترخوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے — مخلوق اس کے دسترخوان پر تعجب میں ہے

می خورند[3] و ہیچ کم نابد ازاں — کیست بے روزی بگو اندر جہاں
وہ کھا رہے ہیں، اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے — بتا، دنیا میں بے روزی کون ہے؟

باش راضی گر توئی دل زندہ — کو رساند روزیِ ہر بندہ
اگر تو زندہ دل ہے، راضی رہ — وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے

غیر حق جملہ عدو اند اوست دوست — با عدو از دوست شکوہ کے نکوست
اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے — دشمن سے دوست کا شکوہ، کب بھلا ہے؟

---

[1] گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا آپ اس خشک پتھریلے جنگل میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ گفت خر۔ گدھے نے کہا یہ خدائی تقسیم ہے جو میرا حصہ ہے میں اس پر راضی ہوں۔ زانکہ۔ انسان کو ہر حالت میں شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے بدتر حالت میں نہیں کیا۔ چونکہ۔ اللہ کی تقسیم پر شکوہ کفر ہے۔ الصبر۔ صبر کرنے سے کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] راضیم۔ رزق خدا کا تقسیم کردہ ہے جبکہ وہ سب کا مالک ہے تو اس کی تقسیم پر راضی رہنا ضروری ہے۔ ہوام۔ کیڑے کوڑے حشرات۔ جس قدر بھلا ہیں سب اُس کی ہی نعمتوں سے رزق حاصل کر رہے ہیں دنیا کی ساری مخلوق اُس کے ہی خوانِ نعمت سے روزی حاصل کر رہی ہے

[3] می خورند۔ ساری مخلوق کو وہ روزی پہنچا رہا ہے کوئی جاندار روزی سے محروم نہیں ہے۔ غیر حق۔ اللہ کے علاوہ سب دشمن ہیں اللہ سب کا دوست ہے تو دوست کا شکوہ دشمن سے کرنا بیوقوفی ہے۔

شکر کُن تا نایدت از بَد بتر — وَرنہ مانی ناگہاں در گِل چو خر

شکر ادا کرتا رہ، تاکہ تجھے بُرے سے بدتر نہ ملے — ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا

تا دہد دو غم نخواہم انگبیں — زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں

جب تک وہ مجھے بھاجی پلائیگا میں شہد نہ مانگونگا — کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے

گنج بے مار و گُلِ بے خار نیست — شادیِ بے غم دَریں بازار نیست

خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے — بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے

یک حکایت یاد دارم از پدر — در نصیحت گفت روزے کاے پسر

مجھے باوا کی ایک کہانی یاد ہے — اُس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایت دیدن خرِ سقائے با نوائے اسپانِ تازی را در آخرِ خاص و تمنا بُردن آں دولت را، در موعظہ آنکہ تمنا

سقّے کے گدھے کا، خاص اصطبل میں ساز و سامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کی حکایت اور اُس دولت کی تمنّا کرنا اُس نصیحت کے بارے میں کہ

نباید بُردن اِلّا بمغفرت و عنایت کہ اگرچہ صد گوں رنجے

سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہیئے خواہ سینکڑوں تکالیف ہوں

بُود چوں لذتِ مغفرت بُود ہمہ شیریں شود باقی ہر دولتے

جب مغفرت کی لذت حاصل ہو جائیگی وہ (تکالیف) سب شیریں ہو جائینگی بقیہ ہر

کہ آں را نا آزمودہ تمنا میبری باآں رنجے قرین ست

دولت کی بغیر آزمائے تو تمنا کرے تو اُس کے ساتھ کوئی تکلیف ہوگی جس کو تو

کہ آں را نمی بینی چنانکہ از ہر دامے دانہ پیدا شود و

نہیں دیکھ رہا ہے، جیساکہ ہر جال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جال پنہاں ہوتا ہے

فخ پنہاں تو دَریں یک دامے ماندہ و تمنا میبری

تو اس جال میں رہتے ہوئے تمنا کرتا ہے کاش کہ اُس دانے

کہ کاشکے باآں دانہا رفتمے پنداری کہ آں دانہا

تک پہنچ جاتا، تو خیال کرتا ہے کہ وہ دانے

بیدام است

بغیر جال کے ہیں

۱ؔ شکر کُن۔ جس حالت میں بھی جو ہے اُس کو شکر گذار ہونا چاہیے کہ اس سے بدتر حالت میں نہیں ہے۔ تا دہد۔ جب تک مجھے معمولی روزی حاصل ہے میں بڑھیا روزی کی خواہش نہ کرونگا کیونکہ ہر بڑھیا نعمت کے ساتھ کوئی نہ کوئی تکلیف وہ بات ضرور لگی ہوئی ہے خزانے کے ساتھ سانپ ہے پھول کے ساتھ کانٹا ہے۔

۲ؔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھانا ہے کہ شاہی اصطبل کے گھوڑوں کو اچھی خوراک ملتی تھی تو اس کے ساتھ انھیں جنگ میں تیر بھی کھانے پڑتے۔ در موعظہ۔ انسان کو چاہیے کہ وہ مغفرت اور اللہ کی عنایت کا طالب بنے اگر اس کو یہ چیز حاصل ہو جائیگی تو مصائب کی تلخی، شیرینی سے بدل جائے گی اگر انسان نہ آزمائی ہوئی نعمت کی تمنا کرے گا تو اس کے ساتھ کی مصیبت سے پریشان ہو جائے گا۔

۳ؔ چنانکہ۔ دنیا کی ہر لذت کے ساتھ کوئی مصیبت وابستہ ہے دانہ ہے تو اس کے ساتھ جال بھی ہے انسان دانہ کی تمنا کرتا ہے لیکن وہ جال سے غافل ہوتا ہے۔

بود سقائے مر او را یک خرے — گشتہ از محنت دوتا چون چنبرے

ایک سقہ کا ایک گدھا تھا — مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دُہرا ہو گیا تھا

پشتش از بارِ گراں دہ جا ریش — عاشق و جویائے روزِ مرگِ خویش

بھاری بوجھ کی وجہ سے اسکی کمر دس جگہ سے زخمی تھی — وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا

جو کجا از کاہِ خشک او سیر نے — در عقب زخمے و سیخ آہنے

جو کہاں! وہ خشک گھاس سے بھی پیٹ بھرا نہ تھا — پیچھے زخم اور لوہے کی سیخ

میرِ آخر دید او را رحم کرد — کاشنائے صاحبِ خر بود مرد

اصطبل کے داروغہ نے اسکو دیکھا، رحم کیا — کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا آشنا سا تھا

پس سلامش کرد و پرسیدش ز حال — کز چہ ایں خر گشت دوتا ہمچو دال

اس کو سلام کیا اور اس سے حال پوچھا — کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دُہرا ہو گیا؟

گفت از درویشی و تقصیرِ من — کہ نمی یابد جو ایں بستہ دہن

اس نے کہا میری مفلسی اور کوتاہی سے — کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے ہیں

گفت بسپارش بمن تو روزِ چند — تا شود در آخرِ شہ زورمند

اس نے کہا اس کو چند دن کیلئے میرے سپرد کر دے — تاکہ شاہی اصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد و از زحمت برست — در میانِ آخرِ سلطانش بست

اس نے گدھا اس کے سپرد کر دیا اور زحمت سے چھوٹ گیا — اس نے اس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا

خر ز ہر سو مرکبِ تازی بدید — با نوا و فربہ و خوب و جدید

گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے — باسروسامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے

زیرِ پاشاں روفتہ و آبے زدہ — کہ بوقت و جو بہنگام آمدہ

انکے پاؤں کی زمین جھاڑو دی ہوئی اور پانی چھڑکی ہوئی — گھاس اور جو بروقت حاضر

خارش و مالش مر ایشاں را بدید — پوز بالا کرد کاے ربِّ مجید

گھوڑوں کی مالش اور کھریرا دیکھا — اس نے تھوتھنی اوپر اٹھایا کہ اے بزرگ پروردگار!

نہ کہ مخلوقِ توام گیرم خرم — از چہ زار و پشت ریش و لاغرم

کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں، مانا کہ میں گدھا ہوں — میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں

شب ز دردِ پشت و از جوعِ شکم — آرزومندم بمردن دمبدم

رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے — لمحہ بہ لمحہ میں مرنے کا آرزومند ہوں

لہ ماتحق۔ اس گدھے کو مصیبتوں کی وجہ سے موت کی تمنا تھی۔ جو کجا۔ اس گدھے کو جو تو در کنار خشک گھاس بھی پیٹ بھر نہ ملتی تھی اور ہر وقت لوہے کی سیخ سے چبھتا تھا جس سے اس کی پشت زخمی تھی۔ میر آخر۔ داروغہ اصطبل۔ دال۔ حرف دال مڑی ہوئی شکل کا ہوتا ہے۔ بستہ دہن۔ بے زبان۔ آخر شہ۔ شاہی اصطبل۔

۲ خر۔ دھوبی کے گدھے نے شاہی اصطبل میں عربی گھوڑے دیکھے جو بہت عمدہ حالت میں تھے۔ زیر پا... اصطبل کی زمین پر چھڑکاؤ ہوتا اور گھاس اور دانہ بروقت سب گھوڑوں کو ملتا۔ خارش۔ ان کے بدن پر کھریرا پھرتا اور مالش ہوتی۔ پوز۔ اس گدھے نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا شروع کر دی کہ اللہ میاں میں بھی تیری مخلوق ہوں میں اس قدر مصیبت میں کیوں ہوں۔

۳ شب۔ دن کی پشتائی سے رات بھر درد میں اور بھوک میں گذارتا ہوں اور ہر وقت موت کی تمنا کرتا ہوں یہ عربی گھوڑے کس قدر عیش و عشرت میں ہیں تو نے مجھے مصائب کیلئے کیوں مخصوص کر دیا ہے۔

حالِ ایں اسپاں چنیں خوش بانوا | من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا

ان گھوڑوں کی ایسے سازوسامان کے ساتھ عمدہ حالت | میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

ناگہاں[1] آوازۂ پیکار شد | تازیاں را وقتِ زین و کار شد

اچانک جنگ کا اعلان ہو گیا | عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آ گیا

زخمہائے تیر خوردند از عدو | رفت پیکانہا درایشاں سو بسو

انھوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے | جگہ جگہ ان میں تیر گھس گئے

از غزا باز آمدند آں تازیاں | اندر آخر جملہ افتادہ ستاں

وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے | اصطبل میں سب چت پڑے ہوئے تھے

پایہاشان بستہ محکم بانوا | نعلبنداں ایستادہ در قطار

نوار سے اُن کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے | نعلبند وہاں کھڑے تھے

می شگافیدند تنہاشاں بہ نیش | تا بروں آرند پیکانہا ز ریش

انھوں نے نشتر سے اُن کے بدن میں چیرا دیا | تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

چوں خر[2] آں را دید میگفت اے خدا | من بفقر و عافیت دادم رضا

جب گدھے نے انھیں دیکھا کہہ رہا تھا اے خدا! | میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی

زاں نوا بیزارم و زیں زخم زشت | ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت

میں اُس سروسامان سے اور اس بھدے زخم سے بیزار ہوں | جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا چھوڑ دی

جواب گفتن روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ جستنِ رزقِ حلال | فرض باشد از برائے امتثال

لومڑی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا | حکم بجا لانے کے لئے فرض ہوتا ہے

عالَمِ[3] اسباب و رزق بے سبب | می نیاید پس مہم باشد طلب

یہ عالم اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق | حاصل نہیں ہوتا ہے، تو طلب کرنا ضروری ہے

وابتغوا من فضل اللہ است امر | تا نباید غصب کردن ہمچو نمر

اور اللہ کا فضل طلب کرو، حکم ہے | تاکہ چیتے کی طرح چھیننا نہ پڑے

گفت پیغمبر کہ بر رزق اے فتی | در فرو بستست و بر در قفلہا

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اے نوجوان! رزق کا | دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں

---

[1] ناگہاں۔ کچھ ہی دن بعد جنگ کا اعلان ہوگیا اور ان عربی گھوڑوں پر زین کسے جانے کا موقع آگیا۔ زخمہا۔ یہ گھوڑے فوج کے ساتھ میدانِ جنگ میں گئے اور وہاں دشمنوں کے نیزوں اور تیروں سے زخمی ہوئے۔ از غزا۔ جنگ سے واپس آکر یہ گھوڑے اصطبل میں چت گر گئے...... پایہاشان۔ نعلبندوں نے اُن کے پاؤں نوار سے کسے اور تیر نکالنے کے لئے اُن کے بدنوں میں شگاف کرنے شروع کر دیئے۔

[2] چوں خر۔ دھوبی کے گدھے نے جب عربی گھوڑوں کی یہ حالت دیکھی تو دعا کرنے لگا کہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں سازوسامان کے ساتھ یہ زخم خوری مجھے منظور نہیں ہے۔ گفت۔ گدھے کی تقریر سن کر لومڑی نے کہا اللہ تم کا حکم ہے کہ رزق تلاش کرو لہٰذا حلال رزق کی طلب ضروری ہے۔

[3] عالمِ اسباب۔ دنیا عالمِ اسباب ہے یہاں بلا تدبیر اور سبب اختیار کے کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ وابتغوا۔ قرآن میں حکم ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر اللہ کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے بند کر دیئے ہیں اور دروازوں کو مقفل کر دیا ہے انسان کی کوشش اور کمائی ان تالوں کی کنجی ہے۔

جنبش و آمد شدِ ما و اکتساب — ہست مفتاحے براں قفل و حجاب

ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا — اُس تالے اور پردے کی کنجی ہے

بے کلید[1] ایں در گشادن راہ نیست — بے طلب ناں سنتِ اللہ نیست

بغیر کنجی کے اس دروازے کے کھلنے کی راہ نہیں ہے — بغیر جستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے

گر تو بنشینی بچاہے اندروں — رزق کے آید برت اے ذوفنول

اگر تو کنویں میں جا بیٹھے — تیرے پاس رزق کب آئیگا؟ اے صاحبِ تدابیر!

جواب گفتنِ آں خر روباہ را

اُس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعفِ توکل باشد آں — ورنہ بدہناں کسے کو داد جاں

اُس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے — ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہو

ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر — کم نیاید لقمۂ ناں اے پسر

جو شخص سلطنت اور کامیابی چاہتا ہے — اے بیٹا! (پہلے ہی) اسکے لئے روٹی کا لقمہ کم نہیں

دامّ[2] و دد جملہ شدہ اکّالِ رزق — نے پئے کسب اندونے حمالِ رزق

چرندے اور درندے سب رزق کھانیوالے ہیں — نہ وہ کمائی کے درپے ہیں نہ رزق کو لادنے والے ہیں

جملہ را رزاق روزی می دہد — قسمتِ ہر یک بہ پیشش می نہد

سب کو رزق دینے والا روزی دیتا ہے — ہر ایک کا حصّہ اُس کے سامنے رکھ دیتا ہے

رزق آید پیش ہر کہ صبر جست — رنج و کوششہا ز بے صبری تست

جس نے صبر اختیار کیا رزق اسکے سامنے آجاتا ہے — محنت اور کوششیں تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

جواب گفتن روباہ خر را کہ من راضیم بہ قسمتِ خود

لومڑی کا گدھے کی اس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصّہ پر راضی ہوں

گفت روبہ[3] آں توکل نادرست — کم کسے اندر توکل ماہرست

لومڑی نے کہا، یہ توکل نایاب ہے — بہت کم ہیں، جو توکل میں ماہر ہیں

گرد نادر گشتن از نادانی ست — ہر کسے را کے رہِ سلطانی ست

نایاب کا چکر لگانا نادانی ہے — ہر شخص کو شاہی کرنے کا راستہ کب میسر ہے؟

چوں قناعت را پیمبر گنج گفت — ہر کسے را کے رسد گنجِ نہفت

جب کہ قناعت کو پیغمبرؐ نے خزانہ کہا ہے — ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب ملتا ہے؟

[1] بے کلید۔ چابی کے بغیر کوئی تالا نہیں کھلتا ہے لہٰذا رزق حاصل کرنے کے لئے کمانا ضروری ہے۔ گر تو۔۔۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اگر تو کنویں کے اندر جا کر بیٹھ جائے تو تیرے پاس رزق خود چل کر نہ آئے گا۔ گفت۔ گدھے نے کہا کہ سبب کے بغیر رزق کا نہ آنا توکل نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر خدا پر پورا توکل کیا جائے تو رزق خود آتا ہے۔ ہر کہ۔ دنیا طلبی کے لئے جستجو کرنی پڑتی ہے ورنہ رزق تو خود پہنچتا ہے۔

[2] دام۔ چرنے والے جانور۔ اکّال۔ زیادہ کھانے والا۔ رنج۔ چونکہ انسان بے صبر ہے اس لئے رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

[3] گفت روبہ۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اس قدر توکل کر رزق خود آئے بہت کمیاب ہے۔ ہر کسے۔ توکل کا یہ مرتبہ صرف شاہوں کو حاصل ہے۔ قناعت۔ آنحضورؐ نے قناعت اور صبر کو خزانے سے تعبیر کیا ہے خزانہ ہر شخص کے ہاتھ نہیں آتا۔

حدِ[1] خود بشناس و بر بالا مپر — تا نیفتی در نشیبِ شور و شر
اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اُڑ — تاکہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے

جہد کُن و اندر طلب سعیے نما — چوں نداری در توکل صبر را
محنت کر اور طلب میں کوشش کر — جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

باز جواب گفتنِ خر روباہ را
گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں — شور و شر از طمع آید سوئے جاں
گدھے نے کہا، سمجھ لے تو نے اُلٹی بات کہہ دی ہے — جان کی جانب شور و شر لالچ سے آتا ہے

از قناعت[2] ہیچ کس بے جاں نشد — از حریصی ہیچکس سلطاں نشد
قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے — لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے

ناں ز خوکان و سگاں نبود دریغ — کسبِ مردم نیست ایں باران و میغ
رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رکا ہوا نہیں ہے — بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے

آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار — ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار
جس طرح تو رزق کا عاشقِ زار ہے — رزق بھی، رزق کھانے والے کا عاشق ہے

گر تو نشتابی بیاید بر درت — ور تو بشتابی دہد دردِ سرت
اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پہ آئے گا — اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کرے گا

در تقریرِ[3] معنیِ توکل و حکایتِ آں زاہد کہ توکل را امتحان میکرد
توکل کے معنیٰ کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا

و از اسباب منقطع شد و از شہر بیروں آمد و از شوارع و
اور اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر آ گیا تھا اور راستوں اور

رہگذرِ خلق دور شد و پس بنِ کوہے مہجور در غایتِ گرسنگی
لوگوں کی رہگذر سے دور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے نیچے انتہائی بھوک کی

سر بر سنگے نہاد و با خود گفت توکل کردم بر سبب سازی
حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے

رزاقیِ تو و از اسباب منقطع شدم تا بہ بینم سببیتِ توکل را
تیری سبب سازی اور رزاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے علیحدہ ہو گیا ہوں تاکہ میں توکل کے سبب بنانے کو دیکھوں

---

[1] حدِ خود۔ انسانوں کو اپنے رتبہ پر رہنا چاہیے ورنہ مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا جبکہ توکل کا مرتبہ حاصل نہیں ہے تو انسان کو رزق کی تلاش کرنی چاہیے۔ گفت خر۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو اُلٹی بات کرتی ہے توکل سے نہیں بلکہ لالچ سے روح خود و شر میں مبتلا ہوتی ہے۔

[2] از قناعت۔ قناعت مضر نہیں ہے اور حرص مفید نہیں ہے۔ ناں۔ رزق سوروں اور کتوں کو بغیر کمائے ملتا ہے بارش اور ابر انسانوں کی محنت کے بغیر ہوتی ہے۔ آنچناں۔ جس طرح انسان رزق پر عاشق ہے رزق بھی انسان پر عاشق ہے انسان صبر کرے تو وہ خود دروازے پر آ جاتا ہے۔

[3] در تقریر۔ ایک زاہد نے توکل کے سبب رزق ہونے کو آزمایا وہ شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کے نیچے جا بیٹھا شوارع۔ شارع کی جمع ہے، راستہ۔ مہجور۔ یکہ و تنہا۔

آں یکے زاہد شنید از مصطفیٰ — کہ[1] یقیں آید بجاں رزق از خدا

ایک زاہد نے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے سنا — کہ جان کو رزق یقیناً پہنچتا ہے

گر بخواہی ور نخواہی رزقِ تو — پیشِ تو آید دواں از عشقِ تو

خواہ تو چاہے، یا نہ چاہے، تیرا رزق — تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آ جاتا ہے

از برائے امتحاں آں مرد رفت — در بیاباں نزدِ کوہے خفت تفت

امتحان کے لئے وہ شخص روانہ ہوا — جنگل میں پہاڑ کے پاس، جلد جا سویا

کہ ببینم رزق مے آید بمن — تا قوی گردد مرا در رزق ظن

کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے؟ — تاکہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے

کاروانے راہ گم کرد و کشید — سوئے کوہ آں ممتحن[2] را خفتہ دید

ایک قافلے نے راستہ گم کر دیا اور آگیا — پہاڑ کی جانب اس آزمائش کرنے والے کو سوتا دیکھا

گفت ایں مرد ایں طرف چونست عور — در بیاباں از رہ و از شہر دور

بولا یہ شخص اس طرف اکیلا کیوں ہے؟ — جنگل میں، راستہ اور شہر سے دور

اے عجب مردہ است یا زندہ کہ او — می نترسد ہیچ از گرگ و عدو

تعجب ہے، یہ مردہ ہے یا زندہ کہ وہ — بھیڑیئے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے

آمدند[3] و دست بروے میزدند — قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند

وہ آئے اور ہاتھ اس پر دھرا — اس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا

ہم نجنبید و نجنبانید سر — و انگرد از امتحاں ہیچ او بصر

ہلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا — آزمانے کیلئے اس نے بالکل آنکھ نہ کھولی

پس بگفتند ایں ضعیفِ بے مراد — از مجاعت سکتہ اندر او فتاد

پھر انھوں نے کہا، یہ بے مراد کمزور — بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے

ناں بیاوردند و در دیگے طعام — تا بریزندش بحلقوم و بکام

وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے — تاکہ اس کے حلق اور تالوے میں ڈالدیں

پس بقاصد مرد دنداں سخت کرد — تا ببیند صدقِ آں میعادِ مرد

تو (اس) شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کر لئے — تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے

رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست — وز مجاعت ہالکِ مرگ و فناست

ان کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے — اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے

---

[1] کہ۔ اس نے آنحضورؐ کی یہ بات سُنی تھی کہ رزق لامحالہ پہنچتا ہے رزق بھی انسان کا عاشق ہے۔ از برائے۔ آزمائش کے لئے یہ زاہد جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جا لیٹا۔

[2] ممتحن یعنی وہ زاہد جو توکل کی آزمائش کر رہا تھا۔ عور: ننگا، اکیلا۔

[3] آمدند۔ وہ قافلہ والے اس کے پاس آئے اور اس کو ہلایا لیکن اس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ از مجاعت یعنی فاقہ کشی کی وجہ سے بیہوش ہو گیا ہے۔ قاصد۔ قصداً۔

کارد آوردند و قوم اِشتافتند — بستہ دندانہاش را بشگافتند
وہ چھری لائے اور لوگ دوڑ پڑے — اُنھوں نے اُس کے بند دانتوں کو کھولا

ریختند اندر دہانش شوربا — می فشردند اندرو نان پارہا
اُنھوں نے شوربا اُس کے منہ میں ڈالا — اُس کے اندر اُنھوں نے روٹی کے ٹکڑے کیے تھے

گفت اے دل گرچہ خود تن می زنی — راز میدانی و نازے می کنی
اُس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے — تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے

گفت دل دانم بقاصد می کنم — رازق اللہ ست بر جان و تنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصداً کر رہا ہوں — میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے

اِمتحاں زیں بیشتر خود چوں بود — رزق سوئے صابراں خوش میرود
اس سے زیادہ کیا آزمائش ہوگی؟ — صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے

تا بدانی و ز توکل نگذری — حرص آوردن چہ باشد از خری
تاکہ تو سمجھ لے اور توکل سے درگذر نہ کرے — حرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے

بعد ازاں بکشاد آں مسکیں دہن — گفت کردم امتحانِ رزقِ من
اس کے بعد اُس مسکین نے منہ کھول دیا — کہا میں نے رزق کا اِمتحان کر لیا

ہرچہ گفتست آں رسولِ پاک جیب — ہست حق و نیست در وے ہیچ ریب
جو کچھ اس پاک دل رسول ؐ نے فرمایا — برحق ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے

باز جواب گفتنِ روباہ خر را و تحریض کردنِ او خر را بکسب
لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اُس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت را بہل — دستہا در کسب زن جہدِ المقل
لومڑی نے کہا اس قصہ کو چھوڑ — غریبانہ کوشش سے کمائی کے لئے ہاتھ چلا

دست دادستت خدا کارے بکن — مکسبے کن یاریِ یارے بکن
خدا نے ہاتھ دیئے ہیں، کچھ کام کر — کما، کسی دوست کی مدد کر

ہر کسے در مکسبے پا می نہد — یاریِ یارانِ دیگر میکند
جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے — دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے

زانکہ جملہ کسب ناید از یکے — ہم درودگر ہم سقا ہم حائکے
اسلئے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں — بڑھئی بھی ہو، سقا بھی، بننے والا بھی

---

۱ کارد۔ چونکہ زاہد نے دانت بھینچ لیے تھے اُنھوں نے چھری کے ذریعہ اُس کا منہ کھولا اور شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر اسکو کھلائے۔ گفت۔ اُس زاہد نے اپنے دل سے کہا کہ تو راز کو جانتا ہے اور یہ آزمائش بطور ناز کے کر رہا ہے۔ گفت دل۔ دل نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اس کا علم ہے کہ جان و جسم کا رازق اللہ ہی ہے۔ اِمتحاں۔ مولانا فرماتے ہیں اس سے بہتر اِمتحان اور کیا ہوگا اس سے معلوم ہوگیا کہ صابروں کے پاس رزق خود چل کر آتا ہے۔ تابدانی۔ یقیناً توکل اختیار کرنا چاہیے حرص کرنا گدھا پن ہے۔

۲ بعد ازاں۔ جب قافلہ والے جبراً اُس زاہد کو کھانا کھلا چکے تو اُس زاہد نے منہ کھولا اور کہا میں نے رزق کے معاملے میں آنحضورؐ کے فرمان کو آزمایا وہ بالکل سچ ہے۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ جُہدُ المُقِل۔ نادار کی کوشش۔ دست۔ خدا نے تجھے ہاتھ اسی لئے دیئے ہیں کہ ہاتھوں سے کام کر اپنا بھی بھلا کر اور کما کر دوسروں کی بھی مدد کر۔

۳ ہر کسے۔ معاشرے میں ہر شخص دوسرے کی کمائی کا محتاج ہے ہر پیشہ ہر شخص نہیں کر سکتا ہر پیشہ ور کما کر دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ درزی۔ ہر شخص اپنے پیشے سے اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جن سے یہ کام نہیں آتا

چونؑ بانباز لیست عالم برقرار | ہر کسے کارے گزیند ز افتقار
دنیا شرکت سے قائم ہے | ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے

طبلخواری در میانہ شرط نیست | راہِ سنت کار و مکسب کردنیست
لوگوں میں پیٹو پن مناسب نہیں ہے | سنت کا راستہ، کام اور کمائی کرنا ہے

جواب گفتنِ خر روباہ را کہ توکّل بہترین کسبہا ست کہ ہر کسے محتاج ست بتوکّل کہ اے خدا ایں کار مرا راست دار و دُعا متضمنِ توکّل ست و توکّل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکل بہترین کمائی ہے کیونکہ ہر شخص توکل کا محتاج ہے کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا رکھ اور دعا توکل پر مشتمل ہے اور توکل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

گفت من بہ از توکّل بر ربے | می ندانم در دو عالم مکسبے [2]
اُس نے کہا میں خدا پر توکل سے بہتر | دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں

کسبِ شکرش را نمی دانم ندید | تا کشد شکرِ خدا رزقِ مزید
اُسکا شکر یہ ادا کرنے کی کمائی کی میں کوئی نظیر نہیں جانتا ہوں | حتیٰ کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے

خود توکّل بہترین کسبہاست | زانکہ در ہر کسب دستت بر خداست
خود توکل بہترین کمائیوں میں سے ہے | کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے

کاے خدا کارِ مرا تو راست آر | ویں دُعا ہست از توکّل در سرار
کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کر دے | دراصل یہ دُعا توکل ہی ہے، سمجھ لے

در توکّل ہیچ نبود احتیاج | فارغی از نقص ریع [3] و از خراج
توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے | تو پیداوار اور آمدنی کے گھاٹے سے فارغ ہے

بحثِ شاں بسیار شد اندر خطاب | ماندہ گشتند از سوال و از جواب
بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی | وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جوابِ گفتنِ روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعد ازاں گفتش کہ اندر مہلکہ | نہی لا تلقوا بایدی تہلکہ
اسکے بعد اُس نے اُس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں | اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، کی نہی وارد ہوئی ہے

---

[1] چون ـ دنیا کا معاشرہ باہمی امداد سے قائم ہے۔ طبلخواری ـ پیٹوپن، شکم پروری۔ راہ ـ سنت طریقہ بھی ہے کہ انسانوں کو کسب کرنا چاہیئے۔ جواب گفتن ـ گدھے نے کہا توکل بھی ایک پیشہ ہے اور ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے پیشے اس کے محتاج ہیں اس لئے کہ ہر پیشہ ور اپنے اسباب مہیا کرکے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ دعا توکل پر مبنی ہے اور توکل خود ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

[2] مکسب ـ پیشہ۔ ندید ـ نظیر، مثال۔ تا کشد ـ قرآن میں فرمایا گیا ہے، اگر تم شکر کروگے تو ہم اور زیادہ دیں گے۔ خود توکل ـ توکل بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے طریقوں میں اُس کی ضرورت پڑتی ہے اور اُس میں کسی دوسرے چیز کی ضرورت نہیں۔ انسان جو بھی طریقہ اختیار کرتا ہے اُس میں دعا کرتا ہے اور خدا پر بھروسہ کا اظہار کرتا ہے۔

[3] ریع ـ پیداوار۔ خراج ـ آمدنی، بعدازاں ـ لومڑی نے کہا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے۔

صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ — احمقی باشد جہانِ حق فراخ

خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا — حماقت ہے، اللہ کی دنیا وسیع ہے

نقل کن زیں جا بسوئے مرغزار — می چرا آنجا بسبزہ گردِ جوئبار

اس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا — وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چر

مرغزارِ سبز مانندِ جناں — سبزہ رُستہ اندر آنجا تامیاں

جنتیوں کی طرح کا سبزہ زار — وہاں کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے

خرم آں حیواں کہ او آنجا رود — اُشتر اندر سبزہ ناپیدا شود

وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے — (اُس) سبزہ میں اونٹ چھپ جاتا ہے

ہر طرف در وے یکے چشمہ رواں — اندرو حیوان مرفہ در اماں

اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے — وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

از خری او را نمیگفت اے لعیں — چوں از آنجائی چرا زاری چنیں

گدھے پن سے اُسکو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون! — جبکہ تو اُس جگہ کی ہے، ایسی کمزور کیوں ہے؟

کو نشاطِ فربہی و فرِ تو — چیست ایں لاغر تنِ مضطرِ تو

تیری شان وشوکت اور موٹاپے کی خوشی کہاں ہے؟ — تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے؟

شرح روضہ گر دروغ و زور نیست — پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست

اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے — تو تیری آنکھیں اُس سے مست کیوں نہیں ہیں؟

ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی — از گدائی تست نز بگلربگی

یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن — بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے، نہ کہ سرداری سے

چوں ز چشمہ آمدی چونی تو خشک — گر تو نافِ آہوئی کو بوئے مشک

جبکہ تو چشمہ سے آئی ہے تو خشک کیوں ہے؟ — اگر تو ہرن کا نافہ ہے تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟

گر تو می آئی ز گلزارِ جناں — دستۂ گل کو برائے ارمغاں

اگر تو جنتوں کے باغیچے سے آرہی ہے — تحفہ کے لئے گلدستہ کہاں ہے؟

زانچہ میگوئی و شرحش میکنی — چوں نشانے در تو نامد اے سنی

تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اسکی تفصیل کر رہی ہو — اے بھلی! تجھ میں اس کی کوئی نشانی کیوں نہیں ہے؟

مثل آوردنِ اُشتر در بیانِ آنکہ در مخبر دولتے فر و اثرِ آں چو

اونٹ کی مثال لانا، اِس بارے میں کہ اقبالمندی کی بات کرنیوالے میں اسکی شان وشوکت

له جوئبار۔ چشمہ۔ مرغزار۔ وہاں ایسا سبزہ زار ہے جیسا جنت میں ہوگا، کمر کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے۔ اُشتر۔ اتنا اونچا سبزہ ہے جس میں اونٹ غائب ہو جاتا ہے۔ مرفہ۔ خوش عیش۔ از خری۔ گدھا بہرحال گدھا تھا مولانا فرماتے ہیں اسے یہ نہ ہوا کہ لومڑی سے کہتا کہ اگر تیرا بیان صحیح ہے تو تو کیوں بدحال ہے۔

له کو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر وہ جنگل ایسا عمدہ کا ہے جو تو بیان کر رہی ہو تو اس جنگل کے اچھے آثار تجھ پر کیوں نہیں ہیں اور تو کیوں لاغر اور کمزور ہے۔ پس چرا۔ اس جنگل کی نعمتوں سے تیری نگاہیں مست ہونی چاہئیں۔ ایں گدا۔ تیرا ندیدہ پن تو گداگری کی وجہ سے ہے سرداری کی وجہ سے نہیں ہے۔ بگلربگی۔ امیر الامرائی۔

له گر تو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر تو جنت کے باغیچہ سے آرہی ہے تو تیرے ساتھ میں تحفہ کے لئے گلدستہ ہونا چاہئے تھا۔ زانچہ۔ تو نے جو باتیں بتائیں اُن سے تیرے اندر نشاط کیوں نہیں ہے۔ مثل۔ اِس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کی حالت اس کے قول کی تردید کر دیتی ہے۔

ور نبینی جائے متہم داشتن باشد کہ اُو مقلّدست دراں

اور اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہوگا کہ وہ اس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اُشتر را کہ ہے
ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں

از کجا می آئی اے اقبال پے
اے مبارک قدم! تو کہاں سے آرہا ہے؟

گفت[1] از حمامِ گرمِ کوئے تو
اس نے کہا، تیری گلی کے گرم حمام میں سے

گفت خود پیداست از زانوئے تو
اس نے کہا، کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے

مارِ موسیٰؑ دید فرعونِ عنود
سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰؑ کا سانپ دیکھا

مُہلتے میخواست نرمی می نمود
مہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا

زیرکاں گفتند بایستے کہ ایں
عقلمندوں نے کہا، چاہیئے تھا کہ یہ

تند تر گشتی چو ہست اُو ربِّ دیں
زیادہ برہم ہوجاتا اگر مذہب کا خدا ہے

معجزہ گر اژدہا گر مار بُد
معجزہ خواہ اژدھا یا سانپ تھا

نخوت و خشمِ خدائیش چہ شُد
اس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا؟

ربِّ اعلیٰ گر ویست اندر جلوس
اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے

بہرِ یک کرمے چہ ست ایں چاپلوس
تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟

نفسِ[2] تو تا مستِ نُقلست و نبید
تیرا نفس جب تک چبینے اور شراب کا مست ہے

دانکہ رُوحت خوشۂ غیبی ندید
سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہو

کہ علامات ست زاں دیدارِ نُور
کیونکہ اس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں

التجافی منک عن دار الغرور
دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ

مُرغ چوں بر آبِ شورے می تند
پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے

آبِ شیریں را ندیدست اُو مدد
اس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے

بلکہ[3] تقلیدست آں ایمانِ اُو
بلکہ اُس کا وہ ایمان نقلی ہے

رُوئے ایماں را ندیدہ جانِ اُو
اس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

پس خطر باشد مقلد را عظیم
لہٰذا مقلد کے لئے بڑا خطرہ ہے

از رہ و رہزن ز شیطانِ رجیم
راستہ اور ڈاکو کا ملعون شیطان کی جانب سے

چوں ببیند نورِ حق ایمن شود
جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہوجاتا ہے

ز اضطرابات شک اُو ساکن شود
وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پالیتا ہے

---

[1] گفت۔ ایک شخص نے اونٹ سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں اُس نے کہا تیرے محلّہ کے حمام میں سے غسل کرکے آرہا ہوں اُس اونٹ کی رانیں ننگی ہوئی تھیں وہ طنزاً بولا ہاں تمہاری رانیں تمہاری بات کی تصدیق کررہی ہیں۔ مارِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے اژدہے کو دیکھ کر فرعون کی جو حالت ہوئی اُس نے خود اپنے خدائی کے دعوے کی تردید کردی۔ جلوس۔ یعنی تختِ شاہی پر جلوس کے وقت۔

[2] نفسِ تو۔ جب تک انسان دنیاوی لذّتوں کی طرف مائل ہے تو اس نے اُخروی نعمتوں کی لذت نہیں چکھی ہے اب اگر وہ اس حالت میں کمال کا مدعی ہو تو خود اُس کا عمل اُس کی تکذیب کردیگا اور اُس کا دعویٰ فرعونی دعویٰ ہوگا۔ کہ۔ آخرت کے نور کے دیدار کی علامت یہی ہے کہ انسان دنیا سے بیزار ہوجاتا ہے۔ مرغ۔ جو پرند کھاری پانی کا چکر کاٹتا ہے یقیناً اُس نے میٹھا پانی نہیں دیکھا ہے۔

[3] بلکہ۔ دنیا دار کا ایمان محض تقلیدی ہے مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔ پس خطر۔ تقلیدی ایمان والا بہت جلد شیطان کے بہکانے میں آجاتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ تحقیقی ایمان کے بعد شکوک و شبہات زائل ہوجاتے ہیں۔

تا کفِ[1] دریا نیاید سوئے خاک
جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آجاتا

کاصلِ اُو آمد بُود در اصطکاک
جو اُس کی اصل ہے، وہ اضطراب میں رہتا ہے

خاکی ست آں کف غریبست اندر آب
وہ جھاگ خاکی ہے، پانی میں بے وطن ہے

در غریبی چارہ نبوَد زاضطراب
بے وطنی میں اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے

چونکہ چشمش باز شُد آں نقش خواند
جب اُس کی آنکھ کھلی، اُس نے وہ نقش پڑھ لیا

دیو را بر وے دگر دستے نماند
شیطان کا پھر اُس پر قابو نہ رہا

گرچہ باروباہ خر اسرار گفت
اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اسرار سنائے

سرسری گفت[2] و مقلد وار گفت
سرسری (طور پر) کہے اور مقلدانہ کہے

آب را بستود اُو تائق نبُود
اُس نے پانی کی تعریف کی، مشتاق نہ تھا

رُخ درید و جامہ اُو عاشق نبُود
منہ نوچا اور کپڑے پھاڑے، عاشق نہ تھا

از منافق عُذر رد آمد نہ خوب
منافق کا عذر مردود ہے، بھلا نہیں ہے

زانکہ در لب بُود آں نے در قلوب
کیونکہ وہ لبوں پر ہے، دلوں میں نہیں ہے

بوئے سیبش ہست و جُزوِ سیب نے
اس میں سیب کی خوشبو ہے، اور سیب کا جزو نہیں ہے

بُود در اُو جز از پئے آسیب نے
اس میں خوشبو ستانے کے سوا نہیں ہے

حملۂ زن[3] در میانِ کارزار
میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ

نشکند صف بلکہ گردد کار زار
صف شکن نہیں ہے، بلکہ کام بگڑ جاتا ہے

گرچہ می بینی چو شیر اندر صفش
اگر تو اُس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے

تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش
اُس نے تلوار پکڑ لی ہے، لیکن، اُس کا ہاتھ لرز رہا ہے

وائے آنکہ عقلِ اُو مادہ بُود
اُس پر افسوس ہے جس کی عقل، مادہ ہو

نفسِ زشتش نر و آمادہ بُود
اُس کا بُرا نفس نر اور آمادہ ہو

لاجرم مغلوب باشد عقلِ اُو
لامحالہ اُس کی عقل مغلوب ہوگی

جز سُوئے خسراں نباشد نقلِ اُو
ٹوٹے کے سوا اُس کی منتقلی نہ ہوگی

حملۂ مادہ بصورت ہم جری ست
مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے

آفتِ اُو ہم چو آں خر از خری ست
اُسکی مصیبت بھی اُس گدھے کی طرح گدھے پن کی ہے

---

[1] کفِ دریا۔ دریا کی سطح پر جو خشکی کی چیزیں ہوتی ہیں جب تک وہ دریا میں رہتی ہیں اُنپر اضطراب طاری رہتا ہے جب وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں جو اُن کی اصل ہے تو ساکن ہوجاتی ہیں۔ چونکہ۔ جب مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تو پھر اُس پر شیطان قابو نہیں پاتا ہے۔ گرچہ۔ گدھے نے لومڑی سے حقائق پر مبنی تقریریں کیں لیکن اُسکی ساری باتیں تقلیدی تھیں لہٰذا لومڑی کے جھانسے میں آگیا۔

[2] آب۔ گدھے کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کوئی شخص پانی کی تعریفیں کرے لیکن خود پیاسا نہ ہو، عاشق کا حلیہ بنائے اور حقیقتاً عاشق نہ ہو۔ از منافق۔ منافقین عذر پیش کرتے تھے لیکن وہ عذر حقیقت پر مبنی نہ ہوتے تھے لہٰذا مردود تھے۔ بوئی۔ منافقین مومنین کی خو بُو پیدا کر لیتے تھے لیکن اُن میں ایمان نہ ہوتا تھا اور خو بُو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کر لیتے تھے۔

[3] حملۂ زن۔ لومڑی اور گدھے کے معرکہ میں گدھے کے حملے ایسے ہی تھے جس طرح میدانِ جنگ میں عورت کے حملے۔ تیغ بگرفتہ۔ عورت ہاتھ میں تلوار تو لے لیتی ہے لیکن اُس کا دل لرزتا ہے۔ وائے۔ جس شخص کی عقل مادہ ہو اور نفس نر ہو اس کی تباہی لازمی ہے۔ لاجرم۔ زنانہ عقل لامحالہ مردانہ نفس سے مغلوب ہوجائے گی۔ حملۂ مادہ۔ عورت کے حملہ کا انجام وہی ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا تھا کہ آخر میں لومڑی نے اُس کو پھنسا لیا۔

وصفِ حیوانی بُود برزن فزوں[1] | زانکہ سوئی رنگ و بُو دارد رکوں
عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے | کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بُو کی طرف ہوتا ہے

اے خنک آنکس کہ عقلش نر بُود | نفسِ زشتش مادہ و مضطر بُود
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کی عقل نر ہو | اُس کا بُرا نفس مادہ اور بے چین ہو

عقلِ جزویش نر و غالب بُود | نفسِ اُنثیٰ را خرد سالب بُود
اُس کی جزوی عقل نر اور غالب | مادہ نفس کو عقل سلب کرنے والی ہوتی ہے

رنگ و بُوی[2] سبزہ زار آں خر شنید | جملہ حجت ہا ز طبعِ او رمید
اُس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بو کو سُن لیا تھا | اُس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں

تشنہ محتاجِ مطر شُد و ابر نے | نفس را جوع البقر بُد صبر نے
پیاسا بارش کا محتاج ہو گیا اور ابر نہیں ہے | نفس کو انتہائی بھوک تھی، صبر نہ تھا

اسپرِ آہن بُود صبر اے پدر | حق نوشتہ بر سپر جاء الظفر
اے بابا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے | اللہ تعالیٰ نے ڈھال پر لکھ دیا ہے "فتح ہوئی"

صد دلیل آرد مقلّد در بیاں | از قیاسے گوید آں را نز عیاں
مقلد سو دلیلیں بیان کرتا ہے | وہ قیاس سے بتاتا ہے، نہ کہ مشاہدہ سے

مُشک آلودست اما مُشک نیست | بوئی مُشکستش ولے جز پُشک نیست
مُشک آلودہ ہے، لیکن مُشک نہیں ہے | اُس میں مُشک کی بُو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے

تا کہ پُشکے[3] مُشک گردد اے مرید | سالہا باید دراں روضہ چرید
اے مرید! تاکہ مینگنی مُشک بنے | سالوں اِس باغیچہ میں چرنا چاہیے

کہ نباید خورد جو ہمچو خراں | آہوانہ در ختن چر ارغواں
گدھوں کی طرح جَو نہ کھانے چاہئیں | ہرنوں کی طرح ختن میں گل بابونہ چر

جز قرنفل یاسمن یا گل مچر | رو بصحرائے ختن باآں نفر
لونگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چر | اُن لوگوں کے ساتھ ختن کے جنگل میں چلا جا

معدہ را خو کُن بداں ریحان و گل | تا بیابی حکمت و قوتِ رُسل
اُس ریحان اور گلاب کا معدہ کو عادی بنا لے | تاکہ تو رسولوں کی روزی اور حکمت حاصل کر لے

خوی معدہ زیں کہ و جو باز کن | خوردنِ ریحان و گل آغاز کن
اِس گھاس اور جَو سے معدے کی عادت چھڑا | ریحان اور گلاب، کھانا شروع کر دے

[1] وصفِ حیوانی۔ عام حیوانات رنگ و بو کا تو احساس کر لیتے ہیں لیکن اُن میں عقل کا مادہ نہیں ہے کہ حقیقت تک پہنچ سکیں۔ عورت بھی ظاہر پر ریجھ جاتی ہے عقل سے کام لیکر حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ عقلِ نر۔ اگر انسان میں نر عقل ہوتی ہے تو وہ نفس پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔

[2] رنگ و بوی۔ اُس گدھے نے رنگ و بو کو دیکھا عقل سے کام نہ لیا۔ تشنہ۔ وہ گدھا راحت و آرام کا محتاج تھا جس کے اسباب وہاں مہیا نہ تھے یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ کوئی پیاسا بارش کا منتظر بن بیٹھے اور ابر موجود نہ ہو۔ جوع البقر ایک بیماری ہے جس میں انسان کھاتا رہتا ہے لیکن اُس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اسپر۔ مشہور ہے الصبر مفتاح الفرج۔ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ مقلد۔ مُقلد کے دلائل سب سنے سنائے ہوتے ہیں۔ مُشک۔ مقلد کے دلائل کا یہی حال ہوتا ہے جیسا کہ مینگنی پر مُشک مل دیا جائے۔

[3] تاکہ۔ مشاہدہ کیلئے سالوں مجاہدے کی ضرورت ہے۔۔۔۔ کہ نباید۔ انکے حاصل کرنے کے لئے روحانی خوراک کی ضرورت ہے۔ جز قرنفل۔ عمدہ قسم کی روحانی غذائیں کھانے کے بعد مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ معدہ۔ رسولوں کی روزی اور حکمت جب حاصل ہوتی ہے جبکہ انسان مجاہدوں کا یعنی روحانی غذاؤں کا عادی بنے تو یہ معدہ بنیادی

مِعدۂ تن سُوئے کہداں میکشد[1] | مِعدۂ دل سُوئے ریحاں میکشد

جسم کا معدہ، چَرنے کی طرف لے جاتا ہے | دل کا معدہ ریحان کی طرف کھینچتا ہے

ہر کہ کاہ و جَو خورد قُربان شود | ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

جو گھاس اور جَو کھاتا ہے ذبح ہو جاتا ہے | جو اللہ کا نُور کھاتا ہے، قرآن بن جاتا ہے

نیمِ تو مُشک ست نیمی پُشک ہیں | ہیں میفزا پُشک اَفزا مُشکِ چیں

خبردار! تیرا آدھا مُشک (اور) آدھا مینگنی ہے | خبردار! مینگنی نہ بڑھا چین کا مُشک بڑھا

آں مقلِّد صد دلیل و صد بیاں | در زباں آرد ندارد ہیچ جاں

وہ مقلّد سَو دلیلیں اور سَو بیان | زبان پر لاتا ہے، کوئی جان نہیں رکھتا ہے

جانِ اُو خالی ازاں گفتارِ اُو | کلّۂ اَش بے مغز زاں اَسرارِ اُو

اُس کی جان اُس کی گفتگو سے خالی ہے | اُس کے اَسرار سے اُس کا دماغ بے مغز ہے

چونکہ گوینده ندارد جان و فر[2] | گفت اُو را کے بُوَد برگ و ثمر

چونکہ کہنے والا جان اور شان و شوکت نہیں رکھتا ہو | اُس کی گفتگو میں پھل اور پتّے کب ہوں گے؟

میکند گستاخ مردم را براہ | اُو بجاں لرزاں ترست اَز برگِ کاہ

وہ انسانوں کو راستہ (چلنے) میں دلیر بناتا ہے | وہ گھاس کے پتّے سے زیادہ جان سے لرزنے والا ہے

پس حدیثش گرچہ بس با فر بُوَد | در حدیثش لرزہ ہم مُضمر بُوَد

اُس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو | لیکن، اُس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہو گی

فرقِ میانِ دعوتِ شیخِ کاملِ واصل و میانِ سخنِ

کامل شیخ واصل (بحق) کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو فضل

ناقصانِ فاضل کہ فضلِ تحصیلی بر خود بستہ اند

کے حریص ہیں اور جنھوں نے دوسروں سے فضل لیکر اپنے آپ سے وابستہ کر لیا ہے

شیخِ نُورانی ز رَہ آگہ کُند | با سخن ہم نور را ہمرہ کُند

نورانی شیخ راہِ (حق) سے آگاہ کرتا ہے | بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے

جہد کُن تا مست و نُورانی شوی[3] | تا حدیثت را شود نورش رَوِی

تو کوشش کر تاکہ مست اور صاحب نور بنجائے | تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو

ہرچہ در دوشاب جوشیدہ شود | در عقیدہ طعمِ دوشابش شود

جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دیدی جائے | عقیدہ میں اُس کا مزہ، انگور کے شیرے کا ہو جاتا ہے

---

[1] معدۂ جسمانی یعنی معدہ حیوانی غذاؤں کی طرف رغبت کرتا ہے اور روحانی معدہ اَسرار کی غذا چاہتا ہے۔ ہر کہ جو شخص حیوانی غذاؤں کا عادی ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے، نورانی غذا سے انسان قرآن کی طرح متبرک بن جاتا ہے۔ نیمِ تو۔ انسان میں دونوں قوتیں ہیں حیوانی بھی اور ملکوتی بھی۔ آں مقلّد۔ وہ شخص جو محض سُنائی باتیں بیان کرتا ہے اُس کی صرف زبانی تقریر ہوتی ہے اُس میں کوئی جان نہیں ہوتی ہے نہ اُس کے دماغ میں اُس کے اَسرار ہوتے ہیں۔

[2] چونکہ۔ جب کہنے والے میں کوئی جان نہ ہو تو اُس کی بات بے نتیجہ ہوتی ہے۔ می کُند۔ دوسروں کو تو وہ بہادر بناتا ہے لیکن خود لرزتا ہے پس۔ اِس مُقلّد کی تقریر اگرچہ پُر شوکت ہوتی ہے، لیکن اُس میں خوف بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ فرق۔ شیخ کامل اور ناقص انسان کی رہنمائی میں بڑا فرق ہے۔ شیخ نورانی۔ صاحبِ نور شیخ صحیح رہنمائی کرتا ہے اور اُس کی بات پُر تاثیر ہوتی ہے۔

[3] جہد کُن۔ انسان کو خود صاحبِ نور بننا چاہیے تاکہ بات میں تاثیر ہو اور نور اُس کی بات کے لئے بمنزلہ حرف رَوِی کے ہو جو شعر کے آخر میں لازمی ہے اور اُسی حرف پر قافیہ کا مدار ہوتا ہے۔ ہرچہ۔ بات میں نور اِسی طرح پیوست ہو جاتا ہے جس طرح

از جزر و سیب و به و زر گردگاں — لذتِ دوشاب یابی تو ازاں

گاجر اور سیب اور بہی اور اخروٹ — تو ان میں انگور کے شیرے کا مزہ پائیگا

علم[1] اندر نور چوں فرغودہ شد — پس ز علمت نور یابد قوم لُد

علم، جب نور سے گھل مل گیا — تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے

ہر چہ گوئی باشد آں ہم نورِ ناک — کاسماں ہرگز نبارد غیرِ پاک

تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہوگا — کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برساتا ہے

آسماں شو ابر شو باراں ببار — ناوداں بارش کند نبود بکار

آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا — پرنالہ بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں

آب اندر ناوداں عاریت ست — آب اندر ابر و دریا فطرت ست

پرنالہ میں پانی مانگا ہوا ہے — ابر اور دریا میں اصلی پانی ہے

فکر[2] و اندیشہ ست مثلِ ناوداں — وحی مکشوف ست ابر و آسماں

فکر اور خیال، پرنالہ جیسا ہے — کھلی ہوئی وحی، ابر اور آسمان ہے

آبِ باراں باغ صد رنگ آورد — ناوداں ہمسایہ در جنگ آورد

بارش کا پانی، باغ کو سو رنگ کا بنا دیتا ہے — پرنالہ، پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے

باز[3] گردم سوئے آں روباہ و خر — تا چساں از راہ برد آں خر نگر

میں لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں — دیکھو اُس گدھے کو کس طرح راستے سے بھٹکا دیا!

زبوں شدنِ خر در دستِ روباہ از حرصِ علف

گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خر دو سہ حملہ بروبہ سخت کرد — چوں مقلّد بُد فریبِ اُو بخورد

گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کیے — چونکہ مقلّد تھا اُس کا فریب کھا گیا

طنطنۂ ادراک و بینائی نداشت — دمدمۂ روبہ برو سکتہ گماشت

وہ علم اور بصیرت کا کر و فر نہ رکھتا تھا — لومڑی کے مکر نے اُس پر سکتہ طاری کر دیا

حرصِ خوردن آنچناں کردش ذلیل — کہ زبونش کرد با پانصد دلیل

کھانے کی حرص نے اُس کو ایسا ذلیل کیا — کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اُسکو مغلوب کر دیا

حکایت آں مخنث و پرسیدنِ لوطی ازو در حالتِ لواطت

ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا لواطت کی حالت میں اُس سے دریافت کرنا

---

[1] علم اندر نور۔ جب علم کا نور میں مرکب بن جاتا ہے تو پھر اُس علم کی تاثیر سرکش قوم پر ہوتی ہے۔ فرغودہ۔ آمیختہ و پیچیدہ۔ ہر چہ۔ اب نورانی شخص جو بات بھی کہیگا اس میں نور اور پاکیزگی ہوگی۔ آسماں۔ آسمان اور ابر کا اپنا ذاتی پانی ہے، پرنالہ کا پانی اپنا نہیں ہے آسمان کا ہے۔

[2] فکر و اندیشہ۔ فکر اور خیال کی مثال پرنالے کے پانی کی سی ہے اور وحی کی مثال ابر کی سی ہے۔ آبِ باراں۔ بارش کا پانی سینکڑوں فائدوں کا سبب ہے پرنالہ کا پانی عموماً پڑوسی سے جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔

[3] باز گردم۔ اب گدھے کا قصہ سن لومڑی نے اُسکو کس طرح گمراہ کر دیا۔ خر۔ گدھے نے لومڑی پر جوابی حملے کئے لیکن چونکہ مقلّد تھا آخر میں خود پسپا ہو گیا۔ طنطنہ۔ چونکہ گدھے کو نورِ باطنی حاصل نہ تھا لومڑی کا مکر اُس پر غالب آگیا اور گدھے کی حرص نے دلیلوں کے ہوتے ہوئے اُس کو ذلیل کر دیا۔ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ مقلّد کی دلیل ایسی ہی ہے جیسے ہیجڑے کی تلوار۔

کہ ایں خنجر از بہرِ چیست گفت از بہرِ آنکہ ہر کہ با من بد اندیشد

کہ یہ خنجر کس کام کے لئے ہے ۔ اُس نے کہا اس لئے کہ جو میرے ساتھ بُری بات

اِشکمش بشگافم لوطی بر سرِ او آمد و شد میکرد و میگفت

سوچے گا میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں گا ۔ لوطی اس پر چڑھتا اور اترتا تھا

اَلحمدُ لِلّٰہ کہ من با تو بدی نمی اندیشیم [۱]

اور کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھ سے بُرے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیت من بیت نیست اقلیم ست ۔ ہزلِ من ہزل نیست تعلیم ست

میرا شعر ، کوٹھری نہیں ہے ایک خطہ ہے ۔ میرا مذاق ، مذاق نہیں ہے ، تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا [۲]

اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے

اے فَمَا فَوقَھَا فِی تَغیِیرِ النُّفُوسِ بِالْاِنْکَارَاتِ مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ

پس اس سے بھی زیادہ (چھوٹی چیز کی) ۔ جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کیلئے اس

ھٰذَا مَثَلًا و آنکہ جواب میفرماید کہ ایں خواتم یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا

بھی بڑھی ہوئی ہو (انہوں نے کہا) اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہے اور یہ کہ جواب فرماتے ہیں کہ یہ چاہا

وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا کہ ہر فتنہ ہمچو میزانست کہ بسیار از و سرخ رو

اس سے بہت گمراہ ہوں اور بہت سے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت سے اس سے

شوند و بسیاراں بے مراد شوند وَلَو تَاَمَّلتَ فِیہِ قَلِیلًا

سُرخرو ہوجاتے ہیں اور بہت سے بے مراد ہوجاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور

لَوَجَدتَ فِی نَتَائِجِہِ الشَّرِیفَۃِ کَثِیرًا

کرے تو اس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا

کوں دہے را لوطیے در خانہ برد [۳] ۔ سرنگوں افگندش و در وے فشرد

ایک غلام کرانے والے کو ایک اغلام کرنے والا گھر لے گیا ۔ اس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا

بر میانش خنجرے دید آں لعیں ۔ پس بگفتش در میانت چیست ایں

اس ملعون نے اس کی کمر پر خنجر دیکھا ۔ تو اس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟

گفت آنکہ با من ار یک بد منش ۔ بد بیندیشد بدرم اِشکمش

اس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ ۔ بُرے کام کا ارادہ کرے تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں

---

[۱] اَلحمدُ لِلّٰہ ۔ اس لوطی نے طنزاً کہا ۔ بیت پہلا بیت شعر کے معنی میں اور دوسرا بیت کوٹھری کے معنی میں ہے یعنی میرے اشعار میں بہت سے معانی ہیں ۔ ہزلِ من ۔ چونکہ مولانا نے یہاں بہت فحش قصہ نقل کیا ہے اس کی توجیہ کرتے ہیں۔

[۲] اِنَّ اللّٰہ ۔ قرآن نے سمجھانے کیلئے جب مچھر اور اس کے پر کی مثالیں دیں تو کفار نے اعتراض کیا کہ قرآن میں ایسی چھوٹی چھوٹی مثالیں کیوں دی جاتی ہیں تو قرآن نے اس کے جواب میں کہا کہ نہائش کیلئے اس طرح کی مثالیں دینا کوئی بُری بات نہیں ہے اور ایک آزمائش بھی ہے کہ اس قسم کی مثالوں سے کچھ اعتراض کرکے گمراہ ہوں اور کچھ صحیح مقصد سمجھ کر ہدایت یاب ہوں۔

[۳] کوں دہے ۔ اغلام کرانے والا اس سے کندہ اور گندہ بنا ہے ۔ میاں ۔ کمر ۔ اشکمش ۔ بدطینت۔

گفت لوطی حمدُ لِلّٰہ را کہ مَن　　بَد نیندیشیدہ اَم با تو بفن

اعلام کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے　　کسی فریب سے تیرے ساتھ بُرا ارادہ نہیں کیا

چونکہ[1] مَردی نیست خنجر ہا چہ سُود　　چوں نباشد دل ندارد سُود خود

جبکہ بہادری نہیں ہے، خنجروں سے کیا فائدہ؟　　جب دل نہ ہو، خود فائدہ نہیں دیتی

از علیؓ میراث داری ذُوالفقار　　بازوئے شیرِ خدا ہستت بیار

(حضرت) علیؓ سے تجھے ذوالفقار میراث میں ملی　　تیرے پاس شیرِ خدا کا بازو ہے تو لا

گر فسونے[2] یاد داری از مسیحؑ　　کو لب و دندانِ عیسیٰؑ اے وقیح

اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دعا یاد رکھتا ہے　　اے بے شرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں ہے؟

کشتی سازی زتوزیع و فتوح　　کو یکے ملاحِ کشتی ہمچو نوحؑ

تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بناتا ہے　　(حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے؟

بُت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار　　کو بُتِ تن را فدا کردن بنار

میں نے مانا تو نے (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح بُت توڑ ڈالا　　جسم کے بُت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟

گر دلیلت ہست اندر فعل آر　　تیغ چوبیں را بداں کُن ذوالفقار

اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے، لا　　اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنا دے

آں دلیلے کو ترا مانع شود　　از عمل آں نقمتِ صانع شود

وہ دلیل جو تیرے لئے مانع ہے　　عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے

خائفان[3] راہ را کردی دلیر　　از ہمہ لرزاں تری تو زیر زیر

تو نے راستہ میں ڈرنے والوں کو بہادر بنا دیا　　چپکے چپکے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے

بر ہمہ درسِ توکل می کُنی　　در ہوا تو پشہ را رگ میزنی

تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے　　تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) مارتا ہے

اے مخنث پیش رفتہ از سپاہ　　بر دروغ و ریشِ تو کیرت گواہ

اے ہیجڑے! تو لشکر سے آگے ہوا　　تیرے جھوٹ اور داڑھی پر تیرا خایہ گواہ ہے

چوں زنا مَردی دل آگندہ بُود　　ریش و سُبلت موجبِ خندہ بُود

جب نامردی سے دل پُر ہو　　داڑھی اور مونچھیں ہنسی کا سبب ہوتی ہیں

توبہ کُن اشکباراں چوں مطر　　ریش و سُبلت را ز خندہ باز خر

توبہ کر، بارش کی طرح آنسو بہا　　داڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا

---

[1] چونکہ۔ جب انسان میں بہادری نہ ہو تو اس کے لئے خنجر اور شیر کی بہادری کی جنگی ٹوپی بیکار ہے۔۔۔۔ ذوالفقار۔ آنحضورؐ کی مشہور تلوار جو حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ شیرِ خدا۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔

[2] گر فسونے۔ اگر کوئی حضرت مسیحؑ کی طرح دَم کرنا سیکھ لے جس سے مُردے زندہ ہو جاتے تھے، تو وہ حضرت مسیحؑ کے ہونٹ اور دانت کہاں سے لائے گا۔ توزیع۔ چندہ۔ فتوح۔ نذرانہ۔ کو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جسم کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ گر دلیل۔۔۔ دلیل دراصل عمل ہے۔ آں نغ۔ جو دلیل عمل سے مانع بنے وہ عذاب الٰہی ہے۔

[3] خائفان۔ بے عمل انسان دوسروں کو وعظ کہہ کر بہادر بناتا ہے خود بزدلی دکھاتا ہے۔ در ہوا۔ ایسا لالچی ہے کہ ہوا میں مچھر کے نشتر مار کر اس کا خون پینا چاہتا ہے۔ کیر۔ آلۂ تناسل جس سے ہیجڑا محروم ہوتا ہے۔ ریش۔ ہیجڑے کی داڑھی اب مذاق ہے توبہ کن۔ راہِ سلوک کے ہیجڑے کا یہ علاج ہے کہ وہ اللہ کے دربار میں گریہ و زاری کرے۔

داروی مردی بجو اندر عمل — تا شوی خورشیدِ گرم اندر حمل[1]

عمل میں مردانگی کی دوا کھا — تاکہ تو (برج) حمل میں گرم سورج بن جائے

داروی مردی کن و عنّین مشوی — تا بروں آیند صد گوں خوبروی

مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن — تاکہ سیکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں

معدہ را بگذار و سوی دل خرام — تا کہ بے پردہ ز حق آید سلام

معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل — تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے

رستمی[2] گر بایدت خنجر بگیر — ور بخیزی مائلی چادر بگیر

اگر تجھے رستم بننا چاہیے، خنجر پکڑ — اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے چادر اوڑھ لے

رستمی گر بایدت جوشن بپوش — ور بخیزی مائلی رو کون فروش

اگر تجھے رستم بننا چاہیے، زرہ پہن لے — اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے جا مقعد بیچ

یک دو گامے رو تکلف ساز خوش — تا ترا عشقش کشد اندر برش

ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر — تاکہ تجھے عشق، اپنی آغوش میں کھینچ لے

بر سرِ میداں چو مرداں پائیدار — تا نگردی مبتلا در پائے دار

میدان میں مردوں کی طرح جم — تاکہ تو سولی کے نیچے مبتلا نہ ہو

تا کے از جامہ زناں ہمچو زناں — در صفِ مرداں درآ ہمچوں سناں

عورتوں کی طرح زنانہ لباس سے کب تک (تعلق رکھیگا) — نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آجا

غالب شدن حیلۂ روباہ بر استعصام و تعفف خر و کشیدن روباہ خر را بسوئے بیشۂ شیر

گدھے نے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا غالب آجانا اور لومڑی کا گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روبہ اندر حیلہ پائے[3] خود فشرد — ریشِ خر بگرفت و آں خر را ببرد

لومڑی نے مکاری میں قدم رکھا — گدھے کی داڑھی پکڑی اور اس گدھے کو لے گئی

مطربِ آں خانقہ کو تا کہ تفت — دف زند کہ خر برفت و خر برفت

اس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد — دف بجائے، کہ گدھا گیا، گدھا گیا

چونکہ خرگوشے برد شیرے بچاہ — چوں نیارد روبہے خر تا گیاہ

جب خرگوش شیر کو کنوئیں میں پہنچا دے — تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیوں نہ لے آئیگی!

۱؎ حمل۔ سورج جب برجِ حمل میں ہوتا ہے اسکی شعاعیں زمین پر بہت تیز گرم پڑتی ہیں۔ عِنّین۔ نامرد۔ تا بروں۔ مرد کے حسین اولاد پیدا ہوتی ہے۔ معدہ۔ مجاہدے کرے روزے رکھے تو قربِ خداوندی میسر آجائے گا۔

۲؎ رستمی۔ اگر تو راہِ سلوک کا رستم بننا چاہتا ہے تو مجاہدے کے خنجر سے نفس کشی کر ورنہ عورتوں کی طرح چادر اوڑھ کر خانہ نشین بن جا۔ یکدو۔ راہِ سلوک میں تکلف سے ہی آگے قدم رکھ پھر جذبہ شروع ہوگا۔ دار۔ سولی۔ برستان۔ بجالا۔ استعصام۔ حفاظت چاہنا۔ تعفف۔ پاکدامنی۔ بیشہ۔ جھاڑی۔

۳؎ پائے خود فشرد یعنی کھڑی ہوگئی۔ ریشِ خر گرفت۔ یعنی غالب آگئی۔ مطرب پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ "خر برفت" کی دھن میں دوسرے صوفیوں نے ایک صوفی کا گدھا بیچ کھایا تھا۔ چونکہ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ خرگوش نے دھوکہ سے شیر کو کنوئیں میں گرادیا تھا

گوش را بربند و افسونہا مخر[1] — جز فسونِ آں ولیِ داد گر

کان بند کرلے اور منتر نہ سُن — اُس فریاد رس ولی کے منتر کے سوا

آں فسونہا خوشتر از حلوائے اُو — آنکہ صد حلوا ست خاکِ پائے اُو

اُس (غیر ولی) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں — کیونکہ سینکڑوں حلوے اُس کے پاؤں کی خاک ہیں

خُمہائے خُسروانی پُر زمے — مایہ بُردہ از مےِ لبہائے وے

شراب سے پُر شاہی مٹکوں نے — اُس کے ہونٹوں سے سرمایہ حاصل کیا ہے

عاشقِ مے باشد آں جانِ بعید — کو مے لبہائے لعلش را ندید

وہ (اُس سے) دور جان شراب کی عاشق ہوگئی — جس نے اُس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب دیکھی

آبِ شیریں[2] چوں نہ بیند مرغِ کور — چوں نگردد گرد چشمہ آبِ شور

اندھا پرندجب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا — وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟

موسیِ جاں سینہ را سینا کند — طوطیانِ کور را بینا کند

روحانی موسیٰؑ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے — اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے

خسروِ شیرینِ جاں نوبت زدست — لاجرم در شہر قند ارزاں شدست

روح کے شیریں شاہ نے، ڈنکا بیٹ دیا ہے — لامحالہ شہر میں شکر سستی ہوگئی ہے

یُوسفانِ غیب لشکر میکشند — تنگہائے قندِ مصری میرسند

غیبی یوسف لشکر کشی کر رہے ہیں — مصری شکر کے بورے پہنچ رہے ہیں

اُشترانِ[3] مصر را رُو سُوئے ما — بشنوید اے طوطیاں بانگِ درا

مصری اونٹوں کا رُخ ہماری جانب ہے — اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو

شہرِ ما فردا پُر از شکر شود — شکر ارزان ست ارزاں تر شود

کل کو ہمارا شہر، شکر سے بھر جائے گا — شکر سستی ہے (اور) زیادہ سستی ہوجائیگی

در شکر غلطید اے حلوائیاں — ہمچو طوطی کوریِ صفرائیاں

اے حلوائیو! شکر میں لوٹو — طوطی کی طرح، صفرائی لوگوں کے اندھے پن کے باوجود

نیشکر کو بید کار اینست وبس — جاں برافشانید یار اینست وبس

کماد کھوند و، بس کام یہی ہے — جان چھڑک دو، بس دوست یہی ہے

یک تُرش[4] در شہرِ ما اکنوں نماند — چونکہ شیریں خسرواں را بر نشاند

ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا — چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیئے ہیں

---

[1] گوش۔ مولانا سالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ صرف شیخ کے قول پر عمل کر۔ آں افسونہا کیونکہ دوسرے لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں سے شیخ کی بات بدرجہا بہتر ہے۔ خمہای۔ شاہی شرابوں میں مستی شیخ کی باتوں کی مستی سے آتی ہے۔ عاشق۔ جو شخص شیخ سے دور ہوگا اور اُس نے شیخ کی باتوں کی مستی نہ حاصل کی ہوگی وہ شراب کی مستی سے محبت کرسکیگا۔

[2] آبِ شیریں۔ چونکہ یہ شیخ کی باتوں کی مستی سے محروم ہے اس لئے دوسروں کی باتوں پر دھیان دیتاہے۔ خسرو شیریں جاں۔ شیخ کا فیض سینے کو کوہ طور بنا دیتا ہے۔ خسرو۔ شیخ نے صلائے عام دے دی ہے اسی لئے اِس وقت شہر میں قند ارزاں ہے۔ یوسفانِ غیب۔ اِس سے مراد روحانی شیوخ ہیں، حضرت یوسفؑ کی مناسبت سے قند مصری کا ذکر کیا ہے جس سے روحانی اسرار مراد ہیں۔

[3] اشترانِ مصر یعنی روحانی شیوخ۔ درا۔ جرس۔ گھنٹہ۔ حلوائیاں۔ وہ سالک جو اسرار کے طالب ہیں۔ صفرائیاں۔ جس شخص میں خلط صفراء کا غلبہ ہوتا ہے اُس کو شکر اچھی نہیں لگتی اس سے مراد منکرین ہیں۔ نیشکر۔ اس سے مراد روحانی اسرار ہیں۔ آں یعنی شیخ کامل۔ یک ترش۔ اس سے مراد منکر ہے۔ شیریں

یعنی ترش یعنی شیخ کے منکر

نُقل بر نُقل ست و مے بر مے ہلا
آگاہ! نُقل پر نُقل، شراب پر شراب ہے

بر منارہ[1] رو بزن بانگِ صلا
منارہ پر چڑھ جا، بلاوے کا اعلان کر دے

سرکۂ نُہ سالہ شیریں میشود
نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا

سنگِ مرمر لعل و زرّیں میشود
سنگِ مرمر لعل اور سنہرا ہو جائے گا

آفتاب اندر فلک دستک زناں
سورج، آسمان میں دستک دے رہا ہے

ذرّہا چوں عاشقاں بازی کُناں
ذرّے، عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں

چشمہا مخمُور شُد از سبزہ زار
سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں

گُل شگوفہ میکُند بر شاخسار
شاخوں پر، پھول کھل رہے ہیں

چشمِ دولت سحرِ مُطلق میکُند
دولت کی آنکھ، پورا جادو کر رہی ہے

رُوح شُد منصور انا الحق میزند
روح منصور بن گئی ہے انا الحق کا نعرہ لگا رہی ہے

شُد ز یوسف آں زلیخا نوجواں[2]
یوسفؑ کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی

عشرت از سرگیر خوش خوش شاں دماں
خوشی خوشی مسرت سے از سرِ نو عیش منا

آتشے اندر دلِ خود بر فروز
اپنے دل میں آگ روشن کرلے

درِ دفعِ چشمِ بد سپندانے بسوز
نظرِ بد کے دفع کرنے کے لئے کالا دانہ جلا

تو بحالِ خویشتن میباش شاد
تو اپنے حال پر خوش رہ

تا بیابی در جہانِ جاں مُراد
تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کرے

گر خرے را می بُرد روبہ ز سر
اگر لومڑی گدھے کا سر کاٹ دیتی ہے

گو بُبر تو خر مباش و غم مخور
کہہ دے کاٹ دے، تو گدھا بن اور غم نہ کھا

حکایتِ آں شخص[3] کہ از ترس خویشتن را در خانہ انداخت

اُس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جا ڈالا

رُخہا زرد کردہ چوں زعفران و لبہا کبود چوں نیل و دست
رُخساروں کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے، اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے، ہاتھ درخت

لرزاں چوں برگِ درخت، خداوندِ خانہ پُرسید کہ خیرست
کے پتّوں کی طرح کپکپاتے ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے

و چہ واقعہ است گفت از بیروں خر می گیرند بسُخرہ گفت
اور کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا، باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اُس نے کہا

---

[1] منارہ۔ بلند جگہ پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا ہے۔ سرکہ یعنی بگڑنے بدکار۔ آفتاب۔ یعنی شیخ کامل۔ ذرّہا۔ یعنی مُعتقدین۔ چشمہا۔ اب سالکوں کی نگاہیں مخمور ہیں۔ منصور۔ حلاجؒ نے فنا کے بعد بقا باللہ حاصل کرکے انا الحق کا نعرہ لگا دیا تھا۔

[2] نوجوان۔ مشہور ہے کہ زلیخا حضرت یوسفؑ کی دُعا سے نوجوان بن گئی تھی مُراد یہ ہے کہ روح کی کمزوری کے بعد اُس کو نوجوانی حاصل ہو گئی۔ سپند۔ مشہور ہے کہ کالا دانہ کی دھونی سے نظرِ بد زائل ہو جاتی ہے۔ تو بحال۔ یہ احوال جو ذکر کئے گئے ہیں خود تیرے ہیں تو اُن سے خوش رہ تاکہ دنیا اصل مُراد حاصل کرے۔ گر خرے۔ اگر لومڑی گدھے کو ہلاک کر رہی ہے کرنے دے تو گدھا نہ بن اور پھر بے فکر زندہ رہ۔

[3] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ اگر انسان انسان بن جائے تو پھر گدھا پکڑنے والے سے اُسے کوئی خطرہ نہیں جب تک انسان گدھا ہے وہ فریب کھاتا ہے۔

تو خرے نیستی چہ میترسی گفت بجدّ می گیرند و تمیز برخاستاست

تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اس نے کہا کوشش کرکے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اٹھ گئی ہے

امروز ترسم کہ مرا خر گیرند

اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آں[1] یکے از ترس در خانہ گریخت — زرد رُو و لب کبود و رنگ ریخت

ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا — چہرہ زرد، ہونٹ نیلے، رنگ فق

صاحب خانہ بگفتش خیر ہست — کہ ہمی لرزد ترا چوں بید دست

گھر کے مالک نے اُس سے کہا خیر ہے! — کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے

واقعہ چونست چوں بگریختی — رنگِ رخسارہ چنیں بد چوں ریختی

کیا واقعہ ہے، تو کیوں بھاگا؟ — رخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا!

گفت بہرِ سخرہ شاہِ حروں — خر ہمی گیرند امروز از بروں

اس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لئے — آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں

گفت[2] میگیرند خر اے جانِ عم — چوں نہ خر رو ترا زیں چیست غم

اس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں — جبکہ تو گدھا نہیں ہے، جا تجھے اس سے کیا غم ہے؟

گفت بس جدّند و گرم اندر گرفت — گر خرم گیرند ہم نبود شگفت

اس نے کہا وہ پکڑنے میں بہت سخت اور سرگرم ہیں — اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

بہرِ خر گیری برآوردند دست — جدِّ جدِّ تمیز ہم برخاستہ است

گدھے پکڑنے میں اُنھوں نے ہاتھ نکالے ہیں — بہت کوشش میں تمیز بھی اٹھ گئی ہے

چونکہ بے تمیزیاں ماں سرورند — صاحبِ خر را بجائے خر برند

چونکہ بے تمیز لوگ ہمارے سردار ہیں — گدھے کی بجائے، گدھے والے کو پکڑلے جائیںگے

نیست[3] شاہِ شہرِ ما بیہودہ گیر — ہست تمیزش سمیع ست و بصیر

ہمارے شہر کا بادشاہ خواہ مخواہ پکڑ لینے والا نہیں ہے — اُسکو تمیز ہے، (وہ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے

آدمی باش و ز خر گیراں مترس — خر نہ اے عیسیِ دوراں مترس

تو آدمی بن جا، اور گدھا پکڑ لینے والوں سے نہ ڈر — تو گدھا نہیں ہے، اے (اپنے) دور کے عیسیٰ تو نہ ڈر

چرخِ چارم ہم ز نورِ تو پرُ ست — حاش للہ کہ مقامت آخُر ست

چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پر فرحہ ہے — خدا بچائے کہ تیرا مقام اصطبل ہو

[1] آں یکے۔ شہر میں گدھے بیگار میں پکڑے جا رہے تھے ایک شخص ڈر کر ایک گھر میں گھس گیا۔ بید۔ بید کے درخت کی نرم شاخوں کی لچک مشہور ہے۔ سخرہ۔ بیگار۔ حروں۔ سرکش، ظالم۔

[2] گفت۔ صاحب خانہ نے کہا تو گدھا نہیں ہے تو کیوں ڈرتا ہے۔ جدّ جدّ۔۔۔ کوشش کی انتہا نے ان کے لئے گدھے اور غیر گدھے کی تمیز ختم کر دی ہے چونکہ جب بے تمیز سردار بنا گئیں تو گدھے کی بجائے یہ لوگ گدھے والے کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔

[3] نیست۔ اس شعر کا تعلق اس حکایت کی سرخی کے پہلے شعر یعنی چوں ز خرو سے ہے۔ آدمی۔ انسان بن جا۔ عیسیٰ: انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیے خر عیسیٰ نہ ہونا چاہیے۔ چرخ چارم۔ جبکہ انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیے۔ تو جیسا کہ حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ہیں اسی طرح انسانِ کامل کا مقام بھی چوتھا آسمان ہے۔

تو ز چرخ و اختراں ہم برتری
تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے
گرچہ[1] بہرِ مصلحت در آخری
اگرچہ مصلحتاً تو اصطبل میں ہے

میرِ آخُر گرچہ در آخُر بُوَد
اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے
ہر کہ اُورا خر بگوید خر بُوَد
جو اُس کو گدھا کہے، وہ گدھا ہے

میرِ آخُر دیگر و خر دیگر ست
داروغۂ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری چیز ہے
نے ہر آنکو اندر آخُر شد خر ست
یہ نہیں ہے کہ جو اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے

چہ در اُفتادیم در دُنبالِ خر
ہم گدھے کے پیچھے کیا پڑ گئے
از[2] گلستاں گوئے وز گلہائے تر
چمن اور تر پھولوں کی بات کر

از انار و از تُرنج و شاخِ سیب
انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی
وز شراب و شاہدانِ بے حَسیب
اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی

یا ازاں دریا کہ موجش گوہر ست
یا اُس دریا کی، جس کی موج موتی ہے
گوہرش گویندہ و بینا ورست
اُس کا موتی گویا اور بینا ہے

یا ازاں مُرغاں کہ گلچیں میکنند
یا اُن پرندوں کی، جو پھول چگتے ہیں
بَیضہا زریں و سیمیں می کُنند
سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں

یا ازاں بازاں کہ کبکاں پرورند
یا اُن بازوں کی جو چکوریں پالتے ہیں
ہم نِگوں اِشکم ہم اِستاں میپرند
پیٹ کے بل بھی اور چت بھی اُڑتے ہیں

نردبانہائیست پنہاں درجہاں
دنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں
پایہ پایہ تا عنانِ آسماں
درجہ بدرجہ، آسمان کی بلندی تک

ہر گروہ را نردبانے دیگر ست
ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے
ہر روِش را آسمانے دیگر ست
ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے

ہر[3] یکے از حالِ دیگر بے خبر
ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے
مُلک با پہنا و بے پایان و سَر
مُلک وسیع ہے اور بے ابتدا اور بے انتہا ہے

ایں ازاں حیراں کہ اُو از چیست خوش
یہ اُنکے بارے میں حیران کہ وہ کس چیز سے خوش ہے؟
واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش
وہ اِنکے بارے میں حیران ہے کہ اُنکی حیرت کس وجہ سے ہے؟

صحنِ ارضُ اللہ واسع آمدہ
اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے
ہر درختے از زمینے سر زدہ
ہر درخت ایک زمین سے اُگا ہے

[1] گرچہ۔ ہدایت دینے اور پانے کے لئے انسان کو دنیا میں بھیجدیا گیا ہے۔ میرآخرُ اصطبل میں ہونے سے گدھا ہونا ضروری نہیں ہے داروغہ اصطبل، اصطبل میں ہے لیکن گدھا نہیں ہے۔۔۔۔ اسی طرح اہل اللہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا دار نہیں ہیں۔ چہ۔ مولانا کا اپنے آپ کو خطاب ہے کہ گدھے کے قصہ کو چھوڑ کر عالم آخرت کی بات کر۔

[2] از گلستاں۔ یہ سب جنت کی چیزیں ہیں۔ دریا۔ اس سے مراد ذاتِ حق ہے۔ مرغان۔ یعنی اولیاء اللہ۔۔۔۔ بازاں۔ یعنی ملائکہ۔ کبکاں۔ یعنی نفوسِ قدسیہ۔ نردبانہا۔ یعنی عروج کے مختلف راستے ہیں مشہور ہے کہ اللہ تعالٰے کی جانب جانیوالے راستے انسانوں کے سانسوں کی تعداد کی بقدر ہیں۔ فتان۔ فضا جو نظر آتی ہے۔ روش یعنی سلوک۔

[3] ہر یکے۔ ہر سالک پر جو تجلی ہے دوسرا اُس سے بیخبر ہے حتیٰ کہ بسا اوقات مرید پر جو تجلی ہوتی ہے شیخ اُس سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایں۔ ہر سالک چونکہ دوسرے سالک کی تجلی سے بے خبر ہے اسلئے وہ دوسرے پر حیران ہوتا ہے۔ صحن۔ قرب الٰہی استعداد وسیع ہے کہ اُسمیں طرح طرح کے عارف اُگ گئے ہیں۔

بر درختاں[1] شکر گویاں برگ و شاخ — کہ زہے مُلک و زہے عرصہ فراخ

درختوں پر پتے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں — کہ عجب مُلک ہے اور عجب وسیع میدان ہے

بُلبلاں گردِ شگوفہ پُر گرہ — کہ ازاں چہ میخوری مارا بدہ

بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف کہتی ہیں — کہ اُس میں سے کیا کھا رہا ہے؟ ہمیں دے

ایں سخن پایاں ندارد کُن رجوع — سُوئے آں رُوباہ و شیر و سقم و جُوع

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، واپسی کر — اُس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

بُردنِ[2] روباہ آں خر را پیشِ شیر و جستنِ خر از شیر و عتاب کردنِ روباہ با شیر کہ ہنوز خر دور بود کہ تعجیل کردی و عذر گفتنِ شیر و لابہ کردنِ شیر روباہ را کہ بروبارِ دیگرش بفریب

لومڑی کا اُس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا، کہ تو نے جلدی کردی اور شیر کا معذرت کرنا اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اُس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسُوئے مرج بُرد — تا کُند شیرش بحملہ خرد مُرد

لومڑی جب اُس کو چراگاہ کی جانب لے گئی — تاکہ شیر حملے سے اُس کو خورد بُرد کردے

دور بُود از شیر و آں شیر از نبرد — تا بہ نزدیک آمدن صبرے نکرد

وہ شیر سے دُور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے — اُس کے نزدیک آجانے تک صبر نہ کیا

گنبدی[3] کرد از بلندی شیرِ ہول — خود نبودش قوّت و امکانِ حَول

ہولناک شیر نے اونچائی سے چھلانگ لگائی — اُس میں خود، قوّت اور طاقت کا اِمکان نہ تھا

خر ز دورش دید و برگشت و گریخت — تا بزیرِ کوہ تازاں نعل ریخت

گدھے نے اُس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور بھاگ گیا — پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا

گفت روبہ شیر را اے شاہِ ما — چوں نکردی صبر در وقتِ وغا

لومڑی نے شیر سے کہا، اے ہمارے بادشاہ! — تو نے معرکے کے وقت صبر کیوں نہ کیا؟

تا بہ نزدیکِ تو آید آں غوی — تا بہ اندک حملۂ غالب شوی

تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آجاتا — تاکہ تو تھوڑے سے حملے سے غالب ہوجاتا

مکرِ شیطان ست تعجیل و شتاب — لُطفِ رحمان ست صبر و احتساب

عجلت اور جلد بازی شیطان کا مکر ہے — صبر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا خدا کی مہربانی ہے

---

[1] بر درختاں۔ ہر درخت کی شاخ و برگ خدا کی تسبیح میں معروف ہے۔ بُلبلاں۔ یعنی پکّے عاشق۔ ایں سخن۔ یہ عالَمِ غیب کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے۔

[2] بُردن۔ لومڑی گدھے کو بہکا کر شیر کے پاس لے گئی، گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر نے ناکام حملہ کردیا اور گدھا بھاگ گیا شیر نے لومڑی کی خوشامد کی کہ دوبارہ گدھے کو لا۔ مرج۔ چراگاہ۔ دور۔ گدھا ابھی شیر سے دور تھا شیر نے حملہ کردیا۔

[3] گنبدی کردن۔ چھلانگ بھرنا۔ حول۔ طاقت۔ نعل ریختن۔ تیز دوڑنا۔ وغا۔ جنگ۔ غوی۔ گمراہ یعنی گدھا۔ مکر شیطان۔ حدیث شریف ہے جلد بازی شیطانی ہے اور آہستگی خدا کی جانب سے ہے۔

دُور بُود و حملہ را دید و گریخت — ضعفِ تو ظاہر شُد و آبِ تو ریخت[1]

وہ دُور تھا اور حملہ دیکھا اور بھاگ گیا — تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو ریزی ہو گئی

گفت من پنداشتم بر جاست زور — خود بُدم زیں ضعف خود نادان و کور

اُس نے کہا، میں سمجھا طاقت بحال ہے — اپنی اِس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا

لیک گفتم زورِ من بر جا بُود — نے کہ در من ضعفِ دست و پا بُود

لیکن میں نے کہا، میری طاقت بحال ہو گی — نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہو گی

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت — صبر و عقلم از تجوّع یاوہ گشت

لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گذر گئی — بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہو گئی

گر توانی بارِ دیگر از خرد — باز آوردن مر او را می سزد

اگر تو عقلمندی سے دوبارہ — اُس کو پھر لا سکے تو مناسب ہے

مِنّتِ بسیار دارم از تو مَن — جہد کُن باشد بیاریش بفن

مجھ پر تیرا بہت احسان ہے — کوشش کر شاید مکر سے تو اُس کو دوبارہ لے آئے

گر خدا[2] روزی کُند آں خر مرا — بعد ازاں بس صید ہا بخشم ترا

اگر اللہ تعالےٰ اُس گدھے کو میری روزی بنا دیگا — اُس کے بعد تجھے بہت شکار بخشوں گا

گفت آرے گر خدا یاری دہد — بر دلِ اُو از عمی مُہرے نہد

اُس نے کہا، ہاں اگر خدا مدد کرے گا — اُس کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگا دے گا

پس[3] فراموشش شود ہولے کہ دید — از خری اُو نباشد ایں بعید

تو وہ اُس خوف کو بھول جائیگا جو اُس نے دیکھا — اُس کے گدھے پن سے یہ بعید نہیں ہے

لیک چوں آرم من اُو را بر متاز — تا بباد شش ندہی از تعجیل باز

لیکن جب میں اُس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا — تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اُسکو برباد نہ کر دے

گفت آرے تجربہ کردم کہ مَن — سخت رنجورم مخلخل گشتہ تن

اُس نے کہا، ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں — سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہو گیا ہے

تا بہ نزدیکم نیاید خر تمام — مَن نہ جُنبم خفتہ باشم بر قوام

جب تک گدھا بالکل میرے پاس نہ آجائیگا — میں حرکت نہ کرونگا سوتا ہونگا طریقہ کے مطابق

رفت رُوبہ گفت اے شہ ہمتے — تا بپوشد عقلِ اُو را غفلتے

لومڑی روانہ ہوئی، بولی اے شاہ — تاکہ غفلت اُس کی عقل کو چھپا دے

[1] آب ریختن۔ بے آبرو ہونا۔ گفت۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ میری قوت بحال ہے اور میں اپنی کمزوری سے ناواقف تھا۔ لیک۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ مجھ میں قوت ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور نہیں ہیں۔ نیز۔ دوسری وجہ جلد حملہ کی یہ بھی ہوئی کہ بھوک بہت لگ رہی تھی اور بھوک میں عقل گم ہو گئی تھی۔ گر توانی۔ تیری عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ تو اُس کو دوبارہ لے آ۔ منّت۔ تیرا مجھ پر بہت احسان ہے مزید کرم ہوگا کہ دوبارہ لے آئے۔

[2] گر خدا۔ اگر خدا نے مجھے گدھے کی روزی دے دی تو میں کھا کر قوی ہو جاؤں گا پھر بہت شکار کر کے تجھے کھلایا کروں گا۔ گفت۔ لومڑی نے کہا اگر خدا کی مدد شاملِ حال رہی تو پھر گدھے کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگ جائے گی۔

[3] پس۔ پہلے حملہ کا خوف وہ بھول جائیگا۔ لیک۔ لیکن اگر اِس بار میں اُس کو لے آؤں تو جلدی کر کے اُسکو برباد نہ کر دینا۔ مخلخل۔ ڈھیلا۔ تا بہ نزدیکم۔ شیر نے کہا اِس بار جب وہ قریب آجائیگا تو حملہ کرونگا ورنہ قاعدہ کے مطابق سوتا رہونگا۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔

توبہا کردست خر با کردگار — کہ نگردم غرۂ ہر نابکار[۱]

گدھے نے خدا سے بہت توبہ کر لی (ہو گی) — کہ میں ہر نالائق کے دھوکے میں نہ آؤں

عقلِ خر بازیچۂ دستانِ ماست — فکرتش کبادۂ طفلانِ ماست

گدھے کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے — اس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

توبہایش را بِفن برہم زنیم — ما عدوئے عقل و عہدِ روشنیم

ہم مکر سے اس کی توبہ کو توڑ دیں گے — ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں

گلۂ خر گوئے فرزندانِ ماست — فکرتش بازیچۂ دستانِ ماست

گدھوں کا گلہ ہماری اولاد کی گیند ہے — اس کی سمجھ ہمارے مکر کا کھلونا ہے

عقل کاں باشد ز دورانِ زحل — پیشِ عقلِ کُل ندارد آں محل

وہ عقل جو زحل کی رفتار سے (پیدا) ہو — عقلِ کُل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

از عطارد و از زحل دانا شد او — ما ز دادِ کردگارِ لطف خو

وہ عطارد اور زحل سے عقلمند بنا ہے — ہم مہربان خدا کی عنایت سے

عَلَّمَ الْاِنْسَاں خمِ طغرائے ماست[۲] — عِلمُہٗ عِندَ اللّٰہ مقصد ہائے ماست

"عَلَّمَ الْاِنْسَانَ" ہمارے طغرا کا دائرہ ہے — اللہ کا علم ہمارے مقاصد ہیں

تربیہ آں آفتابِ روشنیم — رَبِّیَ الْاَعْلٰی ازاں رو می زنیم

ہم اس روشن سورج کی تربیت ہیں — اسی لئے ہم رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا نعرہ لگاتے ہیں

تجربہ گر دارد او با ایں ہمہ — بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ

اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس سب کے ہوتے ہوئے — سینکڑوں تجربے اس مکر سے ٹوٹ جائیں گے

بو کہ توبہ بشکند آں سست خو — در رسد شومیِ اشکستن درو

ہو سکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے — (توبہ) توڑنے کی بدبختی اس میں اثر کرے

در بیانِ آنکہ نقضِ عہد و توبہ موجبِ بلا بود بلکہ موجبِ مسخ[۳] ست چنانکہ در حقِ اصحابِ سبت و اصحابِ مائدۂ عیسٰی

اس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا سبب ہے، چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دسترخوان والوں کے

اور توبہ کو توڑنے سے بدبختی آتی ہے پہلی قومیں تو عہد شکنی کی وجہ سے سؤر اور بندر بنائی گئیں آنحضورؐ کی اُمت میں یہ صوری مسخ تو نہیں ہے لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی دل سؤر اور بندر بن جاتا ہے اور قیامت میں یہ انسان اُس دل کی صورت اختیار کرے گا۔

[۱] نابکار۔ نالائق۔ بازیچہ۔ کھلونا۔ دستاں۔ مکر۔ کبادہ۔ بچوں کے کھیلنے کی نرم کمان۔ توبہایش۔ لومڑی نے کہا ہم اس کی توبہ کو توڑ دیں گے۔ گلۂ خر۔ گدھے ہمارے بچوں کا کھلونا ہیں اور ان کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یہی حال شیطان اور عوام کا ہے۔ زحل۔ زحل ستارے کی تاثیر سے بچہ کی عقل میں ذہانت پیدا ہوتی ہے لیکن زحل کی عطا کردہ عقل، عقلِ کل کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ از عطارد۔ عوام کی عقول عطارد اور زحل ستاروں کی تاثیر سے ہیں شیطان کی عقل خداداد ہے۔

[۲] عَلَّمَ الْاِنْسَان۔ ان اشعار میں مولانا نے لومڑی کی زبان سے عقلِ کامل کے صفات بیان فرمائے ہیں قرآن پاک میں ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں مذکور ہے قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ آپ کہہ دیجیے علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ تربیہ۔ عقلِ کامل کو اللہ کی تربیت حاصل ہوتی ہے اس لئے وہ خداوندِ قدوس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ تجربہ۔ لومڑی نے کہا بوکہ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گدھا اپنی توبہ توڑ ڈالے اور توبہ شکنی کی بدبختی میں مبتلا ہو جائے۔

[۳] دربیان۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اللہ کے عہد

علیہ السلام کہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر و اندریں
بارے میں ہے اور کر دیا اُن میں سے بندر اور سُوّر اور اِس اُمت میں

اُمت مسخ دل باشد نعوذ باللہ من ذلک و روزِ قیامت
دل مسخ ہوگا ہم اِس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے

تن را صورتِ دل دہند
دن بدن کو دل کی صورت دے دینگے

نقضِ[1] میثاق و شکستِ توبہا — موجبِ لعنت شود در انتہا
عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا — انجام کار، لعنت کا سبب ہوتا ہے

نقضِ عہد و توبہ اصحاب سبت — موجب مسخ آمد و اہلاک و مقت
سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا — مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا

پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد — چونکہ عہدِ حق شکستند از نبرد
تو خدا نے اُس قوم کو بندر بنا دیا — چونکہ اُنھوں نے ضد سے اللہ کا عہد توڑا

اندریں[2] اُمت نہ بُد مسخِ بدن — لیک مسخِ دل بُود اے ذوالفطن
اِس اُمت میں جسمانی مسخ نہ تھا — لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے

چوں دلِ بوزینہ گردد آں دلش — از دلِ بوزینہ شد خوار آں گلش
جب اُس کا دل، بندر کا دل ہو گیا — اُس کی مٹی، بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی

گر ہنر بودے دلش را از اختیار — خوار کے بودے بصورت آں حمار
اگر اُس کے دل میں کوئی اختیاری ہنر ہوتا — تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟

آں سگِ اصحاب خوش بُد سیرتش — ہیچ بود ش منقصت زاں صورتش
اصحاب (الکہف)، کے کتے کی سیرت اچھی تھی — اُس صورت سے اسکو کوئی نقصان تھا؟

مسخِ[3] ظاہر بُود اہلِ سبت را — تا بہ بیند خلقِ ظاہر کبت را
سبت والوں کا مسخ ظاہری تھا — تاکہ کھلے ہوئے اوندھے منہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے

از رہِ سر صد ہزاران دگر — گشتہ از توبہ شکستن خوک و خر
باطنی طور پر دوسرے لاکھوں — توبہ توڑنے کی وجہ سے سُوّر اور گدھے بنے ہیں

دوم بار آمدنِ روباہ براں خرِ گریختہ تا باز بفریبد شس
بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تاکہ اُس کو پھر فریب دے

---

[1] نقض۔ یہود نے عہد کیا تھا کہ وہ ہفتے کے روز مچھلی کا شکار نہ کھیلا کریں گے لیکن انھوں نے اِس عہد کو توڑا اور جس کے نتیجے میں اُن کو مسخ کر کے بندر اور سوّر بنا دیا گیا۔ سبت۔ ہفتہ کا دن۔ مقت۔ غصہ، عتاب۔ بوزینہ۔ بندر۔ شکستند عہد کے باوجود ہفتے کے روز مچھلی کا شکار کھیلنے لگے۔

[2] اندریں۔ اُمتِ محمدیہ میں صوری مسخ نہ ہوگا باطنی مسخ ہوگا۔ چوں دلِ بوزینہ۔ جب انسان کا دل بندر کا دل بن جائے تو اُس کا جسم بندر کے دل سے بھی بدتر ہے۔ گر ہنر۔ حُسن و خوبی میں صورت سے زیادہ دل معتبر ہے۔ اصحاب۔ اصحاب کہف کے کتے کا دل بھلا تھا صورت کی بُرائی سے اُس پر کوئی عیب نہ آیا۔

[3] مسخ ظاہر۔ جسمانی مسخ میں یہ حکمت ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ از رہ سر۔ باطنی طور پر لاکھوں ممسوخ ہیں جو عہد شکنی کی وجہ سے گدھے اور سوّر بنے ہوئے ہیں۔

پس[1] بیامد زود روبہ سوئے خر — گفت خر از چوں تو یارے الحذر

پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی — گدھے نے کہا، تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے

ناجواں مردا چہ کردم با تو من — کہ مرا با شیر کردی پنجہ زن

اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ — کہ تو نے مجھے شیر سے بھڑا دیا

ناجواں مردا چہ کردم من ترا — کہ بہ پیشِ اژدہا بردی مرا

اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ — کہ تو مجھے اژدہے کے سامنے لے گئی

موجبِ[2] کینِ تو با جانم چہ بود — غیر خبثِ جوہرِ تو اے عنود

میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟ — اے سرکش! سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے

ہمچو کژدم کو گزد پائے فتے — نارسیدہ از وے اورا آفتے

بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے — بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اس کو اس سے پہنچے

یا چو دیوے کو عدوئے جانِ ماست — نارسیدہ زحمتش از ما و کاست

یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے — ہماری جانب سے اس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر

بلکہ طبعاً خصمِ جانِ آدمی ست — از ہلاکِ آدمی در خرمی ست

بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے — آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے

از پئے ہر آدمی او نگسلد — خود طبعِ زشتِ خود را کے ہلد

وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے — وہ اپنی بری عادت کب چھوڑتا ہے؟

زانکہ[3] خبثِ ذاتِ او بے موجبے — ہست سوئے ظلم و عدواں جاذبے

کیونکہ اس کی ذاتی خباثت، بغیر کسی سبب کے — ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے

ہر زماں خواند ترا تا خرگہے — کہ دراندازد ترا اندر چہے

وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بلاتا ہے — کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے

کہ فلاں جا حوض آب ست و عیوں — تا دراندازت بحوضت سرنگوں

کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں — تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرادے

آدمی را با ہزاراں کرّ و فر — اندر افگند آں لعیں در شور و شر

آدمی کو باوجود ہزاروں شان و شوکت کے — اس ملعون نے شور و شر میں ڈال رکھا ہے

آدمی را باہمہ وحی و نذیر — اندر افگند آں لعیں بر دستِ بیر

باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈراوے کے آدمی کو — وہ ملعون کنویں پر لے گیا (اور) اندر گرادیا

---

[1] پس بیامد۔ جب لومڑی دوبارہ گدھے کے پاس آئی تو اس نے اس سے پناہ مانگی۔ ناجواں۔ گدھے نے لومڑی کو کہا اے بزدل میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تو نے مجھے شیر کے بالمقابل جا کھڑا کیا۔ اژدہا۔ یعنی شیر۔

[2] موجب۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو میری جان کی دشمن محض باطنی خباثت کی وجہ سے بنی۔ کژدم۔ بچھو بغیر کسی وجہ کے محض بدطینتی کی وجہ سے ڈنک مارتا ہے۔ یا چو دیوے۔ شیطان بھی انسان کو بغیر کسی وجہ کے ہلاک کرتا ہے۔ بلکہ۔ شیطان کو انسان سے طبعی خصومت ہے اسی لئے وہ ہر آدمی کے درپے ہے۔

[3] زانکہ۔ شیطان کی ذاتی عداوت بغیر کسی وجہ کے اس کو انسان پر ظلم کرنے کو آمادہ کرتی ہے۔ ہر زماں۔ انسان کو خوش کن جگہ کی طرف بلا کر کنویں میں دھکا دیدیتا ہے۔ کہ فلاں۔ لاکھ دلا کر تباہ کردیتا ہے۔ آدمی۔ خاندار آدمی کو بھی شور و شر میں مبتلا کردیتا ہے۔

بیگنا[1] ہے بیگزندِ سابقے / کے رسید اُو را ز آدم ناحقے
بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے / کب اُس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟

کے رسید اُو را ز مردم زشتیے / کو دمادم آرد از غم پشتیے
انسان سے اُس کو بُرائی کب پہنچی ہے؟ / کہ وہ بروقت غم کے پشتے لگاتا ہے

گفت روبہ آں طلسمِ سحر بود / کہ ترا در چشم چوں شیرے نمود
لومڑی نے کہا، وہ جادو کا طلسم تھا / جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا

ورنہ[2] من از تو بتن مسکیں ترم / کہ شب و روز اندر آنجا میچرم
ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں / لیکن دن رات اُس جگہ چرتی ہوں

گر نہ زاں گونہ طلسمے ساختے / ہر شکم خوارے بدانجا تاختے
اگر اُس جگہ ایسا طلسم نہ بناتا / ہر پیٹو، وہاں دوڑ جاتا

یک جہاں بینوا چوں پیل و ارج / بے طلسمے کے بماند سبز مرج
ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے، / بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟

من ترا خود خواستم گفتن بدرس / کہ چناں ہولے اگر بینی مترس
میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی / کہ اگر تو اس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا

لیک رفت از یادِ علم آموزیت / کہ بُدم مستغرقِ دل سوزیت
لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی / کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی

دیدمت در جوعِ[3] کلب و بینوا / می شتابیدم کہ آئی تا دوا
میں نے تجھے جوع الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا / میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آجائے

ورنہ با تو گفتمے شرحِ طلسم / کاں خیالے می نماید نیست جسم
ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی / کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے، جسم نہیں ہے

شد فراموش آنکہ گویم مر ترا / حلِ آں مشکل مہیبِ دل ربا
میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں / اُس خوفناک دل کو اُڑانے والی مشکل کا حل

جواب گفتن خر روباہ را
گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رو رو ہیں ز پیشم اے عدو / تا نہ بینم روئے تو اے زشت رو
اُس نے کہا اے دشمن میرے سامنے سے دور ہو / اے بدصورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں

---

[1] بیگنا ہے. بگناہ ہے. انسان کی کوئی خطا نہیں نہ انسان نے شیطان کا کچھ بگاڑا ہے۔ گفت. لومڑی نے گدھے سے کہا تجھے جو شیر نظر آیا وہ کوئی حقیقتاً شیر نہ تھا بلکہ ایک طلسم تھا طلسم، وہ موہوم خیال جو عجیب شکل میں نظر آنے لگے، وہ ہیبتناک تصویر جو کسی دفینہ وغیرہ پر بنا دی جاتی ہے۔

[2] ورنہ. اگر حقیقی شیر ہوتا تو میں جو تجھ سے بھی کمزور جسم کی ہوں وہاں کیسے بچ سکتی تھی. گر نہ. طلسم بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ہر پیٹو وہاں نہ پہنچ سکے. یک جہاں. بیل اور گینڈے بھوکے پھرتے ہیں اگر طلسم نہ ہوتا تو وہ چراگاہ کو کھا جاتے. ارج. گینڈا. من ترا. میں تجھے پہلے ہی اس طلسم کی حقیقت بتانا چاہتی تھی لیکن میں بھول گئی. کہ بدم. چونکہ میں تیرے غم میں تھی اس لئے طلسم کی حقیقت بتانا بھول گئی۔

[3] جوعِ کلب. جوع البقر وہ بیماری جس میں ہر وقت بھوک لگی رہتی ہے. دوا یعنی غذا کہاں. میں بتا دیتی کہ وہ طلسم خیالی چیز ہے کوئی حقیقی شیر نہیں ہے مشکل. یعنی وہی شیر. گفت. گدھے نے لومڑی سے کہا میں تیری بری صورت دیکھنا نہیں چاہتا میرے سامنے سے چل جا تجھے خدا نے بدبخت بنایا ہے اور تیرے چہرے کو بھی بے شرم اور سخت بنایا ہے۔

آں خدائے کہ تُرا بدبخت کرد
جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے

رُوئ زشتت را وقیح وسخت کرد
تیری بھدّی صورت کو بےشرم اور سخت بنایا ہے

باکدامیں رُوی می آئی بمن
تو کس منہ سے میرے سامنے آرہی ہے

ایں چنیں سغری ندارد کرگدن
ایسی بےحیائی گینڈا (بھی) نہیں رکھتا ہے

رُفتۂ در خون و جانم آشکار
تو کھلم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی

کہ ترا من رہبرم تا مرغزار
کہ میں تیری جنگل کے لئے رہبر ہوں

تا بدیدم رُوی عزرائیل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا منہ دیکھ لیا

باز آوردی فن وتسویل را
تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے

گرچہ من ننگِ خرانم یا خرم
اگرچہ میں گدھوں کے لئے موجب شرم یا گدھا ہوں

جانورم جاندارم ایں را کے خرم
میں جانور ہوں میں جاندار ہوں اسکو میں کب پسند کرتا ہوں

آنچہ من دیدم زہولِ بے اماں
جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے

طِفل دیدے پیر گشتے در زماں
(اگر) بچہ دیکھ لے تو فوراً بوڑھا ہو جائے

بیدل[2] وجاں از نہیبِ آں شکوہ
اس خوف کے ڈر سے بےدل اور بےجان ہوکر

سرنگوں خود را در افگندم زکوہ
میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرا لیا

بستہ شد پایم در آندم از نہیب
اس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے

چوں بدیدم آں عذابِ عجیب
جب میں نے کھلم کھلا وہ عذاب دیکھا

عہد کردم با خدا کاے ذوالمنن
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے!

بر گشا زیں بستگی تو پای من
اس قید سے میرے پاؤں کھولدے

تا ننوشم وسوسہ کس بعد ازیں
اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا

عہد کردم نذر کردم اے مُعیں
اے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے منت مان لی

حق[3] گشادہ کرد آندم پای من
اللہ (تعالیٰ) نے اس وقت میرے پاؤں کھولدیئے

زاں دعا وزاری وہیہائے من
میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے

ورنہ اندر من رسیدے شیر نر
ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آپڑا تھا

چوں بُدے در زیرِ پنجہ شیر خر
گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟

باز بفرستادت آں شیرِ عریں
اس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے

سُوی من از مکر اے بئس القریں
مکر سے میری جانب اے بُرے ساتھی!

[1] سغری۔ سخت روئی، بےحیائی۔ کرگدن۔ گینڈا۔ رفتۂ۔ تو میرے خون اور جان کے درپے تھی۔ تا بدیدم۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو نے ملک الموت کے سامنے لے جا کھڑا کیا۔ تسویل۔ حیلہ سازی۔ کے خرم۔ اگرچہ میں جانور اور گدھا ہوں لیکن ہلاک ہونا کیسے پسند کر سکتا ہوں۔ طفل۔ مصائب سے بچہ بوڑھا بن جاتا ہے۔

[2] بیدل۔ اس شیر کے خوف سے میں نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے اوندھا گرا دیا۔ بستہ۔ اس خوف سے میرے پاؤں کام نہ دیتے تھے۔ عہد کردم۔ اس وقت میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میرے پاؤں کھولدے تو میں پھر کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا۔

[3] حق گشادہ۔ اس عہد اور دعا کی برکت سے میرے پاؤں کھل گئے اور میں بھاگا ورنہ شیر دبوچ لیتا اور پھر ظاہر ہے شیر کے پنجہ میں میرا کیا حال ہوتا۔ باز۔ اب مکر کرنے کے لئے شیر نے تجھے دوبارہ بھیجا ہے۔ عریں۔ شیر کی جھاڑی۔ بئس القریں۔ برا ساتھی۔

حقِّ ذاتِ پاکِ اللہ الصّمد
اللہ پاک بے نیاز کی قسم

کہ بُود بہ مارِ بد از یارِ بد[۱]
کہ بُرے ساتھی سے بُرا سانپ بہتر ہوتا ہے

مارِ بد جانے ستاند اے سلیم
اے بیوقوف! بُرا سانپ جان لے لیتا ہے

یارِ بد آرد سُوئے نارِ جحیم
بُرا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے

از قرینِ بیقول و گفتِ گوئے اُو
ساتھی سے اُس کی گفتگو اور بات کے بغیر

خُو بدزدد دل نہاں از خُوئے اُو
دل خفیہ طور پر عادت اُس کی عادت سے چُرا لیتا ہے

چونکہ اُو افگند بر تو سایہ را
جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے

دُزد دآں بے مایہ از تو مایہ را
وہ بے مایہ تیرا سرمایہ چُرا لیتا ہے

عقلِ تو گر اژدہائے گشت مست
تیری عقل اگر مست اژدہا ہے

یارِ بد اُو را زمرّد داں کہ ہست
بُرے دوست کو اُس کا زمرّد سمجھ

دیدۂ عقلت بدُو بیروں جہد
اُس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑیں گی

طعنِ اُو اندر کفِ طاعوں نہد
اُس کا نیزہ مارنا تجھے طاعون کے ہاتھ میں دھر دیگا

در جہاں[۲] نبُود بتر از یارِ بد
دنیا میں بُرے دوست سے بدتر کوئی نہیں ہے

ویں مرا عین الیقیں گشتست خُود
یہ میرے لئے خود آنکھوں دیکھی یقینی بات ہو گئی ہے

جوابِ گفتن روباہ خر را
لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صافِ ما را دُرد نیست
لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی تلچھٹ نہیں ہے

لیک تخیلاتِ وہمی خُرد نیست
لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں

ایں ہمہ وہم تواست اے سادہ دل
اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے

ورنہ بر تو نے غشی دارم نہ غل
ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ

از خیالِ[۳] زشتِ خود منگر بمن
اپنے بُرے خیال سے مجھے نہ دیکھ

بر محبّاں از چہ داری سُوئے ظن
دوستوں پر تو کیوں بدظنی کرتا ہے!

ظنِّ نیکو بر برا خوانِ صفا
مخلصوں پر نیک گمان کر

گرچہ آید ظاہراً ازیشاں جفا
اگرچہ بظاہر اُن سے ظلم سرزد ہو

ایں خیال و وہمِ بد چوں شد پدید
جب یہ بُرے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں

صد ہزاراں یار را از ہم برید
لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے

---

۱ کہ بُود۔ شریر ساتھی سے شریر سانپ بھلا سانپ تو محض مار ڈالتا ہے لیکن بُرا ساتھی تو جہنّم میں پہنچا دیتا ہے۔ از قریں۔ ساتھی کی خو بو انسان میں مخفی طور پر اثر کر جاتی ہے۔ چونکہ اُو۔ جب بُرے ساتھی کا سایہ پڑتا ہے تو وہ تیرا سارا سرمایہ چُرا لیتا ہے۔ عقل۔ خواہ انسان کتنا ہی عقلمند ہو لیکن بُرے دوست کی صحبت اُس کو اندھا کر دیتی ہے۔

۲ در جہاں۔ دنیا میں بُرے یار سے بُری کوئی چیز نہیں ہے اب تو تیرے مقابلہ کی وجہ سے اس بارے میں مجھے عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے کہا میری شراب میں کوئی تلچھٹ نہیں یعنی میں صاف اور خطا سے بری ہوں لیکن وہم بھی کوئی معمولی چیز نہیں صحیح بات کو غلط دکھا دیتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔

۳ از خیال۔ وہم کی بنیاد پر دوستوں سے بدظنی مناسب نہیں ہے مخلصوں کے بارے میں بہتر خیال رکھنا چاہیے خواہ اُن سے بظاہر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے۔ اچھا خیال۔ بدگمانی سے بہت سے دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

مُشفقے کو کرد جور و امتحاں ۱ — عقل باید کہ نباشد بدگماں

جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو — عقل کو چاہیئے کہ بدگمان نہ ہو

خاصہ من بدرگ نبوم زشتِ قسیم — آنکہ دیدی بد نہ بد بُود آں طلسم

خصوصاً میں بُری قسم کی بد فطرت نہیں ہوں — جو تو نے دیکھا، وہ بُرا نہ تھا وہ طلسم تھا

ور بُدے بد آں سگالش قدرا — عفو فرمایند از یاراں خطا

اگر (بالفرض) والتقدیر وہ خیال بُرا تھا — (تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں

عالمِ وہم و خیال و طمع و بیم ۲ — ہست رہرو را یکے سدِّ عظیم

وہم اور خیال اور حرص اور خوف کی دنیا — سالک کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے

نقشہائے ایں خیالِ نقشبند — چوں خلیلے را کہ کُہ بُد شد گزند

اِس نقش بنانے والے خیال کے نقوش — (حضرت ابراہیم) خلیل (اللہ) جیسے کیلئے جو پہاڑ تھے نقصان دہ

گفت ہٰذا ربّی ابراہیم راد — چونکہ اندر عالمِ وہم اُوفتاد

عقلمند (حضرت) ابراہیمؑ نے کہا یہ میرا رب ہے — چونکہ وہ وہم کے عالم میں مبتلا ہو گئے

ذکرِ کوکب را چنیں تاویل گفت — آنکسے کو گوہرِ تاویل سُفت

ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی — اُس ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے

عالمِ وہم و خیالِ چشم بند — آنچناں کُہ را ز جائے خویش کند

وہم کی دنیا اور آنکھوں کو بند کر دینے والا خیال نے — ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا

تا کہ ہٰذا ربّی آمد قالِ او ۳ — خر بط و خر را چہ باشد حالِ او

یہاں تک "یہ میرا خدا ہے" اُن کا قول ہوا — احمق اور گدھے کا کیا حال ہو گا؟

غرق گشتہ عقلہائے چوں جبال — در بحارِ وہم و گردابِ خیال

پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں — وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنوروں میں

عقلِ ثابت تر کہ را وہم ہیں — کہ چہ فرمودست گفتن اے امیں

دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو — کیا کہہ دینے کو کہا، اے امین!

کوہہا را ہست زیں طوفاں فضوح — کو امانے جز کہ در کشتیِ نوحؑ

اِس طوفان سے پہاڑوں کی رسوائیاں ہیں — نوحؑ کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟

کال۔ حدیث شریف میں حضورؐ نے فرمایا میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اس سے وابستہ ہوا وہ نجات پا جائیگا اور ایک حدیث میں اہلِ بیت کی بجائے لفظ سنت ہے۔

۱ مُشفقے۔ دوست آزمائش کیلئے کچھ زیادتی بھی کرتا ہے تو عقلمندی یہی ہے کہ اُس سے بدگمانی نہ کی جائے۔ قدرا۔ ہم نے اس کا تعلق پہلے مصرع سے قرار دے کر بالفرض والتقدیر کے معنی کئے ہیں۔ بعض نسخوں میں "مقدرا" ہے تو اس کا تعلق دوسرے مصرع سے کیا جائے اور یہ معنی کئے جائیں کہ بڑے مقدر کی اس غلطی کو معاف کر دیا جائے۔

۲ عالَم۔ وہم اور خیال راہرو کے لئے مانع بنتے ہیں ان وہمی خیالات سے حضرت ابراہیمؑ کو بھی تکلیف پہنچی اور انھوں نے وہم کی بنیاد پر ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا خدا ہے اور پھر اس غلطی کا احساس کر کے اُس سے رجوع کیا۔ ہٰذا ربّی۔ "یہ میرا خدا ہے" مولانا نے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی بنیاد ان کا وہم قرار دیا دوسرے مفسرین کے نزدیک ان کا یہ قول قوم کو ان کی غلطی کا احساس دلانے کے لئے تھا۔ وہم کی بنیاد پر عقیدہ کا اظہار نہ تھا۔ تاویل۔ دوسرے مصرع میں تاویل سے مفسروں کی تفسیر مراد ہے۔

۳ تا کہ۔ حضرت ابراہیمؑ جو کہ نبی تھے وہم میں مبتلا ہو گئے اور چاند کو اپنا خدا کہہ دیا تو بیوقوف اور گدھا وہم کی بنیاد پر کیا کچھ نہ کہیگا۔ خر بط۔ احمق۔ عقلِ ثابت۔ حضرت ابراہیمؑ کی عقل اپنی جگہ قائم تھی لیکن وہم نے غلطی میں مبتلا کر دیا۔ کشتیِ نوحؑ۔ یعنی مرشد

زیں خیالِ رہزنِ راہِ یقیں
یقین کے راستہ کو ڈاکو کے اس خیال کی وجہ سے

گشت ہفتاد[1] و دو ملّت اہلِ دیں
دیندار، بہتّر فرقے بن گئے

مردِ ایقاں رَستہ از وہم و خیال
صاحبِ یقین وہم اور خیال سے نجات پاتا ہے

مُوئے ابرو را نمی گوید ہلال
وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے

واں کہ را نورِ عُمر نبود سَنَد
جس کا سہارا عمر کا نور نہ ہو

مُوئے ابروئے کجے راہش زند
ابرو کا ٹیڑھا بال اُس کو بھٹکا دیتا ہے

صد ہزاراں کشتیِ با ہول و سہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے

تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم
وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں

کمتریں فرعونِ چُستِ فیلسوف
کم از کم فرعون، چالاک اور فلسفی

ماہِ اُو در برجِ وہمی در خسوف
اُس کا چاند وہم کے برج میں گرہن میں ہے

کس نداند رُوسپی[2] زن کیست آں
کوئی نہیں جانتا وہ رنڈی عورت کون ہے؟

وانکہ داند نیستش بر خود گماں
اور جو جانتا ہے اُس کو اپنے بارے میں گمان نہیں ہوتا

چوں تُرا وہمِ تو دارد خیرہ سَر
جبکہ تیرا وہم، تجھے حیران بنا دیتا ہے

از چہ گردی گردِ وہمِ آں دِگر
تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟

عاجزم من از منیِ خویشتن
میں اپنی خودی سے عاجز ہوں

چہ نشینی پُر منی تو پیشِ مَن
تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھتا ہے؟

از من[3] و ما ہر کہ ایں دَر میزَند
جو خودی اور انانیت کیساتھ اس دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہو

عاشقِ خویش ست بر لا می تنَد
وہ اپنا عاشق ہے، فنا کا چکر کاٹتا ہے

بے من و مائی ہمی جویم بجاں
میں (دل و) جان سے بےخود اور بے انانیت والے کو ڈھونڈتا ہوں

تا شوم من گوئے آں خوش صولجاں
تاکہ میں اُس اچھے بلّے کی گیند بن جاؤں

ہر کہ بے من شد ہمہ مَنہا خود اوست
جو بےخود ہو گیا، تمام خودیاں وہ خود ہے

یارِ جملہ شد چو خود را نیست دوست
وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے

آئینہ بے نقش شُد یابد بہا
وہ بےنقش کا آئینہ بن گیا، قیمت پائے گا

زانکہ شُد حاکیِ جملہ نقشہا
کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

ہر کہ۔ جو شخص خودی فنا کر دے اب اُس میں اپنی خودی نہیں ہے اُس میں مخلوقِ خدا کی خودی ہے اور وہ جملہ خلق اللہ کا دوست ہے۔ آئینہ۔ جب انسان کے دل میں خود اپنا نقش نہیں ہے تو اُس دل کی قدر و قیمت ہے اُس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

[1] ہفتاد و دو۔ امت کے بہتّر فرقے اسی وہم کی بنیاد پر بن جائیں گے حدیث شریف ہے کہ میری امت بہتّر (۷۲) فرقوں میں بٹ جائیگی جن میں سے ایک نجات پائیگا اور وہ وہ فرقہ ہوگا جو میری اور اصحاب کی سنت پر عمل کریگا بقیہ اکہتّر فرقے جہنمی ہونگے مردِ ایقاں پہلے ایک قصہ گزرا ہے جس میں بیان کیا گیا تھا کہ ایک صاحب کی ابرو کا بال مُڑا ہوا تھا اور وہ اُنکی آنکھ کے سامنے آگیا تھا وہ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے تو اُنھوں نے اُس ابرو کے بال کو چاند سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ چاند نظر آ رہا ہے جس کی تصحیح حضرت عمرؓ نے کی اور جب وہ مُڑا ہوا بال ہٹا دیا گیا تو وہ چاند غائب ہو گیا۔ کمتریں۔ دنیا کے اور واقعات سے قطع نظر فرعون ہی کو دیکھو اُسنے وہم کی بنیاد پر کیا دعویٰ کر دیا۔

[2] رُوسپی زن۔ یعنی وہ دیّوث جس کی بیوی زانیہ ہے وہ بیوی کو زانیہ نہیں سمجھتا ہے اور اگر سمجھتا بھی ہے تو اپنے آپ کو دیّوث نہیں سمجھتا یہ بھی سب وہم کی کارفرمائی ہے چونکہ انسان کیلئے اپنے وہم کا علاج بھی مشکل ہے تو دوسرے کے وہم کا کیا علاج کر سکتا ہے۔ عاجزم جبکہ انسان خود خودی میں مبتلا ہو تو دوسرے کی خودی کا علاج نہیں کر سکتا۔

[3] از من۔ جو انسان خودی میں مبتلا ہے وہ تو خود اپنا عاشق ہے اُس کو مقامِ فنا حاصل نہیں ہو سکتا۔ بے من۔ ایسے شیخ کی تلاش کرنی ضروری ہے جو انانیت اور خودی کو فنا کر چکا ہو پھر اُس کی اطاعت ضروری ہو

حکایتِ شیخ محمدؒ سر رزی غزنوی قدس اللہ روحہ العزیز[1]

شیخ محمد سر رزی غزنوی کی حکایت خدا اُن کی معزز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مزی ‏/ بُد محمد نام و کنیت سر رزی

غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ ‏/ نام محمد اور کنیت سر رزی تھی

بُود افطارش سر رز ہر شبے ‏/ ہفت سال اُو دائم اندر مطلبے

ہر شام کو اُن کا افطار انگور کی کونپل تھی ‏/ سات سال وہ ہمیشہ (حصولِ) مقصد میں تھے

بس عجائب دید از شاہِ وجود ‏/ لیک مقصودش جمالِ شاہ بُود

موجودات کے شاہ کے انھوں نے بہت عجائب دیکھے ‏/ لیکن اُن کا مقصد شاہ کا جمال تھا

بر سرِ کُہ رفت آں از خویش سیر[2] ‏/ گفت بنما یا فتادم من بزیر

وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے ‏/ عرض کیا دکھا دے، ورنہ میں نیچے کود دوں گا

گفت نامد نوبتِ آں مکرمت ‏/ ور فرو افتی نمیری نکشمت

فرمایا اُس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے ‏/ اگر تم نیچے گروگے، نہ مروگے میں تمہیں ماروں گا

اُو فرو افگند خود را از وِداد ‏/ در میانِ عُمقِ آبے اُو فتاد

اُنھوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا ‏/ ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے

چوں نمُرد از نکس آنجاں سیر مرد ‏/ از فراقِ مرگ بر خود نوحہ کرد

جب اوندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی ‏/ اپنی موت کے فراق پر رونے لگے

کایں[3] حیات اُو را چو مرگے می نمُود ‏/ کار پیشش باژگونہ گشتہ بُود

کیونکہ یہ زندگی اُن کو موت کی طرح نظر آتی تھی ‏/ معاملہ اُن کے لئے اُلٹا ہو گیا تھا

موت را از غیب می کرد اُو کُدے ‏/ اِنَّ فِی مَوْتِی حَیَاتِی میزدے

موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے ‏/ چونکہ میری موت میں میری زندگی ہے کا نعرہ لگاتے تھے

موت را چوں زندگی قابل شدہ ‏/ با ہلاکِ جانِ خود یک دل شدہ

موت کو زندگی کی طرح قبول کرنے والے بن گئے تھے ‏/ اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے

سیف و خنجر چوں علیؓ ریحانِ اُو ‏/ نرگس و نسریں عدوِ جانِ اُو

حضرت علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر اُن کا ریحان تھا ‏/ نرگس اور نسرین اُن کے جان کے دشمن تھے

---

[1] حکایت۔ چونکہ پہلے ایسے شیخ کی ضرورت کا اظہار کیا تھا جس میں خودی اور انانیت نہ ہو اِس کے مناسب محمد سر رزی غزنوی رح کا ذکر کیا ہے جو اِس صفت کے ساتھ موصوف تھے۔ سر رزی۔ سر رز انگور کی بیل کی کونپل چونکہ یہ روزہ اُسی سے افطار کرتے تھے اسلئے اُن کا لقب سر رزی پڑ گیا تھا۔ غزنوی غزنی کا رہنے والا غزنی اور غزنین بھی شہر ہے جس میں سلطان محمود غزنوی پیدا ہوئے تھے۔ مطلبے۔ یعنی وصول الی اللہ۔ شاہِ وجود۔ اللہ تعالےٰ۔ جمال یعنی اُن کا مقصد عجائب دیکھنا نہ تھا بلکہ دیدارِ خداوندی تھا۔

[2] خویش سیر۔ یعنی اُن کا بغیر دیدارِ خداوندی کے زندگی سے دل بھر گیا تھا اور زندہ رہنا نہ چاہتے تھے۔ گفت۔ دیدارِ جمال کی درخواست پر اُن کو جواب ملا ابھی تمہیں وہ مقام حاصل نہیں ہے جس میں دیدار ہو سکے۔ ور۔ اگر تم پہاڑ سے گرا کر بھی اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کروگے تو تمہیں مرنے نہ دیا جائے گا اور گرنے سے تمہارا بدن شکستہ نہ ہوگا۔ درمیان۔ وہ پہاڑ سے کودے تو پانی میں جا گرے۔ نکس۔ اوندھا۔ از فراق۔ چونکہ اُن کا زندگی سے دل بھر چکا تھا اور اوندھا گرنے سے بھی نہ مرے تو رونے لگے

[3] کایں۔ لوگوں کو زندگی عزیز ہے اُن کے لئے اُلٹی بات ہو گئی اُن کو اپنی موت پیاری تھی۔ موت۔ دو موت

کی تمنا کرتے تھے اسلئے کہ اُن کو یقین تھا کہ موت کے بعد دیدارِ جمال ہو جائے گا۔ یک دل شدہ یعنی وہ مطمئن تھے۔ چوں علیؓ پہلے مولانا بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کے لئے اسباب موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ پیارے تھے۔

بانگ[1] آمد روز صحرا سوئے شہر — بانگِ طرفہ از ورائے سِرّ و جہر

آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جاؤ — عجیب آواز، آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ

گفت اے دانائے رازم مُو بمُو — چہ کنم در شہر از خدمت بگو

عرض کیا، اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے! — شہر میں کیا خدمت کروں؟ فرمایئے

گفت خدمت آنکہ بہرِ ذُلِّ نفس — خویشتن سازی تو چوں عبّاسِ دِبس

فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے کیلئے — تو اپنے آپ کو عباس دبس کی طرح بنا لے

مُدّتے از اغنیا زر می ستاں — پس بدرویشانِ مسکیں می رساں

ایک مدت تک، مالداروں سے روپے لے — پھر مسکین درویشوں کو پہنچا

خدمتت اینست تا یکچند گاہ — گفت[2] سمعاً طاعۃً اے جاں پناہ

ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے — عرض کیا، اے جاں پناہ! میں نے سنا، قبول کیا

بس سوال و بس جواب و ماجرا — بُد میانِ زاہد و ربُّ الوریٰ

بہت سے سوال، بہت سے جواب اور گفتگو — زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا

کہ زمین و آسماں پُر نور شُد — در مقالات آں ہمہ مذکور شُد

کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے — "مقالات" میں وہ سب مذکور ہیں

لیک کوتہ کردم آں گفتار را — تا ننوشد ہر خسے اسرار را

لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کر دی — تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سُنے

آمدنِ شیخ بعد از چندیں سال از بیاباں بشہرِ غزنین

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے

و زنبیل[3] گردانیدن باشارتِ غیبی و تفرقہ کردن آنچہ

جھولی گھمانا اور جو کچھ جمع ہوتا اُس کو فقراء میں

جمع آمدہ بر فقرا

تقسیم کر دینا

ہر کرا جاں ز عز لبیک ست — نامہ بر نامہ پیک بر پیک ست

جس شخص کی جان لبیک کی عزت سے وابستہ ہے — اُس کیلئے خط پر خط اور قاصد پر قاصد ہے

---

[1] بانگ۔ چونکہ خدا نے انکو اس مرتبہ پر پہنچانا تھا جس میں دیدار جمال ہو تو غیبی آواز نے ان کو ہدایت کی کہ وہ شہر میں جائیں زنبیل گردانی کریں اور بھیک مانگیں۔ گفت۔ ان بزرگ نے سوال کیا کہ شہر میں جا کر کیا کروں تو جواب ملا اپنے آپ کو عباس دبس بنا لو۔۔۔ عباس دبس۔ یہ ایک بھکاری تھا جو طرح طرح کے حیلوں سے گداگری کرتا تھا کبھی مجمع کو رُلا دیتا تھا کبھی ہنسا دیتا تھا اور مختلف طریقوں سے بھیک مانگتا تھا جامع الحکایات میں اس کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس گداگر کا نام عباس دوس لکھا ہے اور کہا کہ یہ دوس قبیلہ کا تھا۔

[2] گفت۔ ان بزرگ نے عرض کیا کہ اس حکم کو بجا لاؤں گا۔ کہ زمین۔ ان بزرگ اور اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں ہوئیں جن سے آسمان اور زمین منور ہو گئے۔ مقالات یہ کتاب کا نام ہے جس میں شیخ محمد سرزری کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس کو مولانا روم کی تصنیف قرار دیا ہے۔

[3] زنبیل گردانیدن۔ مجھے قرینہ میں معلوم ہوا تھا کہ مولوی فرقہ میں یہ ریاضت اب بھی باقی ہے ان کا شیخ کسی کو اپنے حلقہ میں جب داخل کرتا ہے تو مختلف ریاضتیں کراتا ہے اور اس میں یہ ریاضت بھی داخل ہے کہ مُرید کو

چالیس روز گداگری کرنی پڑتی ہے۔ تفرقہ۔ تقسیم۔ ہر کرا۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے۔



رُو بشہر آورد آں فرماں پذیر[1] — شہرِ غزنیں گشت از رُویش مُنیر
اُس حکم ماننے والے نے شہر کا رُخ کیا — غزنی شہر اُن کے چہرے سے منوّر ہوگیا

از فرح خلقے باستقبال رفت — اُو دَر آمد از رہِ دُزدیدہ تفت
مخلوق خوشی سے استقبال کیلئے روانہ ہوئی — وہ جلدی چور راستہ سے اندر آگئے

جملہ اعیان و مِہاں برخاستند — قصرہا از بہرِ اُو آراستند
سب بڑے اور سردار کھڑے ہوگئے — اُن کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا

گفت[2] من از خود نمائی نامدم — جُز بخواری و گدائی نامدم
اُنھوں نے کہا میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں — ذلّت اور بھکاری پن کے سوا کے لئے نہیں آیا ہوں

نیستم دَر عزمِ قال و قیلِ مَن — دَر بدر گردم بکف زنبیلِ مَن
میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں — میں ہاتھ میں جھولی لے کر دربدر گھوموں گا

بندہ فرمانم کہ اَمر ست از خدا — کہ گدا باشم گدا باشم گدا
میں حکم کا غلام ہوں، کیونکہ خدا کا حکم ہے — میں بھکاری بنوں، میں بھکاری بنوں، بھکاری

دَر گدائی لفظ نادر ناورم — جُز طریقِ خَس گدایاں نسپرم
میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا — کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا

تا شوم غرقِ مَذلّت من تمام — تا سقطہا بشنوم از خاص و عام
تاکہ میں پوری طرح ذلّت میں ڈوب جاؤں — تاکہ خاص و عام سے برا بھلا سنوں

اَمرِ حق[3] جانست من آں را تبع — اُو طمع فرمود ذلّ مَن قنع
خدا کا حکم جان ہے، میں اُس کے تابع ہوں — اُس نے لالچ کا حکم دیا اور جس نے قناعت کی وہ ذلیل ہوا

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دیں — خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں
جبکہ دین کا شاہ مجھ سے طمع چاہتا ہے — اس کے بعد قناعت کے سر پر دُھول

اُو مَذلّت خواست کے عزّت تنم — اُو گدائی خواست کے میری کنم
اُس نے ذلّت چاہی، میں کب عزّت کے در پے ہونگا! — اُس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا؟

بعد ازیں گدیہ و مذلّت جانِ مَن — بیست عبّاس اندر انبانِ مَن
اس کے بعد بھیک اور ذلّت میری جان ہے — میری جھولی میں بیس عبّاس ہیں

شیخ برمیگشت و زنبیلے بدست — شئی للہ خواجہ توفیقیت ہست
شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں — اے خواجہ بزرگ! تجھے کچھ توفیق ہے تو کوئی چیز خدا کے لئے دے

[1] رو بشہر۔ اس غیبی اشارے کے بعد محمد سرزری غزنی میں پہنچے لوگوں نے انکے استقبال کے لئے شہر کو سجایا لیکن وہ بغیر اطلاع خفیہ راستے سے شہر میں داخل ہوگئے اور اپنے لئے اس اعزاز کو پسند نہ کیا۔

[2] گفت۔ خفیہ طور پر غزنی میں پہنچنے کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا میں غزنی میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں میں تو اپنے آپ کو ذلیل کرنے اور بھیک مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ زنبیل۔ کاسۂ گدائی، کشکول، زنگدائی۔ بھیک بھی عام فقیروں کی طرح مانگوں گا تاکہ اچھی طرح ذلیل ہوں اور لوگوں سے برا بھلا سنوں۔

[3] امر حق۔ خدا جب لالچ اور طمع کا حکم دے تو پھر قناعت ذلت ہے اور ذلت میں عزت ہے۔ اور ذلت جب خدا کسی سے ذلت کا طالب ہو تو طالب خدا عزت کو پسند نہیں کرتا ہے۔ بیت۔ یعنی میں عباس ہجری بھی بیس گنا بھکاری بنوں گا شیخ خرقہ فقیروں کی صدا ہوتی ہے اگر توفیق ہے تو کچھ خدا کے لئے دو۔

برترازکرسی وعرش اسرارِ او ؎۱ — شَیْئًا لله شَیْئًا لله کارِ او
ان کے باطنی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے — کچھ خدا کے لئے، کچھ خدا کیلئے اُن کا کام تھا

انبیا ہر یک ہمیں فن میزنند — خلق مُفلس گدیہ ایشاں میکنند
ہر ایک نبی اسی طرح نعرہ لگاتا ہے — مخلوق مُفلس ہے، اُن سے بھیک مانگتے ہیں

اَقْرِضُوا الله اَقْرِضُوا الله میزنند — باژگوں بر اُنْصُرُوا الله می تنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں — اُلٹا — اللہ کی مدد کرو، پر عمل کرتے ہیں

دربدر ایں شیخ می آرد نیاز — بر فلک صد در برائے شیخ باز
یہ شیخ در بدر عاجزی کرتے ہیں — شیخ کیلئے آسمان پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

آں گدائی کہ بجد میکرد او ؎۲ — بہرِ یزداں بود نے بہرِ گلو
وہ بھکاری بن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے — خدا کے لئے تھا نہ کہ حلق کے لئے

ور بکردے نیز از بہرِ گلو — آں گلو از نورِ حق دارد غلو
اگر وہ حلق کے لئے بھی کرتے — وہ حلق خدا کے لئے نور سے پُر تھا

در حقِ او خورد نان و شہد و شیر — بہ ز چلہ و ز سہ روزہ صد فقیر
اُن کیلئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک — سینکڑوں فقیروں کے چلّہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی

نور مینوشد مگو ناں می خورد — لالہ میکارد بصورت می چَرد
نور پی رہے ہیں، حلق روٹی کھا رہا ہے — لالہ بو رہے ہیں بظاہر چَر رہے ہیں

چوں شرارے کو خورد روغن ز شمع ؎۳ — نور افزاید ز خوردش بہرِ جمع
جیسا کہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے — اُس کے کھانے سے لوگوں کیلئے نور بڑھتا ہے

ناں خورے را گفت حق لَا تُسْرِفُوْا — نور خوردن را نگفتست اِکْتَفُوْا
اللہ (تعالیٰ) نے روٹی کھانے والے کیلئے فرمایا اسراف نہ کر — نور کھانے کے لئے "بس کرو" نہیں فرمایا

ایں گلوئے ابتلا بُد ویں گلو — فارغ از اسراف و ایمن از غلو
یہ حلق آزمائش تھا اور یہ حلق — اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

امر و فرماں بود نے حرص و طمع — آنچناں جاں حرص را نبود تبع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع — ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے

اور جس قدر چاہیں کھائیں۔ ایں گلو۔ عام انسان کا حلق اُس کے لئے ابتلا کا سبب ہے۔ امر۔ شیخ کا کھانا پینا امر خداوندی ہے حرص اور لالچ پر مبنی نہیں ہے۔

؎۱ برتر۔ شیخ کا مقام عرش و کرسی سے بلند تھا لیکن انھوں نے بھکاری۔ را اختیار کر لیا۔ انبیاء۔ انبیاء کا بھی طریق کار یہی ہے کہ باوجود ہر قسم کے غنی کے مُفلس مخلوق سے بھیک مانگتے ہیں۔ اقرضوا۔ انبیاء کہتے ہیں کہ خدا کو قرض دو اور اللہ کی مدد کرو حالانکہ مخلوق خود قرض اور مدد کی محتاج ہے۔ دربدر۔ شیخ دربدر مارے پھرتے تھے حالانکہ آسمان کے سینکڑوں دروازے اُن کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

؎۲ آں گدائی۔ شیخ کا یہ بھکاری بن اپنے لئے نہ تھا خدا کے حکم کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے لئے بھی کرتے تو وہ اُس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کا کھانا پینا اُن کے لئے نور بنتا تھا اور اُن کے لئے دنیا کی لذتیں دوسرے سالکوں کے مجاہدوں سے بہتر تھیں۔ سہ روزہ۔ تین دن کا صوم وصال۔ نور۔ ایسے بزرگ کھانا کھاتے ہیں تو وہ نور بن جاتا ہے۔

؎۳ چوں۔ بزرگ کے لئے دنیا کی لذتیں بھی دوسروں کے لئے باعثِ افادہ بنتی ہیں جس طرح آگ موم بتی کو کھاتی ہے تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ ناں خورے۔ جن کی غذائیں محض بدنی ہیں اُن کے لئے قرآن کا حکم ہے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو لیکن جن کی غذا نور بنتی ہے اُن کو اِکْتَفُوْا یعنی کفایت کرو کا حکم نہیں ہے وہ جو چاہیں

گر بگوید کیمیا مس را بدہ — تو بمن خود را طمع نبود فرہ
اگر کیمیا تانبے سے کہے کہ دے — تو اپنے آپ کو مجھے، (تو یہ) زیادتی اور لالچ نہ ہوگا

آں گدائی کہ بجد میکرد او — بود از آثار حکمتہائے ہو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے — وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا

گنجہائے خاک تا ہفتم طبق — عرضہ کردہ بود پیش شیخ حق
زمین کے خزانے ساتویں طبقہ تک — اللہ (تعالیٰ) نے شیخ کے سامنے پیش کر دیئے تھے

شیخ گفتا خالقا من عاشقم — ور بجویم غیر تو من فاسقم
شیخ نے کہا، اے خالق! میں تو عاشق ہوں — اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں

ہشت جنت گر درآرم در نظر — ور کنم خدمت من از خوف سقر
اگر میں آٹھوں جنتوں کو نظر میں لاؤں — اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں

مؤمنے باشم سلامت جوئے من — زانکہ ایں ہر دو بود حظ بدن
میں سلامتی کا طالب ہوں ایک مومن بنوں گا — کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں

عاشقے کز عشق یزداں خورد قوت[2] — صد بدن پیشش نیرزد ترہ توت
وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کھا لی — اس کے آگے سینکڑوں بدن شہتوت کے تنکے کی قیمت نہیں رکھتے ہیں

ویں بدن کہ دارد آں شیخ فطن — چیز دیگر گشت کم خوانش بدن
وہ سمجھدار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں — وہ دوسری چیز بن گیا اُس کو بدن نہ کہہ

عاشق عشق خدا وانگاہ مزد — جبرئیل مؤتمن آنگاہ دزد
عشق خدا کا عاشق اور پھر مزدوری — امانتدار جبرئیلؑ اور پھر چور

عاشق آں لیلی کور و کبود[3] — ملک عالم پیش او یک ترہ بود
اندھی، نیلی، لیلیٰ کا عاشق — دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک پتہ تھی

پیش او یکساں شدہ بد خاک و زر — زر چہ باشد کہ نہ بد جاں را خطر
اُس کے لئے مٹی اور سونا یکساں ہو گیا تھا — سونا کیا ہوتا ہے اُس کو جان کا خطرہ نہ تھا

شیر و گرگ و دد ازو واقف شدہ — ہمچو خویشاں گرد او گرد آمدہ
شیر اور بھیڑیا اور درندہ اُس سے واقف ہو گیا تھا — اپنوں کی طرح اُسکے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے

[1] گر بگوید اگر کیمیا تانبے کو کہے کہ تو اس میں تانبے ہی کا فائدہ ہے۔ آں گدائی۔ شیخ جو بھیک مانگ رہے تھے اس میں خدائی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ گنجہائے۔ خدا نے شیخ کے سامنے زمین کے سارے خزانے پیش کر دیئے تھے، لیکن شیخ نے عرض کر دیا تھا کہ اگر میں زر کا طالب بنوں تو عاشق نہیں بلکہ فاسق ہوں۔ ہشت۔ اگر کوئی جنت کے شوق یا دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو ہے عاشق نہیں ہے کیونکہ دوزخ اور جنت کا تعلق بدن سے ہے۔

[2] عاشقے۔ جس عاشق نے خدا کے عشق کی روزی کھا لی اس کے لئے بدن ہیچ ہو جاتا ہے اور جنت و دوزخ کا تعلق بدن سے ہے لہٰذا وہ نہ جنت کی تمنا کرتا ہے اور نہ اس سے دوزخ کا خوف عبادت کراتا ہے۔ ویں بدن۔ شیخ کا بدن، بدن تو تھا لیکن اس میں جسمانی صفات نہ تھے۔ عاشق۔ عشق مزدوری نہیں چاہتا ہے جنت اور دوزخ عبادت کی مزدوری ہے جس طرح جبرئیلؑ امین سے چوری کا تصور نہیں ہو سکتا اسی طرح عاشق سے مزدوری کی خواہش کا تصور غلط ہے۔

[3] عاشق۔ عاشق خدا تو بڑی چیز ہے لیلیٰ کے عاشق کے لئے بھی دنیا کی سلطنت ہیچ تھی مجنوں کے نزدیک سونے اور مٹی میں فرق نہ تھا نہ اس کو جان کا خطرہ تھا۔ شیر۔ مجنوں جنگلوں میں پھرتا تھا اور اس کے چاروں طرف ہر قسم کے درندے ہوتے تھے۔

کایں شدست از خوی حیواں پاک پاک[1] — پُر ز عشق و لحم و شحمش زہرناک

کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہوگیا ہے — عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پُر ہے

زہر دَد باشد شکر ریزِ خرد — زانکہ نیکِ نیک باشد ضدِ بد

عقل کا شکر کا بکھاور، درندہ کا زہر ہوتا ہے — کیونکہ اچھا نیک، بد کی ضد ہوتا ہے

لحمِ عاشق را نیارد خورد دَد — عشق معروفست پیشِ نیک و بد

درندہ، عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا — ہر نیک و بد کے لئے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے

وَر خورد فی المثل دام و دَدش — لحمِ عاشق زہر گردد بکشدش

بالفرض اگر اس کو جانور اور درندہ کھالے — عاشق کا گوشت زہر بن جائے، اسکو ہلاک کردے

ہر چہ جز عشق ست شُد ماکولِ عشق — دو جہاں یکدانہ پیشِ نولِ عشق

جو عشق کے سوا ہے، وہ عشق کی غذا ہے — عشق کی چونچ کے لئے دونوں جہاں ایک دانہ ہیں

دانۂ مر مرغ را ہرگز خورد — کاہداں[2] مر اسپ را ہرگز چرد

دانہ مُرغ کو کبھی کھاتا ہے! — آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے!

بندگی کُن تا شوی عاشق لَعَل — بندگی کسب ست آید در عمل

عبادت کر تاکہ تو شاید عاشق بن جائے — عبادت کسب ہے، عمل میں آجاتی ہے

بندہ آزادی طمع دارد ز جدّ — عاشق آزادی نخواہد تا ابد

بندہ قسمت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے — عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

بندہ دائم خلعت و ادرار جُوست — خلعتِ عاشق ہمہ دیدارِ اوست

بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے — عاشق کی سب خلعت اُس کا دیدار ہے

در نگنجد[3] عشق در گفت و شنید — عشق دریائیست قعرش ناپدید

عشق کہنے اور سننے میں نہیں سماتا — عشق وہ دریا ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے

قطرہ ہائے بحر را نتواں شمرد — ہفت دریا پیشِ آں بحرست خُرد

سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا — اُس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں — باز رَو در قصۂ شیخِ زماں

اے فلاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — شیخِ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے معنی

---

[1] کاین. مجنوں میں حیوانی صفات ختم ہوگئی تھیں اور ملکوتیت پیدا ہوگئی تھی اُس کا گوشت و پوست عشق سے زہرناک ہوگیا تھا۔ زہر عشق عقل کے لئے شکر کا بکھاور ہے اور درندوں کے لئے زہر۔ شکر ریز۔ وہ شکر جو دلہن پر بکھاور کی جاتی تھی۔ لحمِ عاشق۔ عاشق کا گوشت عشق سے زہریلا ہوجاتا ہے اگر درندہ اُس کو کھالے تو مر جاتا ہے۔ ہرچہ۔ ہر چیز عشق کی خوراک ہے۔ دو جہان اُس کے لئے ایک دانہ ہے دانہ پرندکو نہیں کھاتا پرند دانہ کو کھاتا ہے۔

[2] کاہداں۔ گھوڑا آخور کی گھاس کھاتا ہے آخور گھوڑے کو نہیں کھاتا۔ بندگی۔ عبادت کسبی چیز ہے عمل میں آسکتی ہے عشق محض عطاءِ خداوندی ہے۔ بندہ۔ عبادت گزار آزادی چاہتا ہے عاشق گرفتاری چاہتا ہے عبادت گزار انعام کا خواہاں ہے عاشق صرف دیدار کا طالب ہے۔

[3] در نگنجد۔ عشق کی حقیقت ناقابلِ بیان ہے وہ دریائے ناپیدا کنار ہے۔ قطرہ۔ سمندر کے قطرے شمار کرنا ناممکن ہو دریائے عشق تو وہ دریا ہے کہ اسکے بالمقابل دنیا کے ساتوں سمندر ایک چھوٹا سمندر ہیں قیاس کی باتیں کس طرح بیان ہوسکتی ہیں۔ شیخ زماں۔ شیخ محمد سرزری۔

شد[1] چنیں شیخے گدائے کو بکو
اے شیخ، گلی گلی کے بھکاری بن گئے

عشق آمد لاابالی اتقوا
عشق، لاپروا ہے، بچو

عشق جوشد بحر را مانندِ دیگ
عشق سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے

عشق ساید کوہ را مانندِ ریگ
عشق پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے

عشق بشگافد فلک را صد شگاف
عشق آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے

عشق لرزاند زمیں را از گزاف
عشق زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے

با محمدؐ[2] بود عشقِ پاک جفت
پاک عشق محمدؐ کا ساتھی تھا

بہرِ عشق او را خدا لولاک گفت
عشق کی وجہ سے خدا نے انکے بارے میں لولاک فرمایا

منتہی در عشق چوں او بود فرد
عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے

پس مر او را ز انبیاء تخصیص کرد
تو انبیاء میں سے اُن کو مخصوص کر لیا

گر نبودے بہرِ عشقِ پاک را
اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے

کے وجودے دادمے افلاک را
تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا؟

من بداں افراشتم چرخِ سنی
میں نے اونچے آسمان کو اسی لئے بلند کیا

تا علوِ عشق را فہمی کنی
تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

منفعتہائے دگر آید ز چرخ
آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں

آں چو بیضہ تابع آید ایں چو فرخ
وہ انڈے کی طرح تابع ہیں یہ مرغی کے بچے کی طرح ہے

خاک[3] را من خوار کردم یکسری
میں نے مٹی کو بالکل ردی بنا دیا

تا ز ذلِ عاشقاں بوئے بری
تاکہ آپ عاشقوں کی ذلت کا پتہ لگائیں

خاک را دادیم سبزی و نوی
مٹی کو ہم نے تازگی اور سبزی بخشی

تا ز تبدیلِ فقیر آگہ شوی
تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں!

با تو گویند ایں جبالِ راسیات
یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں

وصفِ حالِ عاشقاں اندر ثبات
عاشقوں کی حالت جماؤ میں

گرچہ آں معنیست و ایں نقش اے پسر
اے بیٹا! اگرچہ وہ معنی ہیں اور یہ صورت ہے

تا بفہمِ تو کند نزدیک تر
تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے

ل۱ شد چنیں۔ اس قدر بزرگ شیخ اور عشق اس سے گداگری کرا رہا ہے عشق لاابالی جو چاہے کراتا ہے اس سے ڈرتے رہو۔ عشق۔ عشق کے کارنامے یہ ہیں کہ وہ سمندر کو دیگ کی طرح اُبال دیتا ہے پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے عشق آسمان میں شگاف کر دیتا ہے زمین کو لرزا دیتا ہے۔

ل۲ با محمدؐ۔ عشق کی عظمت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضورؐ کو تھا تو خدا نے اُنکے بارے میں فرمایا کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ منتہی۔ اور انبیاء میں بھی عشق تھا لیکن آنحضورؐ میں بدرجۂ اتم تھا۔ من بداں۔ آسمان کی بلندی عشق کی بلندی سمجھانے کے لئے ہے۔۔۔ منفعتہائے۔ آسمان کی بلندی میں اصل منفعت یہی ہے منفعتوں کی مثال انڈے کی اور اس منفعت کی خاص چوزے کی سی ہے جو اصل ہے۔

ل۳ خاک۔ زمین اور مٹی پیدا کرنے کی منفعت یہ ہے کہ عاشقوں کی ذلت کو اس سے سمجھ لو۔ خاک زمین خشک ہوتی ہے پھر اس میں سبزہ زار اگ جاتا ہے اس سے عاشقوں کی تبدیلی کو سمجھ لو۔ با تو۔ یہ پہاڑوں کا جماد عاشقوں کا جماد سمجھانے کے لئے ہے۔ مگر چہ عشق ایک معنوی چیز ہے اور اس کی صفات کی ان چیزوں سے تشبیہ محض سمجھانے کے لئے ہے۔

غصہ[1] را با خار تشبیہے کنند | آں نباشد لیک تنبیہے کنند
غصہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں | وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں

آں دلِ قاسی کہ سنگیں خوانده اند | نامناسب بُد مثالے رانده اند
وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں | مناسب نہیں ہے، ایک مثال دیتے ہیں

در تصوّر در نیاید عینِ آں | عیب بر تصویر نہ نفیش مداں
اگر وہ بعینہ تصور میں نہ آئے | اس مثال پر عیب لگا اس کا انکار نہ کر

رفتنِ[2] شیخ در خانۂ امیرے بہرِ گدیہ روزے چہار بار بازنبیل
شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ مع زنبیل کے بھیک

باشارتِ غیب و عتاب کردنِ امیر اُو را بداں وقاحت
مانگنے جانا اور امیر کا اُن پر اِس بے شرمی کے لئے ناراض ہونا اور

و عُذر گفتنِ اُو امیر را
اُن کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرّت چوں فقیر | بہرِ گدیہ رفت در قصرِ امیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ | بھیک کے لئے امیر کے محل میں گئے

در کفش زنبیل و شیئ للہ زناں | خالقِ جاں می بجوید تائے ناں
اُن کے ہاتھ میں زنبیل اور کچھ اللہ کیلئے، کا نعرہ لگاتے ہوئے | جان کا پیدا کرنے والا، ایک روٹی مانگتا ہے

نعلہائے[3] باژگونہ است اے پسر | عقلِ کُلّی را کُند ہم خیرہ سر
اے بیٹا! اُلٹی نعل بندیاں ہیں | جو کلّی عقل کو بھی حیران کر دیتی ہیں

چوں امیرش دید گفتش اے وقیح | گو بمیت چیزے منہ نامم شحیح
جب امیر نے اُن کو دیکھا اُس نے کہا، اے بے شرم | میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں میرا نام بخیل نہ رکھ

اے خسِ بے شرم چندیں جست و جوئے | تا کے و تا چند بارزقِ دو توئے
اے کمینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ | کب تک اور کتنی دو گنے رزق کے لئے؟

ایں چہ سغری و چہ رُو لیست و چہ کار | کہ بروزے اندر آئی چار بار
یہ کیا ڈھٹائی اور کیا منہ اور کیا کام ہے؟ | کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے

کیست اینجا شیخ اندر بندِ تو | مَن ندیدم نر گدا مانندِ تو
بڈھے! یہاں تیرا قیدی کون ہے؟ | میں نے تجھ جیسا بُرا فقیر نہیں دیکھا

---

[1] غصہ۔ انسان کا غصہ ایک معنوی چیز ہے لیکن اس کو کانٹے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ دلِ قاسی۔ سخت دل کو پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے اگر مشبّہ سے مشبّہ بہ پورا سمجھ میں نہ آئے تو یہ تشبیہ کا نقصان ہے اس سے مشبّہ کا انکار نہ کرنا چاہیئے

[2] رفتن۔ شیخ اشارۂ غیبی سے ایک امیر کے گھر پر ایک دن میں چار مرتبہ بھیک مانگنے گئے جس پر اس امیر نے اُن کو بُرا بھلا کہا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ قصر۔ محل۔ در کفش۔ اُن کے ہاتھ میں زنبیل تھی اور وہ شیئاً للہ کی صدا لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالےٰ ایک عدد روٹی مانگتا ہے۔

[3] نعلہای۔ یہ عجب اُلٹے معاملے ہیں خدا خود غنی اور شیخ مستغنی اور مخلوق محتاج لیکن اللہ کا حکم ہوا کہ شیخ ان محتاجوں سے روٹی مانگیں۔ وقیح۔ بے شرم۔ شحیح۔ امیر نے کہا کہ مجھے بخیل نہ کہنا مجبوراً مجھے یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں۔۔۔۔ اے خس۔ اس امیر نے شیخ کو کہا کہ تجھے روٹی کیلئے بار بار اس قدر تنگ و دو کیوں ہے۔۔۔۔ سغری۔ سخت رُوئی، بے حیائی۔ بندِ تو۔ یہاں کوئی تیرا قیدی اور غلام ہے جو بار بار تیری خدمت کرے۔ نر گدا۔ بڑا بھکاری۔

حرمت و آبِ گدایاں بردہ ‌ ‌ ‌ ایں چہ عباسیِ[1] زشت آوردہ
تُو نے فقیروں کی عزت اور آبرو برباد کر دی ‌ ‌ ‌ یہ کیا بُری عباسیت تو نے اختیار کی

غاشیہ بر دوشِ تو عباسِ دبس ‌ ‌ ‌ ہیچ ملحد را مبادا ایں نفسِ نحس
عباسِ دبس تو تیرا غلام ہے ‌ ‌ ‌ یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو

گفت امیرا بندہ فرمانم خموش ‌ ‌ ‌ ز آتشم آگہ نہ چندیں مجوش
انھوں نے کہا اے امیر! میں حکم کا غلام ہوں، چُپ رہ ‌ ‌ ‌ تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے، اسقدر جوش میں نہ آ

بہرِ ناں در خویش حرص ار دیدمے ‌ ‌ ‌ اشکمِ نانخوارہ را بدریدمے
اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا ‌ ‌ ‌ روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا

ہفت سال از سوزِ عشقِ جسم پز ‌ ‌ ‌ در بیاباں خوردہ ام من برگِ رز
جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال ‌ ‌ ‌ میں نے جنگل میں انگور کے پتے کھائے ہیں

تا ز[2] برگِ خشک و تازہ خوردنم ‌ ‌ ‌ سبز گشتہ بود ایں رنگِ تنم
یہاں تک کہ خشک اور تر پتے کھانے سے ‌ ‌ ‌ میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہو گیا

تا تو باشی در حجابِ بوالبشر ‌ ‌ ‌ سرسری در عاشقاں کمتر نگر
جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے ‌ ‌ ‌ عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ

زیرکاں کہ موی بشگافتند ‌ ‌ ‌ علمِ ہیئت را بجاں دریافتند
ذہین لوگ جنھوں نے موشگافیاں کی ہیں ‌ ‌ ‌ انھوں نے علم ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کر لیا

علمِ نیرنجات[3] و سحر و فلسفہ ‌ ‌ ‌ گرچہ نشناسند حق المعرفہ
شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم ‌ ‌ ‌ اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے

لیک کوشیدند تا امکانِ خود ‌ ‌ ‌ بر گذشتند از ہمہ اقرانِ خود
لیکن اپنے مقدور بھر انھوں نے کوشش کی ‌ ‌ ‌ اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے

عشق غیرت کرد و زایشاں در کشید ‌ ‌ ‌ شد چنیں خورشید زایشاں ناپدید
عشق نے غیرت کی اور اُن سے جُدا رہا ‌ ‌ ‌ ایسا سورج اُن سے پوشیدہ ہو گیا

نورِ چشمے کہ بروز استارہ دید ‌ ‌ ‌ آفتابے چوں از و رو در کشید
آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا ‌ ‌ ‌ ایسا سورج اُس سے کیوں چھپ گیا!

زیں گذر کن پندِ من بپذیر ہیں ‌ ‌ ‌ عاشقاں را تو بچشمِ عشق بیں
اس کو چھوڑ، ہاں میری نصیحت مان لے ‌ ‌ ‌ تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ

[1] عباسی۔ عباس دبس مشہور بھکاری تھے اسلئے عباسی کے معنی بھکاری پن ہو گئے۔ غاشیہ گھوڑے کی زین کا نمدہ۔ غاشیہ بردوش یعنی خادم تھا۔ بڑھیں۔ گفت شیخ نے فرمایا میں یہ بیشک اللہ کے حکم سے مانگتا ہوں میرے دل میں عشق کی آگ لگی ہے۔ بہرِ ناں۔ اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھوں تو اپنا پیٹ پھاڑ دوں۔ ہفت۔ میں نے سات سال تک جنگل میں انگور کے پتوں پر گذارہ کیا ہے۔

[2] تا زبرگ۔ یعنی سبز پتے کھانے سے بدن کا رنگ سبز ہو گیا یا بدن میں خوشحالی ہو گئی۔ ابوالبشر۔ حضرت آدم یہاں مطلق انسان مراد ہے۔ زیرکاں۔ ذہین لوگ جو بال کی کھال نکالتے ہیں انھوں نے بہت سے دنیوی علم حاصل کیے لیکن انکو عشق کا علم حاصل نہ ہو سکا۔

[3] نیرنجات۔ شعبدے۔ اقران۔ ساتھی۔ عشق۔ عشق کی غیرت کا تقاضہ ہوا اور ان کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا تو تعجب؟ حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے باریک بین تھے لیکن انکو عشق نظر نہ آیا۔ زیں۔ یعنی ازیں۔

وقتِ ۱ نازک گشت و جاں در رصد | با تو نتواں گفت ایں دم عذرِ خود

وقت نازک ہو گیا اور جان انتظار میں ہے | اس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جاسکتا

فہم کن موقوف آں گفتن مباش | سینہائے عاشقاں را کم خراش

سمجھ لے ، بکنے پر موقوف نہ رہ | عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر

نے گمانے بُردہ تو زیں نشاط | حزم را مگذار و میکن احتیاط

نہیں، تونے عیش و عشرت میں بدگمانی کی ہے | پختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر

واجب ۲ ست و جائز ست و مستحیل | ایں وسط را گیر در حزم اے دخیل

فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے | اے دوست! احتیاط میں تو اس درمیانہ کو اختیار کرلے

گریاں شدنِ امیر از نصیحتِ شیخ و عکسِ صدقِ او و ایثار

شیخ کی نصیحت اور ان کی سچائی کے پَرتو سے امیر کا رو پڑنا اور جرأت

کردنِ مخزن بعد ازاں جرأت و گستاخی و استعصامِ شیخ

اور گستاخی کے بعد خزانہ پیش کر دینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا

و قبول ناکردنِ شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیارم

قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے خرچ نہیں کر سکتا ہوں

تصرّف کردن کہ بے امرِ غیب نتانم

کیونکہ میں بغیر غیبی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں ۳ بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے | اشک غلطاں بر رُخِ او جائے جائے

یہ فرمایا اور ہائے ہائے کرکے رونے لگے | جگہ جگہ ان کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے

صدقِ او ہم بر ضمیرِ میر زد | عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد

ان کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا | عشق ہر وقت ایک عجیب دیگ پکاتا ہے

صدقِ عاشق بر جمادے می تند | چہ عجب گر بر دلِ دانا زند

عاشق کی سچائی، پتھر پر اثر کرتی ہے | کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے

صدقِ موسیٰ بر عصا و کوہ زد | بلکہ بر دریائے پُر اشکوہ زد

حضرت موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا | بلکہ ہیبتناک دریا پر اثر کیا

صدقِ احمد بر جمالِ ماہ زد | بلکہ بر خورشیدِ رخشاں راہ زد

حضرت احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حسن کو متاثر کیا | بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

---

۱ وقتِ نازک۔ شیخ نے امیر سے کہا میں اپنے عشق کی پوری کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔ فہم کن۔ سمجھ لے یہ بیکار رہا ہیں مجھ سے عشق کرانا ہے آگے گنانے۔ تو نے اپنی عیش و عشرت کی زندگی کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی کی ہے تجھے اس میں احتیاط برتنی چاہیے۔

۲ واجب۔ حزم احتیاط کے مختلف مرتبے ہیں ایک فرض ہے مثلاً اگر کوئی فاسق اور کاذب خبر دے تو احتیاط فرض ہے اگر کوئی نیک آدمی خبر دے تو احتیاط جائز ہے، اگر خدا اور رسول کوئی خبر دے تو اس میں احتیاط برتنا حرام ہے۔ مستحیل۔ ناممکن یعنی حرام۔ دخیل یعنی دوست۔ مخزن۔ خزانہ۔ تصرّف۔ خرچ کرنا۔

۳ ایں بگفت۔ شیخ نے امیر کو نصیحت کی اور پھر زار زار رونے لگے۔ صدقِ او۔ ان کی سچائی نے امیر پر اثر کیا۔ صدقِ عاشق۔ عاشق کی سچائی غیر جاندار کو بھی متاثر کر دیتی ہے امیر تو پھر جاندار تھا۔ صدقِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ کو متاثر کر دیا لاٹھی اژدھا بنی کوہِ طور میں زلزلہ آگیا۔ بلکہ بحر دریائے نیل نے راستہ دے دیا۔ صدقِ احمدؐ۔ حضورؐ کی سچائی سے شق القمر ہوا اور سورج واپس ہو گیا۔

رُو بُرُو آورده هر دو مرد و فقیر (۱)
آمنے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے

گشته گریاں هم امیر و هم فقیر
امیر اور فقیر بھی رو پڑا

ساعتے بسیار چوں بگریستند
جب بہت دیر تک روئے

گفت میر او را که خیز اے ارجمند
امیر نے اُن سے کہا، اے اقبالمند! اٹھو

هر چه خواهی از خزانه برگزیں
جو چاہو خزانے سے لے لو

گرچه استحقاق داری صد چنیں
اگرچہ ایسے سَو گنے کے مستحق ہو

خانه آنِ تست هر چت میل هست
آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے

برگزیں خود هر دو عالم اندکست
خود پسند کر لیجئے، دونوں جہان تھوڑے ہیں

گفت دستوری ندادندم چنیں
فرمایا، اُنھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے

که بدستِ خویش چیزے برگزیں
کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا

من ز خود نتوانم ایں کردن فضول
میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا

که کنم من ایں دخیلانه دخول
کہ میں دوستانہ دخل دوں

ایں بہانه کرد و مُہره در ربود (۲)
یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے

مانع آں بُد کاں عطا صادق نبود
مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پُر خلوص نہ تھی

گرچه صادق بود بے غل بود و خشم
اگرچہ وہ سچا، بے کھوٹ اور بغیر غصہ کے تھا

شیخ را هر صدق می ناید بچشم
(لیکن) ہر سچ، شیخ کی نظر میں نہیں آتا

گفت فرمانم چنیں داد ست آله
فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے

که گدایانه برو نانے بخواه
کہ فقیرانہ جا، روٹی مانگ

ما گدایانه ازاں درخواستیم
ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی

ورنه از اموال بے پرواستیم
ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

اِشارت آمدن از غیب بشیخ که ایں دو سال بفرمانِ
شیخ کو غیب سے اشارہ ہونا کہ ہمارے حکم کے مطابق اِن دو سال میں تم

ما بستدی و بدادی (۳) بعد ازیں بده و مستاں دست در
نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور لو نہیں بوریئے کے نیچے ہاتھ

زیرِ حصیر میکُن که آنرا چوں انبانِ ابوهریره رضی الله عنه
ڈالو کیونکہ ہم نے اس کو تمہارے لئے (حضرت) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

(۱) رُو بُرُو۔ اب شیخ بھی رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا سامنے۔ جب بہت دیر تک دونوں رو چکے تو امیر نے شیخ سے کہا کہ اگرچہ آپ میرے خزانہ سے بھی سَو گنے کے مستحق ہیں لیکن بہر حال میرا خزانہ حاضر ہے انہیں سے جو چاہیں لے لیں۔ خانہ: امیر نے کہا میرے گھر کو اپنا گھر سمجھیں جو چاہے لیں آپ کیلئے تو دونوں جہان حقیر ہیں۔ گفت: شیخ نے فرمایا مجھے خدا کا یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے خود لوں۔ دخیلانہ۔ دوستانہ۔

(۲) ایں بہانہ۔ شیخ نے یہ بہانہ کیا شیخ کو دراصل لینا ہی منظور نہ تھا اسلئے کہ اب امیر کی عطا اللہ کے لئے نہ تھی بلکہ شیخ کی عظمت کی وجہ سے شیخ کیلئے تھی۔ مُہرہ در ربود یعنی وہ شطرنج کی چال چلے جس سے مخالف مات کھا جائے۔ گرچہ۔ امیر اگرچہ اپنے قول میں سچا تھا لیکن شیخ نے اُس سچائی کو پسند نہ کیا اسلئے کہ انہیں غیر اللہ کی بو تھی۔ ما گدایانہ: شیخ نے کہا ہم تو خدائی حکم سے صرف بھیک مانگتے ہیں ورنہ ہم مالوں سے بے نیاز ہیں

(۳) و بدادی۔ دو سال بھیک منگوانے کے بعد شیخ کو حکم ہوا کہ اب تک تو تم نے مانگا اور فقیروں کو دیا اب بغیر مانگے فقیروں کو دو بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو اور بانٹ دیا کرو۔ انبان: تھیلا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کو کھجوروں کا ایک تھیلا عنایت فرما دیا تھا وہ انہیں سے بے حساب کھاتے اور خرچ کرتے رہتے تھے وہ تھیلا آنے حضرت

ضمنی ضروریات کو پورا کرتا تھا

کردیم در حقِ تو ہر چہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں را کہ
ہتیلے کی طرح کردیا ہے، تم جو چاہو گے لے لوگے تاکہ دنیا والوں کو یقین آجائے کہ اس

ورائے ایں عالم عالمے[1] ست کہ خاک بکف گیری زر شود و
عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہو جائے اور

مُردہ درو آید زندہ شود و نحسِ اکبر درُو آید سعدِ اکبر شود و کفر
مُردہ اُس میں آجائے تو زندہ ہو جائے نحسِ اکبر اُس میں آئے تو سعدِ اکبر بن جائے کفر

درُو آید ایمان شود و زہر درُو آید تریاق شود نہ داخلِ ایں
اُس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اُس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ اِس عالم میں

عالم است نہ خارجِ ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل
داخل ہے نہ اِس عالم سے خارج ہے نہ اوپر نہ نیچے نہ مِلا ہوا نہ جُدا

نہ منفصل بیچوں و بیچگونہ — ہر دم ازُو ہزار اثر و نمونہ
بے مثال اور بے کیف ہے ہر وقت اُس سے ہزاروں اثر اور نمونے

ظاہر میشود چنانکہ صنعتِ دست با صورتِ دست و غمزۂ
ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ ہاتھ کی دستکاری، ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ

چشم با صورتِ چشم و فصاحتِ زبان با صورتِ زبان نہ
کی ادا، آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت، زبان کی صورت کے ساتھ نہ

داخل ست نہ خارج نہ متصل و نہ منفصل وَالعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ
داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ جُدا ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

تا دو سال[2] ایں کار کرد آں مردِ کار
اُن کارگزار نے دو سال تک یہ کام کیا

بعد ازاں امر آمدش از کردگار
اُس کے بعد اُن کو خدا کا حکم پہنچا

بعد ازیں می دہ ولے از کس مخواہ
اس کے بعد دے، لیکن کسی سے نہ مانگ

ما بدادیمت ز غیب ایں دستگاہ
ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دیدی ہے

ہر کہ[3] خواہد از تو از یک تا ہزار
جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے

دست در زیرِ حصیرے کُن بر آر
بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے

ہیں ز گنجِ رحمتِ بے مر بدہ
رحمت کے بے حساب خزانے سے دے

در کفِ تو خاک گردد زر بدہ
تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائیگی، دے

[1] عالمے ست۔ عالمِ اسباب کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہو جہاں اشیاء کا وجود بغیر کسی سببِ عادی کے ہو جاتا ہو اور اس کا ظہور اِس عالم میں ہو جاتا ہے معجزوں کا تعلق اسی عالم سے ہے اور ایسی عالم میں بھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ نحسِ اکبر، زحل ستارہ، اس کے اثرات منحوس مانے گئے ہیں۔ سعدِ اکبر، مشتری ستارہ، اس کے اثرات اچھے مانے گئے ہیں۔

[2] تا دو سال۔ دو سال تک شیخ محمد سررزی کا یہ طریقہ کار رہا کہ وہ بھیک مانگتے تھے اور اس کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے بلکہ زہیں۔ دو سال بعد اُن کو حکم ہوا کہ اب تم لوگوں سے نہ مانگو ہم تمہیں خود دیں گے تم ضرورتمندوں میں وہ تقسیم کر دیا کرو۔

[3] ہر کہ۔ اللہ تعالےٰ نے شیخ سے فرمایا کہ تم اپنے بوریئے کے نیچے سے جو چاہو اور جس قدر چاہو نکال کر تقسیم کر دیا کرو۔ در کفِ تو۔ تم مٹی ہاتھ میں لوگے تو سونا بن جائیگی۔

هرچه خواهندت بده مندیش ازاں | دادِ یزداں را تو بیش از بیش داں

جو تجھ سے مانگیں دے، اُس کی فکر نہ کر | تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ

در عطائے مانہ تخسیر[1] و نہ کم | نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم

ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی | اس عطا میں نہ شرمندگی ہے، نہ حسرت

دست زیرِ بوریا کُن اے سند | از برائی رُوئے پوشِ چشمِ بد

اے معتمد! بوریے کے نیچے ہاتھ کر | بری نظر سے پردے کے لئے

پس ز زیرِ بوریا پُر کُن تو مشت | دہ بدستِ سائلِ بشکستہ پشت

پھر تو بوریے کے نیچے سے مٹھی بھرلے | کمر ٹوٹے ہوئے مانگنے والے کے ہاتھوں میں دیدے

بعد ازیں از اجرِ ناممنون بدہ | ہر کہ خواہد گوہرِ مکنوں بدہ

اس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے | جو چاہے اُس کو اچھوتا موتی دے

رو یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ تو باش | ہمچو دستِ حق گزاف رزق پاش

جا تو ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن | اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ

وامِ[2] داراں را ز عہدہ وا رہاں | ہمچو باراں سبز کُن فرشِ جہاں

قرض داروں کو ذمہ داری سے چھڑا | دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کردے

بود یک سالِ دگر کارش ہمیں | کہ بدادے زر ز کیسہ ربِ دیں

ایک سال اور اُن کا یہی کام رہا | دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹتے

زر شدے خاکِ سیہ اندر کفش | حاتمِ طائی گدائے در صفش

کالی مٹی ان کے ہاتھ میں سونا بن جاتی | حاتم طائی اُن کے بھیک مانگنے والوں کی صف میں تھا

دانستنِ[3] شیخ ضمیرِ سائل را بے گفتن و دانستنِ قدرِ وام وامداراں

بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور مانگے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار

بے گفتنِ ایشان و گفتن کہ نشان ایں باشد کہ اُخْرُجْ

کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے کہ میری مخلوق کی جانب میری

بِصِفَاتِیْ اِلٰی خَلْقِیْ فَمَنْ رَآکَ فَقَدْ رَآنِیْ

صفات کے ساتھ نکل جس نے تجھے دیکھا اُس نے مجھے دیکھا

حاجتِ خود گر نگفتے آں فقیر | اُو بدادے و بدانستے ضمیر

اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا | وہ دے دیتے اور دل جان جاتا

---

[1] تخسیر: ٹوٹا۔ دست بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالنے کا حکم محض نظرِ بد سے بچانے کے لئے ہے۔ ناممنون: جو منقطع نہ ہو۔ مکنون: چھپا ہوا۔ رو: اب تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے جو مفت عطایا کرتا ہے۔

[2] وام داراں: مقروضوں کا قرض ادا کر۔ بود: ایک سال تک شیخ کا یہی کام تھا کہ بوریئے کے نیچے سے نکال کر خود تقسیم کر دیتے رہتے تھے۔ حاتم: حاتم طائی جیسا سخی بھی اُن کے بھکاریوں کی صف میں ہوتا تھا۔

[3] دانستن: شیخ فقیر کی ضرورت خود بخود جان جاتے تھے اور حسب ضرورت اسکو دیدیتے تھے اور اس کی وجہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو چکے تھے۔ حاجت: خود سائل اپنی حاجت بیان کرتا وہ اُس کے دل کی بات جان جاتے تھے جس قدر قرض ہوتا وہ ادا کر دیتے جتنی رقم میں کوئی قید ہوتا اسکو دیدیتے

پیشِ اُو روشن ضمیرِ ہر کسے
ان کے لئے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی
از فقیر و وام دار و محبسے[1]
فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی

آنچہ در دل داشتے آں پشت خم
وہ کُبڑی کمر والا جو دل میں رکھتا
قدرِ آں دادے بدو نے بیش و کم
اُس کی بقدر اُس کو دیتے نہ زیادہ نہ کم

پس بگفتندے چہ دانستی کہ او
تو لوگوں نے اُن سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں
ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو
اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟

اُو بگفتے خانۂ دل خلوت ست
وہ فرماتے، کہ دل کا گھر خالی ہے
خالی از گدیہ مثالِ جنّت ست
جو سوال سے خالی ہو وہ جنّت کی طرح ہے

اندرو جز عشقِ یزداں کار نیست
اس میں خدا کے عشق کے سوا کام نہیں ہے
جز خیالِ وصلِ اُو دیّار نیست
وصل کے خیال کے سوا اُس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

خانہ را من روفتم از نیک و بد
میں نے اچھے بُرے سے دل کو صاف کر لیا ہے
خانہ ام پُرست از عشقِ احد
میرا گھر خدا کے عشق سے پُر ہے

ہر چہ[2] بینم اندرو غیرِ خدا
میں اس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں
آنِ من نبوَد بُوَد عکسِ گدا
وہ میرا نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے۔

گر در آبے نخل یا عرجوں نمود
اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی
جز ز عکسِ نخلۂ بیروں نبود
باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

در تگِ آب ار ببینی صورتے
پانی کی تہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے
عکسِ بیروں باشد آں نقش اے فتے
اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہوگا

لیک تا آب از قذیٰ خالی شدن
لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک
تنقیہ شرط ست در جُوئے بدن
بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے

تا[3] نماند تیرگی و خس درو
تاکہ اس میں کدورت اور گھاس پھونس نہ رہے
تا امیں گردد نماید عکسِ رُو
حتیٰ کہ وہ امین بن جائے اور چہرے کا عکس دکھائے

جز گلابہ در تنت کوا اے مُقل
اے مفلس! کیچڑ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟
آب صافی کُن ز گِل اے خصمِ دل
اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کرنے

تو بر آنی ہر دمی کز خواب و خور
تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے
خاک ریزی اندریں جو بیشتر
اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

[1] محبّس۔ مصدر بمعنیٰ مفعول قرار دے کر ہم نے قیدی کا ترجمہ کیا ہے۔ پشت خم یعنی بوجھ سے دبا ہوا۔ پس بگفتند۔ لوگوں نے اُن سے معلوم کیا کہ آپ دل کی بات کیسے جان لیتے ہیں۔ او بگفتے۔ وہ شیخ جواب میں کہتے کہ ہم لوگوں کا دل جنّت کی طرح احتیاج سے خالی ہے اُس میں سوائے عشقِ خداوندی کے کوئی چیز نہیں ہے ہم نے اپنے دل کو عشقِ خداوندی کے سوا سے بالکل خالی کر لیا ہے۔

[2] ہر چہ۔ اب ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ فقیر کا عکس ہوتا ہے اس وجہ سے ہم اس کی سب ضرورت جان لیتے ہیں۔ گر در آب۔ پانی صاف چیز ہے اس میں اگر کھجور کا درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا عکس ہوگا اور پانی میں جو تصویر بھی دیکھو گے وہ باہر کا عکس ہوگی لیکن دل کو صاف کرنے کیلئے مجاہدات کے ذریعہ اس کا تنقیہ ضروری ہے۔

[3] تا نماند۔ جب اس میں خود گدلا پن نہ رہے گا تب اُس میں بیرونی عکس نظر آسکے گا۔ جز گلابہ۔ انسان کا بدن کیچڑ سے بنا ہے اُس کی صفائی کے لئے بہت محنت درکار ہے۔ تو بر آئی۔ تو ہر وقت خواب و خور میں لگا ہوا ہے جس سے اس کی کدورت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

سببِ دانستنِ ضمیر ہائے خلق

لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں دلِ آں آب ازینہا خالیست[1]
عکسِ رُوہا از بُروں در آب جست

جب اس پانی کا دل ان سے خالی ہے
تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا

پس مُصفّا کُن درونِ خویش را
تا بدانی سِرِّ ہر درویش را

تو اپنے باطن کو صاف کرے
تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے

پس تُرا باطن مُصفّا نا شُدہ
خانہ پُر از دیو و نسناس و دَدہ

تیرا باطن مصفیٰ نہیں ہوا
بھوت اور بن مانس اور درندوں سے بھرا گھر ہے

اے خرے[2] ز استیزہ ماندہ در خری
کے ز ارواحِ مسیحا بُو بری

او گدھے! تو جھگڑے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا
حضرت مسیح کی روحوں سے تو کب واقف ہوگا؟

کے شناسی گر خیالے سر کُند
کز کدامیں مکمنے سر بر کُند

اگر کوئی خیال نمودار ہوا، تو کب پہچانے گا
کہ کس نہاں خانہ سے وہ ابھرا؟

چوں خیالے میشود در زہد تن
تا خیالات از درونہ روفتن

زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے
باطن سے خیالات کو صاف کرنے میں

ایں خیالِ کز برونِ آید اندرو
تا نگرداند تُرا ز اہلِ بُروں

باطن میں سے یہ ٹیڑھا خیال نکال دے
تاکہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے

غالب شُدنِ مکرِ روباہ بر استعصامِ خر

لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آجانا

خر بسے کوشید و اُو را دفع گفت
لیک جوعُ الکلب با خر بود جفت

گدھے نے بہت کوشش کی اور ٹالنے کی مدافعت کی
لیکن گدھے میں جوع الکلب تھی

غالب آمد[3] حرص و صبرش شد ضعیف
پس گلوہا کہ بُرد عشقِ رغیف

حرص غالب آگئی اور صبر کمزور ہوگیا
روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں

زاں رسولے کش حقائق داد دست
کاد فقر ان یکون کفر آمدست

اس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے
"فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" منقول ہے

گشتہ بُود آں خر مجاعت را اسیر
گفت اگر مکر است یکرہ مُردہ گیر

وہ گدھا، بھوک کا قیدی بن گیا تھا
سوچا اگر مکر ہے، ایکدم سے مُردہ سمجھ لے

---

[1] چوں. جب آپ دل میں صفائی پیدا ہو جائیگی ہر خارجی چیز کا عکس اس میں نظر آنے لگے گا۔ تا بدانی۔ جب تو اس کو مصفیٰ کرے گا پھر ہر سائل کا عکس تیرے دل میں نمودار ہو جائے گا۔

[2] اے خرے۔ جب انسان گدھے پن میں مبتلا رہے گا تو وہ خرِ عیسیٰ جیسا نہ ہوگا۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ چوں جب انسان زہد اختیار کرتا ہے اور خیالات سے دل کو پاک کرتا ہے تو اس کا جسم خیال کی طرح لطیف ہو جاتا ہے۔ ز اہلِ بروں۔ یعنی اہلِ بروں۔ استعصام۔ بچاؤ۔ جوع الکلب یعنی جوع البقر۔

[3] غالب۔ گدھے کی حرص صبر پر غالب آگئی روٹی کے عشق نے بہت سوں کو ہلاک کیا ہے۔ کاد حدیث شریف ہے کاد الفقر ان یکون کفرا "فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" یعنی انسان کا فقر اس کو کافر بنا دیتا ہے۔ مجاعت۔ بھوک۔ گفت۔ گدھے نے سوچا اگر یہ لومڑی کا مکر بھی ہے اور میرے مارنے کی ترکیب ہے تو بھوک کے ذریعہ بار بار کی موت سے ایک بار موت اچھی ہے۔

زیں عذابِ جوع بارے وا رہم — گر حیات ایں ست مَن مُردہ بہم

بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا — اگر زندگی یہ ہے تو میں مُردہ بہتر ہوں

گر خر اوّل توبہ و سوگند خورد — عاقبت ہم از خری خبطے[1] بکرد

گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی — انجام کار گدھے پن سے، گڑ بڑ بھی کر دی

حرص کور و احمق و ناداں کُند — مرگ را بر احمقاں آساں کُند

لالچ اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے — احمقوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے

ہست آساں مرگ بر جانِ خراں — کہ ندارند آبِ جانِ جاوداں

گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے — کیونکہ وہ ابدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں

چوں ندارد جانِ جاوید آں شقیست — جرأتِ اُو بر اجل از احمقی ست

چونکہ وہ ابدی جان نہیں رکھتا، بدبخت ہے — موت پر اُس کی جرأت حماقت سے ہے

جہد کُن تا جاں مخلّد گرددت — تا بروزِ مرگ برگے باشدت

کوشش کر تاکہ تیری جان ابدی بن جائے — تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو

اعتمادش[2] نیز بر رازق نبود — کہ بر افشاند بر و از غیب جود

اُس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا — جو اُس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا

تاکنونش فضل بے روزی نداشت — گرچہ گہ گہ بر تنش جوعے گماشت

اُس کو اللہ کے فضل نے اب تک بے رزق کے نہیں رکھا — اگرچہ کبھی کبھی اُس پر بھوک کو مسلط کر دیا

در بیانِ فضیلت جوع و احتمار

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نباشد[3] جوع صد رنجِ دگر — از پئے ہیضہ بر آرد از تو سر

اگر بھوک نہ ہو، دوسری سینکڑوں بیماریاں — ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہو جائیں گی

رنجِ جوع اولیٰ بُوَد خود زاں عِلل — ہم بلُطف و ہم بخفّت، ہم عمل

ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے — پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن کے اعتبار سے بھی اور عمل کے (اعتبار سے بھی)

رنجِ جوع از رنجہا پاکیزہ تر — خاصہ در جوع ست صد نفع و ہنر

بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے — خصوصاً بھوک میں سینکڑوں فائدے اور ہنر ہیں

جوع خود سلطانِ داروہا ہیں — جوع در جاں نہ چنیں خوارش مبیں

آگاہ! بھوک خود دواؤں کی بادشاہ ہے — بھوک کو جان میں جگہ دے، اُسکو ذلیل نہ سمجھ

[1] خبط۔ گڑ بڑ۔ حرص۔ لالچ انسان کو اندھا بہرا بنا دیا ہے اور موت کو آسان کر دیتا ہے جس طرح گدھے نے اپنی موت کو پسند کر لیا۔ کہ ندارند۔ احمقوں اور گدھوں کی زندگی ابدی نہیں ہے اور انسان شقاوت اور حماقت کی وجہ سے مرنا پسند کرتا ہے۔ جہد کُن۔ انسان کو ابدی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

[2] اعتمادش۔ اس گدھے کو اللہ کی رزاقی کا یقین نہ تھا۔ تاکنونش۔ جتنے دن زندہ رہا بغیر رزق کے زندہ نہیں رہا لیکن پھر بھی اُس کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ نہ تھا۔ جوع۔ بھوک۔ در بیان۔ خدا بھوک میں مبتلا کرتا ہے تو اُس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

[3] گر نباشد۔ بغیر بھوک کے اگر آدمی کھانا کھاتا ہے تو ہیضہ ہو جاتا ہے پھر اُس کے بعد اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ رنج۔ بھوک کی تکلیف اور بیماریوں کی تکلیف سے بہت بہتر ہے اس میں جسم میں پاکیزگی اور ہلکا پن اور کارکردگی رہتی ہے اور اُس کو بھی بہت منافع ہیں۔ جوع۔ فاقہ سے بہت سی بیماریاں خود دور ہو جاتی ہیں۔

جُملہ[1] ناخوش از مجاعت خوش شُد ست | جملہ خوشہا بے مجاعت ہا ردست

سب بے مزا بھوک کی وجہ سے خوشذائقہ ہو گئے ہیں | تمام خوش مزہ، بغیر بھوک کے مردود ہیں

آں یکے میخورد نانِ فخفرہ | گفت سائل چوں بدیں ستت شرہ

ایک شخص جَو کی روٹی کھا رہا تھا | سوال کرنیوالے نے پوچھا تجھے اِس کا شوق کیوں ہے؟

گفت جُوع از صبر چُوں دو تا شود | نانِ جَو در پیشِ مَن حلوا شود

اُس نے کہا جب بھوک صبر سے دُہری ہو جاتی ہے | میرے لئے جَو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے

پَس توانم کہ ہمہ حلوا خورم | چوں کنم صبرِ ضروری لاجرم

تو میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں | جب لامحالہ ضروری صبر کروں

خود نباشد جُوع ہر کس را زبوں | کایں عَلَف زار یست ز اندازہ بروں

بھوک ہر شخص کے قابو میں نہیں آتی ہے | کیونکہ گھاس کی چراگاہ اندازے سے زیادہ ہے

جُوع مر خاصانِ حق را دادہ اند | تا شوند از جُوع شیرِ زورمند

بھوک خاصانِ خدا کو دی ہے | تاکہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں

جُوعِ ہر جلف[2] گدارا کے دہند | چوں علف کم نیست پیشِ اُو نہند

بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں | چونکہ چارہ کم نہیں ہے اُس کے سامنے کر دیتے ہیں

کہ بخور تو ہم بدیں ارزانیے | تو نہ مُرغِ آب مُرغِ نانیے

کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے | تو پانی کا پرندہ نہیں ہے تو روٹی کا پرندہ ہے

نبُود اندر دل ترا جز فکرِ ناں | ناید اندر خاطرت جز ذکرِ ناں

تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا | تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

بعد چندیں سال حاصل چیست | جُوعِ مُردن بہ بود زیں زیستت

اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟ | مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایت[3] مُریدے کہ شیخ از حرصِ ضمیرِ اُو واقف شُد و اُورا

اُس مُرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہو گیا اور اُس کو

نصیحت کرد بزبان و در ضمنِ نصیحت قوّتِ توکّل

زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اللہ تعالےٰ کے حکم سے

بخشیدش بامرِ حق عزّ و جلّ

اُس کو توکل کی قوت بخش دی

[1] جملہ۔ بھوک میں جَو کی روٹی بھی پلاؤ تورمے کا مزہ دیتی ہے بغیر بھوک کے لذیذ کھانے بھی بدمزہ معلوم ہوتے ہیں۔ فخفرہ۔ بوزن مسخرہ، جو شُرہ۔ حرص۔ گفت۔ اس نے جواب دیا جب انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو جَو کی روٹی بھی حلوے کا مزہ دیتی ہے۔ پس۔ میں بھوک لگا کر اور صبر سے کام لے کر جَو کی روٹی کا حلوا بنا لیتا ہوں۔ خود نباشد۔ یہ بھوک وہ نعمت ہے جو ہر شخص کو میسر نہیں آتی کیونکہ یہ دنیا وسیع چراگاہ ہے اس میں انسان کچھ نہ کچھ کھا لیتا ہے۔ جُوع۔ بھوک صرف خاصانِ خدا کا حصہ ہے جس سے وہ روحانی شیر بن جاتے ہیں۔

[2] ہر جلف۔ ہر کمینہ گداگر بھوک کی نعمت عطا نہیں ہوتی۔ اُس کے لئے عام خوراک مہیا کر دی جاتی ہے اور اُس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تو دریائے معرفت کا پرندہ نہیں ہے روٹی کھانے والا پرندہ ہے۔ بعد چندیں۔ حریص پیٹو کھا پی کر مر جاتا ہے اور اُس کی لا حاصل زندگی ختم ہو جاتی ہے اس زندگی سے بھوک کی موت بدرجہا بہتر ہے۔

[3] حکایت۔ ایک شیخ ایک مرید کے ساتھ اُس شہر کی طرف جا رہے تھے جہاں قحط تھا مرید روٹی کی حرص کی وجہ سے پریشان تھا شیخ پر اُسکی دلی کیفیت... منکشف ہو گئی شیخ نے اُس کو

شیخ میشد با مریدے بید رنگ — سوئے شہرے ناں دراں جا بود تنگ [1]

شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے روانہ ہوئے — شہر کی جانب جہاں روٹی کمیاب تھی

ترسِ جوع و قحط در فکرِ مرید — ہر دمے میگشت از غفلت مزید

مرید کے فکر میں قحط اور بھوک کا خوف تھا — جو غفلت کی وجہ سے، ہر لحظہ بڑھ رہا تھا

شیخ آگہ بود و واقف از ضمیر — گفت او را چند باشی در زحیر

شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے — انھوں نے اس سے کہا کب تک پریشانی میں رہیگا؟

از برائے غصۂ ناں سوختی — دیدۂ صبر و توکل دوختی

تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے — تو نے صبر اور توکل کی آنکھ بند کرلی ہے

تو نۂ زاں نازنینانِ عزیز — کہ ترا دارند بے جوز و مویز

تو ان پیارے ناز پروردوں میں سے نہیں ہے — کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منقی کے رکھیں

جوعِ رزقِ جانِ خاصانِ خدا ست — کے زبونِ ہمچو تو گیجِ گدا ست

بھوک، خاصانِ خدا کا رزق ہے — وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہاں ہے؟

باش فارغ تو ازانہا نیستی — کاندریں مطبخ تو بے ناں بایستی

تو مطمئن رہ، تو ان میں سے نہیں ہے — کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے

کاسہ [2] بر کاسہ ست ناں برناں مدام — از برائے ایں شکم خوارانِ عام

ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے — ان عام پیٹوؤں کے لئے

چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش — کہ زبیمِ بے نوائی کشتہ خویش

جب مرتا ہے، روٹی آگے آگے جاتی ہے — کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے

تو برفتی ماند ناں برخیز و گیر — اے بکشتہ خویش را اندر زحیر

تو چلا، روٹی رہ گئی کھڑا ہو لے لے — اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا

ہیں [3] توکل کن ملرزاں پا و دست — رزقِ تو بر تو ز تو عاشق تر ست

خبردار! توکل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا — تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے

عاشق ست و میزند او مول مول — کہ ز بے صبریت داند اے فضول

وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے، ٹھہر ٹھہر — کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے

گر ترا صبرے بدے رزق آمدے — خویشتن چوں عاشقاں بر تو زدے

اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آجاتا — عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر ڈالتا

---

[1] تنگ۔ یعنی وہ شہر قحط زدہ تھا روٹی گراں اور کمیاب تھی۔ از غفلت۔ یعنی خدا کی رزاقی کی غفلت سے۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ از برائے۔ تو روٹی کی فکر میں جل رہا ہے تجھے خدا پر بھروسہ نہیں ہے۔ تو نۂ۔ تو ان خاصانِ خدا میں سے نہیں ہے جن کو جوع کا تحفہ دیا جاتا ہے تجھے لامحالہ دنیاوی غذا میسر آجائے گی۔ گیج۔ احمق۔

[2] کاسہ۔ دنیاداروں کے لئے بکثرت کھانا پینا موجود ہے۔ چوں بمیرد۔ جب مرجاتا ہے تو بھی روٹی آگے آگے جاتی ہے جو قبرستان میں غریبوں کو تقسیم کردی جاتی ہے اور وہ روٹی مُردے سے کہتی ہے کہ تو روٹی کی فکر میں مرا ہے اٹھ اب روٹی لے لے۔

[3] ہیں۔ شیخ نے مُرید سے کہا انسان رزق کا اتنا عاشق نہیں ہے جتنا رزق انسان کا عاشق ہے، اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا لامحالہ رزق انسان کو تلاش کرکے اس کے پاس پہنچتا ہے۔ عاشق ست۔ رزق انسان پر عاشق ہے اور وہ اس کو کہتا ہے ٹھہر جا میں تیرے پاس پہنچتا ہوں کیونکہ وہ انسان کی بے صبری کو جانتا ہے۔

ایں تپ و لرزہ ز خوفِ جوع چیست — در توکل سیر می تانید زیست

بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟ — توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایتِ[1] آں گاؤ کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ حق تعالیٰ

اُس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اُس بڑے جزیرے

آں جزیرہ بزرگ را ہر روز پُر کند از نبات و ریاحین[2] کہ

کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تاکہ رات تک

تا علفِ آں گاؤ باشد تا بشب آں گاؤ ہمہ را بچرد و فربہ

اُس بیل کے لئے چارا رہے وہ بیل سب کو چر لیتا ہے اور پہاڑ کی

شود چوں کوہ پارہ چوں شب شود خوابش نبرد از غصہ و

طرح موٹا ہو جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے اُس کو رنج اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غصہ لاغر

نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہاں تک کہ وہ اس

شود ہمچوں خلال روز برخیزد ہمہ صحرا را سبز تر و انبوہ تر بیند

رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور

از وے باز بخورد و فربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہاست

زیادہ گھنا دیکھتا ہے اُس میں سے پھر کھاتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم

کہ او ہمچنیں مے بیند و اعتماد نمی کند

آپکڑتا ہے سالوں گزر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

یک جزیرہ سبز ہست اندر جہاں — اندرو گاویست تنہا خوش دہاں

دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے — اُس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے

جملہ[3] صحرا را چرد او تا بشب — تا شود زفت و عظیم و منتجب

وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے — حتیٰ کہ موٹا اور بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے

شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم — گردد او چوں تارِ مو لاغر ز غم

رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا؟ — وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہو جاتا ہے

چوں بر آید صبح گردد سبز دشت — تا میاں رستہ قصیلِ سبز و کشت

جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہو جاتا ہے — سبز چارا اور کھیتی کمر تک ہوتی

---

[1] حکایت۔ اِس حکایت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح اِس بیل کی بے صبری تھی اور رزق کے فکر میں گھلا جاتا تھا یہی حال انسان کا ہے۔

[2] ریاحین۔ خوشبودار نباتات۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ خوش دہاں۔ عمدہ خوراک کھانے والا۔

[3] جملہ صحرا۔ ہرا سبزہ زار ہر بیل اکیلا ہے دن بھر خوب کھاتا اور موٹا تازہ بن جاتا۔ منتجب۔ نجیب، بزرگ۔ شب۔ رات بھر اس غم میں رہتا کہ میں نے سب چراگاہ کھالی اب کل کو کیا کھاؤں گا۔ قصیل۔ سبز جو، خوید۔

اندر افتد گاو با جوع البقر[1] — تا بشب آں را چرد او سر بسر
بیل جوع البقر کے ساتھ اس میں گھس جاتا ہے — رات تک وہ اس کو چر جاتا ہے

باز زفت و فربہ و لمتر شود — آں تنش از پیہ و قوت پر شود
پھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے — اس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے

باز شب اندر تپ افتد از فزع — تا شود لاغر ز خوف منتجع
وہ پھر رات کو گھبراہٹ کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے — چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد فردا وقت خور — سالہا این ست کار آں بقر
کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟ — اس بیل کی سالوں یہی حالت رہی

ہیچ نندیشد کہ چندیں سال من — میخورم زیں سبزہ زار و زیں چمن
وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں — اس سبزہ زار اور اس چمن کو چر رہا ہوں

ہیچ[2] روزے کم نیامد روزیم — چیست ایں ترس و غم و دلسوزیم
کسی دن بھی میرا رزق کم نہیں ہوتا ہے — پھر میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟

باز چوں شب میشود آں گاو زفت — میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت
پھر جب رات ہوتی وہ موٹا بیل — لاغر ہو جاتا کہ ہائے رزق ختم ہو گیا

نفس آں گاو ست و آں دشت ایں جہاں — کو ہمی لاغر شود از خوف ناں
نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے — جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب — لوت فردا از کجا سازم طلب
کہ حیرت ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟ — کل کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟

سالہا خوردی و کم نامد ز خور — ترک مستقبل کن و ماضی نگر
تو نے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا — آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر

لوت[3] پوت خوردہ را ہم یاد آر — منگر اندر غابر و کم باش زار
کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر — مستقبل کو نہ دیکھ اور بدحال نہ بن

قصہ آں گاو را یکسوئے نہ — زاں خر و زاں شیر نر پیغام دہ
اس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ — اس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

صید کردن شیر آں خر را و تشنہ شدن شیر از کوشش و رفتن

شیر کو اس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا

---

[1] جوع البقر۔ وہ مرض ہے جس میں انسان کا کسی حالت میں پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ لمتر: موٹا۔ فزع: گھبراہٹ۔ منتجع: چراگاہ۔ سالہا: ایک عرصہ دراز تک اس بیل کی یہی حالت رہی کہ دن کو کھا کر موٹا ہو جاتا اور رات کو کل کی فکر میں دُبلا ہو جاتا اور کبھی یہ نہ سوچا یہ خوف بیجا ہے اتنے سال گزر گئے اور مجھے بہر حال روز خوراک حاصل ہو رہی ہے۔

[2] ہیچ۔ وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ کسی روز بھی روزی کم نہیں مل رہی ہے تو میں غم کیوں کروں۔ نفس۔ انسان کے نفس کو یہ بیل سمجھو اور دنیا کو یہ جنگل۔ کہ چہ۔ انسان اسی فکر میں گھلتا ہے کہ کل کو کیا کھاؤں گا۔ ترک۔ انسان کو چاہیے کہ ماضی پر نظر رکھ کر مستقبل کی فکر چھوڑ دے۔

[3] لوت۔ یہ یاد رکھ کہ کس قدر لذیذ غذائیں کھاتا رہا ہے خدا اسی طرح دے گا آئندہ کی فکر میں نہ پڑ۔ صید کردن۔ شیر نے گدھے کو شکار کر لیا اس محنت میں شیر کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے چلا گیا لومڑی نے اس وقفہ میں گدھے کا دل جگر گردہ کھا لیا شیر نے آ کر دریافت کیا کہ دل گردہ کہاں ہے تو لومڑی نے جواب دیا اگر گدھے کے دل گردہ ہوتا ہے تو وہ تیرے پہلے حملہ کے بعد دوبارہ بہکانے سے تیرے پاس کیسے آ جاتا۔

بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدنِ شیر روباہ جگر بند و دل و گردہ

تاکہ پانی پیئے، شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھا چکی

خر را خوردہ بود کہ لطیف ترست شیر طلب کرد دل و

تھی کیونکہ عمدہ تھا شیر نے تلاش کیا تو دل نہ جگر نہ پایا

جگر نیافت از روبہ بپرسید کہ دل و جگر و گردہ کجاست

لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے؟

روبہ گفت اگر اُو را دل و جگر بودے آنچناں سیاستے کہ

لومڑی نے کہا، اگر اس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جو اس نے اس دن دیکھی ہے تھی

دیدہ بود آں روز بہزار حیلہ جان بُردہ بود کے بر تو باز آمدے

جس سے ہزار حیلے سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ [1]

اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے

بُرد خر را روبہک تا پیشِ شیر — پارہ پارہ کردش آں شیرِ دلیر

لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی — اس بہادر شیر نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے

تشنہ شد از کوششِ آں سلطانِ دد — رفت سوئے چشمہ تا آبے خورد

محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہوگیا — چشمہ کی جانب گیا تاکہ پانی پی لے

روبہک [2] خورد آں جگر بند و دلش — آں زماں چوں فرصتے شُد حاصلش

لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی — اس وقت چونکہ اس کو موقع ملا

شیر چوں واگشت از چشمہ بخور — جُست در خر دل نہ دل بُدنے جگر

شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا — گدھے میں دل ڈھونڈا، نہ دل تھا نہ جگر

گفت [3] روبہ را جگر کو دل چہ شُد — کہ نباشد جانور را زیں دو بُد

لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا — جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

گفت اگر بودے ورا دل یا جگر — کے بدیں جا آمدے بارِ دگر

اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا — وہ دوبارہ اس جگہ کب آتا؟

آں قیامت دیدہ بود و رستخیز — واں ز کوہ افتادن و ہول و گریز

اس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا — وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ

[1] لو کنّا۔ دوزخی دوزخ میں کہیں گے اگر ہم صحیح بات سن لیتے اور سمجھ جاتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ روبہک ذلیل لومڑی۔ سلطانِ دد۔ درندوں کا بادشاہ، شیر۔

[2] روبہک۔ جب شیر پانی پینے چلا گیا تو لومڑی کو موقع مل گیا وہ گدھے کا دل اور جگر کھا گئی۔ شیر نے واپس آکر دیکھا تو گدھے کا دل وجگر موجود نہ تھا۔

[3] گفت۔ شیر نے لومڑی سے کہا دل اور جگر تو ہر جانور میں ضرور ہوتے ہیں وہ اس گدھے کے کہاں ہیں۔ اگر بودے لومڑی نے کہا اگر اس گدھے کے دل وجگر ہوتا تو یہ دوبارہ تیرے پاس کیسے آتا۔ آں قیا۔ اس گدھے نے تیرا قیامت خیز حملہ دیکھا تھا اور وہ پہاڑ پر سے گر بھی گیا تھا۔

گر جگر بودے وُرا یا دل بُدے [1] | بارِ دیگر کے بَرِ تو آمدے
اگر اُس کے جگر ہوتا، یا دل ہوتا | دوبارہ تیرے پاس کب آتا؟

چوں نباشد نورِ دل، دل نیست آں | چوں نباشد روح جُز گِل نیست آں
جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے | جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

آں زجاجے کو ندارد نورِ جاں | بولِ قارورہ است قندیلش مخواں
وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا | اُس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے

نورِ مصباح ست دادِ ذوالجلال | صنعتِ خلقت آں شیشہ و سفال
چراغ کا نور خدا کی عطا ہے | شیشہ اور دِیولا مخلوق کی کاریگری ہے

لاجرم در ظرف باشد اعتداد [2] | در لَہَب ہا نبود اِلّا اتحاد
لامحالہ ظرف میں تعدد ہے | روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے

نورِ شش قندیل چوں آمیختند | نیست اندر نورِ شاں اعداد و چند
جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا | اُن کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے

آں جہود از ظرفہا مشرک شدست | نورِ دید آں مومن و مُدرک شدست
یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا | مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا

چوں نظر بر روح اُفتد مرورا | پس یکے بیند خلیل و مصطفےٰ
چونکہ اُس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے | اِس لئے خلیلؑ اور مصطفٰیؐ کو ایک دیکھتا ہے

چوں نظر بر ظرف اُفتد روح را | پس دو بیند شیثؑ را و نوحؑ را
جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے | وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

جُو کہ آبش ہست جُو خود آں بُوَد [3] | آدمی آنست کو را جاں بُوَد
جس نہر میں پانی ہے، نہر وہی ہے | آدمی وہی ہے، جس میں جان ہو

ایں نہ مرد انند اینہا صورت اند | مُردۂ نان اند و کشتۂ شہوت اند
یہ مرد نہیں ہیں، یہ مورتی ہیں | روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

حکایتِ آں راہب کہ روز با چراغ میگشت در میانِ بازار از سرِ حالتے کہ اُورا بود

اُس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لئے ہوئے بازار میں چکر لگاتا تھا اُس باطنی حالت کی وجہ سے جو اُس کو حاصل تھی

---

[1] گر جگر بودے۔ اگر دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ نہ آتا۔ چوں نباشد جس عضو کا جو کام ہے اگر وہ عضو اپنا کام نہیں کرتا تو گویا وہ عضو ہی نہیں ہے دل میں جب نور نہ ہو تو وہ دل نہیں۔ انسان میں روح نہ ہو تو وہ محض مٹی کا پتلا ہے۔ آں زجاج۔ جس شیشہ میں روشنی نہیں وہ قندیل نہیں بلکہ پیشاب کی شیشی ہے شیشہ۔ یعنی قندیل کا شیشہ۔ سفال۔ یعنی مٹی کا چراغ۔

[2] لاجرم۔ چراغوں اور قندیلوں میں تعدد اور دوئی ہے اُن کی روشنی جو پھیلتی ہے اُس میں وحدت ہے۔ آں جہود۔ یہود نے انبیاء کے اجسام پر نظر کی تو ان میں تعدد سمجھا بعض پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کر دیا، مومن نے اجسام اور ظروف پر نظر نہ کی بلکہ روح اور نور کو دیکھا جس میں وحدت ہے تو اُس کا عقیدہ ہوا کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں!

[3] جُو۔ نہر تو وہی ہے جس میں پانی ہو آدمی وہی ہے جس میں روح ہو۔ اینہا۔ عوام انسان نہیں ہیں مورتیں ہیں انکو زندہ بھی نہ سمجھو یہ شہوت اور روٹی کے مقتول ہیں۔ حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ بظاہر انسان بہت ہیں لیکن وہ انسان جن میں انسانیت ہو کمیاب ہیں۔

آں یکے[1] با شمع بر میگشت روز — گرد بازار و دلش پُر عشق و سُوز

ایک شخص دن میں چراغ لئے ہوئے گھومتا تھا — بازار میں، اور اُس کا دل عشق و سوزش سے پُر تھا

بُو الفضولے گفت اُو را کا فلاں — ہیں چہ میجوئی بسُوئے ہر دُکاں

ایک بیہودہ نے اُس سے کہا کہ اے فلاں! — ہر دُکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہیں چہ میگردی تو جُویاں با چراغ — در میانِ روزِ روشن چیست لاغ

ہائیں تو چراغ لئے ہوئے کیوں گھومتا ہے؟ — روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟

گفت میجویم بہر سُو آدمے — کہ بُود حے از حیاتِ آں دمے

اُس نے کہا میں ہر جانب انسان تلاش کرتا ہوں — جو اُس سانس کی زندگی سے زندہ ہو

گفت من جویائے انساں گشتہ ام — می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ ام

اُس نے کہا میں انسان کا جویاں بنا ہوں — میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں

گفت مردے ہست ایں بازار پُر — مرد مانند آخر اے دانائے حُر

(فضولی) مرد نے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے — اے عقلمند آزاد! بالآخر انسان ہی ہیں

گفت خواہم[2] مرد بر جادہ دوِرہ — در رہِ خشم و بہنگامِ شرہ

اُس نے کہا میں دو راہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں — غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت

وقتِ خشم و وقتِ شہوت مرد کُو — طالبِ مردے دوانم کُو بکو

غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟ — میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں

کُو دریں دو حال مردے در جہاں — تا فدائے اُو کنم امروز جاں

دنیا میں اِن دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟ — تاکہ آج میں اُس پر جان قربان کردوں

گفت[3] نادر چیز میجوئی ولیک — غافل از حکمِ قضائی نیک نیک

اُس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن — تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے

ناظرِ فرعی ز اصلے بے خبر — فرع مائیم اصل احکامِ قدر

تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے — ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں

چرخ گرداں را قضا گمرہ کُند — صد عطارد را قضا ابلہ کُند

قضا گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے — قضا سینکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے

چرخ۔ تقدیرِ خداوندی آسمان کو بھی راستہ سے بھٹکا دیتی ہے عطارد ستارہ جو آسمان کا منشی ہے اُس کو تقدیر احمق بنا دیتی ہے۔

[1] آں یکے۔ ایک خدا کا عاشق دن میں چراغ جلائے ہوئے کچھ ڈھونڈتا پھرتا تھا جس۔ دن میں چراغ کی روشنی سے تلاش کرنا مذاق اور دل لگی کی بات ہے تو چراغ لئے کیا تلاش کر رہا ہے۔ گفت۔ اس عاشقِ خدا نے کہا میں ہر جانب ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں جو اللہ کی عطا کردہ روح سے زندہ ہو اور مجھے کوئی انسان نہیں ملتا ہے۔ مرد مانند۔ اس بیہودہ شخص نے کہا کہ یہ سارا بازار انسانوں سے پٹا پڑا ہے اور تجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔

[2] خواہم مرد۔ اس عاشقِ خدا نے کہا میں ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جو دو حالتوں یعنی غصہ اور حرص کے وقت سیدھے راستے پر چلتا ہوا۔ وقتِ خشم و شہر، نظر آدمی اس کو نہ جانیے جو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا۔ جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا۔ کو۔ اگر ایسا آدمی مجھے مل جائے تو میں اس پر جان قربان کردوں۔

[3] گفت۔ اس شخص نے کہا ایسا انسان نادر اور کمیاب ہے اس کا ملنا دشوار ہے تو قضاء خداوندی کے حکم سے غافل ہے اور انسان کے افعال کو اس کا اختیاری فعل سمجھتا ہے۔ ناظر۔ انسان کا اپنا اختیار کہاں ہے اصل تو تقدیرِ خداوندی ہے۔

تنگ[1] گرداند جہانِ چارہ را
وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کردیتی ہے

آب گرداند حدید و خارہ را
وہ لوہے اور (سنگِ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے

اے قرارے دادہ رہ را گام گام
اے (وہ کہ) تو نے (قدم بقدم راستہ (طے کرنا) قرار دیا ہے

خام خامی خام خامی خام خام
تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا

چوں بدیدی گردشِ سنگِ آسیا
جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے

آبِ جُو را ہم ببیں آخر بیا
آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے

خاک را دیدی برآمد بر ہوا
تو نے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے

درمیانِ خاک بنگر باد را
گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے

دیگہائے[2] فکر می بینی بجوش
تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے

اندر آتش ہم نظر می کُن بہوش
ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے

گفت حق ایوبؑ را در مکرمت
اعزاز میں اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) ایوبؑ سے فرمایا

من بہر مُوئیت صبرے دادمت
میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیدیا ہے

ہیں بصبرِ خود مکن چندیں نظر
خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر

صبر دیدی صبر دادن را نگر
تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے

چند بینی گردشِ دولاب را
رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟

سر برون کُن ہم ببیں میراب را
سر باہر کو نکال، پانی والے کو بھی دیکھ لے

تو ہمی گوئی کہ می بینم ولیک
تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن

دیدِ آنرا بس علامتہاست نیک
اس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

گردشِ[3] کف را چو دیدی مختصر
جب تو نے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے

حیرتت باید بدریا در نگر
تجھے حیرت درکار ہے، دریا کو دیکھ

آنکہ کف را دید سر گویاں بُوَد
جس نے جھاگ کو دیکھا اس نے سر پیٹا

وآنکہ دریا دید او حیراں بُوَد
جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے

آنکہ کف را دید نیتہا کُنَد
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے

وآنکہ دریا دید دل دریا کُنَد
اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بناتا ہے

آنکہ۔ جو شخص تعینات کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریائے حقیقت سے جدا سمجھتا ہے اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب سمجھ کر مختلف نیتیں اچھی بری کرتا ہے۔ وآنکہ دریا۔ جس نے بحرِ حقیقت کو دیکھ لیا ہے اس کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سب کچھ منجانب اللہ سمجھتا ہے۔

[1] تنگ۔ تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہے لوہے اور سنگِ خارہ کو تقدیر پانی کردیتی ہے۔ اے۔ تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ راستہ تیرے قدم طے کرتے ہیں یہ تیری خام کاری ہے سب کچھ تقدیر کرتی ہے۔ چوں بدیدی۔ تو ظاہری اسباب پر نگاہ رکھتا ہے اور حقیقی سبب سے غافل ہے۔ خاک۔ تو ظاہر پر نظر رکھتا ہے حقیقت اور باطن تجھ سے پوشیدہ ہے۔

[2] دیگہائے۔ جس طرح دیگ بغیر آگ کے جوش نہیں کھاتی اسی طرح اسبابِ ظاہری بغیر مؤثر حقیقی کے کچھ اثرات نہیں رکھتے ہیں۔ گفت۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے خدا نے انکو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اپنے صبر کو نہ دیکھ صبر دینے والے کو دیکھ۔ چند بینی۔ رہٹ کو نہ دیکھ، رہٹ چلانے والے کو دیکھ۔ تو ہمی۔ تیرا دعویٰ تو یہ ہے کہ تو حقیقی سبب کو دیکھتا ہے لیکن حقیقی سبب کو دیکھنے والوں کی ایک علامت بھی تیرے اندر نہیں ہے۔

[3] گردش۔ یعنی ان تعینات کی جو بہت تھوڑے ہیں تو نے یہ چہل پہل دیکھی ہے اگر مقام حیرت میں پہنچنا تو دریائے حقیقت ذاتِ باری تعالیٰ پر نظر کرتا۔ آنکہ۔ جو صرف تعینات پر نظر رکھتا ہے اور انکو دریا سے جدا چیز سمجھتا ہے وہ لاحاصل سعی کرتا ہے جو شخص دریائے وحدت پر نظر رکھتا ہے اس کو محمود حیرانی حاصل ہوتی ہے۔

آنکہ کفہا دیدہ باشد در شمار ۔۔۔ وآنکہ دریا دیدہ شد بے اختیار

جس نے جھاگوں کو دیکھا وہ گنتی میں ہے ۔۔۔ اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہو گیا

آنکہ کف را دید در گردش بود ۔۔۔ وآنکہ دریا دید او بیغش بود

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے ۔۔۔ اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے

آنکہ کف را دید بیگارش کند ۔۔۔ وآنکہ دریا دید بردارش کند

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس سے بیگار لیتا ہے ۔۔۔ اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اسکو سولی پر چڑھا دیتا ہے

آنکہ کف را دید گردد مست او ۔۔۔ وآنکہ دریا دید باشد غرقِ ہو

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس کا مست بنجاتا ہے ۔۔۔ اور جس نے دریا کو دیکھا وہ خدا میں غرق ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید آید در سخن ۔۔۔ وآنکہ دریا دید شد بے ما و من

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے ۔۔۔ اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے انانیت کے ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید پالودہ شود ۔۔۔ وآنکہ دریا دید آسودہ شود

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے ۔۔۔ اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے

دعوت کردن مسلمان مرمغے را باسلام وجواب او

مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کا جواب

مرمغے را گفت مردے کاے فلاں ۔۔۔ ہیں مسلماں شو بباش از مومناں

ایک شخص نے ایک آتش پرست سے کہا اے فلاں ۔۔۔ خبردار! مسلمان ہو جا، مومنوں میں سے بنجا

گفت اگر خواہد خدا مومن شوم ۔۔۔ ور فزاید فضل ہم موقن شوم

اس نے کہا اگر خدا چاہے گا میں مومن بنجاؤنگا ۔۔۔ اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحب یقین بنجاؤنگا

گفت میخواہد خدا ایمانِ تو ۔۔۔ تا رہد از دستِ دوزخ جانِ تو

اس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہشمند ہے ۔۔۔ تاکہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پا جائے

لیک نفسِ نحس و آں شیطانِ زشت ۔۔۔ می کشندت سوئے کفران و کنشت

لیکن منحوس نفس اور بد شیطان ۔۔۔ تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے

گفت اے منصف چو ایشاں غالب اند ۔۔۔ یارِ او باشم کہ باشد زورمند

اس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں ۔۔۔ میں اس کا دوست بنوں گا جو طاقتور ہو

ہے۔ تاکہ تجھے دوزخ سے نجات مل جائے لیکن تیرا نفس اور شیطان تجھے کفر اور بت خانے کی جانب کھینچ لیتے ہیں۔

۱ آنکہ کفہا۔ جو شخص دریائے حقیقت سے غافل ہے اور محض بلبلوں اور جھاگوں کو دیکھ رہا ہے وہ اپنے افعال کو شمار کرتا ہے کہ کچھ اختیاری اور کچھ اضطراری ہیں اور وہ شخص جس کی دریا پر نظر ہے اپنے اختیاری افعال کو بھی سمجھتا ہے کہ یہ اختیار بھی خدا کا عطا کردہ ہے۔ در گردش بود یعنی ایسے شخص کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ بےغش بود۔ یعنی اس کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ بیگارش۔ یعنی دنیا کے دھندوں سے لگتا ہے اور اُخروی اجر سے محروم رہتا ہے۔ بردارش کند۔ وہ وہ مخلوق کو فنا کر کے خالق کی خدمت میں لگ جاتا ہے۔

۲ مست او۔ مخلوق میں مست ہو کر خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ غرق ہو یعنی فنا فی اللہ۔ در سخن۔ مصرع آنراکہ خبر شد خبرش باز نیامد۔ پالودہ۔ یعنی مجاہدوں کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے۔ مُغ۔ آتش پرست۔

۳ گفت۔ اس آتش پرست نے کہا اگر خدا چاہے گا تو میں مومن بن جاؤں گا اور اگر مزید مہربانی ہوئی تو پھر موقن یعنی وہ مومن جس کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو بن جاؤنگا۔ میخواہد مسلمان نے کہا خدا تجھے مومن بنانا چاہتا

ا؎ یارِ آں تا نم بدن کو غالب ست
میں اُس کا یار بنوں گا جو غالب ہے

اُں طرف افتم کہ غالب جاذب ست
میں اُس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے

چوں خدا میخواست از من صدقِ زفت
جب خدا مجھ سے پختہ سچائی چاہتا ہے

خواہشش چہ سود چوں پیشش نرفت
اسکے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اُس کی نہیں چلتی ہے؟

نفس و شیطاں خواہشِ خود پیش برد
نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی

واں عنایت قہر گشت و خرد و مرد
وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی

تو یکے قصر و سرائے ساختی
تو نے ایک محل اور سرائے بنائی

اندر و صد نقشِ خوش افراختی
اُس میں تو نے اچھے نقش بنائے

خواستی مسجد شود آں جائے خیر
تو نے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد ہے

دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر
دوسرا آیا اُس نے اُس کو بت خانہ بنا لیا

۲؎ یا تو بافیدی یکے کرباس تا
یا تو نے سوت بنا تا کہ

خوش بسازی بہرِ پوشیدن قبا
پہننے کے لئے اچھی قبا بنائے

تو قبا میخواستی خصم از نبرد
تو نے قبا (بنانی) چاہی، دشمن نے مخالفت سے

رغمِ تو کرباس را شلوار کرد
تیرے برخلاف کپڑا کو شلوار کر دیا

چارہ کرباس چہ بود جانِ من
اے میری جان! کپڑے کے لئے کیا چارہ ہوگا؟

جز زبونِ رائے آں غالب شدن
غالب آنے والے کے تابع بن جانے کے سوا

او زبوں شد جرم ایں کرباس چیست
وہ مغلوب ہو گیا اُس کپڑے کی کیا خطا ہے؟

آنکہ او مغلوبِ غالب نیست کیست
جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟

چوں کسے ناخواہِ او بروے براند
جب کسی نے اُس کے خلاف اُس پر حملہ کیا

خار بُن در ملک و خانہ او نشاند
اُس کی ملکیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی

۳؎ صاحبِ خانہ بدیں خواری بود
گھر والا اِس ذلت میں ہو

کایں چنیں بر وے خلافت میرود
کہ اِس طرح کی اُس پر حکومت ہو

ہم خلق گردم من ار تازہ و نوم
میں بھی بوسیدہ بن جاؤں گا خواہ تازہ و نیا ہوں

چونکہ یارے ایں چنیں خوارے شوم
جبکہ میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں

چونکہ خواہِ نفس آمد مستعاں
جبکہ نفس کی خواہش مددگار ہے

تسخر آمد ایش شاء اللہ کاں
تو "جو اللہ نے چاہا ہوا" مذاق ہے

ا؎ یار آں: آتش پرست نے کہا جبکہ نفس اور شیطان کا چاہا ہوا ہو رہا ہے تو وہ تگڑے ہیں اور مجھے قوی کا ساتھ دینا چاہیے۔ چوں خدا: اگر خدا مجھ سے سچائی چاہتا ہے اور نفس و شیطان کے مقابلہ میں اُس کی کچھ نہیں چلتی ہے تو اسکے چاہنے کا کیا فائدہ ہے۔ خرد و مرد۔ ریزہ ریزہ۔ تو یکے: اگر کوئی ایک اچھا مکان بنا کر اُس کو مسجد بنانا چاہے اور کوئی دوسرا اُس پر غالب آکر اُس کو بت خانہ بنا دے تو مسجد بنانے والے کی خواہش کا کیا فائدہ ہوا۔

۲؎ یا تو: اگر تو نے کپڑا اس لئے بنا کر تو اُس کی قبا بنائے اور تیرا مخالف آکر اسکو شلوار بنا دے تو کپڑے کیلئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے۔ چارہ۔ کپڑے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے اور وہ جو کچھ اُس کا بنانا چاہے بنا جائے۔ چونکہ جب کوئی شخص کسی پر غالب ہوتا ہے تو اُس کا سب کچھ بگاڑ دیتا ہے۔

۳؎ صاحب خانہ: غاصب کے مقابلہ میں گھر کا مالک عاجز ہو جاتا ہے اور اس پر دوسرا حکمرانی کرتا ہے۔ ہم خلق۔ کمزور کا ساتھی بھی ذلیل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ جب نفس اور شیطان غالب ہوں تو یہ کہنا کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے ایک مذاق کی بات ہے۔

من اگر ننگِ مُغاں یا کافرم — آں نیم کہ بر خدا ایں ظن برم
میں اگر آتش پرستوں کے لئے، ننگ یا کافر ہوں — میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پر اس طرح کا گمان کروں

گر کسے ناخواہِ او در غمِ او — گردد اندر مُلکتِ او حکم جو
اگر کوئی اُسکی خواہش کے بغیر اور اُسکی نوقت کے ساتھ — اُس کی ملک میں حاکم ہو

مُلکتِ او را فرو گیرد چنیں — کہ نیارد دم زدن دم آفریں
اُس کی مملکت پر اِس طرح قبضہ جمالے — کہ دم کو پیدا کرنے والا، دم نہ مار سکے

دفعِ او میخواہد و می بایدش — دیو ہر دم غصہ می افزایدش
وہ اُس کو دفع کرنا چاہے اور اُسکو کرنا چاہیے — شیطان ہر وقت اُس کا غصہ بڑھائے

بندۂ ایں دیو میباید شدن — چونکہ غالب اوست در ہر انجمن
اِس شیطان کا بندہ ہونا چاہیئے — جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے

تا مبادا کیں کشد شیطان ز من — پس چہ دستم گیرد آنجا ذوالمنن
تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے — تو اُس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا؟

آنکہ او خواہد مرادِ او شود — از کہ کارِ من دگر نیکو شود
جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے — پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہوگا

مثلِ شیطان بر درِ رحمٰن
رحمٰن کے دربر شیطان کی مثال

حاش للہ ایش شاء اللہ کاں — حاکم آمد در مکان و لا مکاں
اللہ پاک ہے، جو اُس نے چاہا ہوا — وہ مکان اور لامکان میں حاکم ہے

ہیچکس در ملکِ او بے امرِ او — در نیفزاید سرِ یک تارِ مو
کوئی شخص اُس کے حکم کے بغیر اُسکی ملک میں — ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے

مُلک مُلکِ اوست فرماں آنِ او — کمتریں سگ بر درِ آں شیطانِ او
سلطنت اُسی کی سلطنت ہے، حکم اُس کا ہے — اُس کا شیطان اُس کے دروازہ پر ادنیٰ کتا ہے

ترکماں را گر سگے باشد بدر — بر درش بنہادہ باشد روے و سر
اگر ترکمان کے دروازے پر کتا ہو — اُس کے دروازے پر منہ اور سر رکھے ہوتا ہے

حفاظت کے لئے یہ عموماً کتے بھی پالتے تھے گھر کے بچے اُن کتوں کی دُمیں کھینچتے تھے لیکن اجنبی انسان پر وہی کتے زنجیر کی طرح حملہ کر دیتے تھے۔

لہ من اگر۔ میں خواہ کافر یا آتش پرست ہوں تو میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ اللہ کا چاہا ہوا نہ ہو اور شیطان اور نفس کی خواہش پوری ہو۔ گر کسے۔ آتش پرست کہتا ہے کہ میں عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی شخص خدا کی ملکیت میں اُس کے برخلاف حکمرانی کر سکے اور خدا اُس کے سامنے دم بھی نہ مار سکے اور خدا دشمن کو دفع کرنا چاہے اور دشمن دفع نہ ہو اور خدا کا غصہ اور بڑھتا ہے۔ بندہ۔ اگر خدا اور شیطان کی یہی حالت ہے تو پھر خدا کی بجائے شیطان کا بندہ بن جانا چاہیئے کیونکہ خدا مغلوب اور شیطان غالب ہے۔

لہ تا مبادا۔ اِس حالت میں اگر شیطان کی بجائے خدا کی بندگی کی جائے گی تو شیطان دشمن بن جائے گا اور خدا کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ آنکہ جب شیطان کا منشا پورا ہوتا ہے تو پھر شیطان کے علاوہ میرا بھلا اور کون کر سکتا ہے۔ حاش للہ۔ اللہ تعالیٰ اِس سے پاک ہے کہ اُس کا ارادہ پورا نہ ہو۔ ہیچکس۔ اُس کی خدائی میں ایک ذرہ اُس کے حکم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

لہ ملک۔ دنیا اور آخرت اُس کا ملک ہے شیطان اُس کے در کا معمولی کتا ہے۔ ترکمان۔ یہ خانہ بدوش قوم تھی غارتگری اُس کا پیشہ تھا

کودکانِ خانہ دُمش میکشند
گھر کے بچے اُس کی دُم کھینچتے ہیں

باشد اندر دستِ طفلاں خوارمَند
وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

باز اگر بیگانہ مُعبَر کُند
پھر اگر کوئی اجنبی گذرتا ہے

حملہ بروے ہمچو شیرِ نر کُند
نر شیر کی طرح اُس پر حملہ کرتا ہے

کہ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ شُد
کیونکہ "وہ کفار پر سخت ہیں" بن گیا

باولی گُل با عدو چوں خار شُد
دوست کیساتھ پھول اور دشمن کیساتھ کانٹا بن گیا

زآب تتماجے کہ دادش ترکماں
تُچے حریرے کی وجہ سے جو ترکمان نے اُسے دیا

آنچناں وافی شدست و پاسباں
ایسا وفادار اور محافظ بن گیا

پس سگِ شیطاں کہ حق ہستش کُند
تو شیطان کتا جس کو اللہ (تعالٰی) پیدا کرتا ہے

اندرو صد فکرت و حیلت تند
اُس میں سینکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے

آبرُوہا را غذائے اُو کُند
آبروؤں کو اُس کی غذا بناتا ہے

تا بُرد اُو آبرُوئے نیک و بد
تاکہ وہ بھلے اور بُرے کی آبرو اڑائے جائے

آبِ تتماج ست آبِ رُوی عام
عوام کی آبرو پتلا حریرہ ہے

کہ سگِ شیطاں ازاں یابد طعام
کہ شیطان کتا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

بر درِ خرگاہِ قدرت جانِ اُو
اُس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر

چوں نباشد حکم را قرباں بگو
حکم پر قربان کیسے نہ ہوگی! بتا

گلہ گلہ از مُرید و از مَرید
مُرید اور سرکش جماعت در جماعت

چوں سگِ باسط ذراعَیہ بالوَصِید
کُتّے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے

بَر درِ کہفِ الوہیّت چو سگ
الوہیت کے غار کے دروازے پر کُتّے کی طرح

ذرّہ ذرّہ امر جُو بر جستہ رگ
ذرّہ ذرّہ بھڑکتی ہوئی رگ کیساتھ حکم کا طالب ہے

اے سگِ دیو امتحاں میکُن کہ تا
اے شیطان کُتّے! امتحان کر کہ کب تک

چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا
اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے

حملہ میکُن منع میکُن می نگر
حملہ کر، روک دیکھ

تا کہ باشد مادہ اندر صدق و نر
کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے؟

کا وجود انسان کے اختیار کے منافی نہ ہوا۔

لہ کہ۔ اگلے کُتّوں کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں اور اجنبیوں کے لئے سخت تھے دوستوں کے لئے پھول اور دشمنوں کے لئے کانٹا تھے۔ زآب۔ ترکمان اُس کُتّے کو تلا دیا پلاتا تھا تو وہ اُس کا اس قدر وفادار اور محافظ بن گیا۔ پس۔ جب معمولی غذا پانے پر کُتّا ترکمان کا ایسا فرمانبردار ہے تو شیطان جس کو خدا نے پیدا کیا اور طرح طرح کی غذائیں اُس کو عطا کرتا ہے۔ وہ شیطان لوگوں کی آبرو سے غذا حاصل کرتا ہے۔

لہ بر درِ خرگاہ۔ اللہ تعالٰی کے دربار میں شیطان اُس کے حکم پر کیوں قربان نہ ہوگا.... گلہ گلہ۔ خدا کے دربار میں ہر ارادتمند اور ہر سرکش کُتّے کی طرح اگلے ہاتھ بچھائے ہوئے بیٹھا ہے۔ وصید۔ چوکھٹ صحن۔ مرید۔ سرکش۔ بر در کہف۔ اللہ کے دربار کے غار کے سامنے شیطان کُتّے کی طرح بیٹھا ہے جس کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے۔

لہ اے سگ۔ اللہ نے شیطان کو اس لئے بٹھا رکھا ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچنے والوں کا امتحان کرے اور سچائی کے نر و مادہ کو پہچان لے اور جو سچائی میں مکمل نہیں ہیں اُن کو دربار تک نہ پہنچنے دے۔ لہٰذا شیطان

پس اَعُوذ از بہرِ چہ باشد چو سگ ۔۔۔ گشتہ باشد از تَرفُّع تیز تگ

تو اَعُوذ کس لئے ہوتی ہے؟ جب کُتّا ۔۔۔ بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے

ایں اَعُوذ آنست اے تُرکِ خطا ۔۔۔ بانگ برزن بر سگ و رہ برگشا

یہ اَعُوذ اِس لئے ہے کہ اے خطا کے تُرک! ۔۔۔ کُتّے کو دھکا اور راستہ کھولدے

تا بیایم بر درِ خرگاہِ تو ۔۔۔ حاجتے خواہم ز جُود و جاہِ تو

تاکہ میں تیرے خیمہ کے در پر آجاؤں ۔۔۔ تیری سخاوت اور رُتبہ سے حاجت کا سوال کروں

چونکہ تُرک از سطوتِ سگ عاجز ست ۔۔۔ ایں اَعُوذ و ایں فغاں ناجائز ست

جبکہ تُرک (بھی) کُتّے کے حملہ سے عاجز ہے ۔۔۔ یہ اَعُوذ اور یہ فریاد بیکار ہے

تُرک ہم گوید اَعُوذ از سگ کہ من ۔۔۔ ہم ز سگ درماندہ ام اندر وطن

تُرک بھی کہے کہ میں کُتّے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں ۔۔۔ بھی گھر میں کُتّے سے عاجز ہوں

تو[2] نمی یاری بدیں در آمدن ۔۔۔ من نمی یارم ز در بیروں شُدن

تو اِس دروازے تک نہیں آسکتا ۔۔۔ میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا

خاک اکنوں بر سرِ تُرک و قُنُق ۔۔۔ کہ یکے سگ ہر دو را بندد عُنُق

اب تُرک اور مہمان کے سَر پر خاک ۔۔۔ کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے

حاش لِلّٰہ تُرک بانگے بر زند ۔۔۔ سگ چہ باشد شیرِ نر خوں قے کند

خدا پاک ہے، تُرک ایسی ڈانٹ پلائے گا ۔۔۔ کُتّا کیا ہوتا ہے؛ نر شیر خون کی قے کردے

ایکہ خود را شیرِ یزداں خواندہٗ ۔۔۔ سالہا شُد با سگے درماندہٗ

اے وہ! کہ تو اپنے آپ کو خدا کا شیر کہتا ہے ۔۔۔ سالوں گذر گئے تو کُتّے سے عاجز ہے

چوں[3] کُند ایں سگ برائے تو شکار ۔۔۔ چوں شکارِ سگ شُدستی آشکار

یہ کُتّا تیرے لئے شکار کب کرے گا؟ ۔۔۔ جبکہ تو کُھلے بندوں کُتّے کا شکار بن گیا

جواب گفتنِ مومن سُنّی مر کافرِ جبری را در اثباتِ اختیارِ بندہ

بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا

و دلیل گفتن کہ سُنّت راہے باشد کوفتۂ اقدامِ انبیا علیہم السّلام

اور دلیل بیان کرنا کہ سنّت وہی راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا

---

[1] پس اعوذ۔ تو اعوذ باللہ کی تعلیم اسی لئے دی گئی ہے کہ دربار میں پہنچنے والوں پر اگر شیطان کُتا بھونکے تو وہ اعوذ کے مالک کو پکار کر کہیں کہ وہ اپنے کُتّے کو راستے سے ہٹادے تاکہ وہ دربار تک پہنچ سکیں۔ چونکہ جب ترک خود کُتّے سے عاجز ہو تو پھر اعوذ پڑھنا بالکل بیکار ہے۔ ترک۔ وہ تُرک خود کُتّے سے پناہ مانگتا ہے۔

[2] تو نمی۔ ترک یہ کہے کہ کُتّے کے ڈر سے تو اندر نہیں آسکتا اور میں باہر نہیں نکل سکتا۔ خاک۔ ایسے تُرک اور مہمان کے سر پر خاک ہو... حاش للّٰہ۔ تُرک سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ کُتّے سے ڈرے کُتّا تو درکنار اُس کی ڈانٹ سے شیر خون کی قے کردے گا۔ انسان جو خلیفۃ اللہ ہے وہ شیطان کے ڈرے اور مغلوب ہوجائے یہ بُری بات ہے۔

[3] چوں کند۔ جب مالک خود کُتّے سے ڈرے تو کُتّا اُس کے لئے کیا شکار کریگا۔ سُنّت۔ جبر و قدر کے معاملہ میں جو صحیح مسلک ہے وہ بین بین ہے اُسکی ایک جانب جبر ہے اِس عقیدہ کی رُو سے انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے جب انسان کو اختیار نہ ہو تو پھر اُسکو اللہ کا حکم دینا اور منع کرنا درست نہ ہوگا لہٰذا اُس عقیدہ کے مطابق اُنہیں تاویل کرنی ہوگی اور جہان تاویلات کے نتیجہ میں جنت اور دوزخ کا انکار لازم آئیگا اسلئے جنت تو اختیاری طور پر حکم بجالانے کا انعام ہے اور دوزخ نہ ماننے والوں کی سزا ہے اور اِس مسلک کی بائیں جانب قدر کا عقیدہ جس کی بنیاد پر انسان کو اپنے افعال کا خالق مانا جاتاہے اور اللہ کی قدرت کو انسان کی قدرت سے مغلوب بنانا پڑتا ہے اور اُسکے نتائج جبر کے عقیدے کے نتائج سے بھی بدتر ہیں۔

وبر یمینِ آں راہ بیابانِ جبر ست کہ خود را اختیار نہ بیند و
ہوا ہے اُس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں

امر و نہی را مُنکر شود و تاویل کُند و از مُنکر شُدنِ امر و نہی
سمجھتا ہے اور امر و نہی کا منکر ہو جاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے سے بہشت

لازم آید انکارِ بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مُطیعانِ
اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزاء ہے

امر ست و دوزخ جزائے مخالفانِ امر و دیگر نگویم کہ بچہ انجامد
اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزاء ہے ہیں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ

کہ اَلعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ و بر یسارِ آں راہ بیابانِ قدر ست
نکلتا ہے، عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور اُسکے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے

کہ قدرتِ خالق را مغلوبِ قدرتِ خلق داند و ازاں فسادہا
جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اس سے وہ

زاید کہ آں مُغِ جبری بر شمرد
خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جنکو وہ جبری آتش پرست گنا رہا ہے

گفت[1] مؤمن بشنو اے جبری خطاب — آنِ خود گفتی نکِ آوردم جواب
مومن نے کہا اے جبری! بات سن — تو نے اپنی بات کہہ لی اب میں جواب دیتا ہوں

بازیِ خود دیدی اے شطرنج باز — بازیِ خصمت بہ بیں پہن و دراز
اے شطرنجی! تو نے اپنی چال دیکھ لی — مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے

نامۂ عذرِ خودت بر خواندی — نامۂ سُنّی بخواں چہ ماندی
تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی — سُنّی کی کتاب (بھی) پڑھ (کہ) تیرا کیا حال ہے؟

نکتہ گفتی جبریانہ در قضا — سِرّ آں بشنو ز من در ماجرا
قضا کے بارے میں تو نے جبریوں کا نکتہ بیان کیا — معاملہ میں مجھ سے اِس کا راز سن لے

اختیارے[2] ہست ما را بے گماں — حِس را منکر نتانی شد عیاں
یقیناً ہمارے لئے (بھی) اختیار ہے — تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا

اختیارِ خود بہ بیں جبری مشو — رہ رہا کردی براہ آ کج مرو
اپنے اختیار کو دیکھ، جبری نہ بن — تو نے راستہ چھوڑ دیا، راستہ پر آجا، ٹیڑھا نہ چل

[1] گفت. سُنّی مسلمان نے جبر کے عقیدے والے کو جواب دیا۔ جبری۔ وہ شخص جو جبر کا عقیدہ رکھتا ہو۔

[2] اختیارے۔ جبر کے عقیدے میں انسان کے اختیار کا بالکل انکار ہے، مولانا انسان کے اختیار کو ثابت کرتے ہیں۔

سنگ[1] را ہرگز نگوید کس بیا — از کلوخے کس کجا جوید وفا

پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آجا — ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے؟

آدمی را کس نگوید ہیں بپر — یا بیا اے کور خوش در من نگر

انسان سے کوئی نہیں کہتا، ہاں اُڑ — یا اے اندھے! آ مجھے غور سے دیکھ

گفت یزداں ما علی الاعمیٰ حرج — کے نہد بر کس حرج رب الفرج

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے — کشادگی کا پروردگار کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے

کس نگوید سنگ را دیر آمدی — یا کہ چوبا تو چرا بر من زدی

پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا — یا اے لکڑی! تو نے مجھے کیوں مارا؟

این[2] چنین واجستہا مجبور را — کس نگوید یا زند معذور را

مجبور سے ایسی جواب طلبیاں — کوئی نہیں کرتا ہے، یا مجبور کو مارے

امر و نہی و خشم و تشریف و عتیب — نیست جز مختار را اے پاک جیب

حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب — اے پاک دل! مختار کے سوا کے لئے نہیں ہے

اختیارے ہست در ظلم و ستم — من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم

ظلم اور ستم میں اختیار ہے — میری مُراد نفس اور شیطان سے یہی تھی

اختیار اندر درونت ساکن ست — تا ندید او یوسفے کف را نخست

تیرے اندر اختیار باقی ہے — جبتک اُسنے یوسفؑ کو نہیں دیکھا ہاتھ کو زخمی نہیں کیا

اختیار و داعیہ در نفس بود — روش دید آنگہ پر و بالے کشود

اختیار اور داعیہ نفس میں تھا — اُن کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے

سگ[3] خفتہ اختیارش گشتہ گم — چوں شکنبہ دید جنبانید دم

سوئے ہوئے کتے کا اختیار گم ہوگیا ہے — جب معدہ دیکھا اس نے دُم ہلائی

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو — چوں بجنبد گوشت گربہ گفت مو

گھوڑا بھی جوجو کرنے لگتا ہے جب جو دیکھتا ہے — جب گوشت ہلتا ہے، بلی میاؤں کہتی ہے

دیدن آمد جنبش آں اختیار — ہمچو نفخے ز آتش انگیزد شرار

دیکھنا اُس اختیار کی حرکت بنا — اُس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاریاں اٹھاتا ہے

---

۱ سنگ۔ انسان کو حکم دیا جاتا ہے پتھر کو کوئی حکم نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ انسان میں قدرت اور اختیار ہے۔ آدمی را جس چیز کی انسان میں قدرت اور اختیار نہیں ہے اُس کے بارے میں کوئی اُس کو حکم نہیں دیتا ہے انسان سے کوئی نہیں کہتا کہ تو اُڑ۔ کس نگوید۔ پتھر سے کوئی کسی طرح مطالبہ نہیں کرتا ہے اس لئے کہ جانتا ہے اُس میں کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے۔

۲ ایں چنیں۔ جس قدر مطالبات ہیں وہ صاحب اختیار وقدرت سے ہیں، غصہ غضب حکم اور ممانعت وغیرہ صاحب اختیار سے متعلق ہے۔ اختیار۔ انسان ظلم اور ستم کرنے اور نہ کرنے میں با اختیار ہے جب ظلم کرتا ہے تو خود اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے نفس اور شیطان خود انسان کا اپنا ارادہ ہے۔ ساکن۔ جبتک کسی طرح کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو انسان کا اختیار خوابیدہ رہتا ہے۔ تا ندید۔ اس سے حضرت یوسفؑ اور مصری عورتوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

۳ سگ خفتہ۔ جب تک کتا ہڈی نہیں دیکھتا تو سوتا رہتا ہے ہڈی دیکھ کر دُم ہلانا شروع کر دیتا ہے۔ یہی حال انسان کے اختیار اور قدرت کا ہے جب تک کوئی داعیہ نہیں ہے وہ خوابیدہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا۔ جو جو کند یعنی گھوڑا ہنہناتا ہے۔ مو۔ یعنی بلی ماؤں ماؤں کرتی ہے۔ دیدن۔ اس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور متحرک بنا دیتا ہے۔

پس بجنبد اختیارت چون بلیس ۔ شد دلالہ آردت پیغام ویس

توتیرا اختیار حرکت میں آجاتا ہے جب شیطان ۔ دلالہ بنتا ہے تیرے پاس ویس کا پیغام لاتا ہے

چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد ۔ اختیار خفتہ بکشاید نبرد

جب اس شخص پر مطلوب پیش کیا ۔ سویا ہوا اختیار جنگ شروع کردیتا ہے

واں فرشتہ خیرہا بر رغمِ دیو ۔ عرضہ دارد میکند در دل غریو

فرشتہ، شیطان کے برخلاف بھلائیاں ۔ پیش کرتاہے، دل میں شور برپا کردیتا ہے

تا بجنبد اختیارِ خیرِ تو ۔ زانکہ پیش از عرضہ خفتہ ست ایں دو خو

تاکہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے ۔ کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں خصلتیں سوئی ہوئی ہیں

پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار ۔ بہرِ تحریکِ عُروقِ اختیار

تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنیوالے بنے ۔ اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لئے

می شود ز الہامہا و وسوسہ ۔ اختیارِ خیر و شرت دہ کسہ

وسوسہ اور الہاموں کی وجہ سے بنجاتا ہے ۔ تیرا خیر اور شر کا اختیار دس مَردوں والا

وقتِ تحلیلِ نماز اے بانمک ۔ زاں سلام آورد باید بر ملک

اے کلیج! نماز ختم کرنے کے وقت ۔ اس لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے

کز الہام و دعائے خوبِ تاں ۔ اختیارِ ایں نمازم شد رواں

کہ تمہاری اچھی دعا اور الہام سے ۔ اس نماز کا (بُرا) اختیار ختم ہوگیا

باز از بعدِ گنہ لعنت کنی ۔ بر بلیس ایرا کہ از وے منحنی

پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے ۔ شیطان پر، کیونکہ تو اسی وجہ سے کبڑا بنا

ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سرار ۔ در حجابِ غیب آمد عرضہ دار

در پردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے ۔ غیب کے پردے میں پیش کرنیوالے ہیں

چونکہ پردہ غیب برخیزد ز پیش ۔ تو بہ بینی روئے دلالانِ خویش

جب غیب کا پردہ سامنے سے اُٹھ جائیگا ۔ تو اپنے دلالوں کا چہرہ دیکھ لے گا

در سخن شاں واشناسی بے گزند ۔ کاں سخن گو در حجاب اینہا بدند

اور تو بلا تکلف اُن کی گفتگو کو پہچان لے گا ۔ کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے

اُن کے ذریعہ تو اُن کی شخصیتوں کو پہچان لے گا۔

۵۱ پس بجنبد۔ شیطان تیرے معشوق کا پیغام لاتا ہے تو دلال کا کام کرتا ہے اور تیرا خوابیدہ اختیار حرکت میں آجاتا ہے اور جنگ شروع کردیتا ہے۔ واں فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ شیطان کے برخلاف خبریں پیش کرکے دل میں غلیان پیدا کرتا ہے تاکہ شر کی بجائے خیر والا اختیار بیدار ہوجائے۔ پس۔ غرضکہ فرشتہ اور شیطان تو تیرے اندرونی اختیار کو تحریک کرتے ہیں اختیار تیرے اندر موجود ہوتا ہے۔

۵۲ می شود۔ جو اختیار خود انسان میں موجود ہوتا ہے وہ فرشتوں کے الہام اور شیطانوں کے وسوسوں کے ذریعہ قوی ہوجاتا ہے۔ وقتِ تحلیل۔ جس وقت نمازی سلام پھیرتا ہے تو فرشتوں کی بھی نیت کرتا ہے اس لئے کہ انہی کی ترغیب اور الہام سے اس نے نماز ادا کی ہے۔

۵۳ باز۔ گناہ کے بعد انسان شیطان پر اسی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے کہ اس کے وسوسہ کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور اس نے کجروی اختیار کی۔ ایں دو۔ یعنی فرشتہ اور شیطان۔ چونکہ۔ حشر میں جبکہ دنیوی زندگی کا یہ حجاب ختم ہوجائے گا تو فرشتہ اور شیطان کو خود دیکھ لے گا اور جو پس پردہ اُن کی باتیں تھیں

دیو گوید اے اسیرِ طبع و تن — عرضہ میکردم نہ کردم زورِ من

شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی! — میں نے پیش کیا تھا، میں نے مجبور نہ کیا تھا

واں فرشتہ گویدت من گفتمت — کہ ازیں شادی فزوں گردد غمت

اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہدیا تھا — کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہوگا

آں فلاں روزت نگفتم من چناں — کہ ازاں سو لیست رہ سوئے جناں

کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟ — کہ جنتوں کا راستہ اُس جانب ہے

ما محبِّ جان و روح افزای تو — ساجدان و مخلصِ بابای تو

ہم جان کو پیار رکھنے والے اور تیری روح کو بڑھانے والے ہیں — تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنیوالے ہیں

ایں زمانت خدمتے ہم میکنم — سوئے مخدومی صلایت میزنم

میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں — مخدوم بننے کی جانب تجھے بلاتا ہوں

آں گرہ بابات را بودہ عدی — وز خطابِ اسجدوا کردہ ابا

وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا — اور "سجدہ کرو" کے حکم سے اُس نے انکار کیا تھا

آں گرفتی وانِ ما انداختی — حقِ خدمت ہائے ما نشناختی

تونے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظرانداز کردیا — تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا

ایں زماں ما را و ایشاں را عیاں — در نگر بشناس از لحن و بیاں

اب ہمیں اور اُن کو آنکھ سے — دیکھ لے، لہجے اور گفتگو سے پہچان لے

نیم شب چوں بشنوی زاریِ دوست — چوں سخن گوید سحر دانی کہ اوست

جب تو آدھی رات کو دوست کی آہ و زاری سنتا ہے — جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ وہی ہے

ور دو کس در شب خبر آرد ترا — روز از گفتن شناسی ہر دو را

اگر رات میں دو شخص تیرے پاس خبر لائیں — دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

بانگِ شیر و بانگِ سگ شب در رسید — صورتِ ہر دو ز تاریکی ندید

رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی — تونے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی

روز شد چوں باز در بانگ آمدند — پس شناسدشاں ز بانگ آں ہوشمند

دن نکلا، پھر جب وہ بولے — تو وہ ہوشمند آواز سے اُن کو پہچان لیتا ہے

۱؎ دیو - وہاں شیطان تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے دل میں وسوسہ ہی تو ڈالا تھا تجھے مجبور تو نہ کیا تھا فرشتہ فرشتہ تجھ سے کہے گا کہ میں نے تیرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس گناہ کی لذت اور خوشی بہت سے غموں کا سبب بنے گی۔ آں فلاں - فرشتہ یہ بھی کہے گا کہ فلاں روز میں نے تجھے جنت کا راستہ بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہارے خیرخواہ ہیں اور تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنیوالے ہیں۔ ایں زمانت - فرشتہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے باپ کی خدمت کی تمہاری خدمت کرتے ہیں اور نیک راستہ بتا کر تجھے مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔ آں گرہ - فرشتہ نے یہ بھی کہا کہ یہ شیاطین کی جماعت تمہارے باپ کی بھی دشمن تھی اور اُن کو سجدہ کرنے سے اس نے انکار کیا تھا۔

۲؎ آں - فرشتہ کہہ دے گا کہ تونے ہمارا کہنا نہ مانا اور شیطان کا کہنا مانا۔ ایں زماں - پہلے تونے ہمیں دیکھا نہ تھا آواز سُنی تھی اب آواز سے آواز ملا کر ہمیں پہچان لے ہم وہی ہیں یا نہیں ہیں۔ نیم شب - اندھیرے میں اگر کوئی تجھ سے بات کرتا ہے تو دن میں اُس کی آواز سے پہچان جاتے ہو کہ رات میں بات کرنے والا شخص یہی تھا۔

۳؎ ور دو کس - رات میں جو شخص باتیں کرتے ہیں دن میں اُنکی آواز پہچان کر تم تحقیق کر لیتے ہو کہ ان دونوں میں سے فلاں بات فلاں شخص نے کہی اور فلاں بات فلاں شخص نے کہی تھی رات میں گرگئے اور شیر کی آواز سُنی تھی تو دن میں جب دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان جاتا ہے کہ رات کی فلاں آواز شیر کی تھی اور فلاں کتے کی تھی۔

مخلص[1] اینکہ دیو و روح عرضہ دار | ہر دو ہستند از تتمہ اختیار
خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنے والے | دونوں اختیار کا تکملہ ہیں

اختیارے ہست در ما ناپدید | چوں دو مطلب دید آید در مزید
ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے | جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے

اوستاداں[2] کودکاں را میزنند | آں ادب سنگِ سیہ را کے کنند
استاد بچوں کو پیٹتے ہیں | یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں؟

ہیچ گوئی سنگ را فردا بیا | ور نیائی من دہم بد را سزا
تو کبھی پتھر کو کہتا ہے، کل آنا | اگر تو نہ آئے گا، تو میں بُرے کو سزا دوں گا

ہیچ عاقل مر کلوخے را زند | ہیچ با سنگے عتابے کس کند
عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے | کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے

در خرد[3] جبر از قدر رسواتر ست | زانکہ جبری حسِ خود را منکر ست
عقلاً، جبر قدر سے زیادہ بُرا ہے | کیونکہ جبری اپنے حس کا منکر ہے

منکرِ حس نیست آں مردِ قدر[4] | فعلِ حق حسی نباشد اے پسر
قدری انسان حس کا منکر نہیں ہے | اے بیٹا! اللہ (تعالیٰ) کا کام حس میں نہیں آتا

منکرِ فعلِ خداوندِ جلیل | ہست در انکار مدلولِ دلیل
خداوندِ جلیل کے فعل کا منکر | دلیل کے نتیجہ کے انکار میں (جبکہ) ہے

آں بگوید دود ہست و نار نے | نورِ شمعے بے ز شمع روشنے
وہ کہتا ہے، دھواں ہے اور آگ نہیں ہے | شمع کی روشنی، بغیر شمع کے روشن ہے

ویں[5] ہمیں بیند معین نار را | نیست میگوید پئے انکار را
اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے | انکار کے لئے "نہیں ہے" کہتا ہے

جامہ اش سوزد بگوید نار نیست | جامہ اش دوزد بگوید تار نیست
اس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے | اس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے

پس تسفسط آمد ایں دعویِ جبر | لاجرم بدتر بود زیں رو ز گبر
یہ جبر کا دعویٰ سوفسطائیت ہے | اس اعتبار سے وہ لامحالہ دہریہ سے بدتر ہے

کپڑا آگ سے جل رہا ہے اور آگ کا انکار کرتا ہے دھاگے سے کپڑا سِل رہا ہے اور دھاگے کا انکار کرتا ہے۔
پس تسفسط۔ جبر کا عقیدہ تو سوفسطائی عقیدہ پر مبنی ہے جو اشیاء کو موجود نہیں مانتا بلکہ اشیاء کے وجود کو وہم اور خیال کہتا ہے اور یہ سوفسطائی عقیدہ دہریہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔

[1] مخلص۔ بات کا خلاصہ یہ نکلا کہ انسان نیکی اور بدی کرنے میں با اختیار ہے مجبور نہیں ہے وہ اختیار پوشیدہ ہوتا ہے متقاضی کے سامنے آجانے پر اس اختیار میں طاقت آجاتی ہے۔

[2] اوستاداں۔ استاد بچہ کو مختار سمجھ کر تعلیم پر لاتا ہے پتھر چونکہ مجبور محض ہے اسکو کوئی نہیں مارتا ہے۔ ہیچ۔ پتھر کو مجبور مان کر نہ کوئی شخص اسکو حکم دیتا ہے نہ اسکو سزا کا مستحق سمجھتا ہے۔

[3] در خرد۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جبر کا عقیدہ تو قدر کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ جبر کے عقیدہ کی بنیاد پر انسانی فعل کا انکار لازم آتا ہے جو محسوس چیز ہی ہے تو گویا جبری اپنے ایک محسوس کا منکر ہے۔

[4] مرد قدر۔ قدری شخص جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا ہے اللہ تعالیٰ کا بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ اللہ کے ایک فعل کا منکر ہے جو حسی چیز نہیں ہے بلکہ قدری شخص جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ صرف ایک نظری دلیل کے نتیجہ کا منکر ہے۔ آں بگوید جبری عقیدے کا نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے دھواں موجود ہے مگر آگ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور موم بتی کا نور ہے لیکن موم بتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود موجود ہو گیا ہے۔

[5] ویں۔ جبری محسوس کا انکار کرتا ہے تو گویا آگ کو دیکھتے ہوئے آگ کے وجود کا انکار کرتا ہے۔

گبر گوید ہست عالم نیست رب — یارب ے گوید کہ نبود مستجب
دہریہ کہتا ہے عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے — یارب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے

ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ — ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ
یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے — سوفسطائی، پیچ و تاب میں ہے

جملہ عالم مُقر در اختیار — امر و نہی ایں بیار و آں میار
اختیار کا سارا جہان مُقر ہے — حکم دینا اور منع کرنا یہ لا اور وہ نہ لا

او ہمی گوید کہ امر و نہی لاست — اختیارے نیست ایں جملہ خطاست
وہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے — کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے

حس را حیواں مُقرست اے رفیق — لیک ادراکِ دلیل آمد دقیق
اے دوست! حس کا حیوان مُقر ہے — لیکن دلیل کا ادراک دقت طلب ہے

زانکہ محسوس ست مارا اختیار — خوب می آید برو تکلیفِ کار
کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے — اسی بنا پر کام کا مکلف بنانا مناسب ہے

درکِ وجدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اصطبار و
باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور

سیری و ناہار بجائے حس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق
پیٹ بھرنا اور بھوک، حس کے قائم مقام ہے جو کہ زرد کو سرخ سے

گنند و خرد از بزرگ و تلخ از شیریں و مشک از سرگیں و درشت
اور چھوٹے کو بڑے سے اور کڑوے کو میٹھے سے اور مشک کو گوبر سے اور سخت

از نرم و سرد از گرم و سوزاں از شیر گرم و تر از خشک و لمس
کو نرم سے سرد کو گرم کر اور جلانے والے کو گنگنے سے اور تر کو خشک سے اور دیوار

دیوار از لمس درخت در پس منکر وجدانی منکر حس باشد و زیادہ
کے چھونے کو درخت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر حس کا منکر ہوگا

کہ وجدان از حس ظاہر ترست زیرا کہ حس را تواں بستن و
اور اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حس کو احساس کرنے سے باندھا

منع کردن از احساس و بستنِ راہ و مدخلِ وجدانیات
اور روکا جا سکتا ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے

۱؎ گبر گوید۔ دہریہ اختیاری حالت میں عالم کو موجود مانتا ہے خدا کا منکر ہے لیکن اضطراری حالت میں خدا کو بھی پکارنے لگتا ہے اور سوفسطائی عالم کے وجود ہی کا منکر ہے۔ جملہ عالم۔ دنیا کے سب انسان انسان کے اختیار کے قائل ہیں اسی لئے ایک دوسرے کو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے اگر مخاطب کو مختار نہ سمجھے تو نہ حکم دیتے نہ منع کرتے۔

۲؎ آو۔ جبری یہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور روکنا سب غلط ہے انسان کو کرنے نہ کرنے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ حس۔ حیوانات تک حس کے قائل ہیں لیکن جبری اس کا انکار کرتا ہے۔

۳؎ لیک۔ قدری جو بندہ کو مختار مطلق قرار دیتا ہے وہ دلیل جیسی دقیق چیز کا منکر ہے لہٰذا جبری، قدری سے بے عقلی میں بڑھا ہوا ہے۔ زانکہ۔ انسان کا مختار ہونا بالکل حسی چیز ہے اسی بنا پر وہ مکلف قرار دیا گیا ہے۔

راممکن نیست والعاقل تکفیه الاشارۃ

ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

درکِ[1] وجدانی بجائے حس بود
باطنی احساس حس کی جگہ ہے

ہر دو در یک جدول اے عم میرود
اے چچا! دونوں ایک گول میں جاتے ہیں

نغز می آید برو کن یا مکن
اسی پر بھلا بنتا ہے کر یا نہ کر

امر و نہی و ماجراہا در سخن
حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات

ایں کہ فردا ایں کنم یا آں کنم
یہ کہ کل یہ کروں گا، یا وہ کروں گا

ایں دلیلِ اختیارست اے صنم
اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے

واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی
اور وہ شرمندگی جو تونے بدی سے اٹھائی

ز اختیارِ خویش گشتی مہتدی
اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا

جملہ[2] قرآں امر و نہی ست و وعید
سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے

امر کردن سنگِ مرمر را کہ دید
سنگِ مرمر کو حکم کرنا، کس نے دیکھا ہے؟

ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کند
کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے

با کلوخ و سنگ خشم و کیں کند
ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟

کہ بگفتم کہ چنیں کن یا چناں
کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا

چوں نکردید اے موات و عاجزاں
اے مُردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟

عقل[3] کے حکمے کند بر چوب و سنگ
لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے!

مردِ چنگی کے زند بر نقش چنگ
چنگ بجانیوالا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟

کاے غلامِ بستہ دست اشکستہ پا
کہ اے ہاتھ بندھے، پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام!

نیزہ برگیر و بیا سوئے وغا
نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ

خالقے کو اختر و گردوں کند
وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا

امر و نہیِ جاہلانہ چوں کند
جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟

---

[1] درک۔ علم وجدانی۔ وہ علم جو وجدان کے ذریعہ حاصل ہو وجدان نفس اور روح کی باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے۔ مولانا کے فرمانے کا حاصل یہ ہے کہ کچھ معلومات تو وہ ہیں جو بذریعہ وجدان انسان کو حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ مجبور ہونا مضطر ہونا یا غصہ اور صبر کرنا اور کچھ معلومات وہ ہیں جو بذریعہ حواس حاصل ہوتی ہیں جیسا کسی چیز کا چھوٹا بڑا ہونا یا کڑوا میٹھا ہونا وغیرہ تو وجدانی معلومات ایسی ہی ہیں جیسا کہ وہ معلومات جو حواس کے ذریعہ ہوتی ہیں بلکہ وجدانیات، محسوسات سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ محسوسات کا ذریعہ حواس ہیں اور حواس انسان معطل کر سکتا ہے لیکن وجدان کو معطل کرنا ممکن نہیں ہے تو جو شخص کسی وجدانی معلوم کا انکار کرے تو وہ محسوس کے منکر کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ احمق ہے تو اس لحاظ سے جبریہ فرقہ جو انسان کے اختیار کا منکر ہے جو کہ ایک وجدانی چیز ہے قدریہ فرقہ سے زیادہ احمق ہے۔ جدول۔ گول۔ برو کن۔ انسان کا یہ کہنا کل یہ کروں گا اختیار کی دلیل ہے۔

[2] جملہ قرآں۔ قرآن میں جس قدر اوامر اور نواہی ہیں وہ سب انسان کے اختیار کی بنیاد پر ہیں پتھر، ڈھیلا جن میں کوئی اختیار نہیں ہے اُن کو نہ کوئی حکم دیتا ہے نہ اُن کو کسی کام سے منع کرتا ہے۔

[3] عقل۔ جن چیزوں میں اختیار نہیں ہے اُن کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا ہے چنگ کی تصویر میں جبکہ بجنے کا اختیار نہیں ہے اس کو کوئی نہیں بجاتا ہے۔ کاے۔ جس غلام کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اُس کو جنگ میں جا کر نیزہ بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے۔ خالقے۔ اللہ تعالیٰ جس کی حکمت سے ستارے اور آسمان بنا اُس سے یہ جاہلانہ فعل کیسے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر مختار کو حکم دے یا منع کرے۔

اِحتمالِ عجز از حق راندی
تو نے اللہ (تعالے) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا

جاہل و گیج و سفیہش خواندی
(اور) اُس کو جاہل اور احمق اور بیوقوف کہہ دیا

عجز نبود در قدر ور خود شود
قدر (کے عقیدہ) میں عجز (لازم) نہیں آتا ہے اور اگر آئے

جاہلی از عاجزی بدتر بود
جہالت، عجز سے بدتر ہے

ترک میگوید قنق را از کرم[۲]
مہربانی سے تُرک مہمان سے کہتا ہے

بے سگ و بے دلق آ سوئے درم
میرے دروازے کی جانب بغیر کُتے اور گدڑی کے آ جا

وز فلاں سو اندر آہیں با ادب
خبردار! فلاں دروازے سے ادب کیساتھ اندر آجا

تا سگم بند د ز تو دندان و لب
تاکہ میرا کُتا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے

تو بعکس آں کنی بر در روی
تو اُس کا اُلٹا کرتا ہے، دروازے پر جاتا ہے

لاجرم از زخمِ سگ خستہ شوی
لامحالہ کُتے کے زخم سے خستہ ہوجاتا ہے

آنچناں[۳] رو کہ غلاماں رفتہ اند
وہ روش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں

تا سگش گرد د حلیم و مہر مند
تاکہ اُس کا کُتا بُردبار اور مہربان بن جائے

تو سگے با خود بری یا روبہے
تو اپنے ساتھ کُتا یا لومڑی لے جاتا ہے

سگ بشورد از بُنِ ہر خرگہے
ہر خیمہ میں سے کُتا بھونک جاتا ہے

غیرِ حق گر نباشد اختیار
(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہو

خشم چوں می آیدت بر جرم دار
تو تجھے مجرم پر غصہ کیوں آتا ہے؟

چوں ہمی خائی تو دنداں بر عدو
تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟

چوں ہمی بینی گناہ و جرم ازو
تو اُس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟

گر ز سقفِ خانہ چوبے بشکند
اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے

بر تو افتد سخت مجروحت کند
تجھ پر گرے، تجھے بہت زخمی کردے

ہیچ خشمے آیدت بر چوبِ سقف
تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصہ آتا ہے؟

ہیچ اندر کینِ او باشی تو وقف
تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہوگا؟

لہ اِحتمال۔ جبری کا یہ خیال ہے کہ اگر نفس و شیطان کو مشیتِ خداوندی کے تابع نہ مانا جائے تو پھر اللہ تعالے کو عجز اور مغلوبیت تسلیم کرنی پڑیگی لیکن انسان کو مجبور قرار دیکر اُس نے اللہ تعالیٰ کو جاہل اور احمق ٹھہرا دیا کہ اختیار کے نہ ہوتے ہوئے وہ امر و نہی کرتا ہے۔ عجز نبود۔ اگر انسان کو مختار مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا اس لئے کہ بندہ کا اختیار مشیت کے تابع ہے اگر بالفرض لازم بھی آئے تو بندہ کے غیر مختار ہونے کی صورت میں خدائی امر و نہی سے جو خدا کا جہل اور سفاہت لازم آتی ہے وہ اس سے بھی بدتر ہے۔

لہ[۲] ترک۔ مولانا نے تُرک اور کتے اور آنے والے مہمان کی تشبیہ دے کر سمجھایا ہے کہ حضرت حق تعالے نے بندہ کو ایسے راستے بتا دیئے ہیں کہ شیطان کا اُن میں کوئی دخل نہیں ہے بندہ اُن راستوں کو اپنے اختیار سے چھوڑتا ہو تو شیطان کی مداخلت شروع ہوجاتی ہے اس صورت میں انسان پر نہ اللہ کی جانب سے جبر ہے نہ شیطان کی جانب سے اور نہ شیطان پر جبر ہے شیطان اللہ کا ایک کُتا ہے اور وہ اُنکو ستاتا ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتے ہیں

لہ[۳] آنچناں۔ انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا تو شیطان اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا مہمان، غلاموں کی طرح تُرک کے خیمہ میں آئے گا تو کُتا اُس کو نہ کاٹے گا۔ تو سگے۔ انسان غلط روی اختیار کرکے شیطان سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ غیرِ حق۔ جبریہ کے عقیدہ کے مطابق اگر انسان مجبورِ محض ہے تو پھر خطا وار پر غصہ کیوں کرتا ہے۔ گر ز سقف۔ اگر چھت کی کڑی سے تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اُس کو غیر مختار سمجھ کر کبھی اُس پر غصہ نہیں کرتا ہے۔ ہیچ۔ جس چیز میں اختیار نہیں ہے اگر اُس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو انسان کو کبھی غصہ نہیں آتا ہے۔

کہ چرا بر من زد و دستم شکست
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟
یا چرا بر من فتاد و کرد پست
یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا؟

اُو عدو و خصمِ جانِ من بُدست
وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی
قاصداً در بندِ خونِ من شُدست
قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

کودکانِ خُرد را چوں میزنی[1]
تو چھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے؟
چوں بزرگاں را مُنزّہ میکنی
جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرا سمجھتا ہے

آنکہ دُزدد مالِ تو گوئی بگیر
جو شخص تیرا مال چُراتا ہے تو کہتا ہے پکڑ لے
دستِ و پایش را ببر سازش اسیر
اُسکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال اُسکو قید کرے

وانکہ قصدِ عورتِ تو می کُند
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے
صد ہزاراں خشم از تو میدمَد
(اُسپر) تیرے لاکھوں غصّے پھوٹ پڑتے ہیں

گر بیاید سیل و رختِ تو بُرد[2]
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا) لے جائے
ہیچ با سیل آورد کینے خرد
کوئی عقل سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے

ور بیاید باد و دستارت رُبود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اُڑا) لیجائے
کے تُرا با باد دل خشمے نمود
تیرا دل، ہوا پر کب غصّہ کرتا ہے

خشم در تو شُد بیانِ اختیار
تیرا غصّہ کرنا اختیار کا بیان بنا
تا نگوئی جبریانہ اعتذار
تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کرسکے

گر شتربان[3] اُشترے را میزنَد
اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے
آں شتر قصدِ زنندہ میکُنَد
تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے

خشمِ اُشتر نیست باآں چوبِ اُو
اونٹ کا غصّہ اُس کی لاٹھی پر نہیں ہے
پس ز مختاری شتر بُرد ست بُو
تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتہ لگا لیا ہے

ہمچنیں سگ گر بروسنگے زنی
اسی طرح کتّا اگر تو اُس کے پتھر مارے
بر تو آرد حملہ گردد منثنی
تیرے اوپر حملہ کرتا ہے، پلٹتا ہے

سنگ را اگر گیرد از خشمِ تو است
وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے تو تیرے اوپر غصّہ کیوجہ سے ہے
کہ تو دوری و ندارد بر تو دست
کیونکہ تو دُور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاتا ہے

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار
حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا
ایں مگو اے عقلِ انساں شرمدار
اے انسانی عقل! شرم کر تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو

[1] کودکاں۔ جبری انسان بچّوں کو تعلیم و تربیت کے لئے پیٹتا ہے۔ بزرگاں۔ وہی جبری انسان بڑوں کو اجبار سے منزّہ سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جبری انسان کا جب مال چوری ہوتا ہے تو وہ چور کو پکڑوا دیتا ہے۔ وانکہ۔ جبری انسان کی بیوی پر اگر کوئی بدنظر ڈالتا ہے تو اُس کو غصّہ آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ چور کو اور اُس بدنظر کو مختار سمجھتا ہے۔

[2] گر بیاید۔ پانی کے سیلاب اور ہوا پر اس جبری کو غصّہ نہیں آتا ہے چونکہ سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں اختیار سے خالی ہیں۔ خشم۔ جبری کا دوسروں پر غصّہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اُن کو مختار سمجھتا ہے۔

[3] گر شتربان۔ اونٹ تک یہ سمجھتا ہے کہ لاٹھی میں اختیار اور ارادہ نہیں ہے مارنے والے میں ہے لہٰذا اُس پر حملہ کرتا ہے۔ سگ۔ کتّا بھی ڈھیلے پر غصّہ نہیں کرتا ڈھیلا مارنے والے پر غصّہ کرتا ہے اگر ڈھیلے پر اُس کا غصّہ ہے تو دراصل وہ مارنے والے پر غصّہ ہے جو اُس کی دوری کی وجہ سے ڈھیلے پر اُتارتا ہے۔ عقلِ حیوانی۔ جبکہ اونٹ اور کتّا بھی انسان کو مختار سمجھتا ہے تو جبری کو اس عقیدے سے شرم کرنی چاہیے۔

روشن ست ایں لیک از طمعِ سحور ۱؎ — آں خورندہ چشم می بندد ز نور

یہ (بات) واضح ہے لیکن سحری کے لالچ میں — وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے

چونکہ کلی میلِ او ناں خوردنیست — رُو بتاریکی کند کہ روز نیست

چونکہ اُس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے — اندھیرے کی طرف منہ کر لیتا ہے کہ دن نہیں ہے

حرص چوں خورشید را پنہاں کند — چہ عجب گر پشت بر برہاں کند

لالچ جب سورج کو چھپا دیتا ہے — کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کرے

ایں مثل بشنو مشو منکر بداں — اختیارِ خویش را در امتحاں

یہ مثل سن لے اُس کے باوجود منکر نہ بن — امتحان کے وقت، اپنے اختیار کا

حکایتِ دزد ۲؎ کہ با شحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیرِ خدا بود و جوابِ شحنہ و ہم در بیانِ تقریرِ اختیارِ خلق و ہم بیانِ آنکہ تقدیر و قضا سبب کنندہ اختیار ست و سلب کنندہ اختیار نیست

حکایت اُس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اُس کا بیان کہ تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانے والے ہیں اور اختیار کو سلب کرنے والے نہیں ہیں

گفت دزدے شحنہ را کاے پادشاہ — آنچہ کردم بود آں حکمِ اِلٰہ

ایک چور نے کوتوال سے کہا اے حاکم! — جو کچھ میں نے کیا، وہ خدا کا حکم تھا

گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم — حکمِ حق ست اے دو چشم روشنم

کوتوال نے کہا میں بھی جو کر رہا ہوں — اے میرے پیارے! خدا کا حکم ہے

از دکانے گر کسے تربے برد — کایں ز حکمِ ایزد ست اے باخرد

کسی دکان سے اگر کوئی شخص مولی لے جائے — کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے

بر سرش کوبی دو سہ مشتے ۳؎ کرہ — حکمِ حق ست ایں کہ اینجا باز نہ

دو تین گھونسے اُس کے سر پر مار کر اے نالائق! — خدا کا حکم ہے کہ اس جگہ واپس رکھ

در یکے ترہ چو ایں عذرِ فضول — می نیاید پیشِ بقالے قبول

اے بیوقوف! ایک ترکاری کے بارے میں جبکہ یہ عذر — سبزی فروش کے لئے قابلِ قبول نہیں

تو بدیں عذر اعتمادے می کنی — گردِ مار و اژدہائے میتنی

تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے — سانپ اور اژدھے کے گرد چکر لگاتا ہے

۱؎ روشن۔ جبری کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو سحری کھانے کے لالچ میں صبح صادق اور سورج سے منہ موڑے۔ حرص۔ انسان کی حرص سورج کو مخفی کر دیتی ہے تو دلیل کو مخفی کر دینا تو سہل ہے۔

۲؎ حکایت۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ تقدیر۔ تقدیرِ خداوندی انسانی اختیار کو فعل کا سبب بناتی ہے، اختیار کو سلب نہیں کرتی ہے۔ پادشاہ۔ یعنی کوتوال۔ حکمِ اِلٰہ۔ یعنی تقدیرِ خداوندی۔ میکنم۔ یعنی میں تجھے جو سزا دے رہا ہوں۔ ترب۔ مولی۔

۳؎ بر سرش۔ اُس چور کو مار اور کہہ دے کہ یہ بھی خدا کی تقدیر ہے مولی اسی جگہ پر رکھ دے۔ کرہ۔ مکروہ۔ در یکے۔ جب سبزی فروش کے یہاں بھی عذر مقبول نہیں ہے تو اس بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب کس قدر حماقت ہے۔ بقال۔ سبزی فروش۔ مار۔ یعنی گناہ جس کے نتیجہ میں سانپ اور بچھو ڈسیں گے۔

از چنیں عُذر اے[1] سلیمِ نانبیل
اے بیوقوف، کمینے! ایسے عذر سے

خون و مال و زن ہمیکردی سبیل
تو نے جان اور مال اور بیوی کو قربان کردیا

ہر کسے پس سبلتِ تو بر کند
پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا

عُذر آرد خویش را مُضطر کند
عُذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا

حکمِ حق گر عُذر می شاید تُرا
اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عُذر تیرے لئے مناسب ہے

پس بیاموز و بده فتویٰ مرا
تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دیدے

کہ مرا صد آرزو و شہوت ست
کیونکہ میری بھی سینکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں

دستِ من بستہ ز بیم و ہیبت ست
خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

پس[2] کرم کن عُذر را تعلیم ده
تو مہربانی سے مجھے عُذر کرنا سکھا دے

برکشا از دست و پائے من گره
مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے

اختیارے کردهٔ تو پیشهٔ
تو نے ایک پیشہ اختیار کیا ہے

کاختیارے دارم و اندیشهٔ
(اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں

ورنہ چوں بگزیدهٔ آں پیشہ را
ورنہ تو نے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟

از میانِ پیشہا اے کدخدا
اے صاحب! سب پیشوں میں سے

چونکہ آید نوبتِ نفس و ہوا
جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے

بیست مرده اختیار آید تُرا
تجھ میں بیس مردوں کا اختیار آجاتا ہے

چوں برد یک حبّہ از تو یار سُود
جب دوست تجھ سے ایک رتّی کا فائدہ اٹھا لیجائے

اختیارِ جنگ در جانت کشود
تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کشادہ ہوجاتا ہے

چوں[3] بیاید نوبتِ شکر و نعم
جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے

اختیارت نیست از سنگے تو کم
تجھے اختیار نہیں ہے تو پتھر سے کم ہے

دوزخت را عُذر ایں باشد یقیں
تیرے لئے دوزخ کا بھی یہ عُذر یقینی ہے

کاندریں سوزش مرا معذور بیں
کہ اس جلانے میں مجھے معذور سمجھ

کس بدیں حجّت چو معذورت نداشت
اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا

وز کفِ جلاد ایں دورت نداشت
اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دور نہ رکھا

---

[1] سلیم۔ احمق۔ نانبیل۔ کمینہ۔ خون۔ یعنی جبر کے عقیدہ کے مطابق تیرا سب کچھ لیکر عذر کیا جاسکتا ہے اور لینے والا اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرکے بری ہو سکتا ہے۔ حکمِ حق یعنی گناہ کے سلسلہ میں اگر حکمِ حق کہہ کر عذر کیا جاسکتا ہے تو مجھے بھی یہ عذر سکھا دے میرے دل میں بھی بہت سے گناہوں کی تمنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے میں نہیں کرسک رہا ہوں۔

[2] پس۔ تیری بڑی مہربانی ہوگی اور مجھ مجبور کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔ اختیار۔ انسان اپنے لئے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے یہ اُس کے اختیار کی دلیل ہے۔ چونکہ۔ جبری انسان خواہشِ نفسانی کا ارادہ کرتا ہے تو بیس انسانوں کا اختیار اُس میں آجاتا ہے اگر اُس کا ایک رتّی کا کوئی نقصان کردیتا ہے تو لڑائی کا اختیار پورے بدن میں پھیل جاتا ہے۔

[3] چوں بیاید جس وقت خدا کی اطاعت وعبادت کا معاملہ آتا ہے پھر جبری کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور اپنے آپ کو پتھر سے بھی زیادہ غیر مختار ظاہر کرتا ہے۔ دوزخت۔ جب جہنم کی آگ میں جلے گا تو وہ بھی یہی کہے گا کہ میں جلانے میں مجبور ہوں۔ کس۔ جبری کے اس عذر کو دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اور وہ سزا کے وقت جلاد کے ہاتھ سے اس عذر کی بنا پر نہ چھوٹ سکا اور دنیا کا نظم اسی انصاف سے قائم ہے کہ جبری کا عذر قبول نہ کیا جائے تو آخرت کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہیے۔

پس بدیں داور جہاں منظوم شد | حالِ آں عالم ہمت معلوم شد

تو اس مُنصف (حاکم) سے دنیا کا کام منتظم ہو گیا | اُس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

حکایت ہم در جوابِ جبری و اثباتِ اختیار و صحتِ امر و

نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی

نہی و در بیانِ آنکہ عذرِ جبری در ہیچ ملّتے و دینے مقبول

صحت کے بارے میں اور اس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی قت اور دین میں مقبول

نیست و مُوجبِ خلاص نیست از سزائے آں کار کہ

نہیں ہے اور اُس کام کی سزا سے جو اُس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب

کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیسؑ بداں کہ گفت

نہیں ہے چنانچہ شیطان اس قول کی وجہ سے کہ

رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ

"خدا تو نے مجھے گمراہ کیا" چھٹکارا نہ پاسکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت | می فشاند اُو میوہ را دُزدانہ سخت

ایک شخص درخت پر چڑھا | چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا

صاحبِ باغ آمد و گفت اے دنی[1] | از خدا شرمیت کو چہ میکنی

باغ والا آیا اور اُس نے کہا اے کمینے! | خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کر رہا ہے؟

گفت[2] از باغِ خدا بندہ خدا | گر خورد خرما کہ حق کردش عطا

اُس نے کہا اللہ تعالٰی کے باغ سے خدا کا بندہ | اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اُس کو خدا نے دی ہیں

عامیانہ چہ ملامت میکنی | بُخل بر خوانِ خداوندِ غنی

جاہلوں کی طرح تو کیا ملامت کر رہا ہے | بے نیاز خدا کے دستر خوان پر بخل (کر رہا ہے)

گفت[3] اے ایبک بیاور آں رسن | تا بگویم من جوابِ بوالحسن

اُس نے کہا اے غلام! رسّی لے آ | تاکہ میں (اِس) بھلے کا جواب دوں

پس ببستش سخت آندم بر درخت | میزد اُو بر پشت و ساقش چوب سخت

پھر اُس وقت اُس نے اُسکو درخت سے کس کر باندھ دیا | اُس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا

گفت آخر از خدا شرمے بدار | می کشی ایں بیگنہ را زار زار

اُس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر | تو اِس بے قصور کو بُری طرح سے مار رہا ہے

---

[1] ابلیس۔ شیطان نے بھی اپنی گمراہی پر اپنے جبر کا عذر پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ میری گمراہی میری اختیاری نہیں ہے لیکن اُس کا عذر مقبول نہ ہوا۔ بوزدانہ چوروں کی طرح۔ دنی کمینہ۔

[2] گفت۔ پھل جھاڑنے والے نے کہا کہ باغ خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے پھل عطا کئے ہیں تو جاہلوں کی طرح مجھے کیوں ملامت کرتا ہے تو خدائی دستر خوان پر بخل کرتا ہے۔

[3] گفت۔ باغ والے نے اپنے نوکر کو بلایا کہ رسّی لے آ، میں اس کا جواب اِس کو دے دوں گا اور رسّی سے اُس نے اُس کو درخت سے باندھ کر مارنا شروع کر دیا۔ گفت۔ پھل چرانے والے نے کہا کہ تو خدا سے شرم کر مجھے بے گناہ کو کیوں مارے ڈالتا ہے۔

گفت[1] کز چوبِ خدا ایں بندہ اش — میزند بر پشتِ دیگر بندہ خوش
اُس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اُس کا بندہ — دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

چوبِ حق و پشت و پہلو آنِ اُو — من غلامِ آلت و فرمانِ اُو
لاٹھی اللہ (تعالیٰ) کی، کمر اور پہلو اللہ (تعالیٰ) کا — میں اُس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار — اختیار ست اختیار ست اختیار
اُس نے کہا اے خالص! میں نے جبر سے توبہ کی — اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

اختیاراتِ اختیارش ہست کرد — اختیارش چوں سوارے زیرِ گرد
تیرے اختیار کو اُس کے اختیار نے پیدا کیا — اُس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے

اختیارش اختیارِ ما کُند — امر[2] شد بر اختیارے مستند
اُس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے — حکم کا مدار اختیار پر ہے

حاکمی بر صورتِ بے اختیار — ہست ہر مخلوق را در اقتدار
بے اختیار صورت پر حکومت کرنا — قادر ہونے میں ہر مخلوق کو حاصل ہے

تا کشد بے اختیارے صید را — تا برد بگرفتہ گوشِ اُو زید را
حتیٰ کہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لیجاتا ہے — حتیٰ کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے

لیک بے ہیچ آلتے صُنعِ صمد — اختیارش را کمندِ اُو کُند
لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلہ کے — اُسکے اختیار کو اُس کا پھانسہ بنا دیتی ہے

اختیارش[3] زید را قیدش کُند — بے سگ و بے دام چوں صیدش بوَد
زید کا اختیار اُس کو قید کر دیتا ہے — وہ بغیر کُتے اور جال کے شکار جیسا بنجاتا ہے

آں درودگر حاکمِ چوبے بوَد — واں مصوّر حاکمِ خوبے بوَد
بڑھئی، لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے — مصوّر، حسین کا حاکم بن جاتا ہے

ہست آہنگر بر آہن قیّمے — ہست بنّا ہم بر آلت حاکمے
لوہار، لوہے پر حاکم ہے — معمار بھی اوزار پر حاکم ہے

نادرا باشد کہ چندیں اختیار — ساجد آید ز اختیارش بندہ وار
عجب بات ہے کہ اِس قدر اختیار — اُس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کیطرح سجدہ کرنے والے ہیں

---

[1] گفت۔ باغ والے نے کہا لاٹھی بھی خدا کی ہے میں بھی خدا کا بندہ ہوں تیری کمر اور پہلو بھی خدا کا ہے میں بحکم اللہ کے حکم سے مار رہا ہوں تو اس میں کیا برائی ہے۔ گفت۔ تب وہ جبری جلد توبہ کرنے لگا اور بندے کے اختیار کا قائل ہو گیا۔ اختیارت۔ قدریہ کے عقیدہ کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ بندہ کا اختیار بھی اختیارِ خداوندی کا عطا کردہ ہے بندہ کا اختیار ظاہر ہے اور حضرت حق تعالے کا اختیار پوشیدہ ہے۔

[2] امر شد۔ جبریہ کے عقیدے کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ تمام احکام اور نواہی کا مدار اختیار پر ہے جو بندہ کو حاصل ہے اسی لئے امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے "لَا جَبْرَ وَلَا قَدْرَ وَلٰكِنْ اَمْرٌ بَيْنَ اَمْرَيْنِ" یعنی نہ تو انسان مجبور ہے نہ مختار محض بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ حاکمی۔ بے اختیار پر تو ہر مخلوق حکمرانی کرتی ہے لہٰذا اللہ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کہ وہ مختار پر بغیر کسی آلہ کے خود اُس کے اختیار کو اُس کی کمند بنا دیتا ہے اور اُس کو پھانس دیتا ہے۔

[3] اختیارش۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے کہ وہ انسان کو خود اُس کے اختیار سے بغیر کسی آلہ کے شکار کر لیتا ہے۔ درودگر۔ بڑھئی۔ خوبے۔ یعنی کسی حسین کی تصویر۔ بنّا۔ معمار۔ نادرا۔ اگر غیر مختار بندوں پر اللہ کی حکومت ہو تو اس میں کوئی ندرت نہیں ہے ندرت تو یہی ہے کہ بندہ مختار ہوتے ہوئے اُس کے اختیار کا غلام ہے۔

قدرتِ تو بر جمادات از نَبَرد — کے جمادی را از آنہا نفی کرد

خصوصیت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت — اُن کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

قدرتش بر اختیارات آنچناں — نفی نکند اختیارے را ازاں

اُس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت اختیارات پر بھی طرح — اُس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے

خواستش میگوئی بر وجہ کمال — کہ نباشد نسبتِ جبر و ضلال

اُس (اللہ تعالیٰ) کے ارادہ کو اہلِ کمال کے طریقہ پر قائل بن — تاکہ (اللہ تعالیٰ کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہ ہو

چونکہ گفتی کفرِ من خواہِ ویست — خواہِ خود را نیز ہم میداں کہ ہست

جب تو نے یہ کہا کہ میرا کفر اُس کی منشاء ہے — تو اپنی منشاء کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے

زانکہ بیخواہِ تو خود کفرِ تو نیست — کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست

کیونکہ تیری منشاء کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے — "بغیر منشاء کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے

امر عاجز را قبیح ست و ذمیم — خشم بدتر خاصہ از ربِ رحیم

عاجز کو حکم دینا بُرا اور ناپسند ہے — غصہ کرنا زیادہ بُرا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے

گاو گر یوغے نگیرد میزنند — ہیچ گاوے کو نپرد شد زنند

بیل اگر جُوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں — بیل نہ اُڑے تو وہ عاجز ہے

گاو چوں معذور نبود در فضول — صاحبِ گاو از چہ معذور ست و دول

بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا — (تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور احمق ہے؟

چوں نہ رنجور سر را بر مبند — اختیارت ہست بر سبلت مخند

جبکہ تو بیمار نہیں ہے سر کو نہ کس — تجھے اختیار ہے مذاق نہ اُڑا

جہد کُن کز جامِ حق یابی نوی — بیخود و بے اختیار آنگہ شوی

کوشش کر تاکہ خدائی جام سے تو تازگی حاصل کرے — پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائیگا

آنگہ آں مے را بود کُل اختیار — تو شوی معذورِ مطلق مست وار

جب تب اُس شراب کو پورا اختیار ہوگا — تو مدہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا

جُوا نہ کھینچنے پر پٹتا ہے "نہ اُڑنے" پر اُس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ گاو۔ لغو کام میں جب بیل کو معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو اُس کے مالک کو کیسے معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

۳ چوں نہ۔ جبری معذور ہے وہ غلط طریقہ پر عذر کرتا ہے۔ جہد کُن۔ ہاں انسان جب مجاہدوں کے ذریعہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو پھر بیشک وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ کے۔ جب وحدت کی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے تو معذور سمجھا جاتا ہے۔

۱ قدرت۔ جو چیز ماہیت کے لوازم میں سے ہے وہ ماہیت سے جدا نہیں ہوتی ہے جماد کا بے اختیار ہونا اُس کی ماہیت کے لئے لازم ہے اسی طرح انسان کا با اختیار ہونا اُس کی ماہیت کے لئے لازم ہے انسان کی جمادات پر قدرت جمادات کے بے اختیار ہونے کو سلب نہیں کرتی ہے اسی طرح اللہ کا اختیار اور قدرت انسان کے اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے۔ خواستش۔ انسانی افعال میں انسان کی مشیت اور ارادہ کو بھی دخل ہے جو مشیت خداوندی کے تابع ہے وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ اور تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہے اگر تم ایسا نہ ہو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جبر اور گمراہ کرنے کی نسبت ہو جائے گی۔ چونکہ۔ جب جبری انسان یہ کہتا ہے کہ میرا کفر کرنا اللہ کی مشیت سے ہے تو کفر کرنے کا اُس نے اقرار کیا اور کفر وہ ہے جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرے تو گویا اس جبری نے اپنے اختیار کا اقرار کر لیا۔ ۲ زانکہ۔ اپنے ارادے اللہ کا انکار کرنا کفر ہے بلا اختیار کے انکار کرنا کفر نہیں ہے تو انسان اپنے کفر کا اقرار کرے اور پھر اپنا اختیار نہ مانے یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ امر عاجز کو حکم دینا بُری بات ہے خدا اس سے منزہ ہے۔ گاو۔ بیل کو جُوا کھینچنے کا اختیار حاصل ہو

ہر چہ گوئی گفتۂ مے باشد آں — ہر چہ روبی رُفتۂ وے باشد آں

تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہو گا — تو جو کچھ جھاڑے گا اُس کا جھاڑا ہوا ہو گا

کے کند آں مست جز عدل و صواب — کہ ز جامِ حق کشیدست او شراب

وہ مست انصاف اور صواب کے علاوہ کب کچھ کرتا ہے؟ — کیونکہ اُس نے خدائی جام سے شراب پی لی ہو

جادواں فرعون را گفتند بیست — مست را پروائے دست و پا نیست

جادوگروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا — مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے

دست و پائے ما مئے آں واحد ست — دستِ ظاہر سایہ است و کاسد ست

ہمارے ہاتھ اور پاؤں اُس خدا کی شراب مجسم ہو — ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے

چوں بسر بر شد ز جامِ او مدام — خانۂ دل را فرو گیرد تمام

جب اُس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے — دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

معنیِ ماشاء اللہ کان یعنی خواستِ اوست و رضا

جو اللہ (تعالیٰ) نے چاہا ہوا کے معنی یعنی مشیت، اُس ہی کی مشیت ہے اور رضامندی،

رضائے او واز خشم و رَدِّ دیگراں دل تنگ نباشید کاں

انہی کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور رَد سے رنجیدہ نہ ہو (لفظ) کان

اگرچہ لفظِ ماضی ست لیکن در فعلِ خدا ماضی و مستقبل

اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے

نباشد کہ لَیْسَ عِنْدَ رَبِّنَا صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاء

کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہو

قولِ بندہ ایش شاء اللہ کاں — بہرِ آں نبود کہ منبل شو دراں

بندہ کا یہ کہنا، جو خدا نے چاہا وہ ہوا — اس لئے نہیں ہے کہ تو اُس میں کاہل بنے

بلکہ تحریض ست بر اخلاص و جِد — کاندراں خدمت فزوں شو مستعِد

بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرتا ہے — کہ تو اُس دربار میں زیادہ مستعد بنے

گر بگویند آنچہ میخواہی تو راد — کار کارِ تست بر حسبِ مراد

اگر وہ کہہ دیں، اے جوانمرد! تو جو چاہے — کام تیرا ہی کام ہے منشاء کے مطابق

اگر انسان سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ہر کام تیری منشاء کے مطابق ہو جائے گا تو اُس وقت انسان خدا کی اطاعت اور بندگی میں سستی کرتا۔

ا‍ے کے کند۔ لیکن شرابِ معرفت کا مست غلط کام نہیں کرتا ہے۔ جادواں۔ فرعون کے جادوگر شرابِ معرفت کے مست ہو گئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ ہمیں ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ دست۔ جادوگروں نے کہہ دیا تھا کہ ہمارے اصل ہاتھ پاؤں شرابِ معرفت ہے یہ جسمانی ہاتھ پاؤں بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب شرابِ معرفت دماغ کو چڑھتی ہے تو دل میں اُتر جاتی ہے۔

۲ے معنی۔ جو اللہ نے چاہا ہوا کے معنی یہ ہیں کہ اصل مشیتِ خداوندی اور رضا دراصل رضائے خداوندی ہو دوسروں کی ناراضی سے انسان کو رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔ کان۔ ہوا یہ ماضی کا صیغہ ہے جس میں گزرا ہوا زمانہ پایا جاتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا جائے تو اس میں پھر ماضی مضارع کی بحث نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کی نسبت سے نہ کوئی زمانہ گذرا ہوا ہے نہ آنے والا ہے۔

۳ے قولِ بندہ پہلے بیان کیا تھا کہ بندہ کے فعل میں اُس کی مشیت کا دخل ہے بظاہر ماشاء اللہ کان "جو اللہ نے چاہا ہوا" اس کے مخالف ہوتا ہے لہٰذا مولانا اس کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ایش۔ اَیُّ شَیْءٍ جو چیز۔ منبل۔ کاہل۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ خدمت۔ یعنی بارگاہِ خداوندی۔ گر بگویند

آنگہاں تنبل کنی جائز بود — کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شود
اُس وقت تو کاہلی برتے، جائز ہو گا — کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہے گا، وہ ہو گا

چوں بگویند ایش شاء اللہ کان — حکم حکمِ اُوست مُطلق جاودان
جب وہ کہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا — ہمیشہ اور مطلقاً اُسی کا حکم، حکم ہے

پس۱ چرا صد مردہ اندر وردِ اُو — بر نگردی بندگانہ گردِ اُو
تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر اسکے گھاٹ میں — غلاموں کی طرح اُس کے گرد چکر نہ کاٹے گا

گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر — خواست آنِ اُوست اندر دار و گیر
اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے — پکڑ دھکڑ میں وہ مختار کا مالک ہے

گردِ اُو گرداں شوی صد مردہ زُود — تا بریزد بر سرت احسان و جود
تو سو انسانوں کی طاقت سے اسکے گرد چکر کاٹے گا — تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت بہا دے

یا گریزی از وزیر و قصرِ اُو — ایں نباشد جُستجوی و نصرِ اُو
یا تو وزیر اور اُس کے محل سے بھاگے گا — یہ اُس کی مدد اور جستجو نہ ہو گی

باژگونہ۲ زیں سخن کاہل شُدی — مُنعکس اِدراک و خاطر آمدی
تو اِس بات سے اُلٹا کاہل بنا — تو اُلٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا

اَمر اَمرِ آں فلاں خواجہ است ہیں — چیست یعنی با جُز اُو کمتر نشیں
خبردار! حکم فلاں خواجہ کا حکم ہے — کیا ہے؟ یعنی اُس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ

گردِ خواجہ گرد چوں اَمر آنِ اُوست — کو کُشد دشمن رہاند جانِ دوست
خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اسکی ملکیت ہے — کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا دوست کی جان چھڑا دیگا

ہر چہ اُو خواہد ہماں یابی یقیں — یاوہ کم رو خدمتِ اُو بر گزیں
جو وہ چاہے گا وہ یقیناً تو حاصل کرے گا — بیہودہ روی نہ کر اُس کا دربار منتخب کر لے

نے۳ چو حاکم اُوست گردِ اُو مگرد — تا شوی نامہ سیاہ و رُوی زرد
نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اُس کے گرد چکر نہ کاٹ — تاکہ تو سیاہ اعمال نامہ والا، زرد چہرے والا بنے

چونکہ حاکم اُوست اُو را گیر و بس — غیرِ اُو را نیست حکم و دسترس
چونکہ حاکم وہی ہے اُس کو پکڑ اور بس — اُس کے غیر کے لئے حکم اور قدرت نہیں ہے

حق بُود تاویل کاں گرمت کُند — پُر اُمید و چُست و با شرمت کُند
وہ تاویل صحیح ہے، جو تجھے سرگرم کر دے — تجھے پُر اُمید اور چُست اور باحیا بنا دے

---

۱ پس۔ جب یہ کہا گیا کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو انسان اُس کے دربار کے چکر کاٹتا ہے۔ ورد، گھاٹ۔ گر بگویند۔ اگر شاہی یہ اعلان ہو جائے کہ ہر معاملہ میں وزیر خود مختار ہے تو تمام انسان اُس کے گھر کا چکر کاٹیں گے اُس کے محل سے گریز کرنا اُس کی مدد کی طلب نہ ہو گی۔

۲ باژگونہ۔ جبری نے اِس کا اُلٹا مطلب سمجھا اور عبادت میں سُست پڑ گیا۔ امر امرِ آں۔ اگر یہ اعلان ہو کہ فلاں سردار کا حکم چلے گا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اُس کی صحبت اختیار کر اُس کا چکر کاٹ وہ تجھے دشمن سے بچائے گا جو وہ چاہیگا تجھے ملے گا۔

۳ نے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ حاکم ہے لہٰذا اُس کے قریب نہ جا۔ حق بُود۔ قرآن و حدیث کے وہ معنی معتبر ہیں جو بندہ کو سرگرم عمل بنائیں اگر وہ معنی سُست اور کاہل بناتے ہیں تو وہ تحریف ہے۔

ور کند سُستت حقیقت ایں بداں^1 — هست تبدیل و نه تاویلست آں

اور اگر تجھے سُست بنائے، یہ حقیقت سمجھ لے — وہ تحریف ہے تاویل نہیں ہے

ایں برائے گرم کردن آمدست — تا بگیرد نا امیداں را دو دست

یہ سرگرم کرنے کے لئے آیا ہے — تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

معنیِ قرآں ز قرآں پرس و بس — وز کسے کاتش زدست اندر ہوس

قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور بس — اور اُس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے

پیشِ قرآں گشت قربانے و پست — تاکہ عینِ روحِ او قرآں شدہ ست

جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو — حتّٰی کہ اُس کی روح بعینہٖ قرآن بن گئی ہو

روغنے کو شد فدائے گل بکُل — خواہ روغن بوئے کُن خواہی تو گل

جو تیل، پھول پر بالکل فدا ہوگیا ہے — (اب) تو خواہ تیل کو سونگھ لے یا پھول کو

گر نمیدانی بجو تاویلِ آں — تا بتابد بر دلت آں راعیاں

اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اسکا مصداق تلاش کرلے — تاکہ تیرے دل پر اُس کا ظاہر چمک اُٹھے

و ہمچنیں^2 قد جف القلم و کتب ان لا یستوی

اور اسی طرح اس کی تاویل ہے، کہ قلم (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اُس نے لکھ دیا ہے کہ

الطاعۃُ والمعصیۃُ ولا یستوی الامانۃُ والسرقۃُ جف القلم ان لا

اطاعت اور نافرمانی برابر نہیں ہے اور نہ امانت اور چوری یکساں ہے قلم خشک ہوگیا ہے کہ شکر

یستوی الشکرُ والکفرانُ جف القلم ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

اور کفر برابر نہیں ہے، قلم خشک ہوگیا ہے، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

ہمچنیں تاویلِ قد جف القلم — بہرِ تحریض ست بر شغلِ اہم

اسی طرح بیشک قلم خشک ہوگیا ہے کی تاویل — اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

پس^3 قلم بنوشت کہ ہر کار را — لائقِ آں ہست تاثیر و جزا

قلم نے لکھ دیا، کہ ہر کام کی — تاثیر اور جزاء اُس کے مناسب ہے

کژ روی جف القلم کژ آیدت — راستی آری سعادت زایدت

ٹیڑھا چلے گا تجھ میں کجی آئیگی (لکھ کر قلم خشک ہوگیا ہے) — تو سیدھا پن اختیار کریگا تیرے لئے نیک بختی پیدا ہوگی

^1 ایں۔ یعنی اشارات قرآن، سرگرم عمل کرنے کیلئے ہے۔ معنیِ قرآن۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے تو آیت کی تفسیر دوسری آیت کی روشنی میں ہونی چاہئے یا اُس عالم سے کرلیجائے جس نے ہوا و ہوس کو جلا ڈالا ہو۔ پیش قرآں۔ وہ عالم قرآن پر قربان ہوگیا ہو اور اُس کی رُوح مجسم قرآن بن گئی ہو۔ روغنے۔ اب اُس عالم اور قرآن میں وہی نسبت ہوگی جو پھول کے روغن اور پھول میں ہے کہ دونوں کی خوشبو یکساں ہے۔ گر نمیدانی۔ اگر سرگرم عمل کرنے والے معنی تجھ پر ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو اُن کی تلاش کر۔

^2 و ہمچنیں۔ یہ حدیث شریف ہے اور حدیث میں ہے جف القلم بما ہو کائن قلم لکھکر خشک ہوگیا ہے ہر اُس چیز کو جو ہونے والی ہے اس پر صحابہؓ نے سوال کیا پھر عمل کس بات کے لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہر انسان کو اُس چیز کی سہولت دے دی گئی ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے اگر وہ سعادت اور جنت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے سعادت اور جنت کے اعمال سرزد ہونگے اور اگر وہ شقاوت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے شقاوت اور جہنم کے اعمال سرزد ہونگے خلاصہ یہ ہے کہ قلم نے سعید کی سعادت اور شقی کی شقاوت لکھدی ہر اس طریقہ پر کہ یہ اعمال سعادت کے اعمال ہیں اور یہ اعمال شقاوت کے اعمال ہیں۔

^3 پس قلم کے لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام کی تاثیر اُسکی مناسبت سے تحریر کردی ہے۔ کژ روی۔ قلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر تو کجی اختیار کرے گا تو نتیجہ کجی ہوگا اور سچائی اختیار کرے گا تو اُس سے سعادت پیدا ہوگی قلم نے لکھ دیا ہے ظلم کا نتیجہ بدبختی ہے۔ عدل کا نتیجہ راحت ہے چوری کا نتیجہ ہاتھ کٹنا ہے شراب پینے کا نتیجہ مستی ہے۔

ظلم آری مُدبری جفّ القلم
عدل آری برخوری جفّ القلم

تو ظلم کرے گا تو تو بدبخت ہے (کیونکہ) قلم خشک ہو گیا ہو
تو انصاف کریگا پھل کھائیگا قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہو

چوں بدزدد دست شد جفّ القلم
خوردہ بادہ مست شد جفّ القلم

جب چوری کرے گا ہاتھ کٹا قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہو
شراب پی کر مست ہو گیا قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہے

تو روا داری روا باشد کہ حق [1]
ہمچو معزول آید از حکمِ سبق

تو جائز سمجھتا ہے، مناسب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ،
ازلی حکم کی وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے

کہ ز دستِ من بروں رفت ست کار
پیشِ من چندیں میا چندیں مزار

کہ معاملہ میرے قابو سے باہر ہو گیا
میرے سامنے اتنا نہ آ، اتنی عاجزی نہ کر

بلکہ [2] معنیٔ آں بود جفّ القلم
نیست یکساں پیشِ من عدل و ستم

بلکہ معنی یہ ہیں کہ قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہے
میرے سامنے انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں

فرق بنہادم میانِ خیر و شر
فرق بنہادم زِ بد ہم از بتر

میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے
میں نے بُرے اور بدتر میں فرق رکھا ہے

ذرہ گر در تو افزاید ادب
باشد از یارت بداند فضلِ رب

اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بڑھوتری
ہو، دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے

قدرِ آں ذرہ ترا افزوں دہد
ذرہ چوں کوہے قدم بیروں نہد

اس ذرے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا
(وہ) ذرہ پہاڑ کی طرح رُونما ہوگا

پادشاہے [3] کہ بہ پیشِ تختِ او
فرق نبود از امین و ظلم جُو

وہ بادشاہ کہ اس کے تخت کے رُوبرو
امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو

آنکہ می لرزد ز بیمِ ردِّ او
وانکہ طعنہ میزند بر جدِّ او

وہ شخص جو اس کے جواب سے لرز رہا ہو
اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو

فرق نبود ہر دو یک باشد برش
شاہ نبود خاکِ تیرہ بر سرش

وہ دونوں میں فرق نہ کرے اُنکے نزدیک دونوں یکساں
وہ بادشاہ نہ ہوگا اس کے سر پر کالی مٹی ہو

ذرہ گر جہدِ تو افزوں شود
در ترازوئے خدا موزوں شود

اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے (بڑھ جائے)
وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا

پیشِ ایں شاہاں ہمارہ جانکنی
بیخبر ایشاں ز غدر و روشنی

ان بادشاہوں کے سامنے تو ہمیشہ مصیبت بھرتا ہے
وہ غداری اور نورِ (قلب) سے غافل ہیں

[1] تو روا داری۔ اگر جفّ القلم کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ازل میں لکھ دیا ہے اور اب اس کی قدرت کے تحت کچھ نہیں ہے تو گویا اب خدا، خدائی سے معزول ہو گیا ہے۔ کہ ز دست۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرماتا ہے کہ اے بندے اب تو میرے پاس نہ آ اب کام میرے قابو سے باہر ہے۔

[2] بلکہ۔ جفّ القلم کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ چکا ہے کہ انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں۔ فرق۔ اور یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خیر اور شر میں بد اور بدتر میں فرق کر دیا ہے۔ ذرہ۔ اگر تجھ میں تیرے دوست کے اعتبار سے ایک ذرہ بھی نیکی زیادہ ہے تو اس کو خدا جانتا ہے اور وہ اس ذرے کا بدلہ دے گا جو پہاڑ جیسا ہوگا۔

[3] بادشاہ ہے جس بادشاہ کے دربار میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو یا وہ شخص جو اس کے خوف سے لرزتا ہے اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زنی کرتا ہے اُنکے دربار میں یکساں ہوں تو ایسے بادشاہ کے سر پر خاک۔ ذرہ۔ حقیقی خدا تو وہی ہے جس کی ترازو میں ایک ایک ذرہ تولا جائے پیش۔ یہ تو دنیاوی بادشاہوں کا طور طریقہ ہے کہ تو تمام عمر اطاعت کرتا ہے اور ایک چغلخور تیری ساری بھلائی برباد کرا دیتا ہے۔

گفتِ غمّازے کہ بَد گوید تُرا
اُس چغلخور کی بات جو تجھے بُرا کہتا ہے
ضائع آرد خدمتت را سالہا
وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

پیشِ[1] شاہے کو سمیع ست و بَصیر
اُس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے
گفتِ غمّازاں نباشد جائے گیر
چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے

جُملہ غمّازاں ازو آیس شوَند
سب چغلخور اُس سے مایوس ہو جاتے ہیں
سُوئے ما آیند و افزایند بَند
ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹیں اضافہ کرتے ہیں

بس جفا گویند شہ را پیشِ ما
اللہ (تعالٰی) کا ہم سے بہت ظلم بیان کرتے ہیں
کہ برو جَفَّ القلم کم کُن وَفا
کہ جا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر

معنیِ[2] جَفَّ القلم کے آں بُوَد
قلم لکھ کر خشک ہو گیا کے یہ معنی کب ہو سکتے ہیں!
کہ جَفا ہا با وَفا یکساں بُوَد
کہ ظلم، وفاداری کے برابر ہوتا ہے

بل جفا را ہم جفا جَفَّ القلم
بلکہ ظلم کے لئے (بدلہ) ظلم ہو قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے
واں وفا را ہم وفا جَفَّ القلم
اور وفا کیلئے (بدلہ) وفا ہے قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے

عفو باشد لیک کُو فرِّ اُمید
معافی ہوگی لیکن امید کی وہ شان و شوکت کہاں؟
کہ بُوَد بندہ ز تقویٰ رُو سپید
کہ بندہ پرہیزگاری کی وجہ سے سرخرو ہو

دُزد را گر عفو باشد جاں بَرَد
چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے
کے وزیر و خازنِ مخزن شوَد
وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟

اے[3] امین الدینِ ربّانی بیا
اے امین الدین، اللہ والے! آجا
کز امانت رُست ہر تاج و لوا
کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا رونما ہوا ہو

پُورِ سُلطاں گر بُوَد خائن شوَد
شہزادہ اگر بادشاہ کا خائن بن جائے
آں سرش از تن بداں بابُن شوَد
اُس کی وجہ سے اُس کا سر تن سے جدا ہو جائے

ور غلامے ہندوے آرد وَفا
اگر ہندوستانی غلام وفا برتے
دولت اُو را میزند طالَ بَقا
نصیبہ اُس کیلئے زندہ باد کا اعلان کر دے

چہ غلام ار بر درے سَگ با وفاست
غلام کیا، اگر دروازے پر کتّا وفادار ہے
در دلِ سالار اُو را صد رضاست
آقا کے دل میں اُس کی جانب سے سینکڑوں خوشنودیاں ہیں

تو وہ گویا زرنی ہے اور اگر معمولی غلام وفاداری کرتا ہے تو اُس کا نصیبہ اُسکو سبارکبا دیتا ہے غلام تو در کنار کتا بھی وفاداری کرتا ہے تو آقا کے دل میں اُس کے لئے سینکڑوں خوشنوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

[1] پیشِ شاہے۔ دانا و بینا خدا کے دربار میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی چغلخور چغلخوری کر سکے وہاں سے چغلخور شیطان وغیرہ مایوس ہو کر ہمارے پاس آکر ہمیں بہکاتے اور شاہ کا ظلم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس نے سب کچھ پہلے ہی لکھ دیا ہے اب اُس کے ساتھ وفاداری کیوں کرتے ہو۔

[2] معنیِ۔ یہ چغلخور شیطان کا جواب ہے کہ جَفَّ القلم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جفا اور وفا یکساں ہے وفاداری سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جفا کا بدلہ جفا ہے اور وفا کا بدلہ وفا ہے۔ عفو باشد۔ شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالٰی گنہگاروں کو بھی معاف کر دے گا تو پھر اطاعت اور نافرمانی یکساں ہو گئی مولانا نے جواب دیا ہے کہ معافی تو ہو جائے گی لیکن وہ انعامات حاصل نہ ہوں گے جو نیکوکاروں کو ملیں گے۔ دُزد۔ چور کی معافی کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اُسکی جان بچ گئی لیکن اُس کو وزیر اور خزانچی کا رتبہ تو حاصل نہیں ہوتا۔

[3] اے امین الدین یعنی شیخ حسام الدین یا ہر وہ مجتہد جو شریعت کا امین ہے یا مولانا کے دور کا ایک وزیر۔ پور۔ اگر بادشاہ کا بیٹا بادشاہ کا خائن ہو

زیں[1] چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد — گر بود شیرے چہ پیروزش کند

اس (وفا) کی وجہ سے جب کتے کی تھوتھنی چومتا ہے — اگر وہ شیر ہو تو اس کو کس قدر کامیابی عنایت کرے گا؟

چہ مگر دزدے کہ خدمتہا کند — صدقِ او بیخِ جفا را بر کند

سوائے اس چور کے جو خدمتیں کرے — اس کی سچائی ظلم کی جڑ اکھاڑ دے

چوں فضیلِ رہزنے کو راست باخت — زاں کہ دہ مردہ بسوئے تو بتاخت

جیسا کہ ڈاکو (حضرت) فضیلؒ جنھوں نے سچائی کی بازی لگائی — کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے

واٰنچناں[2] کہ ساحرانِ فرعون را — رو سیہ کردند از صبر و وفا

اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا — منہ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے

دست و پا دادند در جرمِ قود — آں بصد سالہ عبادت کے شود

قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیئے — وہ سو سال کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟

تو کہ پنجہ سال خدمت کردہ — کے چنیں صدقے بدست آوردہ

تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے — ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

حکایتِ[3] آں درویش کہ در ہرات غلامانِ عمیدِ خراسانی را

اس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا

آراستہ دید بر اسپانِ تازی با قبا ہائے زربفت و کلاہ ہائے

بنا ٹھنا، عربی گھوڑوں پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور اکرھائی سے ڈھپی

مغرق وغیرہ آں پرسید کہ اینہا کدام امیرانند و چہ

ہوئی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے اس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ

شاہانند گفتند او را کہ اینہا امیراں نیستند اینہا غلامانِ

ہیں؟ لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں، یہ عمید خراسانی کے غلام

عمیدِ خراسان اند رو بآسمان کرد کہ اے خداوند غلام

ہیں اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں کو پرورش

پروردن از عمید بیاموز آنجا مستوفی را عمید گویند

کرنا عمید سے سیکھ لے۔ وہاں وزیر اعظم کو عمید کہتے ہیں۔

آں یکے گستاخ رو اندر ہرے — چوں بدیدے او غلامِ مہترے

ایک منہ پھٹ نے ہرات میں — جب اس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا

---

[1] زیں۔ وفاداری اگر کتا بھی کرتا ہے تو آقا اس کا منہ چومتا ہے اور اگر شیر وفاداری کرے تو پھر اس کی کامیابی کا کیا ٹھکانا ہے۔ چہ مگر پہلے فرمایا تھا کہ چور کو معاف تو کر دیا جائے گا لیکن اس کو اونچے مقامات حاصل نہ ہونگے اب اس سے استثناء کرتے ہیں اس لئے کہ بعض ڈاکو لوگوں کو بڑے مقامات حاصل ہو گئے ہیں۔ چوں فضیل۔ حضرت فضیلؒ بن عیاض ڈاکو تھے پھر تائب ہوئے اور اولیاء اللہ میں ان کا شمار ہوا۔

[2] وآنچناں۔ اسی طرح فرعون کے جادوگر توبہ کے بعد کامل بنے۔ رو سیہ کردند۔ یعنی فرعون کو روسیاہ کیا۔ دست دہا۔ اللہ کی محبت میں ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے یہ مقام سو سال عبادت سے بھی بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ تو کہ۔ عام انسان پچاس سال عبادت کرتا ہے لیکن ان ساحروں کی سی سچائی اس کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

[3] حکایت۔ اس سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح بادشاہوں کے سب غلام یکساں نہیں ہیں اسی طرح اللہ کے سب غلام یکساں نہیں اخلاص کے اعتبار سے بہت فرق ہے عمید کے غلام پورے مخلص تھے۔ عمید۔ مستوفی خراسان ایک ملک ہے جس کا پایہ تخت ایک زمانہ میں ہرات تھا گستاخ۔ بے ادب

جامۂ اطلس کمرزریں رواں[1] — رُوئے کردے سُوئے قبلۂ آسماں
اطلس کا لباس سونے کی پیٹی پہنے ہوئے، جا رہا ہے — اُس نے آسمان کی جانب منہ کیا

کاے خدا! زیں خواجۂ صاحب مِنَن — چوں نیاموزی تو بندہ داشتن
کہ اے خدا! اِس احسانوں والے آقا سے — تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

بندہ پروردن بیاموز اے خدا — زیں رئیس و اختیارِ شہرِ ما
اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے — ہمارے شہر کے اِس رئیس اور برگزیدہ سے

بُود محتاج و برہنہ بینوا — در زمستاں لرز لرزاں از ہوا
وہ محتاج اور ننگا بے سروسامان تھا — جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا

انبساطے کرد آں از خود بری — جُرأتے بنمُود اُو از لمترے
اُس بے خود نے بے تکلفی برتی — اور پھکّڑپن سے اُس نے جرأت کی

اعتمادش[2] بر ہزاراں موہبت — کہ ندیمِ حق شُد اہلِ معرفت
ہزاروں بخششوں پر اُس کو بھروسہ (تھا) — کیونکہ معرفت والا اللہ (تعالےٰ) کا مصاحب ہوتا ہے

گر ندیمے شاہ گستاخی کند — تو مکُن چوں تو نداری آں سَند
اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے — تو نہ کرنا، کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے

حق میاں داد و میاں بہ از کمر — گر کسے تاجے دہد اُو داد سر
اللہ (تعالےٰ) نے کمر عطا کی اور کمر پٹکے سے بہتر ہے — اگر کوئی تاج دیتا ہے تو اُس نے سر دیا ہے

تا یکے[3] روزے کہ شاہ آں خواجہ را — مُتّہم کرد و بہ بستش دست و پا
یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سردار پر — تہمت لگا دی اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے

آں غلاماں را شکنجہ می نمُود — کہ دفینۂ خواجہ بنمائید زُود
اُن غلاموں کو سزا دی — کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ

سِرِّ اُو با من بگوئید اے خساں — ورنہ بُرّم از شما حلق و لساں
اے کمینو! اُس کا راز مجھے بتا دو — ورنہ میں تمہارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا

مدّتِ یک ماہ شاں تعذیب کرد — روز و شب اِشکنجہ و اِفشار و درد
ایک مہینہ تک اُن کو ستایا — دن، رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف تھی

پارہ پارہ کردشان و یک غلام — رازِ خواجہ وا نگفت از اہتمام
انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ایک غلام نے (بھی) — ہمت کر کے، آقا کا راز نہ کھولا

---

[1] کمرزریں۔ سونے کا پٹکا۔ خواجہ۔ یعنی عمید خراسانی۔ مِنَن۔ احسانات۔ اختیار۔ یعنی مختار، برگزیدہ۔ بُود۔ یعنی وہ درویش اگرچہ اہل اللہ میں سے تھا لیکن اُس کی حالت نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ اللہ کے تقرب کے بھروسہ پر یہ کہہ گزرا۔ لمترے۔ قوی۔ مراد اُس درویش کی حالت ہے۔

[2] اعتمادش۔ بعض مقربین بارگاہ، خصوصی رحم وکرم کی بنیاد پر ایسی گستاخی کر بیٹھتے ہیں، عوام کے لئے اِس طرح کی بات مناسب نہیں ہے۔ ندیمِ مصاحب حق۔ مولانا عمید کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی عطا کی افضلیت بتاتے ہیں۔

[3] تا یکے۔ اللہ تعالےٰ نے اُس درویش کو اُس وقت جواب نہ دیا جب وہ عمید بادشاہ کا معتوب بنا تو ہاتفِ غیبی نے جواب دیا۔ آں غلاماں۔ عمید کے غلام عمید کے اِس قدر وفادار ثابت ہوئے کہ سزا میں برداشت کیں لیکن عمید کا راز نہ کھولا۔

گفتش اندر خواب ہاتف کے کیا ۔۔۔ بندہ بودن ہم بیاموز و بیا

غیبی آواز نے اس سے خواب میں کہا کہ اے سردار! ۔۔۔ غلام بننا بھی سیکھ لے اور آ جا

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں ۔۔۔ گر بدرد گرگت آں از خویش داں

اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے! ۔۔۔ اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے، تو وہ اپنے سبب سمجھ

زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش ۔۔۔ زانکہ می کاری ہمہ سالہ بنوش

کیونکہ جو تو سارے سال بنتا ہے، وہ پہن ۔۔۔ جو سارے سال بوتا ہے، وہ کھا

فعلِ تست ایں غصہائے دمبدم ۔۔۔ ایں بود معنیِ قد جف القلم

یہ ہر وقت کے رنج، تیرا کارنامہ ہے ۔۔۔ قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنی ہیں

کہ نگردد سنتِ ما از رشد ۔۔۔ نیک را نیکی بود بد راست بد

کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہے ۔۔۔ نیک کے لئے نیکی ہوتی ہے برے کیلئے برائی ہے

کارکن ہیں کہ سلیماں زندہ است ۔۔۔ تا تو دیوی تیغ او برندہ است

کام میں لگا رہ، کیوں کہ سلیمان زندہ ہے ۔۔۔ جب تک تو دیو ہے اس کی تلوار کاٹ کرنے والی ہے

چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن است ۔۔۔ از سلیماں فارغ و از خوف رست

جب فرشتہ بن گیا تلوار سے محفوظ ہے ۔۔۔ سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پا گیا ہے

از سلیماں ہیچ او را خوف نیست ۔۔۔ دشمنِ دیو است و از وے ایمن است

سلیمان سے اسے کوئی ڈر نہیں ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اس سے (فرشتہ کو) امن حاصل ہے

حکمِ او بر دیو باشد نے ملک ۔۔۔ رنج در خاک است نے فوق فلک

سزا کا حکم دیو پر لگتا ہے، نہ کہ فرشتہ پر ۔۔۔ تکلیف زمین پر ہے، نہ کہ آسمان پر

ترک کن ایں جبر را کہ بس تہیست ۔۔۔ تا بدانی سرِ سرِ جبر چیست

اس جبر کے عقیدے کو چھوڑ کیونکہ خالی (ڈھول) ہے ۔۔۔ تاکہ تو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟

ترک کن ایں جبرِ جمعِ منبلاں ۔۔۔ تا خبر یابی ازاں جبر چو جاں

کاہلوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے ۔۔۔ تاکہ تجھے اس جبر کا پتہ لگ جائے جو جان جیسا ہے

ترکِ معشوقی کن و کن عاشقی ۔۔۔ اے گماں بردہ کہ خوب و فائقی

معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر ۔۔۔ اے وہ شخص جس نے گمان کر لیا ہے کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے

ل گفتش۔ اب اللہ کی جانب سے اس درویش کو جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو عبید سے غلام پروری کیا سیکھے گا تو عبید کے غلاموں سے بندگی سیکھ لے۔ لے دریدہ۔ انسان جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ زانکہ۔ انسان کے جیسے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔ فعلِ تست۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہاری لائی ہوئی ہے۔ کہ نگردد۔ سنتِ الٰہی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔ نیک۔ قرآن پاک میں ہے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔

ے کارکن۔ سلیمان سے مراد شاہِ حقیقی ہے اور دیو سے مراد نفسِ امارہ ہے۔ چوں فرشتہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ جو اللہ کے دوست ہیں ان پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ از سلیمان۔ نیکوں کو عذاب سے امن حاصل ہے۔ حکمِ او۔ سزا کا حکم شیطان صفت کے لئے ہے۔ رنج۔ جب انسان ملکوتی بن جائے تو پھر راحت ہی راحت ہے۔

ے ترک کن۔ یہ جبرِ مذموم کا عقیدہ جو ترکِ اطاعت پیدا کرتا ہے اس کو چھوڑ کر فنا کا درجہ اختیار کر جب تجھے جبرِ محمود کا پتہ چلے گا اور معلوم ہوگا کہ تجھے اختیارِ خداوندی حاصل ہے اور تیرا ہر عمل اختیارِ خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔ منبلاں۔ کاہل لوگ۔ چو جان۔ جبرِ محمود بڑی قیمتی چیز ہے۔ ترک کن۔ معشوقوں کا سا ناز ـــــ چھوڑ کر عاشقوں کا سا نیاز پیدا کر۔

اے کہ در معنیٰ زشب خامش تری — گفتِ خود را چند جوئی مشتری
اے وہ کہ معانی میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے — اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

سر بجنبانند پیشت بہرِ تو — رفت در سودائے ایشاں عمرِ تو
تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھومتے ہیں — اُن کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی

تو مرا گوئی حسد اندر مپیچ — چہ حسد آرد کسے بر فوتِ ہیچ
تو مجھ سے کہتا ہے کہ حسد کرنے میں نہ لگ — ناچیز کے فوت ہو جانے پر کوئی کیا حسد کرے؟

ہست تعلیمِ خساں اے بارسوخ — ہمچو نقشِ خوب کردن بر کلوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا — ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے

خویش را تعلیم کن عشق و نظر — کاں بود کالنقش فی جرم الحجر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے — کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے

نفسِ تو با تست شاکر در وفا — غیر فانی شد کجا جوئی کجا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شکرگزار ہے — غیر، فنا ہو گیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟

تا کنی مر غیر را حبر و سنی[52] — خویش را بد خو و خالی میکنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بنا تا رہیگا — اپنے آپ کو بد عادت اور خالی کرتا رہے گا

متصل چوں شد دلت باآں عدن — ہیں بگو مہراس از خالی شدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہو گیا — ہاں کہتا رہ، خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو

امرِ قُل زیں آمدش کاے راستیں[1] — کم نخواہد شد بگو دریاست ایں
قُل کا حکم اُن کو اسی لئے آیا کہ اے راست رو! — کہیئے، کم نہ ہوگا، یہ دریا ہے

انصتوا[53] یعنی کہ آبت را بلاغ — ہیں تلف کم کُن کہ لب خشک ست باغ
بحالتِ خاموشی سے سنو یعنی کہ اپنے پانی کو لغو باتوں سے — خبردار! تباہ نہ کر، کیونکہ باغ پیاسا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پدر — ایں سخن را ترک کُن پایاں نگر
اے بابا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اس بات کو چھوڑ، انجام پر نظر کر

---

[1] آمدش یہاں مراد دریائے وحدت ہے۔ امر قُل۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي آپ کہہ دیجئے کہ خدا کے کلمات کے لئے اگر سمندر روشنائی بنیں تو وہ اس سے پہلے ختم ہو جائیں گے کہ خدا کے کلمات ختم ہوں ـــــــ [53] اَنصِتُوا۔ قرآن پاک میں ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان دھرو اور خاموش رہو۔ لاغ۔ بیہودہ گفتگو۔ ایں سخن یعنی لچھے دار تقریروں کی بُرائی۔ پایاں۔ یعنی اپنے انجام کی فکر کر۔

[51] اے کہ۔ تو اپنی لچھے دار تقریروں پر نازاں ہے جو معانی سے بالکل خالی ہیں اور تو اپنی ان تقریروں سے خریدار ڈھونڈتا ہے۔ سر بجنبانند۔ یہ تیری تقریریں سننے والے محض تیرے لحاظ میں جھوم رہے ہیں اور تو اُن کے عشق میں عمر برباد کر رہا ہے۔ تو مرا۔ جب میں تجھے ان لچھے دار تقریروں سے روکتا ہوں تو تو مجھ پر حسد کا الزام لگاتا ہے حالانکہ ان لچھے دار تقریروں کے حاصل نہ ہونے پر کوئی کیا حسد کرے گا یہ خود بیکار ہیں۔ ہست۔ عوام میں تقریریں کر کے واہ وا کرانا مٹی کے ڈھیلے پر بایک نقش و نگار کرنا ہے جو قائم نہیں رہ سکتا۔ خویش۔ اپنی اصلاح کر اور اپنے آپ کو عشق کی تعلیم دے یہ باقی رہنے والی چیز ہے۔
[52] تا کنی۔ دوسروں کو وعظ و تلقین سے اپنی اصلاح بہتر ہے۔ حبر۔ بڑا عالم۔ سنی۔ بلند۔ متصل۔ یہ شبہ ہوا کہ بہت سے حقیقی بزرگ مریدوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں تو اس سے کیوں روکا جا رہا ہے مولانا نے فرمایا کہ جو بزرگ ایسے ہیں کہ اُن کا اتصال دریائے وحدت سے ہو گیا ہے وہ تعلیم دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ عدن۔ دال کے سکون سے، اقامت اسی سے جنّات عدن یعنی اقامت کی جنتیں اور دال کے زبر سے شہر کا نام ہے جہاں سے عقیق

غیرتم آید کہ پیشت بیستند　　بر تو می خندند و عاشق نیستند
مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں　　تیری ہنسی اڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں

عاشقانت در پسِ پردہ کرم　　بہرِ تو نعرہ زناں بیں دمبدم
تیرے عاشق کرم کے پس پردہ　　ان کو تو لمحہ بلمحہ اپنے لئے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ لے

عاشقِ آں عاشقانِ غیب باش　　عاشقانِ پنج روزہ کم تراش
تو ان غیب کے عاشقوں کا عاشق بن　　چند روزہ عاشق نہ بنا

کہ بخوردندت ز خدعہ و جذبہ　　سالہا زیشاں ندیدی حبہ
دھوکے اور کشش سے انھوں نے تجھے کھایا　　سالوں تو نے انکی جانب سے ایک رتی نہ دیکھی

چند ہنگامہ نہی بر راہِ عام　　کام جُستی بر نیامد ہیچ کام
عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟　　تونے مقصد کی تلاش کی، کوئی مقصد پورا نہ ہوا

وقتِ صحت جملہ یارند و حریف　　وقتِ درد و غم بجُز حق کو الیف
تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں　　درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟

وقتِ دردِ چشم و دنداں ہیچکس　　دست تو گیرد بجُز فریاد رس
دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت کوئی شخص　　تیری دستگیری کرتا ہے! سوائے خدا کے

پس ہماں درد و مرض را یاد دار　　چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار
تو اسی درد اور مرض کو یاد رکھ　　ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کر

پوستیں آں حالتِ دردِ تو است　　کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست
پوستین تیرے درد کی حالت ہے　　جو اُس ایاز نے ہاتھ سے پکڑی ہے

باز جواب گفتنِ آں کافرِ جبری آں مومنِ سُنّی را کہ باسلام و ترکِ اعتقادِ جبرش دعوت میکرد و دراز شدنِ مناظرہ از طرفین کہ مادۂ اشکال و جواب را نبُرد الا عشقِ حقیقی کہ او را پروائے آں نماند و ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ

اس جبری کافر کا دوبارہ اس سُنّی مومن کو جواب دینا جو اُسکو اسلام اور جبر ترک کرنے کی دعوت دے رہا تھا اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا ہے کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادّے کو سوائے حقیقی عشق کے کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ اس کو اسکی پرواہ نہیں رہتی اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے وہ جسکو چاہے عطا کرتا ہے

۱؎ غیرتم۔ اے مجھے دار تقریر کرنے والے یہ سامعین تیرے حقیقی عاشق نہیں ہیں یہ تو تیرا مذاق اڑاتے ہیں۔ عاشقانت۔ تیرے عاشق تو وہ ہیں جو تیری اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں تو ان عاشقوں کا عاشق بن اور چند دنوں کی واہ واہ کرنے والوں سے گریز کر۔

۲؎ کہ بخوردندت۔ ان چند روزہ عاشقوں نے تجھے ضائع کر رکھا ہے ان سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ چند ہنگامہ۔ عوام کا مجمع لگانے سے تیرا کوئی صحیح مقصد پورا نہ ہوا۔ وقتِ صحت۔ یہ تیرے عاشق راحت کے ساتھی ہیں مصیبت کے وقت کا ساتھی صرف خدا ہے۔ الیف۔ دوست۔

۳؎ فریاد رس۔ اللہ تعالےٰ۔ ۔ یعنی اس درد کے وقت کو اسی طرح پیشِ نظر رکھ جس طرح ایاز اپنی پرانی پوستین کو پیشِ نظر رکھتا اور اس سے عبرت حاصل کرتا رہتا تھا۔ پوستیں۔ ایاز پوستین سے عبرت حاصل کرتا تھا تو مصیبت کے وقت سے عبرت حاصل کرے۔ کہ۔ جب تک عشقِ خداوندی حاصل نہیں ہوتا انسان کی زبان بہت چلتی ہے اور اشکال و جواب میں زبان درازی کرتا رہتا ہے۔

کافر جبری جواب آغاز کرد — کہ ازاں حیراں شد آں منطیق[1] مرد

جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا، جس سے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہوگیا

لیک گر من آں جوابات و سوال — جملہ وا گویم بمانم زیں مقال

لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال سب بیان کروں، اس بات سے رہ جاؤں گا

زاں مہم تر گفتنیہا ہست ہاں — کہ بداں فہم تو بہ یابد نشاں

ہمیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں جن سے تیری سمجھ بہتر نشانی حاصل کرے گی

اندکے گفتیم زاں بحث اے عتل — زاندکے پیدا بود قانون کل

اے سنگدل! اس بحث میں سے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا، تھوڑے سے سب قاعدہ کھل جاتا ہے

درمیان جبری و اہل قدر — ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر

جبری اور قدریوں کے درمیان حشر و نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں

گر فرو ماندے ز دفع خصم خویش — مذہب ایشاں برافتادے ز پیش

اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آجاتے تو ان کا مذہب باطل ہو جاتا

چوں بروں شوشاں نبودے در جواب — پس رمیدندے ازاں راہ تباب

اگر جواب میں ان کا مخلص نہ ہوتا تو اس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے

چونکہ مقضی بد دوام آں روش — میدہدشاں از دلائل پرورش

چونکہ اس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا تو ان کی دلائل سے (خدا) پرورش کرتا ہے

تا نگردد[2] ملزم از اشکال خصم — تا بود محجوب از اقبال خصم

تاکہ مخالف کے اعتراض سے ملزم نہ بنے، تاکہ مخالف کے اقبال سے محفوظ رہے

تا کہ ایں ہفتاد و دو ملت مدام — در جہاں ماندے الی یوم القیام

تاکہ یہ بہتر ملتیں، ہمیشہ قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں

چوں جہان ظلمت ست و غیب ایں — از برائے سایہ می باید زمیں

چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے، سایہ کے لئے زمین درکار ہے

تا قیامت ماند ایں ہفتاد و دو — کم نیاید مبتدع[3] را گفتگو

تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک رہیں، بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے

عزت مخزن بود اندر بہا — کہ برو بسیار باشد قفلہا

قیمت کے اعتبار سے اس خزانہ کی عزت ہوتی ہے جس پر بہت سے قفل ہوں

---

[1] منطیق۔ بہت بولنے والا۔ زیں مقال۔ یعنی نصیحت کی باتیں۔ کہ بداں۔ ان نصیحت کی باتوں سے فہم میں روشنی پیدا ہوگی۔ عتل۔ سنگدل۔ زاندکے۔ تھوڑے نمونہ از خروارے کافی ہوتا ہے۔ درمیاں۔ مختلف فرقوں کی یہ بحثیں قیامت تک ختم نہ ہوں گی کیونکہ دنیا میں بہتر فرقے باقی رہنے ہیں۔ بروں شو۔ نکلنے کا راستہ، مخرج۔ تباب۔ ہلاکت، تباہی۔ مقضی۔ یعنی قضا و قدر کا فیصلہ۔

[2] تانگردد۔ ہر فرقہ والے کو ایسے دلائل عطا کر دیئے گئے ہیں کہ مخالف سے عاجز نہ آجائے۔ ملزم۔ یعنی لاجواب۔ از اقبال۔ یعنی مخالف اس پر غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ زمین۔ جب سورج غروب کر جاتا ہے تو زمین کے جس رخ سے اس نے غروب کیا ہے اس کا سایہ فضائے آسمانی تک پھیل جاتا ہے، دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہے یہاں حق اس قدر واضح نہیں ہے باطل دلائل سے حق پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

[3] مبتدع۔ یعنی باطل فرقہ۔ عزت مخزن۔ جس قدر قیمتی خزانہ ہوتا ہے اتنے ہی اس پر قفل زیادہ ہوتے ہیں اسی لئے حق مذہب جو قیمتی چیز ہے اس پر باطل فرقوں کے قفل لگے ہوئے ہیں۔

عزتِ[۱] مقصد بُود اے مُمتحن — پیچ پیچ راہ عقبہ و راہزن

اے مصیبت زدہ! مقصد کی عزت ہے — گھاٹی کا خمدار راستہ اور ڈاکو

عزتِ کعبہ بُود آں ناحیہ — دزدیِ اعراب و طولِ بادیہ

وہ گوشہ، کعبہ کی عزت ہے — (اور) بدوؤں کی چوری اور صحرا کا طول

ہر روش ہر رہ کہ آں محمود نیست — عقبہ و مانعے و رہزنے ست

جو روش (اور) راہ قابلِ ستائش نہیں ہے — وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

ایں[۲] روشِ خصم و حقودِ آں شدہ — تا مقلد در دو رہ حیراں شدہ

یہ روش اُس کی مخالف اور کینہ ور بنی — یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا

صدقِ ہر دو ضد بہ بیند در روش — ہر فریقے در رہِ خود خوش منش

روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے — ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے

گر جوابش نیست می بندد ستیز — بر ہماندم تا بروزِ رستخیز

اگر اُس کے پاس جواب ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے — اُسی وقت سے قیامت کے دن تک کیلئے

کہ مہانِ ما بدانند ایں جواب — گرچہ از ما شد نہاں وجہِ صواب

کہ ہمارے بڑے اِس جواب کو جانتے ہیں — اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے

پوز بندِ وسوسہ عشق ست و بس — ورنہ کے وسواس را بستہ ست کس

وسوسے کے لئے پوز کا عشق ہی ہے اور بس — ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟

عاشقے[۳] شو شاہدِ خوبے بجو — صیدِ مرغابی ہمی کن جو بجو

عاشق بن حسین معشوق تلاش کر — نہر در نہر مرغابی کا شکار کرتا رہ

کے بری زاں آب کاں آبت برد — کے کنی زاں فہم کہ فہمت خورد

تو اس پانی سے کیا فائدہ اٹھائیگا جو تیری آبرو برباد کردے — تو اس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھائے

غیر ایں معقولہا معقولہا — یابی اندر عشق با فر و بہا

ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں — تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا

غیر ایں عقلِ تو حق را عقلہاست — کہ بداں تدبیرِ اسبابِ سماست

اس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں — جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے

تا بدیں عقل آوری ارزاق را — زاں دگر مفرش کنی اطباق را

تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا — تو اس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنائیگا

---

۱ عزتِ مقصد بقصد... جسقدر عزیز ہوگا اُسیقدر اس تک پہنچنے کا راستہ پیچ در پیچ ہوگا اور راہزن کا خوف ہوگا۔ عقبہ۔ پہاڑی گھاٹی۔ عزتِ کعبہ۔ کعبہ کا دور دراز گوشہ میں ہونا اور پھر وہاں بدوؤں کی ڈاکہ زنی اور صحرا کا طول کعبہ کے باعزت ہونے کی دلیل ہے۔ ناحیہ۔ گوشہ۔ اعراب۔ بدو۔ بادیہ۔ صحرا۔ ہر روش۔ باطل فرقوں نے جو روش اور راہ اختیار کر رکھی ہے وہ سیدھے راستہ کے لئے گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے۔

۲ ایں روش۔ باطل فرقوں کی روشس۔ صحیح راستہ کی روش کے مخالف ہے اس کی وجہ سے تقلید کرنیوالا حیران ہوجاتا ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔ صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں راستے درست ہیں۔ گر جوابش۔ اگر باطل فرقہ والا لاجواب ہوجائے تو جھگڑا ختم ہو جائے۔ لیکن وہ یہ کہدے کہ اس سوال کا جواب مجھے نہیں آتا میرے بڑے جانتے ہوں گے۔ پوز بند۔ اس طرح کے وساوس صرف عشقِ خداوندی سے ہٹ سکتے ہیں۔

۳ عاشقے۔ وساوس اسی طریقہ پر ہٹیں گے کہ راہِ عشق اختیار کرو اور اسکا رہبر تلاش کرلے۔ کے بری۔ جن دلائل عقلیہ سے تو وساوس کو دور کرنا چاہتا ہے وہ بیکار ہیں۔ معقولہا۔ دلائلِ عقلیہ سے جو

عُشرِ امثالت دہد تا ہفت صد[1]
تجھے دس گنے سے سات سَو گنے تک عطا کر دے

چوں بہ بازی عقل در عشقِ صمد
جب تو اللہ (تعالیٰ) کے عشق میں عقل کی بازی لگا دے

آں زناں چوں عقلہا در باختند
اُن عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں

بر رُواقِ عشقِ یوسفؑ تاختند
وہ یوسفؑ کے عشق کے چھجے پر چڑھ گئیں

عقلِ شاں یکدم سِتَد ساقیِ عُمر
عمر کے ساقی نے ایکدم اُن کی عقل لے لی

سیر گشتند از خرد باقیِ عُمر
باقی عمر کے لئے اُن کا عقل سے پیٹ بھر گیا

اصلِ صد یوسفؑ جمالِ ذوالجلال
سینکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالیٰ) کا حُسن ہے

اے کم از زن شو فدای آں جمال
اے عورت سے کم! اُس حُسن پر قربان ہو جا

عشق بُرَّد بحث را اے جان و بس
اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس

کو زگفت و گو شود فریاد رس
کیونکہ وہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد رس ہوتا ہے

حیرتے آید ز عشق آں نطق را
عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے

زہرہ نبود کہ کُند اُو ماجرا
اُس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے

کہ بترسد[2] گر جوابے وا دہد
کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے

گوہرے از لُفجِ اُو بیروں جہد
موتی اُس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا

لب بہ بندد سخت اُو از خیر و شر
بھلے اور بُرے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر لیتی ہے

تا نباید کز دہاں اُفتد گہر
تاکہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گر جائے

ہمچناں کہ گفت آں یارِ رسولؐ
جیساکہ اُن صحابی نے فرمایا ہے

چوں نبیؐ بر خواندے بر ما فضول[3]
جب نبی ہم ناکاروں کو سُناتے

آں رسولِ مجتبیٰ وقتِ نثار
نچھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ

خواستے از ما حضور صد وقار
ہم سے سینکڑوں وقار اور حضورِ قلب چاہتے

آنچنانکہ بر سرت مُرغے بُود
جس طرح کہ تیرے سر پر پرندہ ہو

کز فواتش جانِ تو لرزاں شود
جس کے اڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو

پس نیاری ہیچ جُنبیدن زجا
تو جگہ سے ہل نہ سکے گا

تا نگیرد مُرغِ خوبِ تو ہوا
تاکہ تیرا حسین پرندہ ہوا نہ پکڑے

دم نیاری زد بہ بندی سُرفہ را
تو سانس نہ لے سکے گا، کھانسی کو روک لیگا

تا نباید کہ بپرد آں ہُما
تاکہ وہ ہما نہ اُڑ سکے

[1] عُشر۔ عقل معاد نیکی کراتی ہے جس کا ثواب دس گنے سے سات سَو گنے تک ملتا ہے۔ صمد۔ اللہ تعالیٰ۔ آں زناں۔ یعنی مصری عورتیں۔ رُواق۔ محل، چھجہ۔ ساقیِ عمر۔ یعنی عشق۔ اصل۔ حضرت یوسفؑ کا جمال اللہ تعالیٰ کے جمال کا پرتو تھا۔ عشق بُرّد۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ جس شخص نے اپنے خدا کو پہچان لیا اس کی زبان گُنگ ہو گئی۔ حیرتے۔ عشق ایسی حیرت پیدا کر دیتا ہے جس سے گویائی عاجز آ جاتی ہے۔

[2] کہ بترسد۔ عاشق ڈرتا ہے کہ اگر وہ زبان کھولے گا عشق کا راز ظاہر ہو جائے گا۔ لَفج۔ لام کے زبر کے ساتھ گوشت کا ٹکڑا جس میں ہڈی نہ ہو، ہونٹ۔ بعض نسخوں میں "لُفج" لام کے پیش کے ساتھ ہے اس کے معنیٰ بھی ہونٹ ہیں بعض... نسخوں میں "کلام" ہے جس کے معنیٰ تالو کے ہیں۔ ہمچناں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کچھ بیان فرماتے تھے صحابہ کو ہدایت تھی کہ وہ خاموشی سے سنیں اور صحابہؓ خاموشی اور سکون سے اس طرح بیٹھے سنتے رہتے تھے کہ گویا اُنکے سروں پر کوئی پرندہ ہے اور اُنکو ڈر ہے کہ اگر وہ بولے یا ہلے تو وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔

[3] فضول۔ بعض لوگوں نے اسکو "ا" کا بیان قرار دیا ہے یہ اقتباس ہے ہم نے "ناکارہ" کا ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اس کے

در کست شیریں بگوید یا تُرش — بر لب انگشتے نہی یعنی خمش

اگر تجھے کوئی شخص میٹھی بات کہے یا کڑوی — تو ہونٹ پر اُنگلی رکھے گا یعنی چُپ رہ

حیرت آں مُرغست خاموشت کند — بر نہد سر دیگ و پُر جوشت کند

حیرت وہ پرندہ ہے جو تجھے خاموش کرتا ہے — دیگ کا ڈھکنا ڈھک دیتا ہے اور تجھے جوشیلا بناتا ہے

پرسیدنِ بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندیں غم و شادی با چارق

بادشاہ کا ایاز سے قصداً دریافت کرنا کہ رنج اور خوشی کی اس قدر باتیں تو چپّل

و پوستین کہ جماد ست بچہ میگوئی تا ایاز را در سخن در آرد و

اور پوستین سے جو کہ بے روح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تاکہ ایاز سے بات کہلائے

سوالِ سلطان از و

اور بادشاہ کا اُس سے دریافت کرنا

اے[۲] ایاز ایں مہرہا بر چارقے — چیست آخر ہمچو بر بُت عاشقے

اے ایاز! چپّل سے اس قدر محبتیں — آخر کیوں ہیں؟ جیسا کہ بُت پر عاشق

ہمچو مجنوں از رُخِ لیلیٰ خویش — کردۂ تو چارقے را دین و کیش

مجنوں کی طرح اپنی لیلیٰ کے رُخ کو — تُو نے چپّل کو دین اور مذہب بنا لیا ہے

بادو کہنہ مہرِ جاں آمیختہ — ہر دو را در حُجرہ آویختہ

دو پُرانی چیزوں سے جان کی محبت وابستہ کر کر — دونوں کو حُجرے میں لٹکا لیا ہے

چند گوئی بادو کہنہ تو سخن — در جمادے می دمی سرِّ کہن

تو دو پُرانی چیزوں سے کتنی باتیں کرے گا؟ — تو پُرانا راز پتھر میں پھونکتا ہے

چوں[۳] عرب با ربع و اطلال اے ایاز — میکشی از عشق گفتِ خود دراز

اے ایاز! عربوں کی طرح منزل اور ٹیلوں سے — عشق کی وجہ سے تو بات کو لمبا کرتا ہے

چارقت ربعِ کدامیں آصفست — پوستیں گوئی قمیصِ یوسفست

تیری چپّل کونسے آصف کی منزل ہے؟ — گویا پوستین یوسفؑ کی قمیص ہے

ہمچو ترسا کو شمارد باکِشش — جُرمِ یکسالہ زنا و غل و غش

عیسائی کی طرح جو پادری کے سامنے گنتا ہے — ایک سال کے زنا اور کھوٹ اور دھوکے کے جرم

ہمچو ترسا۔ نصاریٰ اپنے پیشواؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور اُن کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کر دینا سمجھتے ہیں۔ کِشِش۔ کشیش۔

[۱] بر لب۔ اپنے ہونٹ پر اُنگلی رکھنا دوسرے کو چُپ رہنے کا اشارہ ہے۔ حیرت۔ جس طرح سر پر کا پرندہ بات کرنے سے روکتا ہے مقامِ حیرت بھی روکتا ہے۔ سالک جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور دل میں جوش و خروش ہوتا ہے۔ پرسیدن۔ یہاں سے مولانا نے محمود و ایاز کا نا تمام قصہ دوبارہ شروع کیا ہے۔ ایاز۔ ایاز کوٹھری میں جا کر اپنے پُرانے چپّلوں اور پوستین سے باتیں کرتا تھا۔

[۲] اے ایاز۔ محمود نے ایاز سے کہا کہ تو اپنی چپّل کا عاشق کیوں ہے؟ ہمچو۔ جس طرح مجنوں نے لیلیٰ کو اپنا دین و مذہب بنایا تھا تو نے چپّل کو بنا لیا ہے۔ دو کہنہ۔ یعنی پُرانی چپّل اور پوستین۔ چند گوئی۔ ایاز اپنی چپّل اور پوستین سے اپنی غربت اور بے کسی کے سابق واقعات دہراتا تھا۔

[۳] چوں عرب۔ عربی شعراء اپنے اشعار میں محبوبہ کی منزل اور اُس کے پڑاؤ کے ٹیلوں کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ ربع۔ موسمِ ربیع گذارنے کا مکان، مطلقاً مکان۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ آصف۔ ابن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے یہاں مطلقاً سردار مراد ہے۔ قمیص۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص سے حضرت یعقوبؑ بینا ہو گئے تھے۔۔۔

تا بیامرزد کشیشش[1] آں گناہ
تاکہ پادری اس کو وہ گناہ بخش دے
عفوِ اُو را عفوِ داند از الٰہ
اسکے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کرنا سمجھتا ہے

نیست آگہ آں کشیش از جرم و داد
وہ پادری جرم اور انصاف سے واقف نہیں
لیک بس جادوست عشق و اعتقاد
لیکن عشق اور اعتقاد بہت بڑا جادو ہے

دوستی در وہم صد یوسف تند
عشق وہم میں سینکڑوں یوسف بنا لیتا ہے
اسحر از ہاروت و ماروت است خود
وہ خود ہاروت اور ماروت سے زیادہ جادوگر ہے

صورتے پیدا کند بر یادِ اُو
وہ (عشق)، اسکی یاد پر ایک صورت پیدا کر دیتا ہے
جذبِ صورت آردت در گفتگو
صورت کی کشش تجھے گفتگو پر آمادہ کر دیتی ہے

راز گوئی پیشِ صورت صد ہزار[2]
تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے
آنچناں کہ یار گوید پیشِ یار
جس طرح دوست دوست کے سامنے بیان کرتا ہے

نے بدانجا صورتے نے ہیکلے
نہ وہاں کوئی تصویر ہے، نہ بت
زادہ از وے صد الست و صد بلے
اس (عشق)، سے سینکڑوں سوال جواب پیدا ہو جاتے ہیں

آں چناں کہ مادرِ دل بردہ
جیسا کہ غمگین ماں
پیشِ گورِ بچۂ نو مُردہ
نئے مرے ہوئے بچہ کی قبر کے سامنے

راز ہا گوید بجد و اجتہاد
کوشش اور محنت سے راز کہتی ہے
می نماید زندہ اُو را آں جماد
وہ بے روح اُس کو زندہ نظر آتا ہے

حیّ و قایم داند اُو آں خاک را
وہ اس مٹی کو زندہ اور قائم سمجھتی ہے
خوش نگر ایں عشقِ ساحرناک را
اس جادوگر عشق پر غور کرے

پیشِ[3] اُو ہر ذرۂ آں خاکِ گور
اس کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ
گوش دارد ہوش دارد وقتِ شور
شور کے وقت کان رکھتا ہے، ہوش رکھتا ہے

مستمع داند بجد آں خاک را
وہ واقعی طور پر اس مٹی کو سننے والا سمجھتی ہے
چشم و گوشے داند اُو خاشاک را
وہ مٹی کے کان اور آنکھ سمجھتی ہے

آں چناں بر خاکِ گورِ تازہ اُو
وہ نئی قبر کی مٹی پر اس طرح
دمبدم خوش می نہد با اشک رُو
لمحہ بہ لمحہ اشک آلود چہرہ مستعدی سے رکھتی ہو

کہ بوقتِ زندگی ہرگز چناں
کہ زندگی کے وقت اس طرح کبھی بھی
روئے ننہادہ است بر پور چو جاں
جان جیسے بیٹے پر چہرہ نہیں رکھا

[1] کشش: کشیش، قسیس نصرانی عالم نیست۔ نصرانی عالم سے گناہ کا تعلق نہ معاف کرنے کا لیکن نصرانی کا عشق اور اعتقاد یہ سب کچھ اس سے کراتا ہے۔ دوستی: عشق، محبت عاشق کے ذریعہ معشوق میں حضرت یوسفؑ سے سو گنا حسن دکھا دیتا ہے۔ اسحر: زیادہ جادوگر۔ صورتے: عشق معشوق کی فرضی تصویر سامنے کر لیتا ہے اور اس سے باتیں کرتا ہے۔

[2] راز: عاشق اپنے درد کے سینکڑوں راز اس فرضی تصویر سے اس طرح بیان کرتا ہے جیسا کہ کوئی دوست دوست سے بیان کرے۔ نے: نفس الامر میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ عاشق اس فرضی تصویر سے سینکڑوں سوال و جواب کرتا ہے۔ الست: یعنی عہد۔ بلی: یعنی اقرار۔ آنچناں: اگر کسی عورت کا بچہ مر جائے تو وہ اس کی قبر سے باتیں کرتی ہے۔ حی: ماں کا عشق اس بچہ کو زندہ اور تندرست دکھاتا ہے یہ بھی عشق کی جادوگری ہے۔

[3] پیش: اُو سے ماں جب بچہ کی قبر پر جا کر آہ و زاری کرتی ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ قبر کا ذرہ ذرہ سن رہا ہے۔ چشم: یہ بھی سمجھتی ہے کہ قبر کی مٹی کے آنکھ اور کان بھی ہیں اور قبر سے اس طرح چمٹتی ہے کہ بچہ سے زندگی میں بھی کبھی نہ چمٹی ہوگی۔

از عزا۱ چوں چند روزے بگذرد — آتشِ آں عشقِ اُو ساکن شود
جب سوگ کے چند روز گزر جائیں — اُس کی محبت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے

عشق بر مُردہ نباشد پائدار — عشق را بر حیِّ جاں افزای دار
مُردے سے عشق پائدار نہیں ہوتا ہے — زندہ، جان بڑھانے والے سے عشق کر

بعد ازاں زاں گور خود خواب آیدش — از جمادے ہم جمادی زایدش
اُس کے بعد خود اُس کو اُس قبر سے نیند آنے لگتی ہے — اُس بے روح سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے

زانکہ عشق افسونِ خود بر بود و رفت — ماند خاکستر چو آتش رفت تفت
کیونکہ عشق اپنا منتر لے گیا اور چل دیا — جب آگ تیزی سے جل گئی، راکھ رہ گئی

آنچہ بیند آں جواں در آئینہ — پیر اندر خشت بیند آں ہمہ
جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے — پیر اینٹ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہے

پیر۲ عشقِ تُست نے ریشِ سپید — دستگیرِ صد ہزاراں نا اُمید
عشق تیرا پیر ہے، نہ سفید داڑھی — جو لاکھوں مایوسوں کا دستگیر ہے

عشق صُورتہا بسازد در فراق — تا مُصوّر سر کُند وقتِ تلاق
عشق، جُدائی میں تصویر بناتا ہے — یہاں تک کہ ملاقات کے وقت تصویر رُو نما ہو جاتی ہے

کہ منم آں اصلِ اصلِ ہوش و مست — بر صُور ہا عکسِ حُسنِ ما بدست
کہ ہوش اور مست کا اصلِ اصول میں ہوں — صورتوں پر ہمارے ہی حُسن کا عکس تھا

پردہا را ایں زماں بر داشتم — حُسن را بے واسطہ بفراشتم
اب میں نے پردے اُٹھا دیے ہیں — میں نے حُسن کو بے واسطہ جلوہ گر کر دیا ہے

زانکہ۳ بس با عکسِ من دریافتی — قوّتِ تجریدِ ذاتم یافتی
کیونکہ تو نے مجھے عکس کے ساتھ بہت پایا ہے — (اب) تو نے میری ذات کو مجرّد کرنے کی قوّت حاصل کر لی ہے

چوں ازیں سُو جذبۂ من شد رواں — او کشش را می نہ بیند در میاں
جب اِس جانب سے میرا جذبہ روانہ ہوا — وہ کشش کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے

کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں سب کی اصل ہوں اور صورتوں پر میرا عکس پڑ گیا تھا اب میں نے پردے اُٹھا دیئے ہیں اور بغیر کسی واسطے کے حسن کا مشاہدہ کرا دیا ۳ لانکہ۔ عکس میں مشاہدہ کے بعد پھر درجہ فنا میں یہ طاقت ہو جاتی ہے کہ وہ مجرد ذات کا مشاہدہ کرسکے حدیث شریف میں ہے اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ صوفیاء کے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت اس طریقہ پر کر گویا تو ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اگر تو باقی درجہ بلکہ فانی بن گیا تو اس ذات کو دیکھے گا وہ بیشک تجھے دیکھتی ہے جب وہ اگرچہ تو تیری کا ذات کہا ہے چوں ازیں سُو۔ عبادت کی ابتدائی مراتب میں جذب و کشش خداوندی سے ہی لیکن یہ جذب و کشش اس عابد کی

۱ از عزا: سوگ، مصیبت، صبر یعنی چند دن کے اندر وہ جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں یہ اس عشق کی کیفیت ہے جو مُردے سے ہو خدا کے عشق کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ کچھ دن بعد یہ حالت ہوتی ہے وہ وہاں بھی قبر کے پاس آکر آرام سے سو جاتی ہے۔ زانکہ۔ وہ اُس کی حالت عشق کی جادو گری تھی، عشق ختم ہوا تو آگ ختم ہوکر راکھ رہ گئی۔ آنچہ۔ جوان سے مراد وہ شخص ہے جو حقائق تک نہ پہنچا ہو اور پیر سے مراد وہ شخص ہے جس کو حق کا کشف حاصل ہو گیا ہو پہلے فرمایا تھا کہ عشق حی و قیوم سے کرو اب فرماتے ہیں کہ جس کو یہ عشق حاصل ہو جاتا ہے اس کو کشفی علوم ہو جاتے ہیں اس کے کشف کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہے آئینہ بننے کے بعد عوام کو جو کچھ اس میں نظر آتا ہے اُس کو وہ ہے کی اینٹ میں ہی نظر آ جاتا ہے۔
۲ پیر۔ پہلے شعر میں پیر کا لفظ آیا تھا اس کی تشریح کرتے ہیں کہ پیر سے مراد عشق ہے سفید داڑھی والا مراد نہیں ہے۔ عشق۔ یہ عشق کی کارفرمائیاں ہیں کہ وہ فراق کی حالت میں معشوق کی صورتیں دکھاتا ہے پھر ملاقات کے وقت صاحب تصویر سامنے آتا ہے ابتدا میں سالک صورتوں سے صدد چار ہوتا ہے پھر ذات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ منم۔ جب ذات

مغفرت[۵۱] میخواہد از جرم و خطا | از پسِ آں پردہ از لطفِ خدا

وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے | خدا کی مہربانی سے اُس پردے کے بعد

چوں ز سنگے چشمہ جاری شود | سنگ اندر چشمہ متواری شود

جب کسی پتھر سے چشمہ بہہ پڑتا ہے | پتھر چشمہ میں چھپ جاتا ہے

کس نخواند بعد ازاں آں را حجر | زانکہ جاری شد ازاں سنگ آں گہر

اُس کے بعد اس کو کوئی پتھر نہیں کہتا | کیونکہ اس پتھر سے وہ موتی بہہ پڑا ہے

کاسہا[۵۲] داں ایں صُوَر را واندرو | آنچہ حق ریزد بداں گیرد عُلو

ان شکلوں کو پیالے سمجھ اور اُن میں | حق تعالیٰ جو ڈالتا ہے اُس سے وہ سربلندی حاصل کرتے ہیں

گفتنِ خویشاوندانِ مجنوں را کہ حُسنِ لیلیٰ باندازہ ایست،

رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حُسن ہے زیادہ نہیں ہے ہمارے

چنداں نیست از و نغز تر در شہرِ ما بسیار ست یکے و دو و دہ

شہر میں اُس سے بہتر بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس

بر تو عرضہ کنیم اختیار کُن و مارا و خود را وارہاں و جواب

تیرے سامنے پیش کرتے ہیں تو اُن میں سے پسند کرلے اور ہمیں اور اپنے آپ کو نجات دے

گفتنِ مجنوں ایشاں را

اور اُن کا مجنوں کو جواب دینا

ابلہاں گفتند مجنوں را ز جہل | حُسنِ لیلیٰ نیست چنداں ہست سہل

بیوقوفوں نے نادانی سے مجنوں سے کہا | لیلیٰ کا حسن زیادہ نہیں ہے، معمولی ہے

بہتر از وے صد ہزاراں دلربا | ہست ہمچوں ماہ اندر شہرِ ما

اُس سے زیادہ حسین لاکھوں معشوق | ہمارے شہر میں چاند جیسے ہیں

نازنیں[۵۳] تر زو ہزاراں حور وش | ہست بگزیں زاں ہمہ یکیار خوش

ہزاروں حوروں جیسے اُس سے زیادہ ناز و انداز والے | موجود ہیں، اُن سب میں ہر ایک حسین یار منتخب کرلے

وارہاں خود را و مارا نیز ہم | از چنیں سودای زشتِ متہم

اپنے آپ کو اور ہمیں بھی نجات دے | ایسے بُرے متہم عشق سے

گفت صورت کوزہ است و حُسن مے | مے خدا یم میدہد از ظرفِ وے

اُس نے کہا صورت پیالہ ہے اور حُسن شراب ہے | مجھے اُس کے پیالے سے خدا شراب پلاتا ہے

---

۵۱ مغفرت۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ نیک لوگوں کے حسنات مقربین بارگاہ کے اعتبار سے سیئات ہیں۔ پہلے چونکہ عبادت میں احسان کا اعلیٰ درجہ نہ تھا اس لئے مشاہدہ کے بعد اس عبادت پر معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ چوں ز سنگے۔ جذب و کشش کے مخفی ہونے کی یہ مثال ہے کہ جس پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر پانی میں ڈوب جاتا ہے تو نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور اب لوگ اُس کو پتھر نہیں کہتے بلکہ پانی کا چشمہ کہتے ہیں۔

۵۲ کاسہا۔ عبادت میں ابتدائی صُوَر کے مشاہدہ کو بمنزلہ پیالوں کے سمجھ اُن میں حضرت حق تعالےٰ کی جانب سے جذبہ کی بارش ہے گفتن۔ مجنوں کی اس گفتگو سے یہی سمجھایا ہے کہ مظاہر، ظاہر کے حُسن کے اعتبار سے نام اور رنگ اختیار کرتے ہیں۔ ابلہاں۔ بیوقوفوں نے مجنوں کو ملامت کرنی شروع کردی اور کہا کہ لیلیٰ کا معمولی حُسن ہے تو اُس پر اس قدر فریفتہ کیوں ہے۔ سہل۔ معمولی۔

۵۳ نازنیں۔ دوسرے مخلوق ناز و انداز اور حُسن میں لیلےٰ سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ وارہاں۔ تو دوسرے شہر اور قبیلہ کی لڑکی پر عاشق ہے جس کی وجہ سے تو اور سارا خاندان بدنام ہو رہا ہے۔ گفت۔ مجنوں نے کہا کہ لیلیٰ کی صورت تو ایک

مرتشماراسر کہ داداز کوزہ اش ¹ — تانباشد عشق اُوتاں گوش کش
اُس کے پیالے سے تمہیں سر کر دیا ہے — تاکہ اُس کا عشق تمہارے کان نہ کھینچے

انیکے کوزہ دہد زہر و عسل — ہریکے رادست حق عزوجل
ایک ہی پیالے سے زہر اور شہد — اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ہرایک کو عطا کرتا ہے

کوزہ می بینی ولیکن آں شراب — رُوی ننماید بچشمِ ناصواب
تو پیالہ دیکھتا ہے، لیکن وہ شراب — غلط آنکھ کو چہرہ نہیں دکھاتی ہے

قاصراتُ الطرف باشد ذوقِ جاں — جز بخصمِ خویش ننماید نشاں
طبیعت کا ذوق نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے — اپنے اہل کے سوا چہرہ نہیں دکھاتا ہے

قاصراتُ الطرف باشد آں مُدام ² — ویں حجابِ ظرفہا ہمچوں خیام
وہ شراب نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے — اور یہ پیالوں کا پردہ خیموں کی طرح ہے

ہست دریا خیمۂ درفے حیات — بط را، لیکن کلاغاں را ممات
دریا ایک خیمہ ہے، اُس میں زندگی ہے — بطخ کی، لیکن کوؤں کی موت ہے

زہر باشد مار را ہم قوت و برگ — غیر اُو را زہر اُو درد ست و مرگ
زہر سانپ کی روزی بھی ہے اور ساز و سامان بھی — اُس کے غیر کے لئے اُس کا زہر درد اور موت ہو

صورتِ ہر نعمتے و محنتے — ہست ایں را دوزخ آنرا جنتے
ہر نعمت اور محنت کی صورت — اس کے لئے دوزخ ہے، اُسکے لئے جنت ہے

پس ہمہ اجسام اشیا تبصِرُون ³ — اندرو قوت ست و سم لاتبصرون
پس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھتے ہو — اُن کے اندر روزی ہے اور زہر، تم نہیں دیکھتے ہو

ہست ہر جسمے چو کاسہ و کوزہ — اندرو ہم قوت و ہم دل سوزہ
ہر جسم پیالے اور کٹورے کی طرح ہے — اُس میں روزی بھی ہے اور دل کا جلاوا بھی

کاسہ پیدا اندرو پنہاں رغد — طاعمش داند کزاں چہ می خورد
پیالہ، ظاہر ہے اسمیں خوش عیشی پوشیدہ ہے — اُس کا کھانے والا جانتا ہے کہ اُس میں سے کیا کھاتا ہے

صورتِ یوسفؑ چو جامے بود خوب — زاں پدر می خورد صد بادہ طرب
(حضرت) یوسفؑ کی صورت ایک عمدہ جام تھی — باپ اُس سے سینکڑوں مست کرنیوالی شرابیں پیتے تھے

---

¹ مرتشمارا - اسی پیالے سے تمہیں سرکہ میسر کیا ہے تاکہ تمہیں اس کے عشق کی فضیلت حاصل نہ ہو - آگے کے - یہ عجائب قدرت میں سے ہے کہ قدرت ایک ہی پیالے سے کسی کو زہر اور کسی کو شہد پلاتی ہے - کوزہ - تم لوگوں کو صرف صورت اور کوزہ نظر آرہا ہے چونکہ تمہاری نظریں صحیح نہیں ہیں تمہیں وہ شراب نظر نہیں آرہی ہے ...... قاصراتُ الطرف - جنتی حوروں کے بارے میں مذکور ہے ... جیسے کہ قاصراتُ الطرف اور مذکور ہے حورٌ مقصوراتٌ فی الخیام یعنی وہ حوریں بجز شوہروں کے کسی دوسرے کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتی ہیں یہی حال عشق کا ہے وہ اہل کیطرف متوجہ ہوتا ہے خصم - یعنی صاحب اہل۔

² مدام یعنی شراب عشق، حوریں خیموں کے اندر رہتی ہیں باہر نہیں نکلتی ہیں یہی شراب عشق کے لئے برتن بمنزلہ حوروں کے خیموں کے ہیں۔ ہست دریا - ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی چیز کسی شخص کے اعتبار سے مفید ہے کسی کے اعتبار سے مضر ہے، دریا بطخ کے لئے ذریعۂ حیات ہے اور کوّے کی موت کا ... زہر - سانپ کا زہر ... لئے زندگی کا اور ... کی موت کا سبب ہے صورتِ ہر نعمتے - ہر نعمت اور محنت کا صحیح استعمال جنت کا سبب اور غلط استعمال دوزخ کا سبب ہے۔

³ پس - دنیا کا ہر جسم جس کو تم دیکھتے ہو اُسمیں روزی اور زہر چھپا ہوا ہے جس کو تم نہیں دیکھ پاتے ہو ہر جیسے - ہر جسم کو اسی طرح سمجھ لو۔ کاسہ - ظاہر کھلا ہوا ہے اُس کے باطن میں نعمت ہے جس کا نتیجہ استعمال کرنیوالا سمجھے گا۔ رغد - وسعت عیش۔ صورت - حضرت یوسفؑ کی صورت ایک

بازِ اخواں را ازاں زہراب بُود
کاندر ایشاں زہرِ کینہ میفزُود

پھر بھائیوں کے لئے اُس میں زہریلا پانی تھا
جو ان کے اندر کینے کا زہر بڑھا رہا تھا

بازؔ ازوے مر زلیخا را شکر
می کشید از عشق افیونِ دگر

پھر اُس میں سے زلیخا کے لئے شکر
عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی

غیرِ آں چہ بُود مر یعقوبؑ را
بُود از یوسفؑ غذا آں خوب را

اُس کے سوا جو (حضرت) یعقوبؑ کے لئے تھی
اُس حسینہ کے لئے یوسفؑ میں سے غذا تھی

گونہ گونہ شربت و کوزہ یکے
تا نماند در مئے غیبت شکے

طرح طرح کی شرابیں ہیں اور پیالہ ایک ہے
تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے

بادہ از غیب است و کوزہ زیں جہاں
کوزہ پیدا بادہ در وے بس نہاں

شراب غیب کی ہے اور پیالہ اِس جہان کا ہے
پیالہ ظاہر ہے اُس میں شراب بہت مخفی ہے

بسؔ نہاں از دیدۂ نامحرماں
لیک بر محرم ہویدا و عیاں

نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے
لیکن محرم پر ظاہر اور کھلی ہوئی ہے

یَا اِلٰہِیْ سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا
فَاعْفُ عَنَّا اَثْقَلَتْ اَوْزَارُنَا

اے میرے خدا ہماری بینائیاں بے ہوش کر دی گئی ہیں
ہمیں معاف کر، ہمارے (گناہوں کے) بوجھ بھاری ہو گئے ہیں

یَا خَفِیًّا قَدْ مَلَأْتَ الْخَافِقَیْن
قَدْ عَلَوْتَ فَوْقَ نُوْرِ الْمَشْرِقَیْن

اے پوشیدہ! تو نے مشرق و مغرب کو پُر کر دیا ہے
تو دونوں مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے

اَنْتَؔ سِرٌّ کَاشِفُ اَسْرَارِنَا
اَنْتَ فَجْرٌ مُفْجِرٌ اَنْہَارِنَا

تو راز ہے، ہمارے بھیدوں کو کھولنے والا ہے
تو صبح کا سفیدہ ہے، ہماری نہروں کو جاری کرنے والا ہے

یَا خَفِیَّ الذَّاتِ مَحْسُوْسَ الْعَطَا
اَنْتَ کَالْمَاءِ وَ نَحْنُ کَالرَّحَا

اے مخفی ذات والے، محسوس عطا والے
تو پانی کی طرح اور ہم پن چکی کی طرح ہیں

اَنْتَ کَالرِّیْحِ وَ نَحْنُ کَالْغُبَار
تَخْتَفِی الرِّیْحُ وَ غَبْرَاہُ جِہَار

تو ہوا کی طرح، اور ہم غبار کی طرح ہیں
ہوا پوشیدہ رہتی ہے اور اُس کا غبار ظاہر ہے

تو بہاری ما چو باغِ سبز و خوش
اُو نہان و آشکارا بخششش

تو (موسم) بہار ہے ہم سبز اور خوش باغ کی طرح ہیں
وہ پوشیدہ اور اُس کی عطا کھلی ہوئی ہے

تو چو جانے ما مثالِ دست و پا
قبض و بسطِ دست از جاں شُد روا

تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں
ہاتھ کا بند ہونا اور کھلنا، جان سے ممکن ہوا

۱؎ باز۔ پھر زلیخا کو جو یوسفؑ سے شراب ملی وہ اس شراب کے علاوہ تھی جو حضرت یعقوبؑ نے پی۔ خوب۔ یعنی زلیخا۔ گونہ۔ ایک پیالے سے مختلف قسم کی شرابیں حاصل ہوتی ہیں تاکہ غیبی شراب کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہے۔

۲؎ بس نہاں پیالہ کی شراب نامحرموں سے پوشیدہ ہے۔ سُکِّرَتْ۔ بدمست کر دی گئی ہیں یعنی ہماری نگاہیں صحیح کام نہیں کر رہی ہیں۔ اَبْصَار۔ بصر کی جمع ہے، بینائی۔ اَوْزَار۔ وزر کی جمع ہے، بوجھ، گناہ۔ یَا خَفِیًّا۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات مخفی ہے لیکن کائنات کو محیط ہے۔ اَلْخَافِقَیْن۔ مشرق و مغرب۔ اَلْمَشْرِقَیْن۔ یعنی جاڑوں کے زمانے کی مشرق اور گرمیوں کے زمانے کی مشرق۔

۳؎ اَنْتَ۔ اے خدا تو مخفی اور راز ہے لیکن ہمارے راز تجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اَنْتَ فَجْرٌ۔ فجر، صبح کا سفیدہ، پانی کو جاری کرنا۔ رَحَا۔ پن چکی۔ غَبْرَا۔ غبار۔ تو بہاری۔ باغ کی بہار و بقا موسم بہار کی وجہ سے ہے۔ اُو نہان۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے تَفَکَّرُوْا فِیْ اٰلَاءِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ۔ اللہ کی نعمتوں میں غور کیا کرو اس کی ذات میں غور نہ کیا کرو۔ تو چو جانے۔ جس طرح جان اور روح مخفی ہے لیکن ہاتھ پاؤں کے لئے وہ محرک ہے یہی صورت حضرت حق تعالیٰ اور کائنات کی ہے۔

تو چو عقلی[1] ما مثالِ ایں زباں — ایں زباں از عقل دارد ایں بیاں

تو عقل کی طرح ہے، ہم اس زبان جیسے ہیں — اس زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے

تو مثالِ شادی و ما خندہ ایم — کہ نتیجہ شادیِ فرخندہ ایم

تو خوشی کی طرح ہے اور ہم ہنسی ہیں — کیونکہ ہم مبارک خوشی کا نتیجہ ہیں

جنبشِ ما ہر دمے خود اشہدست — کو گواہِ ذوالجلالِ سرمدست

ہماری حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے — کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والے ذوالجلال کی گواہ ہے

گردشِ سنگ آسیا در اضطراب — اشہد آمد بر وجودِ جوی آب

پن چکی کے پتھر کی گردش، بے قراری میں — نہر کے پانی پر بڑا گواہ بنی

اے بروں[2] از وہم و قال و قیلِ من — خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت سے باہر ہے — میری سر کی مانگ اور مثال دینے پر خاک

بندہ نشکیبد ز تصویرِ خوشت — ہر دمے گوید کہ جانم مفرشت

تیرے حسین تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے — ہر لمحہ کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو

ہمچو آں چوپاں کہ میگفت اے خدا — پیشِ چوپانِ محبِ خود بیا

اس گڈریے کی طرح جو کہہ رہا تھا اے خدا! — اپنے عاشق گڈریے کے سامنے آجا

تا شپش جویم من از پیراہنت — چارقت دوزم ببوسم دامنت

تاکہ میں تیرے کپڑوں میں سے جوئیں پاؤں — تیرا چپل سی دوں، تیرا دامن چوموں

کس[3] نبودش در ہوا و عشق جفت — لیک قاصر بود از تسبیح و گفت

محبت اور عشق میں کوئی اس جیسا نہ تھا — لیکن تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ تھا

عشقِ او خرگاہ بر گردوں زدہ — جاں سگِ خرگاہِ آں چوپاں شدہ

اس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑ دیا تھا — جان، اس گڈریے کے خیمہ کا کتا بن گئی تھی

چونکہ بحرِ عشقِ یزداں جوش زد — بر دلِ او زد ترا بر گوش زد

جب اللہ (تعالیٰ) کے عشق کے سمندر نے جوش مارا — اس کے دل سے ٹکرایا، تیرے کان سے ٹکرایا

حکایت جوحی کہ چادر پوشیدہ در وعظ میانِ زناں نشست و

جوحی کا قصہ جو کہ چادر اوڑھ کر وعظ میں عورتوں کے درمیان بیٹھ گیا اور

حرکتے کرد زنے او را بشناخت کہ مردست و نعرہ بزد

اس نے ایسی حرکت کی کہ ایک عورت نے اس کو پہچان لیا کہ مرد ہے اور اس نے نعرہ مارا

[1] تو چو عقلی۔ زبان کو عقل گویا بناتی ہے۔ تو مثال۔ جس طرح مسکراہٹ خوشی کا نتیجہ ہے اسی طرح ہم سب حضرت حق تعالیٰ کی خشتوں کے مظاہر ہیں۔ جنبش۔ ہماری حرکات حضرت حق تعالےٰ کے وجود کی گواہ ہیں۔ گردش۔ پن چکی کے پاٹ کی حرکت نہر کے پانی کے وجود کی گواہ ہے۔ اشہد۔ زیادہ گواہ۔

[2] اے بروں۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات وہم و قیاس سے بالاتر ہے لہٰذا اس کی کوئی مثال اس کے مطابق نہیں ہو۔ بندہ۔ مثالیں دینے کی مجبوری یہ ہے کہ بندہ محض تصور پر صبر نہیں کرتا ہے زیادہ وضاحت چاہتا ہے۔ ہمچو۔ حق تعالےٰ کے لئے مثالوں کی یہی حقیقت ہے جس طرح گڈریے نے حق کی ذات کی تعبیر کی تھی۔ شپش۔ جوں۔ چارق۔ چپل۔

[3] کس نبودش۔ اس گڈریے کی تعبیرات اگرچہ غلط تھیں لیکن اللہ تعالےٰ سے اس کا عشق بے مثال تھا۔ عشق۔ اس کے عشق کا مقام عالم بالا تھا اور جان جیسی معزز چیز اس کے خیمہ کا کتا بنی ہوئی تھی۔ چونکہ۔ عشق کا اثر اس کے دل پر تھا تیرے صرف کان پر ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ دل پر اور کسی دوسرے عضو پر اثر میں بہت بڑا فرق ہے۔ جوحی۔ ایک شخصیت ہے جس کی طرف بہت پرمذاق قصے منسوب ہیں جیسی کہ اردو ادب میں ملا دوپیازہ یا شیخ چلی۔

واعظے بد بس گزیدہؔ در بیاں ۔ زیرِ منبر جمع مردان و زناں
ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا ۔ (اُسکے) منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں

رفت جوحی چادر و رُو بند ساخت ۔ درمیانِ آں زناں شد ناشناخت
جوحی چلا، چادر اور نقاب پہنا ۔ اُن عورتوں میں اَن جان ہو گیا

سائلے پرسید واعظ را براز ۔ مُوئی عانہ ہست نقصانِ نماز
ایک سوال کرنیوالے نے آہستہ سے واعظ سے دریافت کیا ۔ زیرِ ناف کے بال نماز کے نقصان (کا باعث) ہیں؟

گفتؔ واعظ چوں شود عانہ دراز ۔ پس کراہت باشدازوے در نماز
واعظ نے کہا جب زیرِ ناف کے بال بڑھ جائیں ۔ تو اُس سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے

یا بنورہ یا بُسترہ بسترش ۔ تا نمازت کامل آید خوب و خوش
چونے سے یا اُسترے سے اُن کو مونڈ دے ۔ تاکہ تیری نماز بھلی اچھی مکمل ہو

گفت سائل آں درازی تا چہ حد ۔ شرط باشد تا نماز اکمل بُود
سوال کرنے والے نے کہا لمبائی کس حد تک ۔ مناسب ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے؟

گفت چوں قدرِ جوے گردد بطول ۔ پس سترُدن فرض باشد اے سئول
اُس نے کہا، اگر جَو کی بقدر لمبے ہو جائیں ۔ اے بھکڑو! مونڈنا فرض ہو جائے گا

پیشِ جوحی یک زنے بنشستہ بُود ۔ ہوش را بر وعظِ واعظ بستہ بُود
جوحی کے آگے ایک عورت بیٹھی تھی ۔ جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا تھا

گفت جوحی زُود اے خواہر ببیں ۔ عانۂ من گشتہ باشد ایں چنیں
جوحی نے کہا، اے بہن! جلد دیکھ لے ۔ میرے زیرِ ناف بال ایسے ہو گئے ہو نگے

بہرِ خوشنودیِ حق پیش آر دست ۔ کاں بمقدارِ کراہت آمدست
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہاتھ بڑھا ۔ کہ وہ کراہت کی مقدار ہو گئے ہیں!

دست زن در کرد در شلوارِ مرد ۔ کیرِ او بر دستِ زن آسیبؔ کرد
عورت نے مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈال دیا ۔ اُس کے خایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا

نعرہ زد سخت اندر حالِ زن ۔ گفت واعظ بر دلش زد گفتِ من
عورت نے فوراً ایک نعرہ مارا ۔ واعظ نے کہا میری بات نے اُسکے دل پر اثر کی ہے

صدق را زیں زن بیاموزید ہیں ۔ چونکہ بر دل زد ورا گفتِ چنیں
ہاں، تم سچائی اس عورت سے سیکھ لو ۔ جبکہ ایسی گفتگو نے اُسکے دل پر اثر کیا ہے

لہ گزیدہ۔ منتخب۔ رُو بند۔ نقاب۔ مُوئی عانہ۔ زیرِ ناف کے بال۔ عانہ۔ یعنی جب زیرِ ناف بال بڑھ جائیں تو نماز میں کراہت آجاتی ہے۔ نورہ۔ چونا۔ سترہ۔ اُسترہ۔ تا چہ حد۔ درازی کو متعین کر دیجئے کہ بال کس قدر بڑھ جانے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

لہ گفت۔ واعظ نے کہا۔ سئول۔ بہت زیادہ سوال کرنے والا۔ ہوش۔ یعنی واعظ کے وعظ کی جانب پوری توجہ تھی۔ کرد۔ یا شلوار کا مضاف الیہ یا کرد کا فاعل ہے دونوں صورتوں میں ترجمہ جداگانہ ہے۔

لہ آسیب۔ اثر۔ گفت۔ واعظ نے کہا کہ میرے وعظ کا اُس کے دل پر اثر ہوا ہے اسی لئے اُس نے نعرہ مارا ہے۔۔۔ صدق۔ واعظ نے مردوں سے کہا تم لوگ اس عورت سے نصیحت حاصل کرو۔

گفت[1] نے بر دل نزد بر دست زد — ولے گر بر دل زدے اے پُرخرد

اُس (جوحی) نے کہا دل پر نہیں ہاتھ پر اثر کیا ہے — اے عقلمند! کیا کہنا تھا اگر دل پر اثر کرتا

بر دلِ آں ساحراں زد اندکے — شُد عصا و دست ایشاں را یکے

اُن جادوگروں کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا — اُن کے لئے لکڑی اور ہاتھ یکساں بن گیا

گر ز پیرے در رُبائی تو عصا — بیش رنجد کاں گروہ از دست و پا

اگر تو کسی بڈھے کی لاٹھی اُڑا لے — وہ اِس سے زیادہ رنجیدہ ہوگا جتنا کہ وہ ہاتھ اور پاؤں

نعرۂ[2] لاضیر بر گردوں رسید — ہیں ببر کہ جاں ز جاں کندن رہید

"کوئی حرج نہیں" کا نعرہ آسمان پر پہنچا — ہاں کاٹ لے، جان، جان کنی سے نجات پا چکی

چوں بدانستیم ما کیں تن نہ ایم — از ورائے تن بیزداں میزیم

چونکہ ہم جان گئے کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں — جسم کے سوا ہم خدا کے ذریعہ جی رہے ہیں

اے خنک آں را کہ ذاتِ خود شناخت — اندر امنِ سرمدی قصرے بساخت

قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا — ہمیشگی کے امن میں اُس نے محل بنا لیا

کودکے گرید پئے جوز و مویز — پیشِ عاقل باشد آں بس سہل چیز

بچہ جس اخروٹ اور منقیٰ کے لئے روتا ہے — عقلمند کے لئے وہ آسان چیز ہے

پیشِ دل جوز و مویز آمد جسد — طفل کے در دانشِ مرداں رسد

دل کے لئے، جسم، اخروٹ اور منقیٰ ہے — بچہ، مردوں کی عقل کو کب پہنچتا ہے؟

ہر کہ[3] محجوب ست او خود کودکیست — مرد آں باشد کہ بیروں از شکیست

جو پردے میں ہے، وہ بچہ ہے — مرد وہ ہے جو شک سے باہر ہے

گر بریش و خایہ مردستے کسے — ہر بُزے را ریش و خصیہ است بسے

اگر کوئی داڑھی اور خایہ کی وجہ سے مرد ہے — تو ہر بکرے کے داڑھی اور خصیہ ہے

پیشوائے بد بود آں بُز شتاب — میبرد اغنام را پیشِ قصاب

وہ بکرا بُرا پیشرو ہے، جلد — بکریوں کو قصاب کے آگے لیجاتا ہے

ریش شانہ کردہ کہ من سابقم — سابقی لیکن بسوئے درد و غم

داڑھی کو کنگھی کئے ہوئے کہ میں راہنما ہوں — تو راہنما ہے، لیکن درد اور غم کی جانب

ہیں روشِ بگزیں و ترکِ ریش کن — ترکِ ایں ما و منی و تشویش کن

خبردار! روش اختیار کر اور داڑھی کو چھوڑ — اس تکبر و غرور اور پریشانی کو ترک کر

---

[1] گفت۔ جوحی نے کہا دل پر نہیں اُس ہاتھ پر اثر ہوا ہے اپنے کہ اُس کا ہاتھ جوحی کی شرمگاہ پر لگا تھا۔ برِ دل۔ فرعون کے جادوگروں کے دل پر اثر ہوا تھا اور عشقِ الٰہی میں اُن کے لئے ہاتھ پاؤں کا کٹنا ایسا ہی تھا جیسا کہ کسی لکڑی کا کٹنا۔ گر۔ اگر تو بوڑھے کی لاٹھی چھین لے تو اُس کو اس سے زیادہ رنج ہوگا جیسا کہ اُن کو ہاتھ پاؤں کٹنے پر ہوا تھا۔

[2] نعرہ۔ جس وقت فرعون نے جادوگروں سے کہا تھا کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا تو انہوں نے جواب میں کہا تھا۔ لاضیر۔ کوئی نقصان نہیں۔ چوں۔ جادوگروں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اصل زندگی جسم کی نہیں ہے بلکہ روح کی ہے۔ اے خنک۔ حدیث شریف ہے جس نے اپنی حقیقت سمجھ لی اس نے خدا کو پہچان لیا۔ کودکے۔ بچہ کے لئے اخروٹ اور منقیٰ عزیز ہیں عقلمند کے لئے وہ حقیر ہیں۔ جسم دل۔ اہلِ دل کیلئے ہاتھ پاؤں اخروٹ اور منقیٰ کی جگہ ہیں۔

[3] ہر کہ۔ جو شخص اپنی حقیقت نہیں سمجھا وہ بچہ ہے۔ گر بریش۔ اگر مرد ہونا داڑھی اور خصیہ کی وجہ سے ہو تو یہ چیزیں بکرے کے بھی ہوتی ہیں۔ پیشوا۔ بکرے میں عقل خام ہے ابھی ذبح ہونے جاتے وقت وہ بکروں کا پیشوا بن جاتا ہے۔ رنگین۔ بناوٹی پیر بھی داڑھی میں کنگھا کر کے کہتا ہے کہ میں پیشوا ہوں۔ ہاں تو پیشوا ہے لیکن بکرے کی طرح کا پیشوا ہے۔ ترک۔ انسان کو سیدھے راستہ کی روش اختیار کرنی چاہیئے داڑھی پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے۔

ریشِ[1] خود را خندہ زارے کردہ ۔۔۔ نازکم کن چونکہ ریش آوردہ

توُنے اپنی داڑھی کو مضحکہ بنا لیا ہے ۔۔۔ جبکہ تیرے داڑھی نکل آئی ہے نخرے نہ دکھا

تا شوی چوں بوئے گُل بر عاشقاں ۔۔۔ پیشوا و رہنمای گلستاں

تاکہ تو پھول کی خوشبو کی طرح، عاشقوں کیلئے بن جائے ۔۔۔ باغ کا رہنما اور پیشوا

چیست بوئے گُل دمِ عقل و خرد ۔۔۔ خوش قلاوز رہِ باغِ ابد

پھول کی خوشبو کیا ہے؟ عقل اور سمجھ کی بات ۔۔۔ جو ابدی باغ کے لئے بہترین راہنما ہے

فرمودنِ شاہ با ایاز بارِ دیگر کہ شرحِ چارق و پوستین را

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چپل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بتا

آشکارا بگو تا خواجہ تاشانت ازاں اشارت پند

تاکہ تیرے آقا شریک اس اشارے سے نصیحت حاصل کرلیں

گیرند کہ الدِّینُ النَّصِیحَۃُ

چونکہ دین نصیحت ہے

سرِّ چارق را بیاں کن اے ایاز ۔۔۔ پیشِ چارق چیستت چندیں نیاز

اے ایاز! چپل کا راز بتا ۔۔۔ چپل کے سامنے تیری اسقدر نیازمندی کیوں ہے؟

تا نیوشد سُنقر[2] و بگیارقت ۔۔۔ سرِّ سِرِّ پوستین و چارقت

تاکہ سنقر اور تیرے ساتھی سُن لیں ۔۔۔ تیرے پوستین اور چپل کے راز کا راز

اے ایاز از تو غلامی نور یافت ۔۔۔ نورت از پستی سوئے گردوں شتافت

اے ایاز! تجھ سے غلامی نے نور حاصل کیا ۔۔۔ تیرا نور پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا

حسرتِ آزادگاں شُد بندگی ۔۔۔ بندگی را چوں تو دادی زندگی

غلامی آزادوں کے لئے باعثِ حسرت بنگئی ۔۔۔ جبکہ تونے غلامی کو زندگی بخشی

مومن[3] آں باشد کہ اندر جزر و مد ۔۔۔ کافر از ایمانِ اُو حسرت خورد

مومن وہ ہوتا ہے، کہ جوار بھاٹے میں ۔۔۔ کافر اس کے ایمان پر حسرت کرے

حکایت گبرے کہ در عہدِ شیخ بایزید قدس سرہ گفتند کہ مسلمان شو و جواب اُو ایشاں را

اس کافر کا قصہ کہ بایزید قدس سرہ کے زمانے میں لوگوں نے اس سے کہا کہ مسلمان ہو جا اور اس کا ان کو جواب دینا

---

[1] ریش۔ تونے تو اپنی داڑھی کا بھی مذاق اُڑوا لیا ہے۔ تیرے داڑھی نکل آئی ہے اب نازو انداز مناسب نہیں ہے، راہِ سلوک اختیار کرو ورنہ داڑھی کی مذاق اُڑے گی۔ تا شوی۔ پھر تو خوشبو کی طرح عاشقوں کے لئے باغ کا رہنما بن جائیگا۔ چیست۔ خوشبو سے مُراد عقلمندی کی باتیں کرنا ہے۔ قلاوز۔ رہنما۔ الدِّینُ النَّصِیحَۃُ۔ دین اخلاص ہی ہے۔ سرِّ چارق۔ محمود نے ایاز سے کہا جوتی کا راز بیان کر اُس کے ساتھ تیری نیازمندی کیوں ہے۔

[2] سُنقر۔ غلام کا نام ہے۔ بگیارق۔ خواجہ تاش۔ اے ایاز۔ تیرے غلام ہونے نے غلامی کو منوّر کر دیا ہے۔ حسرت۔ تیرے وجود سے آزاد لوگ غلامی کی حسرت کرنے لگے ہیں چونکہ غلامی کو تونے ایک زندگی عنایت کر دی ہے۔

[3] مؤمن۔ جس طرح ایاز کی غلامی آزادوں کے لئے باعثِ حسرت تھی اسی طرح مؤمن وہ ہے جس کے ایمان کو دیکھ کر کافر حسرت کرے جیسا کہ حضرت بایزیدؒ کا ایمان تھا نہ یہ کہ اُس کا ایسا ایمان ہو جو لوگوں کو ایمان لانے سے روکے جیسا کہ موذن تھا۔

بود گبرے در زمانِ بایزیدؒ
(حضرت) بایزیدؒ کے زمانے میں ایک کافر تھا
گفت اُورا یک مسلمانِ سعید
اُس سے ایک نیک بخت مسلمان نے کہا

کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری
اگر تو اسلام لے آئے تو کیا اچھا ہو
تا بیابی صد نجات و سروری
تاکہ تو سینکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کرے

گفت ایں ایماں اگر ہست اے مُرید
اُس نے کہا اے مُرید! اگر ایمان وہ ہے
آنکہ دارد شیخِ عالم بایزیدؒ
جوکہ دنیا بھر کے شیخ بایزیدؒ رکھتے ہیں

من ندارم طاقتِ آں تابِ آں
میں اُس کی طاقت اُسکی قوت نہیں رکھتا ہوں
کاں فزوں آمد ز کوششہائے جاں
کیونکہ وہ جان کی کوشش سے بالاتر ہے

گرچہ در ایمان و دیں ناموقنم
اگرچہ میں (مسلمانوں کے) ایمان اور دین پر اعتقاد نہیں رکھتا ہوں
لیک در ایمانِ او بس مؤمنم
لیکن اُن کے ایمان کے بارے میں میرا ایمان ہے

دارم ایماں کاں ز جملہ برترست
میرا ایمان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر ہیں
بس لطیف و با فروغ و با فرست
بہت پاکیزہ اور بارونق اور شان وشوکت والے ہیں

مؤمنِ ایمانِ اویم در نہاں
میں پوشیدہ طور پر اُن کے ایمان کا مومن ہوں
گرچہ مُہرم ہست مُحکم بر دہاں
اگرچہ میرے مُنہ پر سخت مہر ہے

باز ایمان خود گر ایمانِ شماست
پھر اگر ایمان تمہارا ایمان ہے
نے بداں میلستم و نے اشتہاست
نہ اُس کی طرف میرا جھکاؤ ہے نہ خواہش ہے

آنکہ صد میلش سوئے ایماں بود
جس کو ایمان کی جانب سینکڑوں میلان ہوں
چوں شمارا دید آں فاتر شود
جب اُس نے تمہیں دیکھا وہ سست پڑ گیا

زانکہ نامے بیند و معنیش نے
کیونکہ وہ (صرف) نام دیکھے گا اور اُس کی حقیقت کچھ نہیں
چوں بیاباں را مفازہ گفتنے
جس طرح بیابان کو مفازہ کہہ دینا ہے

چوں بایمانِ شما او بنگرد
جب وہ تمہارے ایمان کو دیکھے گا
عشقِ اُو ز آوردِ ایماں بفسرد
اُس کا عشق ایمان لانے میں ٹھٹھر جائے گا

ایں حکایت یادگیر اے تیز ہوش
اے تیز ہوش! اس حکایت کو یاد کر لے
صورتش بگذار و معنی را نیوش
اس کی صورت کو چھوڑ اور معنی کو سن لے

حکایتِ آں مؤذنِ زشت آواز کہ در کافرستان بانگ زد

اُس بھدی آواز والے مؤذن کی حکایت جس نے نماز کے لئے کفرستان میں اذان

ل گبر۔ کافر۔ کہ چہ باشد۔ مسلمان نے اُس کافر سے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھے نجات حاصل ہو جائے گی۔ گفت۔ اُس کافر نے کہا کہ اگر ایمان وہ ہوتا ہے جو بایزیدؒ رکھتے ہیں تو مجھ میں اُس کی طاقت نہیں ہے کیونکہ وہ انسان کی طاقت سے بالاتر ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ میں اسلام کے ایمان اور دین کا قائل نہیں ہوں لیکن اُن کے ایمان پر میرا ایمان ہے۔

لے دارم۔ اُس کافر نے مسلمان سے کہا کہ میرا یقین ہے کہ وہ بایزیدؒ سب سے بڑھ کر ہیں اور میرا اُن کے ایمان پر ایمان ہے لیکن زبان سے ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔ باز۔ اگر ایمان سے مراد تمہارا والا ایمان ہے تو مجھے ایسے ایمان کی نہ خواہش ہے نہ اس کی طرف میرا میلان ہے۔ آنکہ۔ تم تو ایسے مومن ہو کہ اگر کسی کو ایمان کی خواہش بھی ہو تو تمہیں دیکھ کر وہ سست پڑ جائے گا۔

سے زانکہ۔ اسلئے کہ تمہارا ایمان تو برائے نام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور تم برعکس نام نہند زنگی کافور کا مصداق ہو۔ بیابان جنگل دراصل ہلاکت کی جگہ ہے لیکن اُس کو لوگ مفازہ یعنی کامیابی کی جگہ کہتے ہیں۔ حکایت۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ بعض مومن ایسے ہیں کہ کافر

برای نماز زدم مردِ کافر اُورا ہدیہ ہا داد

دی اور ایک کافر شخص نے اُس کو بہت سے تحفے دیئے

یک مؤذن داشت بس آوازِ بد
ایک مؤذن کی بُری آواز تھی

شب ہمہ شب میدرید حلقِ خود[1]
وہ پوری پوری رات اپنا حلق پھاڑتا تھا

خوابِ خوش بر مردماں کردہ حرام
اُس نے انسانوں پر میٹھی نیند حرام کر دی تھی

در صُداع افتادہ از وے خاص و عام
اُس کی وجہ سے عوام و خواص دردِ سر میں مبتلا تھے

کودکاں ترساں ازو در جامہ خواب
بچے بستروں میں اُس سے ڈرتے تھے

مرد و زن ز آوازِ اُو اندر عذاب
مرد و عورت اُس کی آواز سے عذاب میں تھے

مجتمع گشتند مر توزیع را
وہ لوگ چندہ جمع کرنے کیلئے اکٹھے ہو گئے

بہرِ دفعِ زحمت و تصدیع را
دردِ سر اور تکلیف کو رفع کرنے کیلئے

پس طلب کردند اُورا در زماں
انہوں نے اُس کو فوراً طلب کیا

اُقچہا دادند و گفتند اے فلاں
نقدیاں دیں، اور انہوں نے کہا اے فلاں!

از اذانت جملہ آسودیم ما[2]
ہم سب نے تیری اذان سے راحت پائی

بس کرم کردی شب و روزے کیا
اے جناب! آپ نے دن اور رات بڑا کرم کیا

چوں رسید از تو بہر یک دولتے
چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو دولت میسّر آگئی ہے

خوابِ فوت از ما کنوں ہم مدّتے
اب کچھ مدت کے لئے ہماری نیند اڑ گئی ہے

بہرِ آسائش زباں کوتاہ کن
آرام کی خاطر آپ زبان بند کر لیجئے

در عوض ما ہمّتے ہمراہ کن
اس کے بدلے میں باطنی توجہ فرمایئے

قافلہ می شد بکعبہ از وَلَہ[3]
شدتِ شوق کی وجہ سے ایک قافلہ کعبہ کو روانہ ہوا

اُقچہ بستد شد رواں با قافلہ
اُس نے نقدی لے لی، قافلہ کیساتھ روانہ ہو گیا

شبگہے کردند اہلِ کارواں
قافلہ والوں نے رات کے وقت کیا

منزل اندر موضعِ کافرستاں
کفرستان کے مقام پر پڑاؤ

واں مؤذن عاشقِ آوازِ خود
اُس اپنی آواز کے عاشق مؤذن نے

درمیانِ کافرستان بانگ زد
کفرستان میں اذان دی

چند گفتندش مگو بانگِ نماز
بہت سے لوگوں نے اُس سے کہا نماز کی اذان نہ دے

کہ شود جنگ و عداوتہا دراز
ورنہ جنگ اور لمبی دشمنیاں ہو جائیں گی

---

[1] حلقِ خود۔ چونکہ اُس کو اپنی خوش الحانی پر عقیدہ تھا رات میں مناجات اور ذکر باآوازِ بلند کرتا ہوگا۔ صُداع۔ دردِ سر۔ جامہ خواب سونے کا بستر۔ توزیع۔ چندہ۔ تصدیع۔ دردِ سر میں مبتلا کرنا۔ اُقچہ۔ سکّہ۔

[2] آسودیم۔ اُن لوگوں نے طنزاً کہا۔ دولت۔ یعنی شب بیداری کی دولت۔ خواب۔ اب اِس دولت کی خوشی میں ہم رات بھر نہیں سو سکتے ہیں۔ در عوض۔ جو نقدی ہم تجھے دے رہے ہیں اُس کے بدلے میں ہمارے لئے دل سے دعائیں کر دینا۔

[3] وَلَہ۔ شدتِ عشق۔ قافلہ۔ یعنی حاجیوں کا قافلہ۔ کافرستان۔ وہاں کے باشندے سب کافر تھے۔ بانگ زد۔ اذان دی۔ چند گفتندش۔ ساتھیوں نے اُس کو کافرستان میں اذان دینے سے روکا اور کہا کہ یہ کافر ذاتی دشمن کریں گے ایسا نہ کر لیکن وہ نہ مانا اور اُس نے اذان دے دی۔

اُو ستیزہ کرد و بس بے احتراز — گفت در کافرستاں بانگِ نماز
اس نے جھگڑا کیا اور بہت لاپرواہی سے — کفرستان میں اذان دے دی

خلق[1] خائف شد ز فتنہ عامہ — خود بیامد کافرے باجامہ
عام فتنے سے لوگ ڈر گئے — ایک کافر کپڑے لئے ہوئے خود آیا

شمع و حلوا و یکے جامہ لطیف — ہدیہ آورد و بیامد چوں الیف
شمع اور حلوا اور ایک عمدہ لباس — تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا

پُرس پُرساں کایں موذن کو کجاست — کہ صلای و بانگِ او راحت فزاست
پوچھتے ہوئے، کہ یہ موذن کہاں ہے؟ — جس کی اذان کی آواز راحت بڑھانے والی ہے

ہیں چہ راحت بود زاں آوازِ زشت — کو فتاد از وے بناگہ در کنشت
ایں، اس بھدی آواز سے کیا راحت ملی؟ — جو اچانک اس سے مندر میں پہنچی

دخترے دارم لطیف و بس سنی — آرزو می بود او را مومنی
میرے ایک لڑکی ہے، پاکیزہ اور بہت خوبصورت — اس کو مومن بننے کی آرزو تھی

ہیچ[2] ایں سودا نمیرفت از سرش — پند ہا می داد چندیں کافرش
یہ جنون اس کے سر سے کبھی زائل نہیں ہوتا تھا — بہت سے کافر اس کو نصیحتیں کرتے تھے

در دلِ او مہرِ ایماں رستہ بود — ہمچو مجمر بود ایں غم من چو عود
اس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو گئی تھی — یہ انگیٹھی کی طرح اور میں اگر کی لکڑی کی طرح تھا

در عذاب و درد و اشکنجہ بدم — کہ بجنبد سلسلہ او دمبدم
میں مصیبت اور شکنجے اور درد میں تھا — کیونکہ اس کا یہ سلسلہ ہر وقت حرکت میں تھا

ہیچ[3] چارہ می ندانستم دراں — تا فرو خواند ایں موذن آں اذاں
میں اس کا کوئی علاج نہ سمجھ پا رہا تھا — یہاں تک کہ اس موذن نے وہ اذان دی

گفت دختر چیست ایں مکروہ بانگ — کہ بگوشم آمد ایں دو چار دانگ
لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈراؤنی آواز کیسی ہے؟ — جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں

من ہمہ عمر ایں چنیں آوازِ زشت — ہیچ نشنیدم دریں دیر و کنشت
میں نے تمام عمر اس طرح کی بھدی آواز — اس مندر اور بت خانہ میں کبھی نہیں سنی

خواہرش گفتہ کہ ایں بانگِ اذاں — ہست اعلام و شعارِ مومناں
اس کی بہن نے کہا، کہ یہ اذان کی آواز — مومنوں کا اعلان اور علامت ہے

---

[1] خلق۔ یہ لوگ تو کافر لوگ کے حملے سے خائف تھے لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کافر تحفہ میں کپڑے، درحلوہ وغیرہ لے آرہا ہے۔ الیف۔ دوست۔ پُرس۔ اس موذن کو پوچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ موذن کی اذان نے بہت راحت پہنچائی ہے۔ ہیں چہ۔ اس کافر سے کسی نے کہا کہ اس بھدی آواز سے جو مندر میں پہنچی کیا راحت ملی ہے..... دخترے۔ اس کافر نے کہا کہ میرے ایک بہت خوبصورت لڑکی ہے وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو رہی تھی۔

[2] ہیچ۔ ہم لوگوں نے اسکو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آرہی تھی۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ عود۔ اگر کی لکڑی جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ در عذاب۔ اس لڑکی کے ارادہ سے میں مصیبت میں تھا اور وہ اس ارادہ میں پختہ ہوتی جارہی تھی۔

[3] ہیچ۔ اس کو اس ارادہ سے روکنے کی کوئی تدبیر نہ تھی حتیٰ کہ اس موذن نے اذان دی تو لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ بھیانک آواز کیسی ہے میں نے ایسی بھدی اور خوفناک آواز کبھی نہیں سنی۔ خواہرش۔ اس لڑکی کی بہن نے اسکو بتایا کہ یہ مسلمانوں کی اذان کی آواز تھی۔ اعلام۔ اعلان۔ شعار۔ وہ علامت جس سے کوئی چیز پہچانی جائے۔ اسکو بہن کی بات [illegible] اسلام کی تعریف کردی۔

باورش نامد بپرسید از دگر
اُس کو یقین نہیں آیا اُس نے دوسرے سے پوچھا
آں دگر ہم گفت آرے اے قمر
دوسرے نے بھی کہا، ہاں اے چاند!

چوں[1] یقینش گشت رخِ اُو زرد شد
جب اُس کو یقین ہو گیا تو اُس کا چہرہ زرد پڑگیا
از مسلمانی دلِ اُو سرد شد
مسلمانی سے اُس کا دل افسردہ ہو گیا

باز رستم من ز تشویش و عذاب
میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا
دوش خوش خفتم دراں بےخوف خواب
گذشتہ رات بغیر ڈر کی نیند خوب سویا

راحتم ایں بود از آوازِ اُو
مجھے اُس کی آواز سے یہ راحت پہنچی
ہدیہ آوردم بشکر آں مرد کو
میں شکرانہ میں تحفہ لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے؟

چوں[2] بدیدش گفت ایں ہدیہ پذیر
جب اُس نے اسکو دیکھا کہا یہ ہدیہ قبول کیجئے
کہ مرا گشتی مجیر و دستگیر
کیونکہ آپ میرے پناہ دینے والے اور دستگیر ہیں

آنچہ کردی با من از احسان و بر
آپ نے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی
بندۂ تو گشتہ ام مَن مستمر
میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہو گیا ہوں

گر بمال و مُلک و ثروت فردمے
اگر میں مال اور سلطنت اور مالداری میں یکتا ہوتا
من دہانت را پُر از زر کردمے
میں سونے سے آپ کا منہ بھر دیتا

ہست ایمانِ شما زرق و مجاز
تمہارا ایمان مکر اور مجاز ہے
راہزن ہمچوں کہ آں بانگِ نماز
اسی طرح کا ڈاکو ہے جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایت گبر با مسلمان در ایمان
ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے حکایت کی جانب رجوع

لیک[3] از ایمان و صدقِ بایزیدؒ
لیکن بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی سے
چند حسرت در دل و جانم رسید
میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آئی ہیں

ہمچو آں زن کو جماعِ خر بدید
اُس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جفتی دیکھی
گفت آوہ چیست ایں فحلِ فرید
بولی، آہ کیسا یکتا نر ہے

گر جماع ایں ست کاید از خراں
اگر جفتی یہ ہے، جو گدھے کرتے ہیں
بر کُسِ ما میرینند ایں شوہراں
تو یہ شوہر ہماری شرمگاہ پر ہگتے ہیں

داد جملہ دادِ ایماں بایزیدؒ
بایزیدؒ نے ایمان کا پورا حق ادا کر دیا
آفرینہا بر چنیں شیرِ فرید
ایسے یکتا شیر کو آفرین ہے

---

[1] چوں یقین۔ جب اُسکو یقین آگیا تو مایوسی سے اُس کا چہرہ زرد پڑگیا اور اسلام لانے کا ارادہ ٹھنڈا ہو گیا۔ باز رستم۔ جب اُس کا دل اسلام سے برگشتہ ہو گیا تو میری مصیبت ختم ہوئی اور رات کو آرام سے سو سکا مؤذن کی آواز سے مجھے اِس طرح راحت ملی لہٰذا میں اُس کے لئے تحفہ لایا ہوں۔

[2] چوں بدیدش۔ جب اُس کافر نے اُس مؤذن کو دیکھا تو کہا کہ یہ تحفے لے لے تو میرا پناہ دہندہ اور دستگیر ہے۔ بر نیکی۔ مستمر ہمیشہ۔ گر بمال۔ میں زیادہ مالدار نہیں ہوں ورنہ تیرا منھ سونے سے بھر دیتا۔ ہست۔ اُس کافر نے اسلام کی دعوت دینے والے مسلمان سے کہا تمھارا ایمان بھی مؤذن کی طرح انسانوں کو ایمان سے روکنے والا ہے۔

[3] لیک۔ اُس کافر نے یہ بھی کہا کہ بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی کو دیکھ کر مجھے بھی حسرت ہوتی ہے کہ ایسا ایمان مجھے کیوں میسر نہ آیا۔ تیجہ اُس کافر کو بایزیدؒ کے ایمان پر ایسی ہی حسرت تھی جیسی کہ ایک عورت نے گدھے کو جفتی کرتے دیکھ کر حسرت کی تھی اور کہنے لگی تھی کہ اگر جفتی یہ ہے تو مرد ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں وہ بیچ ہے۔ داد۔ حضرت بایزیدؒ نے ایمان کا حق ادا کر دیا۔ فرید۔ بے مثال۔

قطرۂ ز ایمانش در بحر ار رود[1] — بحر اندر قطرۂ اش غرقہ شود
اُن کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے — اُس کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے

ہمچو آتش ذرہ در بیشہا — کاندراں ذرہ شود بیشہ فنا
جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جنگلوں میں — کہ اُس ذرہ میں جنگل فنا ہو جائیں

چوں خیالے در دلِ شہ یا سپاہ — میکند در جنگ خصماں را تباہ
جیسا کہ ایک خیال لشکر والے بادشاہ کے دل میں — جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے

یک ستارہ[2] در محمدؐ رو نمود — تا فنا شد کفرِ ہر گبر و جہود
ایک ستارہ محمدؐ میں رونما ہوا — یہاں تک کہ ہر کافر اور منکر کا کفر فنا ہو گیا

یک ستارہ در محمدؐ شد سطرب — تا فنا شد کفرِ جملہ شرق و غرب
ایک ستارہ محمدؐ میں پھیلا — یہاں تک کہ مشرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا

آنکہ ایماں یافت رفت اندر اماں — کفر ہائے باقیاں شد در گماں
جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ امن میں آ گیا — بقیہ کا کفر شکوک ہو گیا

کفرِ صرفِ اولیں بارے نماند — یا مسلمانی و یا بیمے نشاند
اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ رہا — یا مسلمانی اور یا خوف بٹھا دیا

ایں بحیلہ آب و روغن کردنیست — ایں مثلہا کفوِ ذرۂ نور نیست
یہ تو بیہودہ پانی اور تیل بلانا ہے — یہ مثالیں نور کے ذرے کی ہمسر نہیں ہیں

ذرہ نبود جز زِ چیزِ منجسم[3] — ذرہ نبود شارقِ لا ینقسم
ذرہ جسم بن جانے والی چیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے — ذرہ، روشن، تقسیم نہ ہونے والا نہیں ہوتا ہے

گفتنِ ذرہ مرادے داں خفی — محرمِ دریا نہ ایں دم کفی
ذرہ کہنے کا مقصد پوشیدہ سمجھ — تو اس وقت دربار کا راز داں نہیں ہے تو ہو گا ہے

آفتابِ نیرِ ایمانِ شیخ — گر نماید رخ زِ شرقِ جانِ شیخ
شیخ کے ایمان کا روشن سورج — اگر شیخ کی جان کی مشرق سے رونما ہو جائے

جملہ پستی گنج گیرد تا ثرے — جملہ بالا خلد گردد اخضرے
تمام پست حصہ تا ثریٰ تحت الثریٰ خزانہ بن جائے — تمام بالائی حصہ سرسبز جنت بن جائے

اُو یکے جاں دارد از نورِ منیر — اُو یکے تن دارد از خاکِ حقیر
وہ روشن کرنے والے نور کی ایک جان رکھتا ہے — وہ حقیر مٹی کا ایک جسم رکھتا ہے

---

[1] قطرہ۔ ان کے ایمان کی یہ وسعت تھی کہ اگر اُس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کو ڈبو دے۔ ہمچو۔ اُن کے ایمان کا قطرہ سمندر پر اسی طور پر حاوی ہو جائے جس طرح آگ کا ایک ذرہ جنگل پر حاوی ہو جاتا ہے اور اُس کو جلا کر راکھ بنا دیتا ہے۔ چوں۔ یا جس طرح شاہ کا ایک معمولی خیال دشمنوں میں تباہی مچا دیتا ہے۔

[2] یک ستارہ۔ آنحضورؐ کی تائید کے لئے خدائی تائید کا ایک ستارہ نمودار ہوا جس سے سب کافروں کا کفر فنا ہو گیا۔ آنکہ۔ سب کافروں کا کفر اس طور پر فنا ہوا کہ کچھ تو مسلمان ہی ہو گئے باقی کفر کے معاملہ میں مشکوک ہو گئے اور خالص کفر بالکل مٹ گیا اگر مسلمان بھی نہ ہوئے تو ذمی بن کر مسلمان نما کافر رہ گئے۔ ایں بحیلہ۔ ہم نے بازیچہ کے ایمان کے ذرّے کی مثالیں دی ہیں یہ محض تکلف ہے اور یہ اس ذرّے کی صحیح مثالیں نہیں ہیں۔ آب روغن کردن۔ بیکار کوشش کرنا۔

[3] ذرہ۔ شیخ کے نور کو ذرہ سے تشبیہ دی تھی اب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ مناسب نہیں ہے۔ منجسم۔ جسم اختیار کرنے والا۔ شارق۔ روشن۔ لا ینقسم۔ جو چیز تقسیم نہ ہو سکے۔ کفی۔ تو جاگ ہے۔ نیر۔ روشن۔ پستی۔ زمین کا پست حصہ خزانہ بنجائے اور بالائی حصہ جنت بن جائے۔ [illegible]

اے عجب اینست او یا آں بگو
تعجب ہے! وہ یہ ہے یا وہ وہ ہے، بتا

کہ بماندم در اشکال و جستجو
کیونکہ میں اشکال اور جستجو میں پڑ گیا ہوں

گر وے اینست اے برادر چیست آں
اگر وہ یہ ہے اے بھائی! وہ کیا ہے؟

پُر شدہ از نورِ اُو ہفت آسماں
کہ جس کے نور سے ساتوں آسمان لبریز ہیں

ور وے آنست ایں بدن اے دوست چیست
اور اگر وہ وہ ہے، تو اے دوست! یہ بدن کیا ہے؟

اے عجب زیں دو کدامین ست وے
اے تعجب! ان دونوں میں سے وہ کون ہے اللہ کیا؟

حکایتِ آں زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گربہ خورد
اس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت بلی کھا گئی

شوہر گربہ را بتراز و بر کشید گربہ نیم من بر آمد گفت اے
شوہر نے بلی کو ترازو میں رکھا، بلی آدھا من نکلی، شوہر نے اس سے

زن گوشت نیم من بود و افزوں اگر ایں گوشت ست
کہا اے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو

گربہ کو و اگر ایں گربہ ست گوشت کو
بلی کہاں ہے اور اگر یہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بود مردے کدخدا او را زنے
ایک گھر والے مرد کی ایک بیوی تھی

سخت طناز و پلید و رہزنے
سخت نخرے باز اور ناپاک اور لٹیری

ہر چہ آوردے تلف کردیش زن
وہ جو کچھ لاتا بیوی اسکو برباد کردیتی

مرد مضطر بود اندر تن زدن
شوہر چپ رہنے سے عاجز آگیا تھا

بہرِ مہماں گوشت آورد آں معیل
وہ بال بچوں والا، مہمان کے لئے گوشت لایا

سوئے خانہ با دو صد جہدِ طویل
گھر، دوسو طویل مشقتوں کے ساتھ

زن بخوردش با شراب و با کباب
بیوی نے اس کو شراب کباب کیساتھ کھایا

مرد آمد گفت دفعِ ناصواب
شوہر آیا، اس نے اس کو غلط جواب دیا

مرد گفتش گوشت کو مہماں رسید
شوہر نے اس سے کہا گوشت کہاں ہے؟ مہمان آگیا

پیشِ مہماں لوت می باید کشید
مہمان کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہیے

گفت زن کیں گربہ خورد آں گوشت را
بیوی نے کہا یہ بلی وہ گوشت کھا گئی

گوشتِ دیگر خر گرت باید ترا
اگر تجھے چاہیے اور گوشت خرید لا

---

۱ اے عجب۔ اب ہم حیران ہیں کہ شیخ جسم کو کہیں یا روح کو۔ اینست۔ یعنی شیخ اگر جسم ہے۔ چیست آں۔ تو روح کیا ہے۔ آنست۔ یعنی شیخ روح ہے۔

۲ حکایت۔ جس طرح شیخ کے بارے میں حیرانی ہے کہ اگر وہ جسم ہے تو روح کو کیا کہیں اگر روح ہے تو جسم کو کیا کہیں اسی طرح اس شوہر کو حیرانی تھی کہ ترازو میں جو تولا ہے اگر وہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی۔

۳ کدخدا۔ صاحب خانہ۔ مرد۔ یعنی شوہر چپ رہتے رہتے عاجز آگیا تھا۔ معیل۔ بال بچوں والا۔ دفع ناصواب۔ غلط جواب۔ لوت۔ عمدہ کھانا۔ گفت زن۔ بیوی نے شوہر کو جواب دیا۔

گفت اے ایبک[1] ترازو را بیار — گربہ را من برکشم اندر عیار

اُس نے کہا، او نوکر! ترازو لا — میں بلی کا وزن کروں گا

برکشیدش بُود گربہ نیم من — پس بگفت آں مردکاے محتال زن

اُس نے اُسکو تولا، بلی آدھا من تھی — تو اُس شوہر نے کہا اے حیلہ گر عورت!

گوشت بُد شش اُوقیہ افزوں از آں — گربہ ہم شش اُوقیہ ست اے حیلہ داں

گوشت چھ اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا — اے حیلہ باز! بلی بھی چھ اوقیہ ہے

گوشت نیمن بُود افزوں یک ستیر — ہست گربہ نیم من ہم اے ستیر

گوشت نصف من سے ایک استار بڑھا ہوا تھا — اے پردہ نشین: بلی بھی نصف من ہے

ایں[2] اگر گربہ است پس آں گوشت کو — ور بُود ایں گوشت بنما گربہ تو

اگر یہ بلی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟ — اور اگر یہ گوشت ہے، تو تُو بلی دکھا

بایزیدؒ ار ایں بُود آں روح چیست — ور وے آں روح ست ایں تصویر کیست

بایزیدؒ اگر یہ ہے، وہ روح کیا ہے؟ — اگر وہ، وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے!

حیرت اندر حیرت ست اے یارِ من — ایں نہ کارِ تست نے ہم کارِ من

اے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے — یہ نہ تیرا کام ہے، نہ میرا کام ہے

ہر دو اُو باشد و لیک از ریع و زرع — دانہ باشد اصل واں کہ ہست فرع

وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں — دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے

حکمت[3] ایں اضداد را باہم بہ بست — اے قصاب ایں گرد راں با گردن ست

حکمت (خداوندی) نے اِن دو ضدوں کو باہم باندھ — اے قصائی! یہ ران کا گردہ گردن سے وابستہ ہے

روح بے قالب نتاند کار کرد — قالب بیجاں فسردہ بُود و سرد

روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کرسکتی ہے — بے روح جسم، ٹھٹھرا ہوا اور ٹھنڈا ہوتا ہے

قالب بے جاں کم از خاکست دوست — روح چوں مغز ست و قالب ہمچو پوست

اے دوست! بے روح جسم مٹی سے بھی کم ہے — روح گری کی طرح ہے اور جسم چھلکے کی طرح ہے

قالب بے جاں نمی آید بکار — سعی کُن جانے بدست آر اے عیار

بے روح جسم، کسی کام نہیں آتا ہے — اے کھرے! کوشش سے جان حاصل کرلے

قالبت پیدا و آنجاں بس نہاں — راست شد زیں ہر دو اسبابِ جہاں

تیرا جسم ظاہر ہے اور وہ روح بہت پوشیدہ ہے — دنیا کے کام اِن دونوں سے دُرست ہوتے ہیں

---

[1] ایباک۔ غلام۔ من۔ دو رطل کا ہوتا ہے رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے تو من ایک سیر ہوا اور نیم من آدھ سیر ہوا۔ محتال۔ حیلہ گر۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ وقیہ۔ اوقیہ۔ نیمن۔ آدھا من۔ ستیر۔ پہلے مصرع کے قافیہ میں استار کے معنی میں ہے استار ایک درہم وزن کو کہتے ہیں دوسرے مصرع میں پردہ نشین کے معنی میں ہے۔

[2] ایں۔ یہ جو کچھ تولا ہے اگر بلی ہے تو گوشت کہاں گیا اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی اس لئے کہ یہ تو ایک چیز کا وزن ہے۔ بایزیدؒ۔ اگر ہم بایزیدؒ جسم کو قرار دیں تو روح کو کیا کہیں اور اگر روح کو بایزیدؒ کہیں تو جسم کو کیا کہیں۔ ہر دو۔ جسم اور روح کے مجموعہ کو بایزیدؒ کہیں گے۔ ریع۔ پیداوار۔ دانہ۔ روح بمنزلہ دانہ کے اور جسم بمنزلہ بھوسے کے ہے۔

[3] حکمت۔ اللہ تعالےٰ نے روح اور جسم کو باہمی حکمت کیلئے ملا دیا ہے۔ نقص۔۔۔ روح جسم کے بغیر بیکار ہے، جسم روح کے بغیر مردہ ہے۔ قالب۔ جسم روح کا قالب ہے روح مغز ہے اور جسم اس کا چھلکا ہے۔ سعی کن۔ انسان کو روح حاصل کرنی چاہیئے۔ قالبت۔ جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے دونوں ہی سے دنیا کا نظام چل رہا ہے۔

خاکؔ را بر سر زنی سر نشکند | آب را بر بر زنی بر نشکند

خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو نہ توڑے گی | تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا

گر تو میخواہی کہ سر را بشکنی | آب را و خاک را برہم زنی

اگر تو چاہتا ہے سر کو پھوڑ دے | پانی اور مٹی کو آپس میں ملا لے

چوں شکستی سر رود آبش باصل | خاک سوی خاک آید روزِ فصل

جب تو نے سر پھوڑ دیا اس کا پانی اصل کی طرف چلا جاتا ہے | جدائی کے دن مٹی مٹی کی جانب آجاتی ہے

حکمتے کہ بود حق را ز ازدواج | گشت حاصل از نیاز و از لجاج

باہم ملنے میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمت تھی | وہ عاجزی اور سرکشی سے حاصل ہوگئی

باشدؔ آنگہ ازدواجاتِ دگر | لا سمع اذنٌ ولا عینٌ بصر

وہاں دوسرے ملاپ ہوں گے | جن کو نہ کان نے سنا نہ آنکھ نے دیکھا

گر شنیدے اذن کے ماندے اذن | یا کجا کردے دگر ضبطِ سخن

اگر کان سنتا، کان کب رہتا؟ | یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا؟

گر بدیدے برف و یخ خورشید را | از یخی برداشتے اُمید را

اگر برف اور یخ، سورج کو دیکھ لیتا | یخ پن سے امید ہٹا لیتا

آب گشتے بے عروق و بے گرہ | ز لطف از باد میگشتے زرہ

بغیر رگوں اور بغیر گرہ کا پانی بن جاتا | جو ہوا کی لطافت سے زرہ (کی طرح) بن جاتا

پسؔ شدے درمانِ جانِ ہر درخت | ہر درختے از قدومش نیکبخت

پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا | اس کی آمد سے ہر درخت نیک بخت ہو جاتا

واں یخے بفسردہ در خود ماندہ | لا مساسے با درختاں خواندہ

ٹھٹھرے ہوئے عاجز یخ نے | "نہ چھو" درختوں پر پڑھ دیا ہے

لَیسَ یَالِفُ لَیسَ یُولَفُ جِسمُہٗ | لَیسَ اِلَّا شُحُّ نَفسٍ قِسمُہٗ

اس کا جسم نہ محبت کرتا ہے نہ محبت کیا جاتا ہو | اس کا حصہ سوائے نفس کے بخل کے کچھ نہیں ہے

نیست ضائع زو شود تازہ جگر | لیک نبود پیکِ سلطانِ خضر

وہ بیکار نہیں ہے، اس سے جگر تازہ ہوتا ہے | لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا قاصد نہیں ہے

کر کہتا ہے مجھے نہ چھونا۔ لیس۔ نہ وہ نباتات کا جزو بنتا ہے نہ نباتات کو وہ خوشگوار لگتا ہے۔ شح۔ بخل یعنی برف اور یخ درختوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے۔ نیست ضائع۔ لیکن کوئی شخص برف اور یخ کو بیکار نہ کہے اس سے ٹھنڈا کرکے پانی پیا جائے تو جگر میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ خضر۔ سبزی۔

۱ خاک۔ آمیزش سے مقصد برآری ہوتی ہے صرف خاک سر نہ پھوڑے گی اس میں پانی کی آمیزش کرکے ڈھیلا بنالو تو سر پھوڑ دے گی۔ بر۔ پہلو سینہ [illegible]۔ روزِ فصل۔ یعنی جب روح جسم سے جدا ہوگی، قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ یَومَ الفَصلِ کَانَ مِیقَاتًا۔ بیشک جدائی کا دن مقرر ہے۔ ازدواج۔ یعنی روح اور جسم کا باہمی جوڑ جو دنیا میں لگا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ نیازمندوں اور سرکشوں کا امتیاز ہوجائے۔

۲ باشد آنگہ۔ عالم آخرت میں روح کا جو جوڑ لگے گا وہ نہ کان نے سنا ہے نہ آنکھ نے دیکھا ہے۔ گر شنیدے۔ اگر کان اس کی حقیقت سن لے تو فنا ہوجائے یا اس کی قوت سماعت جاتی رہے گر [illegible] کان اسی طرح فنا ہوجائے جس طرح برف اور یخ سورج سے فنا ہوجاتا ہے۔ برف۔ برفانی ممالک میں جاڑے میں دو چیزیں آسمان سے گرتی ہیں ایک روئی کے گالوں کی طرح کی چیز ہے اس کو برف کہتے ہیں اور ایک کاڑھی چیز اولے کی طرح کی ہے اس کو یخ کہتے ہیں۔ بے عروق۔ یخ کی لڑیاں جتنی ہیں۔ ز لطف باد۔ ہوا کی لہریں پانی کی سطح کو موجوں کے ذریعہ زرہ کی طرح بنا دیتی ہیں۔

۳ پس شدے۔ برف اور یخ سے درخت جل جاتے ہیں پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ یخ۔ یخ سامری کی طرح درخت

اے ایاز استارہ تو بس بلند — نیست ہر برجے عبورش دلپسند
اے ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے — ہر برج اس کے عبور کا پسندیدہ نہیں ہے

ہر وفا را کے پسندد ہمتت — ہر صفا را کے گزیند صفوتت
تیری ہمت ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے؟ — تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کرتی ہے؟

حکایتِ آں امیر کہ غلام را گفت مے بیار غلام رفت و جنوئے

اس امیر کی حکایت جس نے غلام سے کہا شراب لے آ غلام گیا اور شراب

مے آورد در راہ زاہدے بود امرِ معروف کرد سنگے بزد و سبو

کی ٹھلیا لا رہا تھا راستہ میں ایک زاہد تھا جس نے بھلائی کا حکم کیا، پتھر مارا

را بشکست امیر بشنید قصدِ ہلاک و گوشمالِ زاہد کرد زاہد

اور ٹھلیا کو توڑ دیا، امیر نے سنا زاہد کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کا ارادہ کیا

گریخت ایں قضیہ در عہدِ عیسیٰ علیہ السلام بود کہ ہنوز

زاہد بھاگ گیا، یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اس وقت تک

مے حرام نشدہ بود لیکن زاہد تقذر میکرد و از لذت

شراب حرام نہ ہوئی تھی، لیکن زاہد گھن کرتا تھا اور مزے اڑانے اور

و تنعم منع می کرد

عیش پرستی سے روکتا تھا

بود امیرے خوشدلے مے بارہ — کہفِ ہر مخمور و ہر بیچارہ
ایک امیر خوش دل، شراب دوست تھا — ہر شرابی اور ہر بے کس کا سہارا تھا

مشفقے مسکیں نوازے عادلے — گوہرے زر بخشے و دریا دلے
مہربان، غریب پرور، منصف تھا — سخی، سونا عطا کرنے والا اور دریا دل تھا

شاہِ مردان و امیر المؤمنیں — راہ بان و رازدان و دور بیں
بہادروں کا شاہ، مومنوں کا امیر تھا — راستہ کا محافظ اور راز سے واقف اور دوربین تھا

دورِ عیسیٰ بود و ایامِ مسیح — خلق دلدار و کم آزار و ملیح
حضرت عیسیٰ کا دور تھا اور حضرت مسیح کا زمانہ تھا — لوگ دلدار اور نہ ستانے والے اور خوش مزاج تھے

آمدش مہمان بنا گاہاں شبے — ہم امیرِ جنسِ او خوش مذہبے
ایک رات اچانک اس کے پاس مہمان آیا — جو اسی جیسا حاکم اور دیندار تھا

لے اے ایاز۔ یہاں سے پھر ایاز کے قصہ کی جانب رجوع کیا ہے۔ بُرج۔ ستارے کا محور۔ ہر وفا۔ ایاز میں خاص وفاداری اور خاص قسم کا خلوص تھا۔ حکایت۔ جس طرح ایاز کا خلوص اور وفا عام خلوص اور وفا سے برتر تھا اس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ مختلف پرہیزگاروں کی پرہیزگاری میں بھی بڑا فرق ہے۔

لے تقذر۔ گھناؤنا سمجھنا۔ تنعم۔ عیش پرستی۔ مے بارہ۔ شراب کو محبوب رکھنے والا۔ کہف۔ غار، ملجا و ماوا۔ گوہر۔ سخی۔ شاہ و مرداں۔ بہادر۔

لے راہ بان۔ راستہ کا محافظ۔ دورِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ مسیح کا زمانہ پیار و محبت کا زمانہ تھا۔ ہم۔ یعنی وہ بھی اسی طرح کا امیر اور مذہبی تھا جیسا کہ امیر تھا۔

بادہ[1] میبایست شاں در نظمِ حال

اُن کو حالت کی باقاعدگی کے لئے شراب درکار تھی

بادہ بُود آنوقت ماذون و حلال

اُس وقت شراب جائز اور حلال تھی

بادہ شاں کم بُود و گفتا اے غلام

اُن کی شراب کم تھی اور اُس نے کہا اے غلام!

رَو سبو پُر کُن بما آور مُدام

جا مٹھلیا بھر، ہمارے پاس شراب لے آ

از فلاں راہب کہ دارد خمرِ خاص

فلاں راہب کے پاس سے کیونکہ وہ مخصوص شراب رکھتا ہے

تا ز خاص و عام یابد جاں خلاص

تاکہ عوام و خواص سے جان کو چھٹکارا حاصل ہو

جُرعۂ زاں جامِ راہب آں کند

اُس راہب کے جام کا ایک گھونٹ وہ کرتا ہے

کہ ہزاراں جَرّہ و خمداں کُند

جو ہزاروں مٹھلیاں اور مٹکے کرتے ہیں

اندراں مے مایۂ پنہانی ست

اُس شراب میں ایک سرمایہ پوشیدہ ہے

آنچناں کاندر عبا سلطانی ست

جس طرح کہ چوغہ میں شہنشاہی ہے

تو بدلق[2] پارہ پارہ کم نگر

تو پھٹی پرانی گدڑی کو نہ دیکھ

کز سیہ کردند از بیرونِ زر

کیونکہ اوپر سے سونے کو کالا کر دیا ہے

از برائے چشمِ بد مردود شُد

بدنظری کی وجہ سے وہ ناپسند بنا ہے

وز بروں آں لعل دُود آلود شُد

اور باہر سے وہ لعل دھوئیں سے آلودہ ہے

گنج و گوہر کے میانِ خانہاست

خزانہ اور گوہر گھروں میں کہاں ہے!

گنجہا پیوستہ در ویرانہاست

خزانے ویرانوں سے وابستہ ہیں

گنجِ آدمؑ چوں بویراں بُد دفیں

(حضرت) آدمؑ کا خزانہ چونکہ ویرانہ میں دفن تھا

گشت طینش چشم بندِ آں لعیں

اس کی مٹی اس لعین کی آنکھ کا پردہ بن گئی

او[3] نظر میکرد در طین سُست سُست

وہ مٹی کو حقارت سے دیکھتا تھا

جاں ہمی گفتش کہ طینم سدِ تست

روح اس سے کہتی تھی کہ میری مٹی تیری روک ہے

دو سبو بستد غلام و خوش دوید

غلام نے دو مٹھلیاں لیں اور تیز دوڑا

در زماں در دیرِ رہباناں رسید

فوراً راہبوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا

زر بداد و بادہ چوں زر خرید

سونا دیا اور سونے جیسی شراب خرید لی

سنگ داد و در عوض گوہر خرید

پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا

بادہ کاں بر سرِ شاہاں جہد

وہ شراب جو بادشاہوں کے سر میں اثر کرتی ہے

تاجِ زر بر تارکِ ساقی نہد

ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے

---

[1] بادہ۔ وہ لوگ دیندار تھے اور شراب استعمال کرتے تھے چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے دور میں شراب حلال تھی۔ ماذون۔ جس کو اجازت حاصل ہو مدام۔ شراب۔ راہب۔ نصرانی عبادت گذار جس نے دنیا ترک کر کے گرجا گھر میں عبادت کرلی ہو۔ رہبان اس کی جمع ہے۔ خلاص۔ یعنی اوروں سے خریدنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جرعہ۔ ایک گھونٹ۔ جرہ۔ مٹھلیا۔ اندراں۔ اس راہب کی شراب میں ایک مخفی سرمایہ ہے۔ جس طرح عبا میں سلطانی مخفی ہوتی ہے۔

[2] تو بدلق۔ فقراء کی گدڑی کو حقارت سے نہ دیکھنا چاہیئے فقراء کی گدڑی میں وہ سلطانی ہوتی ہے جو شاہوں کو بھی نصیب نہیں ہے۔ کز سیہ۔ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے تاکہ اسکو کوئی نہ چرائے۔ مردود۔ نظرِ بد سے بچانے کے لئے سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے لعل۔ لعل کو بھی دھوئیں سے آلودہ کر دیا جاتا ہے۔ گنج۔ حضرت آدمؑ کی روح چونکہ جسم کی مٹی میں تھی وہ مٹی شیطان کی آنکھ کا پردہ بن گئی۔

[3] او نظر۔ شیطان کی نظر صرف مٹی پر تھی۔ سد۔ روک۔ دیر۔ یعنی گرجا گھر۔ زر بداد۔ اشرفیوں سے عمدہ قسم کی شراب خریدلی۔ سنگ داد۔ سونا پتھر ہی میں سے نکلتا ہے۔ بادہ۔ شاہ جہد۔ اس قسم کی شراب بہت

فتنہا[1] و شورہا انگیختہ — بندگان و خسرواں آمیختہ
فتنے اور شور برانگیختہ کردیتی ہے — غلاموں اور شاہوں کو ملادیتی ہے

استخوانہا رفتہ، جملہ جاں شدہ — تخت و تختہ آں زماں یکساں شدہ
ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بنجاتا ہے — اُس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقتِ ہُشیاری چو آب و روغن اند — وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن اند
(انسان) ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں — مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں

چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم — ہیچ سبقے نے در ایشاں فرق ہم
جیسا کہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں — انہیں کوئی دوڑ نہیں، نہ انہیں باہمی فرق ہے

چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست — نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست
جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے — کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہوگیا ہو

ایں چنیں[2] بادہ ہمی بُرد آں غلام — سُوی قصرِ آں امیرِ نیک نام
وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا — نیک نام امیر کے محل کی جانب

پیش آمد زاہدے غم دیدہ — خُشک مغزے در بلا پیچیدہ
ایک غموں کا مارا زاہد سامنے آگیا — جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا

تن ز آتشہای دل بگداختہ — خانہ از غیرِ خدا پرداختہ
جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا — اس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر لیا تھا

گوشمالِ[3] محنتِ بے زینہا — داغہا بر داغہا چندیں ہزار
بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے — داغوں پر داغ کئی ہزار تھے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد — روز و شب چفسید اُو بر اجتہاد
وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اٹھاتا تھا — وہ دن رات مجاہدے سے چمٹا ہوا تھا

سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ — صبر و حلمش نیم شب بگریختہ
سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا — اس کا صبر اور بردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی

دید در شب یک غلامِ نیک پے — در شتابش اُو زمیں میکرد طے
اس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا — وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا

گفت زاہد در سبوہا چیست آں — گفت بادہ گفت آں کیست آں
زاہد نے کہا مٹکیوں میں کیا ہے؟ — اس نے کہا شراب، اس نے کہا کس کی ہے؟

---

[1] فتنہا۔ شراب شور و شر پیدا کرتی ہے اور آقا اور غلام کا امتیاز مٹا دیتی ہے۔ استخوانہا۔ شراب پی کر انسان مجسم جان بن جاتا ہے۔ تخت۔ یعنی شاہی تخت۔ تختہ۔ یعنی پھانسی کا تختہ۔ وقتِ ہشیاری۔ ہوش کے وقت آدمیوں میں ایسا بیر ہوتا ہے جیسا کہ تیل اور پانی میں اور مستی کے وقت سب ایک جان ہو جاتے ہیں۔ ہریسہ۔ حلیم کی طرح کا کھانا ہے جس میں گوشت اور گیہوں کا دلیہ ہوتا ہے جب ہریسہ تیار ہو جاتا ہے تو گوشت اور دلیہ میں امتیاز نہیں رہتا۔ فرق۔ اب دونوں کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔

[2] ایں چنیں۔ وہ غلام ان اوصاف کی شراب امیر کے محل کی طرف لے کر چلا۔ پیچیدہ۔ یعنی جس پر قبض کی کیفیت طاری تھی۔ خشک مغز۔ مجاہدوں کی کثرت سے اس کا دماغ خشک ہو گیا تھا۔ تن۔ اس زاہد کا جسم عشق کی آگ سے پگھل گیا تھا اور اس کے دل میں صرف حق تعالیٰ کا خیال تھا۔

[3] گوشمال۔ مجاہدوں کی بے پناہ مشقت نے اس کے دل پر ہزاروں داغ لگا دیئے تھے۔ دیدہ۔ اس کا شغل شب و روز مجاہدہ تھا۔ نیم شب۔ یعنی اس کو رتجگا اور اُسیں صبر اور حلم کی طاقت نہ رہی تھی۔ دید۔ اس نے دیکھا غلام بھاگا

گفت¹ ایں آنِ فلاں میرِ اجل
اُس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی ملکیت ہے

گفت طالب را چنیں باشد عمل
اُس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے؟

طالبِ یزداں و آنگہ عیش و نوش
خدا کا طلبگار، اور پھر عیش اور پینا

بادۂ شیطان و آنگہ تیز ہوش
شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟

ہوشِ تو بے مے چنیں پژمردہ است
تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مرجھایا ہوا ہے

ہوشہا باید بر اں ہوشِ تو بست
تیرے ہوش پر بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہئیں

تا چہ باشد ہوشِ تو ہنگامِ سکر
پھر نشے کے وقت تجھے ہوش کہاں ہوگا؟

اے چو مرغے گشتہ صیدِ دامِ سکر
اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشے کے جال میں ہے

حکایت² ضیائے بلخ کہ دراز بالا بُود و برادرش شیخ الاسلام

ضیاء بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور اُن کے بھائی شیخ الاسلام

تاجِ بلخ بغایت کوتاہ بالا بُود و ایں شیخ الاسلام از
تاجِ بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور یہ شیخ الاسلام اپنے

برادرش ننگ داشتے روزے ضیا در آمد بدرسِ او و ہمہ
بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا اُن کے درس میں پہنچ گئے

صدورِ بلخ حاضر بُودند بدرسِ او ضیا خدمتے کرد و بگذشت
اور بلخ کے تمام معبد اُن کے درس میں حاضر تھے، ضیا نے حاضری دی اور چلدیئے

شیخ الاسلام نیم قیام کرد سرسری ضیا گفت آرے
شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہوگئے ضیا نے کہا بیشک آپ

سخت درازی پارہ در دُزد از خود
بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چرا لیا

آں ضیای بلخ خوش³ الہام بُود
ضیا بلخی خوش طبع تھے

دادرِ آں تاجِ شیخ اسلام بُود
تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے

از برای علم خلقے پیشِ او
علم کی وجہ سے لوگ اُن کے سامنے

گشتہ دائم در ملازم درس جو
ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کے طالب

تاجِ شیخ اسلام دار الملکِ بلخ
دار الخلافہ بلخ کے شیخ الاسلام تاج

بُود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ
پست قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے

---

¹ گفت ایں۔ غلام نے زاہد کے جواب میں کہا کہ یہ شراب امیر اعظم کی ہے زاہد نے کہا کہ طالبِ حق کے یہ کام ہوتے ہیں اس کو تو ناؤ نوش سے بچنا چاہیئے شیطانی شراب پی کر ہوش کہاں رہتا ہے۔ حقیقت۔ انسان بغیر شراب کے بھی غافل ہے جھکے نشے میں ہوش درکار ہیں تو پھر نشہ میں کیا ہوش رہ سکتا ہے نشہ میں تو ایسا ہی پھنستا ہے جس طرح پرندہ جال میں۔

² حکایت۔ یہ بتایا تھا کہ انسان خود ہی بدہوش ہے، شراب پی کر تو اور بدحال ہوگا اس حکایت سے بھی یہی بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا خود قد چھوٹا تھا نیم قد کھڑے ہونے پر اور چھوٹا ہوگیا۔

³ خوش الہام۔ ظرافت مزاج۔ دادر۔ برادر۔ ملازم۔ ملازمت۔ دار الملک۔ سلطنت کا پایۂ تخت۔ فرخ۔ پرندہ کا بچہ۔

گرچہ[1] فاضل بُود و فحل و ذُو فنُوں — ایں ضیا اندر ظرافت بُد فزُوں

اگرچہ فاضل تھے اور یکتا اور فنون والے — یہ ضیاء مذاق میں بڑھے ہوئے تھے

اُو بسے کوتہ ضیا بے حد دراز — بُود شیخ اسلام را صد کبر و ناز

وہ بہت ٹھنگنے، ضیاء بہت لمبے — شیخ الاسلام میں سینکڑوں تکبر اور ناز تھے

زیں برادر عار و ننگش آمدے — آں ضیا ہم واعظے بُد باہُدے

اِن بھائی سے، اُن کو عار اور ذلت آتی — وہ ضیاء بھی باہدایت واعظ تھے

روزِ محفل اندر آمد آں ضیا — بارگہ پُر قاضیان و اَصفیا

مجلس کے دن ضیاء اندر آئے — دربار قاضیوں اور منتخب لوگوں سے بھرا ہوا تھا

کرد شیخ اسلام از کبرِ تمام — ایں برادر را چنیں نصفُ القیام[2]

شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کیا — اس بھائی کے لئے، ایسے ہی آدھا قیام

پس ضیا چوں دید کبر اندر سرش — انفعالے داد حالے در خورش

جب ضیاء نے اُن کے سر میں غرور دیکھا — اُن کے مناسب فوراً اُن کو شرمندہ کیا

گفت آرے بس درازی بہرِ مُزد — اندکے زاں قدِ سروت ہم بدزد

اُنھوں نے کہا، جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مزدوری کیلئے — اپنے سرو جیسے قد سے بھی تھوڑا سا چرا لیا

رجوع بحکایتِ زاہد با غلامِ امیر

امیر کے غلام کے ساتھ زاہد کی حکایت کی طرف واپسی

پس[3] ترا خود ہوش کو و عقل کُو — تا خوری مے اے تو دانش را عدو

پھر تجھے خود ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے! — تاکہ تو شراب پیئے، اے عقل کے دشمن!

رُوت بس زیباست نیلی ہم بکش — ضحکہ باشد نیل بر رُوی حبش

تیرا چہرہ بہت حسین ہے، نیل بھی لگالے — حبشی کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے

در تو نورے کے درآمد اے غوی — تا تو مے نوشی و ظلمت جو شوی

اے گمراہ! تیرے اندر نور ہی کب آیا ہے! — کہ تو شراب پیئے اور ظلمت کا طالب بن جائے

سایہ در روز ست جُستن قاعدہ — در شبِ ابرے تو سایہ جُو شدہ

سایہ تلاش کرنے کا قاعدہ، دن میں ہے — تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنا ہے

گر حلال آمد پئے قوتِ عوام — طالبانِ دوست را آمد حرام

اگر وہ (شراب) عوام کی خوراک کیلئے حلال ہے — دوست کے طلبگاروں کے لئے حرام ہے

[1] گرچہ۔ یعنی شیخ الاسلام اگرچہ بڑے صاحبِ علم تھے لیکن ضیاء، خوش طبعی میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے۔ آں ضیا۔ ضیا ہدایت یافتہ واعظ تھے، شیخ الاسلام کا اُن کی بھائی بندی سے ذلت محسوس کرنا غیر مناسب تھا۔ اَصفیاء، برگزیدہ۔

[2] نصف القیام۔ یعنی تعظیم کے لئے آدھے کھڑے ہوئے۔ پس ضیا۔ چونکہ ضیاء کو محسوس ہوا کہ دماغ میں تکبر ہے اس نے فوراً اُن کو شرمندہ کرنا چاہا، چہرہ گردنیں لوگوں کو مستعد بناکر نذرانہ وصول کرنے کے لئے۔ قدِ سروت۔ طنز کہا۔

[3] پس ترا۔ زاہد کے تعلق کی طرف رجوع کیا ہے۔ رُوت۔ حسین چہرے پر نظرِ بد سے بچانے کے لئے ماتھے پر نیل لگا دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بدصورت نیل لگائے تو اس کا مزید مذاق بنے گا یعنی کہ ہنسی کی چیز۔ گر حلال۔ شراب اگرچہ عوام کی تقویت کیلئے حلال ہے لیکن نفس کی لذت کے لئے حلال چیز بھی پیر برگزیدہ کے لئے ممنوع ہوتی ہے۔

عاشقاں را بادہ خونِ دل بُود
عاشقوں کی شراب، خونِ دل ہوتا ہے

چشمِ شاں بر راہ و بر منزل بُود
اُن کی نگاہ، راہ اور منزل پر رہتی ہے

در چنیں راہ و بیابانِ مخوف
ایسے راستے اور خوفناک جنگل میں

اے قلاووزِ خرد با صد کسوف
(اور) اے عقل کے رہنما سینکڑوں گہنوں میں

خاک در چشمِ قلاوزاں زَنی
تو رہنماؤں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

کارواں را ہالک و گمرہ کنی
قافلہ کو تباہ اور گمراہ کرتا ہے

نانِ جو حقّا حرام ست و فسوس
جَو کی روٹی (بھی)، حرام اور باعث افسوس ہے

نفس را در پیش نہ نانِ سبوس
نفس کے سامنے بھوسی کی روٹی رکھ

دشمنِ راہِ خدا را خوار دار
(اللہ تعالیٰ) کے راستہ کے دشمن کو ذلیل کر

دُزد را منبر منہ بردار دار
چور کے لئے منبر نہ بچھا، سولی پر چڑھا

دُزد را تو دست بریدن پسند
تو چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر

از بُریدن عاجزی دستش بہ بند
(اگر)، تو کاٹنے سے عاجز ہے اُسکے ہاتھ باندھ دے

گر نہ بندی دستِ اُو دستِ تو بست
اگر تو اُسکے ہاتھ نہ باندھے گا وہ تیرے ہاتھ باندھ دیگا

گر تو پایش نشکنی پایت شکست
اگر تو اُس کا پاؤں نہ توڑے گا وہ تیرا پاؤں توڑ دیگا

تو عدو را مَے دہی و نیشکر
تو دشمن کو شراب اور گنا دیتا ہے

بہرِ چہ گو زہر نوش و خاک خور
کس لئے! کہہ دے زہر پیجئے اور خاک پھانکیے

زد ز غیرت بر سبو سنگ و شکست
اُسنے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا اور توڑ دیا

اُو سبو انداخت از زاہد بجست
اُس (غلام) نے (دوسری) ٹھلیا پھینکدی (اور) زاہد سے بھاگ گیا

رفتنِ امیر خشم آلودہ برای گوشمالِ زاہد

امیر کا غصہ میں بھر کر، زاہد کو سزا دینے کے لئے جانا

رفت پیشِ میر و گفتش بادہ کو
وہ (غلام) امیر یا اُسنے پوچھا امیر نے کہ شراب کہاں ہے؟

ماجرا را گفت یک یک پیشِ اُو
اُس نے ایک ایک کر کے اُسکے سامنے قصہ کہہ دیا

میر چوں آتش شد و بر جست راست
امیر آگ جیسا ہوگیا اور سیدھا اُٹھا

گفت بنما خانۂ زاہد کجاست
بتا دکھا، زاہد کا گھر کہاں ہے؟

تا بدیں گرزِ گراں کوبم سرش
تاکہ میں اِس بھاری گرز سے اُس کا سر توڑ دوں

آں سرِ بے دانشِ مادر غرش
وہ سر جو بے عقل، مادر بخطا کا ہے

لہ عاشقاں۔ عاشق شراب کی بجائے خونِ دل پیتے ہیں اور وہ راہ و منزل کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو عیش پرستی کی فرصت کہاں ہے۔ در چنیں۔ راہِ طریقت، خوفناک راستہ ہے اس میں تو بہت سے حواس کی ضرورت ہے عقل جب شراب کے گہن میں ہو تو کیا راہنمائی کرسکتی ہے۔ ... خاک مدہوش کی عقل کیا راہنمائی کرے گی وہ تو قافلہ کو گمراہ کردے گی۔ نانِ جو۔ اگر جَو کی روٹی سے بھی حقِ نفس حاصل ہو تو بھوسی کی روٹی کھانی چاہیئے۔

لہ دشمن۔ نفس، راہِ خدا کا دشمن ہے اس کو ہر وقت ذلیل رکھو اس کی عزت نہ کرو پھانسی پر چڑھا دے۔ دزد۔ چور کا ہاتھ کاٹنا چاہیئے یا ممکن نہ ہو تو ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ گر نہ بندی۔ اگر تو نے چور کو آزاد چھوڑا تو وہ تجھے تباہ کردے گا۔ بہرِ چہ۔ اُس کو راحت سے کیوں رکھتا ہے۔

لہ زد۔ زاہد کو غیرت آئی اور اس نے شراب کی ٹھلیا پر پتھر مارا۔ زرفت۔ غلام بھاگا بھاگا امیر کے پاس پہنچا اور اس نے اس کو سارا قصہ سُنا دیا۔ مادر غر۔ نا فرمان۔

او چه داند امر معروف از سگی — طالب معروفی است و شهرگی

وہ بھلائی کا حکم کرنا کیا جانے؟ کتے پن سے — نام آوری اور شہرت کا طالب ہے

تا بدین سالوس خود را جا کند — تا بچیزے خویشتن پیدا کند

تاکہ اس مکر سے اپنی جگہ بنائے — تاکہ کسی ڈھب سے اپنے آپ کو نمایاں کرے

کو ندارد خود هنر الا همان — که تسلس میکند با این و آن

وہ خود ہنر نہیں رکھتا ہے، بجز اس کے — کہ ہر ایک سے مکاری کرتا ہے

او اگر دیوانه است و فتنه کاو — داروی دیوانه باشد کیر گاو

وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز — دیوانہ کی دوا، بیل کا آلۂ تناسل ہے

تا که شیطان از سرش بیرون رود — بے لتِ خربندگان خر چون رود

تاکہ اس کے سر سے شیطان باہر نکل جائے — گدھا کمہاروں کی مار کے بغیر کب چلتا ہے!

میر بیرون جست و دبوسے بدست — نیم شب آمد بزاهد نیم مست

امیر باہر نکلا، اور گرز ہاتھ میں تھا — زاہد کے پاس آدھی رات کو آدھی مستی میں پہنچا

خواست کشتن مرد زاهد را ز خشم — مرد زاهد گشته پنهان زیر پشم

غصے سے زاہد کو مار ڈالنا چاہا — زاہد انسان، اون کے نیچے چھپ گیا

مرد زاهد می شنود از میر آن — زیر پشم آن رسن تابان نهان

زاہد انسان، امیر سے وہ سن رہا تھا — رسی بٹنے والوں کی اون کے نیچے چھپا ہوا

گفت در رو گفتن زشتی مرد — آئینه تاند که رو را سخت کرد

بھلا انسان کی برائی منہ در منہ — آئینہ کر سکتا ہے جس نے منہ کو سخت کر لیا ہے

روی باید آئینه وار آهنین — تا ت گوید روی زشت خود ببین

آئینہ جیسا لوہے کا منہ چاہیئے — تاکہ تجھ سے کہے اپنا بھدا چہرہ دیکھ

حکایت مات کردن دلقک سید شاه ترمذ را

ایک مسخرے کی سید شاہِ ترمذ کو مات دینے کی حکایت

شاه با دلقک همی شطرنج باخت — مات کردش زود خشم شه بتاخت

بادشاہ نے مسخرے کے ساتھ شطرنج کی بازی لگائی — اُس نے اُس شاہ کو مات دی بادشاہ کا غصہ جلدی چڑھا

گفت شه شه وان شه کبر آورش — یک یک آن شطرنج میزد بر سرش

اس نے شہ شہ کہا اور وہ متکبر بادشاہ — شطرنج کا ایک ایک مہرہ اس کے سر پر مارتا تھا

---

۱ او چه۔ امیر نے غصہ سے کہا وہ زاہد خود کتا ہے اس کو امر بالمعروف سے کیا واسطہ وہ محض شہرت کا طالب ہے۔ جا کند۔ مرتبہ بنائے۔ کو۔ اس کا ہنر صرف ذکر گری کرنا ہے۔ فتنہ کاو۔ فتنہ برپا کرنے والا۔ کیر گاو۔ بیل کا عضو تناسل اس کا کوڑہ بنا لیا جاتا تھا۔ بے لت۔ گدھا لاتوں کے بغیر کب چلتا ہے۔

۲ میر۔ امیر غصہ میں پاگل ہو رہا تھا۔ دبوس۔ تازیانہ۔ زیر پشم۔ زاہد بھاگ کر اون کی رسی بٹنے والوں کی اون میں چھپ گیا اور وہاں میر کی تمام باتیں سنتا رہا۔ گفت۔ زاہد نے اپنے دل میں کہا کہ کسی کے منہ پر برائی کرنے کے لئے آئینہ کا سا چہرہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ مار کھا سکے، آئینہ لوہے سے بنتا تھا۔

۳ حکایت۔ اس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ مسخرے نے نمدوں میں لپٹ کر اپنا کر ڈالا تھا تاکہ چوٹ سے بچ سکے۔ دلقک۔ مسخرہ..... مات کردش۔ مسخرے نے اس کا کو ہرا دیا۔ گفت شہ شہ۔ جیتنے والے کی تنبیہ کے لئے لفظ شہ شہ کہہ دیا جاتا ہے۔ جی شطرنج۔ یعنی شطرنج کے مہرے۔

(۲۳)

کہ بگیر اینک شہت اے قلتباں — صبر کرد آں دلقک و گفت الاماں

کہ اے دیوث! لے یہ تیری شہ ہے — اس مسخرے نے صبر کیا اور پناہ چاہی

دستِ دیگر باختن فرمود میر — او چناں لرزاں کہ عور از زمہریر

امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا — وہ اِس طرح کانپا جیسے کہ ننگا جاڑے سے

باخت دستِ دیگر و شہ مات شد — وقتِ شہ شہ گفتن و میقات شد

اُس نے دوسری بازی کھیلی اور بادشاہ کو مات ہو گئی — شہ شہ کہنے کا وقت اور جگہ آ گئی

بر جہید آں دلقک و در کنج رفت — شش نمد بر خود فگند از بیم تفت

وہ مسخرا کودا اور گوشہ میں چلا گیا — فوراً خوف سے چھ نمدے اپنے اوپر ڈال لئے

زیرِ بالشہا و زیرِ شش نمد — خفت پنہاں تا ز زخمِ شہ رہد

تکیوں کے نیچے اور چھ نمدوں کے نیچے — چھپ کر لیٹ گیا تاکہ بادشاہ کی مار سے نجات پائے

گفت شہ ہے ہے چہ کردی چیست ایں — گفت شہ شہ شہ شہ اے شاہِ گزیں

بادشاہ نے کہا ہائیں ہائیں تو نے کیا کیا یہ کیا ہے؟ — بولا اے منتخب شاہ! شہ شہ شہ شہ

کے تواں حق گفت جز زیرِ لحاف — با چو تو خشم آورِ آتش سجاف

حق بات، لحاف کے نیچے کے علاوہ کب کہی جا سکتی ہے؟ — آپ جیسے غصیلے آگ کے استر والے کے سامنے

اے تو مات و من ز زخمِ شاہ مات — میزنم شہ شہ ز زیرِ رختہات

آپ ہارے اور میں شاہ کی مار سے ہارا — میں کپڑوں کے نیچے سے آپکو شہ شہ کہتا ہوں

آمدنِ امیر بدر خانۂ زاہد و بہ لگد کوفتنِ در

امیر کا زاہد کے دروازے پر آنا اور لاتوں سے دروازے کو پیٹنا

چوں محلہ پر شد از ہیہایِ میر — وز لگد بر در زدن وز دار و گیر

جب امیر کی ہا ہو سے محلہ بھر گیا — دروازے پر لاتیں مارنے سے اور پکڑ دھکڑ سے

خلق بیروں جست زود از چپ و راست — کاے مقدم وقتِ عفو است و رضاست

دائیں اور بائیں سے لوگ باہر نکل آئے — کہ اے پیشرو! معافی اور راضی ہو جانے کا وقت ہے

مغزِ او خشک است و عقلش ایں زماں — کمتر است از عقل و فہمِ کودکاں

اُس کا دماغ خشک ہو گیا ہے اور اب اُس کی عقل — بچوں کی عقل اور سمجھ سے کم تر ہے

زہد و پیری ضعف بر ضعف آمدہ — واندراں زہدش کشادے نا شدہ

زُہد اور بڑھاپا، کمزوری پر کمزوری آ گئی — اور اُس زُہد میں اُس کو بسط حاصل نہ ہوا

ل کہ بگیر۔ بادشاہ مسخرے کے سر پر شطرنج کے مہرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ لے یہ تیری شہ ہے۔ قلتبان۔ دیوث۔ دستِ دیگر۔ دوسری بازی۔ عور۔ ننگا۔ وقتِ شہ۔ اب مسخرے کے لئے شہ کہنے کا وقت آ گیا۔ بر جہید۔ مسخرہ بھاگ کر ایک گوشہ میں چھ نمدے اپنے اوپر ڈال کر لیٹ گیا۔

ک گفت شہ۔ بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیا حرکت ہے۔ گفت۔ مسخرے نے کہا شہ شہ کہنے کے لئے نمدوں میں چھپ گیا ہوں۔ کے تواں۔ غصہ ور آدمی سے حق بات لحافوں میں گھس کر ہی کہی جا سکتی ہے ورنہ زخم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

ک چوں محلہ۔ امیر کے شور و غوغا اور زاہد کے کواڑوں پر لاتیں مارنے سے محلہ کے آدمی جمع ہو گئے.... مقدم۔ پیشرو۔ مغزِ او۔ زاہد کا دماغ خشک ہو گیا ہے ایک تو بڑھاپا پھر زہد جس نے اسکو مزید کمزور کر دیا اور پھر اسپر کشادگی یعنی بسط کی کیفیت طاری نہیں ہوئی ہے۔

رنجِ[1] دیدہ گنج نادیدہ زیار — کارہا کردہ ندیدہ مُزدِ کار

اُس نے تکلیف برداشت کی، یار کا خزانہ نہ دیکھا — کام کئے، کام کی مزدوری نہ دیکھی

یا نبُود آں کارِ اُو را خود گہر — یا نیامد وقتِ پاداش از قدر

یا تو اُس کے کام میں خود جوہر نہ تھا — یا تقدیر (خداوندی) سے بدلے کا وقت نہیں آیا ہے

یا کہ بُود آں سعی چوں سعیِ جہود — یا جزا وابستۂ میقات بُود

یا اُس کی کوشش، یہود کی کوشش کی طرح تھی — یا بدلہ، وقتِ مقرر سے وابستہ تھا

مر وُرا درد و مصیبت ایں بس است — کاندریں وادیِ پُر خوں بیکس است

اُس کے لئے یہ درد اور مصیبت کافی ہے — کہ وہ اس خوفناک وادی میں بیکس ہے

چشمِ[2] پُر درد و نشستہ اُو بہ کنج — رُو تُرش کردہ فرو افگندہ لُنج

آنکھ درد سے پُر ہے اور وہ گوشہ نشین ہے — منہ بنائے ہوئے ہے، ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے

نے یکے کحّال کُو را غم خورد — نیش عقلے کو بہ کحلے پے برد

نہ کوئی آنکھوں کا معالج ہو کہ اُس کی فکر کرے — نہ اس کو عقل ہے، کہ وہ سرمہ کی تلاش کرے

اجتہادے میکند با وہم و ظن — کار در بُوک است تا نیکو شدن

وہم اور گمان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے — معاملہ ٹھیک ہونے تک، وہ وہم میں ہے

زاں رہش دور است تا دیدارِ دوست — کہ نماندش مغز سر از عشق پوست

اسی لئے دوست کے دیدار تک کا راستہ اسکے لئے دور ہے — کیونکہ چھلکے کے عشق سے اسکے سر میں گودا نہیں رہا

ساعتے[3] اُو با خدا اندر عتاب — کہ نصیبم رنج آمد زیں جناب

کسی وقت وہ خدا سے غصہ میں ہے — کہ اس درگاہ سے مجھے غم کا حصہ ملا ہے

ساعتے با بختِ خود اندر جدال — کہ ہمہ پرّاں و ما بریدہ بال

کسی وقت اپنے مقدر سے لڑائی میں ہے — کہ سب پرواز میں ہیں اور ہم بال کٹے ہیں

ہر کہ محبوس است اندر بُو و رنگ — گرچہ در زہد است باشد خوش تنگ

جو شخص بُو اور رنگ میں مقید ہے — اگرچہ وہ زہد میں ہے، بہت تنگ ہوگا

تا بروں نآید ازیں تنگیں مناخ — کے شود خُو ہیش خوش و صدرش فراخ

جب تک وہ اس تنگ پڑاؤ سے باہر نہ نکلے — اُس کی عادت بھلی اور اُس کا سینہ فراخ کب ہوگا؟

زاہداں را در خلا پیش از گشاد — تیغ و اُسترہ نشاید ہیچ داد

(اسی لئے)، زاہدوں کو بسط سے پہلے تنہائی میں — تلوار اور اُسترہ کبھی نہ دینا چاہیے

[1] رنج۔ زاہد نے تکلیفیں اُٹھائیں اور ابھی تک کچھ فیض نہ پایا ہے محنت کی ہے اور ابھی تک کوئی مزدوری نہیں ملی ہے۔ خود گہر یعنی اُس کی عبادت میں خلوص نہ تھا... یا نیامد۔ یا عبادت تو مقبول ہوئی ہے اور اجر کا وقت نہیں آیا ہے۔ سعیِ جہود۔ یہود کی عبادت بیکار ہے مر ورا۔ اُس زاہد کو تو اپنی ہی مصیبتیں کافی ہیں آپ اور کیوں مصیبت میں پڑا رہتے ہیں۔ وادیِ پُر خون راہِ عشق۔

[2] چشم۔ وہ مایوسی کی حالت میں گوشہ نشین ہے۔ لُنج ہونٹ۔ کحّال۔ معالجِ چشم۔ بوک۔ بُوَد کہ "ہو سکتا ہے کہ" یہ کسی معاملہ میں شک کی صورت میں کہا جاتا ہے۔ زاں رہ چونکہ ابھی اُس کا اپنی ہستی سے تعلق ہے اسی لئے شاہدہ کی منزل اُس سے دور ہے۔ ساعتے۔ وہ کسی وقت تو خدا سے بھی لڑنے لگتا ہے۔

[3] ساعتے کسی وقت خود اپنے آپ کو بُرا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ہر کہ جیسے خودی باقی ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو وہ تنگی میں رہتا ہے۔ تا بروں جب تک خودی کے تنگ راستے کو فنا نہ کریگا اسکو بسط کی کیفیت حاصل نہ ہوگی۔ زاہداں بسط کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے قبض کی حالت میں بسا اوقات سالک خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے لہٰذا اسکو تنہائی میں کبھی تلوار اور اُسترہ دینا چاہیے

کز ضجر[1] خود را بدراند شکم — غصۂ آں بے مرادیہا و غم

کیونکہ تنگدلی کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ پھاڑ دیگا — اُن ناکامیوں کے غصہ اور غم (سے)

بے مُرادی ہای ایں دنیا خوش ست — با مُرادی تند خوی و سرکش ست

اِس دنیا کی نامرادیاں بھلی ہیں — مراد مندی، بدمزاج اور سرکش ہے

انداختنِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہِ حرا از

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حرا پہاڑ پر

وحشت و دیر نمودنِ دیدار و نمودنِ جبرئیل علیہ السلام

سے گرا دینے کا ارادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو اُن پر ظاہر

خود را بوے کہ مینداز کہ ترا دولتہا و سعادتہا در پیش ست

کرنا کہ نہ گرایئے کیونکہ آپ کو دولتیں اور سعادتیں درپیش ہیں۔

مُصطفےٰ را ہجر[2] چوں بفراختے — خویش را از کوہ می انداختے

حضرت مُصطفےٰؐ پر جب فراق غلبہ پاتا — اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ کرتے

تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکُن — کہ ترا بس دولت ست از امرِ کُن

حتیٰ کہ اُن کو جبرئیل کہتے خبردار! یہ نہ کیجیے — کیونکہ امرِ کُن کی وجہ سے آپ کے لئے بہت دولتیں ہیں

مُصطفےٰ ساکن شدے ز انداختن — باز ہجراں آوریدے تاختن

حضرت مُصطفےٰؐ گرانے سے رُک جاتے — پھر فراق حملہ کرتا

باز خود را سرنگوں از کوہ اُو — میفگندے از غم و اندوہ اُو

پھر خود کو وہ پہاڑ سے اوندھا — غم اور رنج کی وجہ سے گرانے کا ارادہ کرتے

باز خود پیدا شدے آں جبرئیل — کہ مکُن ایں اے تو شاہے بے بدیل

پھر وہ جبرئیلؑ خود رونما ہوتے — کہ اے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجیے

ہمچنیں[3] می بُود تا کشفِ حجیب — تا بیابید آں گہر را او ز جیب

پردہ کھلنے تک یہی ہوتا رہتا — یہانتک کہ انھوں نے جیب میں سے وہ موتی پایا

بہرِ ہر محنت چو خود را می کُشند — اصلِ محنتہاست ایں چونش کَشند

جبکہ ہر مصیبت کی وجہ سے اپنے آپکو مار ڈالتے ہیں — یہ مصیبتوں کی جڑ ہے اُسکو کیسے برداشت کریں؟

از فدائی مردماں را حیرتیست — ہر یکے از ما فدائے سیرتیست

قربان ہونے پر لوگوں کو حیرت ہے — (حالانکہ) ہم میں سے ہر ایک ایک خصلت پر قربان ہے

[1] کز ضجر۔ قبض کی حالت میں اس قدر دل تنگ ہوتا ہے کہ اپنی نامرادی کے رنج میں سالک اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مُرادی۔ دنیا کی ناکامی انسان کے لئے بہتر ہے۔ بامراد بدمزاج اور سرکش ہو جاتا ہے۔ انداختن۔ آنحضورؐ سے جب وحی کا انقطاع ہوا تو قبض کی ایک کیفیت ہوئی آنحضورؐ نے کئی بار اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا حضرت جبرئیلؑ آکر تسلی دیتے تھے تب آپ کو سکون ہوتا تھا۔

[2] ہجر۔ یعنی قبض کی کیفیت جو مزید مشاہدہ نہ ہونے سے پیدا ہوئی تھی ورنہ ذاتِ اقدس کو ایک گونہ مشاہدہ ہر وقت حاصل تھا۔ امرِ کن یعنی اللہ کے حکم سے۔ بے بدیل بے نظیر۔

[3] ہمچنیں۔ آنحضورؐ پر جب تک مزید مشاہدہ کا پردہ نہ ہٹ جاتا اور گوہرِ مقصود جیب میں سے نہ پالیتے یہی کیفیت رہتی۔ بہرِ ہر محنت۔ انسان دنیا کی مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے قبض کی یہ کیفیت تو تمام مصائب کی جڑ ہے۔ از فدائی۔ انبیا اور بزرگ جو راہِ حق میں فدا ہوتے ہیں اس پر لوگوں کو تعجب آتا ہے حالانکہ ہر انسان اُس سیرت پر جان دیتا ہے جو اُس کی ہے۔

اے[1] خنک آنکو فدا کرد ست تن　　بہر آں کار ز فدایِ آں شُدن

وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے جسم کو قربان کر دیا　　اُس کام پر جو قربان ہوجانے کے لائق ہے

مردِ حق بارے فدایِ ایں فن ست　　کاندرو صد زندگی در کُشتن ست

بہر حال مردِ خدا اِس فن پر قربان ہے　　جس میں فنا ہوجانے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں

عاشق و معشوق و عشقش بر دوام　　در دو عالم بہرہ مند و نیکنام

عاشق اور معشوق اور اُس کا عشق ہمیشہ　　دونوں جہان میں نصیب ور اور نیکنام ہیں

در جہاں ہر کس فدایِ آں فنے ست　　کاندراں رہ صرفِ عمر و کُشتنے ست

دنیا میں ہر شخص اُس فن پر قربان ہے　　کہ اُس راہ میں عمر کا خرچ ہونا اور مرجانا ہے

کشتنی اندر غروبی یا شروق　　کہ نہ شائق ماند آنجا نے مشوق

غروبی یا شروق میں مرجانا (بجا ہے)　　کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے، نہ معشوق

یا کرامی اِرحَمُوا اَہْلَ الْھَوٰی[2]　　شَانُھُمْ وِرْدُ التَّوٰی بَعْدَ التَّوٰی

اے میرے مہربانو! اہلِ عشق پر رحم کرو　　انکی حالت ہلاکت کے بعد ہلاکت کے گھاٹ پر اترنا ہے

عفو کُن اے میر بر سختیِ او　　در نگر در درد و بد بختیِ او

اے امیر! اُس کی سختی کو معاف کردے　　اُس کے درد اور بدبختی پر نظر کر

تا ز جُرمت ہم خدا عفوے کُند　　زلّتت را مغفرت در آگند

تاکہ خدا تیری خطا بھی معاف کردے　　تیری لغزش کو معافی سے بھردے

تو[3] ز غفلت بس سبو بشکستہ　　بر امیدِ عفو دل در بستہ

تو نے غفلت سے بہت سی ٹھلیاں توڑی ہیں　　معافی کی اُمید سے دل وابستہ کیا ہے

عفو کُن تا عفو یابی در جزا　　می شگافد مو قدر اندر سزا

معاف کرتاکہ بدلے میں تو معافی حاصل کرے　　تقدیر (خداوندی) سزا میں موشگافی کرتی ہے

مُوشگافانِ قدر را ہوش دار　　قصّۂ ما را تو نیکو گوش دار

تقدیرِ (خداوندی) کے نکتہ چینوں کیلئے ہوش کر　　تو ہمارے قصّہ کو اچھی طرح سن لے

باز بشنو قصّۂ میراں دِگر　　تا بیابی زیں حکایت صد خبر

پھر دوسرے امیروں کا قصّہ سن لے　　تاکہ تجھے اِس قصّہ سے سینکڑوں خبریں حاصل ہوں

[1] اے خنک۔ راہِ حق میں فنا ہوجانا قابلِ مبارکباد ہے۔ یہ راہِ حق اِس کے سزاوار ہے کہ اُس پر قربان ہوجانا چاہیے۔۔۔ مردِ حق۔ اِس راستہ پر قربان ہونے سے سیکڑوں زندگیاں حاصل ہوتی ہیں۔ معشوق یعنی حق تعالےٰ۔ در جہاں۔ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی مشغلہ پر ایسا فریفتہ ہوتاہے جس میں عمر صرف کر دیتاہے اور اپنے آپ کو فنا کر دیتاہے سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے آپکو غروبی یعنی ہجر حق میں فنا کردے یا وصل میں فنا کر دے وصل میں فنا کردیگا تو نہ پھر عاشق باقی ہے نہ معشوق یعنی ذاتِ باری معشوق کی حیثیت سے باقی نہ رہیگی بجز ذاتِ حق باقی رہیگی۔ غروبی یعنی ہجر۔ شروق۔ یعنی حالتِ مشاہدہ۔

[2] اہل الہوی۔ محبت کرنے والے عاشق۔ شانہم۔ عاشق پر محویت طاری رہتی ہے اور وہ ہر آن فنا ہوتا رہتا ہے۔۔۔ عفو کن۔ محل والوں نے زاہد پر غضبناک امیر سے کہا۔ در نگر۔ وہ خود بدبختی میں مبتلا ہے تاکہ اور کیا سزا دیتا ہے۔ تا ز جرمت۔ حدیث شریف ہے اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

[3] تو ز غفلت۔ یعنی تو نے بھی غفلت سے بہت سے قصور کئے ہیں۔ می شگافد قدر فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ یعنی جو ایک ذرہ خیر کرے گا اُس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ شر کریگا اُس کو دیکھے گا۔ باز بشنو۔ دوسرے ظالم امیروں کے انجام کے قصّے سُن کر عبرت حاصل کرے۔

جواب گفتنِ امیر مر آں شفیعانِ زاہد را کہ گستاخی چرا کرد او

امیر کا اُن زاہد کے سفارشیوں کو جواب دینا کہ اُس نے گستاخی کیوں کی؟

سُبوی مارا چرا بشکست من دریں باب شفاعت قبول

اور ہماری ٹھلیا کیوں توڑی؟ میں اِس سلسلے میں سفارش قبول

نخواہم کرد کہ سوگند خوردہ ام کہ سزای او بدہم

نہ کروں گا کیوں کہ میں نے قسم کھائی ہے، کہ اُس کو سزا دوں گا

میر[1] گفت آں کیست تا سنگے زند — بر سُبوی ما سُبو را بشکند
امیر نے کہا وہ کون ہوتا ہے، کہ پتھر مارے — ہماری ٹھلیا پر، ٹھلیا کو پھوڑ دے؟

چوں گذر سازد ز کویم شیرِ نر — ترس ترساں بگذرد با صد حذر
جب میرے کوچہ سے نر شیر گذرتا ہے — سینکڑوں بچاؤ کے ساتھ ڈرتا ڈرتا گذرتا ہے

بلکہ بگذارد ز ہیبت پنجہ را — مور گردد پیشِ قہرم اژدہا
بلکہ خوف سے پنجہ کو چھوڑ بھاگتا ہے — اژدھا میرے غصّہ کے سامنے چیونٹی بنجاتا ہے

بندۂ مارا چرا آزرد دل — کرد ما را پیشِ مہماناں خجل
اُس نے ہمارے غلام کا دل کیوں دُکھایا؟ — اُس نے ہمیں مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا

شربتِ[2] کاں بہ ز خونِ او ست ریخت — ایں زماں ہمچوں زناں از ما گریخت
وہ شراب جو اُس کے خون سے بہتر تھی اُس نے بہادی — اب عورتوں کی طرح ہم سے بھاگ گیا

لیک جاں از دست من او کے برد — گرچہ ہمچوں مُرغ بر بالا پرد
لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں، بچاسکے گا؟ — اگرچہ پرندے کی طرح اوپر کو اُڑ جائے

تیرِ قہرِ خویش بر پرش زنم — پرّ و بالِ مُردہ ریگش بر کنم
میں اپنے قہر کا تیر اُس کے پروں پر ماروں گا — اُس کے ورثہ کے بال اور پر نوچ دوں گا

در شود چوں ماہی اندر آب در — از نہیبِ من شود زیر و زبر
اگر وہ مچھلی کی طرح پانی میں گھس جائے — میرے خوف سے تہ و بالا ہو جائے گا

جاں[3] نخواہد بُرد از شمشیرِ من — ور کند صد حیلہ و تدبیر و فن
وہ میری تلوار سے جان نہ بچاسکے گا — خواہ سینکڑوں حیلے اور تدبیر اور فن کرلے

گر رود در سنگِ سخت از کوششم — از دلِ سنگش کنوں بیروں کشم
اگر وہ میری کوشش سے بچ کر سخت پتھر میں گھس جائے گا — اُس کو پتھر کے اندر سے باہر نکال لوں گا

---

[1] میر گفت۔ سفارشیوں کے جواب میں امیر نے کہا کہ اُس زاہد کی کیسے ہمت ہوئی کہ میری شکل پھوڑی، میری گلی سے نر شیر بھی گذرتا ہے تو ڈرتا ہوا گذرتا ہے بلکہ خوف سے اپنے پنجے چھوڑ بھاگتا ہے، میرے سامنے اژدھا بھی چیونٹی بن جاتا ہے۔ بندہ۔ اس نے میرے غلام کو ستایا مجھے مہمان کے سامنے شرمندہ کیا۔

[2] شربت۔ ایسی قیمتی شراب بہادی جو اسکے خون سے بھی زیادہ قیمت کی تھی اور اب ڈر کر عورتوں کی طرح گھر میں گھس گیا۔ لیک۔ لیکن یہ میرے ہاتھ سے بچ سکیگا اگر یہ پرند بن کر اڑے گا تو بھی تیر چلا کر ہلاک کر دونگا۔ در شود۔ اگر مچھلی بن کر پانی میں گھسے گا میرا قہر وہاں بھی اس کو تہ و بالا کر دے گا۔

[3] جاں نخواہد۔ وہ خواہ کوئی تدبیر کرے مجھ سے جان نہ بچاسکے گا۔ گر رود۔ اگر وہ پتھر کے دل میں گھسے گا میں اس کو وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔

من برانم بر تنِ او ضربتے[1] — کہ بود مر دیگراں را عبرتے

میں اُس کے جسم پر ایسی ضرب لگاؤں گا — جو دوسروں کے لئے (باعث) عبرت ہوگی

کارِ او سالوس و زرق و حیلت ست — لیک مقصودش بیانِ شہرت ست

اُس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے — لیکن اُس کا مقصد شہرت ظاہر کرنا ہے

با ہمہ سالوس و با ما نیز ہم — دادِ او و صد چو او ایں دم دہم

سب کے ساتھ مکر اور ہمارے ساتھ بھی — میں اُس کا اور اُس جیسے سینکڑوں کا ابھی انصاف کروں گا

بر سرش چنداں زنم گرزِ گراں — کز تنش بیروں رود جان و رواں

بھاری گرز اُس کے سر پر اتنے ماروں گا — کہ اُس کے جسم سے روح اور جان باہر نکل پڑے

خشمِ خونخوارش شدہ بد سرکشے — از دہانش می بر آمد آتشے

اُس (امیر) کا خونخوار غصہ بے قابو ہو گیا تھا — اُس کے مُنھ سے آگ نکل رہی تھی

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن و لابہ کردنِ شفیعان و ہمسایگانِ آں زاہد

اُس زاہد کے پڑوسیوں اور سفارشیوں کا امیر کے ہاتھ پاؤں کو دوبارہ بوسہ دینا اور خوشامد کرنا

آں شفیعان[2] از دمِ ہیہائے او — چند بوسیدند دست و پائے او

اُن سفارشیوں نے اُس کے شور وغُل اور دعوے کی وجہ سے — اُس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے

کاے امیر از تو نشاید کیں کشی — گر بشد بادہ تو بے بادہ خوشی

کہ اے امیر بدلہ لینا آپ کے مناسب نہیں ہے — اگر شراب جاتی رہی تو آپ بغیر شراب کے اچھے ہیں

بادہ سرمایہ ز لطفِ تو برد — لطفِ آب از لطفِ تو حسرت خورد

شراب آپ کے سرور سے سرمایہ حاصل کرتی ہے — پانی کا لطف آپ کے لطف پر حسرت کرتا ہے

بادشاہی کن بہ بخشش اے رحیم — اے کریم ابن الکریم ابن الکریم

اے رحم کرنے والے! بادشاہی کر اُسکو بخش دے — اے داتا! داتا کے بیٹے، داتا کے پوتے

ہر شرابے[3] بندۂ ایں قد و خد — جملہ مستاں را بود بر تو حسد

ہر شراب اس قد اور رُخسار کی غلام ہے — تمام مستوں کو آپ پر حسد ہے

ہیچ محتاجِ مے گلگوں نہ — ترک کن گلگونہ تو گلگونہ

تو کسی گلابی شراب کا محتاج نہیں ہے — تو گُلگُوں کو چھوڑ، تو خود گُلگُوں ہے

[1] ضربتے۔ الخ۔ کہ بود۔ اُس کا پٹنا دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کریں گے اور اُن کو ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہوگی۔ کارِ او۔ اُس زاہد کا کام مکاری اور حیلہ بازی ہے اور یہ طریقہ اُس نے اپنی شہرت کا تلاش کیا ہے سب سے تو مکر کرتا تھا مجھ سے بھی اُس نے مکاری برتی اب اُس کو اور اُس جیسے سینکڑوں کو سزا دونگا۔ خشم۔ اُس امیر کو اس قدر غصہ آرہا تھا کہ اُس کے مُنھ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

[2] آں شفیعاں۔ سفارشیوں نے دوبارہ اُس امیر کے ہاتھ پاؤں خوب چومے۔ کیں کشی۔ بدلہ لینا۔ گر بشد۔ امیر سے کہا اگر آپ کی شراب ضائع ہو گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے، آپ بغیر شراب کے بھی خوب بھلے ہیں۔ بادہ۔ شراب تو آپ کے سرور سے فیضیاب ہے اور پانی کی پاکیزگی آپ کی پاکیزگی کے سامنے ہیچ ہے۔

[3] ہر شرابے۔ آپ کا قد اور رُخسار بغیر شراب کے حسین اور خوبصورت ہے اور آپ میں بغیر شراب کے وہ مستی ہر کہ مست اُس پر حسد کرتے ہیں۔ ہیچ۔ آپ کا رنگ خود گلگون ہے آپ کو گلگوں شراب کی اور گلگال کی کیا ضرورت ہے۔

اے رُخِ چوں زُہرہ ات شمسُ الضُحیٰ[۱]
تیرا زہرہ جیسا رُخ دن چڑھے کا سورج ہے

اے گدای رنگِ تو گلگونہا
گال تیرے رنگ کے بھکاری ہیں

بادہ کاندر خُم ہمی جوشد نہاں
چھپی ہوئی شراب جو مٹکے میں جوش مار رہی ہے

زاشتیاقِ رُوی تو جوشد چُناں
تیرے چہرے کے شوق میں اِس طرح جوش مار رہی ہے

اے ہمہ دریا چہ خواہی کرد نم
اے مجسّم دریا! تو شبنم کا کیا کرے گا؟

وے ہمہ ہستی چہ می جوئی عدم
اے مجسّم ہستی! تو عدم کا جویاں کیوں ہے؟

اے مہِ تاباں چہ خواہی گرد کرد
اے چمکدار چاند! تو گرد کا کیا کرے گا؟

اے کہ خور در پیشِ رُویت رُوی زرد
اے وہ کہ تیرے چہرے کے سامنے سورج کا چہرہ زرد ہے

تو خوشی و خوب و کانِ ہر خوشی
تو بھلا ہے اور خوبصورت اور تو ہر بھلائی کی کان ہے

تو چرا خود منّتِ بادہ کشی
تو کیوں شراب کا احسان لیتا ہے؟

تاجِ کرّمناست بر فرقِ سرت[۲]
تیرے سر پر "ہم نے مکرم بنایا" کا تاج ہے

طوقِ اَعطیناک آویزِ برت
ہم نے آپ کو دیا کا ہار تیرے سینے کا آویزہ ہے

جوہرست انسان و چرخ اُو را عرض
انسان جوہر ہے اور آسمان اُس کا عرض ہے

جملہ فرع و سایہ اند و اُو غرض
سب سایہ اور فرع ہیں اور وہ مقصود ہے

اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش
اے وہ کہ عقل اور تدبیریں اور ہوش تیرے غلام ہیں

چوں چنینی خویش را ارزاں فروش
تو اپنے آپ کو اِتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے!

خدمتت بر جملہ ہستی مفترض[۳]
تمام موجودات پر تیری خدمت فرض ہے

جوہرے چوں نُمرد خواہد از عرض
جوہر، عرض سے کیسے مزدوری چاہے گا؟

عِلم جوئی از کُتبہا اے فسوس
اے افسوس تو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہو

ذوق جوئی تو ز حلوای سبوس
تو بھوسی کے حلوے سے لطف حاصل کرتا ہے

بحرِ علمی در نمے پنہاں شدہ
تو قطرے میں چھپا ہوا علم کا سمندر ہے

در سہ گز تن عالمے حیراں شدہ
تین گز کے جسم میں، عالم حیران ہو گیا ہے

مے چہ باشد یا جماع و یا سماع
شراب، یا جماع، یا سماع کیا ہوتا ہے؟

تا بجوئی زو نشاط و انتفاع
کہ تو اُس سے نشاط اور نفع اندوزی چاہتا ہے

انسان کو علم کا ذوق حاصل کرنا چاہیئے۔ حلوای سبوس۔ یعنی گھٹیا چیز۔ بحرِ علمی۔ انسان علم کا سمندر ہے اس کو معمولی علوم میں منہمک نہ ہونا چاہیئے۔ نم۔ قطرہ۔ در سہ گز تن۔ صوفیا کے نزدیک انسان عالمِ اکبر ہے۔ مے چہ باشد۔ دنیا کی لذتیں فانی ہیں۔ اِنتفاع۔ نفع حاصل کرنا۔

---

[۱] اے۔ جبکہ آپ کا رُخ خود منور ہے اور گلگوں آپ کے رنگ کا محتاج ہے تو آپ کو شراب درکار ہے نہ گلگوں۔ بادہ۔ شراب میں جو جوش ہے وہ آپ کے چہرے کے شوق کی وجہ سے ہے۔ اے ہمہ۔ سمندر کو قطرے کی کیا ضرورت ہے۔ وے۔ آپ مجسّم وجود ہیں زاہد کو معدوم کر کے کیا کریں گے۔ تو خوشی۔ آپ خود مجسّم خوشی ہیں شراب سے خوشی حاصل کر کے کیا کریں گے۔

[۲] تاجِ کرّمنا۔ کائنات پر انسانی فضیلت کے بیان میں قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ "اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے" قرآن پاک میں ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ "بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے" اگرچہ یہ آنحضورؐ کی خصوصیت ہے لیکن یہ فضیلت آنحضورؐ کو انسانِ کامل ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بر۔ سینہ، بغل۔ جوہرست۔ انسان بمنزلہ جوہر کے ہے اور تمام کائنات بمنزلہ عرض کے ہے قرآن پاک میں ہے خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا "جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے"۔ چوں چنینی۔ جبکہ انسان کے یہ فضائل ہیں تو اُس کو اپنے آپ کو رائیگاں نہ کرنا چاہیئے۔

[۳] خدمتت۔ کائنات انسان کی خدمتگر ہے۔ نم۔

آفتاب[1] از ذرہ کے شُد وام خواہ
سورج، ذرّے سے قرض مانگنے والا کب بنا ہے؟

زُہرہ از خمرہ کے شُد کام خواہ
زُہرہ، انگیارے سے کب مقصد کا خواہاں ہوا ہے؟

جانِ بے کیفے شُدہ محبوسِ کیف
بے کیف جان، کیف میں مقید ہو گئی

آفتابے حبسِ عقدہ اینت حیف
سورج عقدہ میں پھنس گیا، یہ افسوس ہے

باز جوابِ گفتنِ امیر مر شفیعاں را

امیر کا سفارشیوں کو پھر جواب دینا

گفت نے نے من حریفِ آں مَیَم
اُس نے کہا نہیں نہیں، میں اُس شراب کا دوست ہوں

من بذوقِ ایں خوشی قانع نیَم
میں اِس خوشی کے ذوق پر قانع نہیں ہوں

وارہیدہ از ہمہ خوف و اُمید
میں سب خوفوں اور امیدوں سے نجات پائے ہوئے ہوں

کز ہمی گردم بہر سُو ہمچو بید
بید کی طرح ہر جانب کو جھومتا ہوں

من[2] چناں خواہم کہ ہمچوں یاسمیں
میں ایسا چاہتا ہوں، کہ یاسمین کی طرح

کز شوم گاہے چناں گاہے چنیں
جھوموں، کبھی یوں کبھی یوں

ہمچو شاخِ بید گرداں چپ و راست
بائیں اور دائیں جانب کو بید کی شاخ کی طرح جھومتا ہوں

کز زبادش گونہ گونہ رقصہاست
جس کے ہوا کی وجہ سے طرح طرح کے رقص ہیں

آنکہ خُو کردست باشادیِ مے
جس نے شرابِ معرفت کی خوشی کی عادت ڈال لی ہو

ایں خوشی را کے پسندد خواجہ کے
اِس خوشی کو کب پسند کرتا ہے؟ اے صاحب کب!

انبیاز اں زیں خوشی بیروں شدند
انبیاء اِس خوشی سے اِسی لئے علیحدہ ہو گئے

کہ سرشتہ در خوشیِ حق بُدند
کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی خوشی میں گندھے ہوئے تھے

زانکہ جانِ شاں آں[3] خوشی را دیدہ بُود
کیونکہ اُن کی جان نے اُس خوشی کو دیکھا ہے

ایں خوشیہا پیشِ شاں بازی نمود
یہ خوشیاں اُن کے لئے کھیل نظر آتی ہیں

ہر کرا نورِ حقیقی رُو نمود
جس کے لئے حقیقی نور نمودار ہو گیا ہو

کے شود قانع بتاریکی و دُود
وہ اندھیرے اور دھوئیں پر کب قناعت کرتا ہے؟

وانکہ در جوعِ اُو طعام اللہ خورد
اور جو شخص بھوک میں خدا کا کھانا کھائے

کے زنان و شوربا حسرت برد
وہ روٹی اور شوربے کی تمنا کب کرتا ہے؟

وانکہ باشد خفتہ اندر گلستاں
اور جو شخص گلستان میں سویا ہوا ہو

میلِ گلخن کے کُند چوں ابلہاں
وہ بیوقوفوں کی طرح بھٹی کی خواہش کب کرتا ہے؟

---

[1] آفتاب۔ انسانِ کامل آفتاب ہے اور کائنات ذرات ہے۔ زُہرہ۔ یہ ستارہ خود چمکدار ہے۔ جاں۔ روح مجرّد وہ کم اور کیف سے منزّہ ہے۔ عقدہ۔ وہ برج جس میں پہنچ کر سورج گہن میں آجاتا ہے۔ گفت۔ امیر نے کہا میں اُس شراب کا دوست نہیں ہوں بلکہ میں شرابِ معرفت کا دوست ہوں۔ بید۔ بید کا درخت پابند نہیں ہے ہر طرف کو جھومتا ہے۔

[2] من چناں۔ میں ہر طرح سے آزاد ہوں۔ آنکہ۔ جس کو معنوی شراب حاصل ہو گئی وہ اِس شراب سے مستی کیوں حاصل کریگا۔ انبیا۔ انبیاء کو معنوی شراب حاصل ہے اُن کی فطرت میں اللہ سے محبت کرنا ہے۔

[3] آں خوشی۔ اللہ کی خوشی۔ ایں خوشیہا۔ ظاہری خوشیاں۔ ہر کرا۔ حقیقی نور کے بالمقابل ہر چیز تاریک ہے۔ وانکہ۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُرْزَقُ بِہِ الصَّادِقِیْنَ "بھوک اللہ کا کھانا ہے جس کے ذریعہ سچوں کو رزق دیا جاتا ہے"۔ گلستاں۔ اللہ کی خوشی۔ گلخن۔ بھٹی یعنی ظاہری خوشی۔

چوں کند مستسقی[1] از آب اجتناب
استسقا کا مریض، پانی سے کیسے پرہیز کرے؟

چوں کند مخمور دوری از شراب
شرابی، شراب سے کیسے دور ہو؟

سیر نبوَد ہیچ عاشق از حبیب
عاشق، معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے

صبر نکند ہیچ رنجور از طبیب
کوئی بیمار، طبیب سے صبر نہیں کرتا ہے

بابتِ[2] زندہ کسے چوں گشت یار
جو شخص زندہ معشوق کا دوست ہو گیا ہو

مُردہ را چوں در کشد اندر کنار
وہ مُردے سے بغل گیر کب ہوگا؟

مُردہ را کس در کنار آرد مگر
ہاں، مُردے کو وہ بغل میں لے گا

کو ندارد در جہاں از دل خبر
جس کو دنیا میں دل کا پتہ نہ چلے

تفسیر ایں آیہ کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

اس آیت کی تفسیر کہ "اور بیشک آخرت کا گھر ہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے"

کہ در و دیوار و عرصہ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت
کیونکہ اُس عالم کے در اور دیوار اور زمین اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت

ہمہ زندہ اند و سخن گو و سخن شنو جہت آں فرمودہ مصطفیٰ
سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے، اسی لئے حضرت مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کہ الدُّنْيَا جِيفَةٌ[3] وَطَالِبُهَا كِلَابٌ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مُردار ہے اور اُس کے طلبگار کُتّے ہیں

اگر آخرت را حیات نبودے آخرت ہم جیفہ بودے جیفہ
اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مُردار ہوتی، مُردار کو

را از برائے مُردگیش جیفہ گویند نہ برائے بوی زشت
اس کے مُردہ ہونے کی وجہ سے مُردار کہتے ہیں، نہ کہ بدبو کی وجہ سے

آں جہاں چوں ذرّہ ذرّہ زندہ اند
جبکہ اُس جہان کا ذرّہ ذرّہ زندہ ہے

نکتہ دانند و سخن گوینده اند
وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنے والے ہیں

در جہانِ مُردہ شاں آرام نیست
مُردہ جہاں میں اُن کو راحت نہیں ہے

کایں علف جز لائقِ انعام نیست
کیونکہ یہ چارہ چوپاؤں ہی کے لائق ہے

ہر کرا گلشن بُود بزم و وطن
جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو

کے خورد او بادہ اندر گولخن
وہ بھٹی میں شراب کب پیئے گا؟

---

[1] چوں کند جس طرح استسقاء کا مریض پانی سے سیر نہیں ہوتا اور شرابی شراب سے کنارہ کش نہیں ہوتا یہی حال نورِ حقیقی کے عاشق کا ہے۔

[2] بابتِ زندہ یعنی عالمِ آخرت کا عاشق۔ مُردہ یعنی یہ دنیا۔ کنار۔ بغل۔ تفسیر۔ اس آیت میں عالمِ آخرت کی زندگی اور دنیا کی مُردگی بتائی ہے۔

[3] جیفہ۔ مُردار۔ خاں۔ یعنی اہلِ آخرت۔ علف جیوانات چارہ۔ انعام۔ چوپائے۔ گولخن۔ بھٹی۔

جاىِ رُوحِ پاک علیّیں [1] بُوَد — جاىِ رُوحِ ہر نجس سجّیں بُوَد
پاک روح کا مقام علیّین ہے — ہر ناپاک روح کا مقام سجّین ہے

جاىِ بُلبل گُلبن و نسریں بُوَد — کِرم باشد کِش وطن سرگیں بُوَد
بلبل کا مقام، بوٹا اور نسرین ہے — کیڑا ہوتا ہے، جس کا وطن گوبر ہوتا ہے

بہرِ مخمورِ خدا جامِ طہور — بہرِ ایں مُرغانِ کور ایں آبِ شور
خدا کے مست کے لئے (شراب) طہور کا جام ہے — اِن اندھے پرندوں کے لئے کھاری پانی ہے

ہر کرا عدلِ عمرؓ ننمود دست — پیشِ اُو حجّاجِ خونی عادل ست
جس کے لئے عمرؓ کا انصاف نمودار نہ ہوا — اُس کے لئے خونی حجّاج منصف ہے

دختراں را لُعبتِ مُردہ دہند — کہ ز لعبِ زندگاں بے آگہند
لڑکیوں کو مُردہ گڑیاں دیتے ہیں — کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں

چوں ندارند از فُتوّت زورِ دست — کودکاں را تیغِ چوبیں بہتر ست
جبکہ جوانی کی قوت بازو نہیں رکھتے ہیں — بچوں کے لئے لکڑی کی تلوار بہتر ہے

کافراں قانع بہ نقشِ انبیا — کہ نگاریدہ ست اندر دیرہا
کافر انبیاء کی تصویروں پر قانع ہیں — جو کہ انھوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں

واں جہاں [2] مارا چو روزِ روشنے ست — ہیچ ماں پرواىِ نقش و سایہ نیست
وہ جہان ہمارے لئے روشن دن کی طرح ہے — ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے

واں یکے نقشش نشستہ در جہاں — واں دگر نقشش چو مہ بر آسماں
اُن کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے — اور اُن کا دوسرا نقش چاند کی طرح آسمان پر ہے

ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس — واں دگر با حق بگفتار و انیس
اُن کا یہ منہ، ہم نشین سے نکتے کہتا ہے — اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کا ہم کلام اور دوست ہے

گوشِ [3] ظاہر ضبطِ ایں افسانہ کُن — گوشِ جانش جاذبِ اسرارِ کُن
ظاہری کان اِس افسانے کو سننے والا ہے — اُن کی جان کا کان کُن کے رازوں کو جذب کرنے والا ہے

چشمِ ظاہر ضابطِ حلیہ بشر — چشمِ سر حیرانِ مازاغ البصر
ظاہری آنکھ انسان کے حلیے کو محفوظ رکھنے والی ہے — باطنی آنکھ "مازاغ البصر" میں حیران ہے

دستِ ظاہر میکند داد و ستد — دستِ باطن بر درِ فردِ صمد
ظاہری ہاتھ لین دین کرتا رہتا ہے — باطنی ہاتھ، یکتا بے نیاز کے در پر ہے

[1] علیّین۔ جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔ سجّین۔ جہنم کا بُرا مقام ہے۔ کِرم۔ کیڑا۔ سرگین۔ گوبر۔ بہر۔ جو خاصانِ خدا ہیں وہ شرابِ طہور پیتے ہیں۔ مُرغانِ کور۔ دنیا دار۔ حجّاج۔ یعنی یوسف ثقفی کا بیٹا۔ لُعبت۔ کھلونا گڑیا۔ لعبِ زندگاں۔ یعنی شادی بیاہ۔ فُتوّت۔ جوانی۔ نقش۔ یعنی بُت، تصویر۔

[2] واں جہاں۔ چونکہ ہمارے لئے عالمِ آخرت روزِ روشن کی طرح ہے لہٰذا ہمیں تصاویر کی کوئی پروا نہیں ہے۔ نقش و سایہ۔ تصویر نقوش سے اور عکس سے بنتی ہے۔ یکے نقشش۔ انبیا کا ایک نقش دنیا میں ہوتا ہے اور ایک نقش عالمِ بالا پر ہوتا ہے۔ ایں دہاں۔ ظاہری نقش کے اعضا دنیا کے کاموں میں ہوتے ہیں اور دوسرے اعضا حضرتِ حق کے ساتھ معروف رہتے ہیں۔

[3] گوشِ ظاہر۔ ظاہری کان انسانوں کی باتیں سنتا ہے باطنی کان اللہ تعالیٰ کے اسرار سنتا ہے۔ چشمِ ظاہر۔ ظاہری آنکھوں سے انسانوں کے حلیے دیکھتے ہیں۔ مازاغ البصر حضورؐ کے بارے میں ہے کہ آپ کی آنکھ نے نہ کجی برتی اور نہ سرکشی کی بلکہ صحیح دیکھا یعنی اولیاء شاہدِ حق میں حیران رہتے ہیں۔

پایِ ظاہر در صفِ مسجد صوافؔ | **پایِ معنیٰ فوقِ گردوں در طواف**

ظاہری پاؤں مسجد کی صف میں صف باندھنے والوں میں ہے | باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے

جزو جزوش را تو بشمر ہمچنیں | **ایں دُرونِ وقت و آں بیرونِ حیں**

تو اُس کے جزو جزو کو اسی طرح گن لے | یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے

اینکہ در وقتست باشد تا اجل | **واں دگر یارِ ابد قرنِ ازل**

یہ جو وقت میں ہے موت تک ہے | اور وہ دوسرا ابد کا یار، ازل کا ساتھی ہے

ہستؔ یک نامش ولیُّ الدولتین | **واں دگر نامش امامُ القبلتین**

اُس کا ایک نام "دونوں دولتوں کا والی" ہے | اور اُس کا دوسرا نام "دونوں قبلوں کا امام" ہے

خلوت و چلّہ برو لازم نماند | **ہیچ غیمے مر ورا غائم نماند**

تنہائی اور چلّہ کشی، اُس کے لئے ضروری نہ رہی | کوئی ابر اُس پر چھانے والا نہ رہا

قرصِ خورشید ست خلوت خانہ اش | **کے حجاب آرد شبِ بیگانہ اش**

اُس کا تنہائی کا گھر، سورج کی ٹکیہ ہے | اجنبی رات اُس کے لئے کب پردہ ڈال سکتی ہے؟

علّتؔ و پرہیز شُد بحران نماند | **کفرِ اُو ایماں شُد و کفراں نماند**

بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا، بحران نہ رہا | اُس کا کفر ایمان بن گیا ناشکری نہ رہی

چوں الف از استقامت شُد بہ پیش | **اُو ندارد ہیچ از اوصافِ خویش**

الف کی طرح راستی سے وہ پیشی میں پہنچ گیا | اُس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا

گشت فرد از کسوتِ خوہائے خویش | **شُد برہنہ جاں بجاں افزای خویش**

وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا | ننگی جان کیساتھ اپنی جان بڑھانیوالے کیجانب روانہ ہو گیا

چوں برہنہ رفت پیشِ شاہِ فرد | **شاہ اش از اوصافِ قدسی جامہ کرد**

جب یکتا شاہ کے پاس، وہ ننگا پہنچا | شاہ نے اُس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا

خلعتے پوشید از اوصافِ شاہ | **بر پرید از چاہ تا ایوانِ جاہ**

اُس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا | کنوئیں سے مرتبہ کے محل پر اُڑ کر چلا گیا

اینچنیں باشد چو دردے صاف گشت | **از بُنِ طشت آمد اُو بالائے طشت**

یہی ہوتا ہے جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے | طشت کی تلی سے طشت کے اوپر آجاتی ہے

لہ صواف ۔ صف بندی کرنیوالے ۔ آیں ۔ یعنی جسم ظاہری زمان و مکان کا پابند ہے ۔ واں ۔ یعنی جسم علوی زمان اور مکان سے پاک ہے ۔ اینکہ ۔ یعنی جسم عنصری ۔ اجل ۔ موت ۔ قرن ۔ قرین ساتھی یعنی جسم علوی اَبدی اور ازلی ہے

لہ ہست ۔ جس طرح اُس کے دو جسم ہیں اسی طرح نام بھی دو ہیں ۔ وَلیُّ الدولتین ۔ دنیا اور آخرت کے سلطنت کا والی ۔ امامُ القبلتین ۔ یعنی بیت اللہ اور بیت المقدس کا امام ۔ خلوت ۔ اب اُس کو نہ تنہائی کی ضرورت ہے نہ چلّہ کشی کی وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے رات اُس کے لئے حجاب نہیں بن سکتی ۔ شبِ بیگانہ ۔ یعنی اُس کے لئے ہر وقت دن ہے رات کی تاریکی اُس کے لئے حجاب نہیں ہے ۔

لہ علّت ۔ یعنی نہ اُس میں مرض ہے نہ پرہیز کی ضرورت ہے ۔ بحران ۔ مرض کی شدت ۔ پیشی ۔ درگاہ اُلوہیت ۔ گشت ۔ وہ اپنے اوصافِ بشری سے برہنہ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں پہنچا تو حضرت حق تعالیٰ نے اپنے اوصاف کا جامہ اُس کو پہنا دیا ۔ اب وہ خدائی اخلاق والا ہے ۔ خلعتے ۔ اب چونکہ وہ اوصافِ خداوندی سے متصف ہے لہٰذا اُس کے مراتب بہت بلند ہو گئے ۔ اینچنیں ۔ جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے طشت کے بالائی حصہ میں آجاتی ہے ۔

درِ بُنِ طشت ار چہ بود او دردناک[1] — شومیِ آمیزشِ اجزای خاک

طشت کی تہ میں وہ دردمند کیوں تھی؟ — خاک کے اجزاء کی آمیزش کی بدبختی (کی وجہ) ہے

یارِ ناخوش پرّ و بالش بستہ بود — ورنہ او در اصل بس برجستہ بود

بُرے دوست نے اس کے پر و بال باندھ دیئے تو — ورنہ وہ اصل میں بہت تیز تھی

چوں عتابِ اِہبِطُوا انگیختند — ہمچو ہاروتش نگوں آویختند

جب اُنھوں نے "نیچے اُترو" کا عتاب برپا کیا — اُس کو ہاروت کی طرح اُلٹا لٹکا دیا

بود ہاروت از ملائک پیگماں[2] — از عتابے شد معلق ہمچناں

ہاروت یقیناً فرشتوں میں سے تھا — وہ عتاب کی وجہ سے اس طرح لٹکا دیا گیا

سرنگوں زاں شد کہ از سر دور ماند — خویش را سر ساخت تنہا پیش راند

وہ اوندھا اس لئے ہوا کیونکہ وہ اصل سے دُور ہوگیا — اس نے اپنے آپ کو سر بنایا، تنہا آگے چلدیا

آں سبد خود را چو پُر از آب دید — کرد استغنا و از دریا برید

ٹوکری نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا — اس نے بے نیازی برتی اور دریا سے جُدا ہوگئی

در جگر چوں قطرہ آبش نماند — بحرِ رحمت کرد او را باز خواند

جب اس کے جگر میں پانی کا ایک قطرہ نہ رہا — سمندر نے رحم کیا، اُس کو واپس بُلایا

رحمتِ بے عِلّتے بے خدمتے — آید از دریا مبارک ساعتے

بغیر سبب، بغیر تکلیف کے رحمت — دریا سے مبارک وقت میں آتی ہے

اللہ اللہ گردِ دریا باز گرد[3] — گرچہ باشند اہلِ دریا بار زرد

خدا کے لئے، دریا کی جانب واپس ہو — اگرچہ دریا والے زرد ہوں

تا کہ آید لطفِ بخشایش گری — سُرخ گردد رُوی زرد از گوہری

حتیٰ کہ بخشش کی مہربانی آ پہنچے — جوہر پن سے زرد چہرہ سرخ ہوجائے

زردیِ رُو بہترین رنگہاست — زانکہ اندر انتظارِ آں لقاست

چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے — کیونکہ وہ اس ملاقات کے انتظار میں ہے

لیک سُرخی بر رُخے کاں لامعست — بہرِ آں آمد کہ جانش قانعست

لیکن اس چہرے پر سرخی جو چمکدار ہے — اس لئے آتی ہے کہ اس کی جان قانع ہے

---

۱ در بُنِ۔ طشت کی تہ میں اس وقت تک ہے جب تک کہ اس میں خاک کی آمیزش ہے۔ روح جب جسمانی عوارض سے پاک ہوجاتی ہے عالمِ بالا میں پہنچ جاتی ہے۔ یارِ ناخوش۔ جسمانی علائق نے اس روح کو روک رکھا تھا ورنہ وہ پرواز میں چالاک ہے۔ چوں عتاب۔ حضرت آدم کو نیچے اُترنے کا حکم گندم کھا لینے کی وجہ سے ہوا اسی لئے روح کو جسم کے کنوئیں میں آویزاں کر دیا گیا۔

۲ بود ہاروت۔ ہاروت ملائکہ میں سے تھا اللہ تعالےٰ کی ناراضی کی وجہ سے وہ کنوئیں میں لٹکا دیا گیا۔ سرنگوں۔ وہ اس لئے سرنگوں ہوا کہ اس نے سرکشی کی اور اصل سے دور ہوا۔ آں سبد۔ ٹوکری جو دریا میں سے اپنے پانی پر گھمنڈ کرکے دریا سے دور ہوئی تو پانی سے خالی ہوگئی اس پر سمندر نے رحم کیا اور اس کو دوبارہ بُلا لیا۔ روح کو جب ذلتِ افتقار بدرجۂ اتم محسوس ہوئی اور خنایۂ کبر ختم ہوا تو بغیر سبب اور بغیر محنت کے دریائے وحدت کی رحمت آ پہنچی اور اس کو واپس بُلا لیا۔

۳ اللہ اللہ۔ انسان کو قربِ الٰہی کی جستجو کرنی چاہیئے۔ اہلِ دریا یعنی اہل اللہ۔ بار۔ کثرت کے لئے ہے جس طرح زنگبار، رودبار۔ سُرخ۔ وہ چہرہ جو غم واندوہ سے زرد ہے اس میں جوہر پیدا ہوجائے گا اور وہ سرخرو ہوجائے گا۔ زردی۔ اہل اللہ کا چہرہ زرد، اللہ کی ملاقات کے انتظار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیک سرخی۔ جو ایک مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے اس کا چہرہ سرخ رہتا ہے۔

کہ[1] طمع لاغر کند زرد و ذلیل
کیونکہ لالچ کمزور، زرد اور ذلیل کرتا ہے

نے ز درد و علت آید آں علیل
وہ درد اور بیماری کا مریض نہیں ہوتا ہے

چوں بہ بیند روی زردِ بے سقم
جب بغیر بیماری کا زرد چہرہ دیکھتی ہے

خیرہ گردد عقلِ جالینوس ہم
جالینوس کی عقل بھی حیران ہو جاتی ہے

چوں طمع بستی تو در انوارِ ہُو
جب تو نے اللہ تعالیٰ کے انوار سے طمع وابستہ کر دی

مصطفےٰ گوید کہ ذلت نفسہٗ
مصطفےٰ فرماتے ہیں کہ اس کا نفس ذلیل ہو گیا

نورِ بے سایہ لطیف و عالیست
بے سایہ نور، پاکیزہ اور بلند ہے

آں مشبک سایۂ غربالیست
جالیدار سایہ، چھلنی والا ہے

عاشقاں[2] عریاں ہمی خواہند تن
عاشق ننگے بدن کے خواہاں ہیں

پیشِ عنیناں چہ جامہ چہ بدن
نامردوں کے لئے کیا کپڑا، کیا بدن؟

روزہ داراں را بود آں نان و خواں
وہ روٹی اور خوان، روزہ دار کے لئے ہے

خرمگس را چہ ابا چہ دیگ داں
بڑی مکھی کے لئے کیا شوربا، کیا چولہا؟

دیگر بار استدعای شاہ از ایاز کہ تاویلِ کارِ خود بگو و مشکلِ منکراں
شاہ کا ایاز سے دوبارہ کہنا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور منکروں اور

وطاعناں را حل کن کہ ایشاں را در التباس ہا کردن مروت نیست
معترضوں کی مشکل کو حل کر دے، کیونکہ ان کو شبہ میں مبتلا چھوڑ دینا مروت نہیں ہے

ایں سخن از حد و اندازست بیش
یہ بات حد اور اندازہ سے زیادہ ہے

اے ایاز اکنوں بگو احوالِ خویش
اے ایاز! اب تو اپنے احوال بتا

ہیں بگو احوال[3] خود را اے ایاز
ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا

گرچہ نقشِ حکایت شد دراز
اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہو گیا ہے

ہست احوالِ تو از کانِ نوی
تیرے احوال، نئی کان کے ہیں

تو بدیں احوال کے راضی شوی
تو ان احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟

ہیں حکایت کن از اں احوالِ خوش
ہاں اپنے اچھے احوال بیان کر

خاک بر احوالِ درسِ پنج و شش
پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے

---

[3] احوال۔ وہ کیفیات جو سالک پر طاری ہوتی ہیں۔ کانِ نوی۔ تیرے اوپر نئے نئے احوال طاری ہوتے ہیں۔ بدیں احوال۔ یعنی جو کیفیات سے حاصل ہو چکی ہیں۔ ہیں۔ اپنی اچھی کیفیات کی بات سنا، شش جہات اور پنج حواس کی باتوں پر خاک ڈال۔

[1] کہ طمع۔ جو مزید درجات کے لالچ میں رہتے ہیں وہ لاغر اور زرد رُو رہتے ہیں۔ نے ز درد۔ اہل اللہ کے چہرے کی زردی، درد اور بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے۔ چوں بہ بیند۔ اہل اللہ کے چہروں کی زردی جبکہ کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہے تو اطبائے ظاہری اس سے حیران ہوتے ہیں۔ چوں طمع۔ جب سالک اللہ تعالیٰ کے انوار سے اپنی طمع وابستہ کر دیتا ہے تو اُسکے نفس کو ذلت حاصل ہوتی ہے۔ نورِ بے سایہ۔ جب بشری صفات بالکل فنا ہو جاتی ہیں تو سالک کو نور بے سایہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر صفاتِ بشری کچھ باقی رہتی ہیں تو نورِ بے سایہ حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایسا نور حاصل ہوتا ہے جیسے کہ چھلنی میں سے گذر کر نور آئے اس میں کچھ نور ہوگا کچھ سایہ ہوگا۔
[2] عاشقاں۔ جو عاشق ہیں وہ بالکل بشری صفات سے عاری ہونا چاہتے ہیں نامرد کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ روزہ دار جو مجاہدے کرتے ہیں وہ بشری صفات سے خالی ہو جاتے ہیں تو یہ خوانِ نعمت اُن روزہ داروں کیلئے ہے دنیادار جو بڑی مکھی جیسے ہیں انکے لئے شوربا اور چولہا یکساں ہے وہ انہی کو چاٹتے ہیں۔ تاویل۔ مصداق۔ ایں سخن۔ یعنی محبوب کی باتیں۔

حالِ باطن گر نمی آید بگفت — حالِ ظاہر گویمت در طاق و جُفت

باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آسکتا — میں تجھ سے طاق اور جفت میں ظاہر کا حال بیان کرتا ہوں

کہ ز لطفِ یار تلخیہای مات — گشت بر جاں خوشتر از قند و نبات

کیونکہ شکست کی تلخیاں یار کی مہربانی ہے — جان کیلئے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہوگئی ہیں

زاں نبات ار گرد در دریا رود — تلخیِ دریا ہمہ شیریں شود

اگر اُس شکر کی گرد بھی سمندر میں پہنچ جائے — سمندر کا کھارا پن سب میٹھا ہو جائے

صد ہزار احوالِ عالم ایں چنیں — باز سوئے غیب رفتند اے امیں

اسی طرح، عالم کے لاکھوں احوال — اے امانتدار! پھر غیب کی جانب چلے گئے

حالِ ہر روزے بہ دی مانند نے — ہمچو جُو اندر روش کش بند نے

ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے — جیسے کہ جاری ہونے میں وہ نہر جس کو کوئی بند نہیں ہے

شادیِ ہر روز از نوعِ دگر — فکرتِ ہر روز را دیگر اثر

ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے — ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

تمثیلِ تنِ آدمی بمہمانخانہ و اندیشہائے مختلف ہمچوں مہماناں و عارفِ صابر دراں اندیشہا چوں مردِ مہمان دوست غریب نوازِ از خلیل وار

آدمی کے جسم کی مثال مہمان خانہ سے ہے اور مختلف فکریں مہمانوں کی طرح ہیں اور عارف، صابر اُن فکروں کے معاملہ میں مہمان دوست غریب نواز ابراہیم خلیل اللہ کیطرح ہے

ہست مہمان خانہ ایں تن اے جواں — ہر صباحے ضیفِ نو آید دواں

اے جوان! یہ جسم مہمان خانہ ہے — ہر صبح کو نیا مہمان دوڑتا آتا ہے

نے غلط گفتم کہ آید دمبدم — ضیفِ تازہ فکرتِ شادی و غم

نہیں میں نے غلط کہا، لمحہ بہ لمحہ آتا ہے — خوشی اور رنج کے فکر کا نیا مہمان

میزبانِ تازہ رُو شو اے خلیل — در مبند و منتظر شو در سبیل

اے خلیل! کھلی پیشانی والا میزبان بن — دروازہ بند نہ کر اور راستہ میں منتظر رہ

ہر چہ آید از جہانِ غیب وش — در دلت ضیفست او را دار خوش

غیب جیسے جہان سے جو آئے — وہ تیرے دل میں مہمان ہے اسکو خوش رکھ

---

۱ حالِ باطن۔ ایاز نے کہا اگر باطنی احوال ناقابل بیان ہیں تو ظاہری احوال خاص اور تشبیہات کیساتھ سنائے دیتا ہوں۔ طاق۔ یعنی خاص حال۔ جفت۔ یعنی تشبیہات کے ساتھ حال سنانا۔ کہ ز لطف۔ اگر یار کی مہربانی ہو تو امتحان کی تلخیاں خوشگوار ہو جاتی ہیں۔ زاں۔ اُن تلخیوں کا اسقدر شیریں ہوتی ہے کہ اگر اُسکا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کا کھارا پن ختم ہو جائے۔ صد ہزاراں۔ احوال کا بقا نہیں ہے وہ طاری ہوتے ہیں اور پھر عالم غیب کیطرف چلے جاتے ہیں۔

۲ حال۔ ہر روز کا حال کل کو معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا حال آجاتا ہے جیطرح نہر کا پانی گذرتا رہتا ہے اور اُس کی جگہ نیا پانی لیتا رہتا ہے۔ شادی۔ ہر روز ایک نئی خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر روز کے فکر کا نیا اثر ہوتا ہے۔ تمثیل۔ جو عارف صابر ہیں وہ اپنے احوال کو اسی طرح نوازتے ہیں جس طرح کوئی مسافر مہمان کو نوازتا ہے۔

۳ ہر صباحے۔ جب انسان صبح کو سو کر اٹھتا ہے تو اُس کے ذہن میں ایک نیا خیال آتا ہے۔ نے غلط۔ میں نے یہ غلط کہا کہ صبح کو خیال مہمان بنکر آتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ صبح ہی کو نہیں بلکہ ہر وقت خوشی اور غم کا خیال انسان کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مہمان نوازی مشہور ہے۔ ترجمہ۔ جو خیال بھی دل میں آئے اُس کو مہمان تصور کرکے اس کی خاطر تواضع کرنی چاہیئے۔

ہین مگو کیں ماند اندر گردنم — کو ہم اکنوں باز پرّد در عدم

خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گلے کا ہار بن گیا — کیونکہ وہ بھی اب عدم کی جانب پرواز کر جائیگا

حکایتِ آں مہمان وزنِ خداوند خانہ کہ آہ باراں گرفت

مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ ہائے بارش جم گئی

ومہمان در گردنِ ما ماند

اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

آں یکے را بیگہاں آمد قنق — ساخت اُورا ہمچو طوق اندر عنق

ایک (میزبان) کے یہاں بے وقت مہمان آگیا — اُس نے اسکو گلے کے طوق کی طرح بنا لیا

خواں کشید اُورا کرامتہا نمود — آں شب اندر کویِ ایشاں سُور بود

اُسکے لئے دسترخوان بچھایا، تواضع کی — اُس رات میں اُن کی گلی میں شادی تھی

مرد زن را گفت پنہانی سخن — کامشب اے خاتون دو جامہ خواب کن

شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا — اے خاتون! آج رات کو دو بستر بچھانا

بسترِ ما را بگستر سویِ در — بہرِ مہماں گستراں سویِ دگر

ہمارا بستر، دروازے کی جانب بچھا — مہمان کے لئے دوسری جانب بچھا

گفت زن خدمت کنم شادی کنم — سمع وطاعت اے دو چشمِ روشنم

بیوی نے کہا خدمت بجالاؤنگی، خوش ہونگی — اے میری دو روشن آنکھیں! سنا اور مانا

ہر دو بستر گسترید و رفت زن — سُوی خانۂ سُور کرد آنجا وطن

بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی — شادی کے گھر کی جانب وہاں ٹھہر گئی

ماند مہمانِ عزیز و شوہرش — نُقل بنہادند از خشک و ترش

مہمانِ عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے — خشک اور کھٹا چبینا انھوں نے (سامنے) رکھا

در سمر گفتند ہر دو منتجب — سرگذشت نیک و بد تا نیم شب

دونوں شریفوں نے کہانی میں ذکر کیا — آدھی رات تک، نیک اور بد کا قصہ

بعد ازاں مہماں ز خواب و از سمر — شد در آں بستر کہ بُد آں سویِ در

اسکے بعد نیند اور کہانی کی وجہ سے مہمان — اُس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا

شوہر از خجلت بدو چیزے نگفت — کہ ترا ایں سوست اے جاں جایِ خفت

شوہر نے شرمندگی کی وجہ سے اُس سے کچھ نہ کہا — کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اس جانب ہے

---

[1] ہین۔ کسی مہمان خیال کو یہ نہ کہہ کہ یہ میری گردن کا ہار بن گیا۔ حکایت۔ بیوی نے مہمان کو گلے کا ہار بچھا۔ خداوند خانہ۔ گھر والا۔ بیگہان۔ بے وقت۔ قنق۔ مہمان۔ عنق۔ گردن۔ سُور۔ شادی بیاہ۔

[2] مرد۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ آج چونکہ مہمان بھی ہے دو بستر بچھانا۔ جامہ خواب۔ سونے کا بستر۔ بسترِ ما۔ میرا بستر دروازے کے قریب بچھانا اور مہمان کا بستر اندر کو بچھانا۔ سمع وطاعت۔ سُننا اور کرنا۔

[3] خانۂ سُور۔ شادی والا گھر۔ نُقل۔ چبینا۔ سمر۔ رات کی کہانی۔ منتجب۔ میزبان اور مہمان دونوں برگزیدہ شخص تھے۔ بعد ازاں۔ کھانے اور کہانیوں کے بعد مہمان میزبان کے بستر پر لیٹ گیا۔ شوہر نے مہمان سے یہ نہ کہا کہ آپ کے سونے کے لئے دوسرا بستر ہے۔

کہ برای خوابِ تو اے بُوالکرم[۱] — بسترآں سوی دگر افگندہ ام

کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لئے — میں نے بستر دوسری طرف بچھوایا ہے

آں قرارے کہ بزن اُو دادہ بُود — گشت مُبدل واں طرف مہماں غنود

وہ بات جو اُس نے بیوی سے طے کی تھی — بدل گئی، اور اُس جانب مہمان سوگیا

آنشب آنجا سخت باراں در گرفت — کز شکوہِ ابر شاں آمد شگفت

اُس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی — کہ ابر کی ہیبت سے وہ حیران ہوگئے

زن بیامد بر گمانِ آنکہ شو — سُوی در خفتہ است و آنسو آں عمو

بیوی آئی، اِس گمان سے کہ شوہر — دروازے کی جانب سویا ہوا ہے اور اُس جانب وہ چچا

رفت عُریاں در لحاف آندم عروس — داد مہماں را برغبت چند بوس

دلہن ننگی ہوکر فوراً لحاف میں گُھس گئی — اور رغبت سے مہمان کے چند بوسے لئے

گفت می ترسیدم اے مردِ کلاں — خود ہماں آمد ہماں آمد ہماں

اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں — وہی ہوا، وہی ہوا، وہی

مردِ[۲] مہماں را گل و باراں نشاند — بر تو چوں صابونِ سُلطانی بماند

مہمان شخص کو کیچڑ اور بارش نے بٹھا دیا — تم پر شاہی ٹیکس کی طرح ہوگیا

اندریں باران و گل اُو کے رود — بر سر و جانِ تو اُو تاوان شود

اِس بارش اور کیچڑ میں وہ کب جائے گا — آپ کے سَر اور جاں پر وہ تاوان بنے گا

زود مہماں جَست و گفت اے زن بہل — موزہ دارم من ندارم غم ز گل

جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جانے دے — میرے پاس موزہ ہے مجھے کیچڑ کا فکر نہیں ہے

من[۳] رواں گشتم شما را خیر باد — در سفر یکدم مبادا رُوح شاد

میں چل دیا، تم سلامت رہو — خدا کرے سفر میں تھوڑی دیر کیلئے بھی روح خوش نہو

تا کہ زوتر جانبِ معدن رود — کایں خوشی اندر سفر رہزن شود

تا کہ بہت جلد کان کی جانب چل جائے — کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہزن بنجاتی ہے

زن پشیماں شد ازاں گفتارِ سرد — چوں رمید و رفت آں مہمان فرد

عورت اُس سرد (ٹھری کی) بات سے شرمندہ ہوگئی — جبکہ وہ یکتا مہمان بھڑک گیا اور چلا گیا

زن بسے گفتش کہ آخر اے امیر — کہ مزاحے کردم از طیبت مگیر

عورت نے اُس سے بہت کہا کہ اے سردار! آخر — میں نے مذاق کیا ہے، مذاق سے رنجیدہ نہ ہو

---

[۱] بُوالکرم۔ مہربان۔ آں قرارے جو بات بیوی سے طے ہوئی تھی وہ الٹی ہوگئی۔ آنشب۔ اُس رات ایسی بارش ہوئی کہ اُسکے ابر کو دیکھکر ڈر لگتا تھا۔ عُریاں۔ ننگا۔ مہماں۔ مہمان کو شوہر سمجھکر اُسکے بوسے لینے لگی۔ گفت۔ پھر مہمان کو شوہر سمجھکر کہنے لگی کہ جس چیز کا مجھے ڈر تھا وہی ہوئی۔

[۲] مردِ مہماں۔ اب کیچڑ اور بارش کیوجہ سے مہمان روانہ نہ ہوگا۔ صابونِ سلطانی۔ کسی شخص کے لئے ایک مجمع پر کوئی چیز بادشاہ کیجانب سے مقرر ہونا۔ گل۔ کیچڑ۔ موزہ دارم۔ میرے پاس چمڑے کے موزے ہیں مجھے کیچڑ کی فکر نہیں ہے۔

[۳] من رواں گشتم۔ چلتے وقت مہمان نے میزبانوں کو دعا دی۔ در سفر۔ دنیا کی زندگی سفر کی حالت ہے اور منزل آخرت ہے سفر میں خوشی اور آرام رہزن بنتا ہے۔ گفتارِ سرد۔ یعنی مہمان کا شکوہ۔ فرد۔ یہ بے مثال بزرگ تھا۔ مزاح۔ مذاق۔ طیبت۔ خوش طبعی کی بات۔

سجدہ وزاریِ زن سودے نداشت — رفت وایشاں را دراں حسرت گذاشت

عورت کے سجدے اور عاجزی نے فائدہ نہ دیا — وہ چلا گیا اور ان کو اس حسرت میں چھوڑ گیا

جامۂ[1] ازرق کردزاں پس مرد وزن — صورتش دیدند شمعِ بے لگن

مہمان (بیوی) نے اس کے بعد کپڑے نیلے کرلئے — انھوں نے اس کی صورت بے شمعدان کی شمع دیکھی

میشد وصحرا ز نورِ شمعِ مرد — چوں بہشت از ظلمتِ شب گشت فرد

وہ جارہا تھا اور جنگل، مرد کی شمع کے نور سے — بہشت کی طرح، رات کی تاریکی سے جدا ہوگیا

کرد مہمانخانہ خانۂ خویش را — از غم واز خجلت ایں ماجرا

اس نے اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا — اس قصہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

در درونِ ہر دو از راہِ نہاں — ہر زماں گفتے خیالِ میہماں

مخفی راہ سے، دونوں کے باطن میں — ہر وقت مہمان کا خیال کہتا

کہ[2] منم یارِ خضر صد گنجِ جود — می فشاندم لیک روزی تاں نبود

کہ میں خضر یار تھا، بخشش کے سیکڑوں خزانے — میں نے بکھیرے لیکن تمہارا حصہ نہ تھے

تمثیلِ فکرِ ہر روز ینہ کہ اندر دل آید بمہمانِ نو کہ از اول روز

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا اس نئے مہمان کیساتھ جو پہلے ہی دن

در خانہ فرود آید و تحکم و بدخوی کند و فضیلتِ مہمانداری

گھر میں آیا ہے اور حکم چلاتا ہے اور بد مزاجی کرتا ہے اور مہمانداری کی فضیلت

ونازِ مہمان کشیدن

اور مہمان کی ناز برداری کرنا

ہر دمے فکرے چو مہمانِ عزیز — آید اندر سینہ ہر روز نیز

ہر وقت، عزیز مہمان کی طرح ایک فکر — ہر روز، سینہ میں بھی آتا ہے

فکر را اے جاں بجایِ شخص داں — زانکہ[3] شخص از فکر دارد قدرِ جاں

اے جان! فکر کو انسان کی طرح سمجھ — کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے

فکرِ غم گر راہِ شادی میزند — کارسازیہائے شادی میکند

غم کا فکر، اگر خوشی کی رہزنی کرتا ہے — وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے

خانہ می روبد بہ تندی او زغیر — تا در آید شادیِ نو ز اصلِ خیر

وہ سختی سے غیر سے گھر کو صاف کردیتا ہے — تاکہ اصلِ خیر سے، نئی خوشی آئے

---

[1] جامۂ ازرق۔ رنج میں نیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ صورتش۔ اس مہمان سے جنگل روشن ہورہا تھا اور جنت کا نمونہ بن گیا۔ کرد۔ اس میزبان نے اس شرمندگی میں اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا۔

[2] کہ منم۔ دونوں میاں بیوی کے دل میں مہمان کا تصور یہ کہتا تھا کہ میں تمہیں فائدہ پہنچانے آیا تھا لیکن تمہارے مقدر میں نہ تھا۔ یارِ خضر۔ ہم نے ترجمہ خضر یار کیا ہے یعنی وہ خیال کہتا تھا کہ میں تمہارا دوست خضر تھا یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ میں خضر کا ایک دوست تھا اور اگر خضر خا کے زیر اور ضاد کے زبر سے پڑھا جائے تو سبزی و شادابی کے معنی میں ہے۔ تمثیل۔ فکر خواہ ناخوشگوار ہو اس کو بد مزاج مہمان سمجھو جس کی بہرحال خدمت کرنی ہے۔ تحکم۔ حکم چلانا۔

[3] زانکہ۔ جان کی قدر اسی لئے ہے کہ اس میں قوتِ فکریہ ہے۔ فکرِ غم۔ غم کا فکر سیکڑوں خوشیوں کا پیش خیمہ ہے (نماز؟)۔ غمگین فکر میں انسان دوسرے افکار بھول جاتا ہے۔ اصلِ خیر۔ اللہ تعالیٰ۔

میفشاند[1] برگِ زرد از شاخِ دل
دل کی شاخ سے زرد پتے جھاڑ دیتا ہے
تا بروید برگِ سبزِ متصل
تاکہ مسلسل سبز پتے اُگ آئیں

می کَند اُو بیخِ سرورِ کہنہ را
وہ پُرانے سرور کی جڑ اُکھاڑ دیتا ہے
تا خرامد سرورِ نو از ماوَرا
تاکہ عالمِ غیب سے نیا سرور جھومے

غم کَند بیخِ کژِ بوسیدہ را
غم، ٹیڑھی سڑی ہوئی جڑ کو اکھاڑ دیتا ہے
تا نماید بیخِ رُو پوشیدہ را
تاکہ جڑ چھپے رُخ کو رونما کر دے

غم ز دل ہرچہ بریزد یا بَرَد
غم، دل سے نکالتا یا لاتا ہے
در عوض حقّا کہ بہتر آوَرَد
یقیناً بدلے میں بہتر لاتا ہے

خاصہ آں را کہ یقینش باشد ایں
خصوصاً اس کے لئے جس کو یہ یقین ہو
کہ بُوَد غم بندۂ اہلِ یقیں
کہ غم اہلِ یقین کا غلام ہوتا ہے

گر ترش رُوئی[2] نیارد ابر و برق
اگر ابر اور بجلی بدمزاجی نہ کرے
رَز بسوزد از تبسّمہای شرق
مشرق کی مسکراہٹوں سے انگور کی بیل جل جائے

سَعد و نحس اندر دلت مہماں شَوَد
تیرے دل میں اچھا اور بُرا مہمان ہوتا ہے
چوں ستارہ خانہ خانہ میرَوَد
ستارے کی طرح خانہ بخانہ چلتا ہے

آں زماں کہ اُو مقیمِ بُرجِ تست
جس زمانے میں وہ تیرے برج میں مقیم ہے
باش ہمچوں طالعش شیریں و چُست
تو اس کے عروج کی طرح شیریں اور چُست بن

تاکہ با مَہ چوں شود اُو متّصل
تاکہ جب وہ سورج سے ملے
شُکر گوید از تو با سُلطانِ دل
دل کے شاہ (خدا) سے تیرا شکریہ ادا کرے

ہفت سال ایوبؑ[3] با صبر و رضا
(حضرت) ایوبؑ صبر اور خوشی کیساتھ سات سال
در بلا خوش بُود با ضیفِ خدا
خدا کے مہمان کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے

تا چو وا گردد بلایِ سخت رُو
تاکہ جب سخت مصیبت واپس ہو
پیشِ حق گوید بصد گوں شکرِ اُو
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے سیکڑوں طرح اسکا شکریہ ادا کرے

کز محبّت با منِ محبوب کُش
کہ مجھ دوست کُش کے ساتھ محبت سے
رُو نکرد ایوبؑ یک لحظہ تُرُش
(حضرت) ایوبؑ نے ایک لمحہ کیلئے بھی منھ نہ بنایا

از وفا و خجلتِ حکمِ خُدا
وفاداری اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم کے لحاظ سے
بُود چوں شیر و عسل اُو با بلا
وہ مصیبت میں دودھ اور شہد کی طرح تھے

[1] می فشاند۔ غم انگیز فکر تمام افکار کو ختم کر دیتا ہے تاکہ دل میں خوشی اُگے۔ آورد عالمِ غیب سے۔ غم پُرانے افکار کی بوسیدہ جڑیں اُکھاڑ پھینکتا ہے تاکہ چھپی ہوئی نئی جڑ برگ و بار لائے۔ بہتر آورد یعنی روح کی صفائی اور حقیقی کا خیال۔ اہلِ یقین۔ غم ان کی غلامی سے ان کے پاس آتا ہے۔

[2] گر ترش روئی۔ بجلی اور ابر کی ترش روئی انگور کی بیل کی حیات ہے محض سورج کی مسکراہٹیں اس کو جلا ڈالتی ہیں۔ شرق۔ مشرق۔ مسکراہٹیں خوشی اسی طرح دل کے خانوں کو طے کرتے ہیں جس طرح سعد و نحس ستارے آسمان میں اپنے منازل کو طے کرتے ہیں۔ آن۔ یعنی خیال۔ برج یعنی دل۔ تاکہ۔ وہ فکر بارگاہِ خداوندی میں تمہاری شکر گذاری کا ذکر کرے۔

[3] ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ صابر مشہور ہے۔ ضیفِ خدا۔ خدائی مہمان یعنی مصیبت۔۔ محبوب کُش۔ فکر و غم جس سے تعلق پیدا کرتے ہیں اس کو مار ڈالتے ہیں۔ خجلت۔ یعنی حضرت ایوبؑ اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ کے حکم سے آئی ہے۔

فکر[1] در سینہ در آید نو بنو — خند خنداں پیشِ اُو تو باز رو

فکر سینہ میں تازہ بتازہ آتا ہے — تو ہنستا ہنستا پھر اُس کے سامنے جا

کہ اَعِذْنِی خَالِقِی مِنْ شَرِّہٖ — لَا تُحَرِّمْنِی اَنِلْ مِنْ بِرِّہٖ

کہ اے میرے پیدا کرنے والے مجھے اسکے شر سے پناہ دے — مجھے محروم نہ کر، مجھے اُس کی بھلائی عطا کر

رَبِّ اَوْزِعْنِی اَنْ اَشْکُرَ مَا اَرٰی — لَا تُعَقِّبْ حَسْرَۃً لِّی اِنْ مَضٰی

اے رب! میرے دل میں الہام کر میں جو دیکھتا ہوں اسکا شکر ادا کروں — اگر وہ چلا جائے، اُس کے بعد تو حسرت پیدا نہ فرما

آں ضمیرِ رُو تُرش را پاسدار — آں تُرش را چوں شکر شیریں شمار

تُرش رو خیال کا تو لحاظ کر — تو اُس تُرش کو شکر شمار کر

ابر را گر ہست ظاہر رُو تُرش — گلشن آرندہ ست ابر و شورہ کُش

ابر اگرچہ بظاہر تُرش رُو ہے — وہ چمن پیدا کرنے والا ہے اور شور کو مٹانے والا ہے

فکرتِ[2] غم را مثالِ ابر داں — با تُرش تو رو تُرش کم کُن چُناں

تو غم کے فکر کو ابر کی طرح سمجھ — اِس طرح تو تُرش رو کے ساتھ تُرش روئی نہ کر

بو کہ آں گوہر بدستِ اُو بود — جہد کُن تا از تو اُو راضی رود

ہو سکتا ہے کہ کوئی گوہر اُس کے ہاتھ میں ہو — کوشش کر، تاکہ وہ تجھ سے خوش جائے

ور نباشد گوہر و نبود غنی — عادتِ شیریں خود افزوں کُنی

اگر گوہر (بھی) نہ ہو اور وہ مالدار بھی نہ ہو — تو اپنی شیریں عادت بڑھالے گا

جای دیگر سود دارد عادتت — ناگہاں روزے بر آید حاجتت

تیری عادت، دوسری جگہ مفید ہوگی — اچانک، کسی روز تیری مُراد برآئے گی

فکرتے[3] کز شادیت مانع شود — آں بامر و حکمتِ صانع شود

وہ فکر جو تیرے لئے خوشی سے مانع ہو — وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے

تو مخواں دو چار دانگش اے جواں — بو کہ نجمے باشد و صاحبقراں

اے جوان! تو اُس کو حقیر نہ سمجھ — ہو سکتا ہے، کہ وہ ستارہ اور سعادت مند ہو

تو مگو فرع ست اُو را اصل گیر — تا شوی پیوستہ بر مقصود چیر

تو اُس کو، شاخ نہ کہہ اُس کو جڑ سمجھ — تاکہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے

ور تو آں را فرع گیری و مُضر — چشمِ تو در اصل باشد مُنتظر

اگر تو اُس کو شاخ اور مُضر سمجھے گا — تیری آنکھ جڑ کے لئے منتظر رہے گی

---

[1] فکر: جو نئے نئے افکار دل میں آئیں انکو ہنسی خوشی قبول کرے۔ خوشی سے قبول کرنا یہ ہے کہ تو یہ دعا کر کہ اللہ تعالیٰ اس فکر کے شر سے مجھے محفوظ رکھ اور مجھے اُس کی بھلائی سے محروم نہ کر جو میں تیری جانب سے دیکھوں اُس پر شکر کروں اور اسکے چھٹے جانے کے بعد مجھے یہ حسرت نہ ہو کہ میں نے اس پر صبر کیوں نہ کیا۔ ابر۔ زمین کے لئے ابر تُرش رو ہے لیکن وہی چمن پیدا کر دیتا ہے اور اُس کے شور پن کو زائل کر دیتا ہے۔

[2] فکرت۔ اپنے غم کو ابر کی طرح سمجھ اور اسکے فوائد پر غور کر۔ بو۔ ہو سکتا ہے کہ اُس فکر میں تیری خیر مُضمر ہو۔ ور نباشد۔ اگر خیر بھی مضمر نہیں ہے تو تیرے صبر میں اضافہ کا سبب ہے۔ جای دیگر۔ یہ صبر کی عادت دوسری جگہ بھی مفید ہوگی۔

[3] فکرتے۔ جو غم شادی سے مانع ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ دو چار دانگ۔ دو چار دانگ یعنی حقیر۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب ہے جس کی ولادت یا نطفہ کے استقرار کے وقت زُحل اور مشتری ایک برج میں ہوں۔ تو مگو۔ اُس فکر کو اصل سمجھ اور اُسی کو مقصود بنا تاکہ مقصد ہی ہو ورنہ تو مقصود سے محروم اور اسکا منتظر رہیگا۔

زہر آمد[1] انتظار اندر چشش — دائما در مرگ باشی زاں رَوِش
انتظار ذائقہ میں زہر ہے — اس رَوِش سے تو ہمیشہ موت میں رہیگا

اصل داں آں را بگیرش در کنار — باز رہ دائم ز مرگِ انتظار
اُس کو جڑ سمجھ، اُس کو بغل میں لے لے — موت کے انتظار سے ہمیشہ نجات حاصل کر

نواختنِ سُلطان محمود ایاز را

سلطان محمود کا ایاز کو نوازنا

اے ایازِ پُر نیازِ صدق کیش — صدقِ تو از بحر و از کوہ ست بیش
اے نیازمند، سچائی کے طریقہ والے ایاز! — تیری سچائی سمندر اور پہاڑ سے زیادہ ہے

نے بوقتِ شہوتت باشد عثار — کہ رَوَد عقلِ چو کوہت کاہ وار
نہ شہوت کے وقت تیرے لئے لغزش ہے — کہ تیری پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے

نے[2] بوقتِ خشم و کینہ صبر ہات — سُست گردد در قرار و در ثبات
نہ غصہ اور کینے کے وقت تیرے صبر — ٹکاؤ اور جماؤ میں سُست ہوتے ہیں

ہست مردی ایں نہ آں ریش و ذکر — ورنہ بُودے میر میراں کیرِ خر
مردانگی یہی ہے، نہ وہ داڑھی اور شرمگاہ — ورنہ گدھے کی شرمگاہ سرداروں کی سردار ہوتی

حق کرا خواندست در قرآں رجال — کے بُوَد ایں جسم را آں جا مجال
حق کو اللہ تعالی نے قرآن میں مرد کہا ہے — وہاں اس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟

روحِ حیواں را چہ قدر ست اے پسر — آخر از بازارِ قصاباں گذر
اے بیٹا! حیوانی روح کی کیا قدر ہے؟ — آخر قصائیوں کے بازار سے گزر

صد[3] ہزاراں سر نہادہ بر شکم — ارزِ شاں از دُنبہ و از دُم کم
لاکھوں سر، پیٹ پر رکھے ہوئے ہیں — جن کی قیمت چکتی اور دُم سے سستی ہے

تا توانی بندۂ شہوت مشو — در پئے شہوت مکن دل را گرو
جب تک تجھ سے ہو سکے شہوت کا غلام نہ بن — شہوت کے پیچھے دل کو گروی نہ کر

ورنہ شہوت خان و مانت برکند — زندہ ات در گورِ تاریک افگند
ورنہ شہوت تیرا گھر بار اُکھاڑ دے گی — تجھے زندہ، اندھیری قبر میں پھینک دے گی

روسپی باشد کہ از جولانِ کیر — عقلِ اُو موشے شود شہوت چو شیر
رنڈی ہوگی کہ (مردکی) شرمگاہ کی حرکت سے — اُسکی عقل چوہے جیسی اور شہوت شیر جیسی ہو جاتی ہے

---

[1] زہر آمد۔ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے جو کچھ وقت سے آتا ہو اُس کو خدا کے اسماء میں سے کسی اسم کا مظہر سمجھتا ہے یہی اسماء و صفات کے عشق کا اثر ہے۔ صدق کیش۔ وہ جس نے سچائی کو مذہب بنا لیا ہو۔ عثار۔ لغزش۔ کہ رود۔ یعنی پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے۔

[2] نے۔ عام طور پر انسان غصہ میں صبر و ثبات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہست۔ اصل مردانگی یہی ہے کہ غصہ کے وقت انسان اپنے آپ پر قابو پالے۔ داڑھی اور ذکر کی بنا پر مردانگی کا اطلاق نہیں ہے ورنہ گدھا سب سے بڑا مرد ہوتا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے رجالٌ ان لوگوں کو کہا ہے جن کی روح منقّی ہو چکی ہے اور روح سے مراد روح حیوانی نہیں ہے۔

[3] صد ہزاراں۔ روح حیوانی کی ذلت کا منظر دیکھنا ہو تو قصائیوں کے بازار میں جا کر دیکھ لے۔ ارز۔ قیمت۔ شہوت۔ شہوت پرستی انسان کی بربادی کا باعث ہے اور انسان کو زندہ در گور کر دیتی ہے۔ روسپی۔ فاحشہ عورت شہوت میں اندھی ہو جاتی ہے۔

وصیّت[1] پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازیں شوہر

باپ کی بیٹی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کر، تاکہ تو اس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجۂ بودست او را دخترے
ایک صاحب کے ایک لڑکی تھی

زہرہ خدے مہ رخے سیمیں برے
زہرہ جیسے رخسار والی چاند جیسے چہرے والی چاندی کے جسم والی

گشت بالغ داد دختر را بشو
وہ بالغ ہو گئی اس نے وہ شوہر کو دے دی

شو نبود اندر کفایت کفو او
شوہر حیثیت میں اس کا ہمسر نہ تھا

خربزہ چوں در رسد شد آبناک
خربوزہ جب پک جاتا ہے رسیلا ہو جاتا ہے

گر نہ بشگافی تبہ گشت و ہلاک
اگر تو اس کو نہ چیرے گا، تباہ اور برباد ہو جائیگا

چوں ضرورت بود دختر را بداد
چونکہ مجبوری تھی، لڑکی دے دی

او بنا کفوے ز تخویفِ فساد
اس نے فساد کے ڈر سے غیر ہمسر کو

گفت[2] دختر را کزیں داماد تو
اس نے لڑکی سے کہا کہ تو اس داماد سے

خویشتن پرہیز کن حامل مشو
اپنے آپ کو بچا، حاملہ نہ ہو

کز ضرورت بود عقدِ ایں گدا
اس لئے کہ اس فقیر سے شادی مجبوری سے تھی

ایں غریبِ خوار را نبود وفا
اس ذلیل، فقیر میں وفاداری نہ ہوگی

ناگہاں بجہد کند ترکِ ہمہ
اچانک بھاگ جائیگا، سب کو چھوڑ دے گا

بر تو طفلِ او بماند مظلمہ
اس کا بچہ تیرے ذمہ پاداش بن جائے گا

گفت دختر اے پدر خدمت کنم
لڑکی نے کہا اے ابا! تعمیل کروں گی

ہست پندت دلپذیر و مغتنم
آپ کی نصیحت دل کو لگنے والی اور غنیمت ہے

ہر دو روزے ہر سہ روزے آں پدر
ہر دوسرے اور تیسرے دن، وہ باپ

دختر خود را بفرمودے حذر
لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا

ایں[3] چنیں قومے بعالم ہم بدند
دنیا میں ایسے لوگ بھی تھے

کز چنیں نوعے نصیحت گر شدند
کہ اس طرح کی نصیحت کرنیوالے ہوئے ہیں

حاملہ شد ناگہاں دختر ازو
اچانک لڑکی اس سے حاملہ ہو گئی

چونکہ بد ہر دو جواں خاتون و شو
چونکہ شوہر اور بیوی دونوں جوان تھے

از پدر آں را نہاں میداشتش
اس نے اس کو باپ سے چھپائے رکھا

پنج ماہہ گشت کودک یا کہ شش
بچہ پانچ یا چھ مہینے کا ہو گیا

---

[1] وصیّت پدر۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی شہوت سے مغلوب ہو گئی تھی۔ سیمیں بر۔ چاندی جیسے جسم والی۔ کفو۔ ہمسر۔ آبناک۔ پانی والا۔ تخویف فساد یعنی جوان لڑکی سے کوئی خرابی نہ کر بیٹھے۔

[2] گفت۔ باپ نے اس لڑکی کو حاملہ نہ بننے کی ہدایت کی۔ عقد یعنی نکاح۔ بجہد یعنی چھوڑ کر بھاگ جائیگا۔ مظلمہ ظلم کی پاداشت حق۔ بچاؤ۔

[3] ایں چنیں۔ مولانا کہتے ہیں کہ ایسے بیوقوف ابھی دنیا میں ہیں جو اس طرح کی بیہودہ نصیحتیں کرتے ہیں۔ کودک یعنی پیٹ کا بچہ۔

گشت پیدا گفت بابا چیست این
وہ ظاہر ہو گیا، باوا نے کہا یہ کیا ہے؟

من نہ گفتم کہ از و دوری گزیں
میں نے تجھے نہیں کہا تھا اُس سے دوری اختیار کر

آں وصیتہای من خود باد بود
وہ میری نصیحتیں خود باد ہوائی ہوئیں

کہ نکردت پند و وعظم ہیچ سود
کیونکہ میرے وعظ اور نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا

گفت بابا چوں کنم پرہیز من
اُس نے کہا ابا! میں کیسے بچتی؟

آتش و پنبہ است بیشک مرد و زن
مرد و عورت آگ اور روئی ہیں

پنبہ را پرہیز از آتش کجاست
روئی کا آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟

یا در آتش کے حفاظ ست و تقاست
یا آگ میں نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟

گفت کے گفتم کہ سوی او مرو
اُس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اُسکے پاس جا؟

تو پذیرای منیِ او مشو
یہ کہا تھا، تو اُسکی منی کو قبول کرنے والی نہ بن

در زمانِ حال و انزال و خوشی
کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت

خویشتن باید کہ از وے در کشی
چاہیئے (تھا) کہ اُس سے اپنے آپ کو کھینچتی

گفت کے دانم کہ انزالش کی است[2]
اُسنے کہا مجھے کب معلوم تھا، کہ اسکو انزال کب ہوگا؟

ایں نہانست و بغایت دور دست
یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے

گفت چوں چشمش کلاپیسہ شود
اُس نے کہا، جب اُس کی آنکھیں چڑھیں

فہم کن کاں وقتِ انزالش بود
سمجھ لیتی کہ اُس کے انزال کا وقت ہے

گفت تا چشمش کلاپیسہ شدن
اُس نے کہا، اُس کی آنکھیں چڑھنے تک

کور میگردد ز شہوت چشم من
شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں

نیست ہر عقلِ حقیرے پایدار
ہر حقیر عقل، مضبوط نہیں ہے

وقتِ حرص و وقتِ جنگ و کارزار
حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

وصفِ ضعفِ دلی و سستیِ صوفیِ سایہ پروردہ مجاہدہ[3]

اُس صوفی کے دل کی کمزوری اور سستی کا بیان جو سائے میں پلا تھا، مجاہدہ نہ کئے

ناکردہ، درد و داغِ عشق ناچشیدہ، بسجدہ و دست بوسِ
ہوئے تھا، عشق کا درد اور داغ نہ چکھے ہوئے تھا، سجدے اور عوام کی دست بوسی

عام و بحرمت نظر کردن و بانگشت نمودنِ ایشاں کہ
اور احترام سے دیکھنے، اور اُن کی انگلی اُٹھانے سے

---

[1] باد۔ یعنی میری نصیحت ہوا ہو گئی۔ گفت۔ لڑکی نے باپ سے کہا پنبہ۔ اگر آگ اور روئی ایک جگہ ہو تو روئی کب بچاؤ کر سکتی ہے۔ حفاظ۔ نگہداشت۔ تقا۔ بچاؤ۔ گفت۔ باوا نے کہا کہ میں نے شوہر کے پاس جانے کو منع نہیں کیا تھا۔ جتنی یعنی انزال کے وقت اپنے آپ کو علیحدہ کر لینے کو کہا تھا۔

[2] گفت۔ لڑکی نے کہا مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس کو انزال کس وقت ہو رہا ہے۔ دور دست۔ وہ مقام جہاں پہنچنا مشکل ہے۔ کلاپیسہ۔ آنکھوں کا چڑھ جانا کہ پتلی نظر نہ آئے۔ گفت۔ لڑکی نے کہا اُس وقت تو میں خود شہوت سے اندھی ہوتی تھی۔ وقتِ حرص۔ لالچ اور جنگ میں بہت کم عقلیں قائم رہتی ہیں۔

[3] وصف۔ ان صوفی صاحب کے قصے سے یہ بتایا ہے کہ جنگ کے وقت اُن کی عقل بیکار ہو گئی تھی۔ یہ صوفی صاحب خانقاہ کے سایہ میں پلے تھے مجاہدے کی مشقتیں نہ اٹھائی تھیں عوام کی دست بوسی سے اپنے آپ کو کامل انسان سمجھ بیٹھے تھے۔ انگشت۔ مشہور آدمی کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارے کرتے ہیں۔

امروز در زمانہ صوفی اُوست غرّہ شدہ و بوَہم بیمار شدہ چوں[1]

کہ آجکل دنیا میں وہی صوفی ہے، وہ دھوکے میں آگیا تھا اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہوگیا تھا

آں معلم کہ کودکاں گفتند کہ رنجوری وبایں وہم کہ من مجاہدم

اُس اُستاد کی طرح جس کو بچّوں نے کہا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور اِس وہم سے کہ میں مجاہد ہوں

مرادریں راہ پہلوان میدانند با غازیاں بغزا رفتہ کہ بظاہر

لوگ مجھے اِس راہ کا پہلوان سمجھتے ہیں، غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا کہ میں ظاہری

نیز بنمایم جہاد کہ در جہادِ اکبر مُستثنیٰ اَم جہادِ اصغر خود پیشِ

جہاد بھی کروں گا، کیونکہ میں بڑے جہاد میں ممتاز ہوں، چھوٹا جہاد میرے سامنے کیا

من چہ محل دارد، خیالِ شیر دردیدہ و دلیریہا کردہ و مست

وقعت رکھتا ہے؟ اور شیر ہونے اور بہادریوں کا نقشہ آنکھ میں جماکر اور ان

ایں دلیریہا شدہ و رُوی بہ بیشہ نہادہ بقصدِ شیر و

بہادریوں میں مست ہوکر اور شیر کے ارادے سے جنگل کا رُخ کیا اور

شیر بزبانِ حال گفتہ کہ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ[2]

شیر نے زبانِ حال سے کہا کہ ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے پھر

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے

رفت یک صوفی بہ لشکر در غزا
ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلاگیا

ناگہاں آمد قطار یق و وغا
اچانک جنگ کا شور و غوغا اٹھا اور جنگ شروع ہوگئی

ماند صوفی با بنہ وخیمہ وضعاف
صوفی سامان اور خیمہ اور کمزوروں کیساتھ رہ گیا

فارساں راندند تا صفِ مصاف
شہسواروں نے میدانِ جنگ کی صف کیطرف گھوڑے دوڑا دیے

مُثقلانِ خاک برجا ماندند
مٹی کے بوجھل، (اپنی) جگہ پر رہ گئے

سابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ دررا ندند
سبقت کرنیوالے پیش قدم آگے دوڑ گئے

جنگہا[3] کردہ مُظفّر آمدند
جنگ کرکے کامیاب واپس آگئے

بازگشتہ با غنائم سودمند
مالدار ہوکر غنیمتوں کے ساتھ لوٹ آئے

ارمغاں دادند کاے صوفی تو نیز
انھوں نے تحفہ دیا کہ اے صوفی! تو بھی (لے)

اُو بروں انداخت نستد ہیچ چیز
اُس نے باہر پھینک دیا، کوئی چیز نہ لی

[1] چوں مُعلّم۔ پہلے مولانا نے قصہ سنایا تھا کہ کتب کے بچوں نے اُستاد کو بلا وجہ بیمار بنا دیا تھا۔ جہادِ اکبر یعنی نفس کے ساتھ جہاد۔ مُستثنیٰ۔ ممتاز۔ جہادِ اصغر کافروں سے جہاد کرنا۔

[2] کلّا سوف۔ قرآن نے کافروں کے غلط خیالات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عنقریب حقیقتِ حال سامنے آجائے گی۔ غزا۔ جہاد۔ قطاریق۔ جنگ کا شور و غل۔ وغا۔ جنگ۔ بنہ۔ سامان۔ مصاف۔ صف کی جگہ۔ میدانِ جنگ۔ مُثقلاں۔ شست۔ بوجھل۔

[3] جنگہا۔ مجاہد جہاد میں کامیاب ہوکر مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ ارمغان۔ یعنی مالِ غنیمت میں سے حصّہ۔

پس بگفتندش کہ خشمینی[1] چرا
پھر انھوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے؟

گفت من محروم ماندم از غزا
اس نے کہا، میں جہاد سے محروم رہ گیا

زاں تلطف ہیچ صوفی خوش نشد
اس مہربانی سے صوفی کچھ بھی خوش نہ ہوا

کو میانِ غزو خنجر گش نشد
کیونکہ وہ جہاد میں خنجر چلانے والا نہ بنا

پس بگفتندش کہ آوردیم اسیر
تو انھوں نے اس سے کہا، ہم قیدی لائے ہیں

آں یکے را بہرِ کشتن تو بگیر
اس ایک کو تو قتل کرنے کے لئے لے لے

سر ببرش تا تو ہم غازی شوی
اس کا سر قلم کر دے تاکہ تو بھی غازی بن جائے

اندکے خوش گشت صوفی دل قوی
صوفی تھوڑا خوش ہوا اور مضبوط دل بن گیا

کاب اگر در وضو صد روشنی ست
کہ اگرچہ وضو میں پانی کے سیکڑوں نور ہیں

چونکہ آں نبود تیمم کردنی ست
جب وہ نہ ہو تو تیمم کرنا ہی ہے

برد صوفی آں اسیرِ بستہ را
اس بندھے ہوئے قیدی کو صوفی لے گیا

در پسِ خرگہ کہ آرد او غزا
خیمہ کے پیچھے، کہ وہ جہاد کرے

دیر ماند[2] آں صوفی آنجا با اسیر
صوفی، قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا

قوم گفتند اے عجب چوں شد فقیر
لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا؟

کافرِ بستہ دو دست او کشتنی ست
دونوں ہاتھ بندھا کافر، قتل ہو جانے والا ہے

بسملش را موجبِ تاخیر چیست
اس کے ذبح کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے

رفت آں یک در تفحص در پیش
جستجو میں، ایک اس کے پیچھے چلا

دید کافر را ببالای ویش
اس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا

ہمچو نر بالای مادہ آں اسیر
وہ قیدی، مادہ پر نر کی طرح تھا

ہمچو شیرے خفتہ بالای فقیر
وہ فقیر پر شیر کی طرح پڑا تھا

دستہا[3] بستہ ہمی خائید او
ہاتھ بندھے ہوئے وہ چبا رہا تھا

از سرِ استیزہ صوفی را گلو
صوفی کا گلا، کینہ وری کی وجہ سے

گبر میخائید با دنداں گلوش
کافر دانتوں سے اس کا گلا چبا رہا تھا

صوفی افتادہ بزیر و رفتہ ہوش
صوفی نیچے پڑا تھا اور ہوش اڑ گئے تھے

دست بستہ گبر ہمچوں گربہ
ہاتھ بندھے ہوئے کافر نے، بلی کی طرح

خستہ کردہ حلق او بے حربہ
بغیر نیزے کے اس کے گلے کو زخمی کر دیا

---

[1] خشمینی ۔ تو غصہ میں کیوں ہے ۔ تلطف ۔ مہربانی ۔ اسیر ۔ قیدی ۔ غازی ۔ یعنی اس قیدی کا سر قلم کر کے غازی بن جا ۔ کاب ۔ صوفی نے کہا وضو ممکن نہ ہو تو تیمم سے کام چل جاتا ہے ۔ اصل جہاد تو میدانِ جنگ میں تھا یہ بھی مجبوری کا جہاد ہے ۔ خرگہ ۔ خیمہ ۔

[2] دیر ماند ۔ صوفی کی واپسی میں دیر ہوئی تو لوگ حیران ہوئے ۔ کافر ۔ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کو قتل کرنے میں اس قدر دیر کا کیا کام ہے ۔ تفحص ۔ جستجو ۔

[3] دستہا بست ۔ وہ دونوں ہاتھ بندھا ہوا کافر صوفی کے گلے کو دانتوں سے چبا رہا ہے ۔ گبر ۔ اس کافر نے اس صوفی کا گلا اس قدر چبایا کہ صوفی بیہوش ہو گیا ۔ حربہ ۔ نیزہ ۔

نیم کشتش کرد با دنداں اسیر
قیدی نے دانتوں سے اس کو ادھ موا کر دیا

ریشِ او پُر خوں ز حلقِ آں فقیر
اس فقیر کے حلق کے خون سے اس کی داڑھی بھری ہوئی تھی

ہمچو تو کز دستِ نفسِ بستہ دست
تیری طرح، کہ ہاتھ بندھے نفس سے

ہمچو آں صوفی فتادستی بہ پست
اس صوفی کی طرح نیچے گرا پڑا ہے

اے شدہ عاجز ز تلِ کیشِ تو
اے وہ کہ تو اپنے مذہب کے ٹیلے سے عاجز ہے

صد ہزاراں کوہہا در پیشِ تو
تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ ہیں

زیں قدر خرپشتہ مُردی از شکوہ
تو مررہا ہے، اس قدر ڈھلوان ٹیلے سے مرگیا

چوں روی بر عقبہائے ہمچو کوہ
تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گذرے گا؟

غازیاں کُشتند کافر را بہ تیغ
غازیوں نے کافر کو تلوار سے مار ڈالا

ہمدراں ساعت ز حمیت بیدریغ
بے دریغ اسی وقت غصہ سے

بر رخِ صوفی زدند آب و گلاب
صوفی کے چہرے پر پانی اور گلاب چھڑکا

تا بہوش آید ز بیہوشی و خواب
تاکہ وہ بیہوشی اور غفلت سے ہوش میں آجائے

چوں بخویش آمد بدید آں قوم را
وہ جب ہوش میں آیا اس نے قوم کو دیکھا

پس بپرسیدند چوں بُد ماجرا
تو انھوں نے پوچھا کیا قصہ ہوا؟

اللہ اللہ اینچہ حالست اے عزیز
اللہ اللہ اے پیارے! یہ کیا حال ہے؟

اینچنیں بیہوش گشتی از چہ چیز
تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہو گیا؟

از اسیرِ نیم کشتہ بستہ دست
ادھ موئے، ہاتھ بندھے، قیدی سے

اینچنیں بیہوش اُفتادی بہ پست
اس طرح بے ہوش اور پست ہو کر گر پڑا

گفت چوں قصدِ سرش کردم بخشم
اس نے کہا جب میں نے غصہ سے اس کے سر کا ارادہ کیا

طرفہ در من بنگرید آں شوخ چشم
اس بے حیا نے مجھے عجیب طرح پر گھورا

چشم را وا کرد پہن او سوئے من
اس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں

چشم گردانید و شد ہوشم ز تن
آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اڑ گئے

گردشِ چشمش مرا لشکر نمود
اس کی آنکھوں کا گھومنا، مجھے لشکر نظر آیا

می ندانم گفت چوں پُر ہول بود
میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر خوفناک تھیں

قصہ کوتہ کن کزاں چشم اینچنیں
قصہ مختصر کر، کہ ان آنکھوں سے میں ایسا

رفتم از خود اوفتادم بر زمیں
بے ہوش ہوا، زمین پر گر پڑا

ف۱ نیم کشتش۔ اس کافر نے صوفی کو نیم مردہ بنا دیا اور اس کی داڑھی اس صوفی کے خون میں لتھڑ گئی۔ ہمچو تو۔ اس صوفی کا ہاتھ بندھے کافر سے جو حال ہوا وہی نفس کے ہاتھوں تیرا حال ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ خرپشتہ۔ وہ ٹیلہ جس کے کنارے ڈھلوان ہوں۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ حمیت۔ عار کی وجہ سے غصہ کرنا۔

ف۲ چوں۔ جب صوفی کو ہوش آیا تو اس سے بیہوش ہونے کا قصہ پوچھا کہ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کے نیچے پڑے ہوئے بے ہوش کیوں ہوئے۔ طرفہ۔ اس کافر نے عجب طرح پر گھور کر دیکھا بڑی بڑی آنکھیں نکالیں اور ان کو گھمایا تو میں بے ہوش ہو گیا۔

ف۳ گردش۔ اس کے آنکھیں گھمانے سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی لشکر آگیا ہے میں اس کی خوفناکی کا بیان نہیں کر سکتا ہوں۔

فتنہ کوتہ کن کزاں غمزہ[1] گراں — رفتم از خود او فتادم من دراں

فتنہ کو مختصر کر، کہ اُس کی تیکھی نظروں سے — میں بے ہوش ہو گیا، میں اس میں گر پڑا

نصیحت کردنِ مبارزاں اُورا کہ بایں دل و زہرہ کہ تو داری

اُس کو جنگ جوؤں کا نصیحت کرنا کہ اس دل اور پتّے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے

از کلابیسہ شُدنِ چشمِ کافرِ اسیرِ دست بستہ بیہوش و دشنہ

ہاتھ بندھے ہوئے قیدی، کافر کی پتلیاں چڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور تیشہ

از دست بیفگندی زینہار ہزار زینہار کہ ملازمِ مطبخِ خانقاہ

ہاتھ سے گرا دیا، خبردار، خبردار، کہ خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا رہ

باش و سُوئے پیکارِ مرو تا رسوا نشوی

اور جنگ کی طرف نہ جا تاکہ رسوا نہ ہو

قوم گفتندش بہ پیکار و نبرد — باچنیں زہرہ کہ تو داری مگرد

لوگوں نے اُس سے کہا لڑائی اور جنگ میں — اس پتّے سے جو تو رکھتا ہے، نہ جا

گردِ مطبخ گرد و اندر خانقاہ — تا دگر رسوا نگردی در سپاہ

مطبخ اور خانقاہ کے اندر چکر کاٹ — تاکہ لشکر میں دوبارہ رسوا نہ ہو

چوں ز چشمِ آں اسیرِ بستہ دست — غرقہ گشتی کشتیِ تو در شکست

جب اُس ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کی آنکھوں سے — تو ڈوب گیا، تیری کشتی ٹوٹ گئی

پس میانِ حملۂ شیرانِ نر — کہ بود با تیغِ شاں چوں گوی سر

تو نر شیروں کے حملہ کے دوران — جن کی تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں

کہ ز طاقا[2] طاقِ گردنہا زدن — طاق طاقِ جامہ کوباں ممتہن

کہ اُن کے گردن کاٹنے کی تڑاخ پڑاخ سے — دھوبیوں کی چھوا چھو کمتر ہے

کہ ز فشا فاشِ تیرِ جانستاں — ابرِ آذاری خجل در امتحاں

کہ مار ڈالنے والے تیروں کے زناٹے سے — موسم بہار کا ابر آزمائش میں شرمندہ ہے

کے توانی کرد در خوں آشنا — چوں نہ با جنگِ مرداں آشنا[3]

تو خون میں کیسے تیراکی کر سکے گا؟ — جبکہ تو بہادروں کی جنگ سے آشنا نہیں ہے

بس تنِ بے سر کہ دارد اضطراب — بس سرِ بے تن بخوں بر چوں حباب

بہت سے بے سر کے دھڑ تڑپتے ہیں — بہت سے بے دھڑ کے سر خون پر بلبلوں کی طرح ہیں

---

[1] غمزہ۔ آنکھ کا اشارہ۔ زہرہ۔ پتّہ۔ کلابیسہ شدنِ چشم۔ آنکھوں کی پتلیاں چڑھنا۔ گردِ مطبخ۔ خانقاہ کے مطبخ کے چکر لگایا کر، تاکہ پھر شرمندہ نہ ہو۔ کہ بود۔ جو ایسے بہادر ہیں کہ اُن کی تلوار کے سامنے بہادروں کے سر بچّے کی گیند کی طرح ہیں۔

[2] طاقا طاق۔ تلواروں کی آواز۔ طاق طاق۔ دھوبی کے کپڑوں کو پٹڑے پر پٹخنے کی آواز۔ فشا فاش۔ تیروں کے چلنے کی آواز۔ خجل۔ شرمندہ۔

[3] آشنا۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی تیرنا اور دوسرے مصرع میں بمعنی واقف ہے۔ بس۔ کچھ دھڑ بغیر جسم کے ہیں اور کچھ سر بغیر دھڑ کے ہیں۔ حباب۔ بلبلہ۔

زیرِ دست و پای اسپاں در غزا[1] — صد فنا کُن غرقہ گشتہ در فنا
جہاد میں گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے — سینکڑوں قاتل، فنا میں غرق ہیں

اینچنیں ہوشے کہ از مُوشے پرید — اندراں صف تیغ چوں خواہد کشید
ایسا ہوش، جو چوہے سے اُڑا — اُس صف میں تو تلوار کیسے سونت سکے گا؟

چالش ست ایں، خمر خوردن نیست ایں — تا تو بر مالی بخوردن آستیں
یہ جنگ تگ و دو ہے، یہ شراب نوشی نہیں ہے — تاکہ تو پینے کے لئے، آستین چڑھائے

نیست حمزہ خوردن اینجا تیغ بیں — حمزۂ باید دریں صف آہنیں
یہ جگہ تو و تیز ک کھانا نہیں ہے، تلوار دیکھ — اس صف میں لوہے جیسا (حضرت) حمزہؓ درکار ہے

نیست لُوتِ چرب تیغ و خنجرست — جاں بباید باخت چہ جای سرست
لذیذ کھانا نہیں ہے، تلوار و خنجر ہے — سر کا کیا ہے؟ جان کی بازی لگانی چاہیئے

کارِ ہر نازک دلے نبوَد قتال[2] — کہ گریزد از خیالے چوں خیال
ہر نازک دل کا کام، جنگ کرنا نہیں ہے — جو ایک وہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے

کارِ تُرکان ست نے تُرکاں برو — جای تُرکاں ہست خانہ خانہ شو
بہادروں کا کام ہے، بُو بُو کا نہیں ہے، جا — بُو بُو کی جگہ گھر ہے، گھر میں جا بیٹھ

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم اینچنیں — رفتی از دست و فتادی بر زمیں
قصہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے اِس طرح — تو بے قابو ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

حکایت عیاضی[3] رحمۃ اللہ علیہ کہ نوَد بار بغزوہ رفتہ بُود سینہ

حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کردہ نوّے بار جہاد میں گئے تھے کھلے

برہنہ و غزا ہا کردہ، بامیدِ شہید شُدن، و چوں نومید شُد از

سینے، اور شہید ہو جانے کی اُمید پر جہاد میں گئے اور جب جہادِ اصغر

جہادِ اصغر رُوی بجہادِ اکبر آورد و خلوت گزید ناگہاں آوازِ

سے مایوس ہو گئے، تو جہادِ اکبر کا رُخ کیا اور خلوت اختیار کر لی، انھوں نے

طبلِ غازیاں شُنید نفس از اندروں رنجہ می داشت سوی غزا

اچانک غازیوں کے نقارے کی آواز سنی نفس اندر سے جہاد کی جانب مجبور کرنے لگا

و متہم داشتنِ او نفسِ خود را دریں رغبت کہ کرد

اور اُن کا نفس کو اِس رغبت کے بارے میں متہم بنانا، جو اُس نے کی

---

[1] غزا۔ جہاد۔ فنا کن۔ فنا کر دینے والا۔ چالش۔ رفتار یعنی جنگی رفتار۔ بر مالی آستین۔ تو آستین چڑھائے۔ حمزہ۔ مصرع اوّل یعنی تارا میرا کا پتہ دوسرے مصرع میں آنحضورؐ کے چچا کا نام ہے جن کی بہادری مشہور ہے۔

[2] کار۔ جنگجوئی، نازک دل کا کام نہیں ہے جو محض دشمن کے وہم پر خیال کی طرح بھاگ جائے۔ تُرکان۔ تُرک کی جمع ہے، بہادر۔ تَرکان۔ عورت۔

[3] عیاضی۔ مشہور بزرگ صوفی ہیں اُن کا نام ابوبکر محمد بن احمد ہے اپنے کسی دادا عیاض کی طرف منسوب ہیں۔ مولانا نے اُن کا قصہ سنا کر سمجھایا ہے کہ ہر صوفی کو اُن صوفی صاحب کی طرح نہ سمجھنا جو ہاتھ بندھے قیدی کی آنکھیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ جہادِ اصغر۔ کافر سے جہاد۔ جہادِ اکبر۔ نفس سے جہاد۔

گفت عیاضی نود بار آمدم
(حضرت) عیاضی نے فرمایا کہ میں نوے بار پہنچا

تن برہنہ بوکہ زخمے آیدم
ننگے بدن، شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے

تن برہنہ می شدم در پیشِ تیر
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا

تا یکے تیرے خورم من جائی گیر[1]
تاکہ کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں

تیر خوردن بر گلو یا مقتلے
گلے یا مقتل پر تیر کھانا

در نیابد جز شہیدے مقبلے
سوائے نصیبہ ور شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے

بر تنم یک جائگہ بے زخم نیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے

ایں تنم از تیر چوں پرویزنیست
میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھلنی کی طرح ہے

لیک بر مقتل نیامد تیر ہا
لیکن تیر مقتل پر نہ پہونچے

کارِ بخت است ایں نہ جلدی و دہا
مقدر کی بات ہے نہ کہ بہادری اور ہوشیاری کی

چوں[2] شہیدی روزیِ جانم نبود
چونکہ شہادت، میری جان کی روزی نہ تھی

رفتم اندر خلوت و در چلہ زود
میں جلد خلوت اور چلّہ میں چلا گیا

در جہادِ اکبر افگندم بدن
میں نے جہادِ اکبر میں جسم ڈال دیا

در ریاضت کردن و لاغر شدن
محنت کرنے اور لاغر ہونے میں

بانگِ طبلِ غازیاں آمد بگوش
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی

کہ خرامیدند جیشِ غزو کوش
کہ جہاد کا کوشاں لشکر روانہ ہوگیا

نفس از باطن مرا آواز داد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی

کہ بگوشِ حس شنیدم بامداد
جو میں نے حس کے کان سے صبح کو سنی

خیز ہنگامِ غزا آمد برو
اٹھ جہاد کا وقت آگیا، جا

خویش را در غزو کردن کن گرو
اپنے آپ کو جہاد میں معروف کردے

گفتم[3] اے نفسِ خبیثِ بے وفا
میں نے کہا، اے بے وفا خبیث نفس!

از کجا میلِ غزا تو از کجا
تجھے جہاد کی خواہش کہاں سے، کہاں ہے

راست گو اے نفس کایں حیلت گریست
اے نفس! سچ بتا یہ تیری حیلہ بازی ہے

ورنہ نفسِ شہوت از طاعت بریست
ورنہ شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے

گر نگوئی راست حملہ آرمت
اگر تو سچ نہ کہے گا، میں تجھ پر حملہ کروں گا

در ریاضت سخت تر افشارمت
میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤں گا

۱ے جا گیر۔ گھس جانے والا۔ مقتل۔ بدن کا وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے انسان مرجائے۔ مقبلے۔ بانصیب۔ پرویزن۔ چھلنی۔ جلدی۔ بہادری۔ دہا۔ تدبیر۔

۲ے چوں شہیدی۔ حضرت عیاضی فرماتے ہیں جب مجھے یقین ہوگیا کہ شہادت میرے مقدر میں نہیں ہے تو میں نے خلوت میں چلہ کشی شروع کردی۔ جیش۔ لشکر۔ گرو۔ گروی۔

۳ے گفتم۔ میں نے نفس سے کہا، خبیث تجھے جہاد کی رغبت کیوں پیدا ہوئی ہے سچ بتادے ورنہ تجھے بہت کچلوں گا۔

نفس بانگ آورد آندم از دروں
نفس نے اندر سے آواز دی

با فصاحت بے دہاں اندر فسوں
بغیر منہ کے، فصاحت کے ساتھ، جادوگری میں

کہ مرا ہر روز ایں جا می کشی
کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کھینچ لاتا ہے

جانِ من چوں جانِ گبراں میکشی
میری جان کو، کافروں کی جان کی طرح قتل کرتا ہے؟

ہیچ کس را نیست از حالم خبر
کسی کو میری حالت کی خبر نہیں

کہ مرا تو میکشی بے خواب و خور
کہ تو مجھے بغیر سوئے اور کھائے قتل کر رہا ہے

در غزا بجہم بیک زخم از بدن
میں جہاد میں ایک زخم سے بدن سے بھاگ نکلونگا

خلق بیند مردی و ایثارِ من
لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھیں گے

گفتم اے نفسک منافق زیستی
میں نے کہا اے ذلیل نفس! تو منافق جیا

ہم منافق میمری تو چیستی
منافق ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟

خوار و خود رای و مرائی بودہ
تو ذلیل، خودسر، اور ریاکار رہا ہے

در دو عالم تو چنیں بیہودہ
دونوں جہاں میں تو اس قدر بیہودہ ہے

نذر کردم کہ ز خلوت ہیچ من
میں نے منت مان لی ہے کہ میں خلوت سے کبھی

سر بروں نارم چو زندہ است ایں بدن
باہر نہیں نکلونگا جب تک یہ بدن زندہ ہے

زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کند
اسلئے کہ خلوت میں بدن جو کچھ کرتا ہے

نز برای روی مرد و زن کند
وہ مرد و عورت کے دکھاوے کیلئے نہیں کرتا ہے

جنبش و آرامش اندر خلوتش
خلوت میں اس کی حرکت اور سکون

جز برای حق نباشد نیتش
اللہ تعالٰی کے سوا کیلئے اسکی نیت نہیں ہوتی ہے

ایں جہادِ اکبر ست آں اصغر ست
یہ بڑا جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے

ہر دو کارِ رستم ست و حیدر ست
دونوں کام، رستم اور حیدرؓ کے ہیں

کار آنکس نیست کو را عقل و ہوش
اس شخص کا کام نہیں ہے کہ جسکی عقل اور ہوش

پرد از تن چوں بجنبد دُمِ موش
بدن سے پرواز کر جائے جب چوہے کی دم ہلے

کار آنکس نیست ایں سودا و جوش
یہ جنون اور جوش اس کا کام نہیں ہے

کو ز موش و جنبشش گم کرد ہوش
جو چوہے اور اسکے ہلنے سے ہوش گنوا دے

آنچناں کس را بباید چوں زناں
ایسے شخص کو عورتوں کی طرح چاہئے

دور بودن از مصاف و از سناں
میدانِ جنگ اور نیزے سے دور رہنا

لہ نفس۔ نفس نے جواب دیا تو مجھے یہاں چلہ کشی میں روز کافروں کی طرح قتل کرتا ہے۔ ہیچ کس۔ یہاں تنہائی میں میرے قتل سے کوئی واقف نہیں ہوتا ہے۔ در غزا۔ جہاد میں مروں گا تو یکبارگی مر جاؤنگا اور لوگ بھی میری جان نثاری کو دیکھ لیں گے۔

لہ گفتم۔ میں نے نفس سے کہا تو نفاق کے ساتھ جیا اور اب لوگوں کے دکھاوے کے لئے جہاد کر کے منافق کی موت مرنا چاہتا ہے۔ خوار تو دونوں جہانوں میں ذلیل ہوگا۔ مرائی۔ ریاکار۔ خلوت۔ تنہائی کی عبادت ریاکاری سے خالی ہوتی ہے۔ ایں جہاد اکبر۔ خلوت میں چلہ کشی جہاد اکبر ہے جو حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کام ہے۔

سہ جہادِ اصغر۔ دشمن سے لڑنا ایک بہادر اور رستم کا کام ہے۔ کار آنکس۔ جہاد اکبر اور جہاد اصغر اس بزدل کا کام نہیں ہے جو چوہے کی دم سے ڈرے۔ آنچناں۔ اس شخص کو عورتوں کی طرح خانہ نشیں ہو جانا چاہئے۔

صوفیے آں صوفی ایں اینت حیف — آں ز سوزن کشتہ ایں لطمہ سیف

ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے عجب افسوس ہے — وہ سوئی کا مقتول اِس کی خوراک تلوار ہے

نقشِ صوفی باشد اُو را نیست جاں — صُوفیاں بدنام ہم زیں صُوفیاں

وہ صوفی کی تصویر ہے اُسمیں جان نہیں ہے — اِن صوفیوں سے صوفی بھی بدنام ہیں

بَر در و دیوارِ جسمِ گِل سرشت — حق ز غیرت نقشِ صد صُوفی نوشت

مٹی کے بنے ہوئے جسم کے در و دیوار پر — اللہ تعالیٰ نے غیرت سے سیکڑوں صوفیوں کی تصویریں بنا دیں

تا ز سحر آں نقشہا جُنباں شود — تا عصائے مُوسوی پنہاں شود

تاکہ وہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں — جب تک موسوی عصا مخفی رہے

نقشہا را می خورد صدقِ عصا — چشمِ فرعونی ست پُر گرد و حصا

ان تصویروں کو لاٹھی کی سچائی نگل جاتی ہے — فرعونی آنکھ ہے جو گرد اور کنکریوں سے پُر ہے

حکایتِ مجاہدِ دیگر و جانبازیِ اُو در غزا

دوسرے مجاہد، اور جہاد میں اُس کی جان بازی کی حکایت

صُوفیِ دیگر میانِ صفِ حرب — اندر آمد بست بار از بہرِ ضرب

جنگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی — تلوار بازی کے لئے بیس بار آیا

با مسلماناں بکافر وقتِ کرّ — وا نگشت اُو با مسلماناں بفرّ

مسلمانوں کیساتھ (ہوتا تھا) کافر پر حملہ کیوقت — فرار کے وقت وہ مسلمانوں کیساتھ نہ پلٹتا تھا

زخم خورد و بست زخمے را کہ خورد — بارِ دیگر حملہ آورد و نبرد

زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اُس کی بندش کرتا — دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا

تا نمیرد تن بیک زخم از گزاف — تا خورد اُو بست زخم اندر مصاف

تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مرجائے — یہانتک کہ وہ جنگ میں بیس زخم کھائے

حیفش آمد کہ بزخمے جاں دہد — جاں ز دستِ صدقِ اُو آساں رہد

اسکو افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دیدے — جان اسکی سچائی کے ہاتھ سے آسانی سے چھوٹ جائے

حکایتِ آں مجاہد کہ از ہمیانِ سیم ہر روز یک درم در خندق

اُس مجاہد کی حکایت جو چاندی کی تھیلی سے ہر روز ایک درہم خرچ بناکر خندق میں

انداختے تتفاریق از بہرِ ستیزہ حرص و آرزوی نفس

پھینک دیتا نفس کی آرزو اور لالچ سے جنگ کے لئے

۱ـ آں - یعنی وہ صوفی جو دست بستہ کافر سے مغلوب ہوگیا۔ ایں - یعنی حضرت عیاضیؒ۔ نقش - وہ بزدل صوفی صوفیوں کو بدنام کرنے والا ہے۔ بر در - انسانی جسم کی دیوار پر اللہ تعالیٰ نے غیرت کیوجہ سے بہت سے صوفیوں کی تصویریں بنا دی ہیں تاکہ اسکے محبوب صوفی ان تصویروں میں مخفی رہیں۔

۲ـ تا ز سحر - یہ تصویریں بعض جادوگری سے متحرک رہیں اور صوفیانہ حرکات کر رہی ہیں یہ اسی وقت تک ہے جب تک حقیقی صوفی جلوہ گر نہیں ہوتا ہے اُس کی جلوہ گری ان سب کو ہضم کر جائے گی۔ حکایت - اس میں بھی ایک صوفی کی بہادری کے کارنامے ذکر کئے ہیں۔ ضرب - تلوار بازی۔ کرّ - اقدامی حملہ۔ فرّ - پسپائی۔

۳ـ زخم - اس کے ایک زخم لگتا تو فوراً مرہم پٹی کر کے حملہ آور ہو جاتا تاکہ ایک ہی زخم سے موت نہ آجائے۔ حکایت - جس طرح پہلے مجاہد یکبارگی مرنا نہ چاہتے تھے بلکہ بار بار زخم کھا کر جان دینا چاہتے تھے اسی طرح یہ مجاہد یکبارگی سرمایہ تلف نہ کرتے تھے بلکہ نفس کو بار بار تکلیف پہنچانے کے لئے روزمرہ ایک درہم تلف کرتے تھے۔

وسوسۂ نفس کہ چوں می اندازی بخندق بارے یک بار

اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے، اب ایک بار

بیندازتا خلاص یابم کہ اَلْیَاسُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْن واو

پھینک دے تاکہ میں چھٹکارا پا جاؤں، کیونکہ مایوسی بھی دو راحتوں میں سے ایک راحت ہے اور وہ

میگفت مر نفس را کہ ترا ایں راحت ہم ندہم

نفس سے کہتا تھا، کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا

آں یکے بودش بکف چل درم — **ہر شب افگندے یکے در آبِ یم**

ایک صوفی کے ہاتھ میں چالیس درہم تھے — وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینک دیتا

تاکہ گردد سخت بر نفسِ مجاز — **در تانّی دردِ جاں کندن دراز**

تاکہ جھوٹے نفس پر سخت بن جائے — جان کنی کا دراز درد، سست روی میں

نفسِ او فریاد کردے ہر شبے — **در فتادے زار در تاب و تبے**

اس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا — تکلیف اور مصیبت میں لاغر ہوتا

کیں چرا می نفگنی یک بارگی — **کُشتیم در غصّہ و بیچارگی**

کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے؟ — تو نے مجھے رنج اور مجبوری میں مار ڈالا

بہرِ حق یکبارگی بگذار دین — **نفس را اَلْیَاسُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْن**

خدا کے لئے ایک مرتبہ میں قرض ادا کر — نفس کا، کیونکہ مایوسی دو راحتوں میں ایک ہے

او نگشتے ملتفت مر نفس را — **ہمچنیں کُشتے مر او را در عنا**

وہ نفس کی جانب متوجہ نہ ہوتا — اس کو اسی طرح مصیبت میں مارتا

ہمچنیں آں صوفی اندر صفِ جنگ — **بہرِ حق بگرفتہ بد بر نفس تنگ**

اسی طرح اس صوفی نے جنگ کی صف میں — اللہ (تعالیٰ) کیلئے نفس پر سخت گرفت کر رکھی تھی

با مسلماناں بکرّ او پیش رفت — **وقتِ فرّ او وا نگشت از خصمِ لفت**

حملے کے وقت مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے بڑھتا — پسپائی کے وقت دشمن سے جلد پیچھے نہ ہٹتا

زخمِ دیگر خورد آں را ہم بہ بست — **بیست کرّت رمح و تیراز وے شکست**

دوسرا زخم کھایا اس کو بھی باندھا — بیس مرتبہ نیزے اور تیر اس پر ٹوٹے

بعد ازاں قوت نماند افتاد پیش — **مقعدِ صدق او ز صدقِ عشقِ خویش**

اُسکے بعد طاقت نہ رہی، سامنے گر گیا — اپنی سچائی کی جگہ میں، اپنے عشق کی سچائی کی وجہ سے

حواشی

ل۱ اَلْیَاسُ۔ مقصد پورا ہونے سے بھی راحت ملتی ہے اور مقصد سے بالکل مایوس ہونے سے بھی نفس کو راحت ملتی ہے۔ یم۔ دریا۔ مجاز۔ یعنی حقیقت سے غافل۔ تانّی۔ آہستہ روی۔ نفس۔ اس صوفی کا نفس درہم کو دریا میں پھینکنے کی وجہ سے ہر شب فریاد کرتا۔

ل۲ کیں۔ اور یہ کہتا کہ درہموں کو پھینکنا ہے تو ایک دفعہ پھینک دے۔ کُشتیم۔ تو مرا کشتی۔ کمالیاس۔ اگر یکبارگی مایوسی ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ ملتفت۔ متوجہ۔ عنا۔ مشقت۔ ہمچنیں۔ اسی طرح اس صوفی نے نفس کی گرفت کر رکھی تھی ایک زخم کھا کر شہید نہ ہونا چاہتا تھا۔

ل۳ با مسلماناں۔ مسلمانوں کے حملہ کے وقت آگے بڑھتا لیکن پسپائی کے وقت جلد پسپا نہ ہوتا دشمن کے مقابلے میں جما رہتا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ رمح۔ نیزہ۔ مقعدِ صدق۔ قرآن پاک میں نیکوں کی روحوں کے بارے میں ہے وہ سچائی کی جگہ ہوں گی صاحبِ قدرت خدا کے پاس۔

صدق[1] جاں دادن بود ہیں سابقوا — از نبی بر خواں رجالٌ صَدَقُوا

سچائی، جان دیدینا ہوتی ہے، خبردار! آگے بڑھو — قرآن میں سے رِجَالٌ صَدَقُوْا پڑھ لے

ایں ہمہ مُردن نہ مرگِ صورت ست — ایں بدن مر روح را چوں آلت ست

یہ کامل موت نہ صرف جسم کی موت ہے — بیشک، روح کے لئے آلہ کی طرح ہے

اے بسا خامے کہ ظاہر خونش ریخت — لیک نفسِ زندہ آں جانب گریخت

بہت سے ناقص ہیں کہ انھوں نے اپنا ظاہر (جسم) بہادیا — لیکن زندہ نفس اُس جانب بھاگ گیا

آلتش[2] بشکست و رہزن زندہ ماند — نفس زندہ است ارچہ مرکب خون فشاند

اس کا آلہ ٹوٹا اور ڈاکو زندہ رہا — نفس زندہ ہے اگرچہ سواری نے خون چھڑک دیا

اسپ کُشت و رہ نرفت آں خیرہ سر — ماند خام و زشت از حق بے خبر

گھوڑا مار ڈالا اور اس بیوقوف نے راستہ طے نہ کیا — اللہ تعالےٰ سے بے خبر کچا اور بھدا رہ گیا

گر بہر خونریزیِ گشتے شہید — کافرِ کُشتہ بُدے ہم بوسعید

اگر ہر خون بہانے سے شہید بنجایا کرتا — مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا

اے[3] بسا نفسِ شہیدِ معتمد — مُردہ در دنیا چو زندہ میرود

بہت سے بھروسے کے شہید نفس ہیں — مرے ہوئے، دنیا میں زندہ کیطرح چلتے پھرتے ہیں

رُوحِ رہزن مُرد و تن کہ تیغِ او ست — ہست باقی در کفِ آں غزو دوست

ڈاکو نفس مرگیا اور جسم جو کہ اس کی تلوار ہے — جہاد کے شائق کے ہاتھ میں باقی ہے

تیغ آں تیغ ست مرداں مرد نیست — لیک ایں صورت ترا حیران کنیست

تلوار وہی تلوار ہے، مرد وہ مرد نہیں ہے — لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنیوالی ہے

نفس چوں مبدل شود ایں تیغِ تن — باشد اندر دستِ صُنعِ ذُوالمِنَن

نفس جب بدل جاتا ہے، یہ جسم کی تلوار — اللہ تعالےٰ کی کاریگری کے ہاتھ میں ہوتی ہے

آں یکے مردیست قُوتش جملہ دُرد — ویں دگر مردے میاں تی ہمچو گرد

ایک وہ مرد ہے جسکی ساری خوراک درد ہے — اور یہ دوسرا مرد ہے جسکی کمر گرد کیطرح خالی ہے

صفت کردنِ مردِ غمّاز و نمودنِ صورتِ کنیزکِ مصوّر

ایک چغلخور کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لونڈی کی تصویر دکھانا

---

[1] صدق۔ پہلی آیت میں جو صدق آیا ہے اُسکا مطلب اللہ کے راستہ میں جان دیدینا ہے۔ صَدَقُوا قرآن پاک میں ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ یعنی بعض مومن وہ ہیں جنھوں نے اُس معاہدہ کو سچ کر دکھایا جو انھوں نے اللہ تعالےٰ سے کیا یعنی راہِ خدا میں شہید ہوگئے۔ ایں ہمہ۔ راہِ خدا میں مرنا جسم کا مرنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو روح کا ایک آلہ ہے بلکہ اوصاف رذیلہ کا ازالہ اور نفس کو مارنا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جہاد میں مرتے ہیں لیکن اُن کا نفس زندہ رہتا ہے تو وہ راہِ خدا میں نہیں مرے۔

[2] آلتش۔ نفس کا زندہ رہنا اور جسم کا مرجانا تو ایسا ہی ہے جیسے ڈاکو زندہ رہے اور اس کا ہتھیار یا گھوڑا فنا ہوجائے۔ اسپ۔ اُس شخص کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو منزل پر پہنچنے سے پہلے گھوڑے کو مار ڈالے۔ گر بہر خونریزی۔ اگر محض خون بہادینا شہادت ہو تو ہر کافر جو جنگ میں مرے اسکو شہید کہو۔ بوسعید نیک بخت یا حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ۔

[3] اے بسا۔ جن لوگوں نے نفس کشی کرلی ہے اُنکا نفس مُردہ ہوچکا ہے لیکن وہ دنیا میں زندہ چلتے پھرتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو کسی مُردہ کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔ روح۔ جو نفس راہزن تھا وہ مرگیا ہے اسکی جو تلوار تھی یعنی جسم وہ اس مجاہد کے ہاتھ میں باقی ہے۔ تیغ۔ یعنی جسم تو وہی ہے لیکن اب وہ شخص نہیں ہے وہ اپنے آپکو فنا کرکے بقا باللہ حاصل کرچکا ہے۔ نفس۔ اگرچہ وہ شخص نہیں رہا لیکن اب یہ تلوار اللہ تعالےٰ کے دستِ قدرت کا کام کرتی ہے۔

ق: تہی، خالی۔

در کاغذ و عاشق شدنِ خلیفۂ مصر بر نقشِ آں کاغذ و فرستادنِ
تصویر دیکھانا اور اس کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا عاشق ہوجانا اور خلیفہ کا ایک

خلیفہ امیرے با سپاہِ گراں بدرِ موصل و قتل و ویرانی
سردار کو بھاری لشکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیجدینا اور اس مقصد کیلئے بہت

بسیار کردن بہرِ ایں غرض
قتل اور تباہی کرنا

مر خلیفۂ مصر را غمازؔ[۱] گفت　　کہ شہِ موصل بحورے گشت جفت
چغلخور نے مصر کے خلیفہ سے کہا　　کہ موصل کے بادشاہ کو ایک حور مل گئی ہے

یک کنیزک دارد او اندر کنار　　کہ بعالم نیست مانندش نگار
وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے　　اُس جیسی حسینہ دنیا میں نہیں ہے

در بیاں ناید کہ حُسنش بیحد ست　　نقشِ او اینست کاندر کاغذ ست
بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کا حسن بیحد ہے　　اُس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے

نقش در کاغذ چو دید آں کیقباد　　خیرہ گشت و جام از دستش فتاد
اُس بادشاہ نے کاغذ پر اسکی تصویر دیکھی　　حیران ہوگیا اور اُسکے ہاتھ سے جام گر گیا

پہلوانے[۲] را فرستاد آں زماں　　سوئے موصل با سپاہِ بس گراں
فوراً ایک بہادر کو بھیج دیا　　بہت بھاری لشکر کے ساتھ موصل کی جانب

گفت اگر ندہد بتو آں ماہ را　　بر کُن از بُن آں در و درگاہ را
کہا اگر وہ اُس چاند کو تیرے حوالے نہ کرے　　اُس در اور درگاہ کو جڑ سے اُکھاڑ ڈال

ور دہد ترکش کن و مہ را بیار　　تا کشم[۳] من بر زمیں مہ در کنار
اور اگر دیدے اُس کو چھوڑ اور چاند کو لے آ　　تاکہ میں چاند کو زمین پر بغل میں لوں

پہلواں شد سوئے موصل با حشم　　با ہزاراں رستم و طبل و علم
بہادر خادموں کے ساتھ موصل کی جانب روانہ ہوا　　ہزاروں بہادروں اور نقاروں اور جھنڈے کے ساتھ

چوں ملخہائے عدد بر گردِ کشت　　قاصدِ اہلاکِ اہلِ شہر گشت
کھیتی کے چاروں طرف کی اَن گنت ٹڈیوں کی طرح　　شہریوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرنیوالا بنگیا

ہر نواحے منجنیقے از نبرد　　ہمچو کوہِ قاف او بر کار کرد
جنگ کے لئے ہر جانب ایک گوپھن　　کوہ قاف جیسی اُس نے کام پر لگا دی

---

[۱] غماز: چغلخور۔ بحورے۔ یعنی موصل کے بادشاہ کے پاس ایک حور صفت لونڈی ہے۔ کنار: پہلو۔ نگار: حسین۔ کیقباد: کے بمعنی مالک قباد؟ بمعنی برحق۔ شاہِ ایران کا نام ہے جو بڑا عیاش تھا اور سو سال اُس نے حکومت کی اب مطلقاً منصف بادشاہ کے معنی میں بولا جاتا ہے۔
[۲] پہلوانے۔ شاہِ مصر نے بہادر سردار کو بھاری لشکر دے کر موصل روانہ کر دیا موصل ضاد کے زیر کے ساتھ عراق اور جزیرہ کے درمیان ایک شہر ہے۔ آں ماہ۔ حسین لونڈی۔
[۳] تا کشم۔ وہ آسمان کا چاند ہے لیکن میں اُس سے زمین پر بغلگیر ہوں گا۔ رستم۔ مطلقاً پہلوان۔ ہر نواحے۔ اُس سردار نے موصل کے چاروں طرف گوپھنیں قائم کر دیں جو کوہ قاف کی طرح بلند تھیں۔

زخمِ تیر و سنگہای منجنیق
تیروں کے زخم اور گوپھن کے پتھر
تیغہا در گرد چوں برق از بریق[1]
غبار میں تلواریں چمک کیوجہ سے بجلی کی طرح

ہفتہ کرد ایں چنیں خونریز گرم
ایک ہفتہ اُس نے اِسی طرح خونریزی گرم رکھی
برجِ سنگیں سست شد چوں موم نرم
پتھر کا برج، نرم موم کی طرح کمزور پڑ گیا

شاہِ موصل دید پیکارِ مہول
موصل کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی
پس فرستاد از دروں پیشش رسول
تو اندر سے اُس کے پاس قاصد بھیجا

کہ چہ[2] میخواہی ز خونِ مومناں
کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا چاہتا ہے؟
کشتہ میگردند زیں حربِ گراں
جو اِس بھاری جنگ سے مر رہے ہیں

گر مرادت مُلک و شہرِ موصل ست
اگر تیرا مقصود، مُلک اور موصل شہر ہے
بے چنیں خونریز اینت حاصل ست
بغیر خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے

من روم بیرونِ شہر اینک درآ
میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں، لے تو اندر آجا
تا نگیرد خونِ مظلوماں ترا
تاکہ مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑے

ور مرادت مال و زر و گوہر ست
اگر تیرا مقصد مال اور سونا اور جواہر ہیں
ایں ز ملک و شہر خود آساں تر ست
یہ سلطنت اور شہر سے خود آسان ہیں

ہر چہ می باید ترا از سیم و زر
تجھے جو چاندی اور سونا چاہیئے
میفرستم چیست ایں آشوب[3] و شر
میں بھیجتا ہوں یہ فتنہ اور شر کیا ہے؟

ایثار کردنِ صاحبِ موصل آں کنیزکِ خود را بخلیفۂ مصر تا خوں ریزیِ مسلماناں زیادہ نہ شود

موصل کے حاکم کا اپنی لونڈی کو خلیفۂ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمانوں کی خونریزی زیادہ نہ ہو

چوں رسول آمد بہ پیشِ پہلواں
جب قاصد، پہلوان کے سامنے آیا
گفت پیغامِ مَلِک اندر زماں
اُس نے فوراً بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا

گفت من نے ملک میخواہم نہ مال
اُس نے کہا نہ میں ملک چاہتا ہوں، نہ مال
لیک میجویم یکے صاحب جمال
لیکن ایک حسین کا جویاں ہوں

داد کاغذ اندرو نقش و نشاں
اُس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور علامت تھی
گفت پیشش بر بگو او را عیاں
کہا اُس کے سامنے اُس کو صاف بتا دے

لہ بریق۔ چمک۔ برجِ سنگیں۔ یعنی اُس موصل کے بادشاہ کا قلعہ موم کی طرح بن گیا۔ مہول۔ خوفناک۔ رسول۔ قاصد۔

۲ کہ چہ۔ موصل کے بادشاہ نے قاصد کے ذریعہ پہلوان سے کہلوایا کہ حملے سے تیرا کیا مقصد ہے۔ اینت۔ اِس ترا۔ ایں ز ملک۔ جب میں سلطنت چھوڑنے کو تیار ہوں تو روپیہ پیسہ دینا تو بہت آسان ہے۔

۳ آشوب۔ فتنہ۔ مَلِک۔ یعنی موصل کا بادشاہ۔ گفت۔ پہلوان نے کہا۔ صاحب جمال۔ یعنی لونڈی۔

کاندریں کاغذ نگر چہ صورتست ¹ | زود بفرستش کہ ملک و جانت رست
کہ اس کاغذ میں دیکھ کیا تصویر ہے | اسکو جلد بھیج دے تاکہ تیری سلطنت اور جان بچ جائے

بنگر اندر کاغذ ایں را طالبم | ہیں بدہ ورنہ کنوں من غالبم
کاغذ میں دیکھ لے، میں اس کا طلبگار ہوں | خبردار! دیدے ورنہ اب میں غالب ہوں

چوں رسولش باز گشت و گفت حال | داد کاغذ را و بنمود آں مثال
جب اس کا قاصد واپس ہوا اور حالت بتائی | اس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی

گشت معلومش چہ گفت آں شاہِ نر | صورتے کم گیر زود ایں را ببر
اس کو معلوم ہو گیا تو اس بہادر شاہ نے کیا کہا؟ | مان لے ایک حسین، صورت نہ رہی اور جلد اسکو لیجا

من نیم ² در عہدِ ایماں بت پرست | بت برِ آں بت پرست اولیٰ ترست
میں ایمان کے عہد میں، بت پرست نہیں ہوں | بت اس بت پرست کی بغل میں زیادہ بہتر ہے

باتبرک داد دختر را و برد | سوئے لشکرگاہ و در ساعت سپرد
اس نے لونڈی مع تحفہ کے دی، اور وہ لے گیا | لشکرگاہ کی جانب، اور فوراً سپرد کر دی

چونکہ آوردش رسول آں پہلواں | گشت عاشق بر جمالش آں زماں
جب قاصد اس کو لایا، وہ سردار | فوراً اس کے حسن پر عاشق ہو گیا

عشق بحرے آسماں بر وے کفے | چوں زلیخا در ہوائے یوسفے
عشق ایک سمندر ہے آسمان اس پر ایک جھاگ ہے | جیسے کہ زلیخا، یوسفؑ کے عشق میں تھی

دورِ گردونہا ز موجِ عشق داں | گر نبودے عشق بفسردے جہاں
آسمانوں کی گردش عشق کی موج سے سمجھ | اگر عشق نہ ہوتا تو جہان ٹھٹھر جاتا

کے جمادے ³ محو گشتے در نبات | کے فدائے روح گشتے نامیات
جماد، نبات میں کب فنا ہوتا؟ | نمو پانے والیاں، روح پر کب فدا ہوتیں؟

روح کے گشتے فدائے آں دمے | کز نسیمش حاملہ شد مریمے
روح اس دم پر کب فدا ہوتی؟ | جس کی نسیم سے مریم حاملہ ہوئیں

ہر یکے بر جا ترنجیدے چو یخ | کے بُدے پراں و جویاں چوں ملخ
ہر ایک اپنی جگہ برف کی طرح سکڑ جاتا | ٹڈی کی طرح کب پرواز اور جستجو میں ہوتا؟

ذرہ ذرہ عاشقانِ آں جمال | می شتابد در علو ہمچوں نہال
ذرہ ذرہ، اس حسن کا عاشق ہے | پودے کی طرح بلندی کی جانب دوڑتا ہے

---

¹ کاندریں۔ یعنی اپنے بادشاہ سے کہہ دے کہ اس کاغذ پر جس کی تصویر ہے اس کو ہمیں دیدے تب تیری نجات ہوگی۔ آں مثال۔ یعنی لونڈی کی تصویر گفت آں شاہِ نر۔ جب شاہِ موصل کو بہادر کی خواہش کا علم ہو گیا تو اس نے کہا۔ شاہِ نر۔ یعنی شاہِ موصل۔ صورتے۔ یعنی اگر ایک لونڈی نہ رہی تو کیا ہوا۔

² من نیم۔ شاہِ موصل نے کہا میں بت پرست نہیں ہوں لہٰذا یہ بت لونڈی شاہِ مصر بت پرست کے لئے مناسب ہے۔ چونکہ۔ جب قاصد لونڈی کو لے کر آیا تو یہ پہلوان اس پر عاشق ہو گیا۔ عشق۔ عشق الٰہی، صوفیا ذاتِ الٰہی مراد لیتے ہیں۔ زلیخا۔ آسمان کی تشبیہ ہے۔ یوسفؑ۔ حضرتِ حق کی تشبیہ ہے۔ دورِ گردوں۔ تمام کائنات کی حرکت کا سبب عشق ہے جو اس میں پنہاں ہے، ورنہ کائنات درجۂ کمال کو نہ پہنچتی۔

³ جمادے۔ جماد اپنے آپ کو نبات میں فنا کرتا ہے۔ یعنی مٹی پانی سے نباتات غذا حاصل کر کے بڑھتی ہیں۔ روح۔ اس نفخہ پر قربان ہوتی جس سے حضرت مسیحؑ کی پیدائش ہوئی۔ ہر یکے۔ اگر عشق کی تحریک نہ ہو تو ہر چیز ٹھٹھر کے رہ جائے۔ ذرہ۔ کائنات کا ہر ذرہ کمال کا خواہاں ہے۔

سبح اللہ ہست آں اشتابِ شاں
اُن (ذروں) کی تیز روی اللہ کی تسبیح ہے

تنقیہ تن می کنند از بہرِ جاں
جو جان کے لئے جسم کو صاف کرتے ہیں

پہلواں چہ را چو رہ پنداشتہ
سردار نے جب کنویں کو راستہ سمجھ لیا

شورہ اش خوش آمد و حب کاشتہ
شوریلی زمین اُس کو بھلی معلوم ہوئی اور دانہ بو دیا

چوں خیالے دید آں خفتہ بخواب
جیسا کہ سونے والے نے نیند میں ایک خیال دیکھا

جمع شد با آں واز وے رفت آب
اُس کے ساتھ جماع کیا اور اُس کی منی بہ نکلی

چوں بجست از خواب و شد بیدار زود
وہ جب نیند سے اُٹھا اور جلد بیدار ہو گیا

دید کاں لعبت بہ بیداری نبود
دیکھا کہ وہ گڑیا بیداری میں (موجود) نہ تھی

گفت بر ہیچ آبِ خود بردم دریغ
اُس نے کہا افسوس ہے میں نے معدوم پر اپنی منی بہائی

عشوۂ آں عشوہ دہ خوردم دریغ
افسوس ہے اس فریب دینے والے کا میں نے فریب کھایا

پہلوانِ تن بد آں مردی نداشت
جسم کا پہلوان تھا، انسانیت نہ رکھتا تھا

تخمِ مردی در چناں ریگے بکاشت
اُس نے انسانیت کا بیج ایسے ریت میں بو دیا

مرکبِ عشقش دریدہ صد لگام
اُس کے عشق کی سواری نے سو لگام توڑ دیئے

نعرہ میزد لا اُبالے کالحمام
وہ نعرہ مارتا تھا، میں موت کی پروا نہیں کرتا ہوں

ایش اُبالی بالخلیفۃ فی الھویٰ
میں محبت کے معاملہ میں خلیفہ کی کیا پروا کرتا ہوں

استویٰ عندی وجودی والتویٰ
میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہو

ایں چنیں سوزان و گرم آخر مکار
ایسی سوزش اور گرمی سے ہیچ د بو

مشورت کن با یکے دانستہ کار
کسی جانکار سے مشورہ کرے

مشورت کو عقل کو سیلابِ آز
مشورہ کہاں، عقل کہاں حرص کے سیلاب نے

در خرابی کرد ناخنہا دراز
تباہی کے لئے ناخن دراز کرتے ہیں

بینَ ایدی سدّ و سوئے خلف سد
سامنے دیوار ہے اور پیچھے کی جانب دیوار ہے

پیش و پس کے بیند آں مفتونِ خد
وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے!

آمدہ در قصدِ جاں سیلِ سیاہ
کالا سیلاب، جان کے ارادہ سے آچکا ہے

تا کہ روبہ افگند شیرے بچاہ
تاکہ لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دے

از چہے بنمود معدومے خیال
ایک معدوم خیال کنویں سے نمودار ہوا

تا در انداز دا اُسود کالجبال
تاکہ پہاڑ جیسے شیروں کو اندر گرا دے

لے سبح اللہ۔ قرآن پاک میں ہے یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمان اور زمین کا ذرہ ذرہ اللہ کا تسبیح خواں ہے۔ اُس کی تسبیح ان کے عشق کی دلیل ہے اور اس کے ذریعہ وہ جان کے لیے جسم کو فنا کرتے ہیں۔ پہلواں۔ پہلوان حقیقی عشق کو نہ سمجھا اور لونڈی پر عاشق ہو گیا اُس نے کنویں کو صاف راستہ سمجھ لیا۔

لے چوں خیالے۔ وہ پہلوان غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ بیٹھا جس طرح انسان خواب میں بے حقیقت حسین سے جماع کرتا ہے اور اپنا مادہ ضائع کرتا ہے اور بیدار ہو کر پھر افسوس کرتا ہے۔ تخم مردی یعنی عشق۔ ریگے۔ یعنی لونڈی۔ نعرہ۔ یعنی اگرچہ لونڈی سے عشق کرنے میں اندیشہ ہے کہ شاہِ مصر قتل کرا دیگا لیکن مجھے موت کی پروا نہیں ہے۔

سے ایش۔ اَیُّ شَیْءٍ کیا چیز۔ الہویٰ عشق۔ التویٰ۔ ہلاکت۔ مکار۔ کشت کاری نہ کر۔ مشورت کو۔ پہلوان پر تو وہ سوار تھا وہ کہاں مشورہ کر سکتا تھا۔ مفتونِ خد۔ رخسار کے عاشق کو کچھ نظر نہیں آتا۔ آمدہ جب قضا آتی ہے تو لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دیتی ہے جیسا کہ پہلے دفتر میں بیان ہو چکا ہے۔۔۔ آز چہے پہلے دفتر میں لومڑی اور شیر کے قصہ میں گذرا ہے کہ شیر کو اپنا عکس کنویں میں نظر آیا اور وہ اس سے لڑنے کیلئے

ہیچ کس را با زناں محرم مدار | کہ مثال ایں دو پنبہ است و شرار

کسی کو عورتوں کا محرم نہ بنا | کہ ان دونوں کی مثال روئی اور چنگاری کی ہے

آتشے باید نشستہ زآبِ حق | ہمچو یوسف معتصم اندر رہق

خدا کے پانی سے آگ بجھی ہوئی ہونی چاہیئے | جیسے کہ معصوم یوسفؑ جوانی میں

کز زلیخائے لطیفِ سرو قد | ہمچو شیراں خویشتن را وا کشد

کہ حسین سرو قد زلیخا سے | شیروں کی طرح اپنے آپ کو کھینچ لیا

نفسِ خود را کے تواں کردن زبوں | جز بامدادِ عقولِ ذوفنون

اپنے نفس کو مغلوب کب کیا جا سکتا ہے | اہلِ کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر

جانبِ اتمامِ قصہ باز راں | کایں سخن پایاں ندارد پہلواں

قصہ کو پورا کرنے کی جانب چل | اے پہلوان! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مراجعت کردنِ پہلوان از موصل بجانبِ مصر و صحبتِ او در راہ با کنیزک

پہلوان کا موصل سے، مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ میں اس کا لونڈی سے ہمبستر ہونا

باز گشت از موصل و میشد براہ | تا فرود آمد بہ بیشہ و مرجگاہ

وہ موصل سے لوٹا اور راستہ پر روانہ ہوا | یہاں تک کہ اس نے جنگل اور چراگاہ میں پڑاؤ کیا

آتشِ عشقش فروزاں آں چناں | کہ ندانست او زمیں از آسماں

اس کے عشق کی آگ اس طرح بھڑک رہی تھی | کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہ کر سکتا تھا

قصدِ آں مہ کرد اندر خیمہ او | عقل کو و از خلیفہ خوف کو

اس نے خیمہ میں چاند کا قصد کیا | عقل کہاں تھی؟ (اور) خلیفہ کا ڈر کہاں؟

چوں زند شہوت دریں وادی شرار | عقل را سوزد دراں شعلہ چو خار

جب شہوت اس میدان میں آگ لگا دیتی ہے | عقل کو کانٹے کی طرح اس شعلے میں جلا دیتی ہے

چوں نہد شہوت دریں وادی دہل | چیست عقلِ تو فجل ابن الفجل

جب شہوت اس میدان میں ڈھول بجا دیتی ہے | تو اے ذلیل، ذلیل کے بیٹے! تیری عقل کیا ہے؟

صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس | پیشِ چشمِ آتشینش آں نفس

سیکڑوں خلیفہ، مکھی سے کم بن گئے | اس وقت ہوس کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے

لہ ہیچ کس۔ یہ خرابی اس لئے آئی کہ شاہِ مصر نے پہلوان کو لونڈی کا محرم بنایا۔ آتشے۔ یہ آگ صرف اللہ تعالیٰ کا آبِ رحمت بجھا سکتا ہے۔ یوسفؑ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو بچایا۔ معتصم۔ معصوم۔ رہق۔ بلوغ، جوانی۔ شیراں۔ حضرت یوسفؑ شیر مردوں کی طرح زلیخا سے بچ نکلے۔

۲ے نفس۔ نفس کو کسی مشیخ کے مشورے سے ضعیف کیا جا سکتا ہے۔ باز گشت۔ پہلوان لونڈی کو لے کر موصل سے چلا تو ایک جنگل اور چراگاہ میں اس کا پڑاؤ ہوا۔ آتشِ۔ اس کے عشق کی آگ اس قدر بھڑکی ہوئی تھی کہ وہ اندھا ہو رہا تھا۔ قصدِ آں۔ وہ عشق سے مجبور ہو کر لونڈی کے خیمہ میں گھس گیا۔ اب نہ اس میں عقل تھی نہ خلیفہ کا ڈر۔

۳ے چوں زند۔ جب شہوت آگ لگاتی ہے تو عقل خس و خاشاک کی طرح جل جاتی ہے۔ فجل۔ ذلیل۔ صد خلیفہ۔ شاہِ مصر کیا سیکڑوں شاہ اس کی نظر میں تنکے سے کم تھے۔

چوں بروں انداخت شلوار و نشست
جب پاجامہ اتار دیا اور بیٹھ گیا
درمیانِ پائے زن، آں زن پرست[1]
وہ عورت پرست، عورت کی ٹانگوں کے درمیان

چوں ذکر سوئے مقر[1] میرفت راست
جب ذکر سیدھا ٹھکاؤ کی طرف گیا
رستخیز و غلغل از لشکر بخاست
قیامت اور شور و غل لشکر سے اٹھا

برجہید او کون برہنہ سوئے صف
وہ ننگا صف کی جانب دوڑا
ذوالفقارِ ہمچو آتش او بکف
آگ جیسی تلوار ہاتھ میں لئے

دید شیرِ نر سیہ از نیستاں
اس نے دیکھا، کالے نر شیر نے جنگل سے
بر زدہ بر قلبِ لشکر ناگہاں
اچانک وسط لشکر پر حملہ کر دیا ہے

تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ
عربی گھوڑے دیو کی طرح جوش میں آ گئے ہیں
صد طویلہ و خیمہ اندر ہم زدہ
سیکڑوں پچھاڑیاں اور خیمے درہم برہم کر دیئے

شیرِ نر گنبد ہمی کرد از لغز
نر شیر گھسنے کے لئے جست لگا رہا تھا
در ہوا چوں موجِ دریا بیست گز
فضا میں بیس گز دریا کی موج کی طرح

پہلواں مردانہ بود و بے حذر
پہلوان بہادر تھا اور بغیر خوف
پیشِ شیر آمد چو شیرِ مستِ نر
مست نر شیر کی طرح، شیر کے سامنے آ گیا

زد[2] بشمشیر و سرش را بر شگافت
تلوار ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا
زود سوئے خیمۂ مہرو شتافت
حسینہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا

چونکہ خود را او بداں حور نمود
جب اس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھایا
مردیِ او ہمچناں برپائے بود
اس کی مردی اسی طرح قائم تھی

باچناں شیرے بچالش[3] گشتہ جفت
ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شریک ہوا
مردیِ او ماند برپا و نخفت
اس کی مردی قائم رہی اور نہ سوئی

آں بتِ شیریں لقائے ماہرو
وہ بت شیریں دیدار چاند سے مکھڑے والی
در عجب درماند از مردیِ او
اس کی مردی سے تعجب میں پڑ گئی

جفت شد با او بشہوت آں زماں
وہ فوراً شہوت سے اس سے مل گیا
متحد گشتند حالی آں دو جاں
فوراً وہ دو جانیں ایک ہو گئیں

ز اتصالِ ایں دو جاں باہمدگر
ان دونوں جانوں کے باہم پیوست ہونے سے
میرسد از غیب شاں جانِ دگر
غیب سے ایک دوسری جان پہنچ جاتی ہے

[1] زن پرست۔ یعنی پہلوان۔ مقر۔ یعنی لونڈی کی شرمگاہ۔۔۔۔ کون برہنہ۔ یعنی اسی حالت میں جس میں وہ لونڈی سے مصروف تھا۔ ذوالفقار۔ عمدہ تلوار دیتی۔ اس پہلوان نے دیکھا کہ ایک کالا نر شیر لشکر کے درمیانی حصہ پر حملہ آور ہے۔ تازیاں۔ عربی گھوڑے۔ طویلہ۔ پچھاڑی، اصطبل۔ گنبد ہمی کرد۔ چھلانگ لگا رہا تھا۔ لغز۔ لغزیدن بمعنی خزیدن۔

[2] زد۔ پہلوان نے شیر پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر پھاڑ دیا اور بہت جلد اس لونڈی کے خیمہ میں چلا گیا چونکہ جب اس لونڈی کے پاس پہنچا تو اس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

[3] چاآشش۔ جنگی رفتار۔ مردی۔ اس کی شہوت سرد نہ پڑی تھی وہ لونڈی اس کی مردانگی کی اس طاقت سے حیرت میں پڑ گئی۔ جفت شد۔ ہم نے اس کا فاعل پہلوان کو قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔ اگر فاعل لونڈی کو قرار دیا جائے تو ترجمہ دوسرا ہوگا۔ جانِ دگر۔ یعنی ہونے والا بچہ۔

رُو نماید از طریقِ زادنے | گر نباشد[1] از علو قش رہزنے

جننے کے طریق پر رونما ہوتی ہے | اگر حمل کے لئے کوئی رہزن نہ ہو

ہر کجا دو کس بمہرے یا بکیں | جمع آید ثالثے زاید یقیں

جب دو انسان محبت یا کینہ سے | جماع کرتے ہیں، یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے

لیک اندر غیب زاید آں صُور | چوں روی آں سو ببینی در نظر

لیکن (عالمِ) غیب میں وہ صورتیں جنتی ہیں | جب تو اس جانب جائیگا، آنکھ سے دیکھیگا

آں نتایج کز قراناتِ تو زاد | ہیں مگرد از ہر قرینے زود شاد

ان نتیجوں کو جو تیرے ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں | خبردار! ہر ساتھی سے جلد خوش نہ ہو

منتظر میباش آں میقات[2] را | صدق داں اِلحاقِ ذُرّیات را

تو اس وعدہ گاہ کا منتظر رہ | ذُرّیات کے ملا دینے کو سچا سمجھ

کز عمل زاینده اند و از عِلل | ہر یکے را صورتِ نُطق و کلل

کہ وہ عمل اور علتوں سے پیدا ہوئے ہیں | ہر ایک کو گویائی اور گونگے پن کی صورت ملی ہے

بانگِ شاں میرسد ز اں خوش جمال | کاے ز ما غافل ہلا زُو تر تعال

ان حسینوں سے انھیں آواز آرہی ہے | کہ اے ہم سے غافل! خبردار، جلد آجا

منتظر[3] در غیب جانِ مرد و زن | مول مولت چیست زوتر گام زن

مرد و عورت کی جان (عالمِ) غیب میں منتظر ہے | تیرا آہستہ آہستہ چلنا کیوں ہے، جلد قدم اٹھا

راہ گم کرد او ازاں صبحِ دروغ | چوں مگس افتاد اندر دیگِ دوغ

اس نے صبحِ کاذب کی وجہ سے راستہ گم کر دیا | مکھی کی طرح چھاچھ کی دیگ میں گر گیا

پشیماں شُدنِ آں سرِ لشکر از خیانتے کہ کردہ بُود و سوگند دادنِ اُو آں کنیزک را کہ بخلیفہ باز نگوید آنچہ رفت

اس لشکر کے سردار کا اس خیانت سے شرمندہ ہونا جو اس نے کی تھی اور اس کا اس لونڈی کو قسم دینا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ کہے

چند روزے ہم بر آں بُد بعد ازاں | شد پشیماں اُو ازاں جرمِ گراں

وہ چند روز اسی (حالت) پر رہا اس کے بعد | وہ اس بھاری جرم سے شرمندہ ہوا

داد سوگندش کہ اے بدرِ منیر | کُن حذر تا شہ نگردد زیں خبیر

اس نے اس کو قسم دی کہ اے روشن چودھویں کے چاند | احتیاط برت تاکہ بادشاہ اس سے خبردار نہ ہو

---

[1] گر نباشد۔ اگر نطفہ کے استقرار سے کوئی مرض وغیرہ مانع نہ ہو۔ ہر کجا۔ جب مرد و عورت جفتی کرتے ہیں خواہ محبت سے خواہ کینہ سے تو حمل ٹھہر جاتا ہے اسی طرح دو شخص کوئی اور معاملہ کرتے ہیں یا کوئی شخص کسی عمل کے ساتھ جفت بنتا ہے تو اس کے نتائج صُورِ معنویہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ نیک اعمال یہ صورتیں تو نظر آجاتے ہیں لیکن یہ مولید معنوی عالمِ آخرت میں نظر آئیں گے۔ ہیں۔ تو اب انسان کا فرض ہے کہ اپنے اس قرین کو خوب دیکھ لے جس کے ملاپ سے نتیجہ برآمد ہوگا کہ وہ کس قسم کا ہے۔

[2] میقات۔ عالمِ آخرت۔ الحاقِ ذریات۔ قرآن پاک میں ہے ہم قیامت میں مومنین کی مومن ذریت یعنی اولاد کو اس کے ساتھ کر دیں گے مولانا نے یہاں ذریت سے اعمال کے نتائج مراد لئے ہیں۔ نطق یعنی نیک عمل۔ کلل۔ یعنی برے کاموں کے اسباب بتر کے۔ آخرت میں ہر عمل گویا بنے گا۔ شاں۔ یعنی عمل کرنیوالے۔ خوش جمال۔ یعنی اعمال کے نتائج۔

[3] منتظر۔ عالمِ غیب میں ہر شخص کے اعمال اس کے منتظر ہیں۔ مول۔ یعنی تاخیر۔ راہ گم کرد۔ یہ خبر پہلوان سے متعلق ہے کہ اس نے غلطی کی اور نقصان اٹھایا۔ صبح دروغ۔ صبح کاذب جس سے دھوکہ کھا کر مسافر چل پڑتا ہے اور لٹ جاتا ہے۔

داد سوگندش کہ اے خورشید رُو — با خلیفہ زانچہ شد رمزے[1] مگو

اُس نے اُس کو قسم دی کہ اے سورج جیسے چہرہ والی — جو کچھ ہوا خلیفہ سے اُس کا اشارہ نہ کرنا

مختصر گویم ببُرد آں پہلواں — مر کنیزک را سُوئے شاہِ جہاں

میں مختصراً بتاتا ہوں، وہ پہلوان لے گیا — شاہِ جہاں کی جانب لونڈی کو

چوں بدید اُورا خلیفہ مست گشت — پس زبام[1] افتاد اُورا نیز طشت

جب خلیفہ نے اُس کو دیکھا مست ہوگیا — تو اُس کا طشت بھی بالاخانے سے گر گیا

دید صد چنداں کہ وصفش شنیدہ بُود — کے بُود خود دیدہ مانندِ شنُود

جو تعریف اس نے سُنی تھی اس کو سَو گنا دیکھا — دیکھا ہوا، سُنے ہوئے کی برابر کب ہوتا ہے

وصف[1] تصویرست بہرِ چشمِ ہوش — صورت آنِ چشم داں نے آنِ گوش

تعریف، ہوش کی آنکھ کے لئے تصویر کھینچنا ہے — صورت، آنکھ کی ملکیت سمجھ، نہ کہ کان کی

یک مثالے[2] گویم اکنوں گوش دار — فہم کُن امثالِ معنیٰ ہوش دار

میں ایک مثال کہتا ہوں، اب سُن — مثالوں کا مطلب سمجھ، ہوش کر

حکایت

حکایت

کرد مردے از سخندانے سوال — حق و باطل چیست اے نیکو مقال

ایک شخص نے ایک سخندان سے دریافت کیا — اے خوش بیان! حق اور باطل کیا ہے؟

گوش ابگرفت و گفت ایں باطل ست — چشم حق ست و یقینش حاصل ست

اُس نے (اپنا) کان پکڑا اور کہا یہ باطل ہے — آنکھ حق ہے اور اُس کو یقین حاصل ہے

آں[3] بہ نسبت باطل آمد پیشِ ایں — نسبت ست اغلب سخنہا اے امیں

وہ (کان) اِس (آنکھ) کے مقابلہ میں نسبتاً باطل ہے — اے امین! اکثر باتوں میں نسبت ہے

ز آفتاب ار کرد خفاش احتجاب — نیست محجوب از خیالے آفتاب

اگر چمگادڑ نے سورج سے پردہ کر لیا ہے — سورج خیال سے پردے میں نہیں ہے

خوف اُورا خود خیالش میدہد — آں خیالش سُوئے ظلمت میکشد

(روشنی کا) ڈر اُس کو خود اِس (سورج) کا خیال دیتا ہے — وہ خیال اُس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے

آں خیالِ نور می ترساندش — بر شبِ ظلمات می چفساندش

روشنی کا خیال اُس کو ڈرا رہا ہے — تاریکیوں کی رات سے اُس کو چپٹا رہا ہے

---

[1] رمزے۔ کوئی اشارہ۔ پس زبام۔ یعنی لڑکی کے عشق میں بدنام ہوگیا۔ کے بود خود دیدہ کے بود مانند دیدہ۔ وصف۔ کسی چیز کے اوصاف سننے سے اُس کی تصویر ذہن میں پیدا ہوتی ہے اور اُس کی صورت آنکھ سے نظر آتی ہے۔

[2] یک مثالے۔ اِس مثال اور حکایت سے یہی سمجھایا ہے کہ اہلِ شنید کا رتبہ اہلِ دید سے کمتر ہے۔ کرد۔ ایک صاحب نے ایک صاحب سے حق او باطل کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ گوش۔ اُس نے اپنا کان پکڑ کر بتایا کہ اِس کے ذریعہ جو علم حاصل ہو وہ باطل ہے آنکھ کے ذریعہ جو علم ہوتا ہے وہ صحیح اور یقینی ہوتا ہے۔

[3] آں بہ نسبت۔ ہم نے سنی ہوئی بات کو دیکھی ہوئی کے مقابلہ میں جو باطل کہا ہے وہ کثرت کے اعتبار سے ہے یعنی اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ ز آفتاب۔ ورنہ چمگادڑ کو سورج کا علم مشاہدہ سے اگرچہ حاصل نہیں ہے لیکن وہ پھر بھی درست اور صحیح ہے۔ خوف۔ روشنی کا خوف اُس کو سورج کا خیال دلاتا ہے اور وہ خیال اُس کو تاریکی میں لے جاتا ہے۔

از خیالِ دشمن و تصویرِ اوست[1] — کہ تو بر چفسیدہ بر یار و دوست

دشمن کے خیال اور اُس کی تصویر کی وجہ سے ہے — کہ تو یار اور دوست سے چمٹا ہوا ہے

موسیٰؑ کشفِ لمع بر کُہ فراشت — آں مُخیّل تابِ تحقیقت نداشت

اے موسیٰؑ! تجلی کا کشف پہاڑ پر پڑا — وہ خیال کرنے والا آپکی تحقیق کی طاقت نہیں رکھتا تھا

ہیں مشو غرّہ بداں کہ قابلی — مر خیالش را و زیں رہ واصلی

خبردار! تو اس میں دھوکا نہ کھا کہ تو قبول کرنیوالا ہے — اُس کے خیال کو، اور تو اِس راہ سے واصل (حق) ہے

از خیالِ حرب نہراسید کس[2] — لا شجاعۃ قبلَ حربٍ ایں ای بس

جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا — جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے اِسکو سمجھ لے اور بس

بر خیالِ حرب حیز اندر فکر — میکند چوں رستماں صد کرّ و فر

نامرد، لڑائی کے خیال سے فکر میں — رستموں کی طرح سیکڑوں کر و فر کرتا ہے

نقشِ رستم کاں بحمامے بُوَد — قرنِ حملہ فکر ہر خامے بُوَد

رستم کی تصویر جو کسی حمام میں ہوتی ہے — ہر ناقص کے فکر کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ایں خیالِ سمع چوں مُبصَر شوَد — حیز چہ بُوَد رستمے مُضطر شوَد

جب کان کا یہ خیال دیکھنے ہوئے کی طرح ہو جائے — نامرد کیا ہوتا ہے؟ ایک رستم بھی مجبور ہو جاتا ہے

جہد کن کز گوش در چشمت رسد[3] — آنچہ آں باطل بُدست آں حق شود

تو کوشش کر کہ وہ کان تیری آنکھ میں آ جائے — جو باطل (نظر آتا) تھا وہ حق ہو جائے

زاں سپس گوشت شود ہم طبعِ چشم — گوہرے گردد دو گوشت ہمچو پشم

اُسکے بعد تیرا کان بھی آنکھ کا ہم مزاج بن جائیگا — تیرے پشم جیسے دونوں کان گوہر بن جائیں گے

بلکہ جملہ تن چو آئینہ شود — جملہ چشم و گوہرِ سینہ شود

بلکہ پورا جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا — سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا

گوش انگیزد خیال و آں خیال — ہست دلّالہ وصالِ آں جمال

کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال — اُس حُسن کے وصال کی مشاطہ بن جاتا ہے

جہد کن تا ایں خیال افزوں شود — تا دلالہ رہبرِ مجنوں شود

کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے — تاکہ مجنوں کے لئے مشاطہ، رہبر بنجائے۔

صرف کان ہی نہیں تمام جسم آنکھ کا رتبہ حاصل کرے گا۔ گوہرِ سینہ یعنی دل۔ ہستی جُن۔ حُسن کی بات سُن کر انسان وصالِ محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ ایں خیال۔ سننے سے جو خیال پیدا ہوا ہے اُس کو وصال کا راہبر بنالے۔

[1] از خیال۔ دشمن کا خیال اور تصور انسان کو دوست پیدا کرنے اور اُن سے ملنے پر مجبور کرتا ہے۔ تو گویا حضرت موسیٰؑ کو مشاہدہ کے درجہ کا علم تھا کوہِ طور کو اس درجہ کا علم نہ تھا لیکن پھر بھی وہ پہاڑ پر مؤثر ہوا۔ لمع۔ چمک، تجلی۔ کُہ۔ کوہ۔ مُخیّل یعنی پہاڑ جس کو مشاہدہ حاصل نہ تھا صرف خیال حاصل تھا یہی۔ لیکن انسان کو حق تعالیٰ کے خیال پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے وہ محض خیال سے واصل بحق نہ ہوگا۔

[2] از خیال۔ لڑائی محض خیال اور تصور کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اصل ہے۔ حیز۔ مخنث اور بزدل بھی خیالی لڑائی میں بہت کر و فر دکھاتا ہے۔ نقش۔ رستم کی خیالی تصویر سے تو ہجڑا حریف بنتا ہے۔ ایں خیال۔ خیال بیکار ہے لیکن اگر خیال، مشاہدہ کے درجے میں آ جائے تو پھر مفید ہو جاتا ہے۔

[3] جہد کن۔ انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ مسموع مشہود بن جائے اور اُس میں کسی باطل کا احتمال نہ رہے۔ زاں سپس۔ اس کے بعد کان آنکھ کا رتبہ حاصل کریگا۔ پشم معمولی پتھر ہے یعنی کان جو کم قیمت چیز ہے اب وہ گوہر بیش قیمت بن جائیگا۔ بلکہ۔ کوشش سے

آں[1] خلیفہ گول ہم یک چند نیز — ریش گاوی کرد خوش با آں کنیز

اُس احمق خلیفہ نے بھی کچھ دن — اُس لڑکی کے ساتھ حماقت برتی

مُلک را تو مُلکِ غرب و شرق گیر — چوں نمی ماند تو آں را برق گیر

تو سلطنت کو مغرب اور مشرق کی سلطنت فرض کرلے — جبکہ وہ باقی نہیں رہتی تو اُسکو بجلی (کی کوند) سمجھ

مملکت کاں می نماند جاوداں — اے دلت خفتہ تو آں را خواب داں

وہ سلطنت جو ہمیشہ نہ رہے — اے کہ تیرا دل سویا ہوا ہے تو اُسکو خواب سمجھ

تا چہ خواہی کرد آں بادِ بروت — کہ بگیرد ہم چو جلادے گلوت

تو اُس غرور کا کیا کرے گا؟ — جو جلاد کی طرح تیرا گلا پکڑلے

ہم[2] دریں عالم بداں کہ مامنے ست — از منافق کم شنو کہ گفت نیست

اِسی دنیا میں جان لے کہ امن کی جگہ ہے — منافق سے نہ سُن جس نے کہا کہ نہیں ہے

حُجّتِ منکرانِ آخرت و بیانِ ضُعفِ آں حُجّت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اُس دلیل کی کمزوری کا بیان

حُجّتش این ست وے گوید ہر دمے — گر بُدے چیزے دگر من دیدمے

اُس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے — اگر کوئی اور چیز ہوتی تو مجھے نظر آتی

گر نہ بیند کودکے احوالِ عقل — عاقلے ہرگز کُند از عقل نقل

اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے — (تو) عقلمند کبھی عقل کو ترک کرے گا

ور[3] نہ بیند عاقلے احوالِ عشق — کم نگردد ماہِ نیکو فالِ عشق

اگر کوئی عقلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا ہو — (تو) عشق کا نیک فال چاند نہیں گھٹتا ہے

حُسنِ یوسفؑ دیدۂ اخواں ندید — از دلِ یعقوبؑ کے شُد ناپدید

یوسفؑ کے حُسن کو بھائیوں کی آنکھ نے نہ دیکھا — (حضرت) یعقوبؑ کے دل سے کب گُما؟

مر عصا را چشمِ موسیٰؑ چوب دید — چشمِ قبطی افعیؔ و آشوب دید

(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے عصا کو لکڑی دیکھا — قبطی کی آنکھ نے (اسکی) اژدھا اور مصیبت دیکھا

چشمِ سِر با چشمِ سَر در جنگ بُود — غالب آمد چشمِ سِر حُجت نمُود

باطن کی آنکھ سَر کی آنکھ سے جنگ میں تھی — باطن کی آنکھ غالب ہوگئی، ثبوت پیش کردیا

---

[1] آں خلیفہ۔ شاہِ مصر بھی اُس لڑکی سے اظہارِ عشق کرنے لگا۔ مُلک۔ یہ اُس کی خرمستی سلطنت کی وجہ سے تھی سلطنت خواہ مشرق یا مغرب کی ہو وہ بجلی کی کوند سے زیادہ نہیں ہے۔ مملکت۔ انسان جس کو سلطنت سمجھتا ہے اُس کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ تا چہ۔ یہ سلطنت کا گھمنڈ انسان کے لئے جلاد کا کام کرتا ہے۔

[2] ہم دریں عالم۔ اِس دنیا کو اور اُس کی سلطنت کو امن کی جگہ نہ سمجھ امن کی جگہ عالمِ آخرت ہے۔ حجتش۔ عالمِ آخرت کے منکر کی دلیل یہ ہے کہ اگر عالمِ آخرت ہوتا تو میں اُس کو دیکھ سکتا۔ گر نہ بیند۔ لیکن کسی کے نہ دیکھ سکنے سے اِس چیز کا انکار کیسے ہوسکتا ہے۔ بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا لیکن عقلمند تو اُس کا انکار نہ کرے گا۔

[3] ور نہ بیند۔ اگر کوئی صاحبِ عقل عشق کے احوال نہیں دیکھ سکا ہے تو اُس کے نہ دیکھنے سے عشق میں کوئی زوال نہیں آتا ہے۔ جیسے یوسفؑ کا حسن بھائیوں کو نظر نہ آیا تو اِس سے اُس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مر عصا۔ حضرت موسیٰؑ ابتداءً عصا کی حقیقت نہ دیکھ سکے لیکن اُس کا وجود تھا تب ہی قبطی نے اُس کو دیکھ لیا۔ چشمِ سِر۔ باطنی آنکھ اور ظاہری آنکھ میں اختلاف تھا باطنی آنکھ نے دلیل پیش کردی اور حقیقت واضح ہوگئی۔

چشمِ[۵۱] موسیٰؑ دستِ خود را دست دید | پیشِ چشمِ غیب نُورے بُد پدید
(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا | غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور ظاہر تھا

ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال | پیشِ ہر محروم باشد چوں خیال
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، ہر کمال | ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے

چوں حقیقت پیشِ اُو فرج و گلوست | کم بیاں کن پیشِ اُو اسرارِ دوست
جبکہ اس کے سامنے حقیقت، شرمگاہ اور حلق ہے | دوست کے راز اُس کے سامنے بیان نہ کر

پیشِ ما فرج و گلو باشد خیال | لاجرم ہر دم نماید جاں جمال
ہمارے سامنے شرمگاہ اور حلق خیال ہے | لامحالہ جان ہر وقت جمال دکھاتی ہے

ہر کرا فرج و گلو آئین و خوست | آں لکُم دِینُکُم[۵۲] وَلِی دِین بہرِ اوست
جس شخص کا طریقہ اور عادت شرمگاہ اور حلق ہے | تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین اسکے لئے ہے

باچناں اِنکار کوتہ کُن سخن | احمدا کم گوے با گبرِ کُہن
ایسے انکار کے ہوتے ہوئے بات مختصر کر | اے احمدؐ! پرانے کافر سے بات نہ کر

آمدنِ آں خلیفہ نزدِ آں خوبرُو از برائے جماع
ہمبستری کے لئے خلیفہ کا اُس حسینہ کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رائِ اجتماع | سُوئ آں زن رفت از بہرِ جماع
خلیفہ نے اکٹھا ہونے کی سوچی | ہمبستری کے لئے اُس لونڈی کے پاس گیا

ذکرِ اُو کرد و ذکر برپائ کرد | قصدِ خُفت و خیز مہر افزائ کرد
اُس کی یاد کی اور عضو تناسل کو کھڑا کیا | اُس محبت بڑھانے والی کیساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا

چوں[۵۳] میانِ پائ آں خاتون نشست | پس قضا آمد رہِ عیشش بہ بست
جب اس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا | تو تقدیر آ پہنچی، اس کے عیش کا دروازہ بند کر دیا

خشت خشتِ مُوش در گوشش رسید | خُفت کیرش شہوتش کُلّی رمید
اُس کے کان میں چوہے کی کھٹ کھٹ آئی | اُسکا آلۂ تناسل سو گیا، اُسکی شہوت بالکلیہ بھاگ گئی

وہم آں کز مار باشد ایں صریر | کہ ہمی جُنبد بہ تُندی از حصیر
یہ وہم ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہوگی | جو تیزی سے بچھائی میں سے حرکت کر رہا ہے

خندہ گرفتنِ آں کنیزک را از ضعفِ شہوتِ خلیفہ و قوتِ
اُس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر لونڈی کا ہنس پڑنا

---

۵۱ چشمِ موسیٰ۔ ایک ہی چیز ایک کے لئے خیالی ہے دوسرے کے لئے یقینی۔ ایں سخن ایک ہی چیز کی مختلف نگاہوں میں مختلف حیثیت کا بیان۔ فرج و گلو۔ جو شخص پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو ہی حقیقت سمجھے اُس کو اسرار کی باتیں سنانا بیکار ہے۔ پیشِ ما۔ جو لوگ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے بری ہیں اُن کو نورِ باطن حاصل ہوتا ہے۔

۵۲ لکم دینکم۔ سورۃ الکافرون میں آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ ان کافروں سے کہہ دیجئے تمہارے لئے تمہارا دین ہے میرے لئے میرا دین ہے۔ باچناں۔ آنحضورؐ سے کہہ دیا گیا کہ اُن سے بات نہ کیجئے۔

۵۳ چوں۔ جب بالکل تیار ہو گیا تو قضا نے راہ روک دی اور ایک چوہے کی کھٹ کھٹ کی آواز آئی جس سے وہ خوفزدہ ہو گیا اور اُس کی شہوت ختم ہو گئی۔ وہم۔ اُس چوہے کی کھٹ کھٹ کے بارے میں اُس کو یہ خیال آیا کہ یہ سانپ کے چلنے کی آواز ہے جو بستر کے نیچے ہے۔ خندہ۔ خلیفہ کی نامردی اور پہلوان کی مردانگی کو یاد کر کے لونڈی ہنسنے لگی۔

شہوتِ آں امیر و فہم کردنِ آں خلیفہ خندۂ کنیزک را

اور لونڈی کے ہنسنے کو خلیفہ کا سمجھ جانا

زن بدید آں سستیِ او از شگفت — آمد اندر قہقہہ خندش گرفت
عورت نے حیرانی سے اُس کی سستی کو دیکھا — وہ قہقہہ مارنے لگی، اُس پر ہنسی طاری ہوگئی

یادش آمد مردیِ آں پہلواں — کہ بکشت او شیر و اندامش چناں
اُس کو اُس پہلوان کی مردانگی یاد آگئی — کہ اُس نے شیر کو مار ڈالا اور اُس کا عضو ایستادہ!

غالب آمد خندۂ زن شد دراز — جہد میکرد و نمی شد لب فراز
عورت کی ہنسی غالب آگئی، لمبی ہوگئی — وہ کوشش کرتی تھی اور ہونٹ بند نہ ہوتا تھا

سخت[1] می خندید ہمچوں بنگیاں — غالب آمد خندہ بر سود و زیاں
وہ بھنگڑوں کی طرح، بہت ہنسی — نفع اور نقصان پر ہنسی غالب آگئی

ہر چہ اندیشید خندہ می فزود — ہمچو بندِ سیل ناگاہاں کشود
جتنا بھی سوچتی، ہنسی بڑھتی تھی — بہاؤ کے بند کی طرح جو اچانک کھل گیا ہو

گریہ و خندہ غم و شادیِ دل — ہر یکے را معدنے داں مستقل
رونا اور ہنسنا، دل کی خوشی اور غم — ہر ایک کو مستقل کان سمجھ

ہر یکے را مخزن و مفتاحِ آں — اے برادر در کفِ فتاح داں
ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی کنجی — اے بھائی! کھولنے والے (خدا) کے ہاتھ میں سمجھ

ہیچ ساکن می نشد آں خندہ زو — پس خلیفہ تیرہ گشت و تند خو
اُس کی ہنسی کسی طرح نہ تھمتی تھی — تو خلیفہ ناراض اور غضبناک ہوگیا

زود[2] شمشیر از غلافش بر کشید — گفت ہیں سرِّ خندہ وا گو اے پلید
اُس نے فوراً غلاف میں سے تلوار سونت لی — کہنے لگا اے ناپاک! ہنسی کا راز بتا

در دلم زیں خندہ ظنی اوفتاد — راستی گو عشوہ نتوانیم داد
اس ہنسی سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی ہے — سچ بتا دے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی ہے

ور خلافِ راستی بفریبیم — یا بہانہ چرب آری تو برم
اگر تو سچائی کے خلاف مجھے فریب دے گی — یا میرے سامنے چکنا چپڑا بہانہ لائیگی

من بدانم در دلِ من روشنی ست — بایدت گفتن ہر آنچہ گفتنی ست
میں سمجھ جاؤں گا میرے دل میں روشنی ہے — تجھے کہنے کے لائق، بات کہہ دینی چاہیے

[1] سخت۔ اُس کو ایسی ہنسی پھوٹی جیسی بھنگڑوں کو پھوٹتی ہے اور اُس ہنسی میں اُس کو یہ خیال بھی نہ رہا کہ بادشاہ کی ناگواری اُس کو نقصان پہنچائیگی۔ گریہ و خندہ۔ ہنسی اور رونے کے خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ ھُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکیٰ وہی ہنساتا ہے وہی رُلاتا ہے۔

[2] زود۔ لونڈی کی بے تحاشا ہنسی پر شاہ کو غصہ آگیا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا ہنسی کا راز صحیح بتا دے غلط بات سے تو مجھے مطمئن نہ کرسکیگی میرے دل میں عقل کی روشنی ہے

در دلِ شاہاں تو ماہے دان سطر — گرچہ گہہ گہہ شُد ز غفلت زیرِ ابر
تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا چاند سمجھ — اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کی وجہ سے ابر کے نیچے آجاتا ہے

یک چراغے ہست در دل وقتِ گشت — وقتِ خشم و حرص آید زیرِ طشت
چلنے پھرنے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے — جو غصہ اور حرص کے وقت طشت کے نیچے ہوجاتا ہے

آں[1] فراست ایں زماں یارِ من ست — گر نگوئی آنچہ حقِ گفتن ست
اس وقت وہ شناخت میری دوست ہے — اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے

من بدیں شمشیر ببرم گردنت — سُود نبوُد خود بہانہ کردنت
میں اس تلوار سے تیری گردن اڑادوں گا — تیرا بہانہ کرنا کچھ مفید نہ ہوگا

ایں زماں بکشم ترا بے ہیچ شک — تیغ را کرد اُو حوالہ گفت بک
اب میں تجھے یقیناً قتل کردوں گا — اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا بک

ور بگوئی راست آزادت کنم — حقِ یزداں نشکنم شادت کنم
اگر تو سچ کہدیگی۔ میں تجھے آزاد کردوں گا — خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کردوں گا

ہفت مُصحف آں زماں برہم نہاد — خورد سوگند و چنیں تقریر داد
اُس نے سات قرآن اوپر نیچے رکھے — قسم کھائی، پھر یوں عہد کیا

فاش کردنِ آں کنیزک آں راز را با خلیفہ از بیمِ زخمِ شمشیر و

تلوار کے زخم سے ڈر کر اس لونڈی کا خلیفہ سے راز فاش کردینا

اکراہِ خلیفہ کہ راست بگو سببِ ایں خندہ را وگرنہ بکشمت

اور خلیفہ کا مجبور کرنا کہ اس ہنسی کا سبب سچ بتا ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا

زن[2] چو عاجز شُد بگفت احوال را — مردیِ آں رستمِ صد زال را
عورت جب عاجز آگئی اس نے حالات بتادیئے — سیکڑوں زال والے رستم کی مردانگی کے

شرحِ آں گردک کہ اندر راہ بُود — یک بیک با آں خلیفہ وانمُود
اس خیمہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا — وہ اس نے ایک ایک کرکے خلیفہ پر کھولدی

شیر کُشتن سوئے خیمہ آمدن — واں ذکرِ قائم چو شاخِ کرگدن
شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا — اور اسکے ذکر کا گینڈے کے سینگ کی طرح کھڑا رہنا

اُو بداں قوت کہ از شیر شکار — ہیچ تغیرش نشُد بُد برقرار
وہ اس طاقت کے ساتھ کہ شکاری شیر سے — اس میں کوئی تغیر نہ ہوا برقرار تھا

[1] آں فراست۔ وہ نور اور روشنی اس وقت میرے ساتھ ہے اگر تو صحیح بات نہ کہے گی میں فوراً سمجھ جاؤں گا اور تجھے مار ڈالوں گا اور یہ کہہ کر تلوار اس کے سامنے کردی اور سات قرآن اوپر نیچے رکھ کر قسم کھائی کہ اگر تو سچ بتادیگی تو تجھے آزاد کردوں گا۔

[2] زن۔ لونڈی جب عاجز آگئی تو اس نے پہلوان کا سارا قصہ سنا دیا اور کہا کہ اس نے شیر کو بھی قتل کیا اور پھر خیمہ میں واپس آیا اور اس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

تو بدیں[1] سُستی کہ چوں کردی بگوش
تو اس سُستی میں کہ جب تو نے سُنی
خشت خشتِ مُوشکے رفتی زہوش
چوہیا کی کھٹ کھٹ بے ہوش ہو گیا

مَن چو دیدم از تو این و از وے آں
میں نے جب تجھے یہ دیکھا اور اس سے وہ
زاں سبب خندیدم اے شاہِ جہاں
اے شاہ جہاں! میں اس سبب سے ہنسی

راز ہا را میکند حق آشکار
اللہ (تعالیٰ) بھیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے
چوں بخواہد رُست تُخمِ بد مکار
جبکہ اگ کر رہے گا، بُرا بیج نہ بو

آب و ابر و آتش و ایں آفتاب
پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج
راز ہا را می برارند از تُراب
مٹی سے بھیدوں کو برآمد کر دیتے ہیں

ایں بہارِ نو ز بعدِ برگ ریز
یہ نئی بہار، پت جھڑ کے بعد
ہست بُرہان و جودِ رستخیز
قیامت کے وجود پر دلیل ہے

در بہاراں[2] سِرّ ہا پیدا شود
بہاروں میں راز ظاہر ہو جاتے ہیں
ہر چہ خوردست ایں زمیں رُسوا شود
اس زمین نے جو کھایا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے

بر دمد آں از دہان و از لبش
اس کے ہونٹ اور مُنہ سے وہ اگ پڑتا ہے
تا پدید آید ضمیر و مذہبش
یہاں تک کہ اس کا مذہب اور ضمیر کھل جاتا ہے

سِرّ بیخِ ہر درختے و خورش
ہر درخت کی جڑ کا راز اور اس کی خوراک
جملگی پیدا شود آں بر سرش
سب اس کے سر پر پیدا ہو جاتا ہے

ہر غمے کز وے تو دل آزردۂ
ہر وہ غم جس سے تو دل آزردہ ہے
از خمارِ مے بُوَد کاں خوردۂ
اُس شراب کا خمار ہوتا ہے جو تو نے پی ہے

لیک[3] کے دانی کہ آں رنجِ خمار
لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خمار کی تکلیف
از کدامیں مے بر آمد آشکار
کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے؟

ایں خمار اشگوفۂ آں دانہ ست
یہ خمار اُس دانہ کا شگوفہ ہے
آں شناسد کآگہ و فرزانہ است
وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے

شاخ و اشگوفہ نماند دانہ را
شاخ اور شگوفہ دانہ کے مشابہ نہیں ہوتے
نُطفہ کے ماند تنِ مردانہ را
نُطفہ انسانی جسم کے مشابہ کب ہے؟

نیست مانندِ ہیولا با اثر
مادہ، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے
دانہ کے مانند آید با شجر
دانہ، درخت کے مشابہ کب ہوا ہے؟

[1] تو بدیں سُستی۔ لونڈی نے کہا لیکن تیری یہ حالت ہے کہ چوہے کی کھٹ کھٹ سے شہوت کافور ہو گئی میرے ہنسنے کا یہ سبب ہے۔ راز ہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہر راز ظاہر ہو کر رہتا ہے لہٰذا بدی کا بیج نہ بونا چاہیئے اس لئے کہ وہ اُگے گا۔ آب۔ پانی، گرمی اور سورج زمین میں چھپے راز ظاہر کر دیتے ہیں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز اُگ آتی ہے۔ ایں بہار۔ موسم بہار میں اُجڑے ہوئے چمن پھر زندگی حاصل کر لیتے ہیں جو حشر و نشر کے لئے ایک دلیل ہے۔

[2] در بہاراں۔ موسم بہار میں زمین سے ہر وہ بیج اُگ پڑتا ہے جو زمین میں چھپا ہوا تھا اور اس سے اُس بیج کی حقیقت کھل جاتی ہے.... بر سرش۔ یعنی پھلوں کی صورت میں۔ ہر غمے۔ انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے کسی عمل کا ثمر ہوتی ہے۔

[3] لیک۔ لیکن انسان یہ نہیں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تکلیف اور رنج کس گناہ کا نتیجہ ہے۔ ایں خمار۔ اہلِ باطن یہ سمجھتے ہیں۔ شاخ۔ گناہ اور اس کے ثمرہ میں کوئی ظاہری مشابہت نہیں ہوتی ہے جس طرح بیج اور پھل میں۔ نطفہ۔ منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بچے اور منی میں مشابہت نہیں ہے۔ ہیولا۔ مادہ۔ اثر۔ جو چیز مادہ سے بنی ہے۔

نطفہ[1] از نانست کے ماند بناں
نطفہ، روٹی سے (بنا) ہے روٹی کے مشابہ کب ہے؟

مردم از نطفہ است کے باشد چناں
انسان، نطفہ سے ہے ویسا کب ہوتا ہے؟

جنی از نارست کے ماند بنار
جن آگ سے ہے، آگ سے مشابہ کب ہے

از بخارست ابر و نبود چوں بخار
ابر، بخار سے ہے اور بخار جیسا نہیں ہوتا ہے

از دم جبریل عیسیٰ شد پدید
(حضرت) عیسیٰ جبریلؑ کی پھونک سے پیدا ہوئے

کے بصورت ہمچو او بُد ناپدید
صورت کے اعتبار سے اُنکی طرح مخفی کب ہوئے؟

آدمؑ[2] از خاکست کے ماند بخاک
(حضرت) آدمؑ مٹی سے ہیں مٹی کے مشابہ کب ہیں؟

ہیچ انگورے نمی ماند بتاک
کوئی انگور، انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے

کے بُود طاعت چو خُلدِ پائیدار
عبادت، مستقل جنت کی طرح کب ہے؟

کے بُود دزدی بشکلِ پائیدار
چوری، سولی کے ستون کی شکل کی کب ہے؟

ہیچ اصلے نیست مانندِ اثر
کوئی اصل نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے

پس ندانی اصلِ رنج و دردِ سر
تو تو رنج اور دردِ سر کی اصل نہیں جان سکتا

لیک بے اصلے نباشد ایں جزا
لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے

بیگناہے کے برنجاند خدا
خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے؟

آنچہ اصلست و کشندہ آں شی ست
وہ جو اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے

گر نمی ماند بوے ہم از وے ست
اگرچہ وہ اس کے مشابہ نہیں ہے تاہم وہ اسی کے سبب سے ہے

پس بداں رنجت نتیجہ زلتے ست
پس سمجھ لے کہ تیری تکلیف کسی لغزش کا نتیجہ ہے

آفتِ ایں ضربتت از شہوتے ست
تیری اس چوٹ کی آفت، کسی شہوت کی وجہ سے ہے

گر[3] ندانی آں گنہ را ناعتبار
اگر عبرت کے لئے تو اس گناہ کو نہ پہچان سکے

زود زاری کُن طلب کُن اغتفار
بہت جلد عاجزی کر اور معافی چاہ

سجدہ کُن صد بار میگو اے خدا
سو بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!

نیست ایں غم غیر در خوردِ سزا
یہ غم سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے

اے تو سُبحاں پاک از ظلم و ستم
اے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے

کے دہی بے جرم جاں را درد و غم
تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کب دیتا ہے؟

من معین می ندانم جُرم را
میں جُرم کو معین کر کے نہیں جانتا ہوں

لیک ہم جُرمے بباید گرم را
لیکن بخشش کے لئے جرم بھی چاہیے

[1] نطفہ۔ بنی روٹی سے بنی لیکن آپس میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ جنی۔ جن آگ سے پیدا ہوا ابر بخارات سے پیدا ہوا لیکن آپس میں مشابہت نہیں ہے۔ دمِ جبریلؑ۔ حضرت مسیحؑ حضرت جبریلؑ کے دم سے پیدا ہوئے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہو۔

[2] آدمؑ۔ آدم مٹی سے پیدا ہوئے، انگور بیل سے پیدا ہوا، ان میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے تے بُود۔ جنت، عبادت کا ثمرہ ہے چوری کا نتیجہ سولی ہے لیکن باہمی مشابہت نہیں ہے۔ آنچہ۔ اصل اور نتیجہ میں اگرچہ کوئی مشابہت نہیں ہوتی لیکن نتیجہ کو اصل سے ہی سمجھو۔ پس بداں۔ لہٰذا مصیبت کو گناہ کا ثمرہ سمجھنا چاہیئے۔

[3] گر ندانی۔ خواہ انسان عبرت حاصل کرنے کے لئے اس گناہ کو نہ سمجھ سکے جس کے نتیجہ میں مصیبت میں گرفتار ہوا ہے لیکن اس کو گناہ کی معافی کی درخواست کرنی چاہیئے۔ سجدہ کن۔ سجدہ کر کے کہنا چاہیئے کہ یہ میرے گناہ کی سزا ہے۔ اے کہ سبحان۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا چاہیئے کہ تیری ذات ظلم و ستم سے پاک ہے بغیر خطا کے تو سزا نہیں دیتا ہے۔ کرم بخشش، گناہ کی متقاضی ہے۔

چوں۱ بپوشیدی سبب را زاعتبار
جبکہ تو نے سبب کو عبرت حاصل کرنے سے چھپا دیا ہے
دائما آں جرم را پوشیدہ دار
اس خطا کو بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ

کز جزا اظہارِ جرمِ من بوَد
کیونکہ بدلہ میری خطا کا اظہار بن جائے گا
کز سیاست دزدیم ظاہر شود
کیونکہ سزا سے میری چوری کھل جائے گی

باز گردم سوئے توبہ شاہ باز
میں بادشاہ کی توبہ کی طرف پھر لوٹتا ہوں
تا شود معلوم اسرارِ نیاز
تاکہ عاجزی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزم۲ کردنِ شاہ چوں واقف شد بر آں خیانت کہ
جب بادشاہ اس خیانت سے واقف ہوا تو اس کا ارادہ کرنا کہ وہ چشم پوشی کرے

بپوشاند و عفو کند و اورا با او دہد و دانست کہ آں فتنہ
اور معاف کر دے اور اس کو اس ہی کو دیدے اور سمجھ گیا کہ یہ فتنہ

جزائے قصدِ او بود و ظلمِ او بر صاحبِ موصل کہ مَن
موصل کے بادشاہ پر اس کے ظلم اور ارادہ کی سزا ہے کیونکہ جس شخص نے

اَسَاءَ فَعَلَیْهَا وَاِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ و ترسید کہ اگر
برائی کی تو وہ اس پر ہے اور بیشک تیرا رب گھات کی جگہ میں ہے اور وہ ڈرا کہ اگر

ایں انتقام کشد آں انتقام باز ہم بر سرِ او آید چنانکہ ایں
یہ بدلے گا تو یہ بدلہ بھی اسی کے سر پر آئے گا جیسا کہ یہ ظلم اور حرص

ظلم و طمع بر سرش آمد
اس کے سر پر آیا

شاہ با خود آمد استغفار کرد
شاہ ہوش میں آیا، اس نے توبہ کی
یادِ جرم و زلّت و اصرار کرد
جرم اور لغزش اور اصرار کی یاد کی

گفت۳ با خود آنچہ کردم با کساں
اپنے آپ سے بولا میں نے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کیا
شد جزائے آں بجائے من رساں
اس کی سزا مجھ پر پہنچنے والی بن گئی

قصدِ جفتِ دیگراں کردم ز جاہ
میں نے مرتبہ کی وجہ سے دوسروں کی بیویوں کا قصد کیا
بر من آمد آں و افتادم بچاہ
وہ مجھ پیش آیا اور میں کنوئیں میں گر گیا

من درِ خانہ کسِ دیگر زدم
میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ پیٹا
او درِ خانہ مرا زد لاجرم
اس نے لامحالہ میرا دروازہ پیٹا

۱ چوں۔ اے خدا جب تو نے میری خطا کو اس بارے میں پوشیدہ کر دیا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مصیبت کس خطا کی وجہ سے آئی ہے تو اب ہمیشہ کے لئے میری اس خطا کو چھپا دے۔ کز جزا۔ سزا جرم کے اظہار کا سبب بن جاتی ہے جب چور کی پٹائی ہوتی ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے۔ تا شود۔ عاجزی اور نیازمندی بہت سے اسرار پر مشتمل ہے۔

۲ عزم کردن۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ پہلوان کی خیانت میرے ظلم کی سزا ہے لہٰذا اس نے طے کیا کہ اب پہلوان پر ظلم نہ کرے ورنہ اور سزا ملے گی بلکہ یہ لونڈی اسی کو دیدے۔ زلّت۔ لغزش۔ اصرار یعنی گناہ پر جماؤ۔

۳ گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے ظلم کی سزا ہے۔ قصدِ جفت میں نے شاہ موصل کی لونڈی پر نظر بد ڈالی تو اس کے بدلے میں میری لونڈی پر نظر بد پڑی۔ من در خانہ۔ میں نے دوسرے کی پردہ دری کی تو میری پردہ دری ہوئی۔

ہر کہ با اہلِ کساں شد فسق جُو ۔۔۔ اہلِ خود را داں کہ قوّادست اُو

جو شخص لوگوں کے اہل کے ساتھ فسق کا طلبگار بنا ۔۔۔ سمجھ لے کہ وہ اپنے اہل کا دیوث ہے

زانکہ مثلِ آں جزایِ آں شود ۔۔۔ چوں جزایِ سیئہ مثلش بُود

کیونکہ اس کی جزا اس کی مثل ہوتی ہے ۔۔۔ جبکہ برائی کا بدلہ اس جیسا ہوتا ہے

چوں سبب گردی کشیدی سُوی خویش ۔۔۔ مثلِ آں را پس تو دیّوثی ز پیش

جب تو سبب بنا، تو نے اپنی جانب کھینچا ۔۔۔ اس جیسا پس تو پہلے سے دیوث ہے

غصب کردم از شہِ موصل کنیز ۔۔۔ غصب کردند از من اُو را زُود نیز

میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی ۔۔۔ انھوں نے اس کو میرے پاس سے بھی فوراً غصب کر لیا

اُو امینِ من بُد و لالاے من ۔۔۔ خائنش کرد آں خیانتہاے من

وہ میرا امین تھا اور میرا غلام ۔۔۔ اس کو میری خیانتوں نے خیانت کرنے والا بنا دیا

نیست وقتِ کیں گذاری و انتقام ۔۔۔ من بدستِ خویش کردم کارِ خام

کینہ وری اور بدلہ کا وقت نہیں ہے ۔۔۔ میں نے بُرا کام اپنے ہاتھ سے کیا

گر کشم کینہ ازاں میر و حرم ۔۔۔ آں تعدّی ہم بیاید بر سرم

اگر میں اس لونڈی اور سردار سے بدلہ لوں ۔۔۔ وہ ظلم بھی میرے سر پر آئے گا

ہمچناں کیں یک بیامد در جزا ۔۔۔ آزمودم باز نزمائم وُرا

جیسا کہ یہ ایک، بدلے میں آیا ۔۔۔ میں نے آزما لیا پھر میں اس کو نہ آزماؤں گا

دردِ صاحب موصلم گردن شکست ۔۔۔ من نیارم ایں دگر را نیز خست

موصل کے بادشاہ کے درد نے میری گردن توڑی ۔۔۔ میں اس کو دوبارہ نہیں توڑ سکتا ہوں

داد حق ماں از مکافات آگہی ۔۔۔ گفت اِن عُدتُّم بہ عُدنا بِہٖ

بدلے سے خدا نے ہمیں خبردار کر دیا ۔۔۔ فرمایا اگر تم دوبارہ (یہ عمل) کرو گے ہم دوبارہ (یہ سزا) دیں گے

چوں فزونی کردن اینجا سُود نیست ۔۔۔ غیر صبر و مرحمت محمود نیست

چونکہ اس جگہ زیادتی کرنا مفید نہیں ہے ۔۔۔ سوائے صبر اور رحم کے کچھ اچھا نہیں ہے

ربّنا انّا ظلمنا سہو رفت ۔۔۔ رحمتے کُن اے رحیمیہات زفت

اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا بھول ہوئی ۔۔۔ رحمت کر لے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں!

عفو کردم تو ہم از من عفو کُن ۔۔۔ از گناہانِ نو و جرمِ کُہن

میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے ۔۔۔ نئے گناہوں اور پرانی خطاؤں کو

۱؎ ہر کہ۔ جو شخص دوسروں کی بیویوں سے فسق کرتا ہے وہ دیوث ہے دراصل وہ اپنی بیوی کے بارے میں چاہتا ہے کہ لوگ اس سے فسق و فجور کریں۔ زانکہ۔ چونکہ برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہوتی ہے۔ چوں سبب۔ جب تیرا فسق و فجور اپنی بیوی کے فسق و فجور کا سبب بنا تو معلوم ہوا کہ تو دیوث تھا۔ غصب۔ میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی میرے سردار نے میری لونڈی غصب کر لی۔ لالای۔ غلام۔

۲؎ نیست۔ تو میں دوسرے سے کیا بدلہ لوں یہ تو میرا خود کردہ ہے۔ گر کشم۔ اب اگر میں پہلوان کو سزا دوں گا تو اس کا خمیازہ بھی مجھے بھگتنا پڑے گا۔ ہمچناں۔ ایک دفعہ میں آزما چکا کہ برائی کا بدلہ برائی سے ملا ہے اب میں ایسا نہ کروں گا۔ اِن عُدتُّم۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم پھر وہی شرارت میں کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔

۳؎ چوں۔ اب اس پہلوان پر کوئی ظلم و زیادتی مناسب نہیں ہے صبر اور رحم سے کام لینا ہی مناسب ہے۔ ربّنا۔ اب تو بارگاہِ خداوندی میں یہی دعا کرنی چاہیے کہ ہم سے ظلم ہوا غلطی ہوئی تو معاف کر دے۔ عفو کردم۔ شاہ نے دعا میں کہا اے خدا میں نے

معاف کر دے۔

گفت[1] اکنوں اے کنیزک وا مگو | ایں سخن را کہ شنیدم من ز تو
کہا اے لونڈی! اب نہ کہنا | یہ بات جو میں نے تجھ سے سُنی

پاس دار و با کسے عرضہ مکن | آنچہ گفتی اے کنیزک زیں سخن
محفوظ رکھ اور کسی سے نہ کہہ | اے لونڈی! تو نے جو یہ بات کہی

با امیرت جفت خواہم کرد من | اللہ اللہ زیں حکایت دم مزن
میں امیر سے تیرا نکاح کر دوں گا | خدا کے لئے اس قصہ کو نہ کہہ

تا نگردد او ز رویم شرمسار | کو یکے بد کرد و نیکی صد ہزار
تاکہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو | کیونکہ اُس نے ایک بُرائی اور لاکھوں بھلائیاں

بارہا من امتحانش کردہ ام | خوب[2] تر از تو بدو بسپردہ ام
میں نے اُس کو بارہا آزمایا ہے | تجھ سے زیادہ حسین اُس کے سپرد کئے ہیں

در امانت یافتم او را تمام | ایں قضائے بود ہم از کردہم
میں نے اس کو امانت میں مکمل پایا ہے | یہ بھی میرے کاموں کی سزا تھی

کنیزک بخشیدن شاہ بحیلت بہ پہلوان

بادشاہ کا پہلوان کو ایک تدبیر سے لونڈی بخشش دینا

پس بخود خواند آں امیر خویش را | کُشت در خود خشم قہر اندیش را
پھر اس نے اس اپنے امیر کو بُلایا | قہر ڈھانے والے غصّہ کو اپنے اندر دبا دیا

کرد با او یک بہانہ دلپذیر | کہ شدستم زیں کنیزک بس نفیر
اُس نے دل کو لگنے والا ایک بہانہ کیا | کہ میں اس لونڈی سے بہت متنفّر ہو گیا ہوں

زاں[3] سبب کز غیرت و رشک کنیز | مادر فرزند دارد صد آزیز
اِس لئے کہ لونڈی کی غیرت اور رشک سے | لڑکے کی ماں بہت فریاد کر رہی ہے

زاں سبب کز غیرت او دائما | مادر فرزند ہست اندر عنا
اِس لئے کہ اُس کی غیرت سے مستقلاً | لڑکے کی ماں مصیبت میں ہے

مادر فرزند را بس حقہاست | او نہ در خورد چنیں جور و جفاست
لڑکے کی ماں کے بہت حقوق ہیں | وہ اس طرح کی ظلم و زیادتی کے لائق نہیں ہے

رشک و غیرت میبرد خوں میخورد | زیں کنیزک سخت تلخی می برد
رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے | اِس لونڈی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی ہے

---

[1] گفت۔ شاہ مصر نے لونڈی کو ہدایت دی کہ پہلوان کا قصہ اب کسی سے نہ کہنا۔ با امیرت۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ پہلوان سے تیری شادی کر دوں گا تو اب پہلوان کا حالات کا قصہ کسی سے نہ کہنا۔ تا نگردد۔ اُس نے اگر ایک بُرائی کی ہے تو سینکڑوں بھلائیاں بھی کی ہیں میں اسکو شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔

[2] خوب تر۔ میں نے تجھ سے بھی زیادہ حسین لونڈیاں اُس کے سپرد کی ہیں لیکن اُس نے خیانت نہیں کی۔ ایں قضائے۔ یہ میری برائیوں کی سزا مجھے ملی ہے۔ پس۔ اِس کے بعد شاہ نے اُس امیر پہلوان کو بُلایا اور اُس سے یہ بہانہ کیا کہ میں اِس لونڈی سے متنفّر ہوں۔

[3] زاں۔ اور میری نفرت کا سبب یہ ہے کہ میری بیوی بہت نالاں ہے۔ آزیز۔ ہانڈی کے پکنے کی آواز۔ زاں سبب۔ میرا لونڈی سے متنفّر ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرے بچہ کی ماں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ عنا۔ مشقت۔ در خورد۔ لائق۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چونؒ کسے را داد خواہم ایں کنیز — پس ترا اَولیٰ تر است ایں اے عزیز

چونکہ یہ لونڈی میں کسی کو دوں گا — اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے

کہ تو جانبازی نمودی بہرِ اُو — خوش نباشد دادنِ آں جز بتو

کیونکہ تو نے اُس کے لئے جانبازی دکھائی ہو — تیرے سوا کسی کو اُسکا دینا اچھا نہ ہوگا

عقد کردش با امیر اُو را و داد — خشم را و حرص را یکسو نہاد

اُس کا نکاح امیر سے کر دیا اور اُسکو دیدی — غصّہ اور لالچ کو ایک طرف رکھ دیا

عقد کردش با امیر اُو را سپرد — کرد خشم و حرص را او خورد مرد

اُس کا نکاح امیر سے کر دیا، اُسکو سپرد کر دی — اُس نے غصّہ اور لالچ کو ریزہ ریزہ کر دیا

بیانِ آنکہ نحنُ قسمنا کہ یکے را قوّت و شہوتِ خراں دہد

اِس کا بیان کہ "ہم نے تقسیم کیا ہے" کہ وہ (اﷲ) کسی کو گدھوں کی سی قوّت اور شہوت

و یکے را کیاست و قوّتِ انبیا و فرشتگاں دہدؒ

دیدیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی سی قوت اور ذہانت دیدیتا ہے

سرِؒ ہوا تافتن از سروریست — ترکِ ہوا قوّتِ پیغمبریست

خواہشِ نفسانی سے سرتابی کرنا سرداری ہے — خواہشِ نفسانی کو چھوڑ دینا پیغمبری طاقت ہے

تخمہائے کہ شہوتی نبود — برِ اُو جز قیامتی نبود

وہ بیج جو شہوت والے نہ ہوں — اُن کا پھل قیامت کے سوا (ظاہر) نہ ہوگا

گر بدش سستی ز نرّیِ خراں — بود اُو را مردیِ پیغمبراں

اگر اُس میں گدھوں کی سی شہوت سے سستی تھی — تو اُس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی

ترکِؒ خشم و شہوت و حرص آوری — ہست مردی و رگِ پیغمبری

غصّہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا — مردانگی اور پیغمبری رگ ہے

نرّیِ خر گو مباش اندر رگش — حق ہمی خواند الغ بگلر بگش

گو اُس کی رگ میں گدھے کا سا نرپنا نہ ہو — اﷲ (تعالیٰ) اُسکی امیرالامرائی کو چاہتا ہے

مردہ باشم بمن حق بنگرد — بہ ازاں زندہ کہ باشم دور ورد

(اگر) میں مردہ ہوں (اور) حق (تعالیٰ) کی نظر ہو — اِس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور) دور و رد

مغزِ مردی ایں شناس و پوست آں — آں برد در دوزخ و ایں در جناں

اِس کو مردانگی کا مغز سمجھ اور وہ چھلکا ہے — وہ دوزخ میں لے جائیگی اور یہ جنتوں میں

۱؎ چوں کسے۔ اب جبکہ یہ لونڈی مجھے کسی کو دینی ہے تو تو زیادہ مستحق ہے۔ کہ تو۔ کیونکہ تو نے اُس کے لانے میں جانبازی کی ہے۔ عقد۔ شاہِ مصر نے اُس لونڈی کا اُس پہلوان سے نکاح کرایا اور اپنے غصّہ کو ختم کر دیا۔ بیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے جسمانی طاقتوں کی تقسیم ہر ایک کے مناسب حال کی ہے کسی کو تو گدھوں کی سی قوتِ شہوانی دی ہے کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی ذہانت اور ذکاوت عطا کی ہے۔

۲؎ سرِ ز ہوا۔ خواہشات پر قابو پالینا سرداری کی دلیل ہے اور یہ پیغمبری صفت ہے یہ شعر مولانا کا نہیں ہے بلکہ حکیم سنائی کا ہے۔ تخمہائے۔ جو شخص شہوت کی تخم ریزی کرے گا وہ قیامت میں اپنی تخم ریزی کا پھل پائیگا یہ شعر بھی مولانا کا نہیں ہے حکیم سنائی کا ہے۔ گر بدش۔ شاہِ مصر میں گدھوں کی سی شہوت نہ تھی اُس میں معنوی مردی تھی۔

۳؎ ترکِ خشم۔ نفسانی رذائل کو ترک کرنا پیغمبری مردی ہے۔ الغ۔ بزرگ۔ بگلر بگ..... امیرالامراء۔ مردہ باشم۔ وہ مُردگی جو خدا کی منظورِ نظر ہو اُس زندگی سے بہتر ہے جو مردودِ بارگاہ ہو۔ مغز۔ مردی اصل وہ ہے جو پیغمبروں میں ہے وہی جنت

[illegible]

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ مکارہ را رسید[1] — حُفَّتِ النَّارُ از ہوا آمد پدید

"جنت گھیر دی گئی ہے"، "ناپسندیدہ چیزوں کو" ملا — "دوزخ گھیر دی گئی ہے"، خواہش نفسانی سے ظاہر ہوا

دیگر بار خطابِ پادشاہ با ایاز و امتحان کردنِ ارکانِ

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکانِ دولت کا امتحان لینا

دولت را و نمودنِ فرمانبرداریِ ایاز بایشاں

اور ایاز کی فرمانبرداری اُن کو دکھانا

اے ایازِ شیرِ نر دیو کُش — مردیِ خر کم فزوں مردیِ ہُش

اے ایاز! نر شیر، دیو کو مار ڈالنے والے — گدھے کی مردانگی کم ہے، ہوش کی مردانگی بڑھی ہوئی ہے

آنچہ چندیں صدر را در اکش نکرد — لعبِ کودک بود پیشت اے مرد

جس چیز کو اتنے صدروں نے نہ سمجھا — تیرے سامنے بچوں کا کھیل تھا، زہے مردانگی

اے[2] بدیدہ لذتِ امرِ مرا — جاں سپردہ بہرِ امرم در وفا

اے وہ! جس نے میرے حکم کا مزا چکھا ہے — وفاداری میں میرے حکم پر جان فدا کردی

اے کہ از تعظیمِ امرش آگہی — ایں حکایت گوش کن تا وارہی

اے وہ! کہ تو اُس (شاہ) کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے — یہ حکایت سُن لے، تاکہ تو نجات پا جائے

داستانِ ذوقِ امر و چاشنیش — بشنو اکنوں در بیانِ معنویش

حکم کے ذوق اور اس کی چاشنی کی داستان — اب اس (حکایت) معنوی بیان کو سُن لے

دادنِ شاہ گوہر را درمیانِ دیوان[3] و مجمع بدستِ وزیر

کچہری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ یہ کس

ایں چند ارزد و مبالغہ کردنِ وزیر در قیمتِ و فرمودنِ

قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا مبالغہ کرنا اور بادشاہ

شاہ کہ اکنوں ایں را بشکن و گفتنِ وزیر کہ ایں گوہر

کا حکم دینا کہ اب اس کو توڑ دے اور وزیر کا کہنا کہ اس عمدہ

نفیس را چگونہ بشکنم

موتی کو کیسے توڑوں؟

گفت روزے شاہ محمودِ غنی — آں شہِ غزنی و سلطانِ سنی

کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن — جو غزنی کا بادشاہ اور بزرگ شاہ تھا

---

[1] رسید۔ اس کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ "یہ بات پہنچی ہے کہ جنت کراہت سے گھیر دی گئی ہے اور دوسرے مصرع کا ترجمہ بھی یہ کیا ہے کہ آگ خواہش نفس سے گھیر دی گئی ہے ظاہر ہوا ہے"، یعنی یہ بات حدیث کی ہمیں پہنچی ہے اور یہ بات حدیث سے ظاہر ہوئی ہے۔ دیگر بار۔ سلطان محمود نے ایاز کو دوبارہ خطاب کیا اور اُن کو ایاز کی فرمانبرداری دکھائی۔ مردیِ ہُش۔ یعنی پیغمبروں کی مردی۔ آنچہ۔ یہ دوسرے سر بار دہ نہ بے جو تو باآسانی سمجھ گیا۔

[2] اے بدیدہ۔ اے ایاز تو میرے حکم کی لذت سے واقف ہے اسی لئے تو میرے حکم پر جان نچھاور کرتا ہے۔ اے کہ یہ مولانا کا کلام ہے امرش میں شین کی ضمیر شاہ کی جانب ہے چاشنیش کی ضمیر امر کی جانب اور معنویش کی ضمیر حکایت کی جانب لوٹتی ہے۔

[3] دیوان۔ دفتر، دربار۔ چند ارزد۔ کس قیمت کا ہے۔ گفت۔ یعنی بیان کرنے والے نے کہا ہے۔ سنی۔ بلند۔

شاہ روزے جانبِ دیواں شتافت
ایک دن، بادشاہ کچہری کی جانب گیا
جملہ ارکاں اندراں دیواں بیافت
اُس کچہری میں سب ارکان کو (موجود) پایا

گوہرے بیروں کشید او مستنیر[1]
اُس نے ایک روشن موتی باہر نکالا
پس نہادش زود در کفِ وزیر
پھر اُس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا

گفت چون ست و چہ ارزد ایں گہر
کہا کیسا ہے؟ اور یہ موتی کس قیمت کا ہے؟
گفت بیش ارزد ز صد خروارِ زر
اُس نے کہا سونے کے سیکڑوں بوروں سے زیادہ قیمت کا ہے

گفت بشکن گفت چونش بشکنم
کہا توڑ دے اُس نے کہا اسکو کیسے توڑوں؟
نیک خواہِ مخزن و مالت منم
میں آپ کے مال اور خزانہ کا خیر خواہ ہوں

چوں روا دارم کہ مثلِ ایں گہر
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی
کہ نیاید در بہا گردد ہدر
جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا رائگاں ہوجائے

گفت شاباش و بدادش خلعتے
کہا شاباش ہے اور خلعت عطا کی
گوہر از وے بستد آں شاہِ فتے
اُس جوانمرد شاہ نے موتی اُس سے لے لیا

کرد ایثارِ وزیر آں شاہِ جود
اُس شاہِ سخی نے وزیر کو عطا کردیا
ہر لباس و حُلّہ[2] کو پوشیدہ بود
جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا

ساعتے شاں کرد مشغولِ سخن
اُن کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا
از قضیہ تازہ و رازِ کہن
نئے معاملہ اور پرانے راز میں

بعد ازاں دادش بدستِ حاجبے
اسکے بعد اُس کو حاجب کے ہاتھ میں دیا
کہ چہ ارزد ایں بہ پیشِ طالبے
کہ خریدار کے لئے یہ کس قیمت کا ہے؟

گفت[3] ارزد ایں بہ نیمہ مملکت
اُس نے کہا، یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے
کش نگہدارد خدا از مہلکت
خدا اُس کو بربادی سے بچائے

گفت بشکن گفت اے خورشید تیغ
کہا توڑ دے اُس نے کہا اے سورج کی تلوار والے!
بس دریغ ست ایں شکستن بس دریغ
اسکا توڑنا بہت قابلِ افسوس ہے بہت قابلِ افسوس

قیمتش بگذار بیں تاب و لمع
اسکی قیمت کو رہنے دیجئے چمک اور روشنی کو دیکھئے
کہ شدست ایں نور روز او را تبع
کہ دن کی روشنی اسکے تابع بن گئی ہے

دست کے جنبد مرا در کسرِ او
اسکے توڑنے میں میرا ہاتھ کب ہلے گا؟
کہ خزینہ شاہ را باشم عدو
میں بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟

---

[1] مستنیر۔ روشن۔ خروار۔ گدھے پر لادنے کا بورا۔ مخزن خزانہ۔ نیاید در بہا۔ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ہدر۔ رائگاں۔ خلعتے۔ شاہی لباس۔ فتے۔ فتی کا املا ہے نوجوان۔

[2] حُلّہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔ مشغول سخن۔ چونکہ بادشاہ کو سب کا امتحان لینا تھا تو بات کاٹ دی تاکہ وزیر تو دوسروں سے سوال و جواب کرے۔ حاجب۔ چوبدار جو پیشی کا وزیر ہوتا تھا۔

[3] گفت۔ حاجب نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے۔ خورشید تیغ۔ یعنی وہ جس کی تلوار سورج جیسی چمکدار ہے۔ لمع۔ چمک۔ کہ شدست۔ دن کی روشنی اس کے سامنے ماند ہے۔

شاہ خلعت داد و ادرارش فزود
شاہ نے اسکو خلعت دی اسکی تنخواہ بڑھادی

پس دہاں در مدحِ عقلِ او کشود
پھر اس کی عقل کی تعریف میں منہ کھولا

بعد یک ساعت بدستِ میر داد
تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کے ہاتھ میں دیا

دُر را آں امتحاں کُن باز داد
اس امتحان کرنے والے نے موتی پھر دیا

او ہمی گفت و ہمہ میراں ہمیں
اس نے وہی کہا اور سب امیروں نے وہی

ہر یکے را خلعتے داد او ثمیں
اس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی

جامگیہا شاں ہمی افزود شاہ
بادشاہ انکے کپڑوں کے جوڑے بڑھا رہا تھا

آں خسیساں را ببُرد از رہ بچاہ
ان کمینوں کو راستہ سے کنویں میں لے گیا

اینچنیں گفتند پنجہ شصت امیر
پچاس ساٹھ امیروں نے یہی کہا

جملہ یک یک ہم بتقلیدِ وزیر
وزیر کی تقلید میں ایک ایک کرکے سب نے

گرچہ تقلید ست استونِ جہاں
اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے

ہست رسوا ہر مقلد ز امتحاں
آزمائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے

شاہ چوں کرد امتحانِ جملگاں
شاہ نے جب سب کا امتحان لیا

مال و خلعت برد ہر یک بیکراں
ہر ایک نے لاتعداد مال اور خلعت حاصل کیا

ہمچنیں در دور گرداں شد گہر
موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا

تا بدستِ آں ایازِ دیدہ ور
یہاں تک دیدہ ور ایاز کے ہاتھ میں (آیا)

آخریں بنہاد در کفِ ایاز
بالآخر اس کو ایاز کی ہتھیلی پر رکھا

گفت او را کاے حریفِ دیدہ باز
اس سے کہا' اے صاحب نظر دوست!

یک بیک دیدند ایں گوہر تو ہم
انھوں نے ایک ایک کرکے اس موتی کو دیکھا تو بھی

در شعاعش در نگر اے محترم
اے محترم! اس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدنِ گوہر از دست بدست آخرِ دور با یاز و کیاستِ
موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچنا اور ایاز کی

ایاز و مقلد ناشدنِ او ایشاں را و مغرور ناشدنِ او
زہانت اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اسکا دھوکے میں نہ پڑنا

بمال دادنِ شاہ و خلعتہا و جامگیہا افزوں کردنِ و
بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور

---

۱ ادرار۔ ماہواری تنخواہ۔ کشود۔ اسکی تعریف اسلئے کی تاکہ دوسروں کا امتحان کرسکے بعد تھوڑی دیر کے بعد شاہ نے وہ موتی ایک دوسرے امیر کے ہاتھ میں دیا۔ ثمیں۔ قیمتی۔ جامگیہا۔ وہ لباس جو ملازمین کو سالانہ ملتے ہیں۔ آں خسیساں۔ یہ داد و دہش ان سب کیلئے گمراہی کا سبب تھی چونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ شاہ کو جواب پسند آرہا ہے اسلئے وہ انعام دے رہا ہے۔
۲ اینچنیں۔ جو جواب پہلے امیر نے دیا اس کی تقلید میں سب امیروں نے وہی جواب دیا۔ گرچہ۔ دنیا کا کام تقلید سے ہی چل رہا ہے۔ در دور۔ وہ موتی یکے بعد دیگرے اسی طرح امیروں کے ہاتھ میں جاتا رہا آخیر میں شاہ نے ایاز کے ہاتھ میں دیدیا۔
۳ یک بیک۔ شاہ نے ایاز سے کہا اس موتی کو سب سردار دیکھ چکے اب تو بھی دیکھ لے۔ رسیدن۔ موتی ایاز کے ہاتھ میں جب پہنچا تو اس نے پہلے سرداروں کی تقلید میں جواب نہ دیا اور بادشاہ کے اسکو خلعت وغیرہ دینے سے دھوکے میں نہ آیا۔

مدحِ عقلِ ایشاں کردن بگیں کہ نشاید مقلد را مسلمان دانستن

اُن کی عقل کی تعریف کرنے سے، بقدر امکان مقلد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہیے

مسلماں باشد اما نادر باشد کہ مقلد ثبات کند بر اں اعتقاد و

مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اُس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور

مقلدِ ازیں امتحانہا بسلامت بیروں آید کہ ثباتِ بینایاں ندارد

مقلد ان امتحانات سے سلامتی کیساتھ عہدہ برآ ہو کیونکہ وہ دور اندیشوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

اے ایاز اکنوں بگوئی کایں گہر
اے ایاز! اب تو بتا کہ یہ موتی

چند می ارزد بدیں تاب و ہنر
اِس چمک اور خوبی کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟

گفت افزوں زانچہ تانم گفت من
اُس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اُس سے بڑھا ہوا ہے

گفت اکنوں زود خردش در شکن
اُس نے کہا اب اسکو فوراً ریزہ ریزہ کر دے

سنگہا در آستیں بودش شتاب
پتھر اُس کی آستین میں تھے، جلد

خرد کردش پیشِ او آں بد صواب
اُس کو توڑ دیا اُسکے نزدیک یہ درست تھا

ز اتفاقِ طالعِ با دولتش
اُس کے با اقبال نصیبہ کے اتفاق سے

دست داد آں لحظہ نادر حکمتش
اُس وقت نادر حکمت اُسکے ہاتھ آگئی

یا بخواب ایں دیدہ بود آں پر صفا
یا اُس روشن دل نے خواب میں یہ دیکھا تھا

کردہ بود اندر بغل دو سنگ را
اُس نے دو پتھر بغل میں دبا لئے تھے

ہمچو یوسفؑ کاندرونِ قعرِ چاہ
یوسفؑ کی طرح کہ کنوئیں کی گہرائی میں

کشف شد پایانِ کارش از آلہ
اُنکے لئے انجام کار اللہ تعالیٰ کیجانب سے کھل گیا تھا

ہر کرا فتح و ظفر پیغام داد
جس کو فتح اور کامیابی نے پیغام دیا

پیشِ او یک شد مراد و بے مراد
اُسکے لئے مراد اور نامراد یکساں ہے

ہر کہ پایندانِ وے شد وصلِ یار
یار کا وصل جس کا ضامن ہو گیا

او چہ ترسد از شکستِ کارزار
وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟

چوں یقیں گشتش کہ خواہد کرد مات
جب اسکو یقین ہو گیا کہ وہ مات دے گا

فوتِ اسپ و فیل پیشش ترہات
اسپ اور فیل کا مارا جانا اُسکے لئے بکواس ہے

گر برد اسپش ہر آنکہ اسپ جوست
جو شخص اسپ کا طالب ہے اگر اسکا اسپ مار لیجائے

اسپ او گوئی کہ پیش آہنگِ اوست
تو گویا اسپ اُس کا پیشرو ہے۔

۱ـہ جمکن۔ تقلیدی ایمان معتبر نہیں ہے ایمان کا تعلق یقین سے ہے اور مقلد کو عموماً یقین حاصل نہیں ہوتا ہے معمولی شکوک سے اُس کا علم زایل ہو جاتا ہے۔ **بینایاں۔** وہ لوگ جن کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ **اے ایاز۔** بادشاہ نے موتی کی قیمت ایاز سے لگوائی اُس نے جواب دیا کہ یہ اسقدر بیش قیمت ہے کہ اُسکی قیمت کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے، بادشاہ نے کہا اسکو توڑ ڈال اسکی آستین میں پتھر تھا اُس نے اُس کے ذریعہ فوراً اسکو توڑ ڈالا اسکا نصیبہ تھا کہ دانائی نے اُسکا ساتھ دیا ممکن ہے کہ اُس نے خواب میں یہ قصہ دیکھا ہو اور اسی لئے وہ آستین میں پتھر لیکر مجلس میں آیا ہو۔

۲ـہ ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے قید ہی میں خواب میں آنے والے واقعات دیکھ لیے تھے۔ **ہر کرا۔** جس شخص کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری مل چکی ہو اُسکے لئے فتح و شکست کے اسباب یکساں ہو جاتے ہیں۔

۳ـہ پایندان۔ ضامن۔ **چون۔** جب بازی کی کامیابی پر یقین ہو جاتا ہے تو اُس کو اپنے اسپ اور فیل کے پٹ جانے کی کوئی پروا نہیں ہوتی **گر برد۔** اُسکا حریف اگر اُسکے اسپ کو مارے تو اسپ کا پٹنا اُسکی کامیابی کا پیش خیمہ ہوگا۔

مَرد را با اسپ کے خویشی بُود — عشقِ اسپش از پئے پیشی بُود

انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے؟ — گھوڑے سے اُسکا عشق آگے بڑھنے کیلئے ہوتا ہے

بہرِ صُورتہا مکش چندیں زحیر — بے صُداعِ صُورتے معنی بگیر

صورتوں کے لئے اسقدر پیچ و تاب نہ اٹھا — صورت کا دردِ سر اٹھائے بغیر معنی حاصل کر

ہست زاہد را غمِ پایانِ کار — تا چہ باشد حالِ اُو روزِ شمار

زاہد کو انجام کا غم ہے — کہ قیامت کے دن اُسکا کیا حال ہوگا؟

عارفاں ز آغاز گشتہ ہوشمند — از غم و احوالِ آخر فارغ اند

عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں — آخرت کے احوال اور غم سے بے نیاز ہیں

بُود عارف را ہمیں خوف و رجا — سابقہ دانش خورد آں ہر دو را

عارف کو یہی خوف اور امید تھی — اُسکی پیشگی دانش نے اُن دونوں کو ختم کر دیا ہے

دید کو سابق زراعت کرد ماش — اُو ہمی داند چہ خواہد بُود چاش

وہ جانتا ہے جس نے پہلے سے اڑد کی کاشت کی ہے — وہ جانتا ہے کہ اُس کی پیداوار کیا ہوگی

عارف ست اُو باز رَست از خوف و بیم — ہائے و ہُو را کرد تیغِ حق دو نیم

وہ عارف ہے وہ خوف اور ڈر سے چھوٹ گیا ہے — اللہ تعالیٰ کی تلوار نے شور و غل کے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں

بُود اُو را بیم و اُمید از خدا — خوف فانی شد عیاں گشت آں رجا

اُس کو خدا سے خوف اور امید تھی — خوف فنا ہوگیا وہ امید ظاہر ہوگئی

خوف طے شد جملگی امید شد — نور گشت و تابعِ خورشید شد

خوف لپٹ گیا، وہ مجسم امید ہوگیا — نور بنگیا اور سورج کے تابع ہوگیا

ز امتحانِ شاہ بُود آگہ ایاز — وز فریبِ شہ نشد گمراہ ایاز

ایاز، بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا — شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا

خلعت و اِدرار از راہش نبُرد — کرد اُو گوہر ز امرِ شاہ خُرد

خلعت اور وظیفہ نے اسکو گمراہ نہ کیا — اُس نے بادشاہ کے حکم سے موتی توڑ ڈالا

چوں شکست اُو گوہرِ خاص آں زماں — زاں امیراں خاست صد بانگ و فغاں

جب اُس نے خاص موتی توڑا، اُس وقت — امیروں سے بہت شور اور فریاد بلند ہوئی

کایں چہ بیباکیست واللہ کافر ست — ہر کہ ایں پُر نور گوہر را شکست

کہ یہ کیا بے باکی ہے خدا کی قسم کافر ہے — جس نے اِس منوّر موتی کو توڑا

لہ مرد را۔ شعر نمبر کا مطلب ہے کوئی محبت نہیں ہوتی وہ تو جیتنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ زحیر پیچش، پیچ و تاب۔ صُداع۔ دردِ سر۔ صورت۔ یعنی اسپ۔ معنی یعنی کامیابی۔ ہست۔ معنی کے ادراک کے بھی مراتب مختلف ہیں زاہد کو انجام کا غم رہتا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے عارفاں جو لوگ کامل ہیں انکو ابتداء سے ہی انجام کا علم ہوجاتا ہے اور انکا علم خوف اور امید کو ختم کر دیتا ہے۔

کہ دید۔ عارف جان لیتا ہے جو بویا ہے اُسکی پیداوار کیا ہوگی چونکہ اسکو پیشگی ہی علم حاصل ہوگیا ہے لہٰذا انجام کے فکر کا شور و غل ختم ہوگیا ہے۔ بُود۔ اسکو بھی انجام کے بارے میں خوف اور امید کی کشمکش تھی لیکن اس پر حقیقت واضح ہوجانے کی وجہ سے اب خوف ختم ہوگیا ہے اور امید باقی رہ گئی ہے۔

سہ خوف۔ اُس کے لئے اب خوف ختم ہوگیا اور وہ نور بنکر نورِ مطلق کے تابع ہوگیا۔ ز امتحان۔ ایاز بھی انہی میں سے تھا جن کو انجام کی خبر ہوجاتی ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے انعام وغیرہ سے دھوکے میں نہ پڑا۔ گوہر۔ اُس نے موتی کو شاہ کے حکم کے مطابق فوراً توڑ ڈالا۔ کایں چہ۔ امیروں نے شور کیا اور ایاز سے کہا کہ یہ کیسی بیباکی ہے کہ ایسے عمدہ موتی کو تو نے توڑ ڈالا۔

واں جماعت جملہ از جہل و عمیٰ — در شکستہ دُرِّ امرِ شاہ را

اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے — بادشاہ کے حکم کے موتی کو توڑا تھا

قیمتِ گوہر نتیجہ مہر و وُد — بر چناں خاطر چرا پوشیدہ شُد

دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت — ایسی طبیعت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدن امرا بر ایاز کہ چرا شکستی و جواب دادن ایاز ایشاں را

امیروں کا ایاز کو ملامت کرنا کہ تو نے کیوں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز اے مہترانِ نامور — امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

ایاز نے کہا اے نامور سردارو! — قیمت میں بادشاہ کا حکم بہتر ہے یا موتی

امرِ سلطاں بہ بُوَد پیشِ شما — یا کہ ایں نیکو گہر بہرِ خدا

تمہارے نزدیک بادشاہ کا حکم بہتر ہے — یا یہ اچھا موتی! خدا کے لئے بتاؤ

اے نظرتاں بر گہر بر شاہ نے — قبلہ تاں غول ست جادہ راہ نے

ارے تمہاری نظر موتی پر ہے شاہ پر نہیں ہے — تمہارا قبلہ چھلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے

من ز شہ برمی نگردانم بصر — من چو مشرک روئے نارم در حجر

میں شاہ سے نظر نہیں پھیرتا ہوں — میں مشرک کی طرح پتھر کی جانب رُخ نہیں کرتا ہوں

بے گہر جانے کہ رنگیں سنگ راہ — بر گزیند پس نہد اُو امرِ شاہ

وہ بے گوہر جان جو راستہ کے رنگین پتھر — پسند کرے، وہ شاہ کا حکم پیچھے ڈال دے گی

پشت سوی لعبتِ گلرنگ کُن — عقل در رنگ آورندہ دنگ کُن

پھول جیسے رنگ کی گڑیا کی جانب پُشت کرلے — عقل، رنگ دینے والے میں حیران کر دے

اندر آ در جو سبو بر سنگ زن — آتش اندر بُو و اندر رنگ زن

نہر میں آجا، ٹھلیا کو پتھر پر مار دے — بُو اور رنگ میں آگ لگا دے

گر نہ در راہِ دیں از رہزنان — رنگ و بُو مپرست مانند زناں

اگر تو دین کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہو — عورتوں کی طرح رنگ و بُو کی پرستش نہ کر

گوہر امرِ شہ بُوَد اے ناکساں — جملہ بشکستید گوہر را عیاں

اے نالائقو! موتی بادشاہ کا حکم ہوتا ہے — تم سب نے علانیہ موتی کو توڑا

چوں ایاز ایں راز بر صحرا فگند — جملہ ارکاں خوار گشتند و نژند

جب ایاز نے اس راز کو میدان میں ڈال دیا — سب ارکان خوار اور ذلیل ہو گئے

۱؎ واں جماعت۔ سرداروں کی جماعت اپنے جہل سے یہ نہ سمجھی کہ ایاز نے تو موتی توڑا اور اُن لوگوں نے بادشاہ کا حکم توڑا۔ قیمت۔ محبت اور دوستی کے موتی کو انھوں نے اس موتی سے زیادہ قیمتی نہ سمجھا۔ امرِ شہ۔ ایاز نے اُن امیروں سے کہا یہ بتاؤ کہ موتی زیادہ قیمتی تھا یا بادشاہ کا حکم!

۲؎ اے نظر۔ تم لوگوں کا منظورِ نظر موتی تھا بادشاہ کا حکم نہ تھا۔ تم نے اپنا قبلہ سیدھا راستہ چھوڑ کر چھلاوے کو بنا لیا۔ من ز شہ۔ بادشاہ کو چھوڑ کر موتی کی طرف توجہ کرنا محبت کا شرک ہے بے گہر۔ جو شخص راستہ کے رنگین پتھر کو بہتر سمجھے اور شاہ کے حکم کو پس پشت ڈال دے وہ خود بے جوہر ہے۔

۳؎ پشت۔ مصنوعات سے روگردانی کر کے صانع کی جانب توجہ کرنی چاہئے۔ اندر۔ ظاہر کی طرف رُخ کر مظاہر پر اکتفا نہ کر۔ رنگ و بُو۔ دنیا کی خوشنمائی راہ کی رکاوٹ ہے۔ گوہر۔ اصل موتی شاہ کا حکم تھا نافرمانی کر کے تم نے اس کو توڑ ڈالا۔ چوں۔ ایاز کی یہ تقریر سن کر سب امیر شرمندہ اور حیران ہو گئے۔

سر فرو انداختند آں سروراں | عذر[1] گویاں گشتہ زاں نسیاں بجاں

اُن سرداروں نے سر نیچے جھکا لئے | (دل و) جان سے اُس بھول پر عذر خواہ بن گئے

از دلِ ہر یک دو[2] صد آہ آں زماں | ہمچو دُودے میشدے تا آسماں

اُس وقت سیکڑوں آہیں ہر ایک کے دل سے | دھوئیں کی طرح آسمان تک جاتی تھیں

قصد کردن شاہ بقتلِ اُمرا و شفاعت کردنِ ایاز پیشِ تخت کہ العفو اولٰی

بادشاہ کا امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا سفارش کرنا کہ معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کرد[3] اشارت شہ بجلادِ کہن | کہ ز صدرم ایں خساں را پاک کن

شاہ نے پرانے جلاد کو اشارہ کیا | کہ ان کمینوں کو میرے دربار سے صاف کر دے

ایں خساں چہ لائقِ صدرِ منند | کز پئے سنگ امرِ ما را بشکنند

یہ کمینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں؟ | جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں

امرِ ما پیشِ چنیں اہلِ فساد | بہرِ رنگیں سنگ شد خوار و کساد

ایسے مفسدوں کے نزدیک ہمارا حکم | رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھوٹا ہو گیا

پس ایازِ مہر افزا بر جہید | پیشِ تخت آں اُلغ سلطاں دوید

پھر محبت بڑھانے والا، ایاز اٹھا | سلطانِ اعظم کے تخت کے سامنے دوڑ کر گیا

سجدہ کرد و گلوی خود گرفت | کاے قبادے کز تو چرخ آرد شگفت

سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا | کہ اے شاہ! کہ تجھ سے آسمان تعجب کرتا ہے

اے[5] ہمای کہ ہمایاں فرخی | از تو دارند و سخاوت ہر سخی

اے ہما! کہ سب ہما برکت | اور تمام سخی سخاوت، تجھ سے حاصل کرتے ہیں

اے کریمے کہ کرمہائے جہاں | محو گردد پیشِ ایثارت نہاں

اے وہ کریم! کہ جہان کے کرم | تیرے مخفی ایثار کے آگے محو ہو جاتے ہیں

اے لطیفے کہ گُلِ سُرخت چو دید | از خجالت پیرہن را بر درید

اے وہ صاحب لطف کہ جب گل سرخ نے تجھے دیکھا | شرمندگی سے لباس چاک کر ڈالا

از غفوریِ تو غفراں چشم سیر | رُوبہاں بر شیر از عفوِ تو چیر

تیری مغفرت سے، مغفرت سیر چشم ہے | تیری معافی سے لومڑیاں شیر پر غالب ہیں

۱ عذر۔ معذرت کرنے لگے کہ ہم سے بھول ہو گئی اور ہر ایک آہیں بھرنے لگا۔

۲ کرد۔ شاہ نے ان سرداروں کی نافرمانی پر اُن کے قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ یہ کمینے میری مجلس کے لائق نہیں ہیں ان سے مجلس کو پاک کر دینا چاہیئے انھوں نے ایک پتھر کی خاطر حکم عدولی کی اس پر ایاز شاہی تخت کی طرف دوڑا اور اس کے سامنے سجدہ کر کے سفارش کرنے لگا۔

قباد۔ نوشیرواں کے باپ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہہ دیا جاتا ہے۔

۵ اے ہمای۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا آپ ہما ہیں دنیا کے جس قدر ہما ہیں اُن میں آپ کی وجہ سے برکت آئی ہے آپ ایسے کریم ہیں کہ دنیا کے کریموں نے آپ سے کرم حاصل کیا ہے آپ اس قدر حسین ہیں کہ گلاب نے شرمندگی سے اپنا لباس چاک کر لیا ہے آپ کا عفو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ مغفرت آپ سے سیر چشم ہو رہی ہے اور لومڑیاں آپ کے عفو کی بنیاد پر شیروں پر غالب ہیں۔

جز کہ عفوِ تو کرا دارد سند ۵۱
تیری معافی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے؟

ہر کہ با امرِ تو بیباکی کند
جو شخص تیرے حکم پر بیباکی کرے

غفلت و گستاخیِ ایں مجرماں
ان خطاداروں کی غفلت اور گستاخی

از وفورِ عفوِ تست اے عفوراں
اے معافی دینے والے! تیری معافی کی کثرت کی وجہ سے ہے

دائماً غفلت ز گستاخی دمد
غفلت، ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے

کہ بَرَد تعظیم از دیدہ رمد
کیونکہ آنکھیں دکھنا آنکھوں سے تعظیم کو ختم کر دیتا ہے

غفلت و نسیانِ بد آموختہ
سیکھی ہوئی بری غفلت اور بھول

ز آتشِ تعظیم گردد سوختہ
تعظیم کی آگ سے جل جاتی ہے

ہیبتش بیداری و فطنت دہد
اُس کی ہیبت بیداری اور سمجھ عطا کرتی ہے

سہو و نسیاں از دلش بیروں جہد
بھول اور نسیان اُس کے دل سے نکل جاتا ہے

وقتِ غارت خواب ناید خلق را ۵۲
لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے

تا نبر باید کسے زو دلق را
تاکہ کوئی اُس کی گدڑی نہ لے اُڑے

خواب چوں در میرمد از بیمِ دلق
جب گدڑی کے ڈر سے نیند بھاگ جاتی ہے

خواب و نسیاں کے بود با بیمِ حلق
گلے کے ڈر سے نیند اور بھول کب ہوتی ہے؟

لاتؤاخذ ان نسینا شد گواہ
• اگر ہم بھول گئے تو تو پکڑ نہ کر، گواہ ہے

کہ بود نسیاں بوجہے ہم گناہ
کہ بھول بھی ایک طرح سے گناہ ہے

زانکہ استکمالِ تعظیم او نہ کرد
کیونکہ اس نے تعظیم کی تکمیل نہ کی

ورنہ نسیاں در نیاوردے نبرد
ورنہ بھول، مصیبت نہ لاتی

گرچہ نسیاں لابد و ناچار بود
اگرچہ بھول مجبوری اور لاعلاج ہے

در سبب ورزیدن او مختار بود
(لیکن) سبب اختیار کرنے میں وہ صاحبِ اختیار ہے

چوں تہاون کرد در تعظیمہا ۵۳
جب اُس نے عظمتوں میں سستی برتی

تا کہ نسیاں زاد یا سہو و خطا
یہاں تک کہ سہو اور غلطی سے نسیان پیدا ہوا

ہمچو مستے کو جنایتہا کند
اُس مست کی طرح جو ظلم کرے

گوید او معذور بودم من ز خود
اور کہے، میں اپنے بارے میں معذور تھا

۵۱ جز۔ جو شخص آپ کی حکم عدولی کرتا ہے وہ آپ کے عفو کا سہارا لے کر کرتا ہے۔ غفلت۔ آقا کی رحمدلی اور عفو کی صفت غلاموں کو گستاخ اور غافل بنا دیتی ہے، جب انسان کی آنکھیں دکھ رہی ہوں تو وہ تعظیم سے غافل ہو جاتا ہے۔ ہیبتش۔ آقا کی ہیبت اور خوف غلاموں میں بیداری پیدا کر دیتا ہے اور بھول کو ختم کر دیتا ہے ۵۲ وقت غارت۔ جب غنیم لوٹ رہا ہو تو کوئی نہیں سو سکتا اس لئے ہر شخص اپنی گدڑی بچانے کی فکر کرنے لگتا ہے یہ تو گدڑی کا ڈر تھا اب اگر جان کا ڈر ہو تو پھر نیند کیسے آ سکتی ہے۔ لاتؤاخذ۔ قرآن پاک میں ہے • اللہ ہماری بھول پر ہماری گرفت نہ کر۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھول بھی گناہ ہے ورنہ گرفت نہ کرنے کی دعا کیوں سکھائی جاتی۔ زانکہ۔ وہ بھول جو بے پروائی سے ہو مواخذہ کے قابل ہے البتہ اگر بچنے کی ساری تدبیریں کر لی ہوں اور پھر بھول ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں اس نے وہ اسباب خود اختیار کئے جو وہ ترک کر سکتا تھا۔ ۵۳ چوں تہاون۔ جب یاد رکھنے کے ذرائع اور اسباب کو ترک کرتا ہے اور اس سے بھول سرزد ہوتی ہے تو ہوتا ہے —— ہمچو۔ جو شخص بھول کے اسباب اختیار کرے اور پھر بھول کو عذر بنائے اُس کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو شراب پی کر مست ہو کر جرم کرے اور پھر کہے کہ میں بیخود تھا اپنا معذور ہوں حاکم اُس سے بھی کہے گا کہ بدبخت، بیخودی کا سبب تو نے خود اختیار کیا تھا تو نے خود اپنا اختیار ختم کیا تھا لہٰذا تو معذور نہیں ہے۔

گویدش لیکن سبب اے زشت کار
اُس کو (حاکم) کہے گا، اے بدکار! لیکن سبب

از تو بُد در رفتنِ آں اختیار
تیری جانب سے تھا اُس اختیار کے چھے جانے میں

بیخودی نامد بخود تش خواندی
بیخودی خود نہیں آئی تونے خود اُس کو بلایا

اختیارت خود نشد تش راندی
تیرا اختیار خود ختم نہ ہوا تونے اُس کو بھگایا

گر رسیدے[1] مستیِ بے جہدِ تو
اگر تیری کوشش کے بغیر مستی پیدا ہو جاتی

حفظ کردے ساقیِ جاں عہدِ تو
تو روح کا ساقی تیرے عہد کی حفاظت کرتا

پشت دارت اُو بُدے عُذر خواہ
وہ تیرا عذر خواہ ہوتا (اور) مددگار ہوتا

من غلامِ زَلتِ مستِ آلہ
میں خدائی مست کی لغزش کا غلام ہوں

عفوہائے جملہ عالم ذرہ
تمام جہان کی معافیاں ایک ذرہ ہیں

عکسِ عفوت اے زتو ہر بہرہ
اے وہ ذات! کہ ہر حصہ تیری معافی کا عکس ہے

عفوہا گفتہ ثنایِ عفوِ تو
تمام معافیوں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے

نیست کفوش اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا
اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے، اے لوگو! ڈرو

جانِ شاں بخش و زخود شاں ہم مراں
اُنکی جان بخش دے اور اپنے آپ سے اُنکو علیحدہ نہ کر

کامِ شیرینِ تو اند اے کامراں
اے مُرادمند! وہ تیرے شیریں مقاصد ہیں

رحم کُن[2] بر وے کہ رُوئے تو بدید
اُس پر رحم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے

فُرقتِ تلخِ تو چوں خواہد چشید
وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے چکھے گا؟

از فراق و ہجر میگوئی سخن
تو فراق اور جدائی کی بات کرتا ہے

ہر چہ خواہی کُن و لیکن ایں مکُن
جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در جہاں نبُود بتر از ہجرِ یار
دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے

ایں سخن از عاشقِ خود گوش دار
اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ

صد ہزاراں مرگِ تلخ شصت[3] تو
ساٹھ درجے کی لاکھوں کڑوی موتیں

نیست مانندِ فراقِ شستِ تو
تیرے حلقۂ (زُلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں

تلخیِ ہجر از ذکور و از اناث
مردوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کو

دور دار اے مجرماں را مستغاث
اے خطاکاروں کے فریادرس! دور رکھ

بر اُمیدِ وصلِ تو مُردن خوش ست
تیرے وصل کی اُمید پر مرنا بھلا ہے

تلخیِ ہجرِ تو فوقِ آتش ست
تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے

---

[1] گر رسیدے۔ اگر تو اپنے حصول پر مست نہ ہوا ہوتا تو اللہ تعالٰی تیری پُشت پناہی کرتا اور تیرا عذرخواہ ہوتا ایسے خدائی مست کی لغزش کے تو ہم غلام ہیں۔ عفوہای۔ ایاز نے کہا اے شاہ آپ کے عفو کے مقابلہ میں تمام جہاں کی معافیاں ذرہ ہیں اور دنیا کی سب معافیاں تیرے عفو کی ثنا گو ہیں! اے انسانو اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اُس کا ہمسر قرار دینے سے بچتے رہو۔ جانِ شاں۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا ان کی جان بخشی کر دیجئے اور ان کو اپنے سے جدا نہ کیجئے آپ کے مقاصد بڑے شیریں ہیں۔

[2] رحم کن۔ جس نے ایکبار بھی تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے وہ جدائی کی تلخی کیسے برداشت کرے گا اُس پر رحم کر دیجئے آپ ہجر و فراق کی بات کر رہے ہیں ان کے ساتھ یہ نہ کیجئے اور جو چاہے کر دیجئے عاشق کے لئے یار کی جدائی سے بدتر کوئی سزا نہیں ہے۔

[3] شصت۔ ہم نے عدد کے معنی میں لیا ہے اس صورت میں اس کا املا شصت ہونا چاہیئے مصرع اول میں تو یہی درج ہے دوسرے مصرع میں شست سے مُراد زلف کا حلقہ لیا جائے۔ تلخی۔ آپ خطاکاروں کے فریادرس ہیں کسی شخص کو بھی فراق کی سزا نہ دیں یہ ایاز کا شاہ کیلئے متعلقہ ہے بجائے وصل کی اُمید میں جان دے دینا

گبر[۵۱] میگوید میانِ آں سقر — چہ غمم بودے گرم کردے نظر
دوزخ کے درمیان کافر کہہ رہا ہے — اگر وہ مجھ پر نظر کر لیتا، مجھے کیا غم ہوتا
کاں نظر شیریں کنندہ رنجہاست — ساحراں را خونبہائے دست و پاست
کیونکہ وہ نظر غموں کو شیریں بنا دینے والی ہے — جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کا خونبہا ہے

تفسیر گفتنِ ساحراں فرعون را در وقتِ سیاست کہ
سزا کے وقت فرعون سے ساحروں کے "کوئی نقصان نہیں بیشک ہم اپنے
لَا ضَیْرَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْن
رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" کہنے کی تفسیر

نعرۂ لَا ضَیْرَ بشنید آسماں — چرخ گوئے شد پئے آں صولجاں
آسمان نے "کوئی ضرر نہیں" کا نعرہ سنا — اُس بَلّے کے لئے آسمان گیند بن گیا
ضربتِ[۵۲] فرعون ما را نیست ضیر — لطفِ حق غالب بود بر قہرِ غیر
فرعون کی سزا ہمارے لئے نقصان نہیں ہے — دوسرے کے قہر پر اللہ (تعالیٰ) کا کرم غالب ہے
گر بدانی سرِ ما را اے مُضِل — میرہانی ماں ز رنج اے کور دل
اے گمراہ کرنے والے! اگر تو ہمارا راز جان لے — اے دل کے اندھے! ہمیں تکلیف سے نجات دیدیتا
ہیں بیا ایں سو ببیں کایں ارغنوں — میزند یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْن:
خبردار! ادھر آ دیکھ یہ باجا — "کاش میری قوم جان لیتی" بجا رہا ہے
داد ما را فضلِ حق فرعونیے[۵۳] — نے چنیں فرعونیے بے عونیے
اللہ (تعالیٰ) کے فضل نے ہمیں فرعونی عطا کر دی — وہ فرعونی نہیں جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو
سر برآور ملک بیں زندہ و جلیل — اے شدہ غرہ بمصر و رودِ نیل
سر اٹھا، زندہ اور عالیشان سلطنت کو دیکھ — اے، مصر اور دریائے نیل پر مغرور
گر تو ترکِ ایں نجس خرقہ کنی — نیل را در نیلِ جاں غرقہ کنی
اگر تو اس ناپاک چیتھڑے کو چھوڑ دے — تو نیل کو، جان کے نیل میں ڈبو دے
ہیں بدار از مصر اے فرعون دست — درمیانِ مصرِ جاں صد مصر ہست
خبردار! اے فرعون! مصر سے ہاتھ اٹھا لے — جان کے مصر میں سیکڑوں مصر ہیں

کو دیکھ لے مصر اور نیل کی سلطنت پر غرور نہ کر۔ گر تو۔ اگر تو اس حقیر سلطنت کو ٹھکرا دے گا تو تیری روح میں اس قدر وسعت پیدا ہو جائے گی کہ یہ دریائے نیل اس میں غرق ہو جائے گا۔ ہیں بدار۔ ساحروں نے فرعون سے کہا کہ اس مصر کی حکومت سے دست کش ہو جا پھر روحانی دنیا کے سیکڑوں مصر ہاتھ آجائیں گے۔

۵۱ گبر۔ کافر بھی جہنم میں یہ کہے گا کہ آپ کی نظرِ کرم ہو تو جہنم بھی گوارا ہے۔۔۔۔ ساحراں۔ آپ کی نظرِ کرم نے فرعون کے جادوگروں کے لئے ہاتھ پاؤں کٹوا دینا آسان کر دیا اور انھوں نے آپ کی شیریں نظر کو اپنے ہاتھ پاؤں کے خون کا بدل سمجھا۔ تفسیر۔ جب فرعون نے ساحروں کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو انھوں نے کہا ہاتھ پاؤں کٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ چرخ۔ اس نعرہ سے آسمان بھی رقص کرنے لگا۔

۵۲ ضربت۔ مار۔ گربدانی۔ اگر تو ہمارے اس جذبہ کو سمجھ جاتا تو ہمیں تکلیف نہ دیتا۔ ہیں۔ انطاکیہ والوں نے جب حبیب نجار حضرت عیسیٰؑ کے حواری کو شہید کیا تو انھوں نے فرمایا کاش میری قوم اس بات کو جان لیتی کہ میرے رب نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے معزز بنا دیا۔ ارغنوں مشہور باجا ہے جس کو افلاطون نے ایجاد کیا تھا۔

۵۳ فرعونیے یعنی شہنشاہی۔ نے چنیں۔ وہ شہنشاہی۔۔۔ فرعون کی سی شاہی نہیں ہے۔ سر برآور ۔۔۔ ان جادوگروں نے کہا تھا کہ خوابِ غفلت سے سر ابھار اور ہماری پائندہ اور عظیم سلطنت

تو انا رب را ہمی گوئی بعام — غافل از ماہیتِ ایں ہر دو نام

تو عوام سے "میں خدا ہوں" کہتا ہے (حالانکہ) تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل ہے

ربّ بر مربوب کے لرزاں بُوَد — کے انا داں بندِ جسم و جاں بُوَد

پروردگار زیرِ پرورش سے کب لرزتا ہے؟ "انا" کو جاننے والا جسم اور جان کا پابند کب ہوتا ہے؟

نک انا مایم رستہ از انا — از انائے پُر بلائے پُر عنا

دیکھ! "انا" ہم ہیں "انا" سے چھوٹے ہوئے اس "انا" سے جو مصیبت (اور) مشقت سے پُر ہو

آں انائے بر توائے سگ شوم بُود — در حقِ ما دولتِ محتوم بُود

اے کتے! وہ "انا" تیرے لئے منحوس تھی ہمارے حق میں یقینی دولت تھی

گر نبودے ایں انائے کینہ کش — کے زدے بر ما چنیں اقبال خوش

اگر یہ کینہ نکالنے والا "انا" تیرے اندر نہ ہوتا تو ایسا اچھا نصیبہ ہمیں کب حاصل ہوتا؟

شکر آں کز دارِ فانی میرہیم — بر سرِ ایں دار پندت میدہیم

اس کا شکر ہے کہ ہم دارِ فانی سے چھوٹ رہے ہیں اس سولی پر ہم تجھے نصیحت کر رہے ہیں

دارِ قتلِ ما براقِ رحلت ست — دارِ مُلکِ تو غرور و غفلت ست

ہمارے قتل کی سولی سفر کا براق ہے تیرا دار السلطنت، غرور اور غفلت ہے

ایں حیاتِ خفیہ در نقشِ ممات — واں مماتِ خفیہ در قشرِ حیات

یہ خفیہ زندگی ہے، جو موت کی صورت میں ہے وہ خفیہ موت ہے، جو زندگی کے چھلکے میں ہے

می نماید نور نار و نار نور — ور نہ دنیا کے بُدے دار الغرور

نور، آگ اور آگ نور، نظر آتی ہے ورنہ دنیا دار الغرور کب ہوتی؟

ہیں مکن تعجیل اوّل نیست شو — چوں غروب آری برآر از شرق ضو

خبردار! جلدی نہ کر پہلے نیست بن جب تو غروب کر گیا مشرق سے روشنی لا

آں انائے در ازل دل تنگ شُد — زیں انا جاں بیخود و دل دنگ شُد

وہ "انا" ازل میں دل تنگ ہے اس "انا" سے جان بیخود اور دل حیران ہو گیا

آں انائے سرد گشت و تنگ شُد — ایں انا خم دادہ ہمچو چنگ شُد

وہ "انا" سرد اور تنگ ہے یہ مست "انا" چنگ کی طرح ہے

ل۱ تو انا۔ فرعون قوم سے کہتا تھا کہ میں تمہارا رب ہوں ساحروں نے کہا تو انا اور رب دونوں کی حقیقت سے بے بہرہ ہے انا وہ ہے جو فنا کے بعد حاصل ہو تو اس سے ناواقف ہے۔ ربّ۔ تو رب کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے جو اپنی رعایا کے بگڑ جانے سے خوفزدہ ہو وہ رب کیسے ہو سکتا ہے۔ انا مایم۔ اصل انانیت تو جب حاصل ہوتی ہے جب انسان اپنی انانیت اور خودی کو چھوڑ چکے جو ہیبت اور مشقت سے پُر ہے۔

ل۲ آں انا۔ تیری انانیت خودی لئے ہوئے ہے تو منحوس ہے ہم فنا کا درجہ حاصل کر چکے ہیں لہٰذا ہماری انانیت ایک دولت ہے۔ گر نبودے۔ تیری انانیت ہماری خوش بختی کا سبب بن گئی ہے۔ شکر۔ تیری انانیت نے ہمیں اس فانی دنیا سے نجات دے دی پر اب ہم سولی پر چڑھ کر تجھے نصیحت کر رہے ہیں۔ دار۔ یہ سولی ہمارے لئے قربِ خداوندی کا بُراق بن گئی ہے۔

ل۳ ایں۔ یعنی بُراقِ رحلت، حیات بصورتِ ممات ہے۔ واں۔ تیرا دار المُلک موت بصورتِ حیات ہے۔ دار الغرور دھوکے کا گھر دنیا کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حقائق بالعکس نظر آتے ہیں۔ ہیں۔ پہلے فنا حاصل کر پھر غروب کے بعد منوّر طلوع ہو گا۔ آں انائے اوصافِ بشری فنا کرنے سے پہلے انا کہنا ازل سے مردود ہے۔ زیں انا۔ فنا کے بعد انا کہنا محمود ہے۔ چنگ۔ ایک باجا ہے جس کی آواز خوش کن ہے۔

زانؔ[1] اناۓ بے انا خوش گشت جاں
اس بے انا، کے "انا" کہنے سے جان خوش ہوگئی
شد جہان اُو از انائے ایں جہاں
وہ اس جہاں سے کود جانے والی ہوگئی

از انا چوں رَست اکنوں شد انا
جب "انا" سے چھوٹ گئی اب "انا" ہوگئی
آفریں ہا بر انائے بے عنا
بے مشقت کی "انا" کو شاباش ہے

اُو گریزاں وانائے در پئیش
وہ بھاگ رہا ہے اور "انا" اسکے در پے ہے
می دَوَد چوں دید وے را بے وِیش
وہ "انا" دوڑتی ہے جب وہ اُسکو اپنے بغیر دیکھتی ہے

طالبِ اُو ئی نگردد طالبت
تو اُسکا طلبگار ہے وہ تیری طلبگار نہ بنے گی
چوں بمُردی طالبت شد مطلبت
جب تو مر گیا تیرا مطلوب تیرا طالب بن گیا

زندۂ[2] کے مُردہ شو شوید تُرا
تو زندہ ہے مردے کو نہلانیوالا تجھے کب نہلائیگا؟
طالبی کے مَطلبت جوید تُرا
تو طلبگار ہے، مطلوب تجھے کب ڈھونڈے گا؟

اندریں بحث ار خرد رہ بیں بُدے
اس بحث میں اگر عقل راستہ دیکھنے والی ہوتی
فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے
(تو) فخر (الدین) رازی دین کے رازدار ہوتے

لیک چوں مَن لَم یَذُق لَم یَدرِ بود
لیکن چونکہ "جس نے نہ چکھا اُس نے نہ جانا" ہے
عقل و تخئیلاتِ اُو حیرت فزود
اُنکی عقل اور تخئیلات نے حیرت میں اضافہ کر دیا

کے شود کشف از تفکر ایں انا
غور کرنے سے یہ "انا" کب کھلتی ہے
ایں انا مکشوف شد بعد الفنا
یہ "انا" فنا کے بعد کھلی ہے

می فتد ایں عقلہا در افتقاد[3]
جستجو میں یہ عقلیں جا گرتی ہیں
در مغاکے و حلول و اتحاد
گڑھے اور حلول و اتحاد میں

اے ایاز گشتہ فانی ز اقتراب
اے ایاز! تو قرب میں فانی بنگیا ہے
ہمچو اختر در شعاعِ آفتاب
جیسا کہ ستارہ سورج کی شعاع میں

بلکہ چوں نطفہ مبدّل تو بتن
بلکہ جیسا کہ تیرا نطفہ جسم میں تبدیل ہوا
نز حلول و اتحادِ مُفتتن
نہ کہ حلول اور پُر فتنہ اتحاد سے

---

[1] زانؔ۔ جس انا میں بشری انانیت نہ ہو اُس سے روح خوش ہوتی ہے اور انسان اُس انا کے ذریعہ اس دنیا کی انا سے نجات پاجاتا ہے۔ پہلے مصرع کے شروع میں جہاں جہندہ کے معنی میں ہے دوسرا جہاں دنیا کے معنی میں ہے۔ از انا۔ جب انسان بشری انانیت سے چھوٹ جاتا ہے تو حقیقی انا اُس کو حاصل ہوجاتی ہے۔ او گریزاں۔ فانی حقیقت کیلئے گریزاں ہے اور بقا اُسکے در پے ہے اور اس مظہر میں صفاتِ الٰہی اپنا ظہور چاہتے ہیں اور جب تک انسان اپنی انا کا طالب ہے فنائے حقیقی اُسکو حاصل نہ ہوگی جب اپنی صفاتِ بشری سے مُردہ ہوجائیگا تو فنا خود اُس کی طالب بنجائے گی۔

[2] زندۂ۔ جب تک انسان اپنی انا سے زندہ ہے تو اس مُردے کو نہلانے والا یعنی فنا اُس کیساتھ مصروف عمل نہ ہوگی۔ اندریں۔ اس بحث میں کہ فنا اپنی انا ختم کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے عقل رہنمائی نہیں کرتی ہے ورنہ...... امام فخر الدین رازی جو دلائل عقلی پر ہر چیز کا مدار رکھتے ہیں دین کے اسرار کے سب سے بڑے عالم ہوتے۔ لیک۔ یہ مسائل ذوقی ہیں جس نے انکا مزا چکھا وہ اُنکی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ان مسائل میں دلائلِ عقلیہ حیرت میں اور اضافہ کرتے ہیں۔ ایں انا۔ حقیقی انا کا علم فنا کے بعد واضح ہوتا ہے۔

[3] در افتقاد۔ اگر محض عقل کے ذریعہ ان مسائل کو حل کیا جائیگا تو انسان حلول اور اتحاد جیسے عقیدوں میں مبتلا ہوجائیگا یعنی یہ سمجھ جائیگا کہ بقا بعد فنا جس میں ایک انسان وجودِ عبد کے بغیر صفاتِ رب کیساتھ متصف ہوتا ہے حلول کی صورت میں ہے یعنی حضرت حق تعالیٰ وجودِ عبد کو اپنا محل بنالیتے ہیں یا عبد اور رب میں اتحاد ہوجانے کی صورت سے ہے۔ اے ایاز۔ بقا اور فنا کی صحیح مثال اگر ہے تو یہ ہے کہ جسطرح ستارہ شعاعِ شمس میں گم ہوجاتا ہے اسی طرح عبد حادث اپنے آپ کو ربِ قدیم میں گم کردیتا ہے یہ تو صفات کی تبدیلی کی مثال ہے یا یہ سمجھو کہ نطفہ منی جسم انسانی میں تبدیل ہوجاتا ہے یہ تبدیل ذاتی کی مثال ہے۔

عفو کن اے عفو در صندوق تو — سابق لطفی ہمہ مسبوق تو

معاف کر دیجئے اے وہ کہ معافی تیرے صندوق میں ہے! — تو مہربانی میں سابق ہے سب تیرے پیچھے ہیں

مجرم داشتن ایاز خود را دریں شفاعت گری و عذر ایں جرم خواستن و دراں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن و ایں شکستگی از شناخت عظمت شاہ خیزد و انا اعلمکم باللہ واخشاکم وقال اللہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

اس سفارش کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی چاہنا اور اس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسر نفسی شاہ کی عظمت اور پہچان سے پیدا ہوتی ہے "اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے اسکو جاننے والے ڈرتے ہیں

من کہ باشم کہ بگویم عفو کن — اے تو سلطان و خلاصہ امر کن

میں کون ہوتا ہوں جو کہوں کہ معاف کر دیجئے؟ — اے وہ کہ آپ بادشاہ اور "کن" کے امر کے خلاصہ ہیں

من کہ باشم کہ بوم من با منت — اے گرفتہ جملہ منہا دامنت

میں کون ہوتا ہوں کہ میں تیری ہستی کے سامنے موجود رہوں؟ — اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا دامن تھاما ہے

من کے آرم رحم خلم آلود را — رہ نمایم علم حلم اندود را

میں غضب آلود رحم کب کر سکتا ہوں؟ — میں تو علم سے بھرے ہوئے علم کی رہنمائی کرتا ہوں

صد ہزاراں صفع را ارزانیم — گر زبون صفعہا گردانیم

میں لاکھوں طمانچوں کے لائق ہوں — اگر آپ مجھے طمانچوں کا مغلوب بنا لیں

من کیم تا پیشت اعلامے کنم — یا کہ وا یادت دہم شرط کرم

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟ — یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں

آنچہ معلوم تو نبود چیست آں — وانچہ یادت نیست کو اندر جہاں

جو تجھے معلوم نہیں وہ کیا ہے؟ — جو تجھے یاد نہیں وہ جہاں میں کہاں ہے؟

اے تو پاک از جہل و علمت پاک از آں — کہ فراموشی کند وبرا نہاں

اے وہ کہ تو نادانی سے پاک ہے اور تیرا علم اس سے پاک ہے — کہ بھول اس کو چھپا دے

ہیچکس را تو کسے انگاشتی — ہمچو خورشیدش بنور افراشتی

تو نے ناچیز کو چیز ٹھہرایا — تو نے اس کو سورج کی طرح نور سے بلند کر دیا

---

۱ خواستن۔ ایاز نے اس سفارش کے بارے میں بھی اپنے آپ کو قصور وار سمجھا اور معذرت خواہی کرنے لگا اور یہ صورت جب پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان شاہ کی عظمت کو سمجھ چکا ہو چنانچہ آنحضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور خدا سے تم سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کے جاننے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ من کہ باشم۔ میرا تیرے سامنے سفارش کرنا اپنی ہستی کا اقرار کرنا ہے جو غیر مناسب ہے۔

۲ من۔ میرے رحم میں تو خلوص نہیں ہے میں تو صرف آپکے علم کی راہنمائی کر رہا ہوں۔ صد ہزاراں۔ اگر تو مجھے سزا دینا پسند کرے تو میں لاکھوں طمانچوں کا مستحق ہوں، سفارش کرنا میری گستاخی ہے۔ من کیم میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کو بتاؤں اور کرم کی شرط یاد دلاؤں جب کہ آپ کو ہر چیز معلوم ہے اور ہر بات یاد ہے۔

۳ اے تو پاک۔ آپ خود جہل سے پاک ہیں اور کوئی بھول کسی چیز کو آپ سے پوشیدہ نہیں کر سکتی ہے۔ ہیچکس۔ آپ نے معافی کا اختیار مجھے دیکر مجھے کسی قابل بنا دیا اب جب کہ آپ نے مجھے کسی قابل بنا دیا ہے تو کرم کر کے میری خوشامد کو بھی سن لیجیے۔

چوں کسم کردی اگر لابہ کنم
جب تو نے مجھے کچھ بنا دیا اگر میں عاجزی کروں
مستمع شو لابہ اَم را از کرم
تو کرم کر کے میری خوشامد کو سن لے

زانکہ[۱] از نقشم چو بیروں بُردۂ
اسلئے کہ جب تو نے مجھے ہستی سے باہر نکال دیا ہے
آں شفاعت ہم تو خود را کردۂ
تو وہ سفارش بھی تو نے خود ہی سے کی ہے

چوں ز رختِ من تہی گشت ایں وطن
جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہوگیا
تر و خشکِ خانہ نبوُد آنِ من
تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے

ہم دُعا از من رواں کردی چو آب
تو نے ہی دعا مجھ میں سے پانی کی طرح جاری کردی
ہم ثباتش بخش و گرداں مُستجاب
تو ہی اسکو ثبات عطا کر اور قبول فرما

ہم تو بُودی اوّل آرندہ دُعا
تو ہی ابتداءً مجھ سے دعا کرانے والا ہے
ہم تو باش آخر اجابت را رجا
تو ہی اخیر میں قبولیت کی امید بن

تا زنم من لاف کاں شاہِ جہاں
تاکہ میں شیخی بگھار سکوں کہ اس شاہ جہاں نے
بہرِ بندہ عفو کرد از مُجرماں
اِن خطا کاروں کو غلام کی خاطر معاف کردیا

درد[۲] بُودم سر بسر من خود پسند
میں متکبر سراسر درد تھا
کرد شاہم داروئے ہر دردمند
شاہ نے مجھے ہر دردمند کی دوا بنا دیا

دوزخے بُودم پُر از شور و شرے
میں شور و شر سے پُر ایک دوزخ تھا
کرد دستِ فضلِ اُویم کوثرے
اسکی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے کوثر بنا دیا

ہر کہ را سوزید دوزخ در قوَد
جس شخص کو دوزخ نے سزا میں جلا دیا ہے
من برُویانم دگر بار از جسد
میں اسکے جسم کو دوبارہ اگا دیتا ہوں

کارِ کوثر چیست کہ ہر سوختہ
کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا
گردد از وے نابت و اندوختہ
اس سے اُگ جانے والا اور مجتمع ہو جائے

قطرہ[۳] قطرہ اُو منادیِ کرم
اس کا قطرہ قطرہ کرم کا منادی ہے
کانچہ دوزخ سوخت من باز آورم
کہ جو دوزخ نے جلایا ہے میں لوٹا دوں گا

ہمچو مرہم بر سرِ زخمِ عفن
جس طرح سڑے ہوئے زخم پر مرہم
ینبتُ لحماً جدیداً خالصاً
خالص نیا گوشت اگا دیتا ہے

ہست دوزخ ہمچو سرمائے خزاں
دوزخ جاڑوں کی خزاں کی طرح ہے
ہست کوثر چوں بہار و گلستاں
کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے

---

۱ زانکہ۔ اب میں میں نہیں ہوں لہٰذا میری یہ سفارش میری نہیں ہے آپ کی ہے۔ چوں۔ جبکہ میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے تو گھر میں جو کچھ ہے میری ملکیت نہیں ہے تو نے ہی مجھے سفارش کی توفیق دی ہے اب تو ہی اسکو قبول فرمالے ہم تو۔ دعا کرنے والا تو ہی ہے تو تجھی سے قبول کر لینے کی امید وابستہ ہے۔ تا زنم جبکہ میرا کوئی حصہ نہیں تو مجھے تو خواہ مخواہ کا فخر ہوگا کہ بادشاہ نے میری سفارش پر خطا کاروں کو معاف کیا ہے۔

۲ درد۔ میں تو خود مرض تھا شاہ نے مجھے دوا بنا دیا۔ میں دوزخ تھا جو دوسروں کو جلاتی ہے اس شاہ کے فضل نے مجھے کوثر بنا دیا جو جلے ہوؤں کو زندگی بخش دیتی ہے۔ ہر کہ۔ اب چونکہ میں کوثر ہوں دوزخ نے سزا میں جنکا جسم جلا کر خاکستر کر دیا ہے اُن کو دُوبارہ جسم دے دیتا ہوں۔ نابت۔ اگنے والا۔ اندوختہ۔ جمع شدہ۔

۳ قطرہ۔ کوثر کا ایک ایک قطرہ پکار کر کہتا ہے کہ میرے قریب آجاؤ میں جلے ہوئے کو دُوبارہ جسم عطا کر دونگا میری مثال مرہم کی سی ہے جو سڑے ہوئے زخم پر دُوبارہ عمدہ گوشت پیدا کر دیتا ہے۔ دوزخ۔ دوزخ موسم خزاں کی طرح اور کوثر موسم بہار کیطرح ہے دوزخ موت ہے کوثر صور ہے جس سے مُردے زندہ

ہست دوزخ ہمچو مرگ و چوں فنا — ہست کوثر نفخِ صُور از کبریا

دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے — کوثر، اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے صور کا پھونکنا ہے

ہست دوزخ ہمچو مرگ و خاکِ گور — ہست کوثر بر مثالِ نفخِ صُور

دوزخ، موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے — کوثر، صور پھونکنے کی طرح ہے

اے۱؎ ز دوزخ سوختہ اجسامِ تاں — سُوئے کوثر میکشد اکرامِ تاں

اے وہ! کہ تمہارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں — (اللہ کا) کرم تمہیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے

چوں خلقتُ الخلقَ کے یربح علیّ — لُطف تو فرمود اے قیّومِ حَیّ

جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے — اے حی قیوم تو نے مہربانی فرمائی ہے

لا لِاَن اَربح علیہم جُودتَست — کہ شود زو جملہ ناقصہا درست

نہ یہ کہ میں اُن سے نفع کماؤں "تیری عطا ہے" — تاکہ اُس سے سب ناقص مکمل بن جائیں

عفو کُن زین ناقصانِ تن پرست — عفو از دریائے عفو اولیٰ ترست

ان ناقص تن پرستوں کو معاف فرمادے — معافی کے سمندر کیجانب سے معاف کرنا ہی بہتر ہے

عفوِ۲؎ خلقاں ہمچو جُوی و ہمچو سیل — ہم بداں دریائے خود تازند خیل

مخلوق کی معافی، نہر کی طرح اور بہاؤ کیطرح — اُس ہی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتی ہے

عفوہا ہر شب ازیں دل پارہا — چوں کبوتر سُوئے تو آید شہا

معافیاں، ہر شب کو اِن دل کے ٹکڑوں سے — اے شاہ! آپ کی جانب کبوتر کی طرح آتی ہیں

بازشاں وقتِ سحر پرّاں کُنی — تا بشب محبوسِ ایں ابداں کُنی

تو اُن کو پھر صبح کے وقت اڑا دیتا ہے — رات تک کیلئے اِن جسموں میں قید کردیتا ہے

پر زناں بارِ دگر در وقتِ شام — می پرند از عشق آں ایوان و بام

دوبارہ، شام کے وقت پر پھڑپھڑاتے ہوئے — عشق کیوجہ سے اُس محل اور بالاخانے پر پرواز کرتی ہیں

تاکہ۳؎ از تن تارِ وصلت بگسلند — پیشِ تو آیند کز تو مقبلند

یہانتک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں — آپکے پاس آجاتی ہیں کیونکہ وہ آپکے پاس آنیوالی ہیں

پر زناں ایمن ز رجع سرنگوں — در ہوا کانّا الیہ راجعُوں

سرنگوں (جماعت کی) واپسی سے مطمئن ہوکر اڑتی ہیں — ہوا میں کہ ہم اُسی طرف لوٹنے والی ہیں

بانگ می آید تعالَوا زاں کرم — بعد ازاں رجعت نماند درد و غم

اُس کرم کیجانب سے "آجاؤ" کی آواز آتی ہے — اُس واپسی کے بعد رنج اور غم باقی نہیں رہے گا

۱؎ اے۔ جو لوگ دوزخ کی آگ سے جل گئے ہیں اُن کو اللہ کا کرم کوثر کی جانب بلاتا ہے چونکہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے مخلوق اس لئے پیدا کی ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائے نہ کہ اس لئے کہ میں اُس سے فائدہ اٹھاؤں۔ کہ شود۔ یہ فرمانِ خداوندی اسی لئے ہے کہ اُس کی ذات سے ناقص درست ہوجائیں۔

۲؎ عفو خلقاں۔ مخلوق کا معاف کرنا بھی اُسی دریائے عفو کا ایک حصہ ہے۔ عفوہا۔ مخلوق کی معافیاں اپنی اصل کیطرف پرواز کرتی ہیں۔ کلُّ شَیْءٍ یَرجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ باز شاں۔ پھر اللہ تعالیٰ انکو دن بھر کے لئے انسانی بدنوں میں محبوس کردیتا ہے اور پھر شام کے وقت اُسی محل کیطرف پرواز کرجاتی ہیں۔

۳؎ تاکہ۔ یہ اُن کی آمدورفت اُس وقت تک ہے جب تک کہ زندگی مقدر ہے۔ پر زناں۔ اُنکی پرواز فساق اور کفار کی پرواز کی طرح اوندھے منہ نہیں ہے۔ بانگ۔ اُن کی واپسی پر اللہ کا کرم آواز دیتا ہے کہ آجاؤ اب اِس واپسی کے بعد دنیا کا درد اور رنج ختم ہوجائے گا۔

بس[1] غریبیہا کشیدید از جہاں — قدرِ من دانستہ باشید اے مِہاں

تم نے دنیا میں بہت سے پردیسی پن برداشت کئے — اے شریفو! تم نے میری قدر جان لی ہے

زیرِ سایہ ایں درختم مستِ ناز — ہیں بینداز ید پاہا را دراز

میرے اس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر — آگاہ! پاؤں کو لمبا پھیلا دو

پایہائے پُر عناں از راہِ دیں — بر کنار و دستِ حوران خالدیں

وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں — ہمیشہ رہنے والی حوروں کی گود اور ہاتھوں میں

حُوریاں گشتہ مغمِّز مہرباں — کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں

غمزہ کرنے والی حوریں، مہربان ہو گئیں — کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں

صوفیانِ صافیاں چوں نورِ خور — مُدّتے اُفتادہ بر خاک و قذر

ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور — جو ایک مدّت تک مٹی اور پلیدگی میں پڑے رہے

بے اثر پاک از قذر باز آمدند — ہمچو نورِ خور سوئے قرصِ بلند

بغیر کسی نشان کے پلیدی سے پاک واپس آئے ہیں — جس طرح کہ سورج کا نور بلند ٹکیہ کی جانب

ایں[2] گروہِ مجرماں ہم اے مجید — جملہ سرہاشاں بدیوارے رسید

اے بزرگ! خطاکاروں کا یہ گروہ بھی — ان سب کا سر دیوار کی جانب میں پہنچ گیا

بر خطا و جرمِ خود واقف شدند — گرچہ ماتِ کعبتینِ شہ بُدند

اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں — اگرچہ وہ شاہ کی کعبتین سے مات کھائے ہوئے تھے

رُو بتو کردند اکنوں آہ کناں — اے کہ لطفت مجرماں را رہ کناں

اب آہیں بھرتے ہوئے انھوں نے تیری جانب رُخ کیا ہے — اے وہ کہ تیری مہربانی خطاکاروں کو راستہ دکھانیوالی ہے

راہ دہ آلودگاں را العجل — در فراتِ عفو و عینِ[3] مُغتسل

آلودہ ہو جانیوالوں کو بہت جلد راستہ عطا کر — معافی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا

تا کہ غسل آرند زاں جُرمِ دراز — در صفِ پاکاں روند اندر نماز

تاکہ اس لمبی خطا سے غسل کر لیں — نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں

اندراں صفہا ز اندازہ بروں — غرقگانِ نورِ نحنُ الصّافّون

ان صفوں میں اندازے سے زیادہ — ہم صف باندھنے والے ہیں کے نور میں غرق ہیں

شریک ہو سکیں۔ اندراں۔ ان صفوں میں اندازے سے زیادہ نمازی ہیں۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْن فرشتوں کا مقولہ ہے اور بیشک ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔

[1] بس غریبیہا۔ ان سے کرمِ خداوندی کہتا ہے تم نے مسافر کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اب کرم کے سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو جاؤ۔ پایہائی۔ اب ان پاؤں کو جنھوں نے اللہ کی عبادتوں میں بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں حوروں کے ہاتھوں اور پہلوؤں میں پھیلا دو۔ مغمِّز۔ غمزہ کرنے والا۔ صوفیاں۔ ان لوگوں کی حالت سورج کی روشنی کی سی ہے جو مٹی اور نجاستوں پر سے بھی گذرتی ہے لیکن پاک و صاف سورج کی طرف لوٹ آتی ہے۔ یہ صوفی بھی دنیا کی نجاستوں پر سے پاک و صاف گذر کر واپس آتے ہیں۔

[2] ایں گروہ۔ خطاوار بھی شرمندہ ہیں۔ سر بدیوار شدن۔ شرمندہ ہونا۔ بر خطا۔ اگرچہ وہ قدرت سے مغلوب تھے لیکن اپنے جرم و خطا سے واقف ہیں۔

شعر

[illegible]

کعبتین۔ دو نردیں ہوتی ہیں جنمیں سے ہر ایک کی چھ سطحیں ہوتی ہیں اور ہر سطح پر عدد کندہ ہوتا ہے ان سے بازی کھیلی جاتی ہے۔

[3] عینِ مغتسل۔ وہ چشمہ جس میں حضرت ایوبؑ کو غسل کرایا گیا تھا۔ تاکہ پاک ہو کر نمازیں

چوں سخن در وصفِ ایں حالت رسید[1] — ہم قلم بشکست وہم کاغذ درید

جب بات اِس حالت کے بیان میں پہنچی — قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا

بحر را پیمودہ ہیچ اُسکرہ — شیر را برداشت ہرگز بردہ

کسی سکورے نے سمندر کو ناپا ہے؟ — کسی بکری کے بچہ نے شیر کو اٹھایا ہے؟

گر حجابستت بروں رو زاحتجاب — تا بہ بینی بادشاہیِ عجاب

اگر تیرے لئے پردہ ہے، پردہ پوشی سے باہر نکل — تاکہ تو عجب بادشاہی دیکھے

گرچہ بشکستند جامت قومِ مست — آنکہ مست از تو بود عذریش ہست

اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے — جو تیرا مست ہو اس کے لئے ایک عذر ہے

مستیِ[2] ایشاں باقبال و بمال — نے زبادہ تست اے شیریں فعال

ان کی اقبال اور مال کی مستی — (کیا) اے شیریں کارناموں والے تیری شراب سے نہیں ہے؟

اے شہنشہ مستِ تخصیصِ تواند — عفو کن از مستِ خود اے عفومند

اے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کر دینے کی وجہ سے مست ہیں — اے معافی دینے والے! اپنے مست کو معاف کردے

لذتِ تخصیصِ تو وقتِ خطاب — آں کند کہ ناید از صد خُمِ شراب

خطاب کے وقت تیرے خاص کرنے کی لذت — وہ کرتی ہے جو شراب کے سیکڑوں مٹکوں سے نہیں ہوتا

چونکہ مستم کردہ حدم مزن — شرع مستاں را نیارد حد زدن

جب تو نے مجھے مست کر دیا، مجھ پر حد جاری نہ کر — شریعت مستوں پر حد جاری نہیں کرتی ہے

چوں شوم ہشیار آنگاہم بزن — کہ نخواہم[3] گشت خود ہشیار من

جب میں ہوشیار ہو جاؤں اس وقت ملنا — کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

ہر کہ از جامِ تو خورد اے ذوالمنن — تا ابد رست از ہُش و از حد زدن

اے احسانوں والے جس نے تیرے جام سے پی لی — وہ ہمیشہ کیلئے ہوش سے اور حد جاری کرنے سے بچا لیا گیا

خالدین فی فناءِ سُکرِھم — مَن یُفانی فی ھواکم لم یقم

وہ اپنے نشہ کی فنا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں — جو تمہاری محبت میں فنا ہوا وہ کھڑا نہیں ہوا

فضلِ تو گوید دلِ مارا کہ رو — اے شدہ در دوغ عشقِ ما گرو

تیری مہربانی، ہمارے دل سے کہتی ہے، کہ جا — اے وہ کہ ہمارے عشق کی چھاچھ میں گروی ہو گیا ہو

[1] سخن یعنی اسرار و صفات کا بیان۔ بحر۔ اسرار کا ایک بے پایاں سمندر ہے اور ہماری مثال اس پر تیرنے والے سکورے کی سی ہے سکورہ سمندر کو نہیں ناپ سکتا، بکری کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے۔ گر حجابست۔ اگر اسرار تجھے نظر نہیں آتے تو حجاب سے باہر نکلنے کی کوشش کر پھر عجیب بادشاہی دیکھے گا۔ گرچہ۔ ایاز کا مقولہ ہے کہ اگرچہ اس مست قوم نے آپ کے حکم کا جام توڑا ہے لیکن چونکہ یہ آپ کے مست ہیں لہٰذا معذور ہیں۔

[2] مستی۔ ان کی مستی اس رتبہ اور مال کی وجہ سے ہے جو جناب نے ان کو دیا ہے۔ تخصیص یعنی چونکہ تو ان سے خصوصیت برتتا ہے اس لئے یہ مست ہو گئے ہیں... وقتِ خطاب۔ جب تو ان کو خاص طور پر خطاب کرتا ہے تو ان پر شراب کے سیکڑوں مٹکوں کی مستی طاری ہو جاتی ہے۔ چونکہ شرعی حکم ہے کہ مست پر نشہ کی حالت میں شراب پینے کی حد یعنی کوڑے نہیں لگائے جاتے ہیں۔ چوں۔ جب مست کا نشہ دور ہو جاتا ہے تب اس کے کوڑے مارے جاتے ہیں۔

[3] کہ نخواہم۔ لیکن میں ایسا مست ہوں کہ میری مستی تیرے جام کی مستی ہے جو قیامت تک زائل نہیں ہو سکتی۔ خالدین۔ جو تیرے عشق میں فنا ہو گیا وہ پھر کبھی نہیں سنبھلا۔ فضلِ تو۔ تیری مہربانی ہماری مستی کے عذر پر کہتی ہے کہ تو اگرچہ ہمارے جام کا شکستہ نہیں ہے بلکہ چھاچھ پی کر مستی کا اظہار کر رہا ہے لیکن پھر بھی تیرا عذر قبول کرتے ہیں۔

چوں نگس در دوغِ ما افتادہ
تو مکھی کی طرح ہماری چھاچھ میں پڑا ہے
تو نہ مست اے نگس تو بادہ[1]
اے مکھی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شراب ہے

کرگسان مست از تو گردند اے نگس
اے مکھی! گدھ تجھ سے مست ہو جائیں گے
چونکہ بر بحرِ عسل رانی فرس
جب تو شہد کے سمندر پر گھوڑا دوڑائے گی

کوہہا چوں ذرہا سرمستِ تو
ذروں کی طرح پہاڑ، تیرے مست ہیں
نقطہ و پرکار و خط در دستِ تو
نقطہ اور پرکار اور خط تیرے ہاتھ میں ہیں

فتنہ کہ لرزند زو لرزانِ تست
وہ فتنہ جس سے لرزتے ہیں تجھ سے لرزتا ہے
ہر گراں قیمت گہر ارزانِ تست
ہر گراں قیمت موتی، تیرے لئے سستا ہے

گر[2] خدا دادے مرا پانصد دہاں
اگر خدا مجھے پانچ سو منہ دیتا
گفتمے شرحِ تو اے جانِ جہاں
تو اے جانِ جہاں! میں تیری شرح کرتا

یک زباں دارم من آنہم منکسر
میں ایک زبان رکھتا ہوں وہ بھی ٹوٹی ہوئی
در خجالت از تو اے دانائے سِر
اے راز کو جاننے والے! تجھ سے شرمندگی میں

منکسر تر خود نباشم از عدم
میں خود عدم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں
کز دہانش آمد ستند ایں امم
جس کے منہ سے یہ امتیں آئی ہیں

صد ہزار آثارِ غیبی منتظر
لاکھوں غیبی آثار منتظر ہیں
کز عدم بیروں جہد بالطف و بر
کہ پاکیزگی اور بھلائی کیساتھ عدم سے باہر نکل آئیں

از[3] تقاضائے تو میگردد سرم
تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے
اے بمردہ من بہ پیشِ آں کرم
اے وہ کہ میں اُس کرم کے سامنے جان دیئے ہوا ہوں

رغبتِ ما از تقاضائے تو است
ہمارا راغب ہونا تیرے تقاضے سے ہے
جذبۂ حق ست ہر جا رہرو ست
جہاں کہیں رہرو ہے اللہ (تعالیٰ) کا جذبہ ہے

خاک بے بادے ببالا کے جہد
غبار بغیر ہوا کے اوپر کب جاتا ہے؟
کشتیِ بے بحر پا در رہ نہد
بغیر دریا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟

پیش آبِ زندگانی کس نمرد
آبِ حیات کے سامنے کوئی نہیں مرا
پیشِ آبت آبِ حیوانست درد
تیرے پانی کے سامنے آبِ حیات تلچھٹ ہے

---

[1] تو بادہ۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی با ایں ہمہ تو ایسی شراب ہے کہ کرگس یعنی اہلِ دل تجھ سے مستی حاصل کرتے ہیں۔ بحرِ عسل۔ یعنی اسرارِ حقیقت۔ کوہہا۔ اب تیری مستی کا یہ حال ہے کہ جملہ کائنات تیرے تصرف میں ہے۔ فتنہ۔ دنیا کے مصائب تجھ سے لرزہ بر اندام ہیں اور دنیا کی ہر قیمتی چیز تیرے لئے بے قیمت ہے۔

[2] گر خدا۔ یہ بھی ایاز کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے مراد سلطان ہے یا یہ مولانا کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے سلطانِ حقیقی مراد ہے۔ یک۔ ایک زبان ہے اور وہ بھی شرمندگی سے شکستہ ہے تو میں کیسے تیری تعریف کا حق ادا کر سکتا ہوں۔ از عدم۔ لیکن با ایں ہمہ کچھ نہ کچھ مجھے تعریف کرنی ہے اس لئے کہ میں عدم سے تو گیا گذرا نہیں ہوں اُس سے بھی غیبی آثار ظاہر ہوتے ہیں جو تجھ سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

[3] از تقاضائے۔ تیری ہی ذات کا تقاضہ ہے کہ میں اُس کے اوصاف بیان کروں اُس کرم پر میں قربان ہوں۔ رغبت۔ تعریف کی طرف ہماری رغبت تیرے تقاضے اور جذبے کی وجہ سے ہے۔ خاک۔ غبار ہوا کے سہارے اُڑتا ہے کشتی دریا کے سہارے چلتی ہے، اسی طرح ہمارا ہر کام تیرے جذبے سے ہے۔ پیش۔ آبِ حیات ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے لیکن تیرے آبِ رحمت کے مقابلہ میں وہ گندہ پانی ہے۔

آبِ حیواں[۵۱] قبلۂ جاں دوستاں — زابِ باشد سبز و خنداں بوستاں

آبِ حیات جان سے دوستی رکھنے والوں کا قبلہ ہے — پانی سے باغ سبز و خنداں ہوتا ہے

مرگ آشاماں ز عشقش زندہ اند — دل ز جان و آبِ جاں برکندہ اند

موت کو پی جانے والے اُس کے عشق سے زندہ ہیں — جان اور آبِ حیات سے دل برداشتہ ہیں

آبِ عشقِ تو چو ما را دست داد — آبِ حیواں شد بہ پیشِ ما کساد

جب تیرے عشق کا پانی ہمارے ہاتھ آگیا — ہمارے سامنے آبِ حیات بیکار ہوگیا

زابِ حیواں ہست ہر جاں را نوی — لیک آبِ آبِ حیوانی توئی

آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی ہے — لیکن آبِ حیات کی زندگی تو ہے

ہر دمے مرگے و حشرے دادیم — تا بدیدم دستبردِ آن کرم

تو نے مجھے ہر لمحہ موت اور زندہ ہو جانا عطا کیا ہے — یہاں تک کہ میں نے اُس کرم کا غلبہ دیکھ لیا ہے

ہمچو[۵۲] خفتن گشت ایں مُردن مرا — ز اعتمادِ بعث کردن اے خدا

یہ مرنا میرے لئے سونے کی طرح بن گیا ہے — اے خدا! حشر کے بھروسہ پر

ہفت دریا ہر دم ار گردد سراب — گوش گیری آوریش اے آبِ آب

ساتوں سمندر، اگر ہر وقت ریت بن جائیں — تو ان کا کان پکڑ کر لے آئیگا اے پانی کی جان!

عقل لرزاں ز اجل وآں عشق شوخ — سنگ کے ترسد ز باراں چوں کلوخ

عقل موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بیباک ہے — پتھر، ڈھیلے کی طرح بارش سے کب ڈرتا ہے؟

از صحافِ[۵۳] مثنوی ایں پنجم ست — در بروجِ چرخِ جاں چوں انجم ست

مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں ہے — جان کے آسمان کے برجوں میں ستاروں کی طرح ہو

رہ نیابد از ستارہ ہر حواس — جز کہ کشتیبانِ استارہ شناس

ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پاسکتا ہے — ملاح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا

جز نظارہ نیست قسمِ دیگراں — از سعودش غافل اند و از قراں

دوسروں کا حصہ سوائے نظارہ کے نہیں ہے — وہ اُس کی نیک بختی، اور میل سے غافل ہیں

آشنائی گیر شبہا تا بروز — با چنیں استارہائے دیو سوز

راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ — اس طرح کے شیطان کو جلانے والے ستاروں سے

نیک اثرات۔ اقتران۔ دو ستاروں کا باہم ملنا۔ آشنائی۔ مثنوی سے شغل رکھو، شیطان سے نجات حاصل کرو گے۔

۵۱ آبِ حیواں۔ آبِ حیات کا ہیچ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اسکو وہ پسند کرتے ہیں جو اپنی جان کو بچانا چاہتے ہیں مرگ۔ لیکن جو لوگ فنا کو پسند کرتے ہیں وہ تیرے آبِ عشق سے زندہ ہیں ان کیلئے آبِ حیات ہیچ ہے۔ زآبِ حیواں۔ آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے لیکن اس آبِ حیات کی زندگی تو ہے۔ ہر دمے۔ شعر

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

۵۲ ہمچو خفتن چونکہ مجھے موت کے بعد کی زندگی کا یقین ہے لہٰذا میرے لئے موت کی حقیقت نیند سے زیادہ نہیں ہے۔ ہفت۔ تیرے دوبارہ زندگی عطا کرنے کا یہ حال ہے کہ اگر ساتوں سمندر خشک ہوکر ریت بنجائیں تو اُن کا کان پکڑ کر کھینچ لیگا پانی بنجاؤ تو وہ پانی بن جائیں گے۔ عقل۔ عقل موت سے ڈرتی ہے اور عشق اس کے معاملہ میں لاپرواہ ہے کچا ڈھیلا بارش سے ڈرتا ہے پتھر کبھی نہیں ڈرتا۔

۵۳ صحاف۔ صحفہ کی جمع ہے بمعنی پیالہ بعض نسخوں میں صحائف ہے جو صحیفہ بمعنی کتاب کی جمع ہے مراد مثنوی کے دفتر ہیں۔ رہ نیابد۔ جس طرح ستارہ سے ہر شخص رہنمائی حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح مثنوی سے ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا سعودش۔ یعنی ستاروں کے

ہر یکے در دفعِ دیوِ بدگماں
بدگمان، شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک

ہست نفط انداز قلعہ آسماں
آسمان کے قلعے سے، نفط پھینکنے والا ہے

اختر ار با دیو ہمچوں عقرب ست
ستارہ اگرچہ شیطان کے لئے، بچھو کی طرح ہے

مشتری را او ولیُّ الاقرب ست
خریدار کے لئے وہ قریبی دوست ہے

قوس اگر از تیر دوزد دیو را
کمان اگر شیطان کے تیر چھید دینے والی ہے

دلو پُر آب ست زرع و میوہ را
ڈول، کھیتی اور میوے کے لئے پانی سے لبریز ہے

حوت اگرچہ کشتیِ غی بشکند
مچھلی اگرچہ گمراہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے

دوست را چوں ثور کشتے میکند
دوست کے لئے بیل کی طرح کھیتی برتا ہے

شمس اگر شب را بدرد چوں اسد
سورج اگر رات کو شیر کی طرح پھاڑ دیتا ہے

لعل را ز و خلعتِ اطلس رسد
لعل کو اس سے اطلسی خلعت ملتی ہے

صورتِ خرچنگ اگرچہ کجرو ست
کیکڑے کی صورت اگرچہ ٹیڑھی چال کی ہے

ہیبتِ میزاں ازو بیروں شو ست
ترازو کی ہیبت اس سے الگ ہے

پیشۂ مریخ اگر خونریزی ست
مریخ کا پیشہ اگرچہ خونریزی ہے

او زبونِ شمسیِ تبریزی ست
وہ تبریزی سورج سے مغلوب ہے

گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل
زحل اگرچہ تاثیر میں منحوس ثابت ہوا ہے

دقتِ فکر آید ازوے در عمل
عمل میں اس سے فکر کی باریکی پیدا ہوتی ہے

ما ہم از مہر ار دو کف برہم زند
میرا چاند سورج کی وجہ سے اگر دونوں ہتھیلیاں بجا رہا ہے

زہرہ نبود زہرہ را تا دم زند
زہرہ کا پتہ نہیں ہے کہ دم مارے

بل عطارد خانۂ خود گم کند
بلکہ عطارد اپنا گھر گم کر دیتا ہے

وز جنونِ او جوزِ جوزا بشکند
اور دیوانہ پن سے جوزا کا اخروٹ توڑ دیتا ہے

مشتری را دست لرزد دل طپد
مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے، دل تڑپتا ہے

بر سرِ آب او فتد مہ چوں سبد
چاند ٹوکری کی طرح پانی پر پڑا ہے

نسرِ طائر را بریزد پر ز شرم
نسرِ طائر کے شرم سے پر جھڑتے ہیں

وز طمع تنیں شود چوں موم نرم
اژدھا لالچ سے موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے

زحل ہوتا ہوا بھی تو تُتِ فکریہ بہت ہوتی ہے۔ ماہم یعنی اگر میری مثنوی سرور کشی کرے تو زہرہ جو رقاصۂ فلک ہے وہ دم بخود رہ جائے۔ ۳ عطارد۔ ستارہ جس کو دبیرِ فلک بھی کہا جاتا ہے۔ جوزا۔ ایک برج کا نام ہے۔ مشتری ستارے کا نام ہے۔ نسرِ طائر۔ اڑنے والا گروہ ستاروں کا ایک مجموعہ ہے جو اڑنے والے گدھ کی طرح ؎

لہ ہر یکے۔ ستارے شیطانوں کو جلادیتے ہیں۔ نفط۔ ایک آتشگیر مادہ ہے۔ اختر۔ مولانا نے مثنوی کے دفاتر کو مثل ستاروں کے قرار دیا ہے اور جان کیلئے وہ بروج ثابت کئے ہیں جو آسمان میں برج ہیں ابتدا ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جنکے لفظی معنی بھی مراد لئے جاسکیں اور وہ ستاروں اور برجوں کے نام بھی ہیں جو شیطان کے لئے بچھو کا کام کرتے ہیں اور ستارہ شناس اُن سے فائدہ اُٹھاتے ہیں یہی حال مثنوی کا ہے۔ عقرب۔ بچھو، ایک برج کا نام بھی ہے۔ مشتری۔ خریدار، ایک ستارہ کا نام بھی ہے۔ قوس۔ کمان، ایک برج کا نام بھی ہے۔ دلو۔ ڈول، ایک برج کا نام بھی ہے۔ حوت۔ مچھلی، ایک برج کا نام بھی ہے۔ ثور۔ بیل، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اسد۔ شیر، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اطلس۔ غیر منقش ریشمین کپڑا، نویں آسمان پر بھی اطلاق کرتے ہیں۔ خرچنگ۔ کیکڑا۔ برج سرطان کو بھی کہتے ہیں۔ میزان۔ ترازو، ایک برج کا نام بھی ہے۔ ۲ مریخ۔ مشہور ستارہ ہے اس کو آسمان کا جلاد بھی کہا جاتا ہے۔ مولانا نے منکر اسرار مراد لیا ہے۔ شمس تبریزی۔ سورج کو تبریزی اس لئے کہا ہے کہ تبریز آذربائیجان کا ایک شہر ہے جو جانب مشرق واقع ہے اور اس سے شمس تبریزی بھی مراد ہیں جو مولانا کے پیر ہیں۔ زحل۔ مشہور ستارہ ہے جس نحس کا ستارہ

نظر آتا ہے۔ تنین۔ اژدھا، عقدۃ الراس اور عقدۃ الذنب کا درمیانی حصہ، کہکشاں۔

دخترانِ نعش[1] آبستن شوند | مجتمع گردند و دستک زن شوند
بنات النعش حاملہ ہو جاتی ہیں | اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تالیاں بجاتی ہیں

کہکشاں از سنبلہ پُر کاہ شُد | درگذر زیں رمزہا بے گاہ شُد
کہکشاں سُنبلہ کی وجہ سے تنکوں بھری ہو گئی | ان اشاروں سے درگذر کر، بے وقت ہو گیا

آفتاب[2] از کوہ سر زد اتقوا | لیک تلخ آمد ترا ایں گفتگو
سورج پہاڑ سے طلوع ہو گیا، بچو | لیکن تجھے یہ گفتگو کڑوی لگی

تو عدوی و ز عدو شہد و لبن | بے تکلف زہر گردد در بدن
تو دشمن ہے اور مخالف سے شہد اور دودھ | بے تکلف بدن میں زہر بن جاتا ہے

ہر وجودے کز عدم بنمود سر | بر یکے زہرست و بر دیگر شکر
جس وجود نے عدم سے سر ابھارا | ایک پر وہ زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے

دوست شو و ز خوئ ناخوش شو بری | تا ز خمرہ زہر ہم شکر خوری
دوست بنجا اور بُری عادت سے خالی ہو جا | تاکہ زہر کے مٹکے سے بھی تو شکر کھالے

زاں نشُد فاروق را زہرے گزند | کہ بداں تریاقِ فاروقیش قند
اسی لئے عمر فاروق کے لئے زہر مضر نہ ہوا | کیونکہ اُن کا فاروقی تریاق شکر تھا

ہیں بجو تریاقِ فاروق اے غلام | تا شوی فاروقِ دوراں والسلام
اے لڑکے! فاروقی تریاق تلاش کرے | تاکہ تو فاروقِ دوراں بن جائے، والسلام



[1] دخترانِ نعش۔ بنات تین ستارے ہیں اور نعش چار ستاروں کا مجموعہ ہے بنات النعش اُن سات ستاروں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جو چارپائی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ کہکشاں۔ ایک لمبی سفیدی جو رات کی صورت میں نظر آتی ہے موسم برسات میں سرِ شام نظر آنے لگتی ہے اس کا ایک سر جنوب کی جانب اور دوسرا شمال کی جانب ہوتا ہے... سُنبلہ۔ گیہوں کی بال، ایک برج کا نام بھی ہے۔ پُرکاہ شد۔ اب اس مثنوی کے رموز کے بیان کو ختم کرو بیان کے طول کی وجہ سے اس کے صاف مضامین بھی سمجھنا مشکل ہو رہے ہیں۔

[2] آفتاب۔ مثنوی کا سورج طلوع کر آیا ہے جس کی روشنی پھیل گئی ہے لیکن منکر کو یہ بھی ناگوار ہے۔ تو عدوی۔ عداوت کی وجہ سے دشمن شہد اور دودھ کو بھی زہر سمجھتا ہے۔ ہر وجودے۔ پر شہد اور زہر ہونا مثنوی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر چیز کا یہی حال ہے۔ خمرہ۔ مٹکی۔ زاں نشد۔ حضرت عمرؓ کے لئے اُن کے فاروقی تریاق کی وجہ سے مخالفین کا زہر قند بن گیا تھا اسلئے اُن کیلئے وہ زہر مضر نہ رہا۔ ہیں بجو۔ وہی تریاق فاروقی اگر تو حاصل کرے گا تو بھی اپنے زمانہ کا فاروق بن جائے گا۔

تصانیف شیخ الحدیث مفتی محمد خلیل خان برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

سنی بہشتی زیور (مکمل)

ہمارا اسلام (مکمل)

سبع سنابل

حکایات رضویہ

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور